خواجگانِ چشت کے تذکرے پر مشتمل مستند و قدیم ترین کتاب کا نظرِ ثانی شدہ اردو ترجمہ

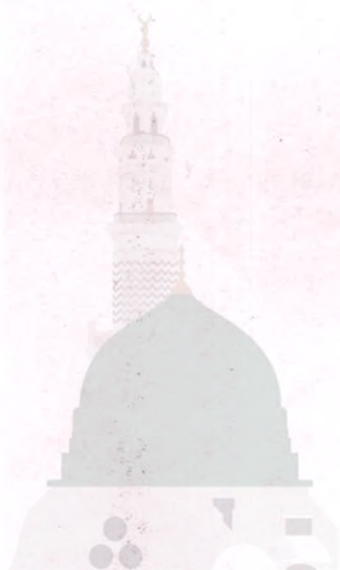
سیر الاولیاء رحمھم اللہ

تالیف
سید محمد بن مبارک کرمانی "میر خورد"

ترجمہ
غلام احمد بریاں

نظرِ ثانی
حکیم مہر محمد اقبال قادری
(ایم اے۔ ایم ایڈ)




www.maktabah.org

خواجگان چشت کے تذکرے پر مشتمل مستند و
قدیم ترین کتاب کا نظر ثانی شدہ اردو ترجمہ

سِیَرُ الاَولیاء رحمہم اللہ

تالیف

سید محمد بن مبارک کرمانی "میر خورد"

ترجمہ

غلام احمد بریاں

نظرِ ثانی

حکیم مہر محمد اقبال قادری
(ایم اے۔ ایم ایڈ)

مشتاق بُک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب	......	سیر الاولیاء
مصنف	......	سید محمد بن مبارک کرمانی "میر خورد"
ترجمہ	......	غلام احمد بریاں
نظرِ ثانی	......	حکیم مہر محمد اقبال قادری
ناشر	......	مشتاق احمد
اہتمام	......	سلمان خالد
برائے	......	مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار لاہور
کمپوزنگ	......	ای لنکس، القمر سنٹر کبیر سٹریٹ، اُردو بازار لاہور
پرنٹر	......	اسد نیرّ پرنٹرز، لاہور
سن اشاعت	......	
قیمت	......	روپے

قارئین کرام سے استدعا

پروردگارِ عالم کے فضل و کرم اور مہربانی سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، تصحیح طباعت اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو براہِ کرم ادارے کو مطلع فرما دیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔ (ناشر)

حرفِ چند

(مہر محمد اقبال قادری)

پاک و ہند میں مشائخ کرام کے ملفوظات جمع کرنے کی پہلی کوشش آٹھویں صدی ہجری کے آغاز (۷۰۷ھ) میں امیر حسین سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو "فوائد الفواد" کے نام سے مرتب کیا۔ اس کامیاب تجربہ کے بعد بعض دوسرے معاصرین نے بھی اس طرف توجہ کی اور پھر ملفوظات نویسی کو خانقاہی نظامِ تعلیم کے ایک خصوصی جزو کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس پر بھرپور بحث پروفیسر مجددی صاحب کے مقدمہ میں آگئی ہے۔ ان سطور میں چند باتوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

سِیَرُ الاولیاء

اصل کتاب کے مطالعہ سے جو معلومات کتاب کے بارے میں ملتی ہیں وہ یہ ہیں کہ کتاب کی تالیف کے وقت مؤلف کی عمر پچاس برس کے قریب تھی۔ جبکہ وہ ۷۷۰ ہجری اپنے سال وفات تک اس میں اصلاح و اضافہ کرتے رہے۔ انہوں نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز فیروز شاہ تغلق کے عہد (752ھ تا 790ھ) میں کیا۔ بلاشبہ "سیر الاولیاء" کو ایک ماخذ کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ بعد میں آنے والے تذکرہ نویسوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے جبکہ بعض صورتوں میں اس کتاب سے اختلاف بھی کیا ہے۔

فارسی متن کے ساتھ پہلی دفعہ "سیر الاولیاء" 1302ھ۔1885ء میں مطبع محبِ ہند دہلی سے شائع ہوئی۔ زیرِ نظر اردو ترجمہ اسی اشاعتِ اول پر مبنی ہے۔

اگرچہ "ابواب" کی تقسیم و ترتیب وہی ہے مگر قاری کی سہولت کے لیے اس میں ذیل کی کچھ اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں:۔

1- پوری کتاب میں سوائے ابواب کے آغاز کے کوئی عنوان یا ذیلی عنوانات قائم نہیں کیے گئے تھے یہاں تک کہ جن مشائخ و صوفیاء کا تذکرہ کتاب میں شامل ہے ان کے لیے بھی کوئی عنوان شامل نہیں کیا گیا تھا سوائے اس کے کہ حاشیہ کے باہر کی جانب ان کے

اسماء درج کیے گئے تھے۔ زیر نظر نسخہ میں ان تمام مشائخ وصوفیاء کے اسماء کو عنوان کی شکل میں صفحہ کے درمیان میں جلی قلم کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

2- بعض مشائخ کے تذکرہ میں ذیلی عنوانات کو ''نکتہ'' کے لفظ کے ساتھ ظاہر کیا گیا تھا اور نکتہ کو تو ذرا جلی قلم سے لکھا گیا مگر اصل ذیلی عنوان کو عام خط میں لکھا گیا جس سے ذیلی عنوان کی افادیت ختم ہوگئی۔ زیر نظر نسخہ میں لفظ ''نکتہ'' کو حذف کر کے اصل عنوان کو جلی قلم کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

3- کتاب میں بکثرت اشعار کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان سے قبل ''بیت''۔ ''قطعہ'' یا ''مثنوی'' لکھ کر آگے اشعار درج کر دیے گئے ہیں۔ لیکن کاتب نے اپنی یا پبلشر کی مرضی سے یہ تکلیف گوارا نہیں کی کہ شعر کو شعر کا انداز تحریر بھی دے۔ بلکہ جگہ بچانے کے لیے ایک مصرعہ یا مصرعہ اولیٰ کے چند الفاظ سطر کے آخر پر اور باقی الفاظ اور مصرعے دوسری سطر میں درج کیے گئے اور بعض اوقات ایک مکمل شعر کا غالب حصہ ایک سطر میں اور چند لفظ دوسری سطر میں درج کیے گئے تھے۔ زیر نظر نسخہ میں بیت، قطعہ یا مثنوی کے لفظ کو حذف کر دیا گیا۔ اور شعر کو شعر کا انداز تحریر دیا گیا ہے کہ شعر کے دونوں مصرعے ایک ہی سطر میں آمنے سامنے ہوں۔

4- کتاب میں تمام اشعار فارسی میں ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے صفحہ کے نیچے فٹ نوٹ کی صورت میں ان اشعار کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ بعض اوقات ایک ہی صفحہ پر کئی کئی اشعار اور نیچے ان کا ترجمہ دیکھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ زیر نظر نسخہ میں عبارت میں ایک جگہ موجود شعر یا اشعار کے فوراً بعد ان کا ترجمہ ترتیب وار دے دیا گیا ہے تاکہ قاری کو ترجمہ تلاش نہ کرنا پڑے اور اس کی مطالعہ میں روانی میں فرق نہ آئے۔

5- پرانے نسخہ کی کتاب ''دستی کتابت'' تھی۔ دستی کتاب میں کاتب عموماً جگہ کی کمی بیشی کو پورا کرنے کے لیے الفاظ کو چھوٹا بڑا کر لیتا ہے۔ جس سے بعض اوقات لفظ کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور پڑھنے میں دقت آتی ہے۔ جبکہ زیر نظر نسخہ میں ''کمپیوٹر کی کمپوزنگ ہے جو کسی بھی کوتاہی کا سبب نہیں بنتی۔

6- پرانے نسخہ میں پوری کتاب میں دوچشمی ''ھ'' کا استعمال نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے

آج کل کے تعلیم یافتہ حضرات کو عبارت پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ مثلاً بھی کو بہی، کھانا کو کہانا، پڑھنا کو پڑہنا، دھونا کو دہونا وغیرہ لکھا گیا تھا۔ زیرنظر نسخہ میں حسب تلفظ دوچشمی ''ھ'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ قاری کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

-7 اسی طرح پرانے نسخہ میں پوری کتاب میں ''نون غنہ'' کا استعمال نہیں کیا گیا۔ فارسی تو ممکن ہے مگر اردو میں ایسا کرنا اور اس کا لکھنا عجیب لگتا ہے۔ مثلاً انسانوں کو انسانون، کانوں کو کانون، کہیں کو کہین وغیرہ لکھا گیا ہے۔ زیرنظر نسخہ میں اردو تلفظ کے مطابق ''ن'' کو ''نون غنہ'' میں بدل دیا گیا ہے تاکہ قاری کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

گویا زیرنظر نسخہ میں پوری کوشش کی گئی ہے۔ کہ حالات وواقعات میں ذرہ بھر تبدیلی کیے بغیر عبارت کو سلیس کر دیا جائے۔ اس میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ آپ کو کتاب کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

-8 پرانے نسخہ میں سے کسی واقعہ یا مشائخ میں سے کسی کے حالات دیکھنے کے لیے پوری کتاب کی ورق گردانی کرنا پڑتی تھی زیرنظر نسخہ میں ابواب کے ساتھ ہر باب میں درج حالات وواقعات کی صفحہ وار فہرست شروع میں دے دی گئی ہے تاکہ حالات وواقعات کی تلاش میں آسانی ہو۔

احقر
مہر محمد اقبال قادری
ایم اے۔ ایم ایڈ
211-اے بلاک سبزہ زار لاہور

مقدمہ

پروفیسر محمد اقبال مجدّدی

پاک وہند میں مشائخ کرام کے ملفوظات جمع کرنے کی تاریخ کا آغاز ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء میں فوائد الفواد (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ) سے ہوا۔ امیر حسین سنجری رحمتہ اللہ علیہ کے اس کامیاب تجربہ نے دوسرے معاصرین کو اس طرف متوجہ کیا۔ اور اُچ سے لے کر مُنیر (بہار) تک ملفوظات کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ شروع ہو گیا، گویا رفتہ رفتہ ملفوظات نویسی خانقاہی نظامِ تعلیم وتربیت کا ایک اہم جُز بن گیا۔[1]

ملفوظات کے بعد پاک وہند میں مشائخ کے جو باقاعدہ تذکرے لکھے گئے ان کا آغاز مولانا محمد بن مبارک کرمانی کے تذکرہ سیر الاولیاء سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد عرصہ تک جو تذکرے مرتب ہوتے رہے ان کے مصنفین نے انہیں فقط ایک سلسلہ طریقت کے مشائخ کے حالات پر مرکوز کیے رکھا۔ پھر حدود ۸۳۰/۱۴۲۶ء میں لطائفِ اشرفی (ملفوظات وحالات سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ) میں ایک مستقل باب کے ذریعے تمام مروجہ سلاسل کے صوفیاء کے حالات لکھ کر متعارف کرایا گیا۔ جس سے پاکستان وہند کی تاریخ میں عمومی تذکرہ نویسی کا آغاز ہوا۔ جس کا پہلا نقش مولانا جمالی کی سیر العارفین (حدود ۹۳۷/۱۵۳۰ء) کی صورت میں ابھرا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے تو اخبار الاخیار (۹۹۹/۱۵۹۰ء) لکھ کر تذکرہ نویسی میں جس انقلاب، تبدّل، تجدّد اور تحقیق کی طرح ڈالی۔ اس سے اس علم کو باقاعدہ سائنسی علم کا درجہ حاصل ہو گیا۔

آیئے اس پس منظر میں کتاب حاضر یعنی سیر الاولیاء کی اہمیت وافادیت کی ایک جھلک ان اوراق میں دیکھیں۔

امیر خورد

سیر الاولیاء کے مؤلف کی حیثیت سے دنیائے تصوف میں نیک نامی اور شہرت رکھتے

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خلیق احمد نظامی صاحب کا مقالہ "ملفوظات کی تاریخی اہمیت"

ہیں۔ لیکن افسوس کہ تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات محفوظ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ سیر الاولیاء میں مختلف مقامات پر اپنے بارے میں جو اشارات کیے ہیں ہم انہیں یک جا کر کے ان کی زندگی کا خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، امیر نے خود لکھا ہے۔

''کاتب حروف بندہ و بندہ زادہ...... وہ پدر و جدِ ایں بندہ در سلک خدمت گاران این مشائخ کبار منسلک بودہ اند و بہ نعمت دینی و دنیاوی از حضرت این پاکان مخصوص گرفتہ اند[1]۔''

یعنی میں، میرا بیٹا اور باپ دادا، حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء (ف ۷۲۵ھ) کے خدمت گاروں میں سے تھے۔

فرماتے ہیں کہ جب میری ولادت ہوئی تو میرے جد پدر سید محمد کرمانی جو کہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے اور مولانا شمس الدین دامغانی جو کہ میرے نانا اور حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے، میرا نام تجویز کروانے کی غرض سے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں گئے۔ سید محمد کرمانی نے کہا کہ اس بچہ کا نام آپ رکھیں۔ آپ نے قدرے تامل کے بعد فرمایا کہ میرا نام محمد[2] ہے اور ان کے دادا کا نام بھی محمد...... اس لیے ہم اس خردسال کا نام محمد تجویز کرتے ہیں۔[3]

خود لکھتے ہیں کہ جب میں سن بلوغت کو پہنچا تو اپنی والدہ کی سعی جمیلہ اور جد مادر کی شفقت سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ ''چوں بندہ بحد بلاغت رسید بسعی جمیلہ والدہ بزرگوار رحمتہ اللہ علیہا و بواسطہ شفقت جد مادر مولٰینا شمس الدین دامغانی رحمتہ اللہ علیہ بشرفِ ارادت حضرت سلطان المشائخ مشرف گشت۔'' [4]

مُصنف جب حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے دو بھائی سید لقمان اور سید داؤد بھی ہمراہ تھے۔ مولانا شمس الدین نے حضرت خواجہ سے عرض کی کہ سید مبارک کے فرزند کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرے ہی فرزند ہیں۔

''خدمتِ مولانا شمس الدین بندہ را با دو برادر سید لقمان و سید داؤد پیش بُرد......

---

[1] امیر خورد:۔ سیر الاولیاء۔ فارسی۔ مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی ۱۳۰۲ھ ص ۳۵۶۔۳۵۷

[2] حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کا پورا اسم گرامی اس طرح ہے، خواجہ محمد بن احمد بن خواجہ علی الحسینی البخاری بدایونی ایضاً ص ۳۵۶ [3] ایضاً ۳۵۷ [4] ایضاً ۳۵۷

وذکرایں بندگان مولانا شمس الدین بدیں عبارت کرد کہ پسران سید مبارک دعا گو زادگان مخدوم می خواہند کہ درسلک بندگان منسلک شوند وشرف ارادت مشرف گردند حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ مولانا مرا ایںہا فرزندان اند" [1]

بیعت کے بعد حضرت نے ان کے سر پر کلاہ رکھی۔اس وقت حضرت پہ گریہ اس قدر غالب تھا، کہ انہیں تلقین نہ کر سکے۔لیکن ان کا اصل مقصد اپنے آباؤ اجداد کی سنت کے مطابق حضرت کے سایہ شفقت میں پرورش پانا تھا، سووہ انہیں حاصل ہوگیا۔لکھتے ہیں:

"دستِ ارادت بندہ کمینہ راداد وکلاہ برسرایں بندہ نہاد فامادریں حالت حضرت سلطان المشائخ را گریہ چناں غالب شد کہ تلقینے نہ کردند المقصود ایں بندہ درسایۂ دیوار سلطان المشائخ برسُنت آباواجداد پرورش می یافت" [2]

پرورش کا یہ زمانہ مصنف کا خاصا ابتدائے جوانی معلوم ہوتا ہے جب کہ وہ حضرت کی مجالس کے سخنان سمجھنے کا ادارک بھی نہیں رکھتے تھے۔لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ درک معانی درآں ایام چنداں بنود" [3]

مؤلف حضرت سلطان المشائخ کے مدرسہ میں معروف علماء سے علم حاصل کرتے رہے ،چنانچہ لکھتے ہیں۔

"الغرض خدمت مولانا سراج الدین درکبرسن تعلم کرد برابر کاتب حروف درآغاز تعلم میزان وتصریف وقواعد ومقامات او تحقیق کرد...... وپیش مولانا رکن الدین اندپتی برابر کاتب حروف کافیہ ومفصل وقدوری ومجمع البحرین تحقیق کردو بمرتبہ افادیت رسید" [4]

دکن جانے سے پیشتر مؤلف سے کہا گیا حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کرلوتو مؤلف نے جواب دیا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بیعت ہوں، انہوں نے میرے سر پر کلاہ بھی رکھی تھی [5] ۔لیکن مؤلف اس وقت ان سے بیعت نہ ہوئے ،بعد میں حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔

مؤلف کے ایک معاصر ومستند تذکرہ نویس خواجہ نظام غریب یمنی لکھتے ہیں کہ

"درآوان جوانی وزمان عنفوانی باموروا شغال روزگار واعمال دیار اشتغال ہمدران ہنگام

---

[1] ایضاً ص ۳۵۸ [2] ایضاً ص ۳۵۸ [3] ایضاً ص ۳۵۹
[4] ایضاً ص ۳۸۹ [5] ایضاً ص ۳۶۱

از اعلیٰ مراتب جاہ وجلال اعراض کردہ طریق مجاہدہ وسبیل مشاہدہ سپردہ وبہ حضرت سلطان المشائخ شرف حضور یافتہ واز اصحاب کبار واحباب نامدار مشار الیہ وموی الیہ گشتہ وخدمتی شائستہ وملازمتی بائستہ از وی برآمدہ"[1]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مؤلف نے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے تربیت حاصل کی۔

بعدازو (وفات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ) درخدمت خلفاء او بودہ و از شیخ نصیر الدین محمود تربیت یافتہ"[2]

مؤلف کے دیگر اعزہ بھی حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ سے منسلک تھے۔ سید قطب الدین حسین کرمانی اور سید کمال الدین کرمانی ان کے چچا تھے۔ جنہیں محمد بن تغلق نے مختلف عہدے دے کر مرکز سے منتشر کر دیا۔[3]

سلسلہ چشتیہ کے حضرات کو جب جبراً دہلی سے باہر مثلاً دکن وغیرہ بھیجا گیا تو صاحب سیر الاولیاء بھی دولت آباد میں نظر آتے ہیں۔[4]

آنجہانی پروفیسر محمد حبیب نے مؤلف کے پریشان کن بیانات سے اور غالباً ان کے نام کے ساتھ لفظ "امیر" کی مناسبت سے قیاس آرائی کی ہے کہ انہوں نے اپنے اجداد کی سنت کے خلاف بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وہ لکھتے ہیں: (4)

"Whether my çonclusion that Mir Khurd's 'sin' consisted in entering government service be correct or not, he insists that he returned to Dehli in condition of mental worry and distraction."

---

[1] نظام غریب یمنی: لطائف اشرفی مطبوعہ نصرت المطابع ۱۲۹۹ھ ص ۳۶۵

[2] عبدالحق محدث دہلوی شیخ: اخبار الاخیار۔ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۷۸ ص ۹۰

[3] تفصیل کے لیے پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات کا مطالعہ کرنا چاہیے ص ۳۶۱-۳۶۲

[4] محمد حبیب پروفیسر: عہد سلاطین میں مشائخ چشت کے ملفوظات: مقالہ مشمولہ میڈیویل انڈیا۔ علی گڑھ۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء ص ۶

نیز ان کا خیال ہے کہ مؤلف نے دکن سے پہلے خواجہ نصیر الدین محمود کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف نو جوانی میں دہلی سے دکن گئے تھے۔

سال وفات

مؤلف کی زندگی کا یہ خاکہ ہے جو انہوں نے اپنی کتاب سیر الاولیاء میں خود پیش کیا ہے۔ اس کے بعد کی زندگی پر مکمل پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ مؤلف کا سال وفات بھی کسی معاصر یا قریب العہد تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ کم از کم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار کے لیے جن ماخذ سے استفادہ کیا ہے وہ ان کے سال وفات سے خالی ہیں۔ صرف مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم نے ایک نایاب کتاب شجرۂ چشتیہ کے حوالے سے جس کا سال تصنیف بھی ہمیں معلوم نہیں ہے، صاحب سیر الاولیاء کا سال وفات ۷۷۰ھ لکھا ہے۔[2] ایرانی فاضل سعید نفیسی نے ۱۳۴۴ش ۱۹۶۵ء میں اپنی کتاب تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی کی جلد دوم میں ایک تکملہ کا اضافہ کیا ہے جس میں مؤلف سیر الاولیاء کا مختصر حال بھی لکھا ہے[3] ہمارا قیاس ہے کہ سعید نفیسی نے یہ حالات سٹوری کی کتاب پرشین لٹریچر[4] سے بغیر حوالہ ترجمہ کر کے شامل کتاب کر لیے ہیں۔ سٹوری نے اس باب میں وہ سنین ۷۱۱ھ اور ۷۷۰ھ لکھے ہیں۔ لیکن دونوں سنین میں مرنے والوں کے نام کی بجائے

He died in 711/1311-12-----

He died in 770/1368 -9------

اب اگر سیاق وسباق کے ساتھ غور کیا جائے تو پہلے سال وفات سے مراد مؤلف کے والد، سید مبارک اور آخر سنہ وفات خود صاحب سیر الاولیاء کا ہے۔ دونوں سنین میں چونکہ مرنے والوں کے نام درج نہیں تھے، اس لیے نفیسی صاحب کو سہو ہو گیا۔ اور انہوں نے مؤخر الذکر ۷۷۰ھ کو (غالباً طباعت کی غلطی سے ۷۹۰ھ بن گیا ہے) لایعنی طور پر حالات کے درمیان لکھ دیا اور ۷۱۱ھ

---

[1] ایضاً ص ۷ [2] غلام سرور، مفتی، لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ۱/۳۶۶

[3] سعید نفیسی: تاریخ نظم ونثر در ایران جلد دوم مطبوعہ تہران ۱۳۴۴ش ص ۷۵۹

[4] سٹوری کی پرشین لٹریچر کا محولہ بالا حصہ ۱۹۵۳ء میں لندن سے شائع ہوا تھا، اور نفیسی نے زیر بحث تکملہ ۱۹۶۵ء میں لکھا۔

کو مؤلف کا سال وفات سمجھ لیا۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ مفتی غلام سرور کا درج کردہ سال وفات ۷۷۰ھ نفیسی مقابلہ میں زیادہ معتبر ہے۔

سیر الاولیاء

کتاب سیر الاولیاء دس ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ تک اور باقی ابواب حضرت خواجہ کے خلفاء کے احوال و ملفوظات سے مملو ہیں۔ باب ششم تا دہم میں تصوف کے مختلف امور پر بحث و تمحیص ہے۔

یہ کتاب مؤلف نے کس سنہ میں لکھنی شروع کی اور پایۂ تکمیل تک کب پہنچی اس کا مؤلف نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ تاہم انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی تالیف کے وقت میری عمر پچاس سال تھی۔ لیکن یہ حتمی ہے کہ انہوں نے اس کی تالیف کا آغاز فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ۔ ۷۹۰ھ۔ ۱۳۵۱ء۔ ۱۳۸۸ء) کے عہد میں کیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ وفات ۷۷۰ھ تک اس میں اصلاح و اضافہ کرتے رہے۔

آیئے ان مختصر تعارفی سطور کے بعد اس کا قدرے مفصل جائزہ لیں۔

مشائخ چشت کے تذکروں اور ملفوظات میں سے فوائد الفواد، دُرَرِ نظامی اور خیر المجالس کے بعد سیر الاولیاء کو خاص اہمیت حاصل ہے، مشائخ چشت کے مختلف ادوار میں سے دور اول کی سب سے زیادہ تفصیلات اسی سیر الاولیاء میں ملتی ہیں۔ صوفیہ کے اکثر تذکرہ نگاروں نے اسے سند کے طور پر استعمال کیا ہے۔

معاصر اور قریب العہد تذکرہ نویسوں میں سے بعض کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

صاحبِ لطائفِ اشرفی جو حضرت اشرف جہانگیر سمنانی (متوفی حدود ۸۳۰ھ) کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس کے جامع حضرت غریب یمنی ہیں۔ اس میں انہوں نے سیر الاولیاء سے استفادہ کیا ہے اور اسے ملفوظات کے دوسرے مجموعوں پر ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ گم گشتگان کے لیے دل جمعی، مقصود کی رونمائی کے لیے آئینہ اور معرفت کی کشائی کا جام ہے۔ لکھا ہے:

"الفاظ متبرکہ و اقوال متوثرہ را جامع آمدہ اگرچہ اکابر دیگر دا ماثر اصحاب ملفوظات

شریف راجع بہترین ازین دست مزادہ کہ مقبول ہمہ طوائف و ماحول ہمہ ظرائف شدہ وسبب ہدایت جمعی گم گشتگان بادید ضلالت و موجب رعایت زمرہ راہ نابردہ گانِ وادیۂ زلالت شدہ، بلکہ مقصد اصحاب عرفان و موجدار باب وجدان آمدہ آئنہ روی نمای مقصود جام معرفت کشای معبود گشتہ" [1]

مولٰینا جمالی دہلوی نے سیر العارفین میں جو ۹۳۷ھ کی تصنیف ہے میں جابجا سیر الاولیاء سے استفادہ کیا ہے۔ اوراس کے اقوال شاملِ کتاب کیے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی جنہوں نے اخبارالاخیار خاصی تحقیق وتنقیدی نقطۂ نظر سے لکھی ہے، مشائخ چشت کے احوال کے لیے انہوں نے اس سے خاصا موادنقل واقتباس کیا ہے۔ بعض مقامات پر اس کے مندرجات کو ناقص بھی قرار دیا ہے۔ مثلاً حضرت شیخ علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ جن کی شخصیت تذکرہ نویسوں کے ہاں متنازعہ فیہ ہے، حضرت شیخ محدّث نے سیر الاولیاء میں مندرج حالات شیخ صابر کے بارے میں وضاحت کی ہے:

ذکراودر سیر الاولیا اصلاً نہ کردہ وآنچہ کردہ ہمیں شیخ صابر را کردہ برآں نہجی کہ درعنوان مذکور شد وترک ذکراو خالی ازغرابت نیست وتواند کہ مراد راز شیخ صابر ہمیں شیخ علی صابر باشد؟ [2]

مولانا عبدالحی حسنی صاحب نزہتہ الخواطر نے لکھا ہے کہ مشائخ کے تذکروں میں سیر الاولیاء ایک بے نظیر کتاب ہے۔ لم ارلہ نظیرافی طبقات المشائخ [3]

مؤلف اپنی دکن کی پریشان کن زندگی سے واپسی کے بعد پورے ذہنی سکون کے ساتھ برصغیر کے چشتی صوفیہ کا تذکرہ لکھنے کے لیے قلم سنبھالتے ہیں۔ وہ اس باب میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے نجی کاغذات حاصل کر لیتے ہیں۔ انہیں اپنے ابتدائی ایام جوانی میں حضرت خواجہ کے بہت سے خلفاء کی صحبت میسر آئی تھی۔ جب انہوں نے سیر الاولیاء لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے والدین اور چچا نے جو کہ حضرت خواجہ کے "نزدیکان" میں سے تھے اور اس عہد کی خاصی یادداشتیں ان کے پاس تھیں جو انہوں نے مؤلف کے حوالہ کر دیں، اس طرح مکمل تیاری کے بعد امیر خورد نے اپنا کام شروع کیا۔

---

[1] نظام غریب یمنی: لطائف اشرفی ۱/ ۳۶۵

[2] عبدالحق محدّث دہلوی: اخبار الاخیار ص ۶۶

[3] عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر۔ حیدرآباد۔ دکن: ۱۹۶۶ء جلد اول ص ۱۳۹

فوائد الفواد اور خیر المجالس سے تقابل کیا جائے تو سیر الاولیاء اپنی سادگی، سہل نویسی اور آسان پیرایۂ بیان کے اعتبار سے ان پر فائق ہے۔ لیکن بیانات کی مضبوطی اور تقدم زمانی کے اعتبار سے سلسلۂ چشتیہ کے دورِ اول کی تاریخ کے سلسلہ میں اول الذکر ماخذ اس سے زیادہ معتبر ہیں، مؤلف ہمیں بہت سی ایسی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ جو قابل اعتماد اور چشم دید گواہوں کے بیانات پر مبنی ہیں۔ وہ حضرت خواجہ کے کئی جانشینوں اور خلفاء کو جانتے ہیں جن کے بیانات انہوں نے نہ صرف شامل کتاب کیے ہیں بلکہ بہت سے اختلافات بھی کیے ہیں کہ انہوں نے دوسروں سے اس واقعہ کو اس طرح سنا ہے۔ انہوں نے فوائد لفواد کا بہت سا مواد شامل کتاب کر لیا ہے۔

مؤلف کو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات خیر المجالس سے واقفیت حاصل نہیں تھی۔ اگر چہ وہ سیر الاولیاء سے قبل مکمل ہو چکی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے جامع مولانا حمید شاعر قلندر سے کبھی نہیں ملے۔ انہوں نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے جو ملفوظات سیر الاولیاء میں درج کیے ہیں وہ براہِ راست ان کی اپنی شنید ہے، وہ خیر المجالس سے ماخوذ نہیں ہیں۔ گویا حضرت چراغ دہلوی کے حالات و ملفوظات پر خیر المجالس کے بعد دوسرا معاصر ماخذ سیر الاولیاء ہے۔

سیر الاولیا میں عہد سلاطین کے بہت سے سیاسی، سماجی اور معاشی اشارے ملتے ہیں۔ یہ نکات تاریخی اعتبار سے شک وشبہ سے پاک ہیں۔ رہیں سیاسی کتب تاریخ تو وہ سماجی زندگی کے آثار اور علماء وصوفیہ کے حالات سے کلیتہً خالی ہیں۔ دراصل تذکرہ نویسوں نے تذکرہ نویسی کے فن کو بلاوجہ نہیں اپنا لیا اور یہ خیال بھی خام ہے کہ صوفیہ نے اپنی مدح سرائی کے لیے اپنے ملفوظات مرتب کروائے اور اپنے حالات پر تذکرہ لکھوائے۔ بلکہ تذکرہ نویس شعوری طور پر سیاسی کتب تاریخ کی اس ناانصافی کو محسوس کر چکے تھے۔ کئی تذکرہ نگاروں نے واضح الفاظ میں اس کی شکایت بھی کی ہے، مثلاً محمد غوثی شطاری نے گلزار ابرار (۱۰۲۳ھ) میں قاضی منہاج سراج کی طبقات ناصری میں اس وقت کے علمی اور مذہبی حالات سے کلیتہً اجتناب کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔"[1]

سیر الاولیاء میں جو بہت اہم سیاسی نکات درج ہوئے ہیں۔ ان میں محمد بن تغلق (۷۵۲۔۷۹۰ھ/ ۱۳۵۱۔۱۳۸۸ء) کی دکن پالیسی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ محمد بن تغلق کی اس پالیسی سے دہلی

[1] سیر الاولیاء کا تنقیدی جائزہ پروفیسر محمد حبیب کے مذکورہ مقالہ سے ملخصاً ماخوذ ہے۔

کے علماء ومشائخ کی مرکزیت واجتماعی حیثیت کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ خصوصاً سلسلہ چشتیہ کی مرکزیت ختم کرنے کے لیے اس سلسلہ کے اکابر کو جبراً سیاست میں آلودہ کر کے دور دراز مقامات پر بھیج دیا۔ جس سے سلسلہ چشتیہ کا ابتدائی دور مکمل طور پر ختم ہو کر رہ گیا۔ سلسلہ چشتیہ کے صوفیہ کے تذکروں میں اس کے اس رویہ پر بڑی کڑی تنقید کا سبب بھی یہی ہے۔ پیش نظر کتاب سیر الاولیا میں بھی اس قسم کے بہت سے واقعات درج ہیں۔ جن کا مطالعہ تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے لطف سے خالی نہیں ہوگا۔

سیر الاولیاء کے متعدد قلمی نسخے دنیا کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ جن کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مسٹر سی اے سٹوری کی کتاب پرشین لٹریچر۔

سیر الاولیاء کا فارسی متن ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں پہلی مرتبہ چرنجی لال کے اہتمام سے مطبع محب ہند دہلی سے شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ اسی مذکورہ اشاعت اول پر مبنی ہے۔ اسی قدیم اردو ترجمہ کو مکتبہ الکتاب لاہور بصورت عکس شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ سیر الاولیا کا ایک تکملہ بھی لکھا گیا تھا۔ خاصے کی چیز ہے۔ یہ ذیلی تکملہ فارسی میں خواجہ گل محمد احمد پوری نے لکھا تھا، جو مطبع رضوی دہلی سے ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا۔

احقر

محمد اقبال مجددی۔ ۲۷ جون ۱۹۷۸ء

---

۱ نظامی، خلیق احمد: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ دہلی ۱۹۵۸ء ص ۱۰۲

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ○ اما بعد ایک مدت مدید عرصہ بعید سے مجھ ناکارہ و نالائق آلودہ عصیان غلام احمد خان بریاں المشہور بہ مترجم کتب تصوف ابن جناب مستغنی عن القاب سراج السالکین زبدۃ العارفین خاصہ خاصگان مولانا مولوی غلام محمد خان صاحب حنفی چشتی سلیمانی ججری برد اللہ مضجعہ کا ارادہ تھا کہ نسخہ شریف کتاب مستطاب سیر الاولیا فی محبۃ حضرت جل والعلیٰ کا ترجمہ بزبان اردو برائے استفادہ اہل شوق اردو خواں کیا جائے الحمد للہ علی احسانہ کہ حضرت تبارک وتعالیٰ نے اس کار اہم کو مجھ جیسے کم علم کے ہاتھ سے پورا فرمایا۔ اور مجھے اپنی توفیق سے اس مقصد عظیم میں کامیابی بخشی میں نے اپنی بساط علم کے موافق جہاں تک ممکن ہوا اس کتاب کے ترجمہ میں ہمت صرف کی اور سہل اردو میں ترجمہ کیا۔ فارسی اشعار کی نسبت میرا ارادہ تھا کہ ان کا بھی اردو نظم میں ترجمہ کیا جائے لیکن جب ان کی خوبی مضامین اور لطافت پر نظر کی اُن کی عمدگی مضامین محبت اور اِستعارات نے مجھے ترجمہ سے باز رکھا۔ لیکن خاطر احباب اردو خواں کے لیے میں نے ان کا ترجمہ اُردو میں بطور حواشی کتاب کر دیا ہے کہ کم استعداد ارباب عقیدت بھی ان کے مضامین کی فہم سے قاصر نہ رہیں مجھے اس محنت، جان کاہی کا بدلہ ان صاحبوں سے جو اس ترجمہ کو معائنہ فرمائیں صِرف اسی قدر مطلوب ہے کہ وہ میرے حق میں دعائے حفظ ایمان خاتمہ بخیر اور دعائے مغفرت فرمائیں آمین۔

غرض نقشیست از ما یاد ماند — کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے از روئے رحمت — کند در حق ایں مسکیں دعائے

وآخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

متواتر و پے در پے تعریف کے قابل اور بکثرت و بے حد شکر کے لائق وہ مقدس اور پاک ذات خدا ہے جس نے اپنے اولیا اور محبوں کو دنیا میں بے رغبتی اور اس سے دلی نفرت کرنے کی وجہ سے معزز فرمایا تا کہ وہ اس کی فانی زیب و زینت اور بہت جلد مٹ جانیوالی آرائش پر ذرہ التفات نہ کریں اور انہیں اس بات سے پاک و ستھرا کیا کہ بجز اس کی حضرت کے غیر کا کبھی ملاحظہ نہ کریں یہ بندہ ضعیف (موئف کتاب ہذا) عرض کرتا ہے۔

التفات دل عشاق سوئے حضرتِ تست
جانِ مشتاق اسیر نظر رحمتِ تست

(عاشقوں کے دلوں کا التفات صرف تیری ہی طرف ہے اور مشتاق کی جان تیری ہی نظر رحمت کی مقید ہے)

اس کے بعد انہیں حقائق کے معلوم کرنے کی طرف ہدایت بخشی تا کہ اس کے انوارِ معرفت سے ہمیشہ منور رہیں یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بخشید ہدایتے سوئے خویش
فرمود عنایتے بہ درویش
پرورد دلم بنور عرفان
خون کرو زعشق ایں دلِ ریش

(درویش کے حال پر عنایت فرما کر اسے اپنی طرف ہدایت بخشی اس نے اول تو میرے دل کو نور عرفان سے پالا پھر اپنے عشق سے میرے گھائل دل کا خون کر ڈالا۔)

نیز ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے شوق و ذوق کے سبب سے ایک طرح کی ایسی نرمی و گداز گی پیدا کی کہ وہ غم کی کٹھالی میں آتش شوق سے پگھل جائیں بندہ ضعیف کہتا ہے۔

گدازش یافت دلہائے عزیزاں
زشوقِ آں جمال لا یزالی

جمال لا یزالی راست بس شوق
برقصِ آمد دلم از شوق حالی

(عزیزوں کے دلوں نے اس جمال لایزالی کے شوق سے گدازگی ونرمی پائی ہے. جمال لایزالی کے شوق کا کوئی کافی معیار واندازہ نہیں لیکن موجودہ شوق کی یہ کیفیت ہے کہ اس سے میرا دل رقص کر رہا ہے۔)

اوراس نے اپنے رخ مبارک کے انوار وجلال کو ظاہر کیا تا کہ وہ محبت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جل بھُن کر رہ جائیں۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

عشق تو آتشے بدل و جان ما بزد
اینک بسوختیم زعشقت بسوختیم

(تیرے عشق نے ہمارے دل وجان میں آگ بھڑکا دی ہے حتیٰ کہ ہم اس سے بالکل جل گئے ہیں۔)
ایک بزرگ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

کرا مجال نظر برجمال میمونت
بدیں صفت کہ تو دل میبری ورائے حجاب

(تیرے جمالِ پاک پر نظر ڈالنے کی کسی کو مجال نہیں یہ صفت تجھی میں ہے کہ حجاب کے پیچھے سے دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔)
ایک اور بزرگ نازک خیال فرماتے ہیں۔

حیرت اندر حیرت است و بستگی در بستگی
گہ گمان گردد یقین وگہ یقین گردد گمان

(حیرت میں حیرت اور بستگی میں بستگی ہے تعجب کی بات ہے کہ کبھی گمان یقین ہو جاتا ہے اور گاہے یقین گمان۔)

پس جس وقت خدا کے محبّ اور اس کے اولیا عظمت وجلال کے پرخوف وخطرناک صحرا میں اڑنا چاہتے ہیں تو اپنی عقل کو دہشت وخوف میں مستغرق ومحو پاتے ہیں یہ ضعیف کہتا ہے۔

جمال لم یزل و لایزال را ز جلال
ازیں دو دیدۂ خوں ریز احتجاب نمود

چو دیددیده ما غرق خون زشوق جمال
ہزار حیرت و دہشت دگر بران افزود

(اس نے ہماری ان دونوں خون ریز آنکھوں سے اپنے جمال لم یزل ولایزال کو جلال سے پردے میں رکھا لیکن جب ہماری آنکھوں کو شوق جمال سے غرق خون دیکھا تو اس پر ہزار طرح کی دہشت و حیرت اور زیادہ کی۔)

اور جب یہ لوگ دہشت و حیرت کی وجہ سے ادھر سے منہ پھیرتے ہیں تو سرا وفات جمال سے یہ مست و محو کرنیوالی ندا انکے گوش ہوش میں پہنچتی ہے کہ میرے دوستو ناامید نہ ہو صبر کو اپنا زیور ٹھہراؤ اور عجلت و شتابی کو عمل میں مت لاؤ۔ کیونکہ ہمارے جمال ذوالجلال کے لائق و قابل تم ہی لوگ ہو۔

شایان جمال ما شمائید
در عشق چہ کاہلی نمائید
گر رویت ذوالجلال خواہید
در مذہب عاشقان در آئید

(ہمارے جمال کے قابل صرف تم ہی ہو اور جب یہ ہے تو عشق میں کاہلی نہ کرو اگر ہمارا دیدار چاہتے ہو تو عاشقوں کا مذہب اختیار کرو۔)

پس اس روح افزا مژدہ اور راحت انگیز خوشخبری کو سن کر اس کے حکم پر گردن تسلیم خم کردیتے ہیں اور ردو قبول۔ مفارقت و وصول کے درمیان محبت کیطوفان خیز دریا میں ڈوب جاتے اور الفت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جل جاتے ہیں۔

غرق دریائے معرفت گشتیم
چون کنم چون کرانہ پیدا نیست
سوختن شد نصیب جان و دلم
ساختن کار جان شیدا نیست

(ہم دریائے معرفت میں ڈوب گئے کیونکہ اس کا ساحل ناپید ہے ہماری جان و دل کو جلنا ہی نصیب ہوا کیونکہ جانِ شیدا کو کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔)

اور اپنے اختیار کی باگ اس کے دستِ قدرت میں بلا تامل سپرد کردیتے اور سر آستانہ رضا پر بے

چون وچرا رکھ دیتے ہیں۔

بر آستانِ رضا سر نہادہ ام اینک
کہ نزد اہل دلان دینِ صادقان این است
براہ عشقِ تو جان راخبری بدہم
ہمینست کارمن و کار عاشقان اینست

(میں نے رضا کی چوکھٹ پر سر اس لیے رکھ دیا کہ اہل دل کے نزدیک صدیقوں کا دین ومذہب یہی ہے میں تیرے عشق کی راہ میں خوشی سے جان دیتا ہوں یہی مجھ سے بن آتا ہے۔اور عاشقوں کا کام یہی ہے۔)

نعت

خدا کے برگزیدہ معزز نبی وحبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اُن پر خدا اور فرشتوں کی رحمت ہو جو
عرش کے گرداگرد ہیں) پر بے انتہا رحمتیں اور بے شمار برکتیں نازل ہوں جو محبوں کے سرتاج پیغمبروں کے مقتدا و پیشوا اور خاتم النبیّن ہیں ان سب پر خدا کی رحمتیں اور سلام۔ایک معزز بزرگ فرماتے ہیں۔

صلی اللہ ومن تحیف بعرشہ
والاطہرون علی لنبی الامجد
ماان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

(اس بزرگ ومعزز نبی پر خدا اور ان فرشتوں کی جو عرش الہی کے گرداگرد صف آرا ہیں اور مقدس و پاک حضرات کی رحمت ہو میں اپنے قول سے محمد صلعم کی مدح نہیں کرتا بلکہ اپنے قول کی ان کی وجہ سے مدح کرتا ہوں۔)

بندہ ضعیف کہتا ہے۔

قمر منیر دائم لاشراق
قامت علیہ قیامۃ العشاق

بدر نمنی الناظرون لوانه

ما بینهم یمشی علی ا لاحراق

(وہ ایک روشن اور چمکدار چاند ہے جس کی روشنی دائم وقائم ہے اور جس پر عشاق کی برخاست برپا ہوئی ہے بلکہ وہ چودھویں رات کا چاند ہے کہ دیکھنے والے آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہمارے جلانے کے لیے قدم آگے بڑھائے۔)

اور آپ کے آل پاک اور یاروں پر بھی خدا کی رحمتیں اور سلام ہو جو خلق کے پیشوا اور حق کا رستہ بتانے والے ہیں، چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں اصحابی کا النجوم با یہم اقتدیتم اھتدیتم۔ (میرے اصحاب چمکدار ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔)

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ھم النجباء العزمن آل محمد

وھم بایعوہ طائعین الذی الشجر

علیھم سلام اللّٰہ ماراح طائر

ومالاح للسیارین فی المظلم القمر

(وہ محمدؐ کی اولاد میں زیادہ عزیز وشریف ہیں اور برضاورغبت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کرتے ہیں ان پر خدا کا سلام ہو جب تک پرندہ اُڑتا رہے اور جب تک تاریکی میں سفر کرنے والوں کے لیے چاند چمکتا رہے۔)

مناقب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خاص کر جناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پر خدا کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت سے بزرگ وفاضل تر اور سید رحمتہ للعالمین کے معزز وممتاز خلیفہ تھے اور جو اہل تجرید کے سرتاج ارباب تفرید کے بادشاہ تھے جن کی ان گنت وبے شمار کرامتیں مشہور ومعروف ہیں اور صدہا آیات ودلائل ان پر بڑی وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں آپ کو قلت روایات وحکایات کی وجہ سے حضرات مشائخ ارباب

مشاہدہ کا مقتدا و پیشوا مانتے اور ان کو سرتاج تسلیم کرتے ہیں آپ کے پُر مغز عاقلانہ کلمات اور عبرت آمیز نصائح سے ایک یہ ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ دار نا فا نیة و امو النا عارية وانفاسنا معدودة و کسلنا موجوده ۔ (ہمارے گھر فانی اور مال مستعار اور سانس گنے ہوئے اور خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ہماری کسل و کاہلی موجود ہے) زہری رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر نہایت پُر اثر الفاظ میں خطبہ پڑھا اور اثناء خطبہ میں یہی ذکر کیا کہ واللہ ما کنت جریصا علی الا مارة یوما و لیلة قط و لا کنت فیها راغبا ولا سالتها اللّٰه قط فی سرو علانیة و مالی مع الامارة راحة ۔یعنی بخدا میں کبھی رات دن میں امیر ہونے پر حریص نہ تھا نہ مجھے امارت میں کبھی رغبت پیدا ہوئی اور نہ میں نے کبھی ظاہر و باطن میں اس کی بابت خدا سے سوال کیا اور مجھے اس امارت میں راحت ہی کیا ہے؟ میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے خطِ مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ قال الاعرابی لابی بکر رضی اللہ تعالی عنه انت خلیفة رسول اللّٰه .قال لا. الا ما لخا فی بعده.

یعنی ایک بدوی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ تم رسول خدا کے خلیفہ ہو۔فرمایا میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ ان کے بعد ان کا خلاف ہوں۔ایک حکایت میں یہ بھی آیا کہ جناب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے عہد میں جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیبیوں میں سے ایک بی بی سے نکاح کیا جب خلوت ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم میرے سامنے امیر المومنین حضرت ابو بکرؓ کے معاملات کا کچھ ذکر کرو اور یہ بتاؤ کہ وہ زیادہ تر کن کاموں میں مشغول رہتے تھے تا کہ میں ان کاموں میں ابو بکرؓ کی پیروی کروں بی بی نے کہا کہ میں بجز اس کے اور کچھ نہیں جانتی کہ حضرت ابو بکرؓ رات کے اکثر حصہ میں مشغول بحق رہتے اور جب صبح کی پَو پھوٹتی تو سینہ مبارک سے ایک ایسا سانس نکالتے جس سے جلے ہوئے جگر کی بو تمام گھر میں پھیل جاتی حضرت امیر المومنین جناب فاروقِ اعظم بی بی کی یہ تقریر سن کر زار و قطار رونے لگے اور ایک آہ سرد بھر کر فرمایا ممکن ہے کہ میں ان کی تمام کاموں اور باتوں میں پیروی و متابعت کروں لیکن جلے ہوئے جگر کی بو کہاں سے لا سکتا ہوں یہی وجہ تھی کہ جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق ذیل کی بشارت کے ساتھ مخصوص ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ان اللہ یتجلی الخلق عامۃ و لا بی بکر خاصۃ یعنی خداتعالیٰ تمام خلق پر عام طور پر تجلی کرتا ہے لیکن ابو بکر پر خصوصیت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور اس لیے جناب فاروق اعظم اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے یا یتنی کنت شعرۃ فی صد رابی بکر۔ یعنی کاش میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ زان بعد جناب امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم نے اس عورت کو جس سے نکاح کیا تھا بلا کر فرمایا اس عقد سے میرا ذاتی مقصد صرف اس قدر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور معاملات روزمرہ کی بابت اطلاعات حاصل کروں ورنہ اس عقد سے میری کوئی اور غرض نہ تھی یہ کہ کر آپ نے اس کا مقررہ مہر حوالہ کر دیا اور طلاق دیکر رخصت کر دیا۔ اور میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ لقب ابی بکر بالعتیق قیل لجمالہ وقیل لقولہ علیہ السلام انت عتیق اللّٰہ من النار. قالت عائشۃ کان لابی قحافۃ ثلاث ولد عتیق و معتق و معتق. یعنی حضرت ابو بکر کا لقب عتیق ہونے میں سب کو اتفاق ہے مگر اس کی وجہ اور سبب میں تھوڑا اختلاف ہے بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حسن و جمال کی خوبی کے باعث آپ کو عتیق کہتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ابو بکر تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابو قحافہ کے تین فرزند تھے ایک عتیق دوسرے مُعْتَقْ تیسرے معتِق۔ آپ آخری عمر میں پندرہ روز بیمار رہے اور ۱۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔

میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ اللہ العزیز کے خط مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ لما مات ابو بکر قام علی رضی اللہ عنہ علی الباب الذی ھو مسبحی فیہ فقال کنت واللہ للذین یعسوبا اولا حین یفر الناس عنہ و اخر حین فشلو کنت کالجبل لا تتحرکہ العواصف ولا تنزیلہ القواصف (الیعسوب فحل النحل لانہ ،سابق فیما اختلفت ارائھم فی قتال مانعی الزکوۃ العاصف ۲الریح الکاسرۃ) یعنی جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا انتقال ہوا تو جناب علی رضی اللہ نے اس دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا جس میں خدا کو پاکی کے ساتھ یاد کرتے تھے کہ اے ابو بکر بخدا تم ابتدائی زمانہ میں بھی لوگوں کے لیے یعسوب تھے جبکہ وہ دین اسلام سے بھاگتے اور نفرت کرتے تھے اور آخر

زمانہ میں جبکہ انہوں نے بزدلی اختیار کی تو بھی آپ ایک ایسے پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہے جسے نہ تو تیز و تند ہوا ہی حرکت دے سکتی ہے نہ سخت آندھی ہی جگہ سے ہٹا سکتی۔ ہے یعسوب شہد کی مکھی کے سردار کو کہتے ہیں اور جیسا کہ وہ تمام مکھیوں کے آگے ہوتا ہے اس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ مانعین زکوۃ سے جہاد کرنے میں ثابت تھے جبکہ صحابہ کی اس بارے میں مختلف رائیں ظاہر ہوئیں اور عاصف تیز اور توڑ دینے والی ہوا کو کہتے ہیں۔

خواجہ حکیم سنائی اس خلیفہ کی مدح میں کہتے ہیں۔

قصیدہ

دوسرای سرور و مونس و یار — ثانی اثنین اذ ہمانی الغار
از زبان صادق زجان صدیق — چون نبی مشفق و چو کعبہ عتیق
عالمی قصد کا فری کردہ — اونبوت پیمبری کردہ
گشتہ پشمینہ پوش روح امین — از پئے درد اوتخلقہ دین
صدرِ او نقش بند زیب فرش — دردِ او مجمرِ دل و جگرش
پیش او رفتہ اند تادرگاہ — حور وغلمان زجعد و گیسوراہ
صورت و سیرتش ہمہ جان بود — زان زچشم عوام پنہاں بود
حور صدر قیامتش خواند — رافضی قدرِ او کجاداند
آنکہ ابلیس مارتن بیند — ہمہ راہم چو خویشتن بیند
چشم بوبکر بین زدین خیزد — نہ ز رفض و ہوا وکیں خیزد
اوچہ داند کہ تابش جان چیست — چہ شناسد کہ مرد ایمان کیست
آنکہ جان بہر خاندان خواہد — کے علی رابجان زیان خواہد
گر بجانش لطافتے بودے — ورنہ صدقش خلافتے بودے
مصطفیٰ کے برو سپردے ملک — باز حیدر چگونہ بردے ملک
مرتضی کو کشد ز اعدا پوست — با چنین دشمنی نباشد دوست

مصلحت بود آنچہ کرد علی توچراسال و ماہ بر جدلی
بود بو بکر با علی ہمراہ توزبانِ فضول کن کوتاہ
آفرینِ خدائے بے ہمتا برابو بکر باد و شیرِ خدا

ترجمہ: (حضرت ابوصدیق ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشد درجہ یارغم گسار تھے کہ آپ کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے آیہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار نازل فرمائی آپ جیسے زبان کے سچے تھے ویسے ہی جان سے آپ کے دوست بھی تھے اور جس طرح نبی کی طرح مہربان وشفقت کی صفت پائی جاتی تھی اُسی طرح کعبہ کی مانند عتیق کی صفت سے موصوف تھے یہ بات خصوصیت کے ساتھ آپ ہی میں دیکھی جاتی ہے کہ جب ایک عالم نے کفروارتداد کا قصد کیا تو آپ نے پیغمبر صاحب کی نبوت کا کام خود انجام دیا جب آپ نے راہ خدا میں اپنا سارا مال صرف کر کے صرف ایک کالا کمل زیب تن فرمایا تو جبرائیل پشمینہ پہن کر اہل دین کے حلقہ میں تشریف لائے الغرض آپ کی سیرت وصورت ہمہ تن جان تھی اور اسی لیے آپ کے ذاتی جوہر عوام کی آنکھوں سے مخفی تھے آپ کے سینہ کے اسرار سے صاف باطن ہی واقف ہو سکتے ہیں رافضی اسکی قدر نہیں جانتے جو شخص شیطان کی طرح جسم دیکھتا ہے وہ تمام عالم کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے حضرت ابوبکرؓ کو اہل دین کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے نہ نفسانی خواہش اور بغض وعداوت اور رفض کی نظر سے کیونکہ جنکی آنکھوں پر تعصب اور عداوت کی پٹی بندھی ہوتی ہے وہ نہ تو تابش سے واقف ہو سکتے ہیں نہ ایماندار مرد کو پہچان سکتے ہیں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف نہ تھے نہ آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ ان سے عداوت برتتے کیونکہ جو شخص ایک خاندان کی تحفظ جان کا دعویدار ہو وہ حضرت علیؓ کو نقصان کس طرح پہنچا سکتا ہے اگر حضرت ابوبکرؓ میں خلافت کی لیاقت نہ ہوتی تو بھلا آنحضرت آپ کی سپردگی میں ایک عظیم الشان ملک کیوں دیتے اور پھر حضرت علیؓ اس پر کیوں کر قابض ہوتے حضرت علیؓ جو دشمنوں کی کھال کھینچنے میں مشہور تھے اگر حضرت ابوبکرؓ ان کے دشمن ہوتے تو وہ کیسے ان کے دوست ہوتے جو کچھ حضرت علی سے ظہور میں آیا عین مصلحت تھی اور جب یہ ہے تو پھر کسی کو ان باتوں میں جھگڑا نکال کھڑا کرنا ہرگز سزاوار نہیں اور جب ان دونوں حضرات میں موافقت ومحبت تھی تو ہر شخص کو زبان فضول بند کرنی چاہیے۔ دونوں پر خدا کی رحمت وبرکت نازل ہو۔)

مناقب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اور جناب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ پر بھی خدا کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو اہل تحقیق کے مقتدا و امام تھے اور دریائے محبت میں ڈوبے ہوئے تھے آپ کی کرامتیں اور فراستیں ایک عالم میں مشہور و معروف ہیں اور صلابت و فراست آپ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ الحق ینطق علیٰ لسان عمر یعنی عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق گویا ہوتا ہے آپ کے نصائح آمیز کلمات میں سے ایک یہ ہے کہ العزلۃ راحۃ من خلطاء السوء یعنی بدوں کے ساتھ ملنے جلنے سے گوشہ نشینی بہر حال راحت کا باعث ہے اور فرمایا الدنیا دار اسست علی البلوی و حیاۃ الدنیا بلا بلوی محال یعنی دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کی بنیاد رنج و بلا اور سختی پر رکھی گئی ہے اور دنیا کی زندگی بغیر رنج و سختی کے پائی جانی مشکل اور محال ہے جب حضرت امیر المومنین جناب فاروق اعظم اسلام میں داخل ہونے لگے تو جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے۔ یا محمد اقد استبشر اھل السماء الیوم باسلام عمر۔ یعنی اے محمد! آج عمرؓ کے اسلام لانیکی وجہ سے تمام اہل آسمان خوش اور شاد ہیں۔ صوفیوں کی جماعت پیوندوں کی گدائی اور خرقہ پہننے میں آپ ہی کی مقتدی اور پیرو ہے دین اسلام کو جو صلابت و سختی حاصل ہوئی وہ آپ ہی کی بدولت ہوئی آپ کے دُرّہ عدل کی ہیبت و دہشت سے دنیا جہان کا انتظام درست اور ٹھیک ہو گیا و عجیب و غریب دُرہ تھا اور اس کا اثر بالکل انوکھا اور نرالا تھا کہ آپ نے مدینہ سے ایک اشارہ کیا جس کے ساتھ ہی خاقان روم کا سر مجمع خلائق میں اوندھا گر پڑا حالانکہ روم کا ملک مدینہ طیبہ سے تقریباً پانچ سو کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور اس وقت شاہ روم عام دربار میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی طرح جمعہ کے دن آپ منبر پر رونق افروز ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے عین خطبہ میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری ہوئے۔ یاساریۃ الجبل الجبل۔ یعنی اے ساریہ پہاڑ کی حفاظت سے غافل مت ہو ساریہ ایک صحابی کا نام ہے جو نہاوند میں لشکر اسلام کی اس وقت کمان کر رہا تھا جس وقت لشکر اسلام اور کفار میں مقابلہ ہو رہا تھا اور عین مقابلہ میں کفار چاہتے تھے کہ ہم پہاڑ کی گھاٹی کی راہ سے باہر نکل کر لشکر اسلام پر دفعۃً حملہ آور ہوں

اور لشکر اسلام کا سردار ساریہ ان کے اس مکر وفریب سے محض غافل تھا۔ جنابِ فاروق اعظم نے بطریق مکاشفہ ساریہ کی یہ غفلت ملاحظہ فرما کر بلند آواز میں فرمایا کہ اے ساریہ پہاڑ کی گھاٹی کی حفاظت کر چنانچہ آپ کی یہ آواز موضع نہاوند میں عین میدان حرب میں ساریہ کے کانوں میں پہنچی اور وہ کفار کے مکر وفریب سے آگاہ ہو کر متنبہ ہو گیا فوراً پہاڑ کی گھاٹی کا راستہ بند کر دیا اور کفار جو اس گھات میں بیٹھے ہوئے تھے مایوس و نا امید ہو گئے لشکر اسلام کو نمایاں فتح حاصل ہوئی اور کفار شکست کھا کر بھاگ گئے اور یہ عظیم الشان فتح گویا جناب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم کی کرامات کا ایک دیباچہ تھا جو اس وقت ظہور میں آیا۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مدینہ کی اطراف و جانب میں اینٹیں پکار ہے تھے کہ آفتاب آپ کی پشت مبارک پر بڑی تیزی کے ساتھ چمکا اور اس کی گرمی وحدت نے آپ میں معمول سے زیادہ اثر ڈالا آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر آفتاب کو غضب آلود نظروں سے دیکھا خدا تعالیٰ کے حکم سے فوراً آفتاب کا نور زائل ہو گیا ہر طرف تاریکی کی حکومت پھیل گئی اور دنیا پر ایک اندھیری چادر اس کونے سے لیکر اس کونے تک پھیل گئی مدینہ میں قیامت کا شور وغل پیدا ہوا اور ہر طرف سے یہ صدا بلند ہوئی کہ ''قیامت برپا ہو گئی'' جناب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے لوگوں کی یہ حیرت و پریشانی ملاحظہ فرما کر دوبارہ آفتاب کو نظر رضا سے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے دوبارہ اس کی روشنی اسے عطا فرمائی آپ نے اپنے دس سال چھ مہینے پانچ روز خلافت کی اور امیر المومنین کا خطاب حاصل کیا اور ۲۳ ہجری میں ابن لولو کے ہاتھوں سے شہید ہوئے خواجہ سنائی اس جلیل القدر اور عظیم الشان خلیفہ کی مدح میں کہتے ہیں۔

مثنوی

آنکہ طٰہ طہارتش دادہ ۔۔۔ وانکہ یاسین امارتش دادہ
دیداز طٰہ ہمہ طہارتہا ۔۔۔ کردہ از یاسین ہمہ امارتہا
شاہد حق روانش در خفتن ۔۔۔ نائب حق زبانش در گفتن
از پئی دیو در زمانہ او ۔۔۔ سایہ او سلاح خانہ او
بہتر از برزمان زمانہ او ۔۔۔ سرا بلیس و آستانہ او

روح کردہ زراح سر مستتش امر حق دادہ دُرّہ بردستش
زاحتسابش در اعتدال بہار گل پیادہ نماند و بادسوار
روئے چون سوئے احتساب آرد گل چوگل پائے در رکاب آرد
از پئے حکم نافذش بشتاب نامۂ او بخواندہ دا د جواب

ترجمہ: حضرت عمر فاروق اعظم وہ مقدس اور الوالعزم شخص ہیں جنہیں طٰہٰ نے طہارت اور یاسینؑ نے حکومت وامارت دی۔اور جنہوں نے طٰہٰ نے تمام قسم کی طہارتیں اور یاسین نے حکومتیں حاصل کیں۔ان کی روح مبارک سونے کی حالت میں شاہد حق زبان اور گویائی کے وقت وہ نائب خدا تھے آپ کے سعادت اندوز عہد میں آپ کا سایہ مبارک شیطان لعین کے لیے سلاح خانہ تھا اور آپ کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر تھا اُس وقت ابلیس کا سر آپ کی چوکھٹ پر موجود تھا۔احتساب کے رعب ودبدبہ سے پھول وہوا زمانہ بہار میں ایک پلہ میں تلتے تھے اور دنیا جہان انصاف وعدل سے لبریز تھا جب آپ احتساب کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو پھول کو ساغر کی طرح رکاب میں دیکھتے تھے آپ کے جاری کردہ حکم میں کسی کو مجال گفتگو نہ تھی بلکہ سب بے چون وچرا تعمیل میں سرگرم ہوجاتے تھے۔

مناقب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

جناب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بھی خدا کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو شرم و حیا کے سرچشمے اور تمام اہل صفا سے زیادہ عبادت گزار اور مقبول درگاہ رضا تھے آپ نسب ونسبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب اور پیغمبر صلعم کی دو صاحبزادیوں کے خاوند تھے اسی وجہ سے آپ ذی النورین کے معزز شریف خطاب سے پکارے جاتے تھے آپ جامع قرآن بھوکوں کے پیٹ بھرنے والے لشکر اسلام کے مرتب کرنیوالے تھے قطع نظر اس کے انواع و اقسام کے کرم وبخشش اور بے شمار نعمتوں کے ساتھ مخصوص تھے نیز تحمل وبردباری کے لباس سے آراستہ اور کثرت علم کے ساتھ موصوف تھے یہ اُسی انتہا سے زیادہ حلم وشرم اور پیغمبر صاحب کے خوف وہیبت کا اثر تھا کہ جب آپ ابتداءِ خلافت کے زمانہ میں منبر پر چڑھے اور خطبہ شروع کیا تو آپ کا گلا بند ہوگیا اور سخن مبارک کا سلسلہ جولمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتا جاتا تھا یک لخت منقطع ہوگیا

الغرض آپ کے فضائل واضح اور مناقب ظاہر ہیں۔ عبداللہ ابو رباحہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو جمعہ کے روز ہم دونوں آپ کے پاس حاضر تھے جب بلوائیوں اور محاصرین کا شور وغل آپ کے حضور میں پہنچا تو آپ کے غلاموں نے بے اختیارانہ جوش کے ساتھ ہتھیار اٹھا لیے لیکن امیر المومنین نے ایک بڑے استقلال کے لہجہ میں فرمایا کہ جن غلاموں کے ہاتھ ہنوز ہتھیاروں کی طرف نہیں بڑھے ہیں وہ میرے مال میں سے آزاد ہیں ہم یہ صورت دیکھ کر اپنی جان کے خوف کے مارے وہاں سے باہر نکل آئے لیکن جب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے مکان کے دروازہ پر تشریف لائے تو ہم پھر ان کے ساتھ امیر المومنین حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب امیر المومنین حضرت امام حسن نے اول سلام کیا بعد میں فرمایا اے امیر المومنین میں بغیر آپ کے حکم کے مسلمانوں پر تلوار اٹھانے کی جرات نہیں رکھتا چونکہ آپ امام برحق ہیں اس لیے میری نسبت حکم صادر کیجئے کہ اس قوم کی بلا کو آپ پر سے دور کردوں امیر المومنین جناب عثمان نے فرمایا۔ یا ابن اخی ارجع و اجلس فی بیتک حتی یا تی اللہ بامرہ فلا حاجۃ لنا فی اھراق الدماء ۔ یعنی اے میرے بھتیجے تم یہاں سے لوٹ جاؤ اور اپنے گھر جا کر بیٹھو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا حکم آموجود ہو۔ مجھے لوگوں کی خونریزی کی کچھ حاجت نہیں۔ اہل سلوک کے درمیان یہی رضا کا مقام ہے جس کی امیر المومنین حضرت عثمان نے کما حقہ رعایت کی آپ نے دس روز کم دس سال خلافت کی اور اٹھاسی برس کی عمر میں اور بقول بعض نوے برس کی عمر میں بدھ کو نیار عیاض کے ہاتھ سے شہید ہوئے شہادت کے وقت قرآن مجید آپ کی بغل میں موجود تھا چنانچہ حکیم سنائی آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

مثنوی

آنکہ برجای مصطفیٰ بنشست — برلبش سہم راہ خطبہ بہ بست
آن زلکنت نبود بود از شرم — زانکہ دانست جائش را آزرم
عین ایمان کہ بود جز عثمان — حجت این الحیامن الایمان
دست مشاطئہ پسندیدہ — کحل سر مش کشیدہ دردیدہ

ہم ز اسلاف مہتر آمد او	در کنارِ شرف در آمد او
دل او بانبی موافق بود	نور جانش چو صبح صادق بود
فتنہ راکہ خاست در قصبش	ذوی الارحام بوددر عصبش
آن نزوبود فتنہ و کینہ	زشت زنگی بود نہ آئینہ
خلق عالم ہر آنکہ نیک وبداند	ہمہ در جستن ہوائی خوداند
او ہمہ نیک بود نیکی یافت	سوئی یاران خویشتن بشتافت
زانچنان خون کہ خصمش زوے باخت	فسیکفیکہم زخلوتے ساخت

ترجمہ: حضرت عثمان جب آنحضرت کے جانشین ہوئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے تو آپ کی زبان بند ہوگئی لیکن یہ صورت زبان کی لکنت کی وجہ سے عارض نہیں ہوئی تھی بلکہ شرم وحیا اور آنحضرت کی ہیبت کی وجہ سے۔ حقیقی ایمان حضرت عثمان ہی کو حاصل تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے الحیاء من الایمان۔ مشاطہ پسندیدہ کے ہاتھ نے آپ کی آنکھ میں شرم و حیا کا سرمہ لگایا تھا آپ گذشتہ لوگوں کے سردار تھے اور اسلام کے عہد میں بزرگیا آپ کی گود میں پرورش پائی تھی آپ کا دل پیغمبر صاحب کے ساتھ موافق تھا اور آپ کی روح مقدس کا نور صبح صادق کی طرح تاباں و درخشاں تھا جو فساد آپ کے عہد میں اٹھا تھا وہ آپ ہی کے رشتہ داروں کا بھڑ کایا ہوا تھا دنیا میں جس قدر نیک و بد ہیں سب اپنی خواہش کے پورا کرنے میں کوشاں ہیں لیکن آپ ہمہ تن نیکی تھے اس لیے اپنے غمگسار یاروں کے پاس بہت جلد تشریف لے گئے جب دشمن نے آپ کے سر پر تلوار ماری تو آیہ فسیکفیکہم اللہ پر خون کے قطرے گرے۔

مناقب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جناب امیر المومنین اسد اللہ غالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر بھی خدا کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو جناب رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور دریائے بلا میں غرق اور محبت کی آگ میں جلے ہوئے تھے۔ آپ اولیا کے مقتدا، صفیا کے پیشوا اور بدل وعطا صلح و جنگ فقر وصفا کے اوصاف میں تمام صحابہ کرام سے مستثنیٰ اور ممتاز تھے آپ کو اپنی انتہا سے قوت وشوکت کی وجہ سے خدا کے مقدس دربار سے اسد اللہ کا معزز خطاب ملا تھا اور کثرت علم کے سبب سے جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق کہ **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخصوص تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ **الاعلی لھلک عُمر** یعنی اگر علی موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا آپ ہی خلفاء اربعہ میں اُس خرقہ فقر کی خلعت سے مشرف وممتاز ہوئے جو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے پہنچا تھا اور جب یہ ہے تو قیامت کے دِن تک حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے خرقہ کے پہنانے کا طریقہ آپ ہی سے جاری رہے گا اور اس کی نسبت آپ ہی کی ذات مبارک کی طرف کی جائے گی کیونکہ اس دینی کام نے آپ ہی کی بدولت استقامت حاصل کی ہے تصوف میں آپ کا نہایت بلند مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **شیخنا فی الا صول والبلد اعلی ن المرتضی** یعنی اصل اور ابتدا میں ہمارے شیخ جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہٗ ہیں ایک دفعہ کسی نے جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ تمام کاموں میں بہتر و برتر کونسا کام ہے فرمایا **غناء القلب باللہ** یعنی جسے خدا تعالیٰ کی طرف سے تونگری حاصل ہو گئی اسے دنیا کی نیستی کبھی فقیر و درویش نہیں کرتی۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خیبر کی فتح کے دن فرمایا۔ **انا الذی سمتنی امی حیدر کلیث الغابا ت کرمت المفاخر اوفیھم بالصاع کیل السندرۃ سمۃ امہ اسد باسم ابیھا وھی فاطمۃ بنت اسد و ابو طالب غائب فلما قدم کرھہ و سماہ علیا (الحیدر من اسماء الا سد والسند رۃ مکیال کبری) اقتلھم قتالا و اسعا۔ قالت عائشہ رضی اللہ عنھا یوم الجمل حین ادنی من ھود جھا ثم کلمھا بکلام املکت فاستحیٰ فبعث معھا اربعین امرۃ حتے قد قامت المدینۃ.**

یعنی میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو تندی اور شجاعت کی وجہ سے چلنے میں راستہ کو نہیں دیکھتا میں ان کے حقوق بڑے پیمانے سے ماپ کر دیتا ہوں اور کفار سے جی کھول کر جنگ کرتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام اَسَدْ رکھا تھا کیونکہ ان کا نام فاطمہ بنت اسد تھا اور اس وقت آپ کے والد ابو طالب موجود نہ تھے جب آ کر اپنے فرزند کا نام سنا تو اس سے ناخوش ہوئے اور دوبارہ علی نام رکھا

حیدر شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور سندرہ بڑے پیمانے کو کہتے ہیں۔ الغرض جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تریسٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی عبدالرحمٰن ملجم جو معاویہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا مسجد کے ایک گوشہ میں آچھپا اور منتظر رہا حتی کہ جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نماز میں مشغول تھے کہ اس نے اپنی زہر آلود تلوار کا زخم لگایا اور آپ تین روز تک زندہ رہ کر جمعہ کے دِن رمضان کی سترہوں تاریخ ۳۰ ہجری میں جاں بحق ہو گئے۔ خواجہ سنائی اس برحق خلیفہ کی مدح میں کہتے ہیں۔

نظم

ای سنائی بقوتِ ایمان — مدح حیدر بگوپس از عثمان
با مدتکش مدائحِ مطلق — زہق الباطل است جاء الحق
آن رفضل آفتِ سرائے فضول — آن علَم دار و علمِ دارِ رسول
ہم نبی را وصی وہم داماد — چشم پیغمبر از جمالش شاد
آمد ازسدرہ جبرائیل امین — لافتیٰ کرد مرد را تلقین
شرف ملک ودایہ دین او — صدف دُرّ آلِ یاسین او
آل یاسین شرف بدو دیدہ — ایزد او را بعلم بگزیدہ
بہراوگفت مصطفیٰ بہ الہٰ — کہ خداوند وال من والاہ
راز دار خدا و پیغمبر — راز دار پیمبر آن حیدر
کاتبِ نقش نامہ تنزیل — خازن گنج نامۂ تاویل
لفظ قرآن چودیددرویشش — خویشتن جلوہ کرد درپیشش
عشق رابحر بودودل را کان — شرع را دیدہ بود دین را جان
گد خدائے زمانہ چاکر او — خواجۂ روز گار قنبر او
از پئے سائلی بیک دو رعیف — سورۂ ہل اَتی ورا تشریف
مرتضائے کہ کردہ یزدانش — ہمرہِ جان مصطفیٰ جانش
ہر دو یک کعبہ و خروشان دو — ہر دو یک روح وکالبدان شان دو

ہر دو یک دُرو یک صدف بودند ہر دو پیرایۂ نہ شرف بودند
دو رونده چو اختر و گردون دو برادر چو موسیٰ و ہارون
دلِ او عالم معانی بود لفظ آداب زندگانی بود
عقدِ او باتبول ماسلویٰ بود در زیر سایۂ طوبیٰ

ترجمہ: سنائی! اپنے ایمانی قوت سے حضرت عثمان کے بعد حیدرؓ کی تعریف بیان کر۔ ان کی تعریف میں یہ کہنا کافی ہے کہ باطل مٹ گیا اور حق کو غلبہ ہوا آپ دنیا سے افضل اور آنحضرت کے جھنڈے بردار اور آپ کے علم کا بڑا حصہ رکھنے والے تھے۔ قطع نظر اس کے آپ کے وصی و داماد بھی تھے اور ان کے جمال سے آپ کی آنکھیں شاد تھیں حضرت جبرائیل سدرۃ المنتہٰی سے جناب علی ہی کے لیے حدیث لافتی لائے تھے آپ ہی ملک کی عزت اور دین اسلام کی پرورش کرنے والے اور آنحضرت صلعم کی آل پاک کے سرچشمہ تھے آپ ہی سے آل محمد نے شرف حاصل کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا نے آپ کو علم سے برگزیدہ فرمایا آنحضرت نے آپ کے لیے خدا سے سفارش کی کہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ آنحضرتؐ خدا کے راز دار تھے آپ کاتب وحی اور خزانہ تفسیر کے افسر تھے آپ عشق کے دریا دل کی کان شرع کی آنکھ دین کی جان تھے اہل زمانہ آپ کے خدمتگار اور شاہان وقت غلام تھے ایک دفعہ آپ نے ایک سائل کو ایک دو روٹیاں عنایت کیں تو سورۂ دہر آپ کی تعریف میں نازل ہوئی غرضیکہ خدا تعالیٰ نے آپ میں اور آنحضرتؐ میں ایک ایسی نسبت رکھی تھی کہ گویا دونوں ایک کعبہ تھے لیکن تلبیہ کہنے والے دو تھے دونوں کی روح ایک تھی لیکن قالب دو تھے دونوں ایک سیپ کے موتی تھے اور دونوں بزرگی کے زیور تھے آسمان و تارے کی طرح دونوں منزلیں طے کرنے والے اور موسیٰ و ہارون کی طرح دونوں بھائی بھائی تھے۔ حضرت علی کا دل گویا معانی کا ایک عالم اور ان کا لفظ گویا آبِ حیات تھا آپ کا عقد حضرت فاطمہ سے جنت ہی میں درختِ طوبیٰ کے نیچے ہو چکا تھا۔

مناقب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

جناب امیر المومنین حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر خدا تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلام جو جناب مصطفیٰؐ کے جگر گوشے اور حضرت فاطمہ زہرا کے فرزند اور سر سے لے کر ناف تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور جناب امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ناف سے لیکر قدم تک اس کان کرم اور مجسم لطف و شفقت کے ساتھ پوری طرح مشابہت رکھتے تھے۔ امیر المومنین حضرت امام حسنؓ امیر المومنین امام حسین سے دو برس دس مہینے بڑے تھے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحرا نشین جنگل سے آیا اور امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے آگے ایک گوشہ میں تشریف رکھتے تھے صحرا نشین نے جناب امیر المومنین حضرت امام حسن کو بیجا ماں باپ کی گالیاں دینی شروع کیں آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ اے بدوی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھوکا ہے یا پیاس کی وجہ سے بیتاب ہے آخر بتا تو تجھے ہوا کیا ہے آپ نہایت نرمی اور خوش آئند تبسم کے ساتھ یہ فرما رہے تھے اور بادیہ نشین اسی طرح سختی کے ساتھ گالیاں دیے چلا جاتا تھا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ گھر سے جا کر فلاں دینار کی تھیلی لے آ۔ اور اس بادیہ نشین کے حوالے کر دے جب صحرا نشین نے امام حسن کی یہ بات سُنی تو بے اختیار بول اٹھا اشھد انک ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند رشیدؓ ہیں اس کے بعد بہت سی دعائیں اور تعریفیں کر کے کہنے لگا کہ حضرت! میں یہاں صرف آپ کے حلم و بردباری کے امتحان کی غرض سے حاضر ہوا تھا الغرض یہ تحمل و حلم جو حضرت امام حسن میں پایا جاتا تھا محققوں کی صفت ہے کہ ان کے نزدیک مدح و ذم دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ وہ جس طرح کسی کی تعریف پر مغرور و فریفتہ نہیں ہوتے اسی طرح کسی کی مذمت اور بُرائی سے رنجیدہ و ملول نہیں ہوتے لوگوں کی ظلم وجفائیں سہتے اور متغیر نہیں ہوتے ہیں بلکہ ہجو کرنے والے کا منہ دینار و درہم سے بھرتے اور برائی کی بھلائی سے تلافی کیا کرتے ہیں امیر المومنین حضرت امام حسن کی عبرت آمیز نصائح میں سے ایک یہ ہے کہ علیکم بحفظ السرائر فان اللہ مطلع علی الضمائر۔ آپ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تمہیں

اپنے بھیدوں اور رازوں کی حفاظت کرنا لازم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے حقائق پر مطلع اور خبردار ہے آپ علم حقائق واصول میں وہ پایہ رکھتے تھے کہ حسن بصری جیسا برگزیدہ اور محقق شخص آپ کے ان کلمات پر جو اس علم میں دخل رکھتے ہیں کلی توجہ رکھتے اور انہیں دستور العمل بنائے ہوئے تھے آپ نے صرف آٹھ مہینے پندرہ دِن خلافت کی اور سینتالیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی بی بی جعدہ بنت اشعث کندی نے حضرت امیر معاویہ کے برانگیختہ کرنے اور اُبھارنے اُکسانے سے جناب امیر المومنین حضرت امام حسن کو جس طرح ممکن ہوا زہر دیدیا چنانچہ آپ اسی زہر کی وجہ سے ربیع الاول ۴۷ ہجری میں دارِ بقا کی طرف تشریف لے گئے خواجہ حکیم سنائی آپ کی مدح میں لکھتے ہیں۔

قصیدہ

بو علی آنکہ در مشام ولی	آیداز گیسوانش بوی علی
نامہ دوست پاکی دل اوست	دوست راچیست بہ زنامہ دوست
قرۃ العین مصطفیٰ او بود	سید قوم اولیا او بود
جگر و جان علی و زہرا را	دیدہٴ و دل حبیب مولی را
منہجِ صدق در دلائلِ او	مہتری راست در مخائل او
بود مانند جد بخلق عظیم	پاک عرق دنفیس و خلق کریم

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ مقدس ذات ہیں جن کے گیسوؤں سے حضرت علی کی خوشبو ولی کے دماغ میں پہنچتی ہے۔ دوست کا خط حقیقت میں اس کی پاکی دل کی علامت ہے اور دوست کے لیے دوست کے خط سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ آپ آنحضرت کی آنکھ کی ٹھنڈک اولیا کے سر کے تاج علی و زہرا کے جگر و جان رسول عربی کے دل و دیدہ تھے آپ کے دلائل میں شریعت کا سیدھا رستہ ملتا تھا اور آپ کے چہرۂ مبارک سے سرداری کی نشانی عیاں تھی آپ خلقِ عظیم میں اپنے جد امجد کے مشابہ تھے اور خلق کریم میں مشہور ہونے کے علاوہ خود نفیس اور پاک ذات تھے۔

مناقب امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب امیر المومنین امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خدا کی بے شمار رحمتیں اور سلام آل محمد کی روشن شمع اور تمام دنیاوی علائق سے مجرد اور شہید دشتِ کربلا اور عالم دوستی کے بادشاہ تھے اس پر تمام خلائق کا اتفاق ہے کہ جب تک امر حق ظاہر رہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حق کے مطیع و تابع رہے لیکن جب امر حق پوشیدہ ہو گیا تو آپ نے تلوار اٹھائی اور تاوقتیکہ اپنی پیاری اور عزیز جان کو حق تعالیٰ کی راہ میں قربان نہ کر ڈالا ایک دم آرام نہ لیا امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کلمات میں سے ایک یہ ہے **اشفق الاخوان دینک علیک** یعنی میں اپنے بھائیوں کو ڈراتا ہوں تمہیں اپنا دین مضبوطی سے پکڑے رہنا لازم ہے۔ کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے فرزند میں ایک درویش و محتاج آدمی صاحب اہل و عیال ہوں مجھے آپ سے صرف اس رات کی خوراک ملنی چاہیے جناب امیر المومنین حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ تم ذرا کی ذرا بیٹھ جاؤ ہمارا رزق راستہ میں ہے ابھی پہر رات بھی نہ گذری تھی کہ دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہ کے آدمی لیکر آئے آپ نے پانچوں تھیلوں میں سے اشرفیاں نکال کر درویش کے آگے رکھ دیں اور معذرت کی کہ آپ کو یہاں زیادہ ٹھہرنا پڑا۔ اور یہ مقدار آپ کے قابل نہیں ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ صرف یہی مقدار آنے والی ہے تو میں تم سے اس قدر انتظار نہ کرواتا مجھے امید ہے کہ تم مجھے معذور سمجھو گے کیونکہ ہم اہل بلا ہیں اور دنیا کی تمام راحتوں سے دور پڑے ہوئے ہیں ہم نے اپنی تمام مرادیں گم کر دی ہیں اور دوسروں کی مرادوں پر زندگی بسر کرتے ہیں جب امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کی زمین میں پہنچے تو غاضریہ نام موضع میں اترے یہ جمعرات کا دن اور ۶۱ ہجری کا دوسرا روز تھا اس کے دوسرے روز جمعہ کو عبداللہ بن زیاد چار ہزار سواروں کا خونخوار لشکر لیکر وہاں پہنچا اور آئندہ جمعہ تک دونوں طرف کے لشکروں میں جنگ قائم رہی اس مدت میں جنابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت سے پانی روک دیا گیا تھا اور عبداللہ بن زیاد کے تشدد اور سختی سے پانی کا ایک قطرہ تک اہلبیت کے معصوم بچوں تک

نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس سفر میں جناب امیر المومنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمراہی میں آنحضرت کے اہلبیت میں سے انتیس آدمی موجود تھے الغرض دسویں محرم ۶۱ ہجری جمعہ کے دن آپ نے شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر منہ سے لگایا اور آپ کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزندوں میں سے سات شخصوں نے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے تین آدمیوں نے اور آپ کے یاروں میں سے اٹھاسی اشخاص نے شہادت پائی۔ آپ کی کل عمر اٹھاون برس کی تھی۔ رضی اللہ عنہ۔ خواجہ حکیم سنائی آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

قصیدہ

پسر مرتضیٰ امیر حسین — ہم چواوے نبود در کونین
مصطفیٰ مرد راکشید بدوش — مرتضیٰ پرور یدہ در آغوش
درسرائے فنا دکشور دین — بود در صدر ملک کوثر دین
شاخ اورا بشاخ مصطفوی — دُرِّ او عقدحقہ نبوی
دشمنان قصد جانِ او کردند — تادِماراز تنش برآوردند
عمر عاص از فسادرائے زد — شرح راز دوپشت پائے زد
بایزید پلید بیعت کرو — تاکہ از خاندان بر آردگرد
کربلاچون مقام ومنزلی ساخت — تاکہ آل زیاد بروے تاخت
حبذا کر بلا وآن تعظیم — کز بہشت آوردبخلق نسیم
وآن تن سر بریدہ درگل و خاک — وان عزیزان بہ تیغ دلہا چاک
وان گرین ہمہ جہاں گشتہ — در گلِ خون تنش با غشتہ
حرمت دین و خاندان رسول — جملہ بردا شتند زجہل فضول
تیغہا لعل گون زخونِ حسین — چہ بوددرجہاں بترزین تبین
زخم شمشیر و نیزہ و پیکان — برسرِنیزہ سر بجائے ستان
ہمہ را بردل ازعلی صد داغ — شدہ یکسر قرین وطاغی باغ
کین دل باز خواستہ زحسین — شدہ مانع برین شماتت وشین

ترجمہ: امام حسین فرزند علی مرتضی کی مانند دونوں جہان میں دوسرا نہ تھا آپ کو جناب نبی کریم نے اپنے کندھے پر بٹھایا اور مرتضی نے محبت کی گودی میں پالا تھا آپ دین و دنیا کے بادشاہ اور کوثر دین کے صدر نشین تھے آپ کی شاخ شاخ مصطفوی سے وابستہ تھی اور آپ کا موتی حقہ نبوی کا عقد تھا دشمنوں نے آپ کے ہلاک کرنے کا بیڑا اٹھایا جس کا انجام عمرو بن عاص کے ہاتھ پر ہوا اس مفسد اور فتنہ انگیز نے شرع کو بالائے طاق رکھ کر یزید سے بیعت کی تا خاندان نبوی میں تہلکہ ڈال دے جب امیر المومنین حضرت امام حسین نے کربلا میں قیام کیا تو عبداللہ بن زیاد خونخوار لشکر سے آپ پر حملہ آور ہوا مقام کربلا نہایت ہی مقدس اور متبرک مقام ہے جہاں بہشت کی خوشگوار ہوا خلق کو پہنچتی ہے اور جس کی خاک مٹی میں شہیدوں کے سر غلطان اور دل تلوار سے چاک ہوئے۔ ابوالہوس جہلا نے دین کی عزت و حرمت اور خاندان رسولؐ کو برباد کو ڈالا جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون سے تلواریں لعل گون ہو رہی تھیں تو وہ بھی عجب عبرت انگیز نظارہ تھا جس سے بدتر دنیا میں اور کوئی نظارہ نہ تھا شمشیر و نیزہ اور پیکان کے زخم آپ کے جسم پر لگ رہے تھے اور شہیدوں کے سر نیزوں اور برچھیوں پر نظر آتے تھے اور چونکہ باغی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عداوت کے داغ دل پر رکھتے تھے اس لیے حضرت امام حسین سے یہ دشمنی نکالی اور انہیں ناحق شہید کر ڈالا۔

گذارش مصنف

کاتب حروف محمد مبارک العلوی الکرمانی۔ المدعو بہ امیر خورد عرض کرتا ہے کہ جب اس بندہ ضعیف کی عمر پچاس سال کی ہو گئی اور اس وقت تک کوئی ایسا عمل وجود میں نہیں آیا جو خدا تعالیٰ کی درگاہ بے نیازی کے قابل و سزاوار ہوتا اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ان چند بیتوں نے غفلت کی روئی گوش ہوش سے نکالی۔

ہر دم از عمر میرود نفسے ۔۔۔ چون نگہ میکنم نماند بسے
ایکہ پنجاہ رفت در خوابی ۔۔۔ مگر این پنج روز دریابی
خجل آنکس کہ رفت و کار نساخت ۔۔۔ کوس رحلت زدند و بار نساخت

ہر وقت عمر کے سانس گھٹتے جاتے ہیں اور جب میں غور سے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت

تھوڑے باقی رہ گئے ہیں۔ پچاس سال تو خواب غفلت میں گذر گئے اب اس پنجروزہ زندگی میں کچھ کر لینا چاہیے ایسے شخص کو نہایت شرمندگی اٹھانی پڑے گی کہ بغیر کام بنائے خالی ہاتھ گیا جیسا وہ شخص شرمندہ ہوتا ہے کہ کوچ کا نقارہ بج جانے سے بھی اپنا بوجھ نہیں لادتا۔
میں عالم تحیر میں محو تھا اور دل ہی میں کہہ رہا تھا کہ یہ کیسا قیامت زا واقعہ ہے کہ میں کوئی ایسا ذریعہ و وسیلہ نہیں رکھتا جو اس گمراہ اور بھولے بھٹکے کے لیے رہبر ہو سکے ابھی میں دریائے حیرت ہی میں غرق تھا کہ ازلی عنایت اس ضعیف و بیچارہ کی نازک اور خطرناک حالت پر متوجہ ہوئی اور ایزدی توفیق نے اس شکستہ دل کی رفاقت کی حضرت سلطان المشائخ کی بے انتہا محبت نے دستگیری کی اور اس دریائے عصیان میں ڈوبے ہوئے کا عین وقت پر ہاتھ آ پکڑا۔

دست من گیر کی بیچارگی از حد بگذشت
سَرِ من دار کہ در پائے تو ریزم جان را

(میری دستگیری کر کہ بیچارگی حد سے گذر گئی میرا سر اوٹھا کہ جان تیرے قدموں میں نثار کرتا ہوں۔)
یک بیک عالم غیب سے اس بیچارہ کو القا ہوا کہ اے عالم تحیر کے سرگشتہ اور اے صحرائے حیرت کے سرگردان و پریشان گو دنیا قرار کی جگہ نہیں ہے لیکن پھر بھی تجھے چاہیے کہ دامن قرار میں ثابت قدم رہ۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

قرار مے طلبی در جہاں زہے غافل
ترا قرار نبا شد مگر بدارِ قرار

(دنیا میں قرار کا طالب ہونا بڑی غفلت کی بات ہے کیونکہ بجز دار تجھے کہیں قرار نہیں مل سکتا۔)
تو اپنے پیروں کے اعتقاد میں مضبوط رہ اور ان کے متبرک اوقات کو اپنے پریشان حال کا سفارشی بنا ممکن ہے کہ سلطان المشائخ کی محبت کی بدولت تیرے دل و جان میں رب العالمین کی محبت کے عمیق دریا سے چشمہ ابل پڑے اور تو اس کی وجہ سے اپنے نفس بدکردار کے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر سکے اور یہ واضح رہے کہ اس ابدی دولت کے حاصل ہونے کے اسباب و وسائل اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے کہ تو خواجگان چشت کے اس بڑے شجرے کے مشائخ کے مناقب قلمبند کرے جن کے نام نامی اس میں درج ہیں اور جو درگاہ بے نیازی کے عاشق اور عالم

محبت خداوندی کے سیاح ہیں جنہوں نے مخلوق خدا کو نفس کے خطرناک موقع سے چھڑا دیا اور خواہش وہوا کے غوغے سے رہائی دی۔ کسی بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وکانو الدین اللہ حصنا مویدا
وسنتہ من سمیتہ خیر مرسل
فیارب اکرمھم بروح ورحمۃ
وانزلھم بالفضل فی خیر منزل

(اوہ خدا کے دین اور پیغمبر کی سنت کے لیے مضبوط قلعے تھے خداوندا راحت ورحمت سے ان کا اکرام کر اور اپنے فضل وکرم سے بہتر جگہ عنایت فرما۔)

تجھے اپنی تالیف میں اس بات کا التزام کرنا ضرور ہے کہ مشائخ کی فضائل وکرامات۔ ان کے روح افزا کلمات۔ ان کے دل کش ملفوظات ان کی مہذب وشائستہ چال ڈھال ان کے مقامی حالات و طرز معاشرت ان کے پیدائش اور نشو ونما پانے کے مقامات کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھے اور اس کے ساتھ ہی اپنی اس عقیدت مندی اور خوش اعتقادی کا اظہار کرے جو حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ رکھتا ہے نیز یہ بھی مشرّح و مفصّل طور پر قلم بند کرے کہ تیرے آبا واجداد کا اتصال سلطان المشائخ کی درگاہ تک کیونکر پہنچا۔

ہر لحظہ راز دل بجہد بر سر زبان
دل مے طپد کہ عمر بشد ناگہان بگوے

اگر ایسا کرے گا تو ان باتوں کے مطالعہ سے تیری آنکھ میں نور اور سینہ میں سرور حاصل ہوگا اور تیرے پریشان دل میں اطمینان وجمعیت پیدا ہوگی اور آخر کار اخروی نجات پائیگا یہ ضعیف کہتا ہے۔

نجاتِ آخرت حاصل توان کرد
اگر در دامن مردان زنی دست

(مردان ہمت کے دامن پکڑنے سے اخروی نجات مل سکتی ہے۔)

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

دست در دامن مردان زن و اندیشہ مکن
ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

(مردوں کا دامن پکڑنے میں اندیشہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نوح علیہ السلام کے ساتھ رہ کر طوفان کا اندیشہ کرنا فضول ہے۔)

الغرض جب یہ مضمون عالمغیب سے مجھے القا ہوا تو میں خواجگان چشتؒ کے متبرک اوقات کا مقدمہ اپنے حال زار کا سفارشی لایا اور نہایت عجز وانکساری کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ سے درخواست کی کہ یہ مجموعہ جس کا نام "سیر الاولیا فی محبتہ الحق جل وعلا" ہے خدا کے فضل وکرم اور اس کی مدد ونصرت سے پایہ تکمیل کو پہنچا خدا کا شکر ہے کہ جب میں نے اپنے پیروں اور مقتداؤں کی مدد سے یہ کتاب لکھنی شروع کی اور حضرت سلطان المشائخ کی محبت کا واسطہ دیا تو اس نے بہت جلد تمام وتکمیل کی توفیق پائی۔ امیر حسن شاعر کہتا ہے۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست برپائے کبوتر زد وناگہ برسید

(مسکین چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی خواہش ہوئی تو اس نے کبوتر کا پاؤں پکڑ لیا اور دفعتہً وہاں جا پہنچی)

خدائے علام الغیب خوب جانتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا سبب بجز سلطان المشائخ کی محبت کے اور کوئی چیز نہیں ہے بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

وگرنہ من کیا ام آنکہ جان را

دہم از دیدہ و دل نیکوان را

بعشق روئ شان کردم ہوسناک

کنم دل راز غمہا چاک در چاک

چونکہ مجھے شیخ شیوخ العالم نظام الحق والشرع والدین کی نسبت سلطان المشائخ کا خطاب الہام ربانی سے معلوم ہوا ہے اس لیے میں اس کتاب میں اسیمعز زوممتاز خطاب کی ہر جگہ رعایت کروں گا اور آپ کو ہمیشہ اسی مقتدر خطاب سے یاد کروں گا اس کتاب میں اکثر روایات وحکایت اور لطائف وغرائب میں نے سلطان المشائخ ہی سے نقل کیے ہیں اور اس کے ساتھ بہت سے ان فوائد کو بھی جمع کر دیا ہے جنہیں گذشتہ ناموروں اور معزز حضرات نے سلطان المشائخ کے جان بخش ملفوظات سے روایت کیا ہے علاوہ ازیں جو حالات وحکایات میں نے ان عزیزوں کی زبانی سنی ہیں جن کے قول وقلم دیانت صیانت اور ملفوظات پر پورا بھروسا اور کلی اعتماد ہے میں نے اس

کتاب میں انہیں بھی قلم بند کر دیا ہے اس طرح جو باتیں میں نے اپنے والد ماجد اور اپنے بزرگوار چچاؤں سے سنی ہیں جو سلطان المشائخ کے اعلیٰ درجے کے مقرب تھے اور جنہوں نے آپ کی نظرِ مبارک میں پرورش پائی تھی انہیں بھی درج کتاب کیا گیا ہے خواجہ سنائی نے خوب فرمایا ہے۔

لطفِ او ہر چہ در عقول نہاد
روح بردیدہ قبول نہاد

(اس کے لطف نے جو چیز عقول میں رکھی روح نے اسے فوراً قبول کر لیا۔)

اور جس جگہ کوئی نظم یا کوئی بیت یا قطعہ نظر پڑا اور کلام کے مناسب واقع ہوا وہ بھی اس کتاب میں لے لیا گیا لیکن صرف وہی نظم دابیات جو سلطان المشائخ کی محبت کا نقارہ بجاتی اور عاشقوں کے دلوں کو چقماق سے آگ کا شعلہ جھاڑتی اور اصحاب شوق کی آگے بھڑکاتی ہے چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں

آتش عشق تو از ہر جا بخاست
آخر این آتش زجائے خاستست

(تیرے عشق کی آگ ہر جگہ سے اٹھی آخر یہ آگ کہاں سے اوپر اٹھی۔)

اوران نازک خیال شعرا کے نامجن سے یہ غیبی لطائف جو محبت و عشق کی زیادتی کے سبب میں صادر ہوئے ہیں اس نظم وغیرہ کے عنوان میں لکھ دیے ہیں البتہ جس شاعر کا نام معلوم نہیں ہوا ہے وہاں لفظ بزرگ لکھ دیا ہے حضرت سلطان المشائخ کی مرویات و منقولات کو میں نے آپ ہی سے روایت کیا ہے ناظرین جس نظم کو شعرا کے نام سے خالی پائیں اس کی نسبت یہ سمجھنا چاہیے کہ کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے دریائے محبت کی تہ سے نہایت نفیس و قیمتی موتی نکالے ہیں اور نوک قلم سے کاغذ کی سطح پر سروں کی لڑیوں میں پروئے ہیں شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

نالیدن دردناک سعدی
بردعوئ دوستی بیان است
آتش بہ نئے قلم در انداخت
وین صبر کہ میرو ددخان است

(سعدی کا دردناک رونا اس کی دوستی کے دعوے کی دلیل ہے قلم کے نیزہ میں آگ موجود ہے اور سیاہی دھواں ہے۔)

اس کتاب کے اول و آخر نیز درمیانی حصہ نے حضرت سلطان المشائخ کے ذکر سے اس لیے زیب و زینت پائی ہے کہ صاحب دلوں پر عام جلوہ گری اور تمام و کمال قبولیت پائے کیونکہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ذکر الشیخ فی الکلام کالملح فی الطعام او کالروح فی الاجسام۔ یعنی کلام میں اپنے شیخ کا ذکر کرنا ایسا ہے جیسا کھانے میں نمک یا جسم میں روح۔
اس کتاب کے دس باب ہیں اور ہر باب گویا ایک الگ اور جدا کتاب ہے جو دلکشا نکتوں دلربا لطیفوں سے مشیّن و مزین ہے ایک ایک نکتہ سے عالم حقیقت کی رمزیں ظاہر ہوتی اور مخفی بھید واضح ہوتے ہیں جیسا کہ اس کتاب کی فہرست میں آپ ملاحظہ کریں گے اب کاتب حروف کی التماس ہے کہ ناظرین کتاب اسے دعاء ایمان سے فراموش نہ کریں اور فاتحہ سے بھول نہ جائیں۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

از خاطر حق پذیر یاران
یک فاتحہ التماس دارم
تا کار شکستہ بر آید
آن دامنِ شان نمیگذارم

کاتب حروف عقیدت مند مریدوں اور راسخ الاعتقاد معتقدوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ خواجگان چشت قدس اللہ سرہم العزیز کے بڑے شجرے میں جن مشائخ کا ذکر ہے یوں تو ان میں سے ہر ایک شیخ خدا تعالیٰ کی محبت و عشق میں نہایت تاباں و درخشاں آفتاب تھا اور جناب نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے مقام محبت سے ترقی کر کے محبوبیت کے درجہ میں پہنچ گیا تھا فـا تبعونی یحببکم اللہ اور ہر شخص اپنے اپنے عہد میں خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور دنیائے غدار کے ترک دینے میں بڑے بڑے عظیم الشان مشائخ کے ہم پلہ تھا لیکن عالم محبت میں سب سے مستثنیٰ اور ممتاز تھا بندہ ضعیف کہتا ہے۔

در عبادات یافتہ توفیق
بادشاہان عالم تحقیق
ہر یکے نور زمان خود ممتاز
در محبت میان اہل نیاز

(عبادات کی توفیق ان کی رفیق تھی اور وہ عالم تحقیق کے بادشاہ تھے ہر ایک اہل نیاز کے

درمیان اپنے عہد میں محبت و عشق میں ممتاز تھا۔)

خاص کر خواجہ بندہ نواز سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین خداوندی محبت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

زعشق حق مجسم بود ذاتش
جہانے بندۂ آن ذات پاکش

(آپ عشق حق کی مجسم تصویر تھے اور ایک عالم آپ کا غلام تھا۔)

آپ کے متبرک سانسوں سے ہر وقت خداوند تعالیٰ کی محبت کی بو پھیلتی تھی اور اس بُو سے طالبانِ حق کے مشام جان میں کافی حصہ پہنچتا تھا اور ایک عالم معطر و خوشبودار ہوتا تھا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

عالم معطر مے شود چون ناف آہوئے ختن
گویا کہ نوروز از برش بوئے بصحرا میزند

(آہوئے ختن کے ناقہ کی طرح ایک عالم معطر ہوتا ہے اور اس کی خوشبو تمام جنگل کو مہکا دیتی ہے۔)

عارف و عاشق اس بو کی وجہ سے آپ کے آستانہ پر سر رکھتے اور چوکھٹ مبارک کو بار بار چومتے تھے خواجہ حکیم سنائی کہتے ہیں۔

عاشقان سوئے حضرتش بد مست
عقل در آستین و جان بردست

عُرفا و صلحا سر گشتہ و پریشان اور مدہوش و حیران جوق در جوق آتے اور اس مقتدائے عشاق کی محبت کے آستانہ پر گردن تسلیم خم کر دیتے اور اس درگاہ کی خاک پر بار بار جبہ فرسائی کرتے تھے۔ امیر حسن کہتا ہے۔

نمیرفتم بلاشد بوئے زلفش
خراب اندر پئے آن بوئے رفیتم

(اس کے کوچہ میں جانے کا میرا قصد نہ تھا لیکن اس کی زلف کی خوشبو نے بے اختیار مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔)

اور اس بادشاہ اہل محبت اور سرتاج اہل عشق کی محبت کی بدولت حق تعالیٰ کی محبت کی بو اپنے مشامِ جان میں محسوس پاتے تھے یہ ضعیف کہتا ہے۔

از بوے تو بوے یار خود مے یابم
ازروئے تو برّ کار خود مے یابم
تا جان ندہم فدانیابم جانان
جان میدہم ونگار خود مے یابم

(میں تیری بو میں اپنے یار کی بو پاتا ہوں اور تیرے وسیلہ سے اپنے کام کا انجام دیکھتا ہوں جب تک میں اپنی جان قربان نہ کروں گا یار کو نہ پاؤں گا لہذا اس کے وصال کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اپنی جان دیدوں۔)

اور حق تعالیٰ نے اس خوش آئند اور دل ودماغ کو معطر کرنے والی بو کو اپنی محبت کے پُر فضا باغ سے محبوبوں کی ذات میں رکھا ہے تا کہ جس بیچارہ اور سوختہ دل کے، مشام جان میں وہ خوشگوار بو پہنچے خدا تعالیٰ کی محبت وعشق کے قابل وشایان ہو جائے اور اس بو پر جان قربان کر دے بندہ ضعیف کہتا ہے۔

قطعہ

اے عارفانُ عاشقان جان میدہم جان میدہم ۔ برآستان دوستان جان مے دہم جان می دہم
گفتی اگر خواہی بقا جان رابدہ بر بوئے ما ۔ اینک بوئے دلستان جان میدہم جان میدہم

(اے عارفو، اور اے عاشقو! میں دوستوں کی چوکھٹ پر جان دیتا ہوں میرے محبوب نے کہا اگر تو بقائے دوام چاہتا ہے تو ہماری بو پر جان قربان کرڈال اس لیے میں اپنے دلربا کی بو پر جان دیتا ہوں۔)

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس جگہ اصحاب قلوب اور صاحب دل جمع ہو جاتے ہیں تو مجلس برخاست ہونے کے بعد ایک زمانہ تک وہاں خوشبو باقی رہتی ہے یہ خوشبو خارجی اور عارضی نہیں ہوتی بلکہ ہر صاحب دل کی ذات میں ایک تروتازہ نافہ ہوتا ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ اپنی مہک دیتا رہتا ہے لیکن بعض کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے اور بعض کی مخفی۔ اس طرح ہر ایک کی بو الگ الگ اور جدا جدا ہوتی ہے کسی میں کافور کی ہوتی ہے اور کسی میں عنبر کی اور کسی میں مشک وغیرہ کی۔ مولانا ظہیر الدین کوتوال مندہ سے جو حافظ کلام ربانی اور نہایت نیک دل آدمی تھے اور اتقاو پرہیزگاری میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے روایت کی گئی ہے کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا کہ عود کی خوشبو اوڑھے ہوئے محسوس ہوئے ہر چند میں نے دائیں بائیں غور

سے دیکھا کہ شاید کسی جگہ لوگ عود سلگا رہے ہیں لیکن کسی مقام پر مجھے عود نظر نہیں پڑا اس وقت مجھے خیال ہوا کہ شاید حجرہ کے اندر عود سلگ رہا ہے اتفاقاً خادم نے کسی کام کے لیے دروازہ کھولا اور میں نے حجرہ کو بھی اچھی طرح سے دیکھا مگر یہاں بھی عود کا نام نشان تک نہ تھا میری یہ حالت دیکھ کر حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا یہ عود کی خوشبو نہیں ہے یہ تو ایک اور ہی چیز کی خوشبو ہے امیر حسن کہتا ہے۔

عطار گو بہ بندد دکان را کہ من ز دوست
بوئے کشیدہ ام کہ بمشک و عبیر نیست

(عطر فروش سے کہہ دینا چاہیے کہ اپنی دُکان بند کر دے کیونکہ میں اپنے دوست سے وہ بو پاتا ہوں جو مشک وعبیر میں نہیں ہے۔)

یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے اپنی کملی جسے آپ کے قدم مبارک کے چومنے اور چھو جانے کا اعزاز حاصل ہوا تھا قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمائی اور اس کملی سے (جو سچ پوچھتے تو زرتار دوشالہ سے کہیں بہتر و برتر تھی) ایک ایسی راحت فزا خوشبو پیدا ہوتی تھی جس پر بہشت کی خوشبو کو رشک ہوتا تھا جناب قاضی صاحب نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اول اس کملی کو سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا بعد ازاں گھر لے گئے اور اپنی جان سے بڑھ کر اس کی حفاظت و نگرانی میں مصروف ہوئے تھوڑے زمانے کے بعد اسے باہر نکالتے اور دلی عقیدت مندی کے ساتھ چومتے چاٹتے اور برکتیں اور سعادتیں حاصل کرتے تھے اور اس کی جان فزا خوشبو سے اپنے مشام جان کو ہر وقت معطر پاتے تھے شیخ سعدی کہتے ہیں۔

این بوی عبیر آشنائی
از ساختۂ یار مہربان است

(یہ عبیر جیسی خوشبو دوست کی ساختہ پرداختہ ہے)

لیکن قاضی صاحب کا خیال تھا کہ کملی کی یہ خوشبو عارضی ہے چند روز میں جاتی رہے گی مگر جب ایک طولانی مدت گذر جانے کے بعد بھی کملی سے ویسے ہی تازہ خوشبو آتی رہی اور ایک ذرّہ برابر بھی کم نہ ہوئی اور اس نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ غیر مترقبہ کا اپنے ذاتی تجربوں سے معائنہ کیا تو اس کملی کو قاضی صاحب نے مبارک ہاتھ سے خوب دھویا لیکن پہلے سے بھی زیادہ خوشبو کملی میں آنے لگی قاضی صاحب نے جب یہ صورت دیکھی تو ان کے استعجاب کے ساتھ حیرت اور بھی بڑھ گئی اتفاق

سے قاضی صاحب کے خادموں نے کملی کی خوشبو کی کیفیت حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی اور اول سے آخر تک ساری کیفیت دہرائی جوں ہی آپ نے کملی کی خوشبو کی کیفیت سنی زار و قطار رونے لگے اور پُر نم آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا بندہ ضعیف مناسب مقام عرض کرتا ہے۔

بگریست چوابر در بہاران
خندید چو گل بروئے یاران

(ابر بہاری کی طرح رویا اور پھول کی طرح ہنسا)

آپ نیقاضی صاحب کو بُلا کر فرمایا قاضی صاحب یہ اس محبت کی خوشبو ہے جو خدا تعالیٰ نے محبوں کی ذات میں سپرد کی ہے شیخ سعدی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

این بوئے نہ بوئے بوستان ست
این بوے زکوئے دوستان است

(یہ بو باغ کی نہیں ہے بلکہ دوستوں کی گلی کی ہے۔)

حضرت سلطان المشائخ کا باطن جو حقیقت میں خدا تعالیٰ کی محبت کا نہایت عمیق اور گہرا دریا تھا ہر وقت موج زن رہتا تھا اور نہایت چمکدار موتی بے انتہا رونے کی وجہ سے آنکھوں کی راہ سے جو در اصل محبت کی سر چشمہ تھیں باہر نکالتا تھا اور پانی میں آگ ڈالتا تھا۔

چشم تو کہ از چشمہ دریائے محبت
آن چشم بجز لعل گہر بار نہ ریزد

(تیری آنکھ دریائے محبت کا سر چشمہ ہے جس سے بجز لعل گہر بار کے اور کچھ نہیں نکلتا۔)

وقال واحد من الاولیا .

لولا مدامع عشاق ولوعنهم
لبان فی الناس عز الماء والناس
فکل نارفمن انفاسهم قدلاحت
وکل ماء فمن عین لهم جار

یعنی ایک ولی کا قول ہے کہ اگر عشاق کے آنسو اور ان کے دلوں کی سوزش کا وجود نہ ہوتا تو لوگوں میں پانی و آگ موجود نہ ہوتی۔ پس ہر قسم کی آگ اُن کے انفاس سے ظاہر ہوئی اور ہر طرح کا پانی ان کی آنکھوں سے جاری ہوا۔ خواجہ سنائی کہتے ہیں۔

دل و چشمش ز شوق در محراب
چشمہ آفتاب و چشمہ آب

(جب اس کا دل اور آنکھ شوق کی وجہ سے محراب میں جگہ پاتے ہیں تو ایک آفتاب کا چشمہ دوسرا پانی کا چشمہ بن جاتا ہے)

بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

ہر کہ زان چشم جرعہ نوشید
خلعتِ لی مَعَ اللہ او پوشید

(جس نے اس چشمہ سے ایک گھونٹ پیا گویا لی مع اللہ کا خلعت پہنا۔)

آپ عالم محبت کے پیاسوں کو اپنی شراب شوق سے سیراب و مست کرتے تھے یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

کسے کز جوئے عشقت جرعہ یافت
بماند تا قیامت مست و مدہوش
دران مجلس کہ بخشی جام عشقت
نگردانی محمد را فراموش

(جس نے تیرے بحر عشق سے ایک گھونٹ پیا وہ قیامت تک مست و مدہوش رہا جس مجلس میں کہ تو اپنے عشق کا جام بخشے محمد مبارک کو فراموش نہ کیجیو۔)

پھر یہ دل مشتاق یوں عرض کرتا ہے

زدریائے جمالت چون شدم سیراب ای ساقی
کہ ہر چہ بیشتر بینم تمنا بیشتر باشد

(ساقی جب میں تیرے دریائے جمال سے سیراب ہوتا ہوں تو میری تمنائیں پیشتر سے بھی زیادہ بھڑک اٹھتی ہیں۔)

اور آپ عشق حقیقی کے بیابان کے سرگشتہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی محبت کی راہ دکھاتے اور منزل مقصود تک پہنچاتے تھے یہ ضعیف کہتا ہے۔

میرسانید بمقصود و منازل ہمہ را
لطف اوورنہ کہ باشم کہ نہم دل بردوست

(وہ سب کومنزل مقصود پر پہنچاتا تھا یہ اس کا لطف ہے ورنہ میں کون ہوں جو دوستی کا دم بھروں۔)
حضرت سلطان المشائخ کی عالی جاہ جناب سے معرفت کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہتا تھا اور ان بیچاروں کے دلوں کو نور بخشتا تھا جو نفسانی خواہشوں میں مبتلا ہوتے تھے اور جن کے باطن بالکل تاریک ہو جاتے تھے بلکہ آپ اپنی فطری تابانی سے انہیں خدا تعالیٰ کے منظور نظر ہو جانے کے قابل بنا دیتے تھے ضعیف کہتا ہے۔

زدرگہ تو بدان آفتاب عشق بتافت
بران دلے کہ زدنیاو دین مبرایافت
زروشنائی عشقت جہاں منور شد
مگر رقیب کزان روشنی نصیب نیافت

(تیری درگاہ سے آفتابِ عشق چمکتا جس کا دل دین و دنیا سے خالی پایا تیرے عشق کی روشنی سے گو جہان منور ہے مگر بدقسمت رقیب اس سے حصہ نہیں لیتا۔)
اور ہم جیسے معاصی کے دریا میں ڈوبے ہوؤں اور نفس امارہ کی فانی خواہشوں میں جلے ہوؤں کو اپنی رحمت کے سایہ میں پرورش فرماتے تھے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

خدایا برحمت نظر کردۂ
کہ این سایہ بر خلق گستردۂ

(اے خدایا تیری ہی عنائت و مہربانی ہے کہ تو نے یہ سایہ خلق پر پھیلا رکھا ہے)
یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

آلودہ دامنان کہ نظر بہ توافکنند
صافی شوند و پاک چو صوفی باصفا
ای آفتاب حسن ازاں چشمۂ حیات
آبے بخش تانشوم بعد ازین فنا

(جب آلودہ دامن تجھ پر نظر ڈالتے ہیں تو صوفی جیسے پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ اے حسن کے آفتاب مجھے چشمۂ حیات سے تھوڑا سا پانی عنایت کر کہ اس کے بعد فنا نہ ہوں۔)
یہ ضعیف کہتا ہے۔

اے مایہ حسن وکان نعمت
اینک بدرت امیدواران
جان برکفدست کروہ ازول
برشکل خوش تو جان سپاران

(اے حسن کی پونجی نعمت کی کان میں ہتھیلی پر جان رکھ کر تیرے دروازے پر اس امید میں کھڑا ہوں کہ تیری دلگیر صورت پر جان قربان کروں۔)

حضرت سلطان المشائخ کی مقدس ذات آپ کے دریا جیسے دل کے تابع تھی اور آپ کا حق پذیر دل روح مطہر کے تابع۔ اور حضور کی پاکیزہ روح نے اپنی کمالیت کی وجہ سے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور دل نے باین وجہ کہ اس میں اور روح میں ایک خاص قسم کا اتحاد وارتباط ہے قالب کو جذب کرلیا تھا۔ پس اس صورت میں جناب سلطان المشائخ کی مبارک ذات ہمہ تن روح تھی امیر خسرو فرماتے ہیں:

وجود خواجہ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جان خضر و مسیحا بہم شدہ است مرکب

(خواجہ کا وجود پانی اور خاک سے مرتب نہ تھا بلکہ خضر و مسیح کی روح سے مرکب تھا)

اور جب یہ تھا تو آپ کی ذات مبارک نے موت کا حکم چاہا اور خود روحانی ہوگئی۔ لیکن اس قسم کی ذات جو مجسم روح تھی ہر تر دامن اور چشم آلود کے تماشا کرنے کے قابل نہیں ہے البتہ چشم معرفت کے ساتھ جان کے روزن سے نظر کر سکتے ہیں۔ خواجہ سنائی کہتے ہیں:

از درِ دل بمنظر جان آئی
بتماشائے باغ جان آئی

(دل کے دروازے سے منظرِ جان میں آکر باغِ جان کا تماشا کرنا چاہیے۔)

ایک بزرگ سے بندگانِ دین نے سوال کے کہ آپ اپنے دوست کو دیکھنا چاہتے ہیں انہوں نے جواب میں فرمایا۔ نہیں جب لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے اِنــزہ ذاک الجمال عن نظر مثلی. یعنی میں اس جہاں آرا جمال کو اسبات سے پاک اور منزہ جانتا ہوں

کہ اسے مجھ جیسا دیکھ سکے۔ زاں بعد یہ قطعہ اُن کی زبان پر جاری ہوا۔

انی لاحسد ناظری عینک
حتی اغض اذا نظرت الیک
واراک یخطر فی شمائلک التی
فی فتنتی فاغا رُمنک علیک

یعنی میں تیرے دیکھنے والوں پر یہاں تک حسد کرتا ہوں کہ تیری طرف دیکھتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں اور جب میں دیکھا ہوں کہ تیرُے دل میں وہ چیز گذرتی ہے جو مجھے فتنہ میں مبتلا کرنے کا باعث ہے تو میں تجھ پر غیرت کرتا ہوں۔



فہرست مندرجات ابواب ''سیر الاولیاء فی محبۃ الحق جل وعلا''

باب اول

اُن مشائخ کے فضائل ومناقب اور کرامات کا بیان جو خواجگان چشت کے طبقہ میں بلند پایہ رکھتے اور جن کے نام نامی بڑے شجرے کی فہرست میں ثبت ہیں اور جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز کے مبارک عہد تک گذرے ہیں۔ اس باب میں ایک نکتہ کا بھی ذکر ہوگا جس میں جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان کی جائے گی اور جناب نبوت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو خرقۂ فقر پہنائے جانے کی بابت کچھ ذکر ہوگا۔ بعدازاں ان مشائخ کبار اور اولیاء نامدار قدس اللہ سرہم العزیز کا ذکر ہوگا جنہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت سے خرقہ پہنچا ہے ان میں:

- خواجہ حسن بصری قدس سرہ
- خواجہ عبد الواحد بن زید قدس اللہ سرہ
- خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ
- خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس روحہ
- خواجہ حذیفہ المرعشی قدس سرہ
- خواجہ ممشاد علوی دینوری قدس سرہ
- خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی قدس اللہ سرہ
- خواجہ ابو احمد چشتی قدس سرہ
- خواجہ ابو محمد چشتی قدس سرہ اللہ
- خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہ
- خواجہ خواجگان خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز
- خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز
- حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز
- حضرت خواجہ خواجگان اہل عرفان کے سرتاج ہند کے بادشاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس اللہ سرہ العزیز

❖ خواجہ قطب الاقطاب عاشقوں کے سردار حضرت خواجہ قطب الحق والشرع والدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہ۔ان بزرگ کا ذکر چار نکتوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) آپ کے مجاہدہ کا ذکر (۲) آپ کی مشغولی کا بیان

(۳) آپ کی عزلت وگوشہ نشینی اور کرامات (۴) آپ کے رحلت کرنے کے واقعات)

❖ حضرت شیخ الاسلام شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز (اس دین و دنیا کے بادشاہ کا ذکر آٹھ نکتوں پر مشتمل ہوگا۔)

(۱) آپ کے حسب ونسب کا بیان (۲) آپ کی عزلت وگوشہ نشینی

(۳) آپ کا مجاہدہ روش (۴) علم وتبحر

(۵) حضرت خواجہ قطب الحق والشرع والدین اور حضرت شیخ الاسلام معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہما العزیز کی جناب سے آپ کو خلافت کا معزز وممتاز منصب ملنا

(۶) آپ کے بعض ملفوظات اور حکیمانہ مقولے (۷) آپ کی والدہ ماجدہ کی بعض کرامتیں

(۸) آپ کی بیماری اور انتقال

❖ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین طاب ثراہ۔اس بادشاہ دین کا ذکر پندرہ نکتوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) جناب سلطان المشائخ حضرت سلطان نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے حسب ونسب کا

(۲) حضرت شیخ الشیوخ جناب فرید الدین قدس سرہ کی خدمت میں آپ کے آنے اور محبت کے پیدا ہونے کی کیفیت

(۳) حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کا علم وتبحر

(۴) بعض حدیثوں کے اُن دقائق اور باریکیوں کا ذکر ہوگا جن کی آپ نے وقتاً فوقتاً تقریر کی ہے۔

(۵) آپ کا شیخ شیوخ العالم حضرت شیخ فرید الدین کی خدمت میں جانا اور آپ کی خدمت میں حاضر رہنا اور آپ کا معتقد ہونا

(۶) حضرت سلطان المشائخ کے شہر دہلی میں سکونت اختیار کرنے اور وہاں سے غیاث پور میں آنے کا ذکر۔

(۷) حضرت سلطان المشائخ کے ابتدائی زمانہ میں مجاہدہ کرنے کا ذکر
(۸) آپ کا حضرت شیخ الشیوخ شیخ فرید الدین قدس سرہٗ سے منصب خلافت اور دینی و دنیاوی نعمت کا حاصل کرنا
(۹) آپ کے اس مجاہدہ کا ذکر جو آخر وقت میں آپ سے ظہور میں آیا آپ کے روش وراہ کا بھی بیان کیا جائے گا۔
(۱۰) آپ کی فتح اور فتوحات کا بیان اور خود بادشاہ وقت اور شہزادوں کا آپکی خاک بوسی کے لیے حاضر ہونا
(۱۱) اس بات کا بیان کہ حاسدوں نے سلطان المشائخ کی طرف سے شاہ علاؤالدین کے پاس بہت سی ایسی بیہودہ باتیں پہنچائیں جو جناب سلطان المشائخ کی مجلس کے لائق نہ تھیں۔
(۱۲) شیخ الاسلام جناب رشید رکن الدین نبیرہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہما العزیز سے آپ کا ملاقات کرنا
(۱۳) آپ کی بعض کرامتیں (۱۴) آپ کی والدہ ماجدہ کی بعض کرامتیں
(۱۵) اس وجد و حال کا ذکر جو جناب سلطان المشائخ کو طاری ہوا تھا اور جس میں آپ نے دار دنیا سے دار عقبیٰ کی جانب رحلت فرمائی۔

باب دوم

شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری اور جناب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی اور حضرت شیخ شیوخ الاسلام فرید الدین قدس سرہم العزیز کے خلفاء کے مناقب و فضائل اور کرامات کا بیان:

❖ شیخ حمید الدین سوالی جو شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری کے مشہور اور نامور خلیفہ۔ اس بزرگ قدس سرہ کا ذکر تین نکتوں پر مشتمل ہے۔
(۱) جناب شیخ حمید الدین سوالی صاحب کے مجاہدہ اور روش وراہ کا بیان
(۲) آپ کی بعض کرامتوں اور ان مراسلات کا ذکر جو آپ میں اور شیخ بہاء الدین زکریا میں

واقع ہوئے تھے۔

(۳) اُن سوالات کا ذکر ہے جو اصحاب سلوک نے حقیقت کی خطرناک اور دشوار گذار راہ کے بارے میں آپ کے آگے پیش کیے تھے اور آپ نے ان کے مدلل جواب دیے تھے اس میں سوالات کے ساتھ آپکے جوابات بھی مذکور ہیں۔

❖ شیخ بدالدین غزنوی جو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی کے معزز و ممتاز خلیفہ۔اس بزرگ کا ذکر دو نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) شیخ بدرالدین غزنوی کا لاہور سے دہلی میں آنا اور شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ارادت و اعتقاد ظاہر کرنا (۲) آپ کی عظمت و کرامات

❖ شیخ نجیب الدین متوکل جو شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی بھی تھے اور خلیفہ بھی۔اس بزرگ کا ذکر ایک نکتہ پر مشتمل ہے۔جس میں آپ کی عظمت و کرامات کا بیان ہے۔

❖ مولانا بدرالدین اسحاق جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے داماد اور آپ کے خلیفہ تھے آپ کا ذکر دو نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) جناب شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین کی خدمت مبارک میں آپ کے آنے اور کثرت بکا اور علمی تبحر کا ذکر (۲) آپ کی عظمت و کرامات کا بیان

❖ شیخ جمال الدین والملۃ ہانسویؒ جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کے معزز مقتدر خلیفہ ہیں۔آپ کا ذکر عظمت و کرامات سیلبریز ہے۔شیخ جمال الدین کے ذکر کے ذیل میں آپ کے فرزند رشید مولانا برہان الدین صوفی کا بھی ذکر ہوگا۔جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے ایک ممتاز خلیفہ تھے۔

❖ مولانا عارف جو شیخ الاسلام فرید الحق والدین کے واجب الاحترام خلیفہ تھے اور انتہا درجہ کی عظمت و بزرگی رکھتے تھے قطع نظر اس کے صاحبِ کرامات بھی تھے۔ان تمام حالات کے ضمن میں حضرت شیخ علی صابر کا بھی مفصل طور پر ذکر ہوگا۔

باب سوم

حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی اولاد امجاد اور آپ کے بعض پوتوں اور نواسوں کے مناقب وفضائل کا بیان اور حضرت سلطان المشائخ کے قریبی رشتہ داروں اور کاتب حروف کے اُن آباؤاجداد اور بھائیوں کے مناقب وفضائل اور کرامات کا ذکر ہے جو جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین اور جناب سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہما العزیز کے اختصاص سے مخصوص اور اعزاز سے ممتاز تھے۔ یہ باب چھ نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس سرہ کے فرزندوں کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان۔
واضح رہے کہ جناب شیخ الاسلام حضرت فرید الدین کے کچھ فرزند رشید ہیں۔

❖ خواجہ نصیر الدین نصر اللہ ہیں جو شیخ کے تمام فرزندوں سے بڑے اور سب سے بلند رتبہ ہیں۔

❖ مولانا شہاب الدین قدس سرہ۔ ❖ شیخ بدر الملۃ والدین ہیں جو شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کے سجادہ نشین تھے۔

❖ خواجہ نظام الملۃ والدین قدس سرہ ہیں ❖ خواجہ یعقوب جو شیخ شیوخ العالم کے سب فرزندوں سے چھوٹے ہیں۔

(۲) شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ کی پردہ نشین صاحبزادیوں کے مناقب وفضائل اور کرامات

(۳) جناب شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ کے بعض پوتوں کے فضائل وکرامات

❖ شیخ علاؤ الملۃ والدین بن شیخ بدر الدین سلیمان

❖ خواجہ عزیز الملۃ والدین ابن خواجہ یعقوب قدس سرہٗ۔

❖ شیخ کمال الملۃ والدین بن شیخ زادہ بایزید بن شیخ نصیر الدین نصر اللہ۔ یہ بزرگ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ کے پڑپوتے ہیں۔ ❖ خواجہ عزیز الملۃ والدین۔ یہ بزرگ بھی شیخ اسلام فرید الدین قدس سرہ کے پڑپوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے والد بزرگوار خواجہ ابراہیم اور دادا خواجہ نظام الدین ہیں

(۴) جناب شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ کے بعض نواسوں کے مناقب وفضائل کا بیان۔
آپ کے نواسے تین ہیں

❖ خواجہ محمد بن مولانا بدرالدین اسحاق ❖ خواجہ موسیٰ بن مولانا بدالدین اسحاق
❖ خواجہ عزیز الملۃ والدین۔ اِن بزرگ کی والدہ ماجدہ جناب شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ کی صاحبزادی ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ کے اقربا کے مناقب وفضائل

❖ خواجہ رفیع الملۃ والدین ہارون جناب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین قدس سرہ کے پیارے اور عزیز بھانجے ہیں
❖ خواجہ تقی الملۃ والدین نوح جو خواجہ رفیع الدین ہارون کے حقیقی اور سگے بھائی ہیں
❖ خواجہ ابو بکر مصلا دار خاص۔ یہ بزرگ بھی جناب سلطان المشائخ کی قرابت کا شرف رکھتے تھے از انجملہ خواجہ مولانا قاسم ہیں آپ بھی سلطان المشائخ کے ایک پیارے بھانجے ہیں۔ آپ کے والد کا نام عمر تھا اور آپ خواجہ ابو بکر مصلا دار خاص کے بھتیجے تھے۔
❖ خواجہ عزیز الملۃ والدین جن کے والد بزرگوار خواجہ ابو بکر مصلا دار خاص تھے۔

کاتب حروف کے آباؤ اجداد کے مناقب وفضائل کا بیان

(ان سادات کرام کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان جو شیخ شیوخ العالم اور حضرت سلطان المشائخ کی خصوصیت خاص کا کمال اعزاز واقتدار رکھتے اور ان حضرات کی اختصاص کے ساتھ مخصوص تھے)

❖ سیّد محمد کاتب حروف کے جدِ امجد ہیں۔
❖ نور الملۃ والدین مبارک سیّد محمد کرمانی۔ کاتب حروف کے والد بزرگوار
❖ سیّد کمال الدین امیر احمد ابن سیّد محمد کرمانی، کاتب حروف کے بزرگوار چچا
❖ سیّد حسین ابن سیّد محمد کرمانی، کاتب حروف کے منجھلے چچا
❖ سیّد خاموش ابن سید محمد کرمانی، کاتب حروف کے چھوٹے چچا

باب چہارم

حضرت سلطان المشائخ نظام الحق کے محترم خلفا کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان

(اوراس بات کا ذکر کہ خلفاء مذکور نے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ سے کیونکر خلافت حاصل کی)

❖ مولانا شمس الملۃ والدین محمد یحییٰ۔ ان بزرگ کا ذکر چار نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی خدمت میں آپ کے معتقد ومرید ہونے کا بیان

(۲) آپ کی عظمت وروش کا

(۳) میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر اور ذوق وشوق کا ذکر

(۴) آپ کی کرامات اور راگ سننے اور دنیا سے دار آخرت کو رحلت کرنے کا بیان ہے۔

❖ شیخ نصیر الدین محمود وارث نعمت۔ آپ کا ذکر بھی چار نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) اس شفقت ورحمت اور پرورش کا بیان جو حضرت سلطان المشائخ کی عالی جناب سے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ظہور میں آئی۔

(۲) اُس مجاہدہ کا ذکر جو حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین محمود کو تلقین وتعلیم فرمایا اور خود شیخ نصیر الدین کے مجاہدات وریاضات کا بیان۔

(۳) اُس اشارت کا بیان ہے جو شیخ نصیر الدین محمود نے کاتبِ حروف کو نفس کے قلع قمع کرنے کی بابت فرمایا

(۴) جناب شیخ نصیر الدین محمود کی بعض کرامات کا ذکر ہے۔

❖ شیخ قطب الدین منور ہانسوی قدس سرہ العزیز۔ ان بزرگ کا ذکر پانچ نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) آپ کے اوصاف اور کثرتِ بکا اور باطنی ذوق وشوق کا بیان

(۲) اس بات کا ذکر کہ شیخ قطب الدین منور اور شیخ نصیر الدین محمود نے جناب سلطان المشائخ قدس سرہ سے کیونکر خلافت کا معزز عہدہ پایا

(۳) شیخ قطب الدین منور قدس سرہ کی بعض کرامات کا مذکور

(۴) سلطان محمد تغلق سے شیخ قطب الدین منور کی ملاقات کرنے کا بیان۔

(۵) شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کے راگ سننے کا بیان۔

❖ مولانا حسام الملۃ والدین ملتانی۔ آپ کا ذکر تین نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مولانا حسام الدین قدس سرہ کے عظیم الشان رتبہ کا ذکر اور اُن مہربانیوں کا بیان جو جناب سلطان المشائخ کی درگاہ سے اُن کی نسبت ظہور پذیر ہوئیں

(۲) مولانا حسام الدین ملتانی اور مولانا شمس الدین یحیٰؒ اور مولانا علاؤ الدین نیلی قدس سرہم کی باہمی ملاقات کا ذکر (۳) حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ سے مولانا حسام الدین ملتانی کو خلافت کا ممتاز منصب ملنے کا ذکر

❖ مولانا مخدوم فخر الملۃ والدین زرّادی جو کاتب حروف کے استاد۔ اِن بزرگ قدس سرہ کا ذکر چھ نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی جناب میں آپ کے معتقد و مرید ہونے کا ذکر۔

(۲) مولانا فخر الدین زرّادی کے مجاہدہ کا بیان اور آپ کے مشغولی باطن کا ذکر

(۳) آپ کے سی سرہ بیان (۴) آپ کے راگ سننے کا ذکر

(۵) سلطان محمد تغلق سے آپ کی ملاقات کرنے کا بیان

(۶) میں آپ کا مکہ معظمہ جانا اور راستہ میں جہاز کا غرق ہو جانا اور آپ کا انتقال فرمانا۔

❖ مولانا علاؤ الدین نیلی۔ اِن بزرگ کا ذکر عظمت و کرامات اور علمی ذوق شوق اور تبحر سے لبریز ہے۔

❖ مولانا برہان الدین غریب۔ آپ کا ذکر دو نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مولانا برہان الدین غریب کی محبت و اعتقاد کا ذکر جو آپ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ رکھتے تھے۔

(۲) حضرت سلطان المشائخ کا مولانا برہان الدین غریب سے رنجیدہ ہونے کے بعد بہت خوش ہونا اور خلافت کا معزز عہدہ دینا۔

❖ مولانا یوسف کلا کھیٹری، عرف چندیری۔ آپ کا ذکر دو نکتوں پر مشتمل ہے۔
(۱) مولانا شیخ وجیہہ الدین یوسف کی محبت و عشق اور اُس کمال اعتقاد کا ذکر ہے جو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی جناب میں حاصل تھا۔
(۲) حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ سے مولانا وجیہہ الدین یوسف کا طرح طرح کی نعمتوں اور نیک انفاس کا پانا۔
❖ مولانا سراج الملۃ والدین ان بزرگ کا ذکر آپ کی عظمت وکرامت سے مملو ہے۔
❖ مولانا شہاب الدین حضرت سلطان المشائخ کے امام ان بزرگ کا ذکر بھی ان کی عظمت و کرامت سے مملو ولبریز ہے۔

باب پنجم

اعلیٰ درجہ کے یاروں کے مناقب وفضائل کا بیان

(جو حضرت المشائخ سلطان قدس سرہ کے اعتقاد وارادت کے شرف وعزت کی خصوصیت رکھتے تھے اور فلک اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کی تمام چیزیں جن کی نظر تصرف میں تھیں اور قطع نظر اس کے سب کے سب نیک دل اور نیک ذات تھے۔ قدس اللہ سرہم العزیز)
❖ خواجہ ابوبکر مندہ۔ ان بزرگ کا ذکر ان کی عظمت وکرامات سے مملو ومشحون ہے۔
❖ مولانا محمد محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی عظمت وکرامت سے آپ کا ذکر لبریز ہے۔
❖ مولانا وجیہہ الدین پائلی جن کی عظمت وکرامات کی شہرت تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے
❖ مولانا فخر الملۃ والدین مروزی۔ آپ کا ذکر بھی آپ کی عظمت اور کرامات سے مملو ہے۔
❖ مولانا فصیح الملۃ والدین۔ ان بزرگ قدس سرہ کا ذکر عظمت وکرامات سے لبریز ہے۔
❖ امیر خسرو دہلوی جن کی عظمت وکرامات سے تمام لوگ واقف ہیں۔
❖ مولانا جلال الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا ذکر بھی عظمت وکرامات سے بھرا ہوا ہے۔
❖ مولانا جلال الملۃ والدین اَوَدھی قدس سرہ۔

❖ خواجہ کریم الملۃ والدین سمرقندی قدس سرہ۔
❖ امیر حسن علائی سنجری جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کے ملفوظات فوائد الفواد کے مصنف
❖ قاضی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
❖ مولانا بہاؤ الملۃ والدین ادھمی۔
❖ شیخ مبارک گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ۔
❖ خواجہ موئد الدین کری قدس سرہ۔
❖ خواجہ تاج الملۃ والدین ساکن دادری قدس سرہ
❖ خواجہ ضیاء الملۃ والدین برنی رحمۃ اللہ علیہ۔
❖ خواجہ موید الملۃ والدین انصاری قدس سرہ
❖ خواجہ شمس الدین، امیر حسنؒ سنجری کے بھتیجے
❖ مولانا نظام الملۃ والدین شیرازی
❖ خواجہ سالار قدس سرہ
❖ مولانا فخر الدین میرٹھی قدس سرہ

باب ششم

مشائخ قدس سرہم العزیز کی خلافت و اعتقاد کا ذکر

یہ باب پندرہ نکتوں پر مشتمل ہے۔
(۱) میں اعتقاد وروایات کا ذکر
(۲) مرید کا بیان
(۳) اس بات کا ذکر ہے کہ جب مرید ایک پیر سے بیعت کرلے تو اب دوسرے پیر سے بھی بیعت کرسکتا ہے کہ نہیں۔
(۴) توبہ واستقامت کا بیان
(۵) پانچویں میں پیر کے حکم کرنے اور مرید کے قبول کرنے کا ذکر
(۶) تجدید بیعت کا بیان
(۷) مرید کے اعتقاد کا مذکور
(۸) خرقہ کی اصل، اور اس کے بخشش کرنے کا ذکر
(۹) مشائخ کی خلافت کا بیان

(۱۰) شیخ کے حال کی کیفیت (۱۱) ولی اوراس کی ولایت کا بیان
(۱۲) کرامت کی حقیقت (۱۳) ستر کرامت کا ذکر
(۱۴) جناب سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نام مقرر ہونے اوراس پر اعتقاد کرنے کا بیان
(۱۵) اُن لوگوں کا بیان جو اپنے تییں اہل تصوف کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ اہل تصوف کا سا معاملہ نہیں رکھتے اور بغیر پیر کی اجازت کے لوگوں کو مرید کر لیتے ہیں۔

باب ہفتم

ماثورہ دعاؤں اور مقبول وظیفوں کا ذکر

(جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین اور سلطان المشائخ نظام الحق والدین سے منقول ہیں۔)
یہ باب اٹھارہ نکتوں پر مشتمل ہے۔
(۱) طہارت کا بیان (۲) روزانہ اوراد وظائف کا ذکر
(۳) اُن اوراد وظائف کا ذکر جو ہفتہ وار اور سالانہ پڑھے جاتے ہیں۔
(۴) نماز کا ذکر (۵) نفل نماز کا بیان
(۶) روزہ کا بیان (۷) زکوۃ وصدقہ کا بیان
(۸) حج کا بیان (۹) مہمان نوازی کی فضیلت و بزرگی کا ذکر
(۱۰) کھانا کھلانے کے آداب (۱۱) دستر خوان بچھانے کا ذکر
(۱۲) تھوڑا کھانا کھانے کے فوائد (۱۳) تصوف کا لباس پہننے کا ذکر
(۱۴) اُن ماثورہ دعاؤں کا ذکر جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق سے منقول ہیں
(۱۵) اُن ماثورہ دعاؤں کا ذکر جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز سے منقول ہیں۔
(۱۶) قرآن مجید کے پڑھنے کی بزرگی کا ذکر (۱۷) اُس ورد کا ذکر جو فوت ہو گیا ہو
(۱۸) ظاہر و باطن کی مشغولی اور ذکر خفیہ کا بیان

باب ہشتم

محبت وشوق اور خدا تعالیٰ کے دیدار کا بیان

یہ باب سات نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) محبت اور اُس کی باریکیوں کا ذکر (۲) حضرت سلطان المشائخ کے شوق اشتیاق کا بیان

(۳) حضرت سلطان المشائخ کے عشق کا ذکر

(۴) حضرت سلطان المشائخ کے اُس ولولہ عشق کا ذکر جس کا اثر کاتب الحروف کے باطن میں موجود ہے

(۵) عشق کی حقیقت کا ذکر (۶) عشق میں ترغیب دینے اور بے دردوں کی معذرت کا بیان

(۷) عشق خدا تعالیٰ کے دیدار کے ذکر میں

باب نہم

سماع، وجد، رقص وغیرہ کا بیان

یہ باب گیارہ نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) سماع کا ذکر (۲) سماع کے آداب کا بیان

(۳) اُن الفاظ کی تفصیل وتشریح جو شعرا کی اصطلاح میں مقرر ہیں۔

(۴) اہل سماع کے وجد کا ذکر (۵) اُن حالات کا بیان جو سماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں

(۶) رقص کرنے اور کپڑے پھاڑ ڈالنے کا بیان

(۷) حضرت سلطان المشائخ کے راگ سننے اور رقص کرنے اور آہ وبکا کرنے کا بیان

(۸) اس بات کی توضیح کہ سلطان المشائخ نے مجالس میں راگ سنا ہے۔
(۹) اُن فوائد کا بیان جو سلطان المشائخ نے بعض مجلسوں میں راگ کے بارے میں ارشاد کیے ہیں۔
(۱۰) سماع کی مجلس میں حاضر ہونے اور اُس بحث کے ذکر میں جو سلطان المشائخ کی بابت واقع ہوئی۔
(۱۱) اہلِ زمانہ کے راگ سننے کا بیان

باب دہم

حضرت سلطان المشائخ کے کچھ ملفوظات ومکتوبات کا ذکر

جو گذشتہ ابواب میں لکھے جا چکے ہیں۔ اور یہ باب اٹھائیس نکتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) علم اور اہلِ علم کا بیان (۲) معراج کی رات کا ذکر
(۳) جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات کا بیان (۴) عقل کا ذکر
(۵) دنیا اور اس کے ترک کردینے کا بیان (۶) فقر اور غنا کا ذکر
(۷) مشائخ کے طبقات کا بیان (۸) حضرت سلطان المشائخ کی نیت کا ذکر
(۹) صبر ورضا کا بیان (۱۰) خوف ورجا کا بیان
(۱۱) نمود وریا کا ذکر (۱۲) حضرت سلطان المشائخ کے توکل کا بیان
(۱۳) حلم وعفو کا ذکر (۱۴) صحبت کا بیان
(۱۵) خوش اخلاق اور شائستہ عادات کا ذکر (۱۶) ہدایا کے قبول کرنے اور رد کرنے کا بیان
(۱۷) ہمت کا ذکر (۱۸) انصاف وظلم کا ذکر
(۱۹) روح ونفس کا بیان (۲۰) الہام ووسوسہ کا بیان
(۲۱) اس ذکر میں کہ ایک مکان دوسرے مکان پر بزرگی رکھتا ہے۔
(۲۲) شیخ کے لطائف کا ذکر (۲۳) شیخ حیدر زاویہ کی فضیلت وبزرگی کا ذکر
(۲۴) بی بی فاطمہ سلمہ کی بندگی کا بیان (۲۵) شفقت ونیت کے بارے میں
(۲۶) امرا اور خلفاء کا ذکر (۲۷) بادشاہوں کے تغیر مزاج کا بیان
(۲۸) اُن مردان ہمت کا ذکر جو دریائے وحدت میں مستغرق ہو گئے ہیں۔

باب اول

اُن مقدس حضرات کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان جو آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک سے لے کر حضور سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ العزیز کے سعادت اندوز زمانہ تک گذر رہے ہیں۔ جن کے نام نامی حضرات خواجگانِ چشتؒ کے شجرہ معظّمہ مکرمہ میں ثبت ہیں۔

نعت سید المرسلین رسول رب العالمین محمد رسول ﷺ

(حضرت رسالت مآب سے خرقہ فقر امیر المومنین جناب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پہنچنے اور آپ کی خدمت سے اور مشائخ کبار اور اولیاء نامدار اقدس اللہ اسرار ہم کو پہنچنے کا بیان۔)

آپ عالم فتوت کے بادشاہ ملک مروت کے مالک۔ آسمانِ رسالت کے تابان آفتاب۔ فلکِ جلالت کے درخشاں ماہتاب۔ قوسین کے صاحب۔ کونین کے مقتدا اور پیشوا۔ جماعت اصفیا کے صدر نشین۔ مجمع انبیا کے روشن شمع ہیں۔

ایک بزرگ نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے:

سیِّدِ انبیاء و صدرِ رسل
مقصدِ ہشت و ہفت و پنج و چہار
آن رسولے کہ جان عقل و خرد
کرد پیشش بہ بندگی اقرار

(آپ تمام انبیاء اور رسولوں کے صدر نشین اور سرتاج ہیں اور دنیا کے مختلف فرقوں کے مرجع و مقصد

ہیں۔ آپ کے آگے عقل و دانائی کی جان نے بندگی اور غلامی کا اقرار کیا ہے۔)

بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

شاہ رسل شہنشہِ شاہان روزگار
عالم برائے دوستی تو شد آشکار
گردون ندید و نیز نہ بیند بچشم خویش
شاہے چوتو میانِ رسل شاہِ نامدار
جاہت بلند و مرتبہ عالی بہ نزد حق
نامت بنام خویش قرین کرد کردگار
از نورِ روئے تست کہ روشن شداست روز
از رنگ زلف تست کہ شبہا چنین است تار
تو بادشاہِ ہر دوجہاں من گدائے تو
چارہ ہمیں بود کہ کنم جانِ خود نثار
شاہان براہِ تست فتادہ میانِ خاک
بیچارۂ ضعیف محمد امیدوار
گر قطرۂ ز بحر وصالت بدو رسد
شادی کنان بحشر برآید بروئے یار

(اے پیغمبروں کے سرتاج اور شاہان زمانہ کے شہنشاہ دنیا جہاں تیری دوستی کے لیے پیدا ہوا ہے۔ آسمان نے باوجود اس گردش لیل و نہار کے پیغمبروں میں تجھ جیسا نامور بادشاہ نہیں دیکھا خدا کے نزدیک تیرا مرتبہ نہایت بلند ہے یہاں تک کہ اس نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔ دن تیرے ہی رخِ انور کی روشنی سے منور اور رات تیری ہی زلف سے تاریک ہے تو دونوں جہان کا بادشاہ ہے اور میں تیرا گدا مجھے بجز اس کے اور کچھ بن نہیں آتا کہ تجھ پر اپنی جان قربان کردوں۔ تیری راہ مین یہ بیچارہ ضعیف محمد مبارک خاک میں پڑا ہے اگر اپنے دریائے وصال سے ایک قطرہ اُسے پہنچادے تو میدانِ حشر میں دوست کے سامنے شادان و فرحاں آئے۔)

اولیاء کی مدح وثنا

یہ پیغمبروں کے بادشاہ اولیاء کے عظمت وکرامات کے بارے میں نبوت کی زبان سے یوں ارشادفرماتے ہیں۔عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہ وسلم ان من عباد اللہ انا سا ماهم الانبیاء ولا الشهدا یئنبطهم الانبیاء واشهداء یوم القیامة بمکانهم من اللہ تعالیٰ فقال رجل منهم ما اعمالهم لو انا نحبهم قال قوم یتحابون بروح اللہ من غیر ار حام بینهم ولا مال یتقا طو نها بینهم واللہ ان وجو ههم انور فانهم لعلیٰ منابر من نور ولا یخافون اذاخاف الناس ولا یحزنون اذاحزن ثم قبرا الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون هم مصابیح الدجی وینا بیع الرشد والحجی خصو الخفی الاختصاص واتقوامن التصنع بالا خلاص ۔یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ انبیاء اور شہداء نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں وہ درجہ عالی نصیب ہوگا جس کی وجہ سے انبیاء شہداان پر رشک کریں گے۔حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خداوہ ایسے کون سے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے اس بلند مرتبہ کو پہنچے ہیں اگر ہمیں ان کے اعمال پر واقفیت ہوجائے اور ہم ان حضرات کو معلوم کرلیں تو ان سے محبت ودوستی اختیار کریں۔ فرمایا وہ ایک قوم ہے نہ اس وجہ سے کہ باہم ایک دوسرے سے رشتہ رکھتے ہیں اور نہ اس لحاظ سے کہ آپس میں دادوستد کا معاملہ کرتے ہیں بلکہ صرف خدا کی رضامندی اوراس کی خوشنودی کے لیے باہم ایک دوسرے کو دنیا میں دوست رکھتے ہیں بخدا قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ماہتاب سے زیادہ درخشاں ہوں گے اور نور کے منبروں پر میدان محشر میں جگہ پائیں گے جس وقت لوگوں کو خوف وگھبراہٹ پیش آئے گی تو وہ اس خوف سے امن وامان میں رہیں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کسی طرح کا غم واندوہ عارض نہ ہوگا یہاں تک پہنچ کرآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون یعنی آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں پر کبھی خوف وغم طاری نہ ہوگا۔زاں بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اندھیرے کے چراغ اور

ہدایت ورشد کے سرچشمہ ہیں۔ دوسرے لوگوں سے خفی اختصاص کی وجہ سے مخصوص ہیں اور اخلاص میں تکلیف وریا کرنے سے بچتے ہیں اور اولیاء کی یہ مدح وثنا اس برکت کے سبب سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات میں خرقہ فقر کے خلعت سے مشرف وممتاز ہوئے جسے آپ نے آخر عمر میں سر مبارک سے اتار کر خلفاء راشدین کے خاتم، رسول رب العالمین کے وصی جناب امیر المومنین قطب الاولیاء حقائق توحید کے سرچشمہ لوامع تفرید کے مخزن، اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا جب اس کی مفصل کیفیت حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ سے باب ارادت کے اس نکتہ میں بیان کی جائے گی جس میں خرقہ کی اصل اور اس کی بخشش کی کیفیت بیان ہوگی ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

جعل الالہ محمد شمس الھدی بضیائہ یھدی جمیع عبادہ
منہ استضاء ولیہ ووصیہ فازار مثل البدر کل بلادہ
اعنی علیاً سید الزھا دالا بد الک الا بدال والا وتا دمن عبادہ

یعنی خدا تعالیٰ نے جناب محمد صلعم کو ہدایت کا آفتاب بنایا جس کی روشنی میں اپنے تمام بندوں کو ہدایت کرتا ہے۔ زاں بعد محمدؐ آپ کے ولی ووصی نے روشنی حاصل کی اور خدا تعالیٰ کے تمام شہروں میں بدر کامل بن کر چمکا وصی سے میری مراد حضرت علیؓ ہیں۔ جو زاہدوں کے سرتاج ہیں تو اے مخاطب تجھے اس سے اور خدا کے بندوں ابدال واوتاد سے خبردار رہنا چاہیے۔

جنید بن محمد قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

سرت با ناس فی الغیوب قلوبھم
وجا نو البقرب المساجد المتفضل
ونا لوا من الجبار عطفا ورافۃ
وقصدا احسانا برّا معجل
اولئک نحو العرش ھامت قلوبھم
وفی ملکوت العزماوی ومنزل

یعنی میں نے ان لوگوں کے ساتھ سیر کی جن کے دل عالم غیب میں محو ہیں اور انھوں نے بزرگ مسجدوں کے قرب میں جولان کیا ہے اور خدائے جبار کے دربار سے شفقت ومہربانی اور مقصود

احسان اور عاجل نیکی کو پہنچے ہیں۔ان کے دل عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہیں اور عزت و بزرگی کے ملکوت میں منزل رکھتے ہیں۔ الغرض وہ خرقہ مبارک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوا اور پھر آنحضرتؐ سے جناب علی کرم اللہ وجہٗ کو پہنچا شدہ شدہ اولیاء نامدار اور مشائخ کبار تک سلسلہ بسلسلہ اور ہاتھوں ہاتھ پہنچا جیسا کہ انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان ہوتا ہے۔

خواجہ حسن بصری کے حالات

نبوت کی گودی میں پرورش پائے ہوئے۔فتوت و جوانمردی کی کان دریائے علم کے غواص وعمل کے خزانے تابعین کے سردار پرہیزگاروں کے امام و پیشوا مجلس عرفان کے متفق علیہ صدر نشین خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں۔ منقول ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ نے ارادت کا خرقہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنا۔اس بزرگ کے فضائل بے شمار اور مناقب انگشت ہیں۔خواجہ حسن بصری کی والدہ جناب بی بی ام سلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرم محترم کی موالی میں سے تھیں۔خواجہ حسن بصری شیر خوار تھے کہ آپ کی والدہ گھر کے کاروبار میں مشغول تھیں۔ جب خواجہ بھوک کے مارے رونے لگے تو جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی چھاتی مبارک اس شدنی اور ہونہار بچے کے منہ میں دیدی خدا کی شان کہ فوراً دودھ اتر آیا اور چند قطرے خواجہ کے پیٹ میں اتر گئے۔خواجہ سے جو بعد کو برکتیں اور کرامتیں ظہور میں آئیں ان کا یہی سبب تھا قطع نظر اس کے حضرت ام سلمہ خواجہ کے حق میں ہمیشہ یہ دعا کیا کرتی تھیں کہ خداوندا اسے خلق کا مقتدا اور پیشوا بنا۔آپ نے ایک سو تیئیس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پایا۔منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں تشریف لائے اور تمام واعظوں کا وعظ و ذکر بند کر دیا۔اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ تمام منبر توڑ ڈالے جائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی ازاں بعد آپ خواجہ حسن بصری کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا تم عالم ہو یا متعلم خواجہ نے عرض کیا کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں بلکہ جو باتیں مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچی ہیں۔میں انہیں خلق کو پہنچاتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا شائستہ جواب سن کر فرمایا کہ اس جوان کی بات معقول اور نتیجہ خیز ہے۔جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مجلس سے تشریف لے

جانے لگے تو خواجہ منبر سے اتر کر آپ کے پیچھے روانہ ہوئے اور آپ کا دامن پکڑ کر کہا خدا کے لیے آپ مجھے وضو کرنا سکھا دیجئے۔ چنانچہ اوس مقام پر جواب باب الطشت کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ایک طشت لایا گیا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ نے خواجہ حسن کو وضو کرنا سکھایا منقول ہے کہ خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ میں خدا تعالیٰ کا خوف و بکا قدرتی طور پر تھا آپ ہر وقت خوف خدا سے لرزتے اور ہمیشہ گریہ وزاری میں زندگی بسر کرتے۔ کاتب الحروف نے حضرت سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ جس رات کو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو یہ آواز برآمد ہوئی۔ ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل الحسن یعنی خدا تعالیٰ نے آدم ونوح اور آل ابراہیم اور اولاد حسن کو اور لوگوں میں سے چھانٹ لیا ہے۔ جس رات خواجہ حسن کی وفات ہوئی اس شب میں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے چوپٹ کھلے ہوئے ہیں اور ایک مناد باآواز بلند پکار رہا ہے کہ خواجہ اپنے خدا کے پاس پہنچ گیا اور اس کا خدا اس سے بالکل خوش اور راضی ہے۔

خواجہ عبدالوہاب زیدؒ کے حالات

شیخ شیوخ العالم علامہ دہر قطب عالم خواجہ عبدالواحد زید جو صاحب کرامات اور عالی درجات ہیں آپ نے خرقہ ارادت خواجہ حسن بصری سے پہنا (خدا تعالیٰ اسے روح وراحت کا شرف عنایت فرمائے)

منقول ہے کہ ایک دن درویشوں کی ایک جماعت حضرت خواجہ عبدالواحد کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی اور بھوک کی وجہ سے بے تاب وبیقرار تھی کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی سب نے اتفاق کر کے خواجہ سے درخواست کہ اس وقت ہمیں حلوا مطلوب ہے آپ نے پہلے پہل تو درویشوں کے التماس پر چنداں توجہ نہیں کی لیکن جب ان کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا تو خواجہ عبدالواحد زید نے آسمان کی جانب منہ اٹھا کر درویشوں کے لیے درخواست کی فوراً طلائی دینار مینہ کی طرح برسنے لگے آپ نے درویشوں کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ ان دیناروں میں سے صرف اتنا ہی لے لو جس سے حلوا بقدر کفاف موجود ہو سکے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن خواجہ نے اس حلوے میں سے کچھ نہیں کھایا منقول ہے کہ خواجہ عبدالواحد زید کو آخر میں فالج ہو گیا تھا ایک

دن کا ذکر ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا اور آپ کی خدمت میں کوئی شخص موجود نہ تھا کہ جو وضو کرا دیتا۔ جب آپ کو نماز کا وقت جاتے رہنے کا خوف ہوا تو جناب الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر مناجات کی کہ الٰہی مجھے اس قدر قوت بخش دے کہ وضو کرلوں اس کے بعد جو تیری مرضی ہوگی میں بھی اس میں خوش ہوں گا چنانچہ خواجہ نے فوراً صحت پائی اور اپنے آپ اپنی مراد کے موافق وضو کیا لیکن جب بچھونے پر تشریف لے گئے تو پھر فالج میں مبتلا ہو گئے۔

خواجہ فضیلؒ کے حالات

اہل حضرت کے بادشاہ۔ درگاہ وصلت کے سرتاج۔ ولایت کے آسمان، درایت کے آفتاب، کثیر الفضائل ابو علی الفضیل بن عیاض قدس سرہ ہیں آپ مشائخ کبار اور اپنے زمانہ کے معزز سرداروں میں سے تھے۔ اکثر گریہ وزاری میں مصروف رہتے اور ہمیشہ رنج وغم میں ڈوبے رہتے تھے دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہمیشہ کسی گہری اور سخت فکر میں محو رہتے ہیں۔ آپ نے ارادت کا خرقہ جناب خواجہ عبدالواحد سے پہنا تھا۔ آپ کے عبرت آمیز اور پر نصیحت کلمات میں سے چند کلمے یہ ہیں۔ لایتکمل ایمان العبد حتی یؤدّی ما افترض اللہ علیہ و یجتنب ماحرم اللہ علیہ و یرضی بما قسم اللہ لہ ثم خاف مع ذالک ان لا یتکمل الایمان و لا یقبل منہ. یعنی بندہ کا ایمان اسی وقت تکمیل کو پہنچتا ہے جب کہ وہ خدا کے مفروضات کو نہایت جرات وآزادی کے ساتھ ادا کرتا اور محرمات وممنوعات سے محترز رہتا اور خدا کی قسمت پر گردن تسلیم خم کر دیتا ہے۔ پھر باوجود ان تمام باتوں کے ہر وقت اسبات سے خائف وترسان رہتا ہے کہ مبادا اس کا ایمان تکمیل کو نہ پہنچا ہو اور خداوندی دربار میں نظر قبول سے نہ دیکھا گیا ہو اسی طرح یہ بھی آپ کا قول ہے۔ اذا احب اللہ عبدا اکثر غمہ و اذا ابغض عبدا اوسع علیہ دنیا. یعنی جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اوقات اسے غم والم پہنچاتا رہتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو اس پر دنیا کو وسیع کر دیتا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔ لو عرضت علی الدنیا بحذافیر ھا و لا احاسب بھا لکنت اتقذرھا کما یتقذر احد کم الجیفۃ۔ یعنی اگر مجھ پر دنیا بتمامہا پیش کی جاتی اور اس پر مجھ سے حساب نہ لیا جاتا تو بھی میں اُسے اسی طرح پلید و نجس جانتا جس طرح کہ تم مردار کو پلید جانتے

ہو' اور یہ بھی آپ ہی کا حکیمانہ مقولہ ہے۔ ترک العمللا جل الناس ھو الریاء والعمل لا جل الناس ھوالشرک ۔یعنی لوگوں کی وجہ سے عمل چھوڑ دینا ریا ہے اوران کے لیے عمل کرنا شرک ہے۔ ابوعلی رازی نقل کرتے ہیں کہ میں خواجہ فضیل کی صحبت میں کامل تیس برس تک رہا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ میں نے اس دراز مدت میں کسی وقت آپ کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ البتہ ایک دن لوگوں نے آپ کو مسکراتے دیکھا جیسا کہ آپ کے صاحبزادے علی جو آخر میں اولیا کے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے نقل کرتے ہیں۔ اس وقت آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم نے آپ کو کبھی مسکراتے نہیں دیکھا آج آپ کے اس تبسم کی کیا وجہ ہے فرمایا جس کام کو خدا دوست رکھتا ہے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں۔ منقول ہے کہ جب خواجہ فضیل ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تھے تو آپ رہزنی کیا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے تاجروں کے ایک قافلہ پر گھیرا ڈالا۔ قافلہ میں سے ایک قاری نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ۔یعنی کیا ابھی لوگوں پر وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل خدا کے ذکر کے سبب ڈر جائیں۔ قاری نے یہ موثر الفاظ کچھ ایسے دردناک لہجہ سے ادا کیے جن کا اثر خواجہ فضیل کے دل میں برقی قوت بن کر دوڑ گیا اور ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آخر انہوں نے یہ کہہ دیا۔ ''یارب قدان''۔ یعنی خداوندا بے شک وہ وقت آپہنچا ہے۔ اس کہنے کے ساتھ ہی آپ کو رقت ہوئی اور اس دن سے آپ نے اس ظالمانہ پیشہ سے توبہ کی اور اپنے مخالفوں کو خوش کر دیا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے کوفہ میں آئے اور فاضل اجل امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کی صحبت اختیار کی اور بے شمار اولیاء اللہ سے ملاقات کی۔

ہارون رشید کا ایک عجیب واقعہ

ہارون رشید کا وزیر فضیل بن ربیع روایت کرتا ہے کہ میں مکہ کے سفر میں ہارون رشید کے ساتھ تھا جب ہم حج کے ارکان ادا کر کے فارغ ہو گئے تو ہارون نے مجھے پوچھا کہ یہاں مردان خدا سے کوئی ایسا باکباز مرد ہے جس کے قدمبوسی کی سعادت میں حاصل کروں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں عبدالرزاق صنعانی بڑے باخدا اور صاحب دل آدمی ہیں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں پہنچے ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد خلیفہ نے مجھے اشارہ کیا کہ ان سے پوچھ۔ آپ کو کسی

کا کچھ قرضہ دینا ہے۔ میں نے خلیفہ کا یہ اشارہ پا کر دریافت کیا جس کے جواب میں عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں مجھے فلاں شخص کا قرضہ دینا ہے خلیفہ ہارون نے حکم دیا کہ جن لوگوں کا آپ پر قرضہ آتا ہے وہ چھڑا دیں۔ ازاں بعد ہارون نے مجھ سے کہا اے فضیل ہنوز میں سیر نہیں ہوا بلکہ میرا دل کسی اور خداترس سے ملنے کو چاہتا ہے۔ میں نے کہا سفیان بن عینیہ یہاں موجود ہیں ان سے چل کر ملئے چنانچہ ہم سفیان کی خدمت میں پہنچے۔ ہارون نے بہت سی گفتگو کے بعد کہا آپ کو کسی کا قرضہ دینا ہے سفیان نے کہا ہاں۔ یہاں بھی ہارون نے ان کا قرضہ چھڑوا دیا اور پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔ فضیل، ابھی مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا اور مجھے کسی ایسے شخص سے ملنے کی خواہش ہے جو ان دونوں سے بڑھ کر ہو مجھے فوراً یاد آ گیا اور میں نے شتابانہ لہجہ میں کہا خلیفہ! یہاں خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں ان کے پاس چلنا چاہیئے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے ہیں تو آپ حجرے میں قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور نہایت ترتیل کے ساتھ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلهم کالذین امنو اعملو الصالحات. یعنی کیا بدکاروں کا گمان ہے کہ ہم انہیں ایمانداروں اور شائستہ کاروں کے برابر کر دیں گے۔ جب اس آیت کے پُر اثر الفاظ ہارون رشید کے کان میں پڑے تو بے ساختہ بول اٹھا فضیل! بس یہی ایک آیت بس کرتی ہے۔ فضیل کہتے ہیں میں نے حجرے کا دروازہ کھٹ کھٹایا۔ خواجہ نے فرمایا کون؟ میں بولا امیر المومنین ہارون رشید! فرمایا: "مالی ولا امیر المومنین"۔ یعنی مجھ میں اور امیر المومنین میں کیا تعلق۔ ہارون نے کہا میں اپنے نفس کی شفاعت کے لیے آیا ہوں اور یہ کام کرنا آپ کو ضرور ہے خواجہ نے جھٹ چراغ گل کر دیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر ایک کونے میں کھڑے ہو گئے ہارون حجرے میں آ کر آپ کو ڈھونڈنے لگا اور دفعتہً اس کا ہاتھ خواجہ پر جا پہنچا آپ نے فرمایا آہ آج تک میں نے اس ہاتھ سے زیادہ نرم کوئی ہاتھ نہیں دیکھا بشرطیکہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے۔ یہ سن کر ہارون رونے لگا اور اس قدر رویا کہ بے ہوش ہو گیا ہوش میں آنے کے بعد بولا خواجہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا اے امیر المومنین تیرے جد امجد نے جو جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واجب الاحترام چچا تھے آنحضرتؐ سے ایک قوم پر حکومت کرنے کی درخواست کی تھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا تھا کہ اے میرے بزرگ چچا آپ کا ایک سانس خدا کی فرمانبرداری تھی میں ان ہزار برسوں سے کہیں بہتر ہے جن میں خلق آپ کی اطاعت کرے "لان الامارۃ یوم القیامۃ

نــدامة ''۔ کیونکہ حکومت قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی۔ ازاں بعد ہارون رشید بولا کچھ اور بھی نصیحت کیجئے۔ خواجہ فضیل قدس سرہ نے فرمایا۔ اے امیر المومنین مجھے خوف ہے کہ مباد اتیرا یہ خوبصورت اور دلگیر چہرہ دوزخ کی آگ میں مبتلا ہو تجھے خدا ترسی اور اس سے بہتر اس کی حق گذاری چاہئے۔ جب یہ سب باتیں ہو چکیں تو ہارون رشید نے کہا کہ کیا آپ کو کسی کا کچھ قرض دینا ہے فرمایا ہاں خدا کا بہت بڑا قرضہ میرے ذمہ ہے جس کے ادا کرنے میں مشغول ہوں حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے جمع کردے۔ آپ کی یہ عبرت انگیز باتیں سن کر ہارون نے ہزار طلائی دینار کی ایک تھیلی خواجہ کے آگے رکھ دی اس پر خواجہ نے برہم ہو کر فرمایا اے امیر المومنین افسوس میری یہ نصیحتانہ باتیں تجھے کچھ بھی مفید نہ پڑیں کیونکہ میں تجھے نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تو مجھے مصیبت و بلا میں ڈالتا ہے۔ ہارون روتا ہوا باہر نکل آیا اور مجھے کہنے لگا کہ حقیقت میں خواجہ فضیل بن عیاض ایک پاک اور معزز فرشتہ ہے۔ منقول ہے کہ خواجہ نے ماہ محرم 87 ہجری میں بمقام مکہ وفات پائی۔

خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے حالات

سلطان السالکین مقرب حضرت رب العالمین مملکت دنیا کے تارک سلطنت عقبیٰ کے صاحب ظل الٰہی خواجہ ابراہیم ادھم قدس اللہ سرہ العزیز ہیں جو طرح طرح کے معاملات اور قسم قسم کے حقائق مشاہدات میں پورا اور کافی حصہ رکھتے ہیں اور تمام دنیا میں عام مقبولیت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں آپ نے اکثر مشائخ کبار کی صحبت پائی تھی اور خرقہ ارادت خواجہ فضیل عیاض کی خدمت سے حاصل کیا تھا۔ ایک بزرگ آپکی بابت فرماتے ہیں

ترک ابن ادھم ملکہ ومنزلہ
فانی الفضیل متابعالمعادہ
ترک الخزائن والجنود واھلہ
فاقام ساعدہ مقام وسادہ

یعنی ابراہیم بن ادھم اپنا ملک اور اپنا مکان چھوڑ کر خواجہ فضیل کی فرمانبرداری میں آئے انھوں نے اپنے خزانہ، لشکر، اہل وعیال چھوڑ کر خواجہ فضیل کے تکیہ کی جگہ اپنی باہیں

بچھادیں''۔ ابراہیم بن ادھم قدس سرہٗ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کی صحبت میں بھی کچھ دنوں رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام صاحب آپکی نسبت یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے ''سیدنا ابراھیم بن ادھم قدس اللہ سرہ''۔ امام کے یاروں نے کہا کہ انھوں نے سیادت کس وجہ سے پائی فاضل امام نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی خدمت میں مشغول رہے اور ہم دوسرے کاموں میں مصروف۔ خواجہ جنید قدس سرہ جو اولیاء اللہ کے سرتاج ہیں فرماتے کہ مفاتح العلوم ابراہیم بن ادھم۔ یعنی ابراہیم بن ادھم تمام علوم کی کنجی ہیں آپکی توبہ کا سبب چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے اس لیئے یہ محل اسکے لکھنے کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کا قول ہے ''ان التصوف التکریم و التسلیم و التطرق و التلطف''۔ یعنی تصوف کیا ہے؟ تمام مخلوقات کو بزرگ رکھنا اپنے تئیں خدا کے حوالہ کر دینا۔ ہر لحظہ خدا کی طرف نظر رکھنا بندوں کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کرنا۔ یہ بھی آپ کا مقولہ ہے ''واتخذ اللہ صاحبا و دع الناس جانبا''۔ یعنی لوگوں کو ایک کنارہ چھوڑ کر خدا کو اپنا صاحب بنا۔ آپ یہ بھی کہا کرتے تھے ''کثرۃ النظر الی الباطل یذھب معرفتہ الحق من القلب''۔ یعنی باطل چیز کی طرف بکثرت دیکھنا دل سے معرفت حق لے جاتا ہے۔ یہ بھی آپ کا قول ہے ''قلتہ الحرص و الطمع یورث الصدق و الورع و کثرۃ الحرص و الطمع یکثر الغم ولجزع''۔ یعنی حرص وطمع کی قلت راستبازی اور پرہیزگاری پیدا کرتی ہے اور انکی کثرت سے غم اور بے قراری حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا مقولہ ہے ''قد رضینا من اعمالنا بالمعانی ومن طلب التوبتہ بالتوالی ومن العیش الباقی بالعیش الفانی''۔ یہ قول بھی آپ ہی کا ہے۔ ''اطلب یطمعک بان تقوم الیل و تصوم النھار''۔ یعنی کھانے کی تلاش اس لیئے کرنی چاہیے کہ اسکی وجہ سے رات کا قیام اور دن کا روزہ رکھا جائے۔ منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم نے ایک دفعہ ایک شخص کو صحرا میں دیکھا اس نے آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی جس کے پڑھنے کی برکت سے آپ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی حضرت خضرؑ نے فرمایا۔ کہ اے ابرہیم میرے برادر الیاس نے تمہیں اسم اعظم تعلیم کیا ہے یہ تمام برکتیں اسکی ہیں۔ آپ اکثر اوقات یہ دعا پڑھا کرتے تھے ''اللھم انقلنی من ذل معصیتک الی عز طاعتک''۔ یعنی خداوند مجھے اپنی معصیت و نافرمانی کی خواری وذلت سے اپنی طاعت کی عزت کی طرف نقل کردے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ابراہیم ادھم قدس سرہ جعفر بن منصور کے پاس آئے جو عباسیوں میں دوسرا

خلیفہ اور وارث تخت وتاج تھا۔ خلیفہ نے بڑے جوش کے ساتھ استقبال کیا اور سلام کے بعد کہا۔
اے ابو اسحٰق تمہارا کیا حال ہے خواجہ ابراہیم ادھم نے فرمایا اے امیر المومنین:

نرفع دیننا بتمزیق دیننا

فلا دیننا یبقی ولا ما نرفع

یعنی ہم نے اپنا دین پست کر کے دنیا کو بلند کیا لیکن اب نہ تو دین باقی رہا اور نہ ہی وہ چیز ہی رہی جسے ہم نے بلند کیا تھا منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم کا جاڑے کا لباس صرف ایک موٹا ٹاٹ ہوتا تھا جس کے نیچے کرتا وغیرہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ اور گرمی میں دو کپڑے ہوتے تھے جن کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی ایک کا تہ بند بناتے اور دوسرے کی چادر۔ آپ کیا سفر اور کیا حضر ہر وقت روزے سے رہتے اور راتوں کو قیام ونماز میں بسر کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ فکر وغم میں مستغرق نظر آتے تھے کھیت کاٹتے اور اسکی اُجرت سے قوت حاصل کیا کرتے۔ جب آپ کھیت کاٹنے سے فارغ ہوتے اور مزدوری کر چکتے تو اپنے کسی یار کو کھیت والے کے پاس بھیجتے اور حساب کے بعد جو اجرت وہ لاتا آپ اس میں سے کچھ نہ لیتے بلکہ اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیتے اور فرماتے جو تمہیں مطلوب ہو فوراً خرید لاؤ اور اپنے صرف میں لے آؤ لیکن جب آپکو کھیت کاٹنے کی اجرت نہ ملتی تو باغوں کی حفاظت کرنے کی مزدوری کرتے منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم ایک دن کوہ قبیس پر بیٹھے ہوئے اپنے یاروں سے باتیں کر رہے تھے کہ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی پہاڑ سے کہے کہ رواں ہو تو وہ فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر چلنے لگے۔ ابھی آپکی زبان فیض ترجمان پر یہی الفاظ جاری ہوئے تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی آپ نے پہاڑ کو ٹھکرا کر فرمایا کہ او ابو قبیس ٹھہر جا میں نے تجھے رواں ہونے کا حکم نہیں کیا ہے بلکہ اپنے یاروں کی خدمت میں تمثیل کے طور پر بیان کر رہا تھا منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم ایک دفعہ دریا کے سفر میں جہاز پر سوار تھے اور اپنی کملی میں لپٹے ہوئے مراقبہ میں مشغول تھے اسی اثنا میں ایک نہایت تیز وتند ہوا چلنی شروع ہوئی اور اس نے یہاں تک طول پکڑا کہ جہاز کے ڈوب جانے کا خوف سب پر طاری ہو گیا۔ تمام اہل جہاز جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور گڑ گڑا کر عرض کیا کہ حضرت کیا حال ہے۔ ہم تو معرض ہلاکت میں پڑے ہوئے ہین آپ یہاں بیٹھے نیند میں مشغول ہیں خواجہ ابراہیم نے کملی سے سر نکالا اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا خداوند ہم تیری قدرت کاملہ کو دیکھ چکے ہیں اب تو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما۔ دعا کے بعد اہل جہاز کو بہت ہی تھوڑا انتظار کرنا پڑا کہ ہوا بند ہو گئی اور جہاز پانی

کی سطح پر ٹھہر گیا منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خدا کی اجازت و حکم سے جنگل میں نکل گیا۔ جب میں بمقام ذات الوق پہنچا تو ستر گدڑی پوشوں کو دیکھا کہ مرے پڑے ہیں اور خون کی ندیاں ان کے جسموں سے بہہ رہی ہیں میں انکے قریب گیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان میں کچھ حیات مستعار باقی ہے میں اس کے سرہانے جا کھڑا ہوا اور نہایت نرمی کے لہجہ میں کہا اے نوجوان مرد یہ کیا کیفیت ہے اس نے آنکھیں کھول کر کہا یا ابا ادھم علیک بالماء المحراب۔ یعنی اے ادھم کے بیٹے تجھے پانی اور محراب لازم ہے مطلب یہ کہ ہمیشہ با وضو رہ اور محراب طاعت میں زندگی بسر کر۔ تو دور مت جا کہ مہجور و محروم رہے گا اور اس قدر قریب بھی نہ آ کہ رنج اندوہ اٹھائے گا مبادا کوئی شخص بساط سلاطین پر گستاخی کرے تجھے ایسے دوست سے ڈرنا چاہیئے جو حاجیوں کو رومی کافروں کی طرح قتل کرتا ہے اور حاجیوں سے جہاد کرتا ہے۔

واضح ہو کہ ہم ستر آدمی جنہیں تو اس وقت خاک و خون میں غلطاں دیکھتا ہے صوفیوں کی جماعت ہیں ہم نے توکل کی صحرا میں قدم رکھا تھا اور اس پر عزم بالجزم کر لیا تھا کہ کسی سے بات نہ کریں گے اور بجز خدا اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے اندیشہ نہ کریں گے نیز اس کے سوا کسی اور کی طرف التفات نہ کریں گے لیکن جب ہم حرم میں پہنچے تو خضرؑ نے ہم سے ملاقات کی ہم نے سلام کیا اور انھوں نے بڑی خندہ پیشانی سے ہمارے سلام کا جواب دیا جس پر ہم بہت خوش ہوئے اور سب نے مل کر کہا الحمد اللہ ہماری محنتیں ٹھکانے لگیں اور ہماری کوششیں مشکور ٹھہریں اس سے بڑھ کر طالب کے لیئے اور کیا چیز ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مطلوب و مقصود کو پالے۔ حضرت خضرؑ نے ہمارا استقبال کیا اور وہ خود ہم سے ملاقات کرنے کے لیئے تشریف لائے بس ہمارا یہ کہنا تھا کہ ہاتفِ غیب نے ایک قہرناک آواز سے ہمیں پکارا کہ اے جھوٹو! اور اے مدعیو! تمہارے عہد و پیمان یہ تھے کہ ہمیں کبھی فراموش نہ کرو گے اور ہمارے غیر کی طرف مشغول نہ ہو گے تم نے اپنے عہدوں کو توڑ دیا کہ ہمیں بھول کر ہمارے غیر کی جانب مصروف ہو گئے جاؤ میں اس عہد شکنی کے جرم میں تمہاری جانیں غارت کروں گا اور جب تک تمہاری اچھی طرح خونریزی نہ کر لوں گا کبھی تم سے صلح نہ کروں گا۔ اے ابراہیم جن جوان مردوں کو تم خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھ رہے ہو یہ سب کے سب حق تعالیٰ کے شہید ہیں ابراہیم! اگر تم بھی ایسا کر سکتے ہو تو اس راہ میں قدم رکھو ورنہ ہم سے دور ہو جاؤ۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

خونریز بود ہمیشہ در کشور ما

جان عود بود ہمیشہ در مجمر ما

داری سر ما و گر نہ دور از بر ما
مادوست کشیم تو نداری سر ما

خواجہ قدس سرہ گھائل نوجوان کی یہ باتیں سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور دوبارہ پوچھا کہ مجھے صرف اس قدر دریافت کرنا اور باقی ہے کہ تم کس طرح زندہ رہے جواب دیا کہ اور سب لوگ پختہ کار تھے چونکہ مجھ میں خامی تھی اس لیئے کہا گیا کہ تو جانکنی کی شدت وسختی مین پختگی حاصل کر اور جب پختہ کاری تجھے نصیب ہو جائے تو ان کے قدموں کے پیچھے پیچھے چلا آ۔ یہ کہا اور جاں بحق تسلیم کر گیا۔ منقول ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم آخر عمر میں لوگوں کی نظروں سے مخفی ہو گئے اور کسی کو معلوم نہیں کہ آپ کس جگہ آرام فرمارہے ہیں۔ بعض کہتے ہیں بغداد میں ہیں اور بعض کہتے ہیں شام میں ہیں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ آبادی سے بھاگ کر اس غار میں پہنچے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر شریف ہے اور وہیں آپ نے وفات پائی جب آپ کا انتقال ہوا تو ایک آواز باین مضمون لوگوں کو سنائی دی "الا ان امان الارض قدمات"۔ یعنی ہوشیار ہو جاؤ کہ جس سے اہل زمین کو امن وامان حاصل تھی وہ آج زمین سے اٹھ گیا۔ یہ آواز سن کر تمام لوگ متحیر تھے کہ معاملہ کیا ہے یہاں تک کہ خبر آئی کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ انتقال کر گئے۔

خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کے حالات

وافر الفضل والاحسان اکرم اہل ایمان اولیا کے بادشاہ فقراء کے مقتدا شیخ العصر علامتہ الدہر سرمست جام بے غشی جناب خواجہ حذیفہ المرعشی ہیں (خدا اللہ تعالیٰ انہیں بخشش ورضا مندی کے ساتھ مخصوص فرمائے) جو مشائخ زمانہ کے سرتاج اور نامداروں کے سردار ہیں آپ نے ارادت واعتقاد کا خرقہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت سے زیب تن فرمایا اور سالہا سال کیا سفر اور کیا حضر میں آپکی خدمت مبارک میں ملازم رہے۔ اس واجب الاحترام بزرگ کی نظر میں اعمال خیر اور نیک نامی کی کارگذاریاں کچھ بھی وزن وقدر نہیں رکھتی تھیں۔ خواجہ حذیفہ کا قول ہے۔ لوجاء لی رجل وقال واللہ الذی لا الہ لا ھو یا حذیفۃ ما عملک عمل من یو من بیوم الحساب فاقول لہ یاھذا لا تکفر عن یمینک فانک لا تحنث۔ یعنی اگر میرے پاس کوئی شخص آ کر یوں کہے کہ اے حذیفہ اس خدائے مقدس کی قسم جس کے سوا

کوئی پرستش کے لائق نہیں تیرا عمل ان لوگوں جیسا عمل نہیں ہے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں کہ اے شخص تو سچا ہے اور تو نے ایک ایسی واقعی اور سچی بات پر قسم کھائی ہے جس کا کفارہ دینا تجھے ضرور نہیں اور تو اپنی قسم میں حانث نہیں ہوا۔ اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہے۔ "ایاکم وھذا بالفجار ولسفھاء فانکم اذا اقبلتموھا ظنوا بانکم رضیتم بفعلھم" ۔ یعنی لوگو! تم بدکاروں اور بے عقلوں سے اپنے نفسوں کو دور رکھو کیونکہ جب تم انکی طرف متوجہ ہو گے تو وہ گمان کریں کہ تم انکی کرتوت سے راضی ہو۔

خواجہ ہبیرۃ البصریؒ کے حالات

اماموں کے سردار، امت کے مقتدا شرلعیت کے معین و مدگار طریقت کے استاد، عارفین کے تاج سالکوں کے رہنما خواجہ ہبیرۃ البصری ہیں۔ آپ نے ارادت کا خرقہ خواجہ حذیفہ المرعشی کی خدمت سے حاصل کیا تھا۔ یہ واجب الاعتصام بزرگ علماء وقت کے مقتدا اولیاء زمانہ کے سرتاج تھے اور خدائے جل وعلا کی معرفت میں تمام مشائخ کبار کے درمیان انتہا سے زیادہ شہرت رکھتے تھے۔ آپ درجات رفیع اور مقامات عالی رکھتے اور عمل فضل میں بے نظیر اقتدار رکھتے تھے۔

خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کے حالات

فقراء کے درخشاں آفتاب، اتقیا کے چمکدار ماہتاب منتخب اور برگزیدہ لوگوں کے شیخ وقت، صاحب کشف وکرامت، ذات وصفات میں پسندیدہ سرداری کے خلعت سے ممتاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری ہیں (خدا تعالیٰ ان کے مرقد کو اپنے انوار اقدس سے منور کرے) اس معزز اور پاک نفس بزرگ نے خرقہ ارادت خواجہ ہبیرہ بصری سے زیب تن فرمایا۔ آپ ریاضات ومجاہدات میں نہایت بلند و ارفع درجہ رکھتے اور مشاہدات میں انتہا سے زیادہ قدر ومنزلت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ زندگی میں دن کو کبھی کچھ کھایا نہ پیا چنانچہ لکھا ہے جب بزرگ خواجہ پیدا ہوئے تو صرف رات کو دودھ پیا کرتے تھے لیکن صبح کی پو پھٹتی تو اس وقت سے لیکر شام تک دہن مبارک میں چھاتی نہ لیتے غرضیکہ ابتدائے پیدائش سے منتہائے عمر تک

ہمیشہ روزہ سے رہے اور کبھی افطار نہیں کیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے ملاقات کی

هو الذی قد صام فی ایامه

من مهده حتی زمان رقاده

یعنی یہ بزرگ وہ مقدس شخص ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی ایام گہوارہ سے قبر میں آرام کرنے کے وقت تک روزہ میں بسر کی۔

خواجہ ابواسحاق شامیؒ کے حالات

اولیاء کے تاج، اصفیا کے روشن چراغ، تمام مشائخ کے بادشاہ، اپنے عہد کے مقتدا، خواجہ ابواسحاق چشتی ہیں۔ جو عالم نیاز کے سلطان، دنیائے راز کے بادشاہ تھے آپ نے خرقہ خلافت جناب خواجہ ممشاد علوٗ دینوری سے پہنا تھا۔ ایک بزرگ آپ کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

وبه اقتدی من اهل چشت شیوخهم

کل ولی الله فی میلاده

منهم ابو اسحاق اکبر شیخهم

طود سماء من شیخ اطواده

اضحی هدا ة الذین یتبعونه

لا یعدلون النهج فی معتاده

یعنی اہل چشت کے مشائخ میں تمام اولیاء اللہ نے اس کے میلاد میں اقتدا کی ان میں سب سے بڑے اور ذی وجاہت شیخ ابواسحاق ہیں جو مشائخ میں ایسے ہیں جیسے پہاڑوں میں ایک بلند اور اونچا پہاڑ۔ دین کے رہبر کے پیرو ہیں اور ان کی راہ سے عدول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں آپ نے عالم مکاشفات کے اسرار میں غایت درجہ کی کوشش کی اور صحو کی صورت کو اپنا زیور ٹھرایا۔

خواجہ ابواحمد چشتیؒ کے حالات

عمدۃ الابرار قدوۃ الاخیار اولیاء کے بادشاہ اصفیا کے سلطان اتقیا کے برہان خواجہ ابو احمد چشتی قدس سرہ ہیں جو ملک مکاشفات کے ممالک کے حکمران اور مشاہدات کے دارالسلطنت

کے بادشاہ تھے آپ نے خرقہ ارادت خواجہ ابواسحاق چشتی قدس اللہ سرہ سے حاصل کیا اور دوست کے بھیدوں میں سے کوئی بھید کبھی ظاہر نہیں کیا تھا آپ نے عالم ذوق وشوق میں حکومت وسلطنت کی ذرا پروانہ کی اور وارثان تاج وتخت کی طرف کبھی التفات نہیں کیا۔

خواجہ محمد چشتیؒ کے حالات

مشائخ وفقراء کے قطب، ائمہ وعلما کے پیشوا اوتاد کے جائے پناہ، عابدوں زاہدوں کے ذریعہ فخر خواجہ شیخ محمد چشتی ہیں (خدا تعالیٰ ان کے مرقد کو پاک کرے اور ان کا مشہد ومزار منور درخشاں فرمائے) جو انواع کرامات سے آراستہ اور درجات مشاہدات سے پیراستہ تھے۔ آپ نے خرقہ ارادت خواجہ احمد چشتی کی خدمت سے زیب تن فرمایا تھا۔ منقول ہے کہ خواجہ محمد چشتی اکثر اوقات عالم تحیر میں ڈوبے رہتے تھے اور سالہا سال آپ کا مبارک پہلو زمین پر نہ پہنچتا تھا آپ مجاہدہ کے انتہائی درجہ اور غلبۂ شوق میں سرنگوں ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کے مکان میں ایک عمیق اور نہایت گہرا کنواں تھا جس میں الٹے لٹک کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ دجلہ کے کنارے پر بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ مبارک سی رہے تھے کہ اسی اثناء میں خلیفۂ وقت کے فرزند رشید کا اس طرف سے نہایت شان وشوکت سے گذر ہوا۔ جب اس کی پر شوق نظریں آپ پر پڑیں تو کوکبۂ خلافت سے علیحدہ ہو کر اور گھوڑے سے اتر کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور زمین کو بوسہ دے کر مؤدب بیٹھ گیا۔ خواجہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بڑھیا عورت کسی ملک میں ایک رات بھی فاقہ سے سو رہے گی تو وہ قیامت کے دن حاکم وقت کا دامن پکڑ کر خداوندی دربار میں اپنی فاقہ کشی کی مصیبت کا استغاثہ کرے گی یہ سن کر خلیفہ کا فرزند اٹھا اور ہر قسم کی مایحتاج اور معیشت کے ضروری سامان فراہم کر کے خواجہ کی خدمت میں پیش کیئے خواجہ نے ایک نہایت خوش آئند مسکراہٹ سے فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے طبقے میں سے کسی نے ان تحفوں کو نظر قبول سے نہیں دیکھا ہے۔ اور ہم لوگ اس کی ذرا بھی حاجت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر خواجہ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ اور کہا، خداوندا جن چیزوں کا تو اپنے پیارے بندوں کو مشاہدہ کراتا ہے انکی ایک جھلک اسے بھی دکھادے۔ خواجہ ابھی ان باتوں کا سلسلہ ختم بھی نہ کر چکے تھے کہ دجلہ کی مچھلیاں طلائی دینار منہ میں لیئے ہوئے پانی کی سطح پر ابل پڑیں جس سے خلیفہ کے فرزند کو تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی۔ خواجہ

نے فرمایا، یہ تعجب کی بات نہیں ہے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیئے غیبی خزانوں کے دروازے کھول دیئے ہیں اور انہیں ان میں سے تصرف کرنے کی پوری قدرت عنائیت فرمائی ہے اور جب یہ ہے تو ہم تمہارے لائے ہوئے تحفوں کی حاجت نہیں رکھتے۔

خواجہ ابو یوسف چشتی رح کے حالات

علماء کے تاج، اولیا کے سردار، اذکیاء کے مقتدا، صوفیوں کے پیشوا، ملت و مذہب کے معاون و مددگار طریقت کے دوسرے بازو، حقیقت کے کمال خواجہ ابو یوسف چشتی ہیں۔ آپ کی معجز نما کرامتیں عالم میں ظاہر اور حکیمانہ ہدایتیں واضح ہیں (خدا تعالیٰ آپ کے روضہ مقدس کو منور اور قبر شریف کو ٹھنڈا رکھے) اس بزرگ نے خرقہ ارادت خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے زیب تن کیا تھا منقول ہے کہ ایک دن خواجہ ابو یوسف چشتی رستہ میں چلے جاتے تھے اثناء میں چند لوگ نظر پڑے جو ایک مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے لیکن جو کڑیاں مسجد کی چھت پاٹنے کے لیے اوپر لے جاتے تھے وہ موازنہ عمارت سے چھوٹی نکلتی ہیں لوگ حیرت میں تھے کہ اب کیا کرنا چاہیئے اسی حیرت اور پریشانی کے وقت خواجہ وہاں پہنچ گئے اور انکی پریشانی کی وجہ دریافت کی جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ فوراً گھوڑے سے اتر آئے اور مسجد کی دیوار پر تشریف لے جا کر کڑی کا سرا اپنے مبارک ہاتھ سے پکڑا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر دیوار پر رکھا اب جو اندازہ کیا جاتا ہے تو کڑی اس طرف سے پوری گز بھر مسجد کی عمارت سے بڑھ گئی جس طرف سے خواجہ نے ہاتھ لگایا تھا چنانچہ اس وقت تک وہ کڑی گز بھر مسجد کی عمارت سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اس مسجد میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو اس وقت علی حالہ موجود ہے۔ منقول ہے کہ خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہ کو قرآن مجید یاد نہیں ہوتا تھا اور اس وجہ سے اکثر اوقات نہایت متردد و متفکر رہتے تھے یہاں تک کہ ایک رات آپ اسی تردد میں مبتلا تھے کہ نہایت بے چینی کے ساتھ نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ آپ کے پیر خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کھڑے فرما رہے ہیں کہ ابو یوسف تمہارا کیا حال ہے مجھے تم بہت متردد معلوم ہوتے ہو۔ خواجہ ابو یوسفؒ نے کہا بے شک مجھے سخت تردد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہے فرمایا تم رنج نہ کرو سو مرتبہ سورہ فاتحہ

پڑھ لو اس کی برکت سے تمہیں کلام اللہ یاد ہو جائے گا۔ خواجہ ابو یوسف جب بیدار ہوئے تو پیر کے ارشاد کے مطابق سو دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی خدا کے فضل و کرم اور سورہ فاتحہ کی برکت سے آپ کو تمام کلام اللہ از بر ہو گیا چنانچہ اس کے بعد آپ ہر روز قرآن مجید کے پانچ ختم کرنے لگے۔

خواجہ مودود چشتیؒ کے حالات

مشائخ کبار کے سردار، نامور و مشہور اولیا کے بادشاہ مخلوق میں خدا کا سایہ، حق تعالیٰ کی ایسی تلوار جو حق کے ساتھ گویا ہوتی ہے خواجہ قطب الحق والدین رب دو جہاں کی عنایت و مہربانی کے ساتھ مخصوص، فقراء و مساکین کے خاتم اولیاء کے تاج اصفیا کے سلطان خواجہ مودود چشتی قدس سرہ ہیں جن کی فرمانبرداری کا حلقہ تمام مشائخ وقت اپنے کانوں میں ڈالے ہوئے تھے اور جن کے حکم پر برگزیدہ علما کے سر تسلیم خم تھے جملہ اہل کمال آپ کی انتہا درجہ کی تعظیم اور حد سے زیادہ تکریم و توقیر میں بڑی سے بڑی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرتے تھے اور آپکو مذہبی پیشوا اور قابل انتخاب مقتدا تسلیم کرتے تھے آپ نے خرقہ ارادت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ سے حاصل کیا۔ کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ شیخ ابو العباس قصاب نے پورے بارہ سو اولیاء اللہ کو نظر سے فنا کر دیا تھا لیکن جب خواجہ مودود چشتی نے شیخ عثمان کو نیشاپور کی حکومت و ولایت عطا فرمائی تو اسکی نظر کا اثر منقطع کر دیا۔ منقول ہے کہ جب خواجہ مودود چشتیؒ کو خانہ کعبہ کی زیارت کا اشتیاق غالب ہوتا تو فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کو خواجہ کی نظر کے سامنے لا رکھتے خواجہ نہایت ذوق شوق سے طواف کرتے اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے جب آپ طواف و نماز سے فراغت پا لیتے تو فرشتہ خانہ کعبہ کو اٹھا لے جاتے منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ زادہ بدخشاں سے خواجہ مودود چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عقیدت مندی کے ساتھ چند روز خدمت میں مصروف رہا از اں بعد درخواست کی کہ حضور اپنی کلاہ شریف مجھے عنایت فرما دیں چونکہ خواجہ پہلے ہی سے معلوم کر چکے تھے کہ اس کا دامن معصیت دنیا کی گندگی سے آلودہ ہے اور ہنوز دنیا کی محبت اس کے دل میں باقی ہے اس لیئے اس کی التماس رغبت کے کانوں سے نہ سنی اور اس کی اس درخواست کو نگاہِ قبول سے نہ دیکھا یہاں تک کہ بدخشانی بزرگ زادے نے بہت سے بزرگوں کو سفارشی بنایا

اوران کی سفارش سے خواجہ نے اپنی کلاہ مبارک بزرگ زادہ کو عنایت کی لیکن اس کے ساتھ ہی فرما دیا کہ اے جوان جب تو نے یہ کلاہ لی ہے تو اس کی حفاظت ونگہداشت بخوبی کیجیو ورنہ تو سخت پشیمان ہوگا۔ اور نہایت ندامت اٹھائے گا چنانچہ جب وہ بزرگ زادہ کلاہ لے کر بدخشاں میں پہنچا تو تھوڑے عرصہ کے بعد دنیا اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں مشغول ہوگیا شدہ شدہ یہ خبر خواجہ کو بھی پہنچی آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ کلاہ اس کا کام تمام نہیں کر دیتی۔ ابھی بہت دن نہ گذرے تھے کہ اس بزرگ زادہ کو کسی اتہام میں لوگوں نے ماخوذ کیا اور اس کی آنکھیں نکال لی گئیں منقول ہے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ العزیز چند روز بیماری کی زحمت میں مبتلا رہے اثناء مرض میں ایک اجنبی مرد جس کی صورت سے ہیبت ورعب برستا تھا خواجہ کے پاس آیا اور ایک حریر کا لکھا ہوا ٹکڑا خواجہ کے مبارک ہاتھ میں دیا آپ نے اول تو اس کا مطالعہ کیا آنکھ پر رکھ لیا اور جان بحق تسلیم کردی۔ دفعتہً عالم میں ایک شور وغل اور کہرام مچ گیا کہ خواجہ مودود چشتی دنیا سے اٹھ گئے آپ کے معتقدوں نے تجہیز وتکفین کے بعد خواجہ کا جنازہ اٹھانا چاہا لیکن یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ جنازہ کو جگہ سے جنبش تک نہیں ہوئی اور لوگ اسے اٹھا نہ سکے اس تعجب ناک واقعہ سے تمام حاضرین حیرت زدہ ہوگئے لیکن اس کے بعد فوراً ایک نہایت دہشت ناک آواز لوگوں کے کانوں میں پہنچی جس سے ان کی حیرت دوبالا ہوگئی سب لوگ پرے ہٹ گئے اور بہت سے غیبی مردوں نے آکر جنازہ کی نماز ادا کی ان کے غائب ہو جانے کے بعد حاضرین نے نماز پڑھی اور خداوندی حکم سے خواجہ کا جنازہ ہوا میں اُڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ یہ عجب قابل دید نظارہ تھا کہ جنازہ آگے آگے ہوا میں اڑا چلا جاتا تھا اور ایک بے شمار مخلوق پیچھے پیچھے چلی جاتی تھی یہاں تک کہ جو موضع جناب خواجہ کا منظور نظر تھا جنازہ ہوا سے اتر کر وہاں ٹھہر گیا خواجہ کی کہ کرامت دیکھ کر اس روز ہزاروں کافر مسلمان ہوگئے۔ اور مقدس وپاک اسلام کے آگے گردن تسلیم خم کردیں۔

خواجہ حاجی شریف زندنیؒ کے حالات

علماء کے مقتدا اولیاء کے پیشوا خواجہ حاجی شریف زندنیؒ ہیں جو حقائق حقیقت کے کلمات میں اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں بے نظیر اور عدیم المثال شہرت رکھتے تھے اس عہد کے تمام علماء فضلا بالخصوص اہل حقیقت آپ کی طرف متوجہ تھے آپ نے خرقہ ارادت خواجہ قطب الملۃ والدین مودود چشتی کی خدمت سے زیب تن فرمایا تھا۔ منقول ہے کہ خواجہ حاجی شریف زندنی نے

چالیس سال تک مخلوق سے علیحدگی اختیار کر کے جنگل و بیابان میں زندگی بسر کی اور اس عرصہ میں صرف درختوں کے پتے اور جنگلی میووں کے کھانے پر قناعت کی۔ آپ کے زہد اور ترک دنیا کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو خادم اس سے تاکیداً کہہ دیتے کہ دیکھو خواجہ کے سامنے دنیا کا ذکر ہرگز نہ کرنا اور اس کی کوئی حکایت آپ کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ زیارت کی سعادت سے محروم و بے نصیب رہو گے۔ منقول ہے کہ ایک دن ایک شخص خواجہ کی خدمت میں کچھ نقدی لایا آپ نے نہایت تند اور قہرناک آواز میں فرمایا کہ تجھے درویشوں سے کیا عداوت ہے جو خدا کے دشمن کو میرے پاس لایا ہے یہ کہہ کر آپ نے ارشاد کیا کہ ذرا صحرا کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ۔ وہ شخص دیکھتا ہے کہ صحرا میں ایک بڑا عظیم الشان سونے کا دریا پڑا لہریں لے رہا ہے ازاں بعد خواجہ نے فرمایا کہ بھلا جس شخص کو خزانہ غیب میں تصرف کرنے کی پوری قدرت حاصل ہو وہ تمہارے اس حقیر و ناچیز مال کی طرف کب نظر کر سکتا ہے۔ منقول ہے کہ سلطان سنجر کو لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ کہا میں نے جو نیک و بد کام دنیا میں کیئے تھے ایک ایک میری آنکھوں کے سامنے رکھے گئے اور عذاب کے فرشتوں کو حکم صادر ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جا کر داخل کرو۔ ابھی میں دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھ میں نہ گیا تھا کہ دوبارہ یہ فرمان صادر ہوا چونکہ اس شخص نے فلاں دن دمشق کی مسجد میں خواجہ حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی حاصل کی تھی لہذا میں نے ان کی برکت سے اسے بخش دیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کے حالات

کشف و کرامات کے صاحب عالم مشاہدات کے بادشاہ حاجی شریف زندنی کے مشہور نامور خلیفہ خواجہ عثمان ہارونی ہیں جو شریعت و طریقت اور حقیت کے علم میں اپنے وقت کے علامہ اور اوتاد و ابدال کے مقتدا تھے آپ نے خرقہ ارادت خواجہ حاجی شریف زندنی کی خدمت سے حاصل کیا۔ منقول ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری (خدا تعالی ان کے مرقد کو پاک و ستھرا کرے) فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہارونی رح کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب ہم دونوں دجلہ کے کنارے پر پہنچے تو کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ خواجہ عثمان قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ ذرا تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر جو آنکھیں کھولتا ہوں تو اپنے تئیں اور اپنے سامنے

خواجہ کو دریا کے اس پار پاتا ہوں میں نے دریافت کیا کہ خواجہ آپ نے یہ کیا کیا فرمایا پانچ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک نہایت سن رسیدہ شخص خواجہ عثمان قدس سرہ کی خدمت میں آیا جس کے چہرہ سے حزن و رنج۔ اور حزن رنج کے ساتھ انتہا درجہ کی پریشانی برستی تھی خواجہ نے دریافت کیا۔ کیا حال ہے کہ اطمینان و دلجوئی تجھ میں نام تک کو باقی نہیں رہی ہے عرض کیا حضرت! چالیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرا لڑکا غائب ہو گیا ہے نہیں معلوم وہ مر گیا ہے کہ زندہ ہے۔ میں خواجہ کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ فاتحہ کی درخواست کروں شاید میرا فرزند میرے پاس آ پہنچے۔ بڈھے کی یہ اندوہ و ملال سے بھری ہوئی تقریر سن کر خواجہ مراقبہ میں گئے اور تھوڑی دیر گذرنے کے بعد حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ہم یہ نیت کر کے فاتحہ پڑھتے ہیں کہ اس بڈھے کا لڑکا اس کے پاس آ پہنچے۔ چنانچہ آپ نے فاتحہ پڑھنی شروع کی اور ختم کرنے کے بعد بڈھے سے فرمایا جا تیرا لڑکا گھر میں آ گیا ہو گا جب بڈھا گھر میں آیا تو ایک شخص نے آ کر خوشخبری دی اور کہا لو مبارک ہو تمہارا لڑکا آ موجود ہوا جب بڈھا اپنے لڑکے سے ملاقات کر چکا تو دونوں مل کر خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ خواجہ نے پوچھا کہ تو کہاں تھا عرض کیا دریا کے ایک جزیرہ میں چند دیو مجھے پکڑ کر لے گئے تھے اور زنجیروں میں جکڑ کر قید کر رکھا تھا۔ آج میں اسی جگہ مقید تھا کہ ایک بزرگ صفت درویش جس کی شکل و شمائل آپ سے بہت ہی ملتی جلتی تھی میرے پاس پہنچا اور ہاتھ زنجیر میں کر کے مجھے اپنے پاس کھڑا کیا زنجیر خود بخود گر پڑی اور اب میں بالکل آزاد ہو گیا۔ ازاں بعد اس درویش نے فرمایا کہ میرے قدموں کے نشانات پر پاؤں رکھتا پیچھے پیچھے چلا آ۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ ذرا آنکھ بند کر جوں ہی میں نے آنکھ بند کی اپنے تئیں گھر کے دروازہ پر دیکھا۔ منقول ہے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ایک مرید میرے پڑوس میں آباد تھا جب اس نے انتقال کیا تو میں بھی اس کے جنازہ کے ساتھ گیا اور لوگ تو اسے قبر میں دفن کر کے لوٹ آئے لیکن میں ایک ساعت اس دوست کی قبر کے سرہانے بیٹھا رہا دیکھتا ہوں کہ عذاب کے فرشتے نہایت بھیانک اور خوفناک صورت میں آئے اور اس وقت خواجہ ہارونی بھی پہنچ گئے فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسے عذاب نہ کرو کیونکہ یہ میرا مرید ہے فرشتوں کو خداوندی حکم پہنچا کہ خواجہ عثمانؒ سے کہہ دو کہ یہ تمہارا سچا اور دلسوز مرید نہ تھا بلکہ برخلاف تھا۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہاں اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ میرے برخلاف تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ اپنے تئیں میرے سلسلہ سے وابستہ جانتا تھا حکم ہوا کہ فرشتو! خواجہ عثمان کے مرید سے ہاتھ اٹھا لو۔ ہم نے اسے خواجہ کو بخش دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ کے حالات

شیوخ طریقت کے شیخ، حقیقت کے اصل الاصول، اسرار الٰہی کے حامل، اوصاف صحو کے ساتھ صاحی، انبیاء مرسلین کے وارث، رسول خدا کے ہند میں نائب حضرت خواجہ معین الحق والدین خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز ہیں جو تمام اوصاف مشائخ کو جامع اور انواع کرامات اور علو درجات میں پہلے درجہ کی شہرت رکھتے تھے۔ یہ بادشاہ اہل اسلام خواجہ عثمان ہارونی کے ممتاز و معزز خلیفہ تھے۔ منقول ہے کہ شیخ اہل اسلام معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچا اور اس مقدس نفس بزرگ کی شرف ارادت سے مشرف و ممتاز ہوا تو کامل بیس سال تک خدمت اقدس میں ملازم رہا اور اس درجہ خدمت کی کہ ایک دم نفس کو آپ کی خدمت سے راحت نہ دی۔ حالت سفر میں تو حضر میں تو خواجہ کا بستر اور اوڑھنا بچھونا اپنے سر پر رکھتا تھا جب میری خدمت کا رسوخ جو کمال عقیدت مندی اور اعتقاد پر مبنی تھا خواجہ نے ملاحظہ فرمایا تو اس وقت وہ نعمت جو خواجہ کے کمال کو مقتضی تھی مجھے بخشش فرمادی خواجہ معین الدین فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق سے ہمیشہ بھاگتا رہے اور معرفت میں سدا خاموش رہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب ان جسمانی تعلقات سے باہر قدم رکھ کر نگاہ کرتے ہیں تو عاشق اور معشوق اور عشق کو ایک چیز پاتے ہیں یعنی عالم توحید میں یہ تینوں باتیں ایک ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ حاجی لوگ قالب اور جسم سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں لیکن عارف لوگ دل سے عرش وحجاز کے گرد گھومتے اور لقاء الٰہی چاہتے ہیں۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک مدت تک تو خانہ کعبہ کا طواف کیا لیکن اب خود خانہ کعبہ میرا طواف کرتا ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا حکیمانہ قول ہے کہ مرید فقر کے نام کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب کہ عالم فانی میں بقا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مرید کب ثبات و استقلال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے فرمایا جب کہ فرشتہ کامل بیس سال تک اس کے دفتر اعمال میں کوئی گناہ نہ لکھ سکے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اہل محبت کا نشان ہمیشہ خدا کی اطاعت و بندگی پر سر تسلیم خم کرنا اور اس بات سے ڈرتے رہنا ہے کہ مبادا ہم دربار خداوندی سے ذلت کے ساتھ نہ نکال دیئے جائیں۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

بدبختی اور شقاوت کی علامت معصیت میں آلودہ رہنا اور اسباب کا امیدوار ہونا ہے کہ میں خداوندی دربار میں نظر قبول سے دیکھا جاؤں گا۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سلگاؤ جب وہ سلگانا شروع کر دیں گے تو دوزخ ایک ایسا سانس لے گا جس سے تمام میدان محشر غبار آلود اور دھواں دھار ہو جائے گا لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا اور سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جو شخص اس روز کی مصیبت سے محفوظ رہنا چاہے وہ خدا کی ایسی بندگی بجالائے جو اس کے نزدیک تمام طاعتوں سے بہتر و افضل ہو حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت! وہ کونسی طاعت ہے فرمایا مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد کو پوچھنا ضعیفوں اور بیچاروں کی حاجت روائی کرنا۔ بھوکوں کا پیٹ بھرنا اور فرماتے تھے جس شخص میں ذیل کی تین خصلتیں جمع ہو جائیں گی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ ایک دریا جیسی سخاوت دوسرے آفتاب کی سی شفقت تیسرے زمین کی مانند تواضع۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس نے جو نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی اور گذشتہ لوگوں نے جو عزت و کرامت حاصل کی باطن کی صفائی سے حاصل کی۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے جو اپنے رنج و محنت کو خلق سے وابستہ نہ جانے اور فرماتے تھے اس راہ میں دو چیزوں کی بدولت انسان کو قرار و استقامت نصیب ہو سکتی ہے۔ ادب عبودیت کی وجہ سے حق تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کے باعث سے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت شیخ معین الدین اجمیر میں تشریف لائے تو اس وقت رائے پتھورا ہندوستان کی حکومت کرتا تھا اور اجمیر میں اس کا تسلط خاص تھا۔ جب شیخ نے اجمیر میں سکونت اختیار کی تو خود پتھورا اور اس کے مقربوں کو آپ کا وہاں رہنا نہایت شاق و ناگوار گذرا اور جوں جوں آپ کا وہاں استحکام ہوتا جاتا تھا وہ دشواری اور مشکل میں پڑتا جاتا تھا لیکن چونکہ رات دن شیخ کی عظمت و کرامات آنکھوں سے دیکھتے تھے اس لیئے دم مارنے کی گنجائش نہ تھی۔ غرضیکہ ایک مسلمان شریف جو شیخ معین الدین قدس سرہ کا دلی معتقد تھا پتھورا کے مقربوں کے سلسلہ میں داخل تھا پتھورا کا شیخ پر کچھ بس نہ چلا اس غریب مسلمان کو سخت مضرتیں اور تکلیفیں پہنچانے لگا اس نے مجبور ہو کر شیخ کی خدمت میں التجا کی آپ نے اس کے بارے میں رائے پتھورا سے نہایت نرمی کے لہجہ میں سفارش کی مگر مغرور پتھورا نے شیخ کے فرمان کی طرف ذرا التفات نہ کیا اور نخوت خیز لہجہ میں بولا کہ یہ شخص یہاں آیا ہے اور غیب کی شستہ باتیں بیان کرتا ہے۔ جب پتھورا کی یہ بیہودا باتیں شاہ اسلام خواجہ کے مبارک کان میں پہنچیں تو ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی

زبان سے نکلا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا اسی زمانہ میں سلطان معزالدین فاتح ہند کا خونخوار لشکر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ پتھورا نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا اور آخرکار سلطان فاتح ہند کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو گیا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے وہ کون سی کرامتیں اور بلند درجے ہیں جو اس سے زیادہ درجہ رکھتی ہیں کہ جس قدر بزرگ اس بادشاہ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہی کا مرتبہ پا کر اٹھے جنھوں نے ہزار ہا بندگانِ خدا کی دستگیری کی اور انہیں دنیا کے غرور اور فریب سے باہر نکالا اور آخرت کی خوشی و شادمانی سے بھری ہوئی منزل میں جگہ دی۔ قیامت تک ان شاہانِ دین کی عظمت و جبروت کے غلغلہ کا نقارہ فلک وملک کے گوش ہوش میں بجے گا اور تمام کثیر التعداد مخلوق ان کی محبت والفت کی وجہ سے مقعدِ صدق میں جگہ پائے گی۔ حضرت شیخ معین الدین حسن سنجری کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ ہندوستان کے تمام مشرقی حصوں میں کفر و کافری کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بت پرستی کی طوفان خیز آندھی مغرب سے لیکر مشرق تک کے تمام ملکوں پر بڑے زور و شور سے چل رہی تھی ہندوستان کے متمرد و سرکشوں میں سے ایک ایک ناہنجار ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا مدعی تھا اور شرک و بت پرستی کے ڈنکے ہر طرف بج رہے تھے۔ خدائے واحد و یکتا کے ساتھ کھلم کھلا شرک کیا جاتا تھا۔ اور پتھر مٹی کے ڈھیلوں، گھر، درخت، گائے، بیل، گوبر، کو برابر تعظیمی سجدے ہو رہے تھے۔ کفر کی تاریکی کے مضبوط مستحکم قفل دلوں پر جڑے ہوئے تھے تمام لوگ جہل و کفر کے تاریک گڑھوں میں گرے ہوئے تھے۔

همه غافل از حکم دین و شریعت　　همه بے خبر از خدا و پیمبر
نه هرگز کسے دیده هنجار قبله　　نه هرگز شنیده کس الله اکبر

(سب کے سب دین و شریعت کے حکم سے غافل اور خدا اور پیغمبر کے حکم سے بے خبر تھے۔ کسی آنکھ نے کبھی قبلہ کو نہ دیکھا اور نہ اللہ اکبر کی آواز کسی کان نے سنی تھی)

یہ اسی آفتاب اہل یقین کا چمکارہ تھا جو حقیقت میں دین و مذہب کا مددگار و معاون تھا کہ ہندوستانی بلاد نورِ اسلام سے منور اور روشن ہو گئے:

از تیغ او بجاے صلیب و کلیسا　　در دارِ کفر مسجد و محراب و ممبر است
آنجا که بود نعره و فریاد مشرکان　　اکنوں خروش نعرهٔ الله اکبر است

(اس کی تیغ اسلام سے صلیب و گرجا کی جگہ بلاد کفر میں مسجد اور محراب اور ممبر نے جگہ پائی۔

اور جہاں مشرکوں کے نعرہ وفریاد کا شور تھا اب اللہ اکبر نے غلغلہ پیدا کیا)

جو شخص ان شہروں میں اسلام کے شرف سے ممتاز و معزز ہوا انکی اولاد بھی نسلاً بعد نسل قیامت کے زمانہ تک مسلمان رہے گی اور جن لوگوں کو تیغ اسلام کی بدولت دارِ حرب سے نکال کر دیارِ اسلام میں لایا جائے گا ان سب کے ثواب قیامت تک شیخ الاسلام کے دفترِ اعمال میں درج ہوں گے اور جو لوگ آپ کی متابعت کریں گے وہ اس متابعت کی وجہ سے آپ کے باجاہ و جلال دربار میں ہمیشہ آپ سے واصل و متوصل رہیں گے۔ منقول ہے کہ جس شب کو شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس سرہ انتقال کرنے کو تھے اس رات کو چند بزرگوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ خدا کا دوست معین الدین حسن سنجری آنے کو ہے اس لیئے ہم اس کے استقبال کے لیئے آئے ہیں۔ جب خواجہ نے انتقال کیا تو آپ کی پیشانی مبارک پر لوگوں نے یہ الفاظ لکھے دیکھے حبیب اللہ مات فی حب اللہ ۔ یعنی خدا کے دوست نے خدا کی محبت میں انتقال کیا۔ خواجہ کا انتقال اجمیر میں ہی ہوا اور وہیں آپ کا روضہ مبارک ہے۔ اس بزرگ کے مزار کی خاک پاک دردمندوں کے دلوں کی دوا ہے خدا تعالیٰ تمام لوگوں کو اس کی سعادتِ زیارت سے بہرہ مند کرے آمین۔

شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین کے حالات

شیخ علی الاطلاق قطب باتفاق، اسرار کے سرچشمہ، انوار کے مطلع، دنیا جہان کی شمع، بنی آدم کے بادشاہ نامدار شیخ الاسلام قطب الحق والدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں۔ آپ جناب شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری کے مشہور اور نامور خلیفہ اور اکابر اولیاء کے سرتاج۔ اجلہ اصفیا کے مقتدا ہیں تمام اولیاء وقت اور اصفیاء عصر آپ کے معتقد و فرمانبردار تھے اور نہایت وقعت و قبول کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ "لی مع اللہ" کے شغل کے ساتھ موصوف اور ترک و تجرید کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ رجب المرجب کے مہینے ۵۲۲ ہجری میں شہر بغداد امام ابواللیث سمرقندیؒ کی مسجد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی اور شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی کے سامنے شیخ الاسلام شیخ معین الدین سنجری کی بیعت کے شرف سے ممتاز ہوئے اور آپ کے اعتقاد و ارادت کا حلقہ اطاعت کے کان میں ڈالا۔

شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ العزیز کے مجاہدہ کا بیان

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے ایک یار نے پوچھا کہ شیخ الاسلام قطب الدین کا نسہ اور کندوری رکھتے تھے فرمایا نہیں ابتدا میں انکی زندگی نہایت عسرت اور تلخی سے بسر ہوئی تھی اول اول خواجہ ایک مسلمان بقال سے جو آپ کے پڑوس میں سکونت رکھتا تھا کچھ قرض لے لیا کرتے تھے اور آپ نے اس سے بتاکید فرمادیا تھا کہ جب تیرے تین سو درم ہو جائیں تو اس سے زیادہ قرض نہ دیجیو۔ چنانچہ بقال آپ کو قرض دے دیا کرتا اور جب کہیں سے کوئی تحفہ آپ کے پاس پہنچتا تو بقال کا قرض ادا کر دیا جاتا لیکن چند روز کے بعد خواجہ نے اس پر عزم بالجزم کرلیا کہ اب میں کسی سے کچھ قرض نہ لوں گا۔ ازاں بعد خدا کے فضل وکرم سے روزمرہ ایک بڑا کاک آپ کے مصلے کے نیچے سے پیدا ہوتا تھا جو سارے گھر کو کافی ہو جاتا تھا۔ بقال کو خیال ہوا کہ شاید شیخ مجھ سے ناراض ہیں جو اب قرض نہیں لیتے یہ سوچ کر اس نے اپنی بی بی کو شیخ کے حرم محترم کے پاس بھیجا کہ وہ اس بات کو دریافت کرے۔ دریافت کرنے کے بعد شیخ کے حرم محترم نے جواب دیا کہ اب شیخ کو قرض لینے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ہر روز ایک کاک آپ کے مصلے کے نیچے سے پیدا ہو جاتا ہے جو تمام اہلِ خانہ کو بس کرتا ہے بقال کی عورت یہ سن کر چلی گئی اور اب کاک کا ظاہر ہونا موقوف ہو گیا۔ شیخ نے اپنے حرم محترم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کاک کے ظاہر ہونے کی حکایت کسی کے کے آگے بیان کی ہے جواب دیا کہ ہاں بقال کی عورت سے اس کاک کا اظہار کیا گیا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ معین الدین حسن سنجری نے شیخ قطب الدین کو پانچ سو درہم تک قرض کرنے کی اجازت دی تھی لیکن جب آپ کا کمال انتہائی درجہ کو پہنچ گیا تو پھر آپ نے اس سے کنارہ کشی کی۔

شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی مشغولی کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ قطب الدینؒ نے انتہا درجہ کی مشغولی کی وجہ سے سونا بالکل ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ بستر راحت پر کبھی کسی نے آپ کو آرام کرتے نہ دیکھا البتہ اول اول زمانہ میں نیند کے غلبہ کے بعد تھوڑی دیر سو رہتے تھے لیکن آخر عمر میں وہ بھی بیداری سے بدل گیا تھا اور اکثر زبان مبارک پر جاری ہوتا تھا کہ اگر کبھی میں سو جاتا ہوں تو سخت زحمت و تکلیف اٹھاتا ہوں ۔ آپ کے شغل حق کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ جب کوئی آپ کی زیارت کے لیئے آتا تو تھوڑی دیر ٹھہر کر ہوش میں آتے اور پھر مشغول بحق ہو جاتے کبھی اپنے یا آئندہ کے حال میں کچھ فرما دیتے پھر زائرین سے فرماتے مجھے معاف کرو کہ میں ملاقات کی فرصت نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر پھر مشغول ہو جاتے ۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام قطب الدین کا چھوٹا صاحبزادہ انتقال کر گیا جب شیخ اسے دفن کر کے واپس آئے تو لڑکے کی ماں کی رونے کی آواز آپ کے کان مبارک میں پہنچی شیخ نے بہت افسوس کیا شیخ بدرالدین غزنوی نے جو اس وقت آپ کی مجلس میں حاضر تھے پوچھا کہ حضرت یہ افسوس کیسا ہے فرمایا مجھے اس وقت یاد آیا کہ میں نے پیشتر فرزند کے بقا کی خدا سے کیوں درخواست نہ کی ۔ اگر میں اس وقت اس کی بابت خدا سے درخواست کرتا تو ضرور پاتا یہاں تک پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا دیکھو شیخ کا استغراق، دوست کی یاد میں اس درجہ پہنچ گیا تھا کہ فرزند کی زندگی و موت کی خبر تک نہ تھی۔

شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی عظمت و کرامات کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رئیس نامی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان قبہ موجود ہے جس کے ارد گرد مخلوق کا ایک جمگھٹا لگا ہوا ہے اور ایک ٹھگنا

آدمی بار بار قبہ میں آمد و رفت کر رہا ہے اور خلق جو اپنے پیغام دیتی ہے ان کا جواب سناتا ہے رئیس نے کسی سے دریافت کیا کہ اس قبہ میں کون ہے اور یہ ٹھگنا آدمی جو بار بار اندر جاتا اور باہر آتا ہے کون ہے۔ جواب دیا کہ اس عالیشان قبہ میں جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور وہ شخص عبداللہ بن مسعو[illegible] رئیس کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ جناب نبی عر[illegible] اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے کہ میں حضور کے دیدار سے مشرف ہونا چاہتا ہوں حضر[illegible] بداللہ قبہ کے اندر تشریف لے گئے اور باہر آکر فرمایا جناب رسول خدا ار[illegible] اد فرماتے ہیں کہ ابھی تک تجھ میں میرے دیکھنے کی قابلیت پیدا نہیں ہوئی ہے، لیکن تو بختیار کاکی کے پاس جا کر میرا سلام پہنچا اور کہہ کہ ہر شب کو تیرا بھیجا ہوا تحفہ میرے پاس پہنچتا تھا مگر اب تین روز ہوئے جو تیرا تحفہ میرے پاس نہیں پہنچا اس کی وجہ بجز خیریت کے اور کچھ نہ ہو۔ رئیس کہتا ہے میں بیدار ہوا اور شیخ قـ[illegible] ب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں آکر کہا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام پہنچاتے ہیں شیخ یہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ فرماتے ہیں کہ جو تحفہ تم ہر شب بھیجا کرتے تھے مجھے برابر پہنچتا تھا لیکن تین راتوں سے نہیں پہنچا۔ شیخ قطب الدین نے اس وقت اس عورت کو طلب فرمایا جس سے اسی زمانہ میں نکاح کیا تھا اس کا مقررہ مہر حوالہ کیا اور طلاق دے کر رخصت کر دیا۔ بعد ازاں فرمایا بیشک تین راتوں سے میں تزویج میں تھا اور جناب رسول خدا کی خدمت میں تحفہ پیش کرنے سے یہی تزویج کا شغل مانع تھا۔ سلطان المشائخ اس واقعہ کی نقل کر کے فرماتے ہیں کہ وہ تحفہ یہ تھا کہ شیخ تین ہزار دفعہ درود پڑھ کر سویا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ قطب الدین بختیار اور شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہم العزیز ملتان میں تشریف رکھتے تھے اسی زمانہ میں کفار کا بڑا جرار و خونخوار لشکر قلعہ ملتان کی دیوار کے نیچے آپڑا اور ملتان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ ملتان کا حاکم جو قباچہ کے نام سے شہرت رکھتا تھا لشکر کفار کے دفاع کے لیئے ان بزرگان دین کی خدمت میں آیا اور صورت واقعہ عرض کی۔ شیخ قطب الدین قدس سرہ نے ایک تیر قباچہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا اس تیر کو لشکر کفار کی جانب پھینک دے قباچہ نے ایسا ہی کیا صبح ہوتے جب لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ایک کافر کا بھی پتہ و نشان نہیں تھا۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں شیخ الا

سلام قطب الدین بختیار کا کی کی زیارت کے لیئے جاتا تھا اثنائے راہ میں میرے دل میں گذرا کہ جو شخص ان بزرگوں کے مرقد کی زیارت کے لیے جاتا ہے انہیں اس شخص کی کچھ خبر بھی ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی اور میں شیخ کے مرقد کی طرف چلا جا رہا تھا جب میں روضۂ مقدسہ کے قریب پہنچ کر مشغول ہوا تو اس مشغولی کی اثنا میں روضۂ متبرکہ سے یہ بیت میں نے سنی۔

مرا زنده پندار چون خویشتن　　　　من آیم بجان گر تو آئی به تن

(تو مجھے اپنی طرح زندہ جان اگر تو میری قبر پر جسم کے ساتھ آتا ہے تو میں روح کے ساتھ آتا ہوں)

حضرت سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ شیخ قطب الدین بختیار کا کی ابتداء حال میں اوش میں سکونت رکھتے تھے اس شہر میں ایک ویران و غیر آباد مسجد تھی جس میں ایک بلند مینارہ تھا اور اسے ہفت مینارہ کہا کرتے تھے۔ شیخ کو ایک دعا پہنچی تھی جو حقیقت میں تو ایک دعا تھی مگر ہفت دعا کے ساتھ شہرت رکھتی تھی اور جس کی نسبت مشہور تھا کہ جو شخص اسے ہفت منارہ پر جا کر پڑھتا ہے اسے مہتر خضر کی ملاقات میسر ہو جاتی ہے۔ غرض جناب شیخ قطب الدین کو اس بات کا اشتیاق غالب ہوا کہ مہتر خضر سے ملاقات کریں اور اس دھن میں آپ رمضان المبارک کی رات اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ دوگانہ ادا کر کے اس منارہ پر تشریف لے گئے اور ہفت دعا پڑھ کر نیچے تشریف لے آئے جب مسجد سے باہر قدم رکھا تو ایک شخص کو دروازے پر کھڑا دیکھا جس نے شیخ قطب الدین پر ایک چیخ مار کر کہا کہ ایسے بے وقت تو یہاں کیا کر رہا تھا شیخ نے جواب دیا کہ میں یہاں مہتر خضر کی ملاقات کے اشتیاق میں آیا تھا لیکن افسوس کہ دولتِ ملاقات میسر نہیں ہوئی اب میں اپنے گھر جاتا ہوں۔ اس شخص نے کہا تم خضر سے مل کر کیا کرو گے وہ ایک سرگردان اور سیاح شخص ہے تمہیں اس کے دیکھنے اور ملاقات کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اسی اثنا میں اس نے شیخ سے یہ بھی پوچھا کہ کیا تمہیں دنیا کی خواہش ہے اور اس کے تجملات کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہو شیخ نے جواب دیا کہ نہیں۔ کہا کیا تم نے کسی کا کچھ قرض دینا ہے شیخ نے فرمایا نہیں۔ اس شخص نے کہا پھر خضر کی ملاقات کا کیوں مشتاق ہے۔ ان تمام باتوں کے بعد اس نے یہ بھی کہا اسی شہر میں ایک شخص ہے کہ خضر بارہ دفعہ اس کے درِ دولت پر حاضر ہوا ہے اور اندر جانے کی اجازت نہیں پائی ہے۔ ان دونوں حضرات میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک مرد نورانی لباس میں سر سے پاؤں تک غرق تھا نمودار ہوا۔ یہ شخص جو ابھی شیخ سے کھڑا باتیں کر رہا تھا بڑی تعظیم و اعزاز کے ساتھ اس کے قریب

گیا اور پاؤں میں گر پڑا۔ شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب وہ نورانی لباس سے آراستہ شخص میرے قریب پہنچا تو اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو ابھی مجھ سے باتیں کر رہا تھا کہ اس درویش کو نہ تو کسی کا قرضہ ہی دینا ہے اور نہ دنیا طلبی کی خواہش ہے بلکہ صرف تیری ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اسی اثناء میں اذان ہوگئی اور ہر طرف سے درویش و صوفی جوق در جوق پیدا ہو گئے جماعت کے لیئے صف آرا ہوئے اور تکبیر کہی گئی ایک شخص آگے بڑھا اور نماز پڑھائی۔ ازاں بعد تراویح شروع ہوئی اور قاری نے نہایت خوش الحانی اور قاعدہ کے ساتھ بارہ سیپارے پڑھے اسی اثناء میں میرے دل میں گذرا کہ اگر قاری کچھ اور زیادہ پڑھتا تو بہت بہتر ہوتا۔ جب نماز ہو چکی تو ہر شخص ایک طرف چلا گیا اور میں بھی اپنی جگہ چلا آیا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جلال الدین تبریزی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مکان پر آپ کی ملاقات کے لیئے آئے شیخ قطب الدین (خدا ان کے مرقد کو منور کرے) شیخ جلال الدین کے استقبال کے لئے گھر سے باہر نکلے۔ شیخ کا مکان گلی کے انتہائی درجہ پر واقع ہوا تھا اور اس سے ورے ورے بہت سی گلیاں اور مکانات تھے شیخ قطب الدین قدس اللہ جب گھر سے نکلے تو شارع عام کو چھوڑ کر تنگ اور سکڑی گلی میں سے ہو کر باہر آنے لگے ادھر سے شیخ جلال الدین نے بھی شارع عام کو نظر انداز کر دیا اور تنگ گلی میں ہو کر شیخ کے مکان کی طرف رخ کیا اور دونوں حضرات باہم ملاقی ہو گئے قدس اللہ سرہما۔ اس کے علاوہ ایک اور دفعہ بھی بادشاہ اعز الدین کی مسجد میں جو حمام کے متصل واقع ہے یہ دونوں حضرات ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت شیخ قطب الدین سرہ العزیز کی خدمت میں گردش فلکی اور افلاس و محتاجی کی شکایت پیش کی آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ میری نظر خدا کے عرش مجید پر پڑتی ہے تو کیا تو اس کو باور کرے گا اس نے کہا کیوں نہیں میں ضرور یقین کے ساتھ کہوں گا کہ آپ اس میں بالکل صادق القول ہیں اس وقت شیخ نے فرمایا کہ جب تو اس قدر جانتا ہے تو پہلے ان چاندی کی اسّی تھیلیوں کو جو گھر میں مخفی کر رکھی ہیں کھا لے پھر افلاس کی شکایت کی جیو وہ شخص شیخ کی یہ بات سن کر سخت شرمندہ ہوا۔ آپ کے قدموں کی زمین کو بوسہ دیا اور لوٹ گیا۔ منقول ہے کہ شیخ قطب الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری باہم سفر کر رہے تھے جب ہم دونوں دریا کے کنارے پہ پہنچے تو مجھے بھوک معلوم ہوئی ابھی بہت تھوڑا

انتظار کرنا پڑا تھا کہ ایک بکری جَو کی دو روٹیاں منہ میں لیئے ہوئے ظاہر ہوئی اور آگے آ کر سامنے رکھ دیں اور فوراً چلی گئی ہم نے انہیں سیر ہو کر کھایا اور باہم کہا کہ یہ غیبی بکری تھی اور اس وقت ہمارے کھانے کا سامان غیب سے کیا گیا اسی اثناء میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بچھو پانی کے قریب بڑی تیزی اور عاجلانہ حرکت کے ساتھ جا رہا ہے لیکن تھوڑی دور پہنچ کر اس نے اپنے تئیں پانی میں ڈال دیا ہم نے سوچ کر کہا کہ اس میں کوئی حکمت ضرور مخفی ہے اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور حکمت خداوندی کا تماشا کریں بچھو پانی) میں گر کر دریا کے پاٹ کو عبور کر گیا تھا اور اس پار بھی کا پہنچ چکا تھا ہم دست بدعا ہوئے دریا خداوندی حکم سے۔ پھٹ گیا بیچ میں خشک اور نہایت صاف و ہموار رستہ ظاہر ہو گیا۔ ہم بہت جلد دریا کو عبور کر کے پار جا پہنچے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے نیچے کوئی پڑا سوتا ہے اور ایک نہایت زہریلا اور خونخوار سانپ اسے ہلاک کرنے کے لیئے آگے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ یہ بچھو جس کے پیچھے پیچھے ہم دونوں چلے جا رہے تھے دفعتہً جست کر کے سانپ پر پہنچا اور سے فنا کر دیا۔ ازاں بعد ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ ہم باین خیال اس شخص کے پاس گئے کہ اس سے ملاقات کریں۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا ذی وجاہت اور مقتدر بزرگ ہے۔ پاس جا کر دیکھتے ہیں تو وہ ایک مخمور مست شرابی ہے جو قے کیئے ہوئے پڑا ہے۔ ہم یہ صورت دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوئے اور باہم کہنے لگے کہ یہ شخص ایسا نافرمان اور خدا کی اس کے بارہ میں یہ نگاہ داشت۔ بہت ہی تعجب کی بات ہے ہم دونوں آپس میں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ اے عزیزو! اگر ہم صرف پارسا اور نیک کاروں کی ہی حفاظت کریں تو بتاؤ مفسدین اور تباہ کاروں کی کون نگاہ داشت کرے گا۔ اسی اثناء میں وہ شخص بھی نیند سے چونک پڑا ہم نے تمام کیفیت اس پر دہرائی۔ وہ شرمندہ ہوا اور اس فعل سے توبہ کی اور واصلوں میں سے ایک واصل ہو گیا۔ شیخ الاسلام قطب الدین جب اس واقعہ کو بیان کر کے فارغ ہوئے تو فرمایا اے درویش جب وقت آ جاتا ہے اور نسیمِ لطف چلنے لگتی ہے تو گو کوئی لاکھ خراباتی کیوں نہ ہو لیکن وہ سجادہ نشین بن جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ قہری نسیم چلنے لگتی ہے تو اگرچہ کوئی لاکھ سجادہ نشین کیوں نہ ہو مگر اسے رحمت سے دور کر کے خرابات میں ڈال دیتی ہے۔ منقول ہے کہ ملک اختیار الدین ایبک حاجب کچھ نقدی ہدیۃً شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ کی خدمت میں لایا اور نہایت عاجزی سے پیش کی شیخ الاسلام نے اسے نگاہِ قبول سے نہ دیکھا اور جس بوریئے پر تشریف رکھتے تھے اس کا ایک کونا اٹھا کر ملک اختیار الدین کو دکھایا۔ دیکھتا ہے کہ سونے کے ڈھیروں کا دریا پڑا بہہ رہا ہے

ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ کیونکہ میں تمہارے لائے ہوئے ہدیہ کی حاجت نہیں رکھتا۔ منقول ہے کہ شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجریؒ کے فرزندوں کا اجمیر کی حدود میں ایک گاؤں تھا جو ہمیشہ آباد ہونے کی وجہ سے معقول آمدنی دیتا تھا لیکن وہاں تحصیلدار اور مقطعان مقرر داشت میں مزاحمت کرتے تھے آخر کار شیخ کے فرزندوں نے آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دہلی جا کر بادشاہ سے مقرر داشت لے آئیں۔ خواجہ کو مجبوراً اجمیر سے دہلی آنا پڑا جب آپ دہلی میں آئے تو شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس ٹھہرے شیخ قطب الدین قدس سرہ نے یہ حال معلوم کر کے خواجہ سے عرض کیا کہ بادشہ کے پاس آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ مکان پر ہی تشریف رکھیں میں جا کر مقرر داشت لے آتا ہوں چنانچہ جناب شیخ الاسلام حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ سلطان شمس الدین التمش کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے اس یکا یک اور دفعتہً شاہی دربارہ میں چلے آنے سے سلطان شمس الدین کو نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی کیونکہ آپ اس سے پیشتر کبھی سلطان کے پاس نہیں گئے تھے بلکہ چند مرتبہ سلطان آپ کی ملاقات کے لیئے آیا تھا اور شرف ملاقات سے مشرف و ممتاز ہونے کی التماس بھی کی۔ لیکن آپ نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی۔ الغرض جب شمس الدین التمش سے آپ کی ملاقات ہوئی تو اس وقت بادشاہ کے حکم سے مقرر داشت کا فرمان لکھا گیا اور اس کے ساتھ اشرفیوں کی چند تھیلیاں آپکی نذر کی گئیں۔ اس مجلس میں رکن الدین حلوائی جو خطہ اودھ کا مشہور و نامور حاکم تھا آیا۔ اور شیخ سے بلند تر مقام پر بیٹھ گیا۔ رکن الدین حلوائی کی یہ گستاخی بادشاہ کو سخت ناگوار گزری لیکن شیخ قطب الدین نے نور باطن سے بادشاہ کے تغیر مزاج کو معلوم کر کے فریاد کی کہ یہ کوئی گستاخی اور بے ادبی کی بات نہیں ہے بلکہ نفس الامر میں بات یہ ہے کیونکہ جب حلوا اور کاک ایک جگہ موجود ہوں تو حلوے کو کاک کے اوپر رکھنے کا دستور ہے پھر اگر حلوائی کاکی سے اونچی جگہ بیٹھ جائے تو کونسی گستاخی کی بات ہے۔ الغرض شیخ قطب الدینؒ بادشاہ سے رخصت ہوئے اور مقرر داشت کا فرمان اور بادشاہ کا ہدیہ شیخ معین الدینؒ کے روبرو رکھ دیا۔ جب شیخ معین الدین نے خلق کے اس اعتقاد اور شہرت کو جو شیخ قطب الدین کے بارہ میں تھی ملاحظہ فرمایا تو ایک دن آپ نے شیخ الاسلام سے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کر رکھا ہے تمہارا گمنامی اور گوشہ کے دائرے میں رہنا بہت بہتر اور انسب ہے شیخ قطب الدین نے عرض کیا کہ اس میں بندہ کا کوئی قصور نہیں ہے یہاں کے لوگوں کا حسن ظن ہے۔

حضرت سلطان المشائخ سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ جب شیخ معین الدین اجمیر سے دہلی میں رونق افروز ہوئے تو اس زمانہ میں شیخ نجم الدین صغرا بھی دہلی میں موجود تھے اور شیخ معین الدین اور شیخ نجم الدین میں مدت سے سلسلہ محبت قائم تھا چنانچہ جب شیخ معین الدین کو معلوم ہوا کہ شیخ نجم الدین دہلی میں موجود ہیں تو آپ ان کی ملاقات کے لیئے تشریف لے گئے اس وقت شیخ نجم الدین اپنے مکان کے صحن میں چبوترا بنوار ہے تھے شیخ معین الدین کی نظر جب ان پر پڑی تو وہ اس گرم جوشی اور محبت سے پیش نہیں آئے جیسا کہ اس پیشتر آئے تھے شیخ معین الدین نے ان کی یہ بے توجہی دیکھ کر فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلامی کی شہرت نے تمہارے دماغ کو برہم کر دیا ہے۔ شیخ نجم الدین نے جواب دیا کہ حضرت میں تو آپ کا ویسا ہی مخلص اور بے ریا معتقد ہوں جیسا پیشتر تھا لیکن آپ نے اس شہر میں ایک ایسا مرید رکھ چھوڑا ہے جس کے مقابلہ میں میری شیخ الاسلامی کوئی شخص جَو کے مقدار بھی شمار میں نہیں لاتا۔ شیخ معین الدینؒ نے یہ سن کر اول تبسم کیا پھر ارشاد فرمایا کہ تم پریشان و حیران مت ہو میں بابا قطب الدین کو اپنے ہمراہ لیئے جاتا ہوں اس زمانہ میں شیخ قطب الدینؒ کے کمالات کی شہرت نہایت قوی اور مستحکم ہو گئی تھی اور گھر گھر چرچا پھیلا ہوا تھا۔ تمام اہل شہر کی پر شوق نظریں آپ کے قدموں پر پڑ رہی تھیں اور سب آپ ہی کی طرف متوجہ تھے۔ جب شیخ معین الدین درِ دولت پر تشریف لائے تو فرمایا بختیار تم ایکا ایکی اور دفعتہً اس قدر مشہور ہو گئے ہو کہ خلق تمہارے ہاتھ سے شکایت کرنے لگی ہے اب تم یہاں سے اٹھو اور میرے ساتھ چل کر اجمیر میں رہو تم بیٹھے رہنا اور میں تمہارے آگے کھڑا رہوں گا۔ شیخ قطب الدین نے فرمایا۔ مخدوم! بھلا میری طاقت ہے؟ میرا تو اتنا بھی رتبہ نہیں کہ مخدوم کے آگے کھڑا ہو سکوں پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضور کے سامنے بیٹھا رہوں۔ الغرض اس مرتبہ شیخ قطب الدین جناب شیخ معین الدین کے ہمراہ روانہ اجمیر ہوئے۔ اس خبر سے تمام شہر دہلی میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور ہر طرف کہرام مچ گیا تمام اہل شہر سلطان شمس الدین کے ساتھ آپ کے پیچھے نکلے جس جگہ شیخ قطب الدینؒ قدم رکھتے تھے خلائق اس جگہ کی خاک کو تبرکاً اٹھا لیتی تھی اور انتہا درجہ کی بیقراری وزاری کرتی تھی۔ شیخ معین الدینؒ نے جب یہ صورت دیکھی تو فرمایا۔ بابا بختیار! تم یہیں رہو کیونکہ خلائق تمہارے جانے سے اضطراب و بیقراری میں ہے میں ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتا کہ بے شمار دل خراب و کباب ہوں۔ جاؤ میں نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں چھوڑا۔ پس

سلطان شمس الدین نے شیخ کی سعادت قدم بوسی حاصل کی اور شیخ قطب الدین کے ہمراہ نہایت خوشی وشادمانی کے ساتھ شہر کی طرف متوجہ ہوا ادھر شیخ معین الدینؒ نے اجمیر کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی۔

شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دارِ دنیا سے دارِ عقبیٰ میں انتقال کر جانے کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ عید کا دن تھا شیخ قطب الدینؒ عید گاہ سے لوٹ کر آتے تھے رستہ سے اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں اب آپ کا روضہ متبرکہ ہے اس سے پیشتر یہ زمین افتادہ اور غیر آباد تھی۔ یہاں کوئی قبر تھی نہ گنبد نظر آتا تھا شیخ جب اس مقام پر آئے تو کھڑے ہو کر متامل ہوئے آپ کے عزیز واقارب نے جو برابر میں صف آرا تھے التماس کی حضور! آج عید کا دن ہے اور خلق اس بات کی منتظر ہے کہ مخدوم گھر میں تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں آپ کے یہاں ٹھہرنے اور تاخیر کرنے کی کیا وجہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے اہل کمال کے دلوں کی بو آتی ہے۔ آپ نے اسی زمانہ میں اس زمین کے مدعی کو بلایا اور خاص اپنے مال میں سے قیمت دے کر اس زمین کو خرید لیا اور فرمایا کہ میرا مدفن یہی زمین ہے۔ حضرت سلطان المشائخ جب اس جملہ پر پہنچے تو آپ کو سخت رقت ہوئی آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ شیخ الاسلام باوجود اس بلند اور رفیع مرتبہ کے فرماتے تھے کہ اس سرزمین سے اہل کمال کے دلوں کی بو آتی ہے دیکھنا چاہیئے کہ اس سرزمین میں کون کون لوگ پاؤں پھیلائے سوتے ہیں سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ کو انتقال کے زمانہ میں چار شبانہ روز برابر تحیر رہا اور یہ قصہ یوں ہوا شیخ علی سکری رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی جس میں شیخ قطب الدین نور اللہ مرقدہ بھی موجود تھے قوال یہ قصیدہ پڑھ رہا تھا

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

(خنجر تسلیم کے مقتولوں کے غیب سے ہر وقت ایک اور ہی روح عنایت ہوتی ہے۔)

شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز میں اس بیت نے اس قدر اثر کیا کہ آپ مدہوش

ومتحیر ہو گئے۔ اسی حال میں گھر تشریف لائے اور چار رات دن برابر یہی کیفیت طاری رہی جب آپ کو کچھ ہوش آیا تو اسی بیت کے اعادہ کرنے کا حکم فرماتے۔ حاضرین بار بار پڑھتے اور آپ اس طرح تحیر میں محو ہو جاتے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز ادا کر کے پھر اسی بیت کو پڑھاتے لوگ بار بار پڑھتے اور شیخ الاسلام تحیر میں مستغرق ہو جاتے اور ایک عجیب وغریب حالت وحیرت پیدا ہوتی۔ چار شبانہ روز یہی کیفیت رہی اور انجام کار پانچویں رات اس فانی اور جلد گذر جانے والی دنیا سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما ہوئے۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس رات شیخ کا انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے یوں ہی غنودگی سی آ گئی اس غنودگی میں میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ اپنے مقام سے نکل کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں بدرالدین! خدا کے دوستوں کو موت نہیں ہوتی جب میں بیدار ہوا تو شیخ دار بقا کی طرف رحلت فرما ہو چکے تھے۔ جس مجلس میں شیخ کا واقعہ ہوا تھا شیخ احمد نہروانی رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ کاتب حروف نے مولانا فخرالدین زرادی کے ایک رسالہ میں جو آپ نے سماع کے بارہ میں تالیف فرمایا ہے لکھا دیکھا ہے کہ شیخ قطب الدین (خدا ان کے مرقد کو روشن ومنور رکھے) مجلس سماع میں عالم تحیر اور مدہوشی میں محو ہو گئے تھے اس زمانہ میں ایک نہایت تجربہ کار اور حاذق طبیب تھا جو شمس الدین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ جب شیخ کی یہ حالت ہوئی تو لوگوں نے اسے بلا کر دکھایا تا کہ مرض کی تشخیص کرے اور زحمت کے مادے کو دریافت کر کے علاج کرے لیکن شمس الدین نے آپ کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہی کہہ دیا کہ شیخ کو کوئی جسمانی مرض لاحق نہیں ہوا ہے بلکہ آپ کی نبض بے دردی پر دلالت کرتی ہے یعنی آپ کا باطن آتش محبت سے جل گیا ہے اور دل وجگر پگھل چکا ہے۔ حقیقت میں طبیب مذکور اپنے اس قول میں نہایت سچا اور استدلال میں بہت ہی مصیب تھا۔ اس بارہ میں جس شخص نے ذیل کے دو شعر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کہے ہیں وہ بہت ہی خوب اور معنی خیز ہیں۔

قد لسعت حبة الهوى كبدى — فلا طبيب لـه و لا راق

الا الحبيب الذى قد شغفت به — فعنده رقيتى و ترياق

"یعنی میرے جگر کو محبت کا ایسا ناگ ڈس گیا ہے جس کے لیئے کوئی طبیب ہی کافی ہو سکتا ہے نہ کوئی منتر ہی پڑھنے والا۔ البتہ جس دوست پر میں فریفتہ ہوں اس کے پاس میرا افسون اور تریاق

ہے''۔قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بیان کرتے تھے کہ جس سنہ میں سلطان شمس الدین التمش کا انتقال ہوا اسی سال شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز نے اس دار ناپائدار سے عالم جاودانی میں انتقال فرمایا۔ نیز اس سنہ میں مولانا قطب الدین کاشانی نے بھی وفات پائی۔اس نقل سے حضرت سلطان المشائخ نے سلطان شمس الدین التمش کی تاریخ انتقال نکالی اور یہ تاریخی بیت ارشاد فرمائی۔

بسال ششصد وسی وسه بوداز هجرت　　　　نماند شا هجهان شمس دین عالمگیر

(۶۳۳ ہجری میں شاہ جہان۔شمس دین عالمگیر۔یعنی شیخ الاسلام نے وفات پائی۔)

لیکن شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ کا انتقال چودھویں ربیع الاول سنہ مذکور کو واقع ہوا ہے۔ کاتب حروف نے ایک بزرگ کی زبان سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام بختیار نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد پورے دس سال تک قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ زندہ رہے لیکن جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو حاضرین کو وصیت کی کہ مجھے شیخ قطب الدین کی پائینتی میں دفن کرنا چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو قاضی حمید الدین ناگوری کے فرزندوں کی ہرگز خوشی نہ تھی کہ آپ کو شیخ قطب الدین کے قدموں میں دفن کریں لیکن قاضی صاحب کی وصیت نے انہیں مجبور کردیا انجام کار بہت حیث و بحث کے بعد شیخ کے قدموں میں قاضی صاحب دفن کیئے گئے۔لیکن آپ کے فرزندوں نے قبر کا چبوترہ شیخ کے روضۂ متبرکہ سے کسی قدر اونچا بنوایا قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فرزندوں سے خواب میں فرمایا کہ تم نے میری قبر کا چبوترہ بلند کر کے مجھے جناب شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ لعزیز کے روئے مبارک میں سخت شرمندہ کیا۔مجھے تمہارے اس خلاف ادب فعل کی وجہ سے شیخ الاسلام کے سامنے اس درجہ ندامت ہوئی ہے کہ آپ کے آگے سر اٹھا نہیں سکتا۔حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں تربتوں کے درمیاں یعنی جناب شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ کی پاءینتی اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ کے سرہانے بارہا نماز پڑھی ہے اور بہت ذوق وراحت پائی ہے۔

ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ یہ اثر قبروں اور مکانات کا نہیں ہے بلکہ ان دونوں بزرگوں کا اثر ہے کیونکہ ایک جانب ایک شاہِ اسلام پڑا سوتا ہے اور دوسری طرف دوسرا بادشاہ دین آرام فرما ہے۔

شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ کے حالات

عارفوں کے سلطان عاشقوں اور محققین کے تاج، اصحاب دین کے پیشوا، ارباب یقین کے مقتدا، عالمِ گمنامی و عزلت کے گوشہ نشین سرّ دوست کے مخزن، اقلیم اعظم کے سردار اقطاب عالم کے قطب یعنی شیوخ العالم شیخ فرید الدین شکر بار مسعود گنج شکر اجودھنی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں جو فقرا و مساکین کے پناہ اور سلمان کے فرزند رشید ہیں اور جو ابدی سعادت اور سرمدی دولت سے مالا مال ہیں۔ شیخ فرید الدین قدس سرہ اتقا و پرہیز گاری ورع و زہد، ترک دنیا تجرید عشق و بکا شوق و ذوق اور کلام محبت کے اشارات و رموز میں بے نظیر زمانہ اور اپنے عہد دولت مہد میں یگانہ تھے۔ میدانِ کرامت اور عالم دین کے سرداروں سے سبقت لے گئے تھے اور اپنی بے مثل شہرت میں مستثنیٰ اور ممتاز تھے۔ آپ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کے معزز خلیفہ تھے اور انکے باجاہ و جلال اور عظمت و بزرگی کے دربار سے عام اور مطلق اجازت رکھتے تھے آپ ایسے عالی ہمت اور بلند درجہ بزرگ تھے کہ تحیر عشق الٰہی کے کسی دنیاوی و اخری نعمت کی طرف کبھی ذرا التفات نہیں کیا۔ آپ کی ذاتِ مبارک ایسے عہد میں وجود کے لباس میں آراستہ ہوئی تھی جب کہ تمام عالم باغ ارم کی طرح آراستہ و پیراستہ تھا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے بارونق شہر یعنی دہلی میں تشریف رکھتے تھے جو تمام دنیا میں قبہ اسلام سمجھا جاتا تھا بے شمار مشائخ و اہل کمال جو مقامات و کرامات کے دروازے کھولتے اور بند کرتے تھے اور علماء جو باریک اور دقیق معانی استنباط کرتے تھے موجود تھے۔ نیز متوسط درجہ کے لوگ نہایت ترفہ اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے تھے یہاں تک کہ اس راحت اور نشاط انگیز زمانہ میں خلائق میں سے کسی شخص اور کسی گروہ کو بجز خوشدلی اور فراخ عیشی کے کوئی کام نہ تھا ایسے مناسب اور خوشگوار زمانہ میں اس عالم حقیقت کے بادشاہ نے سب سے انقطاع اختیار کر لیا تھا اور کلیتہً دوست حقیقی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس پاک نفس بزرگ نے ایسے سرسبز و پررونق شہر کو چھوڑ کر شیرانِ دین کی طرح بیابان جنگل میں سکونت اختیار کی تھی اور درویشانہ روٹی فقیرانہ جامہ پر قناعت کر لی تھی۔ ہر چند اپنے تئیں مخفی و مستور رکھنا چاہتے تھے لیکن آپ کے حسنِ معاملہ کا شہرہ اور فضیلت و بزرگی کا آوازہ دنیا جہان میں پہنچ گیا تھا اور قیامت کے دن تک جس طرح آپ کی شہرت کا غلغلہ ملاء اعلیٰ کے کانوں میں گونج رہا ہے اسی طرح اس جہان میں بھی باقی و دائم رہے گا اور تمام عالم آپ کے اور آپ کے فرزندوں کے وجود

کے فرزندوں کے وجود باجود کے نام سے جن سے ہر ایک دریاء کرامت کا نہایت چمکدار اور تابان موتی تھا اور خاندان رحمت میں سے ایک روشن و منور چراغ تھا۔ نیز ان مخلص اور بے ریا معتقدوں کے نام سے جو آپ کے شرف اتصال سے متصل ہیں قیامت کے دن تک منور و روشن رہے گا ایک بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

البدر یطلع من فرید جبینه والشمس تغرب فی شفایق خده
ملک الجمال باثره فکانما حسن البریّة کله من عنده

"یعنی اسکی نرالی اور انوکھی پیشانی سے چودہویں رات کا چاند طلوع کرتا ہے اور اس کے رخسارہ کی سرخی میں آفتاب غروب ہوتا ہے وہ تمام حسن کا بادشاہ ہے اور کل مخلوق کو حسن اس طرف سے ملا ہے۔"

اے سرورِ اولیائ عالم! اے قبلۂ اصفائ اکرم
روے تو که آفتاب حسن است پیدا شد ازو ضیائے عالم

(ای اولیائے عالم کے سردار۔ اے اصفیائ کرام کے قبلہ تیرا چہرہ حسن کا آفتاب ہے جس سے سارا جہان روشن و منور ہے)

ہر چند کہ یہ بے چارہ کاتب حروف آپ کے دریائ اوصاف میں غوطہ لگاتا لیکن اس کی تہ اور گہرائی کو نہیں پاتا۔ ایک بزرگ نے خوب کہا ہے۔

بدریاے در افتادم که پایا نش نمی بنیم

(میں ایک دریا میں غوطہ زن ہوں جس کی انتہا نہیں)

اس فقیر کی کہاں مجال ہے ہے کہ اس بادشاہ اہل یقین کی جمال ولایت کے اوصاف بیان کر سکے اس لیئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ آپ کے اوصاف سے درگذر کر کے دعا کرے۔

جهان تا قیامت بنام تو باد
فلک بامه و خور غلام تو باد
بکام دل و جان عشاق تو
شراب محبت زجام تو باد

(قیامت تک دنیا میں تیرے نام کا سکہ جاری ہو اور فلک مع چاند سورج اور ستاروں کے تیرا غلام بنا رہے۔ عاشقوں کے دل و جان کے حلق میں تیرے ساغرِ شراب سے شراب محبت ہمیشہ ٹپکتی رہے۔)

شیوخ العالم شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا حسب ونسب

یہ بادشاہ اہل دین فرخ شاہ عادل بادشاہ کابل کے شریف ونجیب خاندان کا روشن چراغ ہے غزنی کی حکومت سے پیشتر مملکتِ دنیا کی باگ فرخ شاہ کے ہاتھ میں تھی اور تمام اقلیتوں کے بادشاہ اور حکمران آپ کے مطیع وفرمانبردار تھے لیکن جب گردش فلکی نے کابل پر سایہ ڈالا اور زمانہ کے حوادث وآفات اس میں دخیل ہوئے تو کابل کی حکومت وسلطنت شاہانِ غزنی کے ماتحت ہو کر رہی مگر ابھی تک کابل کے قدیم فرمان روا فرخ شاہ کی اولاد دیار کابل میں اپنے املاک و اسباب میں مشغول تھے اور نہایت امن و امان اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چنگیز خاں نے خروج کیا اور اپنی سفاک وخونخوار تلوار سے ایران وتوران زیرو زبر کرتا اور تاخت وتاراج کرتا ہوا سلطنت غزنی کی طرف بڑھا اور ایک عظیم الشان اور خونریز لشکر کے ساتھ غزنی پر حملہ آور ہوا اور جب کابل میں پہنچا تو ان شہروں کو بھی خراب وتباہ کر ڈالا شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین قدس سرہ کے جد بزرگوار نے کفار کی جنگ میں شہادت کا جام منہ سے لگایا اور جلیل القدر خاندان کابل کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آیا شیخ فرید الدین قدس سرہ کے بزرگوار داد قاضی شعیب اپنے تین فرزندوں اور تمام خویش واقارب اور اتباع وخدام کو ہمراہ لے کر لاہور میں تشریف لائے اور قصبۂ قصور میں نزول فرما ہوئے۔ قصور کا قاضی جو عدل وانصاف اور مروت ومردمی میں اس زمانہ کے قاضیوں کا ذریعہ فخر اور باعث عزت سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ پہلے شیخ شیوخ العالم کے محترم خاندان کی عظمت و بزرگی کا شہرہ سن چکا تھا لیکن اب جو اس نے ان بزرگوں کو دیکھا تو جس شہرت کے ساتھ ان کا نام سنا تھا اس سے ہزار درجہ زیادہ وقعت اس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ حکیم خواجہ سنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

آنچہ گوش از کمال خواجہ شنید ۔۔۔ چشم ازو صد ہزار چندان دید

(کانوں نے جس قدر کمالات سنے تھے آنکھوں نے اس سے لاکھ درجہ زیادہ دیکھا)

قاضی نے ان بزرگواروں کی تشریف آوری کو اپنی ابدی سعادت اور سرمدی دولت خیال کیا اور انتہا

درجہ کی تعظیم سے پیش آیا۔ بڑی فیاضی اور فراخ حوصلگی سے امیرانہ دعوت کی اور مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور اس کے ساتھ اس خاندان کے ان بزرگوں کے مختصر حالات جو کمال علم اور جمال حلم سے آراستہ تھے نیز ان کے خاندان کی عظمت و کرامات کا ذکر شاہِ وقت کو لکھا بادشاہ نے ایک فرمان نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان بزرگوں کی خدمت میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ دینی و دنیاوی تعلقات میں سے جو تعلق ان بزرگوں کو پسندِ خاطر ہو اسے شوق سے اختیار کر لیں میری طرف سے ہر بات کی اجازت ہے اور جس میں آپ لوگ راضی ہوں اس کو میں بھی پسند کرتا ہوں۔

رضائے دوست مقدم بر اختیار من است

شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ کے بزرگوار دادا قاضی شعیب نے فرمایا کہ ہمیں دنیاوی کوئی عمل مطلوب نہیں کیونکہ جو چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہم اس کے درپے نہیں ہوتے لیکن بڑی حیث بحث کے بعد آخر کار کھتوال (کھتوال ایک پرانا قصبہ تھا اب ایک گاؤں ہے اور کوٹھی وال کے نام سے مشہور ہے) کی قضاۃ کا ممتاز و معزز منصب قاضی شعیبقدس سرہ کے سپرد کیا گیا (کھتوال ملتان کے قریب ایک مشہور موضع ہے) اور آپ نے اس موضع میں رہائش اختیار کی حق تعالیٰ نے اس واجب الاحترام اور بزرگ خاندان سے یہی مقدس بادشاہ پیدا کیا یعنی جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز کو فطرت نے اس لیئے پیدا کیا کہ مملکت ہندوستان کی خلائق کو جو ایک زمانہ دراز سے ظلمت و معاصی کے دریا میں غرق تھی اور جس پر کفر و شرک کی ظلمت خیز تاریکی کا سناٹا چھایا ہوا تھا دستگیری کریں اور اندھیرے گڑھوں میں سے نکال کر شارع عام پر لائیں۔

شیخ فرید الدین قدس سرہ کا گوشہ نشینی اور گمنامی اختیار کرنے، مشغول بحق ہونے، شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز سے ملاقات اور آپ کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالنے کا بیان

منقول ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ عنفوان جوانی کے زمانہ میں جو قوت و کامرانی کا زمانہ ہے۔ خدائے تعالیٰ کی عبادت و محبت میں مشغول تھے اور دفعۃً تمام دنیاوی علائق

ترک کردیئے تھے آپ نے خویش واقارب سے ملنا جلنا بالکل چھوڑ دیا تھا اور دوست ودشمن سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

ھر کسے را بجھان خویشی و پیوندی ھست

غم تو خویش من و عشق تو پیوندمن است

(ہر شخص کو اہل دنیا سے خویشی اور تعلق ہے لیکن مجھے تیرے غم سے خویشی اور تیرے عشق سے تعلق ہے)

امیر خسرو بھی فرماتے ہیں۔

اگر تو باغم لیلی بر غبت خویشی داری

چومجنون فرد باید شد هم از خویش وهم ازبیگان

(اگر تو لیلیٰ کے غم کے ساتھ خویشی کی رغبت رکھتا ہے تو مجنوں کی طرح خویش و بیگانہ سے علیحدگی اختیار کر)

چونکہ آپ کی نیت صادق تھی اور حق تعالیٰ نے روز ازل سے آپ کی تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ ایک جہان قیامت تک آپ کے سایہ دولت میں آسائش پائے گا اور آخرت میں نجات ابدی حاصل کرے گا اس لیئے جناب شیخ الاسلام قطب الدین قدس سرہ کی دست بوسی کی دولت اور ملاقات کی سعادت آپ کو نصیب کی۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان دونوں بزرگواروں کی شفاعت نصیب کرے۔ چنانچہ شیخ نصیر الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہنوز شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ تعلیم ہی میں مصروف تھے کہ آپ کے تعلم و تجربہ اور تعبد کا شہرہ تمام عالم میں پھیل گیا تھا اور ذہانت وطباعی کا چرچا گھر گھر زبان زد تھا شدہ شدہ آپ کی شہرت کا آوازہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا نور اللہ مر قدہ کے مبارک کان میں پہنچا اور آپ کے اشتیاق ملاقات کی آگ یہاں تک بھڑکی کہ عزم بالجزم کر لیا کہ جس طرح بن پڑے شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے ملوں اسی اثناء میں شیخ فرید الدین قدس سرہ تعلیم پانے کی غرض سے ملتان میں تشریف لے گئے کیونکہ اس زمانہ میں ملتان تمام عالم کا قبئہ اسلام تھا اور علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا بڑے بڑے مشاہیر علماء اور بے نظیر فضلا یہاں موجود تھے۔ ہر طرف طلبہ کے لیئے درسگاہیں کھلی ہوئی تھیں شیخ شیوخ العالم ملتان میں پہنچ کر ایک مسجد میں نزول فرما ہوئے اور وہیں رہنا اختیار کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ مسجد میں قبلہ رخ بیٹھے ہوئے کتاب نافع کا سبق ازبر کرنے میں مشغول تھے اتفاق سے ان ہی ایام میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز اوش سے ملتان میں تشریف فرما ہوئے اور

اسی مسجد میں جہاں شیخ شیوخ العالم فروکش تھے نماز کے واسطے تشریف لائے شیخ شیوخ العالم کی نظر جوں ہی شیخ قطب الدین کی تابان درخشاں پیشانی پر پڑی نہیں معلوم کہ کیا دیکھا فوراً تعظیم کے لیئے سروقد کھڑے ہو گئے اور پھر نہایت ادب کے ساتھ خاموش بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام قطب الدین جب تحیۃ المسجد کے دوگانہ سے فارغ ہوئے تو شیخ شیوخ العالم کو دیکھ کر فرمایا۔ مسعود! تم کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا۔ کتاب نافع فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کتاب نافع سے تمہیں نفع حاصل ہو گا۔ شیخ شیوخ العالم نے لجاجت آمیز لہجہ میں جواب دیا کہ خادم کو حضور کی سعادت بخش کیمیا اثر سے نفع حاصل ہو گا یہ کہہ کر شیخ شیوخ العالم ایک بے اختیارانہ جوش اور مضطربانہ مسرت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ الاسلام قطب الدین کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آخر کار شیخ نے آپ سے ملاقات کی اور جو کچھ تلقین کرنا تھا اسی جلسہ میں کر دیا۔ اسی اثنا میں شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا بحکم'' القادم یزار '' شیخ الاسلام قطب الدین کے دیکھنے لیئے اسی مسجد میں تشریف لائے جہاں شیخ بہاؤالدین اور شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ سرہما العزیز موجود تھے۔ تینوں حضرات نے باہم ملاقات کی لیکن جب شیخ الاسلام چلنے کے لیئے اٹھے تو شیخ الاسلام بہاؤالدین قدس سرہ نے جناب شیخ الاسلام قطب الدین کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سیدھی کیں (یہ مشائخ کبار میں ایک دستور رائج ہے کہ جب کسی سے معذرت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی جوتیاں سیدھی کر دیتے ہیں) الغرض اس وقت شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز عازم شہر دہلی ہوئے اور شیخ شیوخ العالم فریدالدین بھی آپ کے ہمراہ شہر دہلی میں آئے۔ یہاں آ کر شیخ قطب الدین بختیار کی دولت بیعت سے مشرف ہوئے۔ منقول ہے کہ جس مجلس میں شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے جناب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کی خدمت میں بیعت کی ہے تو قاضی حمیدالدین ناگوری اور مولانا علاؤالدین کرمانی اور سید نورالدین مبارک غزنوی اور شیخ نظام الدین ابوالموید اور مولانا شمس الدین ترک اور خواجہ محمود موینہ دوز اور ان کے علاوہ اور بہت سے وہ عزیز جن کی نظر میں عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کی تمام چیزیں موجود تھیں اس مجلس میں حاضر موجود تھے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہ بیعت کرنے کے بعد چند روز تک شیخ الاسلام قطب الدین کی خدمت میں دہلی ہی میں رہے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مصروف رہے حضرت سلطان المشائخ فرماتے

تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین (خدا ان کے مرقد کو پاک و ستھرا رکھے) اپنے پیر شیخ الاسلام قطب الدین کی خدمت میں دو ہفتہ رہتے۔ اور دو ہفتہ کے بعد تشریف لے جاتے۔ بخلاف شیخ بدرالدین غزنوی اور دیگر عزیزوں کے کہ وہ ہمیشہ شیخ کی خدمت میں رہتے گویا سلطان المشائخ کی اس تقریر کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے جو اس باب میں آپ کی زبان پر جاری ہوا۔

بیرونِ درون بہ کہ درون بیرون

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مجاہدہ اور اس طرزِ روش کا ذکر جس میں آپ ابتداءِ عمر سے انتہاءِ زندگی تک مصروف رہے

حضرت شیخ سلطان المشائخ فرماتے ہیں تھے کہ جس زمانہ تک شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز شہر میں رہتے تھے۔ شیخ بدرالدین غزنوی کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ بدرالدین غزنوی نے بر سر منبر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی تعریف کی اور چند وزنی وقیمتی جملے آپ کی نسبت بیان کیئے لیکن حاضرین مجلس کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ شیخ بدرالدین کسی کی تعریف کر رہے ہیں کیونکہ شیخ شیوخ العالم کی ظاہری حالت بالکل رَدّی تھی تمام کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ نہایت میلے کچیلے تھے۔ جب وعظ کا سلسلہ ختم ہو گیا تو آپ باہر تشریف لائے اور ایک شخص نے نیا کرُتا پیش کیا شیخ شیوخ العالم نے اپنا پھٹا ہوا کرُتا اتارا اور بجائے اس کے نیا زیب تن فرمایا لیکن تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ آپ نے اسے جسم مبارک سے اتار کر شیخ نجیب الدین متوکل کو دے دیا اور فرمایا جو ذوق وشوق میں اس پھٹے ہوئے کرتے میں پاتا ہوں اس نئے کرتے میں نہیں پایا۔ الغرض جب آپ شیخ الاسلام جناب شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے منصبِ خلافت کے ساتھ مخصوص وممتاز ہوئے تو خلق نے چاروں طرف سے آپ پر ہجوم کیا اور لوگ جوق جوق آنے لگے لیکن چونکہ آپکو اپنے تئیں مخفی ومستور رکھنا مدِ نظر تھا اس لیئے شہر دہلی سے باہر نکل کر ہانسی میں تشریف لے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ ریاضت ومجاہدہ اور ظاہر وباطن کی مشغولی میں مصروف ہوئے لیکن اب بھی اپنے تئیں مستور رکھتے تھے اور اس بارے میں بہت کچھ کوشش کرتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے احوال سے

مطلع نہ ہو کسی سے ملنے جلنے کا تذکرہ تو الگ رہا یہی وجہ تھی کہ مولانا نور علی ترک اور دیگر علماء تعصب وحمیت کی وجہ سے آپ کو ناصبی اور مرجی کہتے تھے حالانکہ آپ کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے بالکل پاک وصاف تھا۔ آپ کا زہد واتقا اور تورع واحتیاط اس سے کوسوں دور تھی جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی فضیلت وبزرگی کی نسبت بہت مرتبہ وزنی کلمات کہے ہیں جنھیں امیر حسن نے فوائد الفواد میں مفصل لکھا ہے۔ الغرض یہ بزرگ ہانسی میں پہنچے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی۔ شیخ شیوخ العالم ایک دفعہ مولانا نور علی ترک کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ آپ کے جسم کے کپڑے نہایت میلے کچیلے اور ناصاف نیز پھٹے ہوئے تھے۔ جوں ہی مولانا نور علی ترک کی نظر شیخ شیوخ العالم کی جمال ولایت پر پڑی فوراً بول اٹھا کہ اے مسلمانو بات کا پرکھنے والا اور کھرے کھوٹے کا جانچنے والا آ پہنچا ہے اس کے بعد اس نے آپ کی وہ مدح بیان کی جیسے اوالعزم اور عظیم الشان بادشاہوں کی بیان کرتے ہیں ہانسی میں جب شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی عظمت وکرامات خلق پر روشن وہویدا ہوئی تو پھر آپ یہاں سے کھتوال کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے آباواجداد کا قدیم وطن تھا اور ایک زمانہ دراز تک وہاں مشغول بحق رہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ملتان سے شہر دہلی میں آتے تھے اس وقت جب کھتوال میں پہنچے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی ایسا درویش ہے جسے میں دیکھوں۔ حاضرین نے جواب دیا کہ ہاں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ایک قاضی زادہ ہے جو کھتوال کی عیدگاہ کی پشت کے پیچھے مشغول بحق رہتا ہے چنانچہ شیخ جلال الدین۔ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الدین کی ملاقات کے قصد سے اس طرف روانہ ہوئے۔ رستہ میں ایک شخص نے ایک انار شیخ جلال الدین کی خدمت میں پیش کیا شیخ جلال الدین انار ہاتھ میں لیئے ہوئے شیخ شیوخ العالم فرید الدین کی خدمت میں آئے اور ملاقات کرنے کے بعد بیٹھ گئے شیخ جلال الدین تبریزی نے انار توڑ کر کھانا شروع کیا۔ چونکہ شیخ شیوخ العام فرید الدین روزے سے تھے اس لیئے آپ انار کھانے میں شریک نہ ہو سکے۔ شیخ شیوخ العالم کا تہ بند جابجا سے پھٹا ہوا تھا اس ملاقات اور گفتگو کے وقت جس وقت ہوا چلتی تھی شیخ شیوخ العالم فرید الدین اپنے دامن سے تہ بند کے اس پھٹے ہوئے مقام کو ڈھانک لیتے تھے۔ شیخ جلال الدین نے یہ بات دریافت کر کے فرمایا کہ فرید الدین! بخارا میں ایک درویش تعلیم میں مشغول تھا

جس پر سات سال ایسے گذرے جن میں اسے ثابت تہ بند نصیب نہیں ہوا صرف ایک جانگ پہنے پھرتا تھا تم اطمینان رکھو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہاں تک پہنچ کر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ جلال الدین کی مراد اس درویش سے خود اپنی ذات تھی۔ الغرض جب شیخ جلال الدین نے سارا انار کھالیا اور شیخ فرید الدین نے روزہ افطار نہ کیا تو شیخ جلال الدین آپ سے رخصت ہو کر چلے آئے اس وقت شیخ فرید الدین نے افسوس کیا کہ کاش میں روزہ افطار کر لیتا اور شیخ جلال الدین کے انار میں شریک ہو جاتا۔ اتفاق سے اسی انار کا ایک دانہ زمین پر گر پڑا تھا جسے شیخ نے اٹھا کر پگڑی کے ایک کونے میں باایں نیت باندھ لیا کہ شام کو اسی دانہ سے روزہ افطار کروں گا چنانچہ جب شام ہوئی تو آپ نے اسی دانہ انار سے روزہ افطار کیا۔ دانہ جونہی اندر پہنچا آپ کے دل میں ایک روشنی سی پیدا ہوگئی اس سے آپ کو اور بھی افسوس ہوا کہ میں نے زیادہ کیوں نہیں کھایا۔ جب شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ شہر دہلی جناب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کی خدمت میں آئے اور آپ سے ملاقات کی تو فرمایا۔ مسعود! تم اطمینان رکھو جس انار کے دانہ میں تمہارا بھید مضمر تھا اور جس کا تمہیں پوچھنا مقصود تھا وہ تمہیں پہنچا خلاصہ یہ ہے کہ جب شیخ شیوخ العالم کا شہرہ و آوازہ عالمگیر ہو گیا اور دنیا کے وضیع و شریف نے آپ کے قدموں پر اپنا منہ رکھ دیا اور ملتان کی مخلوق نے آپ کی طرف توجہ کی کیونکہ موضع کھتوال ملتان سے بہت نزدیک تھا تو آپ وہاں سے اجودھن میں تشریف لے لائے جو ایک غیر مشہور اور مجہول مقام تھا۔ ایک روایت کے مطابق اٹھارہ سال اور ایک روایت کے موافق چوبیس سال۔ غرضکہ آخر عمر تک اجودھن ہی میں سکونت رکھی اور وہ مجہول اور غیر معروف مقام آپ کے وجود مبارک سے ہندوستان اور خراسان کا قبلہ بن گیا بلکہ قیامت تک مسکینوں اور بیچاروں کی پناہ کی جگہ اور حاکموں اور بادشاہوں کا ٹھکانہ ہو گیا۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز چند روز تک ہانسی میں سکونت پزیر رہے لیکن چونکہ آپ علم کا بہت حصہ رکھتے تھے اور علم کو عمل کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رکھتے تھے اس وجہ سے آپ کی غیر معمولی شہرت چاروں طرف پھیل گئی اور آپ انتہا سے زیادہ مشہور ہو گئے۔ جب ہانسی میں آپ کا شہرہ پھیل گیا تو وہاں سے کھتوال میں چلے آئے جو ایک مجہول اور غیر مشہور مقام تھا اور جہاں معاش کے اسباب بمشکل حاصل ہوتے تھے لیکن چونکہ یہ مقام ملتان سے نزدیک تھا آپ یہاں بھی مخفی و پوشیدہ نہ رہ سکے بارہا آپ کے دل میں آیا کہ

اس مقام کو بھی چھوڑ دوں اور لاہور چلا جاؤں جو غیر آباد اور خراب جگہ ہے اور جہاں پانی جاری ہے لیکن یہ ارادہ پورا نہ ہوا پھر بھی آپ آخر عمر میں اجودھن چلے گئے اور یہیں تمام عمر بسر کر دی۔ اس حکایت کے نقل کرنے سے صرف اس بات کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شیخ العالم نے اپنے تئیں ہمیشہ مخفی و پوشیدہ رکھنا چاہا اور شہرت دینے میں ذرا کوشش نہ کی آپ کی زبان مبارک پر بار ہا یہ بیت جاری ہوتی تھی۔

ہر کہ در بند نام و آوازہ است　　خانۂ او برون دروازہ است

(جو شخص نام و شہرت کے فکر میں ہے اس کا گھر دروازہ کے باہر ہے۔)

حضرت سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ علی جو خطہ میرٹھ میں سکونت پذیر تھے اور وہی ان کا موطن اور مقام پیدائش تھا۔ ہانسی میں آئے جس زمانہ میں شیخ علی یہاں پہنچے ہیں ان دنوں شیخ شیوخ العالم روزہ داودی رکھتے تھے یعنی ایک دن روزہ سے ہوتے ایک دن افطار کرتے تھے جو دن آپ کے افطار کا تھا شیخ علی کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور دونوں بزرگوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔ اسی اثناء میں شیخ علی نے دل میں کہا کہ اگر شیخ شیوخ العالم صائم الدہر ہوتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تو بہت اچھا ہوتا اس بات کا شیخ علیؒ کے دل میں گذرنا تھا کہ شیخ شیوخ العالم نے نور باطن سے فوراً معلوم کر لیا کھانے سے ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ خدا کے خاص اور برگزیدہ لوگوں کے دل میں اس وقت جو کچھ گذرا میں نے اسے معلوم کر لیا۔ اب سے میں ہمیشہ روزہ ہی رکھا کروں گا۔ جب سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا شیخ الاسلام قطب الدینؒ صائم الدہر تھے فرمایا مجھے یہ بات تحقیق نہیں ہوئی۔ غالباً آپ صائم الدہر نہ تھے کیونکہ اگر آپ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تو شیخ شیوخ العالم فرید الدین ابتدا ہی سے اس میں آپ کی پیروی ضرور کرتے۔ حضرت سلطان المشائخ نے جہاں شیخ بدر الدین غزنوی کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا اور ہی مقام تھا انھوں نے خلق اور آبادی کو ترک کر کے دشت و بیابان اختیار کیا اور لوگوں کے میل جول سے علیحدگی کر کے عزلت و گوشہ نشینی پسند کی تھی آپ اجودھن جیسے غیر آباد مقام میں سکونت پذیر تھے اور درویشانہ روٹی پر قناعت کر لی تھی روٹی کے ساتھ صرف وہی چیزیں کھاتے تھے جو ان شہروں میں پیدا ہوتی ہیں جیسے پیلو وغیرہ۔ باوجود اس کے پھر بھی خلق کے آمد و رفت کی کوئی حد اور اندازہ نہ تھا آپ کے گھر کا دروازہ نہ تھا آپ کے گھر کا

دروازہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت میں بند ہوتا تھا یعنی ہر وقت دروازہ کھلا رہتا تھا اور خدا کے فضل و کرم سے ہر قسم کا کھانا اور ہر طرح کی نعمت موجود رہتی تھی جس سے آنے جانے والے لوگ بہرہ مند ہوتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا کھانے سے سیر اور نعمت سے مالا مال ہو کر جاتا عجب قوت اور عجب زندگانی تھی جو بنی آدم میں کسی کو میسر نہیں ہوئی اگر آپ کی خدمت میں کوئی ایسا شخص حاضر ہوتا جو اس سے پیشتر کبھی حاضر نہ ہوا تھا اور ایک شخص جو چند سال سے آپ کا آشنا وشناسا ہوتا تو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں دونوں برابر ہوتے اور شیخ کی توجہ دونوں کے ساتھ مساوی درجہ کی ہوتی یعنی آپ کا خلق صرف آشناؤں اور روشناسوں ہی کے ساتھ محدود نہ تھا بلکہ آپ اجنبی شخص کے ساتھ بھی اسی عام اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے جس کا آشناؤں کے ساتھ برتاوا ہوتا تھا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے مولانا بدرالدین اسحاق سے سنا ہے وہ کہتے تھے شیخ شیوخ العالم کا خادم تھا اور ہر وقت آپ کی خدم میں کمر بستہ رہا کرتا تھا۔ جو کچھ ہوا کرتا مخدوم مجھ سے فرمادیا کرتے اور ہر کام کی طرف میری رہنمائی کرتے۔ ظاہر و باطن میں ایک سخن ہوتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خلوت میں کوئی بات کہی ہو یا کسی کام کا حکم فرمایا ہو اور ظاہر میں اسے نہ کہا ہو۔ غرضیکہ آپ ظاہر و باطن ایک طریقہ رکھتے تھے اور یہ عجائب زمانہ ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز اکثر اوقات شربت سے روزہ افطار کیا کرتے تھے شام کے وقت آپ کے خدام شربت کا ایک پیالہ لاتے جس میں کبھی کبھی تھوڑے سے خشک انگور بھی ملے ہوئے ہوتے تھے آپ اس شربت میں سے نصف بلکہ دو تہائی حصہ ان تمام لوگوں کو تقسیم کر دیتے تھے جو اس وقت حاضر ہوتے تھے اور ایک تہائی حصہ جو باقی رہتا خود نوش کرتے۔ اس کے بعد جو شربت باقی رہتا اس میں سے بھی آپ اس شخص کو عطا کرتے جو آپ سے مانگتا۔ اور جسے ابدی دولت حاصل کرنا ہوتی روزہ افطار کرنے کے بعد نماز سے پیشتر دو روٹیاں گھی سے چپڑی ہوئی حاضر کرتے جو سیر بھر سے کم نہ ہوتیں آپ ایک روٹی کے بہت سے ٹکڑے کرتے اور ایک ایک ٹکڑا حاضرین مجلس کو تقسیم کرتے اور ایک روٹی خود تناول فرماتے اور اس روٹی میں سے بھی خاص اس شخص کو عنایت کرتے جو آپ سے درخواست کرتا۔ جب کھانے سے فراغت پالیتے تو نماز مغرب ادا کرتے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حق تعالیٰ کی جناب میں تمام و کمال مشغول ہوتے جب ان تمام باتوں سے فارغ

ہو لیتے تو آپ کے سامنے دستر خوان بچھا دیا جاتا جس پر کئی طرح کے کھانے چُنے جاتے لیکن آپ کا دستور تھا کہ جب تک ایک کھانا خرچ نہ ہو جاتا تو دوسرا کھانا تناول نہ فرماتے۔ مگر دوسرے روز افطار کے وقت۔

سلطان المشائخ نے اسکے بعد فرمایا کہ میں ایک رات آپ کی خدمت میں استراحت کے وقت تک حاضر رہا ایک خادم نے گھاس کے سخت پٹھوں کی بُنی ہوئی چارپائی بچھائی اور جس کملی پر کہ آپ دن کو جلوس فرما ہوتے تھے اسے چارپائی پر ڈال دیا لیکن وہ کملی اس قدر کوتاہ تھی کہ پائینتی تک نہ پہنچتی تھی جس جگہ آپ کے پاؤں مبارک ہوتے تھے وہاں خادم ایک کپڑا لا کر ڈال دیا کرتا تھا اور جب آپ اس کپڑے کو اوڑھا کرتے تھے تو وہ جگہ بستر سے خالی رہا کرتی تھی آپ کے پاس ایک لکڑی تھی جو شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے حاصل ہوئی تھی خادم اسے چارپائی کے سرہانے کی طرف رکھ دیا کرتا۔ شیخ شیوخ العالم اس پر سہارا لگاتے اور استراحت فرماتے۔ سوتے وقت لکڑی پر ہاتھ پھیر کر چومتے اور سے سرہانے رکھ دیتے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ کے لیے خادم ایک دانگ نمک کسی سے قرض لایا لیکن افطار کے وقت جب کھانا شیخ کے آگے رکھا گیا تو آپ نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا اس کھانے میں تصرف کی بو آتی ہے خادم نے عرض کیا حضور! آج گھر میں نمک نہ تھا قرض لے کر کھانے میں ڈالا گیا ہے فرمایا تو نے نہایت بیجا تصرف کیا تو اسی پر اکتفا کرتا اور ہمیں وہی بے نمک کا کھانا کافی ہوتا۔ میں اس قسم کا کھانا کبھی جائز نہیں رکھتا چنانچہ آپ نے وہ کھانا نہ کھایا۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز آخر عمر میں جبکہ آپ دار البقا کی طرف عنقریب رحلت فرمانے والے تھے نہایت مفلس اور تنگ عیش ہو گئے تھے اور آپ کے افلاس اور تنگ عیشی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ رمضان کے مہینے میں میں وہیں موجود تھا آپ کے لیئے اس درجہ کم کھانا آتا تھا کہ حاضرین کو کافی نہ ہوتا تھا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان دنوں میں میں نے کسی رات کو سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا آپ کے اسباب معاش کا دائرہ اس قدر تنگ تھا کہ ملاحظہ کے بعد معلوم ہوتا تھا کہ سہل و آسان چیز بھی دستیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب مجھے شیخ شیوخ العالم نے اجودھن سے رخصت کیا تو خرچ سفر کے واسطے ایک اشرفی عنایت فرمائی میں دہلی آنے

کو تھا کہ اس روز مولانا بدرالدین اسحاق نے شیخ شیوخ العالم کا فرمان پہنچایا کہ آج اور ٹھہر جاؤ کل روانہ ہو جانا چنانچہ میں ٹھہر گیا اور اس روز کا قصد سفر ملتوی کیا جب یہ کیفیت مجھے معلوم ہوئی تو میں وہی اشرفی جو شیخ نے سفر خرچ کے لیئے مرحمت کی تھی شیخ شیوخ العالم کے سامنے پیش کی اور عرض کیا کہ شیخ شیوخ العالم کے صدقہ سے ایک اشرفی مجھے خرچ کے لیئے ملی ہے خادم کو حکم کیجئے کہ اس میں سے کچھ افطاری کا سامان لے آئے۔ شیخ شیوخ العالم میری اس عرض سے بہت خوش ہوئے اور چند دعائیہ کلمے اس فقیر کی نسبت زبان مبارک پر جاری فرمائے۔ اس حکایت کا بقیہ قصہ سلطان المشائخ کے ذکر میں اسحصہ کے ذیل میں تحریر ہے جس میں تحفوں اور ہدیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے گھر میں بہت سی حرمیں تھیں آپ کی ایک حرم کا خادم عرض کرتا ہے کہ خواجہ! آج حضور کے فلاں فرزند پر ایک فاقہ گذر گیا ہے یا فلاں صاحبزادی پر دو فاقہ گذر چکے ہیں لیکن خواجہ اس درجہ محو و مستغرق ہوتے تھے کہ ان کی یہ تمام باتیں آپ کے آگے باد ہوائی ہوا کرتی تھیں یعنی آپ پر ان باتوں کا مطلق اثر نہ پڑتا تھا اور ذرا التفات نہ کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک حرم محترم نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خواجہ آج فلاں بچہ بھوک کی بیقراری کی وجہ سے معرض ہلاکت میں ہے۔ شیخ شیوخ العالم نے مشغولی سے سر اٹھا کر فرمایا خدا کا بندہ مسعود کیا کر سکتا ہے اگر تقدیر الٰہی اس کے سر آ دھمکی ہے اور وہ اس جہان سے سفر ہی کرتا ہے تو اس کے پاؤں میں ایک مضبوط رسی باندھ کر باہر ڈال دے اور چلی آ۔ اسکے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خواجہ اچھا کھائے۔ اچھا پہنے۔ آرام سے سوئے۔ اور خدا کی محبت کا دعویٰ کرے وہ محض جھوٹا اور مفتری ہے۔

منقول ہے کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الدین نے زیادہ مجاہدہ اختیار کرنا چاہا تو اسباب میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہ سے التماس کی شیخ نے فرمایا کہ طے کا طریقہ اختیار کرو (صوفیوں کے نزدیک پے در پے اور متواتر روزے رکھنے اور جب تک غیب سے افطاری کا سامان مہیا نہ ہو افطار نہ کرنے کو طے کہتے ہیں) چنانچہ شیخ شیوخ العالم نے تین روز تک کچھ نہ کھایا تیسرے روز افطاری کے وقت ایک شخص چند روٹیاں خدمت اقدس میں لایا آپ نے یہ سمجھ کر کہ غیب سے سامان افطای مہیا ہوا ہے روٹیوں سے روزہ افطار کر لیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے

بعد آپ نے ایک چیل کو دیکھا کہ مردار کی آنتوں کے ٹکڑے منہ میں لیئے ہوئے بیٹھی تھی۔ جوں ہی شیخ شیوخ العالم کی نظر چیل پر پڑی آپ کے دل مبارک میں ایک طرح کی نفرت وکراہت پیدا ہوئی فوراً امتلا ہوا اور امتلا کے ساتھ وہ روٹیاں قے کے رستہ سے نکل گئیں جو آپ نے افطار کے وقت تناول کی تھیں اور آپ کا پاک و بے لوث معدہ بالکل خالی ہو گیا جب آپ نے یہ کیفیت شیخ الاسلام جناب خواجہ قطب الدین قدس سرہ سے عرض کی تو شیخ نے فرمایا۔ مسعود! تم نے تیسرا روزہ ایک شرابی کی روٹیوں سے افطار کیا تھا لیکن عنایت الٰہی تمہارے حال پر متوجہ تھی کہ اس کھانے نے تمہارے معدہ میں جگہ نہ پائی اب جاؤ اور تین روزے اور رکھو اور جو چیز غیب سے پہنچے اس سے افطار کرو چنانچہ شیخ شیوخ العالم نے دوسری دفعہ تین روزے رکھے اب آپ کو بغیر کھائے چھ روز ہو گئے اگرچہ افطار کا وقت ہو گیا لیکن کسی قسم کا کھانا پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ جب ایک پہر رات گذر گئی تو اب ضعف وکمزوری اور بھی غالب ہو گئی اور بھوک کی حرارت وگرمی سے نفس جلنے لگا جب آپ بھوک کی وجہ سے بیتاب ہوئے تو دست مبارک زمین کی طرف دراز کیا اور چند کنکریاں زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیں خدا کی شان کہ آپ کے منہ کی برکت سے کنکریاں شکر کی ڈلیاں بن گئیں حکیم سنائی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

سنگ در دست تو گہر گردد   زہر در کام تو شکر گردد

(تیرے ہاتھ میں پتھر موتی بن جاتے ہیں اور تیرے منہ میں زہر شکر ہو جاتی ہے۔)

شیخ شیوخ العالم نے جب یہ کرامت معائنہ کی تو اپنے دل میں کہا کہ ممکن ہے کہ یہ شیطان کا مکرو فریب ہو۔ لہذا آپ نے فوراً ان کنکریوں کو جو منہ مبارک میں شکر کی ڈلیاں ہو گئی تھیں اُگل دیا اور پھر اس طرح مشغول بحق ہو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات گزر گئی تو اب پرلے درجہ کا ضعف طاری ہوا آپ نے پھر چند کنکریاں زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈالیں اور یہ کنکریاں بھی شکر کی ڈلیاں بن گئیں اس وقت پھر وہی شیطانی مکر کا خیال آپ کے دل میں گزرا اور یہ شکر بھی آپ نے منہ مبارک سے نکال پھینکی اور مشغول بحق ہو گئے۔ جب رات آخر ہوئی تو آپ نے دل میں کہا ایسا نہ ہو کہ انتہا ضعف کی وجہ سے خداوندی بندگی سے باز رہوں اور فجر کی نماز نہ پڑھ سکوں یہ کہہ کر چند کنکریاں ہاتھ سے اٹھا کر منہ میں ڈالیں اور وہ بدستور سابق شکر ہو گئیں اس دفعہ آپ کے دل مبارک میں گزرا کہ یہ غیبی سامان ہے جو میری افطاری کے لیئے مہیا ہوا کیونکہ تین دفعہ ایسا ہو چکا

ہے اور شیخ الاسلام نے جو فرمایا تھا کہ تین روز کے بعد غیب سے جو چیز پہنچے اس سے افطار کر لینا وہ بھی غیبی سامان ہے۔ اب مجھے بالکل تردد نہ کرنا چاہئے جب دن ہوا تو آپ شیخ الاسلام جناب خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا۔ مسعود! تم نے خوب کیا کہ شکر سے روزہ افطار جو کچھ غیب سے دستیاب ہو بہر صورت خوب ہے جاؤ شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہو گے یہی وجہ ہے کہ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو پھر شکر بار اور گنج شکر کہتے ہیں اس کے بعد شیخ شیوخ العالم نے مزید مجاہدہ کی بابت پھر شیخ الاسلام جناب خواجہ قطب الدین کی خدمت میں عرض کیا اور کہا اس سے بھی زیادہ مجاہدہ کرنا چاہتا ہوں اگر شیخ کی اجازت ہو تو چلہ کشی کروں لیکن یہ بات شیخ کے مزاج کے موافق نہ پڑی فرمایا چلہ کشی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان جیسی چیزوں سے بجز شہرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ شیخ شیوخ العالم نے جواب دیا کہ حضور خوب جانتے ہیں کہ بندہ کو شہرت مقصود نہیں ہے بلکہ ہمیشہ گمنامی اور گوشہ نشینی مدِ نظر ہے۔ ازاں بعد شیخ شوخ العالم فرمایا کرتے تھے کہ میں عمر بھر پشیمان رہا کہ ایسی بات کا کیوں جواب دیا جو شیخ کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ الغرض شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر تمہیں چلہ کشی ہی کرنا ہے تو جاؤ معکوس چلہ میں مشغول ہو۔ لیکن شیخ شیوخ العالم کو معلوم نہ تھا کہ چلۂ معکوس کسے کہتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے شیخ بدر الدین غزنوی سے کہا کہ شیخ نے مجھے چلۂ معکوس کا حکم فرمایا ہے اور میں شیخ کی ہیبت کی وجہ سے دریافت نہ کر سکا کہ چلۂ معکوس کا طریقہ کیا ہے یا تو تم مجھے اس کی تعلیم دو یا شیخ سے دریافت کر دو۔ شیخ بدر الدین نے جناب شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس سرہ سے چلۂ معکوس کی کیفیت دریافت کی فرمایا چلۂ معکوس یہ ہے کہ لگا تار چالیس روز چالیس رات پاؤں میں رسی باندھ کر کسی کنویں میں الٹے لٹک کر خدا کی عبادت میں مصروف ہوں جب شیخ شیوخ العالم کو چلۂ معکوس کے معنی تحقیق ہو گئے تو آپ نے اس کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن آپ کو منظور تھا کہ یہ چلۂ اس جگہ پورا کیا جائے جہاں کسی کو اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ ایسے مقام کی تلاش و جستجو میں نکلے اور ایسا موقع ڈھونڈتے پھرے کہ جہاں مسجد ہو اور مسجد میں کنواں بھی ہو اور کنوئیں کے پاس ایک ایسا درخت ہو جس کی شاخ کنویں کے سر پر چھائی ہوئی ہو نیز مسجد کا موذن ایک نہایت متدین اور درویشوں کی صحبت کے قابل ہو اور ساتھ ہی اس کے صاحب سر بھی ہو شیخ شیوخ العالم تمام شہر میں ایسے

مقام کی تلاش کرتے پھرے لیکن اتفاق وقت سے آپ کو کوئی مقام دستیاب نہیں ہوا جس میں یہ تمام باتیں مہیا ہوں مجبوراً آپ کو ہانسی جانا پڑا اور اگرچہ ایک مدت تک وہاں بھی ایسے موقع کو تلاش کرتے رہتے لیکن میسر نہیں ہوا اب آپ وہاں سے بھی آگے بڑھے اور ہر قصبہ ہر خطہ میں اس قسم کی تنہائی ڈھونڈھتے پھرے یہاں تک کہ خطہ اوچہ میں تشریف لے گئے وہاں ایک مسجد دیکھی جو نہایت خوشنما اور پر فضا تھی اور اس اطراف کے باشندے اسے مسجد حاج کے نام سے پکارتے تھے اس مسجد میں کنواں بھی بہتا اور کنویں کے پاس ایک درخت بھی موجود تھا۔ مسجد کا مؤذن ایک نہایت متدین اور صاحب دل شخص تھا جو خواجہ رشید الدین کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ ہانسی کا باشندہ تھا اور یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ خود شیخ شیوخ العالم کا سچا اور بے ریا معتقد تھا۔ شیخ شیوخ العالم اس مسجد کو اپنی طبیعت کے موافق پا کر چند روز تک یہاں رہے اور جب مؤذن کی سچی محبت اور تدین و محافظت اسرار پر کامل وثوق ہو گیا تو آپ نے اس بھید کو اس پر ظاہر فرمایا لیکن بھید ظاہر کرنے سے پیشتر اس سے عہد لیا تھا اور شرط کر لی تھی کہ اس کا کسی پر اظہار نہ ہونے پائے ازاں بعد مؤذن سے فرمایا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں تو ایک مظبوط سی رسی بازار سے خرید لانا۔ مؤذن نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور ایک رسی خرید لایا۔ شیخ شیوخ العالم نے وضو کیا اور بے دھڑک اپنے ایک مبارک پاؤں کو جو حقیقت میں اولیا کے سر کا تاج تھا رسی کے ایک سرے میں باندھ دیا اور اس کا دوسرا سرا درخت کی شاخ میں لپیٹ دیا نظامی کہتے ہیں۔

دارد دو سرا یں رشتہ یکے عجز دگر ناز
زیں سو ہمہ عجز آمد وزاں سو ہمہ ناز

(یہ رسی دو سرے رکھتی ہے ایک عجز کا دوسرا ناز کا۔ پس اس طرف سے عجز اور اس طرف ناز حاصل ہوا۔)

بعدہ اپنے تئیں سرنگوں کنویں میں لٹکایا اور مشغول بحق ہوئے۔ امیر حسن نے خوب فرمایا ہے

ہر دل کہ درو مہر تو آویختہ شد
آویختہ شد عاقبت از کنگرۂ عشق

(جس دل میں تیری محبت کا تعلق پیدا ہوا انجام کار کنگرۂ عشق سے لٹکایا گیا۔)

آپ نے مؤذن سے فرمایا تھا کہ تم صبح صادق کے طلوع ہونے سے پیشتر یہاں آموجود ہونا۔ مؤذن وقت مقررہ پر اپنے مکاں کو چلا گیا اور شیخ شیوخ العالم قدس سرہ تمام رات کنویں میں اُلٹے لٹکے ہوئے نماز میں مشغول رہے۔ صبح کی پو پھٹنے سے پہلے موذن آموجود ہوا دیکھا کہ شیخ شیوخ العالم اس طرح مشغول بحق ہیں اس نے دھیمی آواز میں کہا کہ مخدوم! میں حاضر ہوں فرمایئے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کیا صبح صادق طلوع ہو چکی ہے موذن نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے فرمایا تو رسی کو اوپر کھینچ لو مؤذن نے ایسا ہی کیا۔ شیخ شیوخ العالم باہر تشریف لائے اور مسجد کے اندر قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور اب بھی مشغول بحق رہے۔ اس طرح چالیس راتیں چلۂ معکوس میں بسر کیں اور پیر کا فرمان اس طرح ادا کیا کہ تیسرے شخص کے کان میں اس بھید کی بھنک تک نہیں پہنچی۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ یہ مسجد اوچہ میں ہنوز برقرار ہے اور وہ متبرک مقام خلق اللہ کی حاجت روائی کا عمدہ موقع ہے۔ اس طرح رشید الدین مینائی مؤذن نے ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایک مفلس اور درویش شخص ہوں آمدنی کچھ نہیں رکھتا اور کھانے والی لڑکیاں بہت سی ہیں خواجہ کا عین کرم اور بے حد بخشش ہوگی اگر میرے حق میں دعا فرمائیں گے میں اپنے لیئے صرف اس قدر وسعت اور فراخی چاہتا ہوں کہ مجھے اور لڑکیوں کو کافی ہو جائے فرمایا تم وعظ کہا کرو مؤذن نے عرض کیا کہ حضور میں نے کچھ پڑھا نہیں ہے اور اس قدر قابلیت نہیں رکھتا ہوں شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ تیرا کام منبر پر قدم رکھنا ہے اور حق تعالیٰ کا کام کرم و فضل کرنا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا خدا تعالیٰ نے اس پر کرم کیا اور وہ علم و کرامات عطا فرمایا کہ وعظ و نصیحت میں بے نظیر عالم مشہور ہو گیا اور لوگ اس کے عالمگیری وعظ پر تعجب کرنے لگے تھوڑے دنوں میں اس کی روزی میں فراخی و وسعت ہو گئی اور اب خوشحالی میں زندگی بسر کرنے لگا۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ کہتے تھے کہ جو کچھ مجھے پہنچا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے پہنچا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سرنگوں نماز ادا کر رہے ہیں میں بھی ایک مقام پر پہنچا اور اپنے پاؤں میں رسی باندھ کر کنویں میں اُلٹا لٹک گیا۔

جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے علم اور تبحر کا بیان

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دانشمند عالم جو ضیاء الدین کے لقب کے ساتھ شہرت رکھتا تھا منارہ کے نیچے بیٹھ کر طلبہ کو درس دیتا تھا اس سے میں نے سنا کہ ایک دفعہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں گیا میں فقہ ونحو جو علوم عربیہ کے اصلی عنصر ہیں اور دیگر رسمیہ علوم سے محض نابلد تھا البتہ یہی اخلاقی علوم کچھ سیکھ لیئے تھے۔ میرے دل میں فوراً گزرا کہ اگر شیخ شیوخ العالم فقہ اور دوسرے علوم کا کوئی مسئلہ پوچھ بیٹھیں تو کیا جواب دوں گا یہ ایک بڑا بھاری اندیشہ میرے دل میں تھا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے مؤدب بیٹھ گیا شیخ نے میرے طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ مناط کی تنقیح کیا ہے میں خوش ہو گیا اور اس بیان کی تفصیل کرنی شروع کی اور چونکہ نفی واثبات کی بحث بیچ میں آ گئی تھی اس کی میں نے خوب ہی توضیح وتفسیر کی۔ اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ کا یہ کمال کشف تھا کہ آپ نے ضیاء الدین سے اسی علم کی بابت دریافت کیا جس میں انہیں کامل مہارت حاصل تھی۔
سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضور کے سامنے کلام اللہ پڑھتا ہوں فرمایا ہاں پڑھو چنانچہ جمعہ کے دن یا کسی اور روز کہ آپ کو فرصت تھی میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ چھ سیپارے آپ کے سامنے پڑھ گیا۔ جب میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ پڑھو میں نے الحمدللہ پڑھنی شروع کی جب ولا الضالین پر پہنچا تو فرمایا ضاد اس طرح پڑھو جس طرح کہ میں پڑھتا ہوں ہر چند میں نے اس مخرج کے پڑھنے پر زور دیا جس مخرج سے آپ نے پڑھا تھا لیکن مجھ سے بن نہ آیا یہاں تک پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا واہ واہ کیا فصاحت و بلاغت تھی شیخ شیوخ العالم ضاد کو اس طرح پڑھتے کہ کسی کو میسر نہ ہوتا تھا ازاں بعد فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول الضاد بھی کہتے ہیں کس لیے کہ آپ پر حروف ضاد نازل ہوا چنانچہ اس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے رسول الضاد ای انزل علیہ الضاد. جناب

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولانا بدرالدین اسحاق کواوران کیساتھ مجھ کوایک لفظ میں شبہہ پڑا ہم دونوں مل کر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مؤدب کھڑے رہے فرمایا کیوں بیٹھتے کیوں نہیں کہا حضور ہمیں معلوم نہیں کہ شرعہ (جس کے معنی جوتی کے تسمہ کے ہیں) کے ساتھ سِرّک کالفظ چسپاں ہے یازرک کا شیخ شیوخ العالم نے فرمایا زرک اور آپ نے فی البدیہ یہ نظیر بیان کی کہ اُستر ک سِرّک من زِرِّکَ ۔ یعنی اپنے بھید کی گریبان کی گھنڈی سے بھی حفاظت کر۔ مطلب یہ کہ اس پر بھی ظاہر نہ کر۔ اور فرماتے تھے کہ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز ارشاد فرماتے تھے کہ صابر فقیر۔ شاکر متمول پر صریح ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مالدار شاکر کوشکر کرنے پر بھی وعدہ دیا گیا ہے نا؟ کہ نعمت و دولت میں ترقی ہوگی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لان شکرتم لا زیدنکم یعنی اگر تم نعمتوں کوقدر کی نگاہ سے دیکھو گے اور شکر گزاری سے پیش آؤ گے تو میں تمہیں مزید نعمت سے سرافراز کروں گا بخلاف فقر کے کہ اسے صبر کی حالت میں نعمت معیت کی بشارت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے ان اللہ مع الصابرین یعنی خدا تعالیٰ کی معیت صابروں کے ساتھ ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ مزید نعمت اور معیت کے درمیان ظاہر اور بین فرق ہے۔

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اسی تقریر کی اثنا میں قاضی محی الدین کاشانی نے جناب سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ حضرت آیہ وھو معکم اینما کنتم عام ہے اور جملہ ان اللہ مع الصابرین خاص اور جب یہ ہے تو اس صورت میں عام وخاص کے درمیان کیا تفاوت ہے۔ جناب سلطان المشائخ نے جواب دیا کہ عام کے لیئے صرف معیت ہے اور جملہ وھو معکم اینما کنتم کے معنی ہیں کہ جہاں کہیں بھی تم ہوتے ہو خدا تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے بخلاف خاص کے کہ اس میں معیت اور معیت کے ساتھ عنایت ہے کیونکہ ان اللہ مع الصابرین کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ صابروں کے ساتھ یعنی انہیں دوست رکھتا اوران سے راضی ہوتا ہے۔ شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا سلطان غیاث الدین بلبن کوایک سفارشی رقعہ تحریر کردیجئے شیخ شیوخ العالم نے قلم اٹھا کر یہ عبارت قلم بند کی رفعت قصتہ الی اللہ ثم الیک فان اعطیتہ شیئاً فالمعطی ھواللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئاً فالمانع ھواللہ وانت المعذور. یعنی میں نے ایک اس

شخص کا احوال اول خدا کی طرف پیش کیا ہے پھر تیری طرف اگر تو اسے کچھ عنایت کرے گا حقیقت میں دینے والا خدا ہے اور تو مشکور۔ اور اگر کچھ نہ دے گا تو حقیقت میں باز رکھنے والا خدا ہے اور تو معذور۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین کے جناب شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری اور شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہما العزیز سے نعمت و برکت پانے کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دن جناب شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ اسرارہم ایک حجرہ میں موجود تھے اثناء گفتگو میں شیخ معین الدین نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بختیار تو اس جوان کو مجاہدہ کی آگ میں کب تک جلائے گا جو کچھ بخشش کرنا ہو کر دے۔ شیخ نے عرض کیا مجھے یہ طاقت کہاں ہے کہ جناب کی نظرِ مبارک کے سامنے کچھ بخشش کروں۔ شیخ معین الدین نے فرمایا کہ اس کی توجہ صرف تجھ سے تعلق رکھتی ہے یہ کہہ کر شیخ معین الدین کھڑے ہو گئے اور فرمایا بختیار! تم بھی کھڑے ہو جاؤ تا کہ ہم دونوں مل کر بخشش کریں چنانچہ دائیں جانب شیخ معین الدین کو کھڑا کیا اور بخشش کی۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

بخشش کونین از شیخین شد درباب تو ‏ ‏ بادشاهی یافتی زیں بادشاهان زمان
مملکت دنیا و دین گشته مسلم مرترا ‏ ‏ عالم کن گشته اقطاع تو اے شاه جهان

(دو بزرگ شیخوں کی بخشش کونین تیرے حق میں ہوئی تو نے ان زمانہ کے بادشاہوں سے بادشاہی پائی دین اور دنیا کی مملکت تیرے واسطے ہے اور جس قدر عالم کن کی موجودات ہیں وہ سب تیرے لیئے ہیں)

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب شیخ قطب الدینؒ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو لوگوں نے ایک بزرگ کا نام لیا جو آپ کے پائینتی سوتے تھے اور جنہیں آرزو تھی کہ شیخ کے انتقال کے بعد خود شیخ کے مقام پر جلوہ فرما ہوں اس طرح شیخ بدر الدین غزنوی کو بھی اس بات کی تمنا تھی لیکن جس سماع کی مجلس میں کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین انتقال کرنے والے تھے حاضرین کی

طرف متوجہ ہو کر بولے کہ میرا یہ جامہ یہ عصا یہ کھڑاویں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو پہنچادو جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جامہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا جو ایک دوہرا کپڑا سوزنی کے طور پر تھا جس رات شیخ الاسلام خواجہ قطب الدینؒ نے انتقال فرمایا تھا شیخ شیوخ لاالعالم فرید الحقؒ ہانسی میں تشریف رکھتے تھے اسی رات شیخ شیوخ العالم نے اپنے محترم پیر کو خواب میں دیکھا کہ آپ انہیں اپنے باجاہ وجلال دربار میں بلارہے ہیں جب روز روشن ہوا تو شیخ شیوخ العالم ہانسی سے دہلی روانہ ہو گئے۔ چوتھے روز شہر میں پہنچے اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے وہ جامہ شیخ شیوخ العالم خواجہ فرالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا شیخ شیوخ العالم نے اول دوگانہ ادکیا بعدہ اس جامہ کو زیب تن فرمایا۔ جامہ سے آراستہ ہو کر اس مکان میں تشریف لائے جہاں شیخ قطب الدین قدس سرہ رہتے تھے اور یہاں پہنچ کر آپ کی جگہ بیٹھ گئے۔ ابھی تین ہی روز ہوئے تھے کہ ایک شخص سرہنگا نام ہانسی سے دہلی میں آیا اور اگر چہ دو تین مرتبہ شیخ شیوخ العالم کے پاس حاضر ہونا چاہا مگر دربان نے اندر آنے کی اجازت نہیں دی ایک دن خود شیخ شیوخ العالم گھر سے تشریف لائے سرہنگا جو آپ کی ملاقات کا منتظر تھا شیخ کو دیکھتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑا اور بھرائی ہوئی آواز میں رونے لگا۔ ازاں بعد نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ جب آپ ہانسی میں تھے تو میں نہایت آسانی سے آپ کو دیکھ لیا کرتا تھا اب آپ کا دیکھنا اور سعادت قدم بوسی حاصل کرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل ہے۔ شیخ نے اس وقت یاروں سے فرمایا کہ میں ہانسی جاؤں گا حاضرین نے عرض کیا کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین قدس سرہ نے جب کہ مقام آپ کو دیا ہے تو پھر آپ دوسری جگہ کیوں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا جو نعمت مجھے پیر نے عنایت فرمائی وہ محدود نہیں ہے بلکہ پیر نے اسے رواں کر دیا ہے وہی شہر میں ہے اور وہی جنگل و بیابان میں۔ منقول ہے کہ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق فرماتے تھے کہ ایکدن میں شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس نیت سے اٹھا کہ ہانسی کی طرف روانہ ہوں۔ شیخ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر فرمایا کہ مولانا فرید الدین میں جانتا ہوں کہ تم ہانسی جاؤ گے میں نے عرض کیا جو کچھ ارشاد ہو۔ فرمایا جاؤ قلم تقدیر یوں ہی چل چکا ہے کہ جب میرے سفر آخرت کا وقت نزدیک ہو تو تم یہاں موجود نہ ہو اس کے بعد آپ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ سب مل کر اس درویش کی دین و دنیا کی مزید نعمت اور فقر کے لیئے فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھو تمام

حاضرین نے آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ سب نے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر میرے حق میں دعا خیر بھی کی اس وقت آپ نے اس دعا گو کو مصلےٰ خاص اور عصا عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں تمہاری امانت یعنی سجادہ اور خرقہ اور دستار اور کھڑاویں قاضی حمید الدین ناگوری کو دے جاؤں گا وہ پانچ روز کے بعد تمہیں پہنچا دے گا تم انہیں نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھنا اور کبھی بھول کر جدا نہ کرنا ہمارا مقام حقیقت میں تمہارا ہی مقام ہے۔ جس وقت شیخ قطب الدین قدس سرہ نے یہ فرمایا مجلس سے ایک اندوہ خیز شور وغل اٹھا اور سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک صاحب دل درویش کو دیکھا اور اس کا ذاتی کمال فوراً پہچان لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ اس وقت بھوکے ہیں جھٹ گھر میں تشریف لائے اور کھانے کی کوئی چیز تلاش کی اتفاق وقت سے گھر میں بجز تھوڑی سی جوار کے اور کوئی چیز موجود نہ تھی آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسے چھڑا اور سل بٹے سے کچل کر خود ہی روٹی پکائی جامع مسجد میں جہاں وہ درویش نزول فرما تھا آئے اور جوار کی روٹی پیش کی۔ درویش نے کہا فریدالدین! میں دیکھ رہا تھا کہ تمہارے گھر میں بجز جوار کے اور کچھ نہ تھا اور میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ جس طرح تم نے آٹا پیسا اور روٹی پکائی۔ اب جو کچھ تمہیں مانگنا ہے مانگو شیخ شیوخ لعالم کا جو مقصود تھا درویش سے بیان کر دیا اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم اور درویش کی بخشش سے اس مطلوب پر کامیاب ہوئے۔ اس حکایت کے بیان کرنے کے بعد سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں شیخ شیوخ العالم باوجود سخت مشقتوں کی برداشت کرنے کے نہایت تنگ اور مفلس بھی تھے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب کوئی درویش اپنی صاف باطنی سے کوئی چیز کسی دوسرے فقیر کو دیتا ہے تو درویشوں کا دستور یہی ہے کہ وہ درویش بھی بطریق مکافات اپنی گنجائش کے مقدار اس کی خدمت کیا کرتا ہے۔

شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز کے بعض ملفوظات کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز اپنے خطِ مبارک سے قلمبند کرتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو پیروں سے سوال

کیا گیا اور سب نے ایک ہی جواب دیا۔ ایک یہ کہ من اعقل الناس ۔ یعنی تمام لوگوں میں زیادہ تر عقلمند کون ہے۔ اس کا جواب دیا کہ تارک الدنیا۔ یعنی دنیا کو ترک کر دینے والا۔ دوسرے کہ ومن اکیس الناس یعنی تمام لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے اس کا جواب دیا گیا الذی لایغیر بشیء یعنی جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو۔ تیرے یہ کہ ومن اغنی الناس یعنی تمام لوگوں سے زیادہ دولتمند اور مالدار کون ہے جواب دیا گیا۔ القانع یعنی قناعت کرنے والا۔ چوتھے یہ کہ ومن افقر الناس یعنی تمام لوگوں سے زیادہ محتاج کون شخص ہے جواب دیا گیا۔ تارک القناعته یعنی قناعت ترک کرنے والا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا اللہ یستحیی من العبد ان یرفع الیه یدیه و یردھما خا بین. یعنی خدا تعالیٰ بندہ کے اس کی طرف ہاتھ اٹھانے اور پھر انہیں نامراد لوٹا دینے سے شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا حکیمانہ مقولہ ہے کہ اگر ہے تو غم نہیں ہے نہیں ہے تو غم نہیں۔ یعنی بندہ کو دونوں حالتوں میں یکساں رہنا چاہیے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا کہ نامرادی اور ناکامیابی کا دن مرد کے لیئے شب معراج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے کہ میں نے پورے دس سال صوفیوں کی شاگردی کی جب کہیں جا کر مجھے وقت کی قدر معلوم ہوئی۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ اپنا کام کرنا چاہیئے اور پژمردہ شخصوں کی باتوں میں اپنے تئیں چھوڑنا نہ چاہیئے۔ ذیل کی بیت بھی آپ ہی کے ذہن رسا کا نتیجہ ہے

بقدر رنج یابی سروری را بشب بیدار بودن مهتری را

(رنج کی مقدار خوشحالی اور سرداری پائے گا اور شب بیداری سے بزرگی حاصل ہوگی ۱۲)

یہ بھی آپ ہی کا حکیمانہ مقولہ ہے الصوفی یصفو به کل شیء ولایکدرهٔ شئی. یعنی حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کی برکت کی وجہ سے تمام چیزیں صفائی قبول کریں اور اسے کوئی چیز تیرہ و مکدر نہ کرے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام جلال الدین نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ الکلام منکر القلوب ان اول الکلام واخره ان کان لله فتکلم والا فاسکت. یعنی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دل کو غافل اور بدمست کر دیتی ہیں اگر بات کا اول و آخر خدا کے لیئے ہے تو اسے منہ سے نکالنا چاہیے ورنہ خاموشی اختیار کرنی ضروری ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب فقیر نیا اور جدید کپڑا پہنے تو یوں خیال کرنا چاہیے کہ کفن پہنتا ہوں۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ۔ الانبیاء احیاء فی لقبور یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں۔ ذیل کی رباعی بھی آپ ہی کی موزوں اور قابل طبیعت کا بدیہی نتیجہ ہے۔

لو کان ھذا العلم یدرک بالمنی

ما کان یبقی فی البریة جاھل

فاجھل ولا تکسل ولدیک غافلا

فندامة العقبی لمن یتکاسل

یعنی اگر علم کی تحصیل صرف خواہش و آرزو ہی پر موقوف ہوتی تو دنیا جہان میں کوئی جاہل باقی نہیں رہتا تو تجھے کوشش کرنا اور سستی و غفلت سے دور رہنا چاہیے کیونکہ عقبیٰ کی ندامت غافل و کاہل ہی کے لیئے ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے جو خداوند تعالیٰ سے حکایت کرتے ہیں کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف . یعنی میں ایک مخفی اور پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں لہذا میں نے اپنے پہچانے جانے کے لیئے مخلوق پیدا کی۔ یہ بھی آپ ہی کا حکمت آمیز مقولہ ہے۔ کہ تجھے اپنی اصلی حالت ظاہر کرنا چاہیے ورنہ پھر خود تجھے ظاہر کریں گے جیسا کہ تو اصل میں تھا۔ یہ بھی آپ ہی کا فرمودہ ہے جذبة من جذبات الحق خیر من عبادة الثقلین. یعنی خدا کا ایک جذبہ جن وانس کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ قال علیہ السلام طوبی لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس. یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مبارک ہے جس کا عیب لوگوں کے عیب دیکھنے اور ظاہر کرنے سے اسے باز رکھتا ہے۔ ذیل کا شعر بھی آپ ہی کا کہا ہوا ہے۔

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم وللجھال مال

یعنی ہم خدا تعالیٰ کی اس قسمت سے جو ہمارے حق میں جاری ہوئی ہے خوش ہیں کہ ہمارے لیئے علم اور جہلاء کے واسطے مال ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا عاقلانہ مقولہ ہے۔ الصو فی یصفو ابہ کل شئی ولا یکدرہٗ شی ءٍ لو ار دتم بلوغ درجة الکبار فعلیکم بعدم الا لتفات الی ابناء الملوک. یعنی صوفی وہ شخص ہے جس کی برکت کی وجہ سے ہر چیز صفائی قبول کرے اور اسے کوئی چیز تیرہ و مکدر نہ کرے اگر تم بزرگوں کے رتبہ پر پہنچنا چاہتے ہو تو بادشاہوں کی طرف بے التفاتی کو لازم پکڑو۔

دوشینہ شبنم دل حزینم بگرفت

و اندیشہ یار نازنینم بگرفت

گفتم بسر و دیده روم بر درِ تو
اشکم بدوید و آستینم بگرفت

(کل کی رات شبنم نے میرے محزون و مغموم دل پر اثر کیا اور یار نازنین کے اندیشہ نے برانگیختہ کیا میں نے کہا کہ آنکھ وسر کے بل تیرے دروازہ پر چلنے کو مستعد ہوں اس وقت میرے آنسو بہے اور آستین پکڑی۔)

یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ المباحثة بین الا ثنین خیر من تکرار السنتین. یعنی دو شخصوں کا باہم بحث کرنا دو سال کی تنہا تکرار کرنے سے بہتر ہے۔

اے مدعی بدعوی چندین مکن دلیری یک حرف راز معنی سه صد جواب باشد

(اے مدعی ان حقیر دعووٴں پر جرأت نہ کر کیونکہ راز کے ایک حرف میں تین سو جواب ہو سکتے ہیں۔)
یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ الافت فی التدبیر و السلامة فی التسلیم. یعنی تدبیر میں آفت ہے اور اپنا کاروبار خدا کے سپرد کر دینے میں سلامتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ العلماء اشرف الناس و الفقراء اشرف الاشراف. یعنی علما تمام لوگوں سے شریف تر ہیں لیکن فقیر علماء سے بھی بہتر ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کا قول ہے۔ الفقیر بین العلماء کالبدر بین کواکب السماء. یعنی فقیر علماء کے جمگھٹے میں ایسا ہے جیسا ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں رات کا چاند۔ یہ بھی آپ ہی کا مقولہ ہے کہ ان ارذل الناس من اشتغل بالاکل و اللباس. یعنی تمام لوگوں میں زیادہ رذیل وذلیل وہ شخص ہے جس کی ہمت کھانے پہننے میں ہی مصروف رہے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات اور حکیمانہ اقوال میں سے پورے پانچ سو کلمات جمع کیے ہیں جن میں سے چند کلمات یہاں مختصراً قلمبند کیئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے کہ سب نظر قبول سے دیکھنے لگیں گے۔ (۲) ہر شخص کو وہی دیتا ہے اور جب وہ دیتا ہے تو کوئی چھین نہیں سکتا۔ (۳) اپنے آپ سے بھاگنا گویا خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ (۴) جسم وتن کی خواہش پوری مت کر کہ وہ بہت منہ پھیلاتا ہے۔ (۵) جاہل و ناداں کو زندہ مت خیال کر۔ (۶) جو شخص نادان ہو کر اپنے تئیں دانا ظاہر کرے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ (۷) جو سچ کہ جھوٹ کے

مشابہ ہوا سے زبان سے نہ نکال۔(۸) دنیاوی جاہ و مال کے لیئے اندیشہ نہ کرو۔(۹) ہر شخص کی روٹی نہ کھاو۔ ہاں عالم لوگوں کو بغیر کسی تخصیص کے روٹی دو۔(۱۰) موت کو کبھی اور کسی جگہ نہ بھولو۔ (۱۱) اٹکل پچو بات نہ کہو۔(۱۲) جو آفت و بلا پڑے اسے نفسانی خواہش اور گناہ کا نتیجہ سمجھنا چاہیے۔(۱۳) گناہ کر کے شیخی بگھارنا سخت معیوب ہے۔(۱۴) دل کو شیطان کا بازیچہ مت بناؤ۔(۱۵) باطن ظاہر سے عمدہ اور بہتر رکھو۔(۱۶) آرایش و نمائش میں کوشش نہ کرو۔(۱۷) نفس کو جاہ و دولت کے لیئے ذلیل و بے قدر نہ کرو۔(۱۸) عاجز اور نو دولیتئے سے قرض نہ لو۔(۱۹) قدیم خاندان کی حرمت و عزت محفوظ رکھو۔(۲۰) ہر روز جدید و نئی دولت کی طلب میں رہنا چاہیے۔(۲۱) جب تک بن پڑے عورتوں کو گالیاں دینے کی عادت پیدا نہ کرو۔(۲۲) نعمت کی شکر گزاری کرو۔(۲۳) کسی پر احسان نہ رکھو۔(۲۴) مزاج کی صحت و عافیت کو بڑی بھاری نعمت سمجھو۔(۲۵) جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے اس کی نسبت نیکی کرنے کو اپنی طرح خیال کرو۔ (۲۶) جس چیز کی برائی پر دل گواہی دے اس کا خیال جلد چھوڑ دو۔(۲۷) جو غلام بکنا چاہے اسے خدمت میں رکھنا نہ چاہیے۔(۲۸) نیکی کرنے پر بہانہ جوئی کی عادت ڈالو۔(۲۹) سختی اور سبکساری کو ضعیفی سمجھو۔(۳۰) کسی دشمن سے بے خوف نہ رہو۔ گو وہ تم سے خوش ہی کیوں نہ ہو۔(۳۱) جو تم سے ڈرتا ہو تم اس سے ڈرو۔(۳۲) اپنی طاقت و توانائی پر بھروسہ نہ کرو۔(۳۳) شہوت کے وقت خودداری تمام وقتوں سے زیادہ کرنا چاہیے۔(۳۴) جب اہل دولت کے ساتھ بیٹھو تو دین کو فراموش نہ کرو۔(۳۵) عزت و حشمت انصاف و عدل میں جانو۔(۳۶) تونگری اور دولتمندی کے وقت عالی ہمت رہو۔(۳۷) دین کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔(۳۸) وقت کا کوئی بدل نہیں مل سکتا۔(۳۹) دادِ سخاوت راست قولی سے دے۔ (۴۰) گردن کشوں اور نخوت پسندوں پر تکبر واجب جانو۔(۴۱) مہمان کے ساتھ تکلف کا برتاوا نہ کرو(۴۲) عقلمندی و تجرید کا توشہ مہیا کرو۔(۴۳) جب خدا کی مقرر کی ہوئی تکلیف تیری طرف ہو تو اس سے اعراض نہ کر۔(۴۴) جس درویش کو تونگری کی امید ہو اسے حریص جانو۔(۴۵) خدا ترس وزیر کی سپردگی میں ملک دینا چاہیے۔(۴۶) دشمن سے مشورہ مت لو۔(۴۷) دوست کو متو اضعانہ اخلاق سے اپنا گرویدہ بنالو۔(۴۸) جہان پرستی کو ناگہانی بلا جانو۔(۴۹) اپنے عیب کو ہمیشہ زیر نظر رکھو۔(۵۰) دولتمندی کو ہنر مندی کے جال میں پھنساؤ تا کہ ہمیشہ باقی رہے۔(۵۱)

ہنر ذلت سے حاصل کرو۔ (۵۲) دشمن کی کڑوی کسیلی بات سے متغیر نہ ہونا چاہیے۔ (۵۳) دشمن سے محفوظ رہنے کی ہمیشہ کوشش کرو۔ (۵۴) اگر تم ذلیل ورسوا ہونا نہیں چاہتے تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو۔ (۵۵) اگر تم ساری خلق کو اپنا دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبری کی صفت پیدا کرو۔ (۵۶) اپنے نیک و بد کو مخفی رکھو۔ (۵۷) دین کی علم سے نگاہداشت کرو۔ اگر عزت و بلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو۔ (۵۸) اگر تمہیں آسودگی و آسایش پیش نظر ہے تو حسد نہ کرو۔ (۵۹) اس میں بہت کوشش کرو کہ مرنے سے ہمیشہ کی زندگی پاؤ۔

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اناج کے چند دانے چڑیوں کے آگے ڈالے تھے۔ دوسرے روز من بھر گیہوں اور سِکّہ رائج وقت مجھے پہنچا شیخ شیوخ العالم خواجہ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک پر بے ساختہ یہ بیت جاری ہوئی۔

خورش دہ بکنجشک و کبک وھمام   کہ ناگاہ ھمایے درافتد بدام

معتبر اور ثقہ لوگوں سے منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام خواجہ بہاؤالدین زکریا نے شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس سرہ کی خدمت میں ایک ایسی بات پہنچادی تھی جو شیخ شیوخ العالم کی مجلس کے قابل نہ تھی جب شیخ الاسلام بہاؤلدین کو یہ خبر ہوئی تو آپ نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم میں اور تم میں عشق بازی ہے۔ شیخ شیوخ لعالم نے فوراً اس معذرت کا یہ جواب دیا۔ کہ ہمارے تمہارے درمیان عشق ہے۔ بازی نہیں ہے۔

شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہ العزیز اور آپ کی والدہ بزرگوار کی بعض کرامتیں

جناب سلطان المشائخ قدس سرہ اللہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک دان میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ خواجہ! میری ایک درخواست ہے اگر حضور رغبت کے کانوں سے سنیں اور بخشش فرمائیں۔ فرمایا کہو کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کی داڑھی مبارک کا ایک بال

جدا ہو گیا ہے اگر حکم ہو تو میں اسے بجائے تعویز کے حفاظت سے اپنے پاس رکھوں۔ فرمایا ایسا ہی کرو۔ میں نے اس بال کو نہایت اعزاز سے لیا اور ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر تعویز بنالیا۔ اور شہر دہلی میں واپس آیا۔ جناب سلطان المشائخ جس وقت یہ واقعہ بیان کر رہے تھے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے آپ نے آنسو پونچھ کر فرمایا۔ آہ آہ اس ایک بال میں میں نے کیا کیا اثر دیکھے ہیں ازاں بعد فرمایا جو دردمند بیمار میرے پاس آکر تعویز مانگتا میں اسے وہ بال دے دیتا فوراً اس کی تمام تکلیف و زحمت دور ہو جاتی یہاں تک کہ میرے ایک دوست تاج الدین مینائی کا سب سے چھوٹا لڑکا جو صغیر سن تھا بیمار پڑا وہ میرے پاس آئے اور اس تعویز کی درخواست کی یہ عجب اتفاق کی بات ہے کہ جس جگہ میں نے تعویز رکھا تھا وہاں ہر چند تلاش کیا مگر کہیں سراغ نہ ملا یہاں تک کہ تاج الدین کا لڑکا اسی بیماری میں انتقال کر گیا۔ ازاں بعد جو میں نے ڈھونڈا تو تعویز غائب ہو گیا تھا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ دہلی میں ایک بزرگ اور متمول شخص رہتے تھے جنہیں لوگ ایتم کے نام سے یاد کرتے تھے انھوں نے ایک نہایت خوش وضع اور پر فضا مسجد بنائی تھی اور اس کا امام شیخ نجیب الدین متوکل کو قرار دیا تھا اس بزرگ نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور ایک لاکھ روپیہ اس کے کار خیر میں خرچ کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ نجیب الدین متوکل نے باتوں باتوں میں ان سے کہا کہ کامل اور پورا ایماندار وہ شخص ہے جس پر خدا تعالیٰ کی دوستی اہل و اولاد کی محبت و دوستی پر غالب ہو اب تم پورے ایماندار اس وقت بن سکتے ہو جبکہ خدا کی راہ میں اس رقم سے دو چند خرچ کرو جو اپنی لڑکی کے حق میں خرچ کر چکے ہو۔ ایتم شیخ نجیب الدین متوکل کی اس بات سے سخت ناراض ہوا۔ اور منصب امامت اس سے لے لیا۔ شیخ نجیب الدین اجودھن گئے اور شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ واقعہ عرض کی شیخ شیوخ العالم قدس سرہ نے فرمایا ماننسخ من ایة او ننسهانات بخیر منها او مثلها یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا پیغمبر کے دل سے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔ بعدہ زبان مبارک پر جاری ہوا کہ اگر اےتمری گیا تو ایتگری کو پیدا کر۔ چنانچہ اسی زمانہ میں ایتگری نام بادشاہ ان شہروں میں پہنچا۔ اس شخص نے ایک بزرگ خانوادہ کی خدمتیں کی تھیں اور اس خدمت کی وجہ سے اس خاندان کی طرف منسوب ہو گیا تھا۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں سلطان ناصر الدین اوچہ اور ملتان کی

جانب گیا ہے تو اس کے تمام لشکر نے شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ کی زیارت کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ جس مقام پر آپ سکونت پزیر تھے خلق کے ہجوم و کثرت سے بھر گیا اور تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی اس وقت لوگوں نے شیخ شیوخ العالم کی آستین مبارک کو ٹھے کی طرف سے کوچہ کی جانب لٹکائی لشکری جوق جوق آتے تھے اور آستین مبارک کو چوم چوم کر چلے جاتے تھے پھر بھی آستین کی یہ حالت تھی کہ پھٹ کر ٹکرے ٹکرے ہو گئی تھی اس وقت شیخ مسجد میں تشریف لائے اور مریدوں کو ارشاد فرمایا کہ تم میرے گرد حلقے کر کے کھڑے ہو جاؤ تا کہ لوگ حلقہ کے اندر آنہ سکیں اور دور ہی سے سلام کر کے چلے جائیں۔ عقیدت کیش اور بے ریا مریدوں نے آپ کے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اسی اثناء میں ایک بڈھا فراش آیا اور مریدوں کے حلقہ سے تجاوز کر کے شیخ کے پاؤں میں گر پڑا۔ شیخ کا پاؤں پکڑ کر کھینچا اور بوسہ دے کر کہنے لگا۔ شیخ فرید! اس قدر تنگی و سختی نہ کرو اور خدا کی نعمت کا شکر یہ اس سے بہتر ادا کرو۔ شیخ شیوخ العالم نے بڈھے کی جب یہ بات سنی ایک نعرہ مارا۔ بعدہ فراش کا بہت اعزاز کیا اور بے انتہا معذرت کی۔ کاتب حروف نے اپنے والد سید محمد مبارک کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اسی اثناء میں جبکہ سلطان ناصر الدین کا لشکر نہروالہ کے قریب پہنچا تو سلطان نے چاہا کہ اجودھن میں جا کر شیخ شیوخ العالم کی سعادت قدم بوسی حاصل کرے۔ سلطان غیاث الدین نے جو اس زمانہ میں وزیر السلطنت تھا اور الغ خان کے خطاب سے شہرت رکھتا تھا سلطان ناصر الدین سے عرض کیا کہ ہمارا لشکر بہت ہے اور اجودھن کے رستہ میں پانی کم یاب ہے لشکر کو سخت تکلیف ہو گی اور عجب نہیں کہ لوگ تلف ہو جائیں اگر حکم ہو تو میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوں اور تحفے تحائف پیش کر کے خداوند عالم کی طرف سے معذرت کروں۔ سلطان غیاث الدین کے دل میں ان دنوں سلطنت و جہانگیری کی ہوس تھی اور سلطان ناصر الدین کی جگہ خود بادشاہ بننا چاہتا تھا اس نے اپنے دل میں خیال کیا تھا کہ اگر سلطنت و حکومت میرے نصیب میں ہے اور تخت و تاج مجھے پہنچنے والا ہے تو اس بارے میں شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک پر میرے حق میں وہ الفاظ جاری ہو جائیں گے جن سے میں اپنے مقصد پر استدلال کر سکوں گا۔ یہ بات سوچ کر اور سلطان سے اجازت لے کر چلا۔ چلتے وقت چاندی کی ایک کافی مقدار اور چار گاؤں کا فرمان اپنے ساتھ لیا اور شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا سعادت قدم بوسی حاصل کی اور چاندی کا ڈھیر مع چار گاؤں کے فرمان کے شیخ شیوخ

العالم کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے الغ خان نے عرض کیا یہ چاندی ہے اور یہ چار گاؤں کا فرمان ہے جو خاص آپ کے واسطے لایا ہوں۔ شیخ شیوخ العالم نے مسکرا کر فرمایا کہ نقد تو ہم کو دے دو کہ ہم درویشوں کو تقسیم کر دیں گے اور گاؤں کا فرمان لے جاؤ کیونکہ اس کے خواست گار بہت ہیں۔ اس گفت وشنید کے بعد الغ خان کے دل میں اس معنی کے کشف کی نسبت خلش پیدا ہوئی جس لیئے وہ اس اہتمام سے یہاں آیا تھا اور منتظر تھا کہ دیکھیئے شیخ شیوخ العالم اس معنی کا کشف کب کرتے ہیں۔ اس بات کے دل میں کھٹکتے ہی فوراً شیخ شیوخ العالم کی زبانِ مبارک پر ذیل کی ابیات جاری ہوئیں

فریدون فرخ فرشتہ نبود زعود و زعنبر سرشتہ نبود
زداد ودھش یافت آن نیکوی تو داد ودھش کن فریدون شوی

(فریدوں فرخ کوئی فرشتہ یا اس کا عود عنبر سے خمیر نہیں کیا گیا تھا اس نے یہ نیک نامی صرف انصاف و بخشش سے پائی اگر تو بھی داد ودہش سے کام لے گا فریدون ہو جائے گا۔)

جوں ہی یہ لفظ الغ خان کے کان میں پہنچے دستار کی گرہ میں باندھ لیئے اور زمین خدمت کو بوسہ دیا اور خوش دل ہو کر اٹھا چنانچہ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد الغ خان مستقل بادشاہ ہو گیا اور ہندوستان کی مملکت کے امور اس کے ضبطِ سلطنت میں آ گئے ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے

سرے کہ سودہ شود برزمین بخدمت تو زیک قبول تو تا حشر تاجدار شود

(جو سر کہ تیری زمین خدمت میں جھک گیا وہ صرف تیری ایک نظر قبول کی وجہ سے ہمیشہ کے لیئے بادشاہ ہو گیا۔)

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز ایک دن صبح کی نماز ادا کر کے مشغول بحق تھے اور سر زمین پر رکھے ہوئے تھے (آپ اسی ہیئت پر اکثر اوقات مستغرق شغل ہوتے تھے) جاڑے کا موسم تھا اور خنکی میں بھیگی ہوئے ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ آپ کے خادم نے ایک پوستین لا کر آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا تھا اور چاروں طرف سے جسم چھپا دیا تھا اس وقت آپ کی خدمت میں کوئی خدمت گار موجود نہ تھا صرف ایک میں ہی حاضر تھا اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور اس زور سے چیخ کر سلام کیا کہ شیخ شیوخ العالم کے اوقات عزیز میں انتشار پڑ گیا لیکن اس پر بھی شیخ اسی طرح زمین پڑے رہے اور پوستین سے اپنا

سارا جسم چھپاتے رہے دفعتہً آپ نے فرمایا یہاں کوئی موجود ہے میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا یہ شخص جو ابھی آیا ہے بالا قد اور زرد گوں ہے میں نے جو اس شخص کو دیکھا تو یہی ہیئت رکھتا تھا لہٰذا میں نے جواب دیا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ اس کی کمر میں زنجیر بھی پڑی ہوئے ہے میں نے دیکھ کر عرض کیا جی ہاں۔ زنجیر بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ کان میں کوئی چیز بھی پڑی ہوئی۔ میں نے دیکھ کر کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ الغرض جو جو آپ بتلاتے گئے میں دیکھتا گیا اور جواب دیتا گیا لیکن جس وقت میں نے شیخ کے جواب میں عرض کیا کہ ہاں اس کے کان میں ایک بالی پڑی ہوئی ہے تو وہ شخص متغیر ہوا اور گرگٹ کے سے رنگ بدلنے لگا۔ شیخ نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ زیادہ ذلیل و رسوا ہونے سے پیشتر چلا جا اب جو میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو وہ خود چلا گیا تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی کلمہ کی انگلی میں سانپ نے کاٹا لیکن آپ نے کوئی علاج نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی بندگی میں مشغول رہے غلبہ مشغولی کے وقت آپ کے جسم مبارک سے پسینہ بہ نکلا اور زہر نے مطلق اثر نہیں کیا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ہم چند لوگ اجودھن (پاک پتن) کی طرف چلے جا رہے تھے سرسی (ایک گاؤں کا نام ہے سرسی کا نام سرسہ ہے۔ پہلے دہلی سے یہی راستہ پاک پتن جانے کا تھا۔) کے جنگل میں جب پہنچے تو ایک سانپ نے مجھ کاٹ لیا ایک شخص نے جو ہماری صحبت میں سفر کر رہا تھا سانپ کے کاٹے ہوئے مقام کو ایک کپڑے سے باندھ دیا تھوڑی دیر میں زہر اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا ہم اجودھن میں ناوقت پہنچے شہر کے دروازے بند ہو گئے تھے اور دکانیں بھی کی بند ہو چکی تھیں یاروں نے کہا کہ ہم شہر کے قلعہ کی فصیل کود کر اندر جا پہنچیں گے چنانچہ ہم آگے بڑھے فصیل کے قریب جا کر دیکھا تو ہر طرف سے رستہ بند تھا آخر جس طرح بن پڑا سب لوگ اوپر چڑھ گئے چونکہ میں اوپر چڑھتے ڈرتا تھا اس لیئے انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر چڑھا لیا۔ صبح کے وقت ہم سب شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سب کو پوچھا لیکن میری بابت کچھ نہ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد کیا سانپ کا کاٹنا تعجب کی بات نہیں فصیل کا کودنا کہاں آیا ہے۔ لیکن شیخ نصیر الدین محمود اس حکایت کو یوں روایت کرتے ہیں کہ جب حدود سرسی میں سلطان المشائخ کو سانپ نے کاٹا تو شیخ شیوخ العالم پر یہ واقعہ نور باطن کی وجہ سے روشن ہو گیا آپ نے فوراً چند شخصوں کو حکم فرمایا کہ بہت جلد روانہ ہوں اور سلطان المشائخ کو سواری میں بٹھا

کر لے آئیں چنانچہ انہوں نے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کی اور سلطان المشائخ کو بہلی میں سوار کر کے لے آئے۔ جناب سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز کو کوئی مرض لاحق ہوا اور چند روز میں نہایت ہی ضعیف ہو گئے۔ آپ نے چاہا کہ اٹھ کر چند قدم چلوں عصا ہاتھ میں لیا اور چلنے لگے چند ہی قدم چلے تھے کہ آپ نے عصا ہاتھ سے ڈال دیا اور پیشانی مبارک میں ندامت و پشیمانی کا اثر لوگوں نے محسوس کیا پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی کہ خواجہ نے عصا کو زمین پر پھینک دیا فرمایا ہمیں عتاب کیا گیا کہ تم نے ہمارے غیر پر بھروسہ کیوں کیا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ یوسف ہانسوی جو ہمارے قدیم دوستوں میں سے تھے ایک دفعہ اوچہ سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں آئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تم نے اوچہ میں کن کن لوگوں کو دیکھا ہے عرض کیا فلاں شخص ایسا ہے اور فلاں چیز میں مشغول ہے فلاں شخص ایسا عبادت گزار ہے اور فلاں ایسی ریاضت و جفاکشی میں زندگی بسر کرتا ہے شیخ شیوخ العالم کو ان کے اس بیان سے اوچہ کے لوگوں کے دیکھنے کی رغبت پیدا ہوئی۔ وضو کے بہانہ سے اٹھے اور اوچہ میں تشریف لے گئے جب دیر زیادہ ہو گئی تو لوگوں نے آپ کو مسجد کے اندر اوپر نیچے تلاش کرنا شروع کیا لیکن کہیں سراغ نہ لگا تھوڑی دیر کے بعد شیخ شیوخ العالم ظاہر ہوئے یوسف نے پوچھا کہ خواجہ کہاں تشریف لے گئے تھے فرمایا کہ تم نے اوچہ کے باشندوں کی اس قدر تعریف بیان کی کہ ان سے ملاقات کرنے کی رغبت پید ہوئی میں اس وقت اوچہ میں گیا تھا اور وہاں کے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا وہ دوکانوں پر بیٹھے ہوئے روٹیاں پکا رہے ہیں۔ منقول ہے کہ سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک یار نے بیان کرنا شروع کیا کہ بہاؤ الدین خالد کہتے تھے کہ میں اجودھن میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پہنچا اجودھن کی جامع مسجد میں محراب کے آگے میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ لوگوں نے مجھے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ محراب میں ایک لمبا شگاف تھا جس میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا میں نے اس کاغذ کو کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ فرید کی طرف سے خالد کو سلام پہنچے۔ میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ حقیقت میں حقیر وفقیر پر شیخ کی یہ عنایت و مہربانی ایسی نہ تھی جو اس تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت میں نہ ڈالتی۔ الغرض میں اس کے بعد شیخ شیوخ لعالم کی خدمت میں پہنچا اور اس تعجب انگیز واقعہ کی تقریر کی۔ اور اسی اثناء میں ایک یار نے جناب سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ یہ کاغذ کوئی شخص لکھتا ہے یا خدا کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔ سلطان

المشائخ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ایک فرشتہ ہے جسے ملہم کہتے ہیں۔ یہ نقش وہی فرشتہ آدمی کے دل میں لکھ دیتا ہے جس سے الہام پیدا ہوتا ہے سائل نے کہا شاید کاغذ بھی وہی فرشتہ لکھ دیتا ہوگا۔ سلطان نے مسکرا کر فرمایا جس فرشتہ کو ملہم کہتے ہیں اس کی طرف سے تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ انسان کے دل میں کوئی چیز ڈال دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے کان میں غیب سے آواز پہنچتی ہے۔ تیسرے یہ کہ انسان کے سامنے لکھا ہوا کاغذ ظاہر ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ نقش کو دیکھتے ہیں لیکن نقاش کو نہیں دیکھتے اور انبیاء علیہم السلام نقش و نقاش دونوں کو دیکھتے ہیں پھر جس وقت کہ یہ نقش پیدا ہوتا ہے اگر انسان کے دل میں اس کے ساتھ ہی ایک قسم کا نور ظاہر ہو تو اسے رحمانی نقش سمجھنا چاہیے کہ اسے فرشتہ لکھتا ہے اور دل میں تاریکی و ظلمت پیدا ہو تو شیطانی سمجھنا چاہیے وجہ یہ کہ شیطان انسان کے دل میں القا کرتا ہے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بیچارے فرشتہ کو اس میں کیا دخل ہے اور شیطان لعین کیا کر سکتا ہے جو کچھ پیدا ہوتا ہے خدا ہی کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ کاتب حروف نے اپنے بزرگوار چچا جناب سید السادات سید حسین رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی جانب خط لکھنا چاہتے تھے کاغذ و قلم ہاتھ میں لیا اور متامل ہوئے کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین کو کون سے القاب کے ساتھ خط لکھنا چاہیے اسی اثناء میں آپ کے دل مبارک میں گزرا کہ شیخ الاسلام کا جو خطاب و لقب لوح محفوظ میں لکھا ہے وہی میں بھی اپنے خط کے عنوان میں درج کروں چنانچہ آپ نے سر مبارک اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جب لوح محفوظ پر نظر پڑی تو لکھا دیکھا۔ "شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا"۔ پس آپ نے اسی مکرم و معزز خطاب سے خط لکھنا شروع کیا۔ ایک ولی کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

قلوب العارفین لھا عیون ترى ما لا يراه الناظرينا
باجنحة تطیر بغیر ریش الی ملکوت رب العالمینا

یعنی عارفوں کے دلوں کی آنکھیں جن سے وہ اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں جو اور دیکھنے والے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ملکوت رب العالمین کی طرف بغیر پر کے بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک شخص محمد نامی جو ہمارے قدیم رفیقوں اور دوستوں میں نہایت دلسوز اور خیر خواہ دوست تھے شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بعض اسرار سے

واقف اور آپ کے راز دار تھے۔ جمعہ کے دن مسجد میں شیخ شیوخ العالم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتہً مدہوش ہو گئے۔ شیخ نے دریافت کیا کہ محمد تمہارا کیا حال ہے اور یہ مدہوشی کیسی تھی ہنوز محمد نے شیخ کے اس سوال کا جواب نہ دیا تھا کہ خود شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ اس وقت حالتِ نماز میں مجھے معراج ہوئی تھی تمہیں بھی درویشوں کی نعمت سے ایک حصہ پہنچ گیا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ نماز جمعہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد جو حالت اور تحیر سلطان المشائخ پر طاری ہوا تھا اور پھر وہ انتقال کے دن تک لگا تار چلا گیا تھا (جیسا کہ حضرت شیخ شیوخ العالم کو ذکر حصہ مرض میں مفصل طور پر بیان کیا جائے گا) اسی معراج کے مشابہ تھا جو شیخ شیوخ العالم کو نماز جمعہ میں حاصل ہوئی تھی جیسا کہ اس حکایت کے عنوان میں مذکور ہے۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے خرقہ اور خرقہ کے ساتھ اجازت عام حاصل کر کے دہلی میں آیا تو شیخ شیوخ العالم کا عنایت کیا ہوا کملی خرقہ زیب تن کر کے جامع مسجد میں گیا۔ شرف الدین قیامی نے مجھے بلایا اور کیفیت دریافت کی میں نے شیخ شیوخ العالم سے بیعت کرنے اور خلعت پانے کی ساری کیفیت بیان کی جوں ہی اس نے میرا یہ حال سنا نہایت برہم وافروختہ ہوا اور شیخ شیوخ العالم کو دو دفعہ ان نامناسب الفاظ سے یاد کیا جو شیخ کے منصب ومرتبہ کے کسی طرح شایان نہ تھے اور مجھے تو بہت ہی برا بھلا کہا اگرچہ میں بھی جواب دینے کی قوت رکھتا تھا اور ممکن تھا کہ ترکی بترکی جواب سے اپنے دل کا بخار نکال لیتا لیکن میں نے تحمل کیا اور منہ سے اُف تک نہ نکالا شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بخدا وبسرو پائی تو کز دوستیت   خبر از دشمن و اندیشۂ دشنام نیست

(خدا اور تیرے سرو پاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیری دوستی کے آگے مجھے دشمن کی خبر ہے نہ دشنامی کا اندیشہ)

لیکن جب دوسری مرتبہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس واقعہ کا تمام وکمال ذکر کیا۔ شیخ شیوخ العالم زار وقطار رونے لگے اور مجھے اس تحمل وبرداشت پر شاباش دی اور اسی حالت کے غلبہ میں آپ کی زبانِ مبارک پر پھر جاری ہوا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ شیخ شرف الدین چلا گیا جب میں دہلی میں آیا تو شرف الدین قیامی سفر کر چکا تھا شیخ نصیر الدین محمود سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے خدام کو حکم دیا کہ اس کے آگے

کھانا لاؤ اس شخص نے عرض کیا کہ چند روز سے میں نے کھانا چھوڑ رکھا ہے۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کھانا چھوڑنے کا کیا سبب ہے جواب دیا کہ میں ایک گاؤں میں سکونت رکھتا تھا اتفاق سے وہاں کے مسلمانوں کو گاؤں کے سرکش اور متمرد کفار کی وجہ سے بھاگنا پڑا۔ میرے فرزند اور دوسرے عزیز و اقارب گرفتار ہو گئے۔ میرے پاس ایک نہایت ہی حسین و خوبصورت عورت تھی جس کے ساتھ میرے جان و دل وابستہ تھے اور میں ہمیشہ اسے دنیا بھر سے زیادہ عزیز رکھتا تھا وہ بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ قید کر دی گئی اس کی وجہ سے میرے دل کو چین و اطمینان نہ تھا اس لیئے میں اپنی جان ہتھیلی پر لیئے پھرتا اور اپنے تئیں ہلاک کرنے کی تدبیریں کرتا ہوں شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ کھانا کھا۔ دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔ اسی اثناء میں آپ کی خدمت میں ایک اور شخص آیا جو خوش خطی اور منشی گری میں مشہور تھا۔ چونکہ یہ شخص اپنے بادشاہ کا مجرم تھا اس لیئے پابزنجیر تھا خواجہ نے فرمایا کہ اے شخص تجھے اس زحمت و تکلیف سے خلاصی ہو جائے گی لیکن اس مرد کو ایک لونڈی دے دیجیو۔ اس شخص نے شیخ شیوخ العالم سے وعدہ کیا اور آپ کا فرمان قبول کے کانوں سے سنا لیکن اس مرد نے منشی کے ساتھ چلنے سے انکار کیا اور کہا مجھے کنیزک نہیں چاہیے۔ منشی جی نے کہا کہ میری رہائی اس شرط پر منحصر ہے کہ تجھے کنیزک دوں لہذا اب بجز اس کے اور کوئی علاج ہی نہیں ہو سکتا کہ تمہیں ساتھ لے جا کر کنیزک دوں۔ چنانچہ اس نے اپنے لوگوں کو اس شخص پر مقرر کیا اور وہ اسے ایک گھوڑے پر سوار کر کے لے چلے۔ خدا کی قدرت جب یہ منشی اس بادشاہ کے پاس پہنچا جس نے اسے مجرم قرار دے کر مقید کیا تھا تو اس شخص پر اس سے ملاقات کرتے ہی رہائی کا حکم دے دیا اور جو لونڈی گاؤں کے غارت و تاراج کرنے کے بعد اس کی قید میں آئی تھی منشی جی کے سپرد کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا منشی نے اس لونڈی کو اس مرد کے حوالہ کیا۔ اس شخص نے جو لونڈی کو دیکھا تو تقدیر الٰہی سے اپنی عورت کو پایا یعنی وہ لونڈی حقیقت میں اس کی عورت تھی یہ دیکھ کر اس شخص کے دل کو اطمینان ہوا اور شیخ شیوخ العالم کی معجز نما کرامت کا قائل ہو گیا۔ ایک مرتبہ نماز جمعہ میں اس نے قرأت پڑھی اور کچھ غلطی کر گیا شیخ شیوخ العالم کے ایک مرید نے آپ کی اجازت سے پکار دیا کہ یہ نماز از سر نو پڑھنی چاہیے کیونکہ خطیب سے غلطی ہو گئی ہے چنانچہ تمام لوگوں نے نماز کو دوہرایا قاضی عبداللہ جو اجودھن کا قاضی تھا اور اس شہر کی قضاۃ اس کے ہاتھ میں تھی اور جسے وہاں کے باشندے قاضی محمد ابوالفضل کے نام سے یاد کرتے تھے شیخ

شیوخ العالم کو بہت برا بھلا کہنے لگا اور چونکہ یہ شخص نہایت جنگ جو اور غصیلا تھا بے ساختہ کہنے لگا کہ چند نا تجربہ کار ادھر اُدھر سے بھاگ آئے ہیں اور یہاں بیٹھ کر اشراف شہر کی بے وقعتی کرتے ہیں شیخ شیوخ العالم خاموشی کے ساتھ مسجد جامع سے چلے آئے لیکن جب مکان پر تشریف لائے تو اپنے یاروں سے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی پر بے جا بہادری کا اظہار کرے تو وہ تحمل و برداشت سے کام لے اور اگر اسے اپنے گروہ اور قبیلہ سے نکال دے تو بھی اسے اس بات کا مجاز ہے جوں ہی یہ کلمہ شیخ کی زبان مبارک پر جاری ہوا قاضی عبداللہ پر فالج گرا اور اس کا منہ بالکل ٹیڑھا ہو گیا۔ اب قاضی عبداللہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں ایک شکر کا ٹوکرا اور آٹا اور ایک بکرا لے کر حاضر ہوا اور خواجہ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے قدموں میں گر پڑا۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ عبداللہ اٹھارہ سال سے ہر شخص تیری طرف سے کچھ نہ کچھ پہنچاتا تھا لیکن اب جو کچھ قرآن مقدس کی فال حکم دے گی اسی حکم کی تعمیل کی جائے گی ۔ یہ کہہ کر جب آپ نے مصحف کھولا تو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نکلا اور پہلی نظر اس آیت پر پڑی قال یانوح انه لیس من اھلک انه عمل غیر صالح ۔ یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا نوح! تیرا لڑکا تیری اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل ناشائستہ و قبیح ہیں۔ شیخ شیوخ العالم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ عبداللہ! یہی حکم ہمیں اور تمہیں بس ہے۔ ہر چند کہ قاضی عبداللہ نے بہت کوشش کی اور نہایت منت و سماجت سے پیش آیا لیکن شیخ نے ایک نہ سنی اور اس کے لائے ہوئے تحفے واپس کر دیئے۔ قاضی عبداللہ گھر پہنچا ہی تھا کہ دنیا سے سفر کر گیا۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اجودھن میں ایک شخص شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت آہستگی سے کان میں کہا کہ دہلی میں ہم تم دونوں ہم سبق تھے یہاں تک کہ تم شہر کے قاضی و مفتی قرار دیئے گئے۔ اس شخص کا اس سے مقصود یہ تھا کہ تم نے اس قدر علوم تحصیل نہیں کیے جو منصب قضا و افتاء کو کافی ہوں چنانچہ شیخ شیوخ العالم نے اس کی اس بات کو نورِ باطن سے معلوم کر لیا اور کہا اے غریب اگر تحصیل علوم جدل و بحث کے لیئے ہے تو اس تحصیل کو سلام ہے اس نیت سے علم پڑھنا اور خلق کو ایذا پہنچانا ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر عمل کے لیئے ہے تو اسی قدر کافی ہے کہ پڑھتے اور عمل کرتے ہیں۔ علم شریعت کے پڑھنے سے مقصود صرف عمل کرنا ہے نہ خلقِ خدا کو ایذا دینا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک شخص دہلی سے بایں غرض روانہ اجودھن ہوا کہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پہنچ کر تائب ہو اثناء راہ

میں ایک پریشان وخانہ بدوش وزانیہ عورت چند منزل اس کی ہمراہی میں چلی ہر چند کہ اس فاحشہ نے بہت چاہا اور ہر طرح سے اس فکر میں پڑی کہ کسی طرح یہ شخص اس سے تعلق پیدا کر لے۔ لیکن چونکہ یہ مرد سچی نیت رکھتا تھا اس زانیہ اور فاحشہ کی طرف مطلق مائل نہیں ہوا یہاں تک کہ ایک منزل میں دونوں ایک بہلی میں سوار ہوئے اور وہ بدکار عورت اس کے پاس آ بیٹھی رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں میں کسی قسم کا حجاب نہیں رہا اور اس وقت کچھ کچھ اس شخص کا دل بھی اس زانیہ کی طرف میل کرنے لگا جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے عورت سے کوئی بات کہی یا دست درازی کی کہ دفعتہً ایک مرد سامنے سے نمودار ہوا جس نے آ کر اس شخص کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ آنکھیں کھل گئیں اور نہایت کرخت آواز میں بولا کہ تو توبہ کی نیت سے فلاں بزرگ کی خدمت میں جاتا ہے اور اس قبیح وناشائستہ حرکت کا مرتکب ہوتا ہے یہ شخص فوراً متنبہ ہو گیا اور اپنے نفس کو سخت لعنت ملامت کرتا ہوا شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ جب شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے سب سے پہلے جو بات زبان مبارک سے نکالی یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے تجھے اس روز بہت ہی محفوظ رکھا۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم کے عقیدت مندوں میں سے ایک بے ریا اور مخلص عقیدت مند آپ کی خدمت میں آیا اور نہایت اضطراب و حیرانی کی حالت میں آیا۔ اس عقیدت مند کا نام محمد شاہ غوری تھا جو شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا نہایت سچا مرید اور راسخ وثابت قدم معتقد تھا جناب شیخ نے اسے مضطرب و حیران دیکھ کر فرمایا محمد شاہ! کیا حال ہے۔ عرض کیا۔ حضور! میرا بھائی نہایت بیمار ہے اور اب تو یہ حالت ہے کہ سانسوں کا شمار ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ میرے یہاں آنے اور سعادت قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد تمام ہو گیا ہو۔ اس وجہ سے میں حیران اور زیروزبر ہوں۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ محمد شاہ! جیسا کہ تو اس وقت مضطرب وحیران ہے میں تمام عمر اسی حالت میں رہا ہوں لیکن آج تک کسی پر اس کا اظہار نہیں کیا اور نہ آئندہ کروں گا۔ ازاں بعد فرمایا کہ جا تیرا بھائی صحت یاب ہو چکا ہے۔ محمد شاہ گھر میں آ کر دیکھتا ہے کہ اس کا بھائی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا ہے سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پانچ درویش شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچے جو مزاج کے اکھڑ اور نہایت بدزبان تھے اور جن کے چہرہ سے درشت مزاجی فراخ کلامی برستی تھی۔ شیخ کی مجلس میں تھوڑی بیٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت غضب ناک لہجہ

میں بولے کہ ہم نے جہاں تک چھان بین کی اور جس دیر قدر دنیا میں گشت لگایا اسی قدر درویش کو کم یاب بلکہ عنقا پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی درویش نہیں رہا ہے۔ شیخ شیوخ العالم فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ان کا یہ طیش وغضب ملاحظہ کر کے فرمایا کہ صاحبو! ذرا تشریف رکھیئے میں ابھی آپ کو ایک درویش سے ملاتا ہوں لیکن انھون نے جانے پر اصرار کیا اور آخر کار روانہ ہو گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر تم جاتے ہی ہو تو بیابان کی راہ سے مت جاؤ کیونکہ اس میں تمہاری جانوں کو خطرہ ہے۔ مگر انھوں نے شیخ الشیوخ کی اس بات کو بھی رغبت وقبولیت کے کانوں سے نہ سنا اور آپ کے ارشاد کے خلاف کیا۔ یہ درویش چند قدم گئے ہوں گے کہ شیخ شیوخ نے ایک شخص ان کے پیچھے دوڑایا اور فرمایا کہ جا کر دیکھ کہ درویش کس رستہ سے گئے ہیں۔ شخص مذکور تعاقب کرتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ دیکھتا ہے کہ وہ بیابان ہی کے رستہ سے جا رہے ہیں چنانچہ شیخ کی خدمت میں آ کر بیان کیا شیخ شیوخ العالم نے جب یہ خبر سنی تو زار وقطار رونے لگے اور پرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہا کر فرمانے لگے افسوس انھوں نے اچھا نہیں کیا اس وقت ایسے روئے جیسا کہ کسی کے ماتم پر لوگ روتے ہیں۔ ازاں بعد لوگوں نے خبر دی کہ وہ پانچوں درویش بیابان میں بادسموم سے مر گئے۔ چار درویش تو ایک ہی جگہ مر گئے اور ایک درویش دریا کے کنارے پہنچا اور اس قدر پانی پیا کہ اسی جگہ مر کر رہ گیا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ خواجہ احمد سیوستانی جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے قدیم مریدوں میں سے ایک نہایت ہی وفا کیش اور عقیدت مند شخص ہیں فرماتے ہیں کہ میں شیخ شیوخ العالم کے وضو اور غسل کے لیئے پانی لایا کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ میری کمر میں درد اٹھا۔ شیخ نے مجھے پانی حاضر کرنے کے لیئے طلب فرمایا لیکن چونکہ میں درد کے مارے بے قرار تھا اس لیئے عرض کیا کہ میری کمر میں سخت درد ہے جس کی وجہ سے اس وقت پانی کی مشک لا نہیں سکتا شیخ شیوخ العالم نے خادم سے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ۔ جب میں شیخ کی خدمت میں گیا تو بڑی شفقت ومہربانی سے اپنے پاس بلایا اور فرمایا تم اپنی پیٹھ خم کرو۔ میں نے آپ کی جانب پیٹھ جھکا دی شیخ شیوخ العالم نے دست مبارک پیٹھ پر پھیرا اور اوپر سے نیچے کی طرف لے آئے۔ ازاں بعد فرمایا جاؤ پانی لے آؤ اس وقت سے جو کہ جوانی کا زمانہ تھا اس وقت تک کہ میری عمر سو برس کے ہے کبھی میری پیٹھ میں درد نہیں ہوا۔ باوجود یکہ پانی کی مشکیں بکثرت لاتا تھا۔ یہی خواجہ احمد یہ بھی فرماتے

تھے کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم نے مجھے اپنے کپڑے مبارک دھونے کا حکم کیا۔ میں کپڑے لے کر دریا کے کنارے آیا اور کپڑوں کو دھو دھلا کر خوب صاف کر دیا۔ خشک ہو جانے کے بعد شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ جاؤ اور ان کپڑوں کو ایک دفعہ اور دھولاؤ میں اپنے دل ہی دل میں کہا کہ شاید اس فرمان میں کوئی مقصد مخفی ہوگا۔ یا حقیقت میں اس دفعہ کپڑوں کے دھونے میں مجھ سے کوئی تقصیر واقع ہوگئی ہوگی۔ سوچتے سوچتے یاد آیا کہ آہا میں نے پہلے کپڑے دھونے تھے پھر وضو کیا تھا حالانکہ ادب کا مقتضا یہ تھا کہ اول وضو کرتا بعدہ کپڑے دھوتا چنانچہ اس دفعہ اول وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے نہایت احتیاط کے ساتھ کپڑے دھوئے اور شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں لے گیا اس مرتبہ بھی شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور دھو کر لاؤ۔ اب مجھے تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت تھی کہ میں نے نہایت احتیاط سے کپڑے دھوئے ہیں۔ اور ادب و تطہیر کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے جو احتیاط کی شرطیں ہیں میں سب بجالایا لیکن پھر میں نے خود ہی اپنے تئیں جواب دیا کہ چونکہ فرمان شیخ کبیر کا ایسا ہی ہے ضرور اس دفعہ بھی کوئی نہ کوئی تقصیر واقع ہوئی ہوگی جب میں نے اپنے دماغ پر بہت ہی زور ڈالا اور حافظہ سے انتہا سے زیادہ مدد لی تو یاد آیا کہ میں نے اس مرتبہ کپڑے دھو کر سکھانے کے لیئے درخت کی شاخوں پر پھیلا دیئے تھے جن کے اوپر اور بھی بہت سی شاخیں تھی اور ان پر پرند بیٹھے ہوئے تھے ممکن ہے پرندوں سے کوئی چیز جدا ہوئی ہو اور ان کپڑوں پر پڑ گئی ہو چنانچہ اب کی دفعہ جو میں کپڑے دھوئے اور سوکھانے کے لیئے انہیں جنگل میں ڈال دیا اس دفعہ جو میں کپڑے لے کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے انہیں نگاہ قبول سے دیکھا اور زیب تن فرمایا۔ کاتب حروف نے خواجہ احمد سیوستانی کو پایا ہے اور قدم بوسی کی سعادت سے معزز و ممتاز ہوا ہے۔ آپ سلطان تغلق کے عہد میں اجودھن سے غیاثپور میں تشریف لائے اور ایک زمانہ دراز تک سلطان المشائخ کی خدمت میں رہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے عزیز تھے اور سو برس کے قریب قریب عمر رکھتے تھے باوجود اس سن رسیدگی کے آپ کے قد مبارک میں ذرا بھی کجی واقع نہیں ہوئی تھی اسی زمانہ میں کاتب حروف کے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ احمد کو اپنے گھر بلایا تھا اور میرے بھائی امیر داؤد ہنوز چھ مہینے کے تھے انہیں کوئی مرض لاحق ہوا اور چند روز تک مطلقا دودھ نہیں پیا۔ جب انہیں بزرگ خواجہ احمد کی نظر مبارک کے سامنے کیا گیا اور بیان کیا گیا کہ چند روز سے اس بچہ نے بیماری کی تکلیف کی

وجہ سے دودھ نہیں پیا تو اس بزرگ نے فوراً اپنی انگلی منہ کے لعاب سے تر کر کے بھائی امیر داؤد کے ہونٹوں پر مل دی اسی وقت بچہ نے لبوں کو جنبش دی اور ہوشیار ہو گیا۔ خواجہ احمد نے دایہ سے فرمایا کہ اب اس کے منہ میں دودھ دو۔ جوں ہی دایہ نے چھاتی منہ میں دی۔ بچہ نے دودھ چوسنا شروع کیا اور خوب سیر ہو کر پیا۔

شیخ شیوخ العالم خواجہ فریدالحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی والدہ محترمہ کی بعض کرامات

جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم کی والدہ مکرمہ نہایت بزرگ اور واجب الاحترام ہیں۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ چور آپ کے مکان میں گھس آیا گھر کے تمام لوگ میٹھی نیند میں سوتے تھے لیکن شیخ شیوخ العالم کی والدہ بیدار اور عبادت الٰہی میں مصروف تھیں چور گھر میں داخل ہوتے ہی اندھا ہو گیا اور ایک بھرائی ہوئی آواز میں پکارا کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو میرا باپ بھائی ہے اور عورت ہے تو میری ماں بہن ہے بہر صورت جو شخص بھی ہے میں بالیقین اس کی ہیبت و رعب سے اندھا ہو گیا ہوں۔ خدا کے واسطے میرے حق میں دعا کرو کہ میں بینا ہو جاؤں اور میں توبہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی چوری نہ کروں گا۔ چنانچہ شیخ کبیر کی واجب الاعتصام والدہ نے دعا کی اور چور بینا ہو کر چلا گیا۔ شیخ کی والدہ نے اس کا کسی سے ذکر نہیں کیا لیکن جب ایک ساعت گزری تو لوگوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دہی کا ہنڈا سر پر رکھے ہوئے اور اہل وعیال کو ساتھ لیئے ہوئے آیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے جواب دیا کہ میں آج کی رات اس گھر میں چوری کرنے آیا تھا۔ ایک محترم و بزرگ عورت بیدار تھی جس کی ہیبت و رعب کی وجہ سے میں اندھا ہو گیا اور پھر اس کی دعا کی وجہ سے میں نے آنکھیں پائیں۔ میں نے اب مستحکم عہد و پیمان کر لیا ہے کہ اس کے بعد کبھی چوری نہ کروں گا اس وقت میں خود اور یہ میری اہل وعیال اس لیئے آئے ہیں کہ پاک و مقدس اسلام میں داخل ہوں اور اس کی برکت سے ابدی نجات حاصل کریں۔ الغرض اس ولیہ کی برکت سے یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ شیوخ العالم جناب فریدالدین قدس سرہ

اجودھن میں تشریف رکھتے تھے اس وقت شیخ نجیب الدین متوکل کو والدہ ماجدہ کے لے آنے کے لیئے روانہ کیا۔ شیخ نجیب الدین متوکل شیخ شیوخ العالم کی محترم ومقدس والدہ کو لے کر روانہ ہوئے اثناء راہ میں ایک درخت کے نیچے اترے، اور پانی کی ضرورت واقع ہوئی شیخ نجیب الدین پانی کی تلاش میں گئے لوٹ کر جو آئے تو والدہ مکرمہ کو نہ پایا حیران ومتحیر ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے اور ہر چند تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہ چلا شیخ نجیب الدین اسی حیرانی وپریشانی کی حالت میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ دوہرایا۔ شیخ نے فرمایا کہ کھانا تیار کریں اور جو صدقہ آیا ہے خیرات کریں۔ ایک مدت کے بعد شیخ نجیب الدین متوکل کا پھر ان حدود میں گزر ہوا جب اسی درخت کے نیچے پہنچے تو دل میں آیا کہ اس مقام کے دائیں بائیں بستیوں اور گزرگاہوں میں گشت کروں شاید والدہ مکرمہ کا نشان و پتہ پاؤں چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور ایک مقام پر آدمی کی چند ہڈیاں پائیں۔ دل میں کہا کہ مجھے یقین پڑتا ہے کہ ہماری والدہ محترمہ کو کسی شیر یا درندہ نے ہلاک کیا اور ان ہی کی ہڈیاں ہیں یہ خیال کر کے تمام ہڈیاں جمع کیں اور ایک تھیلی میں رکھ کر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پہنچے اور سارا قصہ بیان کیا۔ شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز نے فرمایا کہ وہ ہڈیوں کی تھیلی میرے سامنے لاؤ۔ جب تھیلی سامنے رکھی گئی اور آپ نے اسے جھاڑا تو ایک ہڈی بھی نہیں نکلی۔ سلطان المشائخ یہاں تک پہنچ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا یہ عجائب روزگار سے ہے۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بیماری اور دنیا فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرمانا

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم جناب خواجہ فرید الدین قدس سرہ کو انتڑی کی بیماری لاحق ہوئی اور اسی بیماری میں آپ نے انتقال فرمایا۔ لوگوں نے جناب سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ آپ شیخ کے انتقال کے وقت موجود تھے سلطان المشائخ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ نہیں آپ نے مجھے شوال کے مہینے میں دہلی روانہ کر دیا تھا اور انتقال پانچویں محرم الحرام کو واقع ہوا۔ رحلت کے وقت حضور نے مجھے یاد فرمایا پھر خود ہی ارشاد

کیا کہ ہاں وہ تو دہلی میں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے انتقال کے وقت میں بھی حاضر نہ تھا بلکہ ہانسی میں موجود تھا۔ الغرض سلطان المشائخ یہ واقعہ بیان کررہے تھے اور زار و قطار روتے جاتے تھے یہاں تک کہ حاضرین مجلس کے دل میں بڑا بھاری اثر پڑا اور سب چشم پر آب ہو گئے آپ فرما رہے تھے کہ محرم کی پانچویں شب شیخ شیوخ العالم پر مرض غالب ہوا اور گو طبیعت نہایت بے چین تھی مگر پھر بھی آپ نے عشا کی نماز جماعت سے ادا کی بعدہ بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں عشا کی نماز پڑھ چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہاں فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں پھر نہ معلوم کیا ہو۔ چنانچہ دوسری مرتبہ نہایت اطمینان واعتدال کے ساتھ نماز پڑھی نماز پڑھتے ہی پھر بے ہوش ہو گئے۔ اس مرتبہ زیادہ دیر تک عالم بے ہوشی میں رہے اور یہ بے ہوشی پیشتر کی بے ہوشی سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ جب ہوش ہوا تو لوگوں سے پوچھا کیا میں نمازِ عشا پڑھ چکا ہوں حاضرین نے عرض کیا کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ پڑھ چکے ہیں فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں پھر نہیں معلوم کیا ہونے والا ہے۔ چنانچہ تیسری دفعہ نمازِ عشا ادا کی اور اس کے بعد انتقال فرمایا۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ علیہ سے سنا ہے کہ جب شیخ شیوخ العالم رحمتِ حق سے جا ملے اور مقعد صدق میں مقام کیا تو لوگوں نے آپ کو غسل دیا کفنا کر چادر مانگی جو آپ کے جنازہ پر ڈالنے کے لیئے چاہیے تھی۔ میرے والد بزرگوار کہتے تھے کہ مجھے خوب یاد ہے کہ سید محمد کرمانی یعنی کاتب حروف کے جدِ امجد ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ گھر میں گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے (جو کاتب حروف کی پردادی ہوتی تھی) چادر مانگی انھوں نے ایک بالکل نئی اور سفید چادر سید محمد کرمانی کے حوالہ کی۔ جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے جنازے پر ڈالی گئی جب آپ کا جنازہ لے کر چلے تو شیخ کے تمام فرزند اس پر متفق تھے کہ شیخ کو اجودھن کی فصیل کے باہر اس مقام پر دفن کرنا چاہیے جہاں شہدا پاؤں پھیلائے سوتے ہیں چنانچہ اس ارادہ سے فصیل کے باہر جنازہ لائے۔ اسی اثناء میں میاں خواجہ نظام الدین شیخ شیوخ العالم کے سب میں عزیز اور چہیتے فرزند پہنچے۔ آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم تھے اور قصبہ پٹیالی میں رہتے تھے آپ نے شیخ شیوخ العالم کو خواب میں دیکھا کہ اپنی خدمت میں بلا رہے ہیں۔ خواجہ نظام الدین نے فوراً رخصت طلب کی اور اس وقت اجودھن روانہ ہوئے جس رات کو جناب شیخ شیوخ العالم انتقال

فرمانے والے تھے خواجہ نظام الدین اجودھن پہنچ گئے تھے لیکن چونکہ قلعہ کے دروازے کبھی کے بند ہو چکے تھے اس لیئے آپ کو رات قلعہ کے باہر ہی بسر کرنی پڑی جس رات کہ شیخ شیوخ العالم انتقال کرنے والے تھے بار بار ارشاد فرما رہے تھے نظام الدین آ گیا لیکن کیا فائدہ کہ ملاقات نہ ہوئی۔ الغرض جب صبح ہوئی تو خواجہ نظام الدین نے قلعہ کے اندر جانا چاہا جوں ہی آپ دروازے کے قریب پہنچے شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کا جنازہ نظر پڑا جسے لوگ قلعہ کے باہر لیئے چلے آتے تھے آپ نے بھائیوں سے دریافت کیا کہ شیخ کو کہاں دفن کرو گے کہا قلعہ کے باہر شہدا کے مزاروں کے نزدیک۔ کیونکہ شیخ شیوخ العالم اکثر اوقات وہاں مشغول رہتے تھے قطع نظر اس کے وہ ایک مقام نہایت پر فضا و دلکش بھی ہے خواجہ نظام الدین نے فرمایا کہ اگر تم شیخ شیوخ العالم کو قلعہ کے باہر دفن کرو گے تو تمہارا کوئی شخص وقعت نہ کرے گا اور اعتبار و قدر کی نظر سے نہ دیکھے گا کیونکہ جو لوگ شیخ کی زیارت کے لیئے آئیں گے باہر کے باہر ہی زیارت کر کے چلے جائیں گے یہ بات سمجھ میں آ گئی اور سب نے خواجہ نظام الدین کی رائے کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ قلعہ کے باہر نماز جنازہ پڑھ کر اندر آئے اور اس مقام پر دفن کیا جہاں اب تک مدفون ہیں۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الحق والدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں ان مسکینوں کے لیئے جو پانی لکڑی باہر سے لاتے ہیں اینٹ کا ایک حجرہ تیار کرا دوں شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ سات سال گزر چکے ہیں جو مسعود خدا کا غلام نیت کر چکا کہ اینٹ پر اینٹ نہ رکھے گا لیکن اس شخص نے شیخ کی اولاد کو اس پر آمادہ کیا کہ ایک پختہ حجرہ یہاں ضرور بننا چاہیے اور ان کی رائے سے حجرہ بن کر تیار ہو گیا۔ مگر شیخ شیوخ العالم کے انتقال کے بعد وہ پختہ حجرہ خراب و مسمار کر دیا گیا اور شیخ کا روضہ متبرکہ وہی مقام قرار دیا گیا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم کے گھر کا دروازہ جو کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا ڈھا دیا اور اس میں سے اینٹیں نکال کر لحد میں خرچ کیں (خدا تعالیٰ آپ کے مرقد کو پاک کرے اور آپ کے رہنے کی جگہ خطیرۃ القدس کو ٹھہرائے) واضح ہو کہ حضرت شیخ فرید الحق والدین مسعود گنج شکر قدس سرہ ۵۶۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر پچانوے سال کی ہوئی جس زمانہ میں حضرت گنج شکر نے جناب شیخ الاسلام خواجہ بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد و ارادت ظاہر کیا

وہ ۵۸۴ھ ہجری تھا اور اس ارادت کے بعد آپ اسی (۸۰) سال زندہ رہے۔ حضرت سلطان المشائخ سے جب لوگوں نے دریافت کیا کہ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی عمر شریف کس قدر تھی تو آپ نے فرمایا پچانوے (۹۵) برس کی۔ آپ انتقال کے وقت برابر فرمارہے تھے یاحی یا قیوم جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے شیخ سعد الدین حمویہ نے انتقال فرمایا اور ان کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے رحلت کی اور ان کے تین سال بعد شیخ بہاؤالدین زکریا دنیا سے اُٹھے اور ان کے تین برس بعد شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز نے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا وہ بھی کیا مبارک اور عمدہ زمانہ تھا جس میں آپ سے جلیل القدر عظیم الشان پانچ بزرگوار موجود تھے جن کی نظیر دنیا میں نہ تھی۔ شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ ایک۔ ابوالغیث یمنی دو۔ شیخ سیف الدین باخرزی تین۔ شیخ سعد الدین حمویہ چار۔ شیخ بہاؤالدین زکریا پانچ۔ قدس اللہ سرہم العزیز۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

شیخ اعظم فرید ملت و دین — شیخ ابوالغیث شیخ سیف الدین
شیخ سعدی حمویہ شیخ الوقت — شیخ صاحب نفس بہاء الدین
بود ہر پنج پیر دریک عصر — ہر یکے بادشاہ دنیا و دین

(یعنی جناب شیخ فرید الدین اور شیخ ابوالغیث اور شیخ سیف الدین اور شیخ سعد الدین حمویہ اور شیخ بہاؤالدین زکریا۔ یہ پانچوں پیر ایک زمانہ میں موجود تھے جن میں سے ہر ایک دین و دنیا کا بادشاہ تھا۔)

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین قدس سرہ کے حالات

سلطان المشائخ برہان الحقائق اولیائے دین کے سردار، اصفیائے عالم یقین کے پیشوا، عالم علوم ربانی، کاشف اسرار رحمانی، ظاہر و باطن میں آراستہ، اپنے وجود مبارک میں امور عالم سے پیراستہ، خدا تعالیٰ کی صفات کے شیدا، باری تعالیٰ کے عاشق، کان کرامت کے معدن صورت لطافت کے مخزن، اولیاء اللہ کے زمرہ میں کثرتِ آہ وزاری کے ساتھ مصروف اصفیا کے حلقوں میں برگزیدہ اوصاف سے موصوف یعنی سلطان المشائخ نظام الحق والحقیقۃ والشرع

والدین، انبیاو مرسلین کے وارث سید سلطان الاولیا نظام الدین محبوب الٰہی۔ بن سید احمد بن سید علی بخاری چشتی دہلوی قدس اللہ اسرارہم العزیز ہیں یہ ضعیف عرض کرتا ہے

ذاتے کہ درلطافت طبع و کرامتش مثلش نبود و نیز نباشددریں جھان

(وہ ایک ایسا مقدس ذات شخص تھا جس کی نظیر لطافت طبع اور کرامت میں دنیا میں نہ تو پہلے ہی تھی نہ آئندہ ہوسکتی ہے۔)

امیر خسرو سلطان المشائخ کی تعریف میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

قطب عالم نظام ملت ودین کافتاب کمال شد رخ او

وز جنید و زشبلی و معروف یادگارے است ذات فرخ او

(جناب نظام الدین قطب عالم کا رخ انور آفتاب کمال تھا ان کی ذات مبارک جنید اور شبلی اور معروف کرخی کی ایک بے مثل یادگار تھی۔)

آپ کا دریا جیسا دل کیا ہی دل تھا جو ہر لحظہ ولمحہ عالم غیب کے ساقی سے چھلکتے ہوئے پیالے وسقاھم ربھم شرابا طھورا کے نوش کرتا تھا۔ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں

دریا کشم از کف تو ساقی نگذارم نیم جرعہ باقی

(ساقی تیرے ہاتھ سے دریا پی جاؤں اور آدھا گھونٹ باقی نہ چھوڑوں)

باوجود اس کے دوست کے اسرار میں سے تل بھر بھی ظاہر نہ کرتے تھے جیسا کہ اکثر اوقات یہ مصرعہ زبانِ مبارک پر جاری ہوتا تھا۔

مردان ہزار دریا خوردند تشنہ رفتند

(مردان راہ خدا ہزاروں دریا کے پینے کے بعد بھی پیاسے جاتے ہیں)

یہ کس درجہ قوت وحوصلہ تھا کہ دم واپسیں تک حالت صحو ہی میں رہے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

جنید راکہ زاصحاب صحو میگیرند بحسب قدرش اورا نبود این مقدار

برفت راہ پیمبر مدام پے برپے چہار یارنبی رابگشت پنجم یار

(لوگ جنید کو اصحاب صحو کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کی قدر و مرتبے کے سامنے وہ کچھ بھی قدر نہ رکھتے تھے۔ چونکہ یہ ہمیشہ پیغمبر خدا کی راہ چلتے تھے اس لیئے نبی کے چار

یاروں کے بعد یہ پانچویں یار ہوئے۔)
اگرچہ اکثر اوقات آپ کا دل مبارک غلبۂ عشق سے موجزن رہتا تھا لیکن قوت صحو کی وجہ سے ہمیشہ دوست کے اسرار و رموز کی کامل طور پر نگرانی کرتے ہاں اس کے بدلے میں آہ سرد سینۂ مصفیٰ سے کھینچتے اور پرنم آنکھوں سے گرما گرم اور خون آلود آنسوؤں کی ندیاں بہاتے تھے۔ خواجہ شمس الدین دبیر نے کیا خوب کہا ہے۔

آہ سر بستہ من اشک مراد رِدل گفت
خیز بارے تو برون روکہ گذر یافتۂ

شیخ سعدی اسی معنی میں خوب کہتے ہیں۔

گرفتم آتش دل در نظر نمے آید نگاہ مے نکنی آب چشم پیدارا

(میرے دل میں آگ بھڑک رہی ہے لیکن نظر نہیں آتی کیا تو میری آنسوؤں کی ندی کو ظاہر نہیں دیکھتا ہے)
شیخ عطار کہتے ہیں۔

عاشقی چیست ترک جان گفتن
سِرِّ کونین بے زبان گفتن
راز ھائے کہ در دل پر خونست
جملہ از چشم خون فشان گفتن

(جان کو ترک کر دینے اور کونین کے بھید مخفی رکھنے کا نام عاشقی ہے اور جو راز کہ دل پر خون میں پوشیدہ ہیں انہیں خون فشاں آنکھوں سے ظاہر کرنے کا نام عاشقی ہے۔)
اگر چہ یہ بادشاہ دین و اہل محبت اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کے یاروں سے پیچھے ہوئے ہیں۔ خاقانی کہتے ہیں۔

بعد از سہ مراتب آدمی زاد بعد از سہ کتب رسیدفرقان
گل باھمہ خرمی کہ دارد از بعد گیاہ رسد ببستان

(تین مراتب کے بعد آدمی پیدا ہوتا ہے اور تین کتابوں کے بعد قرآن نازل ہوا پھول اگر چہ شادابی و تازگی رکھتا ہے لیکن گھاس کے بعد باغ میں پہنچتا ہے)
لیکن خدا تعالیٰ کے عشق و محبت میں اپنے تمام یاروں سے اعلیٰ درجہ رکھتے اور بڑے بڑے مشائخ پر

سبقت لے گئے تھے یہ ضعیف کہتا ہے۔

زمین رابا آسمان نسبت نباشد فلک با عرش کے دارد مساواۃ

(زمین کو آسمان سے کچھ نسبت نہیں فلک عرش سے کبھی برابری نہیں کر سکتا)
اور دین کے شہسواروں کے میدان سے محبت کی گیند جوان مرد باشاہوں کی طرح اچک لے گئے تھے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

تو بادشاهی و بیچارگان اسیر کمند توشه سواری و عشاق خاکپای سمند

(تو بادشاہ ہے اور بیچارے کمند کے قیدی۔ تو شہسوار ہے اور عشاق گھوڑے کے پاؤں کی خاک ہیں)
اس حقیر و ذلیل بندہ کو اس بات کی ذرا بھی طاقت و توانائی نہیں کہ ایسے اولوالعزم بادشاہ دین کی تعریف اس گندی اور ناپاک زبان سے کرے یہ ضعیف کہتا ہے

بدین زبان ملوث مراچه زهره بود که وصف ذات تو گویم من شکسته گدا

(اس گندی زبان سے مجھ شکستہ گدا کو اتنی طاقت کہاں کہ تیری ذات کی تعریف بیان کروں۔)
اسی بارہ میں ایک بزرگ کہتے ہیں۔

آسمان راچه ثنا گوید بیچاره زمین مدح خورشید چه داند بسز اگفت سها

(زمین بیچاری آسمان کی کیا تعریف کر سکتی ہے اور آفتاب کی تعریف سہا (ایک ستارے کا نام) کیا جان سکتا ہے)
خدا خوب جانتا ہے کہ جس وقت اس بادشاہ کی خوبصورتی اور جمال جہاں آرا کا خیال دل میں گزرتا ہے تو میں بالکل مدہوش اور حیرت زدہ ہو جاتا ہوں اور دیوانوں کی طرح اُلٹ پچ کرنے لگتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ خلاصہ یہ کہ اس لاثانی ذات کے اوصاف عبارت کی قید اور استعارہ کے تحت میں نہیں آسکتے ہیں ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

دل خواست که آرد بعبارت وصف رخ او باستعارت
شمع رخ او زبانهٔ زد هم عقل بسوخت هم عبارت

(دل نے چاہا کہ اس کے رخ انور کا وصف استعارہ کے پیرایہ میں قلم بند کرے لیکن اس کی شمع رخ

ایسی بھڑکی جس نے عقل وعبارت دونوں کو جلا دیا)
شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

نشان پیکر خوبت نمیتوانم داد که از تامل آن خیره میشو د بصرم

(تیرے خوبصورت جسم کا نشان میں دے نہیں سکتا کیونکہ اسے دیکھنے سے میری آنکھ میں چکا چوند پیدا ہوتی ہے۔)
آنجام کار میں اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہوں۔

تراصفت دل بیچاره کے تواند کرد بعجز خویشتن اقرار میکند اینک

(چونکہ دل بیچارہ تیری تعریف نہیں کرسکتا اس لیئے اپنے عجز کا اقرار کرتا ہوں۔)
اسی بارہ میں ایک اور بزرگ یوں فرماتے ہیں۔

ما که درشکل یار حیرانیم بسرا وصاف او کجا دانم

(جب ہم یار کی شکل ہی میں حیران ہیں تو اس کے اوصاف کا بھید کیونکر جان سکتے ہیں۔)
لیکن جب حضرت سلطان المشائخ کی محبت کی آگ کا شعلہ بھڑکتا ہے اور دل کے آئینہ کو جو بشریت کی کدورت سے آلودہ ہے انوار محبت سے روشن ومجلا کرتا ہے تو اس وقت یہ ضعیف بالکل بے طاقت ہو جاتا ہے اور اس کے جسم کے ہر رونگٹے کے نیچے سے ایک شوق کا نعرہ پیدا ہوتا ہے

نعرۂ شوق مے زنم تا رمقے است درتنم

(جب تک میرے جسم میں رمق باقی ہے شوق کا نعرہ مارتا ہوں۔)
خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اس درگاہ بے نیازی کے عاشقوں کے سردار کے دریائے محبت سے اس بیچارہ کے حلق میں ایک ایسا قطرہ ٹپک جائے۔

امیر خوبان آخر گدائے کوئے توام

(اے معشوقوں کے سرتاج آخر میں بھی تو تیرے کوچہ کا گدا ہوں۔)
یہ ضعیف کہتا ہے۔

زدرد عشق مے میرد محمد جرعه اے ساقی
ازاں دریائ عشق آمیز تا اوبے خبر گردد

(اے ساقی سید محمد درد عشق سے جان بلب ہے اسے عشق آمیز دریا سے ایک ایسا لبریز جام دے

کہ بے خبر ہو جائے۔)
کہ اس بادشاہ دین کے جمال عشق میں قبر تک رقص کرتا ہوا جائے۔
شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

گر رسد از تو بگوشم کہ بمیر اے سعدی
تالب گور باعزاز کرامت بروم
ور بدانم بدر مرگ کہ حشرم باتست
از لحد رقص کنان تابقیامت بروم

(اگر تیری طرف سے میرے کانوں میں یہ آواز پہنچے کہ سعدی مر جاتو میں لب گور تک عزت و کرامت سے جاؤں اور اگر موت کے دروازے پر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا حشر تیرے ساتھ ہوگا تو لحد سے میدان قیامت تک رقص کنان جاؤں۔)
لیکن آپ کا اعتقاد صادق اور محبت کامل ہے تو یقین واثق ہے کہ مجھ کم ترین کا حشر سلطان المشائخ کے غلاموں میں ہوگا۔ اور یہ کم ترین آپ کے علم محبت کے نیچے جگہ پائے گا کیونکہ لوگوں نے کہا ہے کہ طالب اور کوشش کرنے والا کبھی نہ کبھی اپنے مقصد پر ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ من طلب شیئا و جد وجد (ترجمہ: جس نے کوئی شے طلب کی اور اس کے واسطے کوشش کی اس کو پالیا۔) ایک ایسا مقولہ ہے جو اسی قسم کے موقع پر بطور ضرب مثل کے بولا جاتا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کا حسب ونسب

واضح ہو کہ حضرت سلطان المشائخ کے آباء کرام اور اجداد عظام شہر بخارا کے رہنے والے ہیں جو علوم وفنون کا مرکز اور ورع وتقویٰ کا سر چشمہ ہے۔ سلطان المشائخ کے بزرگوار دادا خواجہ علی بخاری کے نام سے پکارے جاتے تھے اور واجب الاحترام نانا خواجہ عرب کے نام کے ساتھ شہرت رکھتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ باہم مصاحب اور ایک دوسرے کے بھائی تھے دونوں

ایک ساتھ بخارا کو چھوڑ کر لاہور میں تشریف لائے اور پھر لاہور سے بداؤن میں پہنچے چونکہ اس عہد میں شہر بداؤن اسلام کا قبہ اور علوم کا مسکن تھا اس وجہ سے ان دونوں حضرات نے یہاں سکونت اختیار کی۔ خواجہ عرب دولتِ علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے۔ نقد روپے کے سوا بے شمار غلاموں کے مالک تھے جن میں سے بعض تو کسبِ حلال سے روزانہ ایک معقول رقم خواجہ کے ہاتھ میں لاکر دیتے تھے اور بعض غلام آپ کے روپے سے تجارت کیا کرتے تھے لیکن باوجود اس دولت وحشمت کے اولاد بہت کم تھی یعنی صرف ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی۔ صاحبزادہ کا نام خواجہ عبداللہ تھا اور صاحبزادی کا نام بی بی زلیخا۔ خواجہ عبداللہ کے صاحبزادہ کا نام خواجہ سعید۔ اور ان کے صاحبزادہ کا نام خواجہ عبدالعزیز۔ اور ان کے صاحبزادہ کا نام خواجہ حسن تھا۔ غرضیکہ آپ کی چار پشت تک خواجہ کا لفظ مذکور رہا۔ اور اس کے بعد منقطع ہو گیا۔

چونکہ خواجہ عرب اور خواجہ علی کے مابین اتفاقی مراتب کی بنیاد پڑنے والی تھی اس لیئے خواجہ عرب نے اپنی لڑکی یعنی رابعہ عصر اور ولیۂ خدا بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہا کو خواجہ احمد بن علی کے نکاح میں دیا جو اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ کے والد ہوئے۔ بی بی زلیخا کا روضۂ متبرکہ آج تک شہر دہلی میں موجود ہے جو دردمندوں کا درمان اور حاجتمندوں کا کعبۂ حاجات ہے۔ الغرض جب خواجہ عرب نے اپنی صاحبزادی کو خواجہ احمد کے نکاح میں دے کر رخصت کیا تو سامان جہیز جیسا کہ ان بزرگوں کے ہاں رسم ہے بہت کچھ عنایت فرمایا۔ حق تعالیٰ نے کچھ عرصہ کے بعد اس صدف پاک سے یہ کان کرامت کا قیمتی موتی اور عشق ومحبت کا سرمایہ یعنی سلطان المشائخ قدس سرہ کو پیدا کیا۔ اس عالمگیر آفتاب سے عالم میں ایک چکا چوند پیدا کرنے والی روشنی ظاہر ہوئی۔ اور تمام جہان منور روشن ہو گیا۔ آپ کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کی ایک حکمت مضمر تھی وہ یہ کہ آپ کے سایۂ عاطفت میں اہل دنیا پرورش پائیں اور آخرت میں دائمی عقوبت سے خلاصی حاصل کریں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

آفریں خدائے بر پدرے   کہ از و ماند این چنیں پسرے

(ایسے باپ پر خدا کی رحمت کہ جس کے صلب سے ایسا لڑکا پیدا ہوا۔)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

پدرے را کہ آنچناں خلف است   مادرے را کہ این چنیں پسر است

آفتابش بر آستین قباست ماهتابش بر آستان درست

(جس باپ کا ایسا فرزند ہے اور جس ماں کا ایسا بچہ ہے گویا اس کی قبا کی آستین میں آفتاب اور گھر کی چوکھٹ پر ماہتاب ہے۔)

الغرض ابھی سلطان المشائخ کم سن اور نو عمر ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ احمد دین علی الحسین البخاری بیمار پڑ گئے اور ایسے سخت مریض ہوئے جس سے لوگوں کو آپ کی زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ کی والدہ محترمہ بی بی زلیخا نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا جاتا ہے کہ ان دونوں میں جسے چاہو اختیار کر لو۔ یعنی اگر منظور ہو تو خواجہ احمد کو اختیار کر لو۔ اگر چاہو تو سلطان المشائخ کو۔ سلطان المشائخ کی والدہ مکرمہ نے اپنے نونہال اور بلند اقبال فرزند کو اختیار کر لیا۔ لیکن جب دن ہوا تو بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا نے اس خواب کو کسی سے بیان نہیں کیا اور اب خواجہ احمد کی بیماری آناً فاناً ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ دم واپسیں شمار کیا جانے لگا اس وقت حاضرین مجلس نے کھانے پینے کی قسم سے وہ تمام چیزیں خواجہ احمد کے حضور میں پیش کیں جو آپ کے مرغوب خاطر تھیں اور جنہیں آپ بہت پسند کرتے تھے۔ مگر شیخ نے سب کی طرف سے بے رغبتی ظاہر کی اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اور اطراف بداؤں میں مدفون ہوئے۔ چنانچہ اس زمانہ تک آپ کا روضۂ متبرکہ موجود ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرتے اور فیض اٹھاتے ہیں۔

جب سلطان المشائخ کسی قدر بڑے ہو گئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے قرآن شریف پڑھنے کے لیئے مکتب میں بٹھایا چونکہ حافظہ قوی اور ذہن سلیم تھا تھوڑے عرصہ میں قرآن مجید تمام کر لیا۔ اور اب کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ پڑھتے پڑھتے ایک بڑی کتاب ختم کرنے کے قریب تھے کہ آپ کے قابل و دلسوز معلم نے کہا۔ چونکہ تم ایک معتبر اور بڑی کتاب تمام کرنے کو ہو لہٰذا دانشمندی کی دستار سرِ مبارک پر باندھنا چاہیے۔ سلطان المشائخ نے اپنے مہربان و معزز استاد کی یہ حکایت والدہ محترمہ کے آگے بیان کی اس مخدومۂ جہان نے کہ ایک عالم اس کے سایۂ عاطفت اور ظلِ حمایت میں تھا اپنے دستِ مبارک سے سوت کاتا اور اس کا کپڑا بنوا کر ایک دستار تیار رکی۔ سلطان المشائخ نے جب وہ کتاب تمام کر ڈالی تو آپ کی والدۂ مکرمہ نے ایک دعوتی مجلس ترتیب دی۔ وافر کھانا تیار کیا۔ اور چند بزرگان دین اور علماء اہل یقین کو اس مبارک تقریب میں

مدعو کیا۔ اس مجلس میں شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید خواجہ علی بھی تشریف رکھتے تھے جنھوں نے دینی نعمت شیخ جلال تبریزی سے حاصل کی تھی اور اس زمانہ میں کرامت کے ساتھ معروف مشہور تھے جب اہل مجلس کھانے سے فراغت پا چکے تو جناب سلطان المشائخ اس دستار کو اپنے دستِ مبارک میں لیئے سوئے مجلس میں آئے تا کہ ان بزرگانِ دین کے سامنے دستار بندی کی رسم ادا ہو یہ دیکھ کر شیخ خواجہ علی اٹھے اور پگڑی کا ایک سرا تو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور دوسرا حضرت سلطان المشائخ کے ہاتھ میں دیا چنانچہ سلطان المشائخ نے دستار کرامت سر پر باندھی۔ ازاں بعد آپ نے اول خواجہ علی کے آگے سر خم کیا پھر تمام اہل مجلس کے آگے خم کیا۔ پھر تمام اہل مجلس کے آگے خواجہ علی نے اپنا دست کرامت سلطان المشائخ کے سر پر رکھا اور یوں دعا دی کہ حق تعالیٰ تمہیں علماء دین کے زمرے میں داخل کرے اور مجلس برخاست ہوئی۔ فقیر نعمت اللہ نوری کہتا ہے کہ جب میں نے کتاب سیر الاولیا میں دیکھا کہ اس کے مؤلف سید محمد بن سید مبارک بن سید محمد علوی حسینی کرمانی نے حضرت سلطان المشائخ کے جد بزرگوار خواجہ علی الحسین البخاری اور آپ کے واجب الاحترام نانا خواجہ عرب الحسین البخاری کا شجرۂ طیبہ ذکر نہیں کیا ہے تو اس کم ترین نے اپنے اور سلطان المشائخ کے اجداد بزرگوار خواجہ علی اور خواجہ عرب قدس اللہ سرہم العزیز کا وہ شجرۂ طیبہ جس کی سند متصل جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور جو اس جلیل القدر خاندان کے معزز و بزرگوار ممبروں سے صحیح سند کے ساتھ پہنچا ہے سیر الاولیاء کے اس نکتہ کے ضمن میں جناب سلطان المشائخ کے اشارہ سے تحریر کیا انشاء اللہ تعالیٰ صاحب دلوں کی نظر فیض اثر سے گزرے گا۔

شجرہ طیبہ

بعد حمد خالق و نعت رسول — میکنم ذکرے از اولاد بتول
از امام الحق حسین شاہ دین — یادگارے بود زین العابدین
درجھان من بعد او قائم مقام — بود باقر نور چشم آن امام
او چون محمل جانب فردوس راند — زو بعالم جعفر الصادق بماند
میوہ ماند از شاخ آن عالی درخت — موسی الکاظم امام نیک بخت
زان فروغ مشعل راہ ھدا — بود امام المسلمین علی الرضا

کرد او رحلت سوئے دارالسلام ‏ ماند فرزندش محمد نیک نام
چون فروغ حق بفردوسِ رساند ‏ زو علی الهادی اندر دهر ماند
آسمان سوئے بهشتش ره نمود ‏ آمد انگه جعفر ازوئے در وجود
سرور عالم علی الا صغر است ‏ گوهر روشن زکان جعفر است
گشت عالم خرم و آفاق شاد ‏ از علی اصغر چو عبدالله زاد
هم ز عبد الله شد احمد پدید ‏ زو علی آمد و عالم را سعید
وز علی آمد حسن فرخ تبار ‏ وز حسن آمد محمد یادگار
ماند از و خواجه عرب فرخنده رائے ‏ بود او سید حسینی باخدائے
آخر ازوے خواجه عبد الله زاد ‏ سوئے باغ خلد او هم رونهاد
ماند ازو خواجه سعید اندر جهان ‏ اهل جنت راشدے او میهمان
ماند زان صاحب دل اهل تمیز ‏ سالک راه هدی عبد العزیز
زو حسن ماند از حسن عبدالکریم ‏ احمد ازوے بود باخلقے عظیم
ماند فرزندش بود طا هاش نام ‏ داشت او شغل بزرگ از حق مدام
ماند عبدالقاهر ازوے یادگار ‏ بود دانا وفقیه روزگار
روشنی بخشِ چراغ کاخ او ‏ بود صدرالدین ثمر از شاخ او
در صلاح و زهد چون او کس نبود ‏ صالح آمد زان نکو فر در وجود
ماند فضل الله زان عالی مقام ‏ نعمت الله نوری ازوے والسلام

ترجمہ شجرہ طیبہ: (خدا کی حمد اور رسول کی تعریف کے بعد میں اولادِ بتول کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت فاطمہ زہرا کے باجاہ وجلال بطن سے جناب امام حسین شاہ دین پیدا ہوئے۔ اور آپ کی محسوس یادگار زین العابدین باقی رہے۔ اور جب امام زین العابدین نے سفرِ آخرت قبول کیا تو دنیا میں آپ کے قائم مقام آپ کے چشم وچراغ امام باقر باقی رہے اور جب ان کا بھی محمل فردوس بریں کی طرف روانہ ہوا تو امام جعفر صادق نے ان کی جگہ سنبھالی۔ پھر اس بلند درخت کی شاخ سے ایک لذیذ میوہ یعنی بلند اقبال امام موسیٰ کاظم رہے۔ اور اس راہ ہدایت کی مشعل کی روشنی علی الرضا پیدا ہوئے۔ لیکن جب انھوں نے بھی دار السلام کی راہ لی تو ان کے فرزند رشید محمد نام باقی

رہے اوران کے بعد علی الہادی نے دنیا کو اپنے نور سے منور روشن کیا۔علی الہادی کے انتقال کے بعد جعفر تختِ خلافت پر جلوہ آرا ہوئے۔اوران سے علی اصغر وجود میں آئے۔اور جب ان سے عبداللہ پیدا ہوئے تو عالم خرم وشاد ہو گیا۔عبداللہ کے صلب سے احمد اوران کے صلب سے علی پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی محسوس اور یادگار حسن کو چھوڑا۔جس سے محمد پیدا ہوئے اور آخر کار محمد کی جیتی جاگی تصویر خواجہ عرب دنیا میں ظاہر ہوئے۔۔خواجہ عرب دنیا سے کروٹ لیتے وقت خواجہ عبداللہ کو چھوڑ گئے۔اور جب انھوں نے بھی آپ کے قدم بقدم باغ خلد کی راہ لی تو خواجہ سعید کو اپنا جانشین کر گئے۔اور جب خواجہ سعید نے دنیا سے کوچ کر کے اہل جنت کی مہمانی قبول کی تو ان کے پیچھے صاحب دل اہل تمیز جناب عبدالعزیز باقی رہے۔پھران سے حسن اور حسن سے عبدالکریم اوران سے احمد نے امامت لی۔احمد کے فرزند رشید طاہاان کے بعد جانشین ہوئے اور عبدالقاہر جو فرزانہ روزگار ارفقیہ عصر تھے باقی رہے۔پھران کے گھر کی روشنی بخش چراغ صدرالدین ہوئے۔جو زہدو صلاح میں بے نظیر اور عدیم المثال تھے۔صدرالدین کے بعد صالح اوران کے بعد فضل اللہ ہوئے اور نعمت اللہ نوری پر اس سلسہ کا توڑ ہو گیا۔)

حضرت قطب الاقطاب محبوب العالمین سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدّین کا شجرہ نسب

سید محمد نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز سید خواجہ احمد کے فرزند رشید ہیں اور سید خواجہ علی الحسینی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید میر علی آپ کے جد پدری ہیں۔سید محمد نظام الدین بن سید خواجہ عرب الحسینی البخاری بن سید محمد بن سید میر علی بن میر احمد بن میر ابوعبداللہ بن میر اصغر بن سید جعفر بن سید علی الامام بن سید علی الہادی التقی بن الامام سید محمد جواد بن امام سلطان الشہداء حضرت امام علی موسی رضا بن امام حضرت موسی کاظم بن امام ہمام حضرت امام جعفر صادق بن امام حضرت محمد باقر بن امام علی حضرت زین العابدین بن امام سلطان الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بن امام المومنین علی مرتضی علیہ السلام والکرام ہیں۔امام ہمام کائنات سعید

شہید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ حضرت فاطمۃ الزہرا جناب افضل الانبیا اکرم المرسلین رسول الثقلین سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ اے خدائے غفار تو اپنی رحمت سے ان پر اور جناب نبی کریم کی تمام اولاد اور ائمہ اطہار اور سب چنے ہوئے اور منتخب اصحاب اور اولیائے محبوبین و مقربین پر عنایت و مہربانی کا مینہ برسا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ امجاد کا بیان

جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے تھے۔ طیب، طاہر، قاسم، ابرہیم، اور چار ہی صاحبزادیاں (۱) فاطمہ زہراؓ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیوں سے چھوٹی تھیں۔ (۲) زینب۔ یہ آپ کی تمام صاحبزادیوں سے عمر میں بڑی تھیں حضرت زینبؓ کا نکاح ان کے ماموں زاد بھائی ابوالعباس بن ربیع بن عبدالعزیز بن عبدِ مناف سے آنحضرت نے کردیا تھا۔ (۳) حضرت رقیہؓ آپ حضرت زینب سے چھوٹی اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں۔ ان کا نکاح جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب سے کردیا تھا لیکن عتبہ کے مرنے کے بعد پھر آپ کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے تو حضرت رقیہ آپ کے ہمراہ تھیں۔ (۴) حضرت ام کلثوم حضرت کی ان صاحبزادی کا نام آمنہ تھا لیکن وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہوگئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب سے کیا تھا لیکن جب اس نے اپنی رسم ورواج کے مطابق آپ کو طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ رقیہ کے انتقال کے بعد ام کلثوم کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا کی شادی حضرت علی شاہ مردان سے ہوئی اور حضرت زینب کی ابوالعباس سے اور بی بی رقیہ کی حضرت عثمان بن عفان سے اور حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد بی بی ام کلثوم بھی حضرت عثمان سے بیاہی گئیں اسی وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان بہ ترتیب نکاح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بی بی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ دوسری سودہ بنت زمعہ۔ تیسری حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مہر صرف اس قدر اسباب تھا جو پچاس درہم کی قیمت رکھتا تھا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مہر پانچ سو درہم تھا جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض لے کر ادا کر دیا تھا۔ چوتھے حضرت حفصہ۔ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور زینبؓ کی والدہ محترمہ۔ پانچویں خریمہ زینب کی بیٹی۔ چھٹی بی بی حضرت ام سلمہ ہیں۔ ساتویں حضرت زینب جحش کی صاحبزادی۔ آٹھویں جویریہ بنت حارث۔ نویں میمونہ بنت حارث۔ دسویں حبیبہ ابواحطب کی بیٹی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دس بی بیاں مشہور تھیں۔ اس کے علاوہ تین اور عورتیں تھیں جن میں سے بعض سے آپ نے نکاح تو کر لیا تھا لیکن زفاف واقع نہیں ہوا تھا۔ اور بعض سے خواست گاری کی لیکن نکاح کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ منکوحہ بی بیوں کے علاوہ آپ کی تین لونڈیاں بھی تھیں ایک ماریہ بنت شیبہ بن قطبہ۔ دوسری ریحان بنت زید عمر۔ تیسری وہ کنیز جسے زینب بنت جحش نے آنحضرتؐ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اگرچہ چار صاحبزادیاں تھیں لیکن عمر میں سب سے بڑی اور بعض خاص خاص فضائل میں سب سے افضل حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں آپ بزمانہ جاہلیت واقعہ فیل کے تیسویں سال پیدا ہوئیں اور اپنے ماموں زاد بھائی ابوالعباس کے نکاح میں دی گئیں تھیں لیکن تخالف ادیان کی وجہ سے بیچ میں آپ کو طلاق ہو گئی تھی۔ جب بدر کے معرکہ میں ابوالعباس قریش کے لشکر میں بھرتی ہو کر اہل اسلام کے مقابلہ میں آیا تو اس نے میدان میں کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا اپنی ذات وصفات میں اکیلا اور یکتا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مقبول بندے اور منتخب رسول ہیں اس کے بعد اس نے قریش کا ساتھ چھوڑ دیا اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ حاضر ہوا۔ آنحضرت نے اپنی پیاری صاحبزادی زینب کو اسی پہلے نکاح کے ساتھ ابوالعباس کے حوالہ کر دیا اور ایک روایت میں آیا

ہے کہ جدید نکاح ہوا۔ مجمع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ سالت الشیخ الامام حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ عمن له ام سیدة و اب لیس بسید بل هو سید فقال قال استاذی شمس الائمه الکروری رحمة الله علیه هو سید و استدل بان الله تعالی جعل عیسی من ذریة نوح و ابراهیم علیهما السلام بحجة الامام و تلک حجتنا اتیناها الایه . و رایت فی تاویلات ان عیسی من اولاد اسحاق علیه السلام وقال علیه السلام مثل اولادی کمثل سفینة نوح علیه السلام من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلک. یعنی میں نے شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ جس شخص کی ماں تو سید ہو اور باپ سید نہ ہو تو کیا وہ سید کہلائے گا۔ فرمایا۔ میرے استاد شمس الائمہ کروری نے فرمایا ہے کہ بے شک وہ سید ہے اور ان کا استدلال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو جناب نوح و ابراہیم علیہما السلام کی ذریت قرار دیا ہے۔ ازاں بعد امام نے اپنے اس دعوے پر یہ دلیل پیش کی۔ وتلک حجتنا اتینا ها ابراهیم الخ اور میں نے تاویلات میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح جناب اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اولاد کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوا نجات پائی اور جس نے تخلف کیا جان سے گیا گزرا ہو گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین کی محبت پیدا ہونے اور بداؤں سے شہر دہلی میں تحصیل علوم کی غرض سے آنے کا بیان

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ہنوز میں نو عمر تھا اور تقریباً بارہ سال کی عمر رکھتا تھا جو لغت کی کتابیں پڑھتا تھا اتفاقاً ایک دن میرے استاد کی خدمت میں ایک شخص آیا جسے ابوبکر خراط کہتے تھے اور ابوبکر قوال کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ یہ شخص ملتان کی طرف سے آیا تھا میرے استاد سے بیان کرنے لگا کہ میں ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ لعزیز کے آگے ایک قصیدہ گا رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

لقد لسعت حبة الھوی کبدی

لیکن عجیب اتفاقی بات ہے کہ اس کے آگے کا دوسرا مصرعہ بھول گیا جسے بزرگ شیخ نے یاد دلایا۔ اسکے بعد وہ شخص شیخ بہاؤالدین زکریا کے مناقب وفضائل بیان کرنے لگا کہ آپ ایسے ذاکر اور اس قدر عبادت گزار ہیں اور ان باتوں کا سلسلہ یہاں تک بڑھا چلا گیا کہ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ جب شیخ کی لونڈیاں آٹا پیستی ہیں تو بھی ذکر میں مصروف رہتی ہیں اگرچہ اس نے ان جیسی بہت سی باتیں بیان کیں مگر میرے دل پر کسی بات کا اثر نہیں پڑا لیکن جب اس نے یہ ذکر چھیڑا کہ میں وہاں سے اجودھن آیا اور ایک دین کا بادشاہ ایسا ایسا دیکھا تو میرے اشتیاق کی رگ حرکت میں آئی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خاص فضائل ومناقب جب میرے کان میں پہنچے تو ایک بے اختیاری جوش کے ساتھ آپ کی محبت اور صدقِ ارادت میرے دل میں اثر کر گئی اور آپ کے اشتیاق ملاقات کی آگ یہاں تک بھڑکی کہ میں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید کہتا۔ جب کہیں جا کے سوتا۔ رفتہ رفتہ یہ محبت اس درجہ کو پہنچ گئی کہ میرے تمام یار واصحاب اس سے خبردار ہو گئے اور شیخ کی وقعت وعظمت میرے دل میں اس قدر بیٹھ گئی کہ اگر میرے ہم عصر مجھ سے کوئی بات دریافت کرتے اور قسم لانا چاہتے تو کہتے کہ شیخ فرید کی قسم کھاؤ۔ الغرض جب سن نے عمر کے پندرہ مرحلے طے کر کے سولہویں میں قدم رکھا تو دہلی آنے کا قصد ہوا ایک ضعیف عزیز عِوض نام میرے ساتھ ہوئے اور ہم دونوں روانہ دہلی ہو گئے اثنائے راہ میں اگر کہیں شیر کا خوف یا چوروں کا خطرہ ہوتا تو عوض کہتے۔ اے پیر حاضر ہو جیئے او راے پیر ہم آپ کی حفاظت وپناہ میں یہ دشوار اور خطرناک گھاٹیاں طے کر رہے ہیں۔ میں نے عِوض سے دریافت کیا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو اور پیر سے تمہاری کیا مراد ہے انھوں نے جواب دیا کہ میں جناب شیخ شیوخ العالم فریدالدین کو کہہ رہا ہوں۔ یہ سن کر میرے دل میں شیخ شیوخ العالم کی محبت کا قلق اور اضطراب اور زور پکڑ گیا۔ القصہ ہم شہر دہلی میں آئے اور اسے بہت بڑی خوش قسمتی کہنا چاہیے کہ ہم شیخ نجیب الدین متوکل یعنی شیخ شیوخ العالم کے بھائی کے پڑوس میں اترے۔

جناب سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ العزیز کے علم و تبحر کا بیان

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں آیا تو چار سال تحصیل علوم میں سخت محنت اور جان کاہی کی جس زمانہ میں میں تعلیم پا رہا تھا اگرچہ بڑے بڑے دانشمند اور فضلا کی صحبت میں تھا لیکن بار ہا میں کہا کرتا تھا کہ میں آپ لوگوں کی صحبت میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ چند روز اس صحبت میں اور مہمان ہوں چنانچہ اس حکایت کا باقی حصہ حضرت سلطان المشائخ کی سکونت کے ذکر میں مندرج ہوگا یہاں اس قصہ کے بیان کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی محبت کا جوش سلطان المشائخ کے دل میں ڈال دیا تھا اور آپ نے محبت الٰہی کا حصہ بہت کچھ لیا تھا اس لیئے ابتدائی زمانہ سے آپ اس پر آمادہ تھے کہ تمام دنیاوی تعلقات سے انقطاع حاصل کر کے دوست حقیقی کی طرف رجوع ہوں۔

در دل نمی گنجد غم جان و غم جاناں

منقول ہے کہ سلطان المشائخ کے علمی کمالات اس عروج کو پہنچ گئے تھے کہ آپ طالب علموں میں نہایت تیز طبع اور کامل دانشمند مشہور ہو گئے تھے اور بحاث و محفل شکن کے مقتدر خطابات استاد سے حاصل کر لیئے تھے اور ہر علم و فن سے کامل حصہ لے لیا تھا۔ جب آپ علم فقہ اور اس کے اصول سے فارغ التحصیل ہو گئے اور ان علوم کو معراج کمال پر پہنچا دیا تھا تو اب رسمی فنون کی تحصیل کرنے لگے اور مولانا شمس الدین کی خدمت میں پہنچے جو علم و فضل میں اپنے تمام علما و فضلاء زمانہ سے مستثنیٰ اور ممتاز تھے اور شہر کے اکثر استاد و اہل کمال کو آپ کی شاگردی کا فخر تھا۔ الغرض سلطان المشائخ ان بزرگوار فرید العصر کی خدمت میں پہنچے اور حریری کے چالیس مقامات یاد کر لیئے۔ جب اس علم میں کمال حاصل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھنی شروع کی اور حریری کے ان چالیس مقامات کے کفارہ میں جو آپ نے بڑی محنت و جانفشانی سے یاد کیئے تھے مشارق الانوار یاد کی۔ جناب کمال الدین زاہد سے جو علم و زہد میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور علم حدیث نیز روایات احادیث میں یگانۂ روزگار اور فرید عصر شمار کیئے جاتے تھے۔ مشارق الانوار اول سے آخر تک پڑھی سرسری اور اجمالی نظر سے نہیں بلکہ غور میں ڈوبی ہوئی نگاہ اور ساتھ ہی اس علم کے دقائق و غوامض اور تصحیح سند قصہ اور روایات احادیث میں اس درجہ تحقیق کی کہ اس سے زیادہ ناممکن تھی۔

ان حدیثوں کے دقائق وغوامض کا بیان جن کی سلطان المشائخ نے بڑے تبحر کے ساتھ تقریر کی

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے جب مولانا وجیہہ الدین پائلی سے دریافت کیا کہ حدیث میں آیا ہے اصنعوا کل شئی الاالنکاح ۔ یعنی نکاح کے علاوہ ہر چیز کرنے کا مجاز رکھتے ہو۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نکاح حرام ہے اور یہ امر ظاہر البطلان ہے پھر اس حدیث کی کیا توجیہہ ہے۔ اگر چہ مولانا وجیہ الدین نے کچھ عرصہ تک غور وتامل کیا لیکن ازاں بعد فرمایا کہ آپ ہی بیان فرمائیے۔ میں نے کہا کہ ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ جب عورتیں حیض سے ہوتی ہیں تو بستر علیحدہ کرتی ہیں اس بارہ میں ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اصنعوا کل شئی الاالنکاح ۔ یعنی حیض کی حالت میں بوس وکنار اور ساتھ لیٹنا سب کچھ جائز ہے لیکن وطی جائز نہیں اور رانوں تک مباشرت کرو اس سے اوپر تصرف نہ کرو۔ ایک دفعہ آپ نے یہ حدیث پڑھی۔ صوموا الشهر به اوله و سیراهٔ ۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث غرائب سے معلوم ہوتی ہے اور اس کے معنی نہایت غامض ودقیق ہوں گے۔ سلطان المشائخ نے اس کی توضیح وتشریح اس طرح بیان کہ کہ الشهر فی اصل الوضع اسم الیوم الاول من الشهر الذی هوا لغرة سمی به لشهرته ثم اشتهر الشهر کله بحکم غلبة الا ستعمال وقداریدهھنا الیوم الاول بدلالة عطف السرر علیه وهو اسم الیوم الاخرمن الشهر و منه یقال سرار الشهراواخره ۔ یعنی اصل وضع میں شہر مہینے کے پہلے دن کا نام ہے جسے غرہ کہتے ہیں اور پہلے دن کا نام شہر اسکی شہرت کی وجہ سے رکھا گیا پھر سارا مہینہ غلبہ استعمال کیوجہ سے شہر کے نام سے مشہور ہوگیا۔ لیکن اس جگہ شہر سے مہینہ کا پہلا ہی دن مراد ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ لفظ سرر کا عطف شہر پر ہے اور سرر مہینے کے اخیر دن کا نام ہے کیونکہ اہل محاورہ بولا کرتے ہیں سرار الشهر ۔ یعنی مہینے کا آخر دن۔ ایک اور

دفعہ آپ نے فرمایا کہ جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من قتل معاهدالم یرح رایحة الجنة فان ر یحها یو جد من منزلة خمس مائة. یعنی جو ہم عہد کو بے وجہ شرعی قتل کرڈالے گا وہ جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ اگرچہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جائے گی۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ بھی اہل سنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہیں۔ لیکن حدیث مذکور کی ایک تاویل ہے جسے لوگوں نے بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جنت میں داخل ہونے سے پیشتر موقفِ حساب میں خدا تعالیٰ کی عنائت و مہربانی سے ایک ہوا چلے گی جس میں جنت کی خوشبو ہوگی تا کہ ایماندار باسانی حساب سے فارغ ہو جائیں۔ اس کے بعد یہ بیت زبان مبارک پر جاری ہوئی۔

باد یکہ سحر گہ زسر کوے تو آید　　　جانہاش فدا یاد کزو بوئے تو آید

یہ بات پڑھتے ہی آپ پر گریہ غالب ہوا اور زار و قطار رونے لگے۔ اسی حالت میں یہ لفظ زبانِ مبارک پر جاری ہوا کہ شیخ کے طفیل سے وہ خوشبو اس وقت آں مجلس میں موجود ہے اس مجلس میں قاضی محی الدین کاشانی اور دیگر عزیز موجود تھے ایک دفعہ آپ نے یہ حدیث پڑھی۔ اذا اکل احد کم طعاما فلا یمسح یدیه حتی یلعقها اویلعقها. یعنی جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ہاتھ پونچھنے سے پیشتر اسے خود چاٹ لے یا دوسرے کو چٹا دے۔ فرمایا کہ حتی یلعقها اویلعقها کی شرح میں جو بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ یلعقها غیرہ۔ تو یہ توجیہ محض غلط ہے۔ وجہ یہ کہ انہیں خیال ہوا ہے کہ العاق ہمیشہ متعدی ہوا کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ باب افعال کا متعدی ہونا ضروری نہیں بلکہ کبھی لازم بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ اولـئـک هـم المفلحون اور واشرقت الارض بنور ربها. بلکہ اصل بات یہ کہ یہ راوی کا شک ہے اور حقیقت میں دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک روایت حدیث کی ایک شرط سماع ہے۔ ایک اور دفعہ آپ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حببت الی من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلوة. یعنی مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں محبوب و پسندیدہ ہیں خوشبو عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہاں نساء سے حضرت عائشہؓ مراد ہیں کیونکہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ اور بیشتر میل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بی بی عائشہ ہی کی طرف تھا اور قرة

عینی فی الصلوۃ سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ جس وقت آنحضرت نے یہ حدیث فرمائی اس وقت فاطمہ زہرا نماز میں تھیں۔

ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے نماز ہی مقصود ہے لیکن اگر یہی بات ہوتی تو آپ نماز کو ان دونوں چیزوں پر مقدم کرتے۔ ازاں بعد فرمایا کہ جب نبی کریم صلعم ان تینوں چیزوں کا ذکر کر چکے تو خلفاء راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر بن خطاب عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ کے الفاظ کے مطابق تین تین چیزیں بیان کیں اس وقت جبرائیل نے جناب الٰہی کا فرمان پہنچایا کہ محمد! میں بھی تین چیزیں دوست رکھتا ہوں شاب تائب وعین باک وقلب خاشع. یعنی میں تائب نوجوان اور رونے والی آنکھ اور عاجز دل کو دوست رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ کل قیامت کے روز میرے ساتھ بہشت میں ایک درجہ میں ہوگا اور اس حدیث کے بیان میں آپ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا یعنی مجھ میں اور اس میں صرف اس قدر فاصلہ ہوگا جس قدر کلمہ کی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی میں ہے اور فرمایا کھاتین. (مثل اس کے یعنی دو انگلیاں اٹھا کر دکھائیں اور فرمایا اس طرح جیسے یہ انگلیاں پاس ہیں) بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس فرمانے سے آنحضرت کا مطلب یہ تھا کہ جو درجہ میرے لیے مقرر ہوگا اس جیسا درجہ ایسے شخص کو بھی عنایت ہو گا۔ کیونکہ مخلوق کی انگلیوں کو جب دیکھا جاتا تو درمیانی انگلی کلمہ کی انگلی سے بڑی معلوم ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی دونوں برابر تھیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میری ایک بھانجی تھی جسے ایک شخص کے نکاح میں دے دیا تھا لیکن وہ شخص امور خانہ داری میں اچھا نہ تھا۔ میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ان دونوں میں خلع کرانا چاہتی ہوں۔ میں نے عرض کیا جس طرح آپ کی مرضی ہو عمل میں لائیے۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں میں نے والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا شیخ کے لیئے تیار کرنا چاہیے والدہ نے فرمایا ہمارے گھر میں کھانا کہاں ہے اسی اثناء میں میں نے سنا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں میں یہ سن کر آگے بڑھا اور آنحضرت کے پاؤں مبارک کو

بوسہ دے کر عرض کیا۔ اے رسول خدا میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیئے۔ فرمایا مجھے مکان پر لے جا کر کیا کرے گا میں نے عرض کیا کھانا خدمت اقدس میں حاضر کروں گا۔ فرمایا تیرے گھر میں کھانا کہاں ہے۔ ابھی ابھی کا ذکر ہے کہ تو اپنی والدہ سے کھانے کی نسبت گفتگو کر رہا تھا۔ میں آنحضرت کی یہ تقریر سن کر سخت شرمندہ و خجل ہوا۔ ازاں بعد میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا میں حضور کی زبانِ مبارک سے کوئی حدیث سننا چاہتا ہوں۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل امراۃ تزوجت بزوج و طلبت الفرقة منه قبل مضی سنتین و نصف سنة فهی ملعونة ۔ یعنی جو عورت کسی شخص سے نکاح کرلے اور پھر ڈھائی سال گزرنے سے پیشتر اس سے جدائی اختیار کرنا چاہے تو اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ چنانچہ جب میں بیدار ہوا تامل کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ میری بھانجی کا ہے۔ صبح کو سارا قصہ والدہ محترمہ کی خدمت میں دہرایا اور عرض کیا کہ چند روز صبر کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ نکاح کی مدت سے ڈہائی سال گزر لیں چنانچہ ہم نے صبر کیا۔ خدا کی شان کہ داماد نہایت نیک اور مرضی کے موافق ہو گیا۔

الغرض جناب مولانا کمال الدین زاہد نے مشارق الانوار کے ذیل میں کہ سلطان المشائخ نے سبقاً سبقاً ان بزرگوں سے پڑھی تھی علم حدیث کا ایک اجازت نامہ اور سند اپنے خط مبارک سے لکھ کر دی تھی۔ کاتب حروف اسے اس کتاب میں بعینہٖ نقل کرتا ہے۔ وہو ہذا۔

بسم الله الرحمن الرحیم ط الحمد لِمن له الا بتداءُ والا عطاء و الصباح وا لروح والمدح لمن لهٗ الآ لاء والنعمآء والصباح والمداح والصلوة الفصاح علے ذی الفضائل ولکلمة والکلام المفتاح والمناقب العلیا والاحادیث الصحاح صلاة تدوم دوام الصباح والرواح و بعد فان الله تعالی وفق الشیخ الامام العالم الناسک السالک نظام الدین بن محمد بن احمد بن علی مع وفور فضله فی العلم وبلوغ قدرة ذروة الحلم مقبول المشائخ الکبار منظور العلما و الاخیار والابرار بان قرأ هذا الاصل المستخرج من الصحیحین علی ساطر هذهِ السطور فی زمن الزمن الحار ودرور الامطار من اوله الی آخره قراءة ببحث واتقان وتنقیح معانیه و تنقیر مبانیه و کاتب السطور یرویه قرأتهٗ وسماعا عن الشیخین الامامین العالمین الکاملین احد الشیخین مولف شرح

الـارا لـنيـريـن فـي اخبار الصحيحين و الآخر صاحب الدرسين المنيرين الامام الاجـل الـكـا مل مالـك رتا ب النظم و النثر برهان الملة والدين محمود بن ابى الـحسن اسعد البلخى رحمة الله عليهما رحمة و اسعة كتابة و شفاهة وهما ير ويانه عن مولفهٖ و اجزت له ان يروى عنى كماهوا لمشروط فى هذ الباب و الله اعـلـم بـالصواب و اوصيه ان لاينسانى و اولادى فى دعواته فى خلوته وصح لهٗ الـقـراء ة والسماع فى المسجد المنسوب الى نجم الدين ابى بكرن التلواسى رحـمـة الله عـلـيـه فـى بـلـدة دهـلـى صا نهاالله عن الافات و العاهات وهذا خط اضعف عبادالله واحـقـر خلقه محمد بن احمد بن محمد المار يكلى الملقب بـكـمـال الـزاهد والفراغ من القراء ة والسماع وكتب هذه السطور فى الثانى والعشـريـن مـن ربيع الاول سنة ا تسع وسبعين وستمائة حامدالله تعالى. و مصلياعلى رسوله ط.۔

ترجمہ خطبۂ عربی: سب تعریف اس کو مختص ہے جس کی ایک صفت رہنمائی و بخشش ہے اور جس کے حکم میں صبح و شام ہے اور جمیع توصیف و ثنا اس ذات کے لیئے خاص ہے جس کی درست تصرف میں تمام نعمتیں اور صبح و شام ہے اور بے انتہا رحمتیں اس شخص پر جو اعلیٰ فضائل کے مخصوص اور اس نکتوں اور باریکیوں کا صاحب ہے جو بستگیوں کی کنجیاں ہیں اور اس بزرگ مناقب کے صاحب اور صحیح حدیثوں کے واضح پر جو جامع الکلم ہے ایسی رحمتیں جو صبح و شام کی پائداری تک پائدار ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے شیخ امام عالم نظام الدین محمد بن احمد علی کو باوجود اس کے کہ علم میں غایت درجہ کا فضل رکھتا اور مرتبۂ حلم میں کمال بلاغت و قدرت رکھتا ہے اور بزرگ مشائخ کا مقبول اور علماء اخیار کا منظور نظر ہے۔ اس بات کی توفیق دے کہ اس نے ان چند سطور کے کاتب پر اول سے آخر تک وہ کتاب پڑھی جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے استخراج کیا گیا ہے اور ایسی جہد و کوشش اور استواری و تنقیح معانی کے ساتھ پڑھی جیسا کہ چاہیے اور کاتب سطور اس کتاب کو دو عالم کامل اماموں سے قراءۃً و سماعاً روایت کرتا ہے ایک وہ جو شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین کے مؤلف ہیں اور دوسرے وہ شیخ جو علم ظاہر و باطن کے مالک اور دو منبروں کے صاحب ہیں یعنی علم شریعت و طریقت کے واعظ امام فاضل اجل کامل اکمل نظم و نثر پر قادر ملت و دین کی دلیل محمود بن ابی الحسن سعد البلخی۔ خدا تعالیٰ ان دونوں صاحبوں پر وسیع

رحمت کا مینہ برسائے اور میں نے ان دونوں حضرات سے زبانی اور قلمی دونوں طرح کی اجازت حاصل کی ہے اور انھوں نے اس کتاب کو خود اس کے مؤلف سے روایت کیا ہے یعنی سلطان المشائخ کو اجازت دی کہ وہ مجھ سے روایت حدیث کرے جیسا کہ علم حدیث میں مشروط ہے۔ واللہ علم بالصواب۔ میں سلطان المشائخ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اپنی خلوتی دعاؤں میں مجھے اور میری اولاد کو نہ بھولے اور اس کتاب کی قرأت وسماع اس مسجد میں درست ہوئی جو نجم الدین ابوبکر التلو اسی کی طرف منسوب ہے۔ (خدا اس پر رحمت کرے) اور جو شہر دہلی میں واقع ہے۔ خدا تعالی اس شہر کو آفات وصدمات سے محفوظ رکھے۔ اور یہ اضعف عباد اللہ اور احقر خلق محمد بن احمد محمد المار یکلی الملقب بہ کمال زاہد کا ہے۔ اس کتاب کی قرأت اور سماعت اور ان سطروں کے لکھنے سے بائیسویں ربیع الاول ۶۷۹ ہجری میں فراغت ہوئی خدا کا شکر اور اس کے رسول پر رحمت)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ مولانا کمال الدین زاہد علمی تبحر اور کمال تقویٰ وورع کے ساتھ انتہا درجہ کے معروف ومشہور تھے آپ کی دیانت وصلاحیت اور عمل وعلم کی شہرت سلطان غیاث الدین بلبن انار اللہ برہانہ کے دربار تک پہنچ گئی تھی۔ سلطان کو آرزو تھی کہ مولانا کمال الدین زاہد کو اپنی امامت کا منصب تفویض کرے اس وجہ سے ایک دفعہ مولانا کمال الدین کو بلایا اور جب آپ سلطان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ مجھے آپ کے کمال علم اور دیانت وصیانت میں کمال درجہ کا اعتقاد ہے اگر آپ ہمارے ساتھ موافقت کریں اور میری امامت قبول فرمائیں تو بڑے شکریہ کی جگہ ہے آپ کا محض کرم ہوگا اور ہمیں اس بات پر پورا وثوق حاصل ہوگا کہ ہماری نماز خدا تعالٰی کے دربار میں قبولیت کا جامہ پہننے والی ہے۔ مولانا نے سلطان کی یہ گفتگو سن کر برجستہ فرمایا کہ ہم لوگوں میں بجز نماز کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے افسوس ہے کہ اب بادشاہ چاہتا ہے کہ وہ بھی ہم سے چھین لے۔ مولانا کا یہ جواب سخت جس کی بنا صلابت دین پر تھی جب بادشاہ کے کان میں پہنچا تو وہ بالکل ساکت وخاموش ہو گیا اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ بزرگ امامت کے معزز عہدے کو قبول کرنے والے نہیں ہیں لہٰذا اس نے بہت ہی معذرت کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید کے چھ سیپارے اور تین کتابیں جن میں سے ایک کا میں قاری اور دو کتابوں کی سماعت کرتا تھا اور چھ باب عوارف کے شیخ شیوخ العالم سے پڑھے اور ابو شکور سالمی کی تمام تمہید سبقاً سبقاً آپ سے پڑھی چنانچہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے اس اجازت نامے اور سند سے یہ بات بہت کچھ ثابت

ہوتی ہے جو آپ نے تمہید ابو شکور سالمی کی اجازت کے بارہ میں اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا اور جسے مولانا بدرالدین اسحاق سلطان المشائخ کے اس خلافت نامہ کے ساتھ قید کتابت میں لائے جو شیخ شیوخ العالم نے اپنے سامنے مرتب کرایا تھا۔ یہ دونوں باتیں اسی کتاب میں قلم بند کی گئی ہیں۔ جو آگے چل کر صاحب دلوں کی نظر پڑے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

سلطان المشائخ کے اجودھن پہنچنے اور شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدّین کی خدمت میں ارادت لانے کا بیان

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اثناء تعلیم میں مجھے شیخ شیوخ العالم نور اللہ مرقدہ کی قدم بوسی کی نہایت آرزو تھی اور آپ کی تمنائے دیدار اس درجہ غالب ہوگئی تھی جسے میں بیان نہیں کرسکتا۔ آخرکار میں اجودھن گیا۔ چہار شنبہ کا روز تھا کہ مجھے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل ہوا۔ سب سے پیشتر جو شیخ کی بات میرے کان میں پڑی یہ تھی۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ　　سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ازاں بعد ہر چند میں نے چاہا کہ اپنے اشتیاق کی شرح خدمتِ اقدس میں عرض کروں لیکن حضور کے دربار کی دہشت مجھ پر اس درجہ غالب تھی کہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکا کہ حضور کی پابوسی کی آرزو کمترین کو بے حد تھی۔ شیخ شیوخ العالم نے جب میری دہشت کو ملاحظہ فرمایا تو یہ لفظ زبانِ مبارک پر جاری فرمائے کہ لکل داخل دهشة یعنی ہر آنے والے کے لیئے دہشت ہے۔ چنانچہ میں نے اسی روز شیخ شیوخ العالم سے بیعت کی لیکن میرا ارادہ سر منڈانے کا نہ تھا کیونکہ مجھے طلبہ کے زمرہ میں اس حالت میں رہنے سے شرم آتی تھی۔ دوسرے روز میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے شیخ شیوخ العالم سے بیعت کی اور مولانا بدرالدین اسحاق نے اس کا سر مونڈا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں ایک عظیم الشان نور پیدا ہوا اسی طرح اس کے بعد اور دو تین شخصوں کو دیکھا کہ جب وہ حلق کرا کے اندر سے باہر آئے تو نور کے چمکارے ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوئے۔ اب

میرا دل اس طرف مائل ہو گیا کہ میں بھی محلوق ہوں چنانچہ شیخ بدرالدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حلق کرانا چاہتا ہوں۔ مولانا بدرالدین وہاں سے اٹھ کر اندر گئے اور شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی خدمت میں میری عرضداشت گزرانی حکم صادر ہوا کہ اسی وقت حلق کرو۔ مولانا بدرلدین نے حضور کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی اس کے بعد شیخ شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین اسحاق کو حکم دیا کہ اس غریب الوطن متعلم کے لیئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھا دو انھوں نے فوراً جماعت خانہ میں ایک چارپائی بچھادی اور مجھے اس پر سونے کی اجازت دی لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں چارپائی پر ہرگز نہیں سو سکتا کیونکہ جب اس قدر غریب الوطن مسافر جن میں بعض حافظ کلام ربانی اور بعض عاشقان درگاہِ رحمانی ہیں خاک پر لوٹ رہے ہیں تو مجھ سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ ادب کا پہلو چھوڑ کر چارپائی پر سو رہوں۔ میرا یہ منشا معلوم کر کے مولانا بدرلدین اسحاق۔ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ دوہرایا ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مولانا بدرالدین آکر فرمانے لگے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ تم اپنے کہنے پر چلو گے یا پیر کا حکم بجالاؤ گے میں نے عرض کیا کہ شیخ کے فرمان پر چلوں گا۔ بعدہ فرمایا کہ جاؤ چارپائی پر سو رہو۔ کسی نے سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ جب آپ نے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین طیب اللہ مرقدہ کی دولت ارادت کا اعزاز وافتخار حاصل کیا اس وقت آپ کی کس قدر عمر تھی فرمایا بیس سال کی۔ جب میں شیخ سے بیعت کر چکا تو خدمت عالی میں عرض کیا کہ اب شیخ کا کیا ارشاد ہے کیا میں تحصیل علوم کو ترک کر کے اوراد و نوافل میں مصروف ہو جاؤں؟ اس کے جواب میں شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ میں کسی کو تحصیل علوم سے منع نہیں کرتا تم تحصیل علوم بھی کرو اور اوراد و وظائف میں مصروف رہو یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ایک خود بخود غالب ہو جائے علم بھی درویش کے لیئے ضروری چیز ہے بہت نہیں تو تھوڑا ہی سہی۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں کل تین مرتبہ حاضر ہوا ہوں ہر سال میں ایک بار اور جب شیخ صاحب رحلت فرمائے دارالسلام ہوئے تو بعد میں چھ یا سات دفعہ گیا ہوں لیکن میرا غالب گمان یہ ہے کہ سات مرتبہ گیا ہوں کیونکہ میں جہاں تک یاد کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی زندگی اور آپ کے انتقال کے بعد کل دس دفعہ اجودھن گیا ہوں۔ ازاں بعد فرمایا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی سات دفعہ ہانسی سے اجودھن تشریف لے گئے ہیں اور شیخ نجیب الدین متوکل انیس بار تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ آپ کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالٰی۔

سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بیعت کے بعد دہلی آنے، سکونت اختیار کرنے اور شہر غیاث پور میں تشریف لانے کا بیان

کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار جناب سید مبارک محمد کرمانی سے سنا ہے کہ جب تک حضرت سلطان المشائخ شہر دہلی میں رہے کوئی مکان بساست کے لیئے خرید نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کرایہ کے مکانوں میں سکونت رکھی۔ نیز ساری عمر ایک جگہ مقام اختیار نہیں کیا۔ جب آپ ابتداء بدایوں سے تشریف لائے تو میاں بازار کی سرائے میں فروکش ہوئے جسے نمک کی سرائے بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے والدہ محترمہ اور ہمشیرہ عزیزہ کو تو یہیں رکھا تھا اور خود بارگاہ تو اس میں جو سرائے مذکورہ کے سامنے واقع تھی سکونت رکھی اور اسی محلہ میں امیر خسرو بھی تشریف رکھتے تھے۔ چندروز کے بعد راوت عرض کا مکان خالی ہو گیا کیونکہ اس کے لڑکے اپنی اپنی زمینوں میں چلے گئے تھے۔ چونکہ راوت عرض امیر خسرو کا رشتہ میں نانا ہوتا تھا اس وجہ سے سلطان المشائخ امیر خسرو کے ذریعہ سے اس مکان میں منتقل ہو گئے۔ تقریباً دو سال تک اس مکان میں سکونت رکھی۔ یہ مکان قلعہ دہلی کے برج کے متصل دروازہ مندہ اور پُل کے نزدیک واقع تھا۔ یہاں تک کہ قلعہ کا برج گھر کی عمارت میں داخل ہو گیا تھا اس مکان کے چاروں اضلاع میں بڑی بڑی بلند اور عظیم الشان عمارتیں بنی ہوئی تھیں اور امیرانہ محل بڑی شان و شوکت سے تعمیر کیے گئے تھے۔ اتفاق سے سید محمد کرمانی۔ کاتب حروف کے جد بزرگوار بھی اپنے متعلقین کو ساتھ لے کر اجودھن سے دہلی میں آئے اور اسی مکان میں سلطان المشائخ کی خدمت میں فروکش ہوئے۔ اس مکان میں تین درجے تھے۔ نیچے کے درجہ میں تو سید کرمانی اپنے متعلقین کے ساتھ سکونت رکھتے تھے اور بیچ کے منزل میں جناب سلطان المشائخ تشریف رکھتے تھے اور اوپر کے درجہ میں آپ کے یار و اصحاب فروکش تھے اور سب صاحب کھانا یہیں کھاتے تھے۔ کاتب حروف کے والد فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں بجز میرے اور مبشر کے کوئی دوسرا خدمت گار نہ تھا اور میں اس وقت بہت ہی کم سن اور

نوعمر تھا۔ سلطان المشائخ کی افطاری کا کھانا کاتبِ حروف کی دادی خود اپنے ہاتھ سے مرتب کرتی تھیں کیونکہ وہ بھی شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بیعت سے معزز و مشرف ہو چکی تھیں اور اس وجہ سے انہیں سلطان المشائخ سے ایک خاص محبت و الفت ہو گئی تھی۔ الغرض جب افطار کا وقت ہوتا تو کاتبِ حروف کے بزرگوار دادا سید محمد کرمانی جو سلطان المشائخ کے ہم خرقہ تھے خود کھانا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن وضو کرانے اور پاخانہ میں ڈھیلے رکھنے کی خدمت خصوصیت کے ساتھ کاتب حروف کے والدِ ماجد کے سپرد تھی۔ اسی اثناء میں راوت عرض کے لڑکے اپنی جاگیروں سے واپس آئے اور مکان خالی کرانے لگے۔ جناب سلطان المشائخ نے مکان کی تلاش میں ایک شخص کو روانہ کیا لیکن مالکان مکان نے اپنے اعزاز کے بھروسے پر سلطان المشائخ کو اس قدر بھی مہلت نہیں دی کہ آپ کوئی دوسرا مکان تلاش کر سکتے مجبوراً وہاں سے اٹھے اور آپ کی کتابیں جن کے علاوہ اور کوئی اسباب نہ تھا لوگوں نے سر پر رکھیں اور سراج بقال کے گھر کے آگے چھپردار کی مسجد میں فروکش ہو گئے۔ ایک رات سلطان المشائخ مسجد میں رہے اور کاتب حروف کے دادا سید محمد کرمانی اپنے متعلقین کے ساتھ چھپردار کی دہلیز میں پڑے رہے دوسرے روز سعد کاغذی جو شیخ صدر الدین کا ایک مخلص و بے ریا مرید تھا یہ ماجرا سن کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انتہادرجہ کی تعظیم والحاح سے اپنے مکان پر لے گیا۔ سعد کے مکان کی چھت پر ایک نہایت خوبصورت اور وسیع کمرہ بنا ہوا تھا جس میں ہر طرح کا آرام تھا۔ سلطان المشائخ کو تو اس نے اس کمرہ میں اتارا اور سید محمد کرمانی کے لیئے علیحدہ ایک مقام مرتب کیا چنانچہ کامل ایک مہینے تک سلطان المشائخ اس کمرہ میں سکونت پزیر رہے۔ اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھے اور سرائے رکابدار کے ایک محفوظ مکان میں جو اسی سرائے کے ایک گوشہ میں واقع تھا تشریف لے گئے۔ یہ سرائے پل قیصر کے متصل تھا سید محمد کرمانی نے بھی اسی سرائے کا ایک حجرہ لے لیا اور اس میں مع متعلقین کے سکونت اختیار کر لی پھر ایک مدت کے بعد سلطان المشائخ نے سرائے کے مکان کو خدا حافظ کہا۔ اور شادی گلابی کے مکان میں جو محمد میوہ فروش کی دکانوں کے متصل تھا رہنا اختیار کیا۔ اسی اثناء میں شمس الدین شربدار کے فرزند اور قریبی رشتہ دار سلطان المشائخ کے معتقد ہو گئے اور آپ کو نہایت اعزاز و اقتدار کے ساتھ شمس الدین شربدار کے مکان میں لے آئے۔ سالہا سال آپ اس گھر میں رہے اور یہاں راحت و آسائش کے علاوہ آپ کی

جمعیت و اطمینان میں بہت کچھ ترقی ہوگئی۔ اجودھن سے جو آپ کے یار و اصحاب تشریف لایا کرتے وہ اکثر اوقات سلطان المشائخ کے پاس اسی مکان میں رہا کرتے۔ اس محلہ میں ایک عزیز صاحب دولت و ثروت بھی رہتا تھا جسے خواجہ محمد نعلین دوز کہا کرتے تھے اور جس کی مبارک انگلیاں ہمیشہ جوتیوں کے رنگ سے رنگین رہا کرتی تھیں۔ اسے مہتر خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اس بزرگ نے سلطان المشائخ کو اپنے مکان پر مہمان بلایا۔ اتفاق سے دو تین عزیز اور بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ کھانے کے وقت خواجہ محمد نے تھوڑی سی کھچڑی ایک بڑے طباق میں لا کر پیش کی کھچڑی میں نمک زیادہ تھا۔ جب ان لوگوں نے کھانا شروع کیا اور نمک زیادہ معلوم ہوا تو ان عزیز مہمانوں میں ہر شخص خواجہ محمد کی طرف متوجہ ہو کر ایک طیب آمیز بات اور ذو معنی لطیفہ کہنا شروع کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا یارو کچھ مت کہو اس عزیز کے گھر میں جس قدر نمک موجود تھا پکا کر تمہارے سامنے حاضر کیا۔ الغرض جس شب کو سلطان المشائخ نے راوت عرض کی حویلی چھوڑ کر چھپردار کی مسجد میں قیام کیا تھا اسی رات کو آپ کے تشریف لے آنے کے بعد راوت عرض کے مکان میں آگ لگ گئی اور وہ تمام رفیع و بلند عمارتیں جو امیرانہ شوقوں سے بنائی گئی تھیں اور وہ خوبصورت و عظیم الشان مکانات جن کی نظیر اس وقت میں بمشکل مل سکتی تھی جل کر سطح زمین کے برابر ہو گئے۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ جہاں جہاں اور جس جس مکان میں سلطان المشائخ نے سکونت اختیار کی کاتب حروف کے دادا سید محمد کرمانی اپنے خویش و اقارب کو ساتھ لیئے وہیں حاضر رہے اور سلطان المشائخؒ کو ان دنوں شہر میں رہنے کا اتفاق نہیں پڑا جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں اس شہر میں رہنے کو میرا دل نہ چاہتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں قتلغ خان کے حوض میں بیٹھا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں قرآن مجید یاد کرتا تھا اس لیئے ہر وقت اسی میں مصروف رہتا تھا اس وقت بھی میں قرآن یاد کر رہا تھا کہ دفعتہً ایک درویش مجھے نظر پڑے جو مشغول بحق تھے میں ان کے پاس گیا اور عرض کیا کیا آپ اسی شہر میں رہتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا آپ کی طبیعت میں سکون و جمعیت رہتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس کے بعد اس درویش نے ایک حکایت میرے سامنے بیان کی کہ میں نے ایک مرتبہ ایک عزیز درویش کو دیکھا جو کمال دروازہ سے باہر نکلا لب خندق پر چلا جا رہا تھا دروازہ کمال کے نزدیک ایک بلند زمین ہے جہاں شہیدوں کا خطیرہ ہے الغرض دروازہ کمال کے باہر وہ درویش مجھے ملا اور کہنے لگا

اگر تم ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس شہر سے باہر چلے جاؤ میں اس وقت سے اس فکر میں ہوں اور یہی عزم کر رہا ہوں کہ شہر سے باہر چلا جاؤں لیکن چند موانع اس قسم کے پیش آئے جنھوں نے مجھے تھکا کر بٹھا دیا اور میری تمام کوششیں رائگاں گئیں ۔ عرصہ پچیس سال کا ہوا جو میری عزیمت مقید ہے مگر یہاں سے نکلنا نہیں ہوتا ۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب میں نے اس درویش سے یہ بات سنی تو اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر لیا کہ اس شہر میں میں ہرگز نہیں رہوں گا ۔ اس کے بعد چند مقامات پر میرا خیال دوڑا کہ وہاں چلا جاؤں ۔ کبھی دل میں آتا تھا کہ قصبہ پٹیالی میں چلا جاؤں کیونکہ اس زمانہ میں وہاں ترک یعنی امیر خسرو قیام پزیر تھے کبھی یہ خیال آتا تھا کہ بسنالہ میں جا رہا ہوں ۔ کیونکہ یہ موضع شہر سے کسی قدر نزدیک ہے ۔ چنانچہ میں نے بسنالہ کا فوراً تہیہ کر لیا اور وہاں بساست کی غرض سے چلا گیا ۔ اگرچہ برابر تین روز تک وہاں رہا لیکن کوئی مکان دستیاب نہیں ہوا نہ کرایہ کا نہ گروی کا اور تین روز تک میں ایک شخص کا مہمان رہا انجام کار وہاں سے لوٹ آیا مگر دل میں وہی کرید چلی جاتی تھی یہاں تک کہ ایک مرتبہ رانی کے حوض کی طرف ایک باغ میں گیا جو جسرت کے نام سے مشہور تھا وہاں بیٹھا ہوا خدا سے مناجات کر رہا تھا چونکہ وقت نہایت اطمینان کا تھا اس لیئے میں نے کہا خداوندا میں اس شہر سے نکل کر دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں لیکن میں اس مقام کو اپنی رائے سے پسند نہیں کرتا بلکہ جہاں تیری مرضی ہو وہاں چلا جاؤں ۔ ہنوز میں ان جملوں کو پورا نہ کرنے پایا تھا کہ آواز آئی غیاث پور چلے جاؤ میں نے اس سے پیشتر کبھی غیاث پور دیکھا نہ تھا اور اس کا رستہ تک نہیں جانتا تھا ۔ یہ آواز سنتے ہی میں ایک دوست کے پاس گیا جو نیشا پور کا باشندہ تھا اور نقیب کہلایا جاتا تھا ۔ جب میں اس کے مکان پر پہنچا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ وہی غیاث پور ہے الغرض اس کے ہمراہ ہو کر غیاث پور پہنچا اس زمانہ میں یہ مقام چنداں آباد نہ تھا بلکہ ایک مجہول اور غیر معروف موضع تھا چنانچہ میں نے وہاں پہنچ کر اقامت اختیار کی تو اس عہد میں یہاں خلقت کی کثرت ہو گئی بادشاہ اور امرا کی آمد و رفت ہونے لگی اور اس آمد و شد کی وجہ سے خلقت کا ہجوم بہت کچھ ہو گیا ۔ اب میں نے خیال کیا کہ یہاں سے بھی چلنا چاہیے ۔ میں اسی تردد و اندیشہ میں تھا کہ اسی دن دوسری نماز کے وقت ایک جوان آیا اگرچہ حسن و خوبصورتی کے لحاظ سے لاکھ دو لاکھ میں نہیں تو ہزار دو ہزار میں ضرور تھا لیکن جسم کے اعتبار سے نہایت ضعیف و لاغر تھا خدا معلوم کہ وہ مردان غیب میں

سے تھایا گیا تھا۔ بہرصورت اس نے آتے ہی سب سے اول مجھ سے یہ بات کہی۔

آنروز کہ مہ شدی نمید انستی کانگشت نمائے عالمے خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقے بربود درگوشہ نشستنت نمیدا ردسود

(جس روز تو ماہ نو تھا تو تجھے معلوم نہ تھا کہ ایک عالم کا انگشت نما ہوگا۔ آج کہ تیری زلف نے ایک خلق کے دل کو اچک لیا تو اب گوشہ نشینی کیا فائدہ رکھتی ہے۔)

ازاں بعد اس نے سلسلۂ کلام اس طرح چھیڑا کہ اول تو آدمی کو مشہور ہی نہ ہونا چاہیے اور جب مشہور ہوگیا تو اس درجہ مشہور ہونا چاہیے کہ کل قیامت کے روز جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ و خجل نہ ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ بھی کہا کہ واہ کیا قوت اور کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے گوشہ اختیار کر کے مشغول بحق ہوں۔ یعنی یہ کوئی قوت و حوصلہ نہیں ہے بلکہ قوت و حوصلہ اس کا نام ہے کہ باوجود خلقت کے ہجوم کے مشغول بحق ہوں۔ جب اس کی ان تمام باتوں کا خاتمہ ہو گیا تو میں نے قدرے کھانا اس کے سامنے رکھا لیکن اس نے نہیں کھایا اسی اثناء میں میں نے اس پر عزم بالجزم کرلیا کہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسری جگہ نہ جاؤں گا جب میں نے یہ نیت کی تو اب وہ کھانے کی طرف مائل ہوا اور اس میں سے تھوڑا سا کھانا تناول کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ کی ہمت ہمیشہ اسی میں مصروف رہی کہ کسی مخلوق کو میری مشغولیوں پر اطلاع نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی سدا کوشش رہی کہ خلق سے اعراض کر کے مشغول بحق ہوں اور اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ خود سلطان المشائخ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب جوانی کے زمانہ میں مجھے لوگوں کے ساتھ نشست برخاست کرنے کا اتفاق ہوتا تھا تو اس سے میرے دل میں بے حد گرانی پیدا ہوتی تھی اور میں کہا کرتا تھا کہ وہ کونسا زمانہ ہوگا جو ان لوگوں سے نکل کر تنہا مقام میں پہنچوں گا اگرچہ میرے حلقے میں نشست برخاست کرنے والے لوگ دنیا دار نہ ہوتے تھے بلکہ متعلم اور طالب العلم ہوتے تھے اور ہر وقت علمی بحث میں مشغول رہتے تھے لیکن مجھے ان سے نفرت ہوتی تھی چنانچہ میں اکثر اپنے یاروں سے کہا کرتا کہ تم لوگوں میں نہیں رہوں گا صرف چند روز کا مہمان ہوں اور اس دعوے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مکانوں کو تبدیل کرتے رہتے تھے اور ایک جگہ استقامت نہیں کی یہاں تک کہ غیب سے اس بارے میں اجازت سنی۔ علی ہذا القیاس جناب سلطان المشائخ نے راہ

سلوک کے مخفی رکھنے میں انتہا درجہ کی کوشش کی چنانچہ فرماتے تھے کہ ابتدائی زمانہ میں آنے والوں سے سنتا تھا کہ شیخ خضر پارہ دوز نے بہار میں ایک خانقاہ بنائی ہے اور درویشوں کی بہت کچھ خدمت کرتے ہیں۔ میں نے ان کا یہ حال سن کر عزم بالجزم کیا کہ وہاں پہنچ کر ان کے غلاموں اور بچوں کو تعلیم دوں لیکن جب چند روز کے بعد اس طرف سے آنے والے آئے تو شیخ خضر نے ان کے ہاتھ مجھے ایک خط بھیجا جس سے ان کی عام اخلاق اور مردمی و قابلیت بہت کچھ ظاہر ہوتی تھی۔ میں نے خط پڑھتے ہی جان لیا کہ وہ مجھے پہچان گئے ہیں لہٰذا میں نے اپنا ارادہ بالکل فسخ کر دیا اور نیت کر لی کہ اب میں وہاں نہ جاؤں گا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں خطیرہ میں جاتا تھا اثناء راہ میں چند چھوٹے چھوٹے چھپروں پر میری نظر پڑی میں نے بکمال آواز سے دل میں کہا کہ اگر مجھ جیسے شخص کو اس قسم کے چھپر مل جائیں تو بہت بہتر ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائی زمانے میں کبھی کبھی میرے دل میں آتا تھا کہ مردانِ غیب کی صحبت اگر میسر ہو تو خوب بات ہے لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ ایک نہایت بے سود آرزو ہے کسی بہتر مصلحت کا پیچھا کرنا چاہیے۔ آپ فرماتے تھے کہ مردانِ غیب اول آواز دیتے ہیں پھر اپنی بات سناتے ہیں۔ ازاں بعد ملاقات کرتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو اُچک لے جاتے ہیں۔ اس حکایت کے اخیر میں آپ کی زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ اس شخص کے لیے وہ کیا ہی عمدہ اور راحت خیز مقام ہے جہاں مردانِ غیب اسے کھینچ لے جاتے ہیں۔

سلطان المشائخؒ کے ان مجاہدوں کا بیان جو ابتداء حال میں کیے گئے

جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ کشتی میں بیٹھا ہوا تھا تمام یار حاضر تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا یار لوگ ہر وقت اٹھ اٹھ کر سایہ کرتے تھے یہاں تک کہ قیلولہ کا وقت ہوا اور سب لوگ سو گئے مگر یہ دعا گو بیٹھا ہوا شیخ شیوخ العالم کی مکھیاں جھلتا رہا اتنے میں شیخ صاحب بیدار ہوئے مجھ سے فرمانے لگے یار کہاں گئے میں عرض کیا قیلولہ میں مصروف ہیں فرمایا ذرا اور ے آؤ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا

ہوں ازاں بعد آپ نے بیان کرنا شروع کیا کہ جب تم دہلی میں پہنچو تو مجاہدہ میں مصروف رہو کیونکہ بیکار رہنا اچھا نہیں ہے روزہ رکھنا آدھا رستہ ہے اور دوسرے اعمال مثلاً نماز اور حج آدھا رستہ۔ اس کے بعد مولانا بدرالدین نے فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم نے یہ سفر خاص تمہارے ہی لیے کیا تھا یعنی سفر میں تم شیخ شیوخ العالم کی بخشش سے بہت بڑی نعمت لے گئے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ کے اس فرمان سے مجھے ایسا ذوق شوق حاصل ہوا کہ میں آپ سے پوچھنا بھول گیا کہ کونسا مجاہدہ اختیار کروں لیکن بعد کو جب یاروں سے پوچھا اور مشورہ کیا تو انہوں نے صائم الدہر ہونے کا ارشاد کیا چنانچہ میں نے ہمیشہ روزہ سے رہنا اختیار کر لیا مگر چونکہ شیخ شیوخ العالم سے خود اس کی اجازت حاصل نہیں کی تھی اس لیے کبھی کبھی اس میں خلل پڑ جاتا ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے غیاثی کے عہد میں اگرچہ دو آنے من بھر خربزہ بکتے تھے لیکن اکثر فصل گزر گئی تھی کہ میں نے خربزہ چکھا تک نہ تھا اور میں اس پر خوش تھا میری دلی آرزو تھی کہ اگر باقی فصل بھی خربزہ نہ کھایا جائے تو بہت اچھا ہے یہاں تک کہ آخر موسم میں ایک شخص کئی خربزے اور چند روٹیاں میرے پاس لایا۔ چونکہ غیبی سامان تھا اس لیے میں نے اسے قبول کر لیا۔ خربزوں کی فصل کا یہ پہلا ہی دن تھا جس میں میں نے خربزہ کھایا۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات دن گزر چکا تھا اور دوسری رات نصف کے قریب آ گئی تھی کہ مجھے کوئی چیز کھانے کے لیے دستیاب نہیں ہوئی تھی حالانکہ اس زمانہ میں ایک آنہ کی دو سیر میدہ کی روٹیاں بکتی تھیں لیکن میرے پاس ایک دانگ بھی نہ تھا کہ میں روٹیاں بازار سے خرید کرتا اور میری والدہ محترمہ اور ہمشیرہ عزیزہ اور گھر کے دیگر آدمی جو میری کفالت میں تھے سب کا یہی حال تھا ایسی صورت میں اگر کوئی شخص مصری یا شکر یا قیمتی جامہ ہدیۃً پیش کرتا اگرچہ اسے فروخت کر کے میں اپنی غرض پوری کر سکتا تھا لیکن میں نے کبھی ایسا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اسی فاقہ کشی کی حالت میں رہنا مناسب و بہتر سمجھا۔ اور جو کچھ غیب سے پہنچتا اسے کافی جانتا۔ شیخ محمود نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سلطان المشائخ کو فرماتے سنا کہ جس زمانہ میں اس برج میں بساست رکھتا تھا جو دروازہ مندہ کے متصل تھا اس زمانہ میں ایک وقت مجھ پر تین روز گزر گئے تھے کہ کہیں سے کوئی چیز نہیں پہنچی تھی اتفاقاً ایک مرد آیا اور اس نے دروازہ کا کیواڑ کھٹ کھٹایا۔ میں نے ایک شخص سے کہا جا کر دیکھ دروازہ پر کون ہے۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک شخص کھچڑی کا پیالہ ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑا تھا اسلام علیک بعد کھچڑی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دیا اور رخصت ہوا۔ جب یہ

شخص کھچڑی کا بھرا ہوا پیالہ میرے سامنے لایا تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس شخص کو پہچانتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں میں اسے نہیں جانتا۔ الغرض میں نے وہ کھچڑی تناول کی جو حلاوت وذوق میں نے اس خشک کھچڑی میں پایا۔ اس وقت تک کسی کھانے میں نہیں پاتا ہوں اور جو نعمت اس ضعیف کو پہنچتی ہے کسی آنے والے کے طفیل میں کھائی جاتی ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ میری والدہ محترمہ کا میرے ساتھ ہمیشہ یہ برتاؤ رہتا تھا کہ جب ہمارے گھر میں غلہ نہ ہوتا تو آپ مجھ سے فرماتیں کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں آپ کے اس فرمانے کا میرے دل میں وہ عجیب وغریب اثر پڑا کہ سارا دن ان بات کے ذوق وشوق میں گزار دیتا تھا اتفاق سے ایک شخص غلہ کا ایک کافی بوجھ ہمارے گھر میں لاتا اور ہم متواتر چند روز تک اس کی روٹی کھاتے یہاں تک کہ میں تنگ ہو جاتا کہ کس دن یہ غلہ نبڑے گا اور کس دن والدہ محترمہ فرمائیں گی کہ ہم خدا کے مہمان ہیں چنانچہ جب غلہ ختم ہو جاتا تو والدہ محترمہ مجھ سے فرماتیں کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں اس سے وہ ذوق وراحت مجھ میں پیدا ہوتی کہ جسے میں کسی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ جب اس سے پیشتر سلطان المشائخ غیاث پور میں سکونت رکھتے تھے تو آپ کے مکان میں ایک زنبیل لٹکی رہتی تھی افطار کے وقت جب اسے ہلایا جاتا تھا تو اس میں سے روٹی کے خشک ٹکڑے گرتے لوگ انہیں ٹکڑوں کو سلطان المشائخ کے سامنے لا کر رکھتے جن سے آپ روزہ افطار کرتے اور جن سے آپ کے چند ملازموں کی قوت چلتی تھی۔ کاتب حروف نے جناب سید السادات سید حسین محمد اپنے عم بزرگوار سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ایک درویش جناب سلطان المشائخ کے افطار کے وقت آیا اس وقت آپ کے سامنے دستر خوان بچھا ہوا تھا اور وہی زنبیل کے خشک ٹکڑے دستر خوان پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ابھی تک روزہ افطار نہیں کیا تھا لیکن افطار کرنا چاہتے تھے۔ اس درویش نے جانا کہ جناب سلطان المشائخ کھانا تناول کر چکے ہیں اور یہ ٹکڑے دستر خوان پر باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے وہ تمام ٹکڑے دستر خوان سے چن لیے اور ہاتھ میں لے کر روانہ ہوا جناب سلطان المشائخ نے یہ دیکھ کر تبسم فرمایا ہنوز ہمارے کام میں بہت بڑی بھلائی ہے کہ ہمیں بھوکا رکھا گیا۔ یہ کیفیت دو فاقوں کے بعد ظاہر ہوئی تھی کہ وہ درویش غیب سے آموجود ہوا۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جس زمانہ میں سلطان المشائخ پر افلاس و تنگدستی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور فقر وفاقہ کا دائرہ نہایت وسیع وفراخ ہو گیا تھا تو آپ کے بعض

خدمت گار نہایت عاجز و تنگ تھے حتیٰ کہ آپ کے اعلیٰ رفیق یعنی شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مریدوں کو افلاس نے سخت تنگ کر رکھا تھا اور ان کی زندگی نہایت سختی و شدت کی حالت میں بسر ہوتی تھی۔ فاقہ پر فاقے کھینچتے تھے اور زبان سے اُف تک نہیں نکالتے تھے۔ اسی اثناء میں سلطان جلال الدین خلجی نے کچھ تحائف سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجے اور ایک معتبر شخص کی معرفت کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں ایک گاؤں حضور کے خدمت گاروں کے واسطے مقرر کردوں تا کہ فارغ البالی کے ساتھ آپ کی خدمت میں مصروف رہیں۔ سلطان المشائخ نے کہلا بھیجا کہ مجھے اور میرے خدمت گاروں کو تمہارے گاؤں کی چنداں ضرورت نہیں میرا اور ان کا خدا کارساز اور میر سامان ہے۔ یہاں جب آپ کے بعض ان معتقدوں نے جو فقر و فاقہ کے عذاب میں مبتلا اور افلاس و تنگدستی میں گرفتار تھے یہ خبر سنی تو اتفاق کر کے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے یکبار ہجوم کر کے عرض کیا کہ سلطان المشائخ تو اسی حال میں کمال بہتری سمجھتے ہیں کہ پانی تک نہیں پئیں لیکن ہم لوگ اس قدر طاقت نہیں رکھتے ہمارا حال نہایت نازک اور ناگفتہ بہ ہے۔ سلطان المشائخ نے ان کی یہ تقریر سن کر اپنے دل میں خیال کیا کہ جن خدمت گاروں اور بعض دوستوں نے جو یہ شکایت پیش کی ہے۔ میں ان میں سے کسی کی طرف ذرا بھی التفات نہیں رکھتا اگر سب کے سب اس وقت مجھے چھوڑ کر چلے جائیں تو مجھے کچھ افسوس اور غم نہیں ہے لیکن ان چند رفیقوں اور دوستوں کو جو میرے ہم خرقہ ہیں اس بارہ میں آزمانا ضرور ہے کہ وہ بھی آسائشِ دنیا کے طالب ہیں یا نہیں۔ اس بنا پر آپ نے سید محمد کرمانی کاتب حروف کے بزرگوار دادا اور بعض اعلیٰ درجہ کے دوستوں کو بلایا اور سلطان جلال الدین خلجی سے گاؤں لینے کے بارہ میں مشورہ کیا۔ سب نے متفقہ الفاظ میں گزارش کی کہ مولانا نظام الدین ہم جو اس وقت آپ کے گھر میں وقت بے وقت روٹی کھا لیتے ہیں اسے بہت غنیمت اور شکریہ کی جگہ سمجھتے ہیں اگر سلطان جلال الدین کی طرف سے آپ کے لیے گاؤں مقرر ہو جائے گا تو ہم اس کے بعد پانی بھی نہ پئیں گے۔ سلطان المشائخ ان حضرات کا یہ دلکش اور فرحت انگیز جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے دوسرے لوگوں سے چنداں غرض نہیں ہے نہ ان کی طرف التفات ہے میرا مقصود و غرض صرف تم لوگوں سے تھی سو الحمد للہ کہ تمہاری دلسوزی اور قابلیت سے بھری ہوئی جواب نے مجھے بے حد خوش کیا۔ در حقیقت تم لوگ میرے مددگار اور دین کے کام میں معین ہو۔ یاروں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور دوستوں کے لیے یہ ہی بات زیبا ہے۔ چند معتبر اور مستند لوگوں سے منقول ہے کہ جب

سلطان المشائخ جناب شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بمقام اجودھن موجود تھے تو آپ کے بدن کے کپڑے نہایت میلے ہو گئے تھے اور چونکہ آپ کو کہیں سے صابن دستیاب نہیں ہو سکتا تھا اس لیے انہیں دھو کر سفید نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن کاتب حروف کی دادی بی بی رانی نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ برادر من! تمہارے کپڑے بہت میلے ہو گئے ہیں اور جا بجا سے پھٹ بھی گئے ہیں اگر تم مجھے اتار کر دے دو تو میں انہیں صابن وغیرہ سے صاف کر دوں۔ اور پیوند پارے سے بھی درست کر دوں۔ سلطان المشائخ نے ہر چند زبان کرم سے معذرت کی لیکن بی بی رانی نے آپ کا عذر قبول نہیں کیا اور اپنی چادر دے کر کہا کہ جب تک میں تمہارے کپڑے دھو دھلا کر صاف کروں اسے اوڑھے رہو۔ سلطان المشائخ نے ایسا ہی کیا۔ کاتب حروف کی دادی کپڑے دھونے میں مشغول ہوئیں اور سلطان المشائخ کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے ایک گوشہ کی طرف چلے گئے اور مطالعہ میں مصروف ہوئے۔ یہاں بی بی رانی نے کپڑوں کو خوب صاف کیا اور جب وہ سوکھ گئے تو آپ نے کاتب حروف کے دادا سید محمد کرمانی سے ان کی پگڑی مانگی اور اس میں سے تھوڑا سا کپڑا اپھاڑ کر پانی سے دھویا اور خشک ہو جانے کے بعد سلطان المشائخ کے کرتے میں پیوند لگایا جو گریبان کے پاس سے پھٹا ہوا تھا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کپڑے پیش کیے جنہیں آپ نے بصد معذرت اور نہایت شکریہ کے ساتھ زیب بدن فرمایا یہی وہ رعایت تھی جو سلطان المشائخ سے آخر عمر تک سید محمد کرمانی اور ان کے فرزندوں کے حق میں ظہور میں آتی رہی چنانچہ آج کے دن تک اس خاندان کے لوگ سلطان المشائخ کے صدقہ میں پرورش پاتے اور روضۂ متبرکہ کے ارد گرد جان قربان کرتے ہیں۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

آن دولت از کجا کہ بہ بینیم روے تو　　آن بخت کو کہ یک قدم آئیم سوئے تو

جان میدھیم بر سر کویت بہ بوئے تو　　بوئے گل رخت بمشام دلم رسید

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بداؤں سے دہلی آتا تھا۔ رستہ میں ایک گذری پوش مجھے ملا جس کے بغل میں کالا کمبل اور سر پر ایک میلا کچیلا سربند تھا۔ یہ شخص مستانہ وار میرے سامنے آیا اور دور سے سلام کیا جب مجھ سے بہت ہی قریب ہوا تو گلے سے لگ گیا اور میرے سینہ کو سونگھنے لگا از اں بعد اپنا سینہ میرے سینہ پر رکھا اور آنکھ اٹھا کر اول مجھے دیکھا پھر کہنے لگا اس جگہ مسلمانی کی بو آتی ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کون شخص تھا۔ ایک اور مرتبہ جماعت خانہ میں دستر خوان بچھا ہوا تھا اور اس پر روٹیاں چنی ہوئی تھیں کہ وہی درویش آیا اور سلام کر کے دستر خوان

پر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے دستر خوان پر تو بیٹھا ہوا دیکھا لیکن پھر یہ معلوم نہیں ہوا کہ کب اور کس وقت چلا گیا۔ چنانچہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے اسے تلاش کیا تو پتہ نہیں لگا۔ حاضرین جلسہ سے میں نے پوچھا کہ یہ درویش جو ابھی دستر خوان پر بیٹھا تھا کھانا کھا کر گیا ہے یا یوں ہی چلا گیا ہے لوگوں نے بیان کیا کہ چار روٹیاں اور قدرے شوربا کاٹھ کے پیالے میں لے گیا ہے۔ خانقاہ کے مقابل میں ایک بلند جگہ بیٹھ کر روٹی کھائی اور کھاتے ہی چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں ہمیں عسرت وتنگدستی کی وجہ سے تین تین فاقوں کے بعد کھانا میسر ہوتا تھا۔ تیسری مرتبہ کا ذکر ہے کہ کلا کھری سے چند دوست مجھ سے ملنے آرہے تھے جن میں مولانا عمر بھی تھے اثنائے راہ میں وہی درویش ان سے مل کر پوچھنے لگا کہ مولانا عمر! کہاں جاتے ہو کہا سلطان المشائخ کی خدمت میں۔ فرمایا کہ اس مسکین کے پاس کیا رکھا ہے جو تم اس قدر ہجوم سے جاتے ہو لو یہ بارہ آنے مجھ سے لو۔ اور سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرو۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس روز سے ہمارے پاس تحفے اور ہدیے آنے شروع ہو گئے اور ہمیں واضح ہو گیا کہ یہ وہی شخص تھا جو اول مرتبہ مجھ سے ملا تھا اور پھر دوسری دفعہ جماعت خانہ میں روٹی سالن لے گیا تھا اس نے اپنے تئیں بجز عسرت وتنگدستی کے اور کسی وقت میں ظاہر نہیں کیا۔

سلطان المشائخ نظام الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کا خلافت اور دنیاوی نعمتیں حضرت باعظمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل کرنا

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب میں ابتدائی زمانہ میں تحصیل علوم میں مشغول رہتا تھا اور اس میں اعلیٰ درجہ کا استغراق ومحویت رکھتا تھا تو ایک دن شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ نظام الدین! تمہیں یہ دعا یاد ہے۔ یادائم الفضل علی البریة یا باسط الیدین بالعطیة ویاصاحب المواهب السنية یا دافع البلاء والبلیة صل علی محمد وآلہ البررة النقية و اغفرلنا بالعشاء والعشية ربنا توفنا مسلمین و

الحقنا بالصالحین . و صل علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی ملائکة المقربین و سلم تسلیما کثیرا کثیرا . برحمتک یا ارحم الراحمین . یعنی اے مخلوق پر ہمیشہ فضل وکرم کا مینہ برسانے والے۔اے بخششوں اور عطیوں کے بخشنے والے یا بزرگ وبلند عطیات کے مالک اے بلا وآفت کے ٹالنے والے محمد اوران کے نیک کار اولاد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں صبح وشام بخشش کا خلعت عنایت کر۔خداوندا ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے اور نیک بختوں کے زمرہ میں شامل کر دے اور تمام انبیاء ومرسلین اور مقرب فرشتوں پر بھی رحمت نازل فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے ساتھ ان پر بکثرت سلام بھیج۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں جناب شیخ شیوخ العالم کے اس سوال کے جواب میں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ دعا مجھے یاد نہیں ہے۔اس پر شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ اس دعا کو یاد کرلو اور چند روز تک مداومت اور ہیشگی کرو۔اگر ایسا کرو گے تو میں تمہیں اپنا جانشین کروں گا اور خلافت کا معزز وممتاز عہدہ تمہارے تفویض کردوں گا۔چنانچہ آپ کے فرمان کے بموجب دعا گو شہر میں آیا اور تین دفعہ دہلی سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گیا۔ازاں بعد ایک روز خواجہ نے مجھے بلایا یہ رمضان کی تیرہویں تاریخ تھی اور ۶۶۹ھ کا اخیر تھا۔شیخ نے ارشاد کیا۔نظام الدین جو کچھ میں نے تم سے کہا تھا یاد ہے میں نے عرض کیا جی ہاں یاد ہے۔فرمایا۔اچھا کاغذ لاؤ تا کہ اجازت نامہ کو اپنے پاس رکھو اور مولانا جمال الدین کو ہانسی میں اور قاضی منتخب کو دہلی میں دکھاؤ۔چونکہ شیخ شیوخ العالم نے اس مقام پر شیخ نجیب الدین کا ذکر نہیں کیا اس لیے مجھے معلوم ہوا کہ شاید آپ کو ان سے کسی قسم کی رنجش ہے لیکن جب میں دہلی میں پہنچا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ نجیب الدین نویں رمضان کو انتقال کر گئے ہیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ شیخ شیوخ العالم نے جو شیخ نجیب الدین کا نام نہیں لیا تھا حقیقت میں اس کا سبب یہ تھا۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس دن جناب شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر نے مجھے اپنی خلافت عطا فرمائی تو اس دعا گو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔خدا تعالیٰ تجھے نیک بخت کرے اور یہ الفاظ بھی زبان مبارک پر جاری فرمائے۔ اسعدک اللہ فی الدارین ورزقک علما نافعا و عملا مقبولا. یعنی خدا تعالیٰ تجھے دونوں جہاں میں نیک بخت کرے اور علم نافع اور عمل مقبول عطا فرمائے۔نافع علم سے وہ علم مراد ہے جو صرف خدا کے لیے ہے۔اور یہ بھی فرمایا کہ تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں ایک خلق کثیر آسائش وراحت سے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ

استعداد کے لیے مجاہدہ کرنا چاہیے۔ الغرض جب میں اجازت نامہ لے کر حضرت شیخ شیوخ العالم سے رخصت ہوا تو شیخ جمال الدین کے پاس ہانسی میں آیا اور انہیں خلافت نامہ دکھایا۔ شیخ جمال الدین نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور بے انتہا مہربانیوں کا اظہار فرمایا اور یہ بیت زبان مبارک پر لائے۔

خدائے جہان راهزاران سپاس　　　که گوهر سپرده بگوهر شناس

سلطان المشائخ کو جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی طرف سے جو خلافت کا نسخہ اور اجازت نامہ اور ابوشکور سالمی کی تمہید کی سند حاصل ہوئی ہے۔ ان سب باتوں کا اس مقام پر ذکر کیا جاتا ہے پہلے شیخ شیوخ العالم کی عربی عبارت بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔ ازاں بعد اس کا ترجمہ اردو زبان میں قلمبند کیا جائے گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم ط الحمد لله الذى قدم احسانه على منته و آخر شكره على نعمته هو الا وّل هو الآ خر وا لظاهر ولباطن لامئوخر لماقدم ولا مقدم لماآخر ولا نعلن لماابطن ولا مخفى لمااظهر ولا يكاد نطق الاوايل والا واخر على ديمو مته اعتبارا او تقابلا . وا لصلوة على رسوله المصطفى محمد واله واهل الودد والارتضىٰ . وبعد فان الشر و ع فى الا صول يوسع دعاء الشهور و يبصر لمن تكريم منهامحارق الورد علىٰ ان الطريق مخو ف والعقبة كو دو نعمى الكتاب فى هذا الضنّ تمهيد المهتدى ابى شكور برد الله مضجعه و قد قرا عندى الولد الرّشيد الامام النقى العالم الرضى نظا م المُلة والدين محمد بن احمد . زين الائمة والعلماء مفخر الا جلة والا تقيا ء اعا له الله على ابتغا ء مر ضا ته وانا له منتهى رحمته واعلى درجاته سبقا بعد سبق من اوله الى اخره قراءة تدبرو ايقان و يتقط و اتقان مستجمع رعايته سمع و دراية جنانٍ كما حصل الوقوف على حسن استعد اده كذالك و فور اتحصيا ء ه اخر ته ان يد رس فيه للمتعلمين لشرط المجانبه عن التصحيف و الغلط و التحريف و بذل الجد و الا جتهاد فى التصحيح و التنقيح عن الز لل و علته المعول والله العالم

وکان ذالک یوم الاربعاء من الشهر المبارک رمضان عظمه الله برکته بالاشارة العالیة ادام الله علاها وعن الحلل حماها تحررت هذه لا سطر بعون الله علی اضعف الفقیر الی الله الغنی اسحاق بن علی بن اسحاق الدهلوی بمشا فهته حامد او مصلیا فاجزت له ایضا بان یروی عنّی جمیع ماستفاده و حوی و سمع ذارک منی ودعی و السلام علی من تبع الهدی و آجزت لهٗ ایضا ان یّلازم الخلوة فی مسجد اقسمت فیه الجماعة ولایخل بشرایطها التی بها حصول الزیادة وبر فقها تکون الاقدام عاتلة نامیة و ذالک تجریده المقاصد من مفاسدها و تفرید الهمة عما تغفلها وبیان ذالک ماقال رسول الله صلے الله علیه وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او کعابری سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور (الحدیث) فعند ذالک صح قصده واجتمع همته وصارت الهمم المختلفة واحدة فلید خل الخلوة مفترا نفسه معدما للخلق عالما بعجزهم تارکا للدنیا و شهواتها و اقفا علی مضارتها و امنیتها ولتکن خلوته معمورة بانواع العبادات اذا سئمت نفسه عن احتمال الاعلی ینز لها الی الاد نی وان حجت فلینز لها اما بعمل سیر او بالنوم فان فیه احتراز عن هواجس النفس ولیحترز البطالة فانها تقسی القلوب والله تعالی علی ذالک اعانه و یحفظه عما شانه ورحمتهٗ و هوا ارحم الراحمین صلی الله علی محمد و اله و ایضا اذا استو فر حظه من الخلوة وانفتحت بها عین الحکمة و اجتمعت خلواته بمنادیاته و صل الیه من لم تقدر الوصول الینا یستو فی الیه ایاه فیده العزیز ة نائبة عن یدنا و هومن جملة خلفائنا و التزام حکمه فی امر لدین و الدنیا من جملة تغطیمنا فرحم الله من اکرمه و عظم من اکرمناه و اهان من لم یحفظ حق من حفظنا صح ذالک کله من الفقیر المسعود تم بعون الله و حسن توفیقه والله اعلم۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام حمد وثنا اس خدا کو سزاوار ہے جس نے اپنے احسان کو اپنی منت پر مقدم اور اپنی نعمت سے شکر کو موخر کیا۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے

جسے خدا تعالیٰ بالا کرے اسے کوئی پست کرنے والا نہیں اور جسے وہ پست کردے اسے بالا کرنے والا نہیں ہے۔ جس چیز کو اس نے پوشیدہ کیا اسے کوئی ظاہر کرنے والا نہیں اور جسے اس نے ظاہر کیا اسے کوئی پوشیدہ کرنے والا نہیں۔ اولین و آخرین کی گویائی خدا تعالیٰ کی ہمیشگی پر نزدیک نہیں ہوتی نہ اعتبار کی رو سے اور نہ تقابل کی حیثیت سے اور خدا کے اس برگزیدہ اور منتخب رسول پر رحمت کاملہ نازل ہو جس کا نام پاک محمد ہے اور اس کے آل واصحاب اور اہل دوستی اور صاحب برگزیدگی پر بھی خدا کی رحمت نازل ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ اصول حدیث کے علوم میں ابتدا کرنا حاضرین کی دعا کو کشادہ کرتا اور اس شخص کو پیدا کرتا ہے جو علم اصول کو پانی دیتا ہے۔ اس بنا پر کہ رستہ خطرناک اور عاقبت کار نہایت دشوار ہے۔ علم اصول میں سب کتابوں سے بہتر کتاب ابوشکور سالمی کی تمہید المہتدی ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی خواب گاہ کو خوش کرے اور تحقیق فرزند رشید امام پاک دین اور پاک رائے دانشمند برگزیدہ نظام الملتہ والدین محمد بن احمد نے مجھ سے پڑھا جو اماموں کا زیب و زینت دینے والا اور بزرگوں اور متقیوں کا فخر ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی رضامندیوں کے طلب کرنے پر اس کی مدد کرے اور اپنی انتہائے رحمت پر پہنچائے اور اپنی عنایتوں کے اعلیٰ درجے پر جگہ دے۔ اس نے کتاب تمہید اول سے آخر تک سبقاً سبقاً پڑھی اور فکر و اندیشہ اور بغیر کسی شک و گمان۔ اور نہایت ہوشیاری واستواری کے ساتھ پڑھی اور اس کے ساتھ ہی کان سے سننے اور دل سے جاننے کی رعایت بھی جمع کی۔ جس سے نظام الدین کی خوبی استعداد اور قابلیت پر بہت کچھ اطلاع حاصل ہوئی۔ اس طرح اس کی کثرت آراستگی وشائستگی پر بھی اطلاع حاصل ہوئی لہذا میں نے اسے اجازت دی کہ متعلمین کو اس کتاب کا سبق پڑھائے بشرطیکہ تصحیف و تحریف اور غلط سے احتراز کرے اور تصحیح و تنقیح میں انتہا سے زیادہ کوشش صرف کرے اور خدا تعالیٰ کلام میں لغزش کرنے اور دینی کاموں میں تباہی و بربادی ڈالنے والے امور سے نگہداشت کرنے والا ہے۔ جس دن یہ اجازت نامہ قید کتابت میں لایا گیا وہ چارشنبہ کا دن اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا خدا اس کی برکت کو بزرگ کرے اور اس اجازت نامہ کی کتابت جناب شیخ شیوخ العالم کے اشارہ سے ہوئی خدا تعالیٰ اس کی قدر و منزلت کو بلند کرے اور خلل و لغزش سے نگاہ رکھے۔ یہ چند سطریں خدا تعالیٰ کی مدد سے شیخ شیوخ العالم کے حضور میں مجھ ناتواں کے ہاتھ سے لکھی گئی ہیں۔ جو خدائے بے نیاز کا محتاج

اسحاق بن علی بن اسحاق متوطن دہلی ہے۔ درحالیکہ خدا کی حمد کرنے والا اور رسول پر درود بھیجنے والا ہے۔ نیز میں نے نظام الملتہ والدین کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ مجھ سے ان تمام چیزوں کی روایت کرے جنہیں مجھ سے حاصل کیا ہے اور جنہیں جمع کیا اور مجھ سے سنا اور یاد رکھا ہے۔ اور اس شخص پر سلام ہو جو راہ راست کی پیروی کرتا ہے اور نیز میں نے اسے اس بات کی بھی اجازت دی کہ کسی ایسی مسجد میں خلوت لازم پکڑے جہاں جماعت قائم ہوتی ہو اور خلوت کی شرطوں میں جن سے ترقی وزیادتی حاصل ہوتی ہے اور جن کے ترک کرنے میں اقدام بدی کی طرف دوڑاتے ہیں رخنہ نہ ڈالے۔ خلوت کی شرطیں یہ ہیں۔

(۱) مقاصد کا مفاسد بجرد کرنا (۲) ہمت کو ان چیزوں سے یکسو کرنا جو مقاصد سے غافل کرنے والی ہیں۔ اور اس خلوت کا بیان وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دنیا میں مسافر یا رستہ کے گزرنے والے کی طرح رہ اور اپنے نفس کو اصحاب قبور سے شمار کر۔ الحدیث۔ پس جس وقت خلوت کی شرطیں ادا کی جاتی ہیں تو خلوت نشین کا قصد خلوت درست ہو جاتا اور اس کی ہمت جمع ہو جاتی ہے اور مختلف ہمتیں ایک ہمت ہو جاتی ہیں۔ پس چاہیے کہ خلوت میں اس وقت داخل ہو جب کہ اپنے نفس کو سست کرنے والا ہو درحالیکہ خلق کو معدوم جاننے والا اور ان کی ناتوانی کا عالم ہو دنیا اور اس کی خواہشوں کو ترک کرنے والا اور اس کی مضرتوں اور آرزؤں پر واقف ہو اور چاہیے کہ خلوت نشین کی خلوت اقسام عبادات سے آباد ہو۔ جب خلوت نشین کا نفس اعلیٰ درجہ کے شغلوں کی برداشت کرنے سے عاجز ہو تو اسے ادنی درجہ کی عبادات کی طرف اتارے اور اگر غلبہ کرے تو نفس کو تھوڑے سے عمل یا تھوڑی سی نیند کے ساتھ خوش کرے کیونکہ اس طرح نفس کے خوش کرنے میں نفس کی شورشوں سے احتراز ہے اور چاہیے کہ خلوت نشین بیکاری سے پرہیز کرے کیونکہ بطالت دلوں کو سخت غفلت میں ڈالتی ہے۔ خدا تعالے نظام الحق والدین کی اس کام پر مدد کرے اور اس چیز سے نگاہ رکھے جو اس کے خلاف شان ہے خدا اس پر رحم کرے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ محمد اور آل محمد پر خدا کی رحمت کاملہ نازل ہو۔ نیز جس وقت نظام الدین خلوت سے بہرہ ور ہوگا اور خلوتوں کی وجہ سے حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہوں گے اور اس کی خلوت عبادات نافلہ کو جمع کرنے والی ہوگی اور اس کے حضور میں وہ شخص پہنچے گا جو ہم تک پہنچنے کی قدرت نہ رکھے گا اس شخص کی طرف کامل نعمت پہنچائے گا۔ پس نظام الحق کا بزرگ ہاتھ

ہمارے ہاتھ کا نائب ہے اور وہ ہمارے تمام خلفاء میں ایک معزز خلیفہ ہے اور نظام الحق کا حکم دینی اور دنیاوی کام میں لازم پکڑنا منجملہ ہماری تعظیم کے ہے سو خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو نظام الحق کا اکرام کرے اور جسے ہم بزرگ رکھیں خدا اسے بزرگی سے رکھے اور جو شخص اس شخص کے حق کی حفاظت نہ کرے جس کی ہم حفاظت کرتے ہیں خدا اسے ذلیل وخوار کرے۔ یہ اجازت نامہ فقیر مسعود کی طرف سے خدا کی مدد وتوفیق سے اتمام کو پہنچا۔

کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جس زمانہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ اس مرض میں مبتلا تھے جس میں دارِ دنیا سے سفر آخرت قبول کرنے والے تھے تو کاتب حروف کے جد بزرگوار سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شہر دہلی سے اجودھن میں پہنچے جا کر دیکھتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم حجرہ کے اندر ایک اونچی چار پائی پر آرام فرما رہے ہیں اور آپ کے فرزند واصحاب حجرہ کے دروازے کے آگے بیٹھے ہوئے اس بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں کہ سجادہ نشینی اور مقام کی التماس حضور سے کرنا چاہیے۔ اسی اثناء میں سید محمد کرمانی علیہ الرحمۃ پہنچ گئے اور شیخ کی قدم بوسی کے لیے حجرہ کے اندر جانا چاہا۔ لیکن فرزند اندر جانے سے مانع ہوئے اور کہنے لگے یہ وقت اندر جانے کا نہیں ہے۔ سید محمد کرمانی کو اس قدر طاقت کہاں تھی کہ اس حالت میں شیخ کی قدم بوسی سے محروم رہتے فوراً حجرہ کا دروازہ کھولا اور جھٹ اندر گھس گئے اور اپنے تیئں شیخ شیوخ العالم کے قدموں میں ڈال دیا۔ شیخ کبیر نے چشم مبارک کھولی اور پوچھا سید! کس طرح ہو۔ اور یہاں کب آئے ہو سید محمد کرمانی نے عرض کیا یہ ضعیف بندہ ابھی ابھی حاضرِ خدمت ہوا ہے اس کے بعد سید نے سلطان المشائخ کا آداب وسلام پہنچانا چاہا مگر ساتھ ہی اندیشہ کیا کہ اگر اس موقع پر سلطان المشائخ کے ذکر سے ابتدا کی جائے گی اور سے پہلے ان کا ذکر چھیڑا جائے گا تو یہ یقینی بات ہے کہ شیخ شیوخ العالم ان کے بارہ میں خاص مرحمت فرمائیں گے اور تعجب نہیں کہ حضور کی زبان مبارک سے سلطان المشائخ کے حق میں کوئی ایسا اعزازی کلمہ صادر ہو جائے جس سے شیخ کبیر کے فرزندوں کا مزاج برہم ہو جائے اور انہیں نہایت ناگوار گزرے۔ اس لیے سید محمد کرمانی نے اول ان مشائخ کی طرف سے آداب وسلام عرض کرنا شروع کیا جو اس زمانہ میں شہر دہلی میں سکونت پزیر تھے اور جسے شیخ شیوخ العالم رغبت ورضا کے کانوں سے سن رہے تھے لیکن جب حضور نے سلطان المشائخ کا حال دریافت کیا تو جواب میں عرض کیا کہ مولانا نظام الدین مخدوم کی خدمت میں بندگی اور پابوسی کی عرضداشت کرتے ہیں

اور تمام اوقات شیخ شیوخ العالم کی یاد میں صرف کرتے ہیں۔ شیخ شیوخ العالم نے سلطان المشائخ کی اس دلی عقیدت مندی پر انتہا سے زیادہ خوشی ظاہر کی اور چند تلطف آمیز کلمات زبانِ مبارک پر جاری فرمائے۔ ازاں بعد فرمایا کہ مولانا نظام الدین کیسے ہیں خوش اور راضی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ جامہ۔ مصلّٰی۔ عصا۔ ان کے حوالے کر دینا۔ جوں ہی شیخ کبیر کے فرزندوں نے یہ بات سنی نہایت برہم و افرختہ ہوئے اور ایک ایک لڑائی جھگڑے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قہر آلود نظروں کے ساتھ کہنے لگا کہ تو نے یہ کیا کیا۔ افسوس ہمارا حق دوسروں کو دلوایا اور ہمیں ہمارے مطلوب سے محروم و بے نصیب رکھا۔ سید محمد کرمانی نے کہا میرا اس میں کوئی قصور نہیں میں نے سلطان المشائخ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ نہیں کیا بلکہ مشائخ دہلی میں سے ہر شخص کی امانت اور سلام و عرض شیخ کبیر کی خدمت میں عرض کیا اثناء بیان میں ان کا بھی سرسری طور پر ذکر کیا گیا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ ہی کو منظور ہو کہ اپنے ایک برگزیدہ بندہ کو فضل و کرم سے معزز و ممتاز کرے تو میری کیا طاقت کہ خداوندی دولت کو اس سے محروم کر سکوں۔ جب شیخ کبیر کے انتقال کی خبر سلطان المشائخ کو پہنچی تو آپ نے اجودھن کا قصد کیا اور وہاں پہنچ کر شیخ شیوخ العالم کے روضۂ متبرکہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے زیارت سے فارغ ہونے کے بعد مولانا بدر الدین اسحاق نے شیخ کا عطا کیا ہوا جامہ۔ مصلا۔ عصا۔ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچایا اور سید محمد کرمانی کی بابت عرض کیا کہ سید نے آپ کے حقوق محبت کی رعایت آپ کے پیٹھ پیچھے جیسا کرنا چاہیے کی یہ سن کر سلطان المشائخ نے سید محمد کو بغل میں لیا اور تب سے ان دونوں بزرگوں میں عقد محبت اور بھی مستحکم و مضبوط ہوگئی۔ والحمد اللہ علی ذالک۔ جناب سلطان المشائخ نے خود اپنے قلم مبارک سے لکھا ہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز نے جب کاتب حروف کو خدمت اقدس میں بلایا تو رمضان المبارک کی پچیسویں تاریخ ۶۶۹ ہجری جمعہ کے دن نماز کے فارغ ہونے کے بعد اپنے دہنِ مبارک کا لعاب کاتب حروف کے منہ میں ڈالا اور کلام ربانی کے حفظ کرنے کی بابت تاکیدی حکم فرمایا اس کے بعد شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نے فرمایا نظام! میں نے عرض کیا لبیک۔ فرمایا قضا و قدر نے تجھے دین و دنیا کا مالک کر دیا ہے جا اور ملک ہند پر قبضہ کر۔ نظرة منک یکفنی. تیرا ایک دفعہ کا دیکھنا مجھے کفایت کرتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بسعی لطف تو بتوان ز آتش آب انگیخت
بعون جاه تو بر چرخ بر توان آمد

(تیرے لطف کی کوشش سے آگ سے پانی اٹھا اور تیرے جاہ کی مدد سے آسمان پر پہنچ سکتے ہیں)

۶۶۹ھ شعبان المعظم کی پہلی تاریخ کو شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں جو کچھ عرض کیا گیا آپ نے قبول فرمایا۔ اور مدد فاتحہ سے مقرون کیا۔ ازاں بعد کاتب حروف سے فرمایا کہ خلق کے دروازے پر نہ جائے اور اپنی التجا کسی کے پاس نہ لے جائے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں شیخ شیوخ العالم (خدا تعالیٰ ان کی خواب گاہ کو ٹھنڈا رکھے) بیمار تھے مجھے چند یاروں کے ساتھ ان شہیدوں کی زیارت کے لیے بھیجا جو اس طرف پاؤں پھیلائے سوئے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں سے لوٹ کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ تمہاری دعا نے کچھ بھی اثر نہیں کیا مجھے تو اس کا کوئی جواب دیتے نہیں بن پڑا لیکن ایک یار نے جسے علی بہاری کہتے تھے اور جو شیخ سے کسی قدر فاصلہ پر کھڑا تھا کہا کہ حضور! ہم لوگ ناقص ہیں اور شیخ کی ذات مبارک کامل اور جب یہ ہے تو ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کیونکر خلعت قبولیت پہن سکتی ہے چونکہ یہ شخص شیخ سے کسی قدر دور تھے اس لیے ان کی بات آپ کے مبارک کان میں نہیں پہنچی میں نے شیخ کے قریب ہو کر اس کی تقریر کا اعادہ کیا فرمایا نظام الدین! میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تم جو کچھ خدا سے طلب کرو گے پاؤ گے ازاں بعد اسی روز آپ نے مجھے اپنا عصا عنایت فرمایا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز حجرہ میں سر برہنہ کر کے اور چہرہ کا رنگ متغیر کر کے چاروں طرف پھیرتے اور یہ قطعہ بار بار پڑھتے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم — خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ کونین توئی — از بہر تو میرم از برائے تو زیم

(میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تیری محبت میں زندہ رہوں خاک ہو جاؤں اور تیرے پاؤں کے نیچے زندہ رہوں۔ دین و دنیا میں مجھ خستہ کا مقصود تو ہی ہے میں تیرے لیے ہی مرتا اور تیرے لیے زندہ رہتا ہوں۔)

جس وقت قطعہ تمام کرتے سر بسجدہ ہوتے جب میں نے چند مرتبے یہ دیکھا تو حجرہ کے اندر گیا اور شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کے قدموں میں سر رکھا فرمایا۔ نظام! جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگو۔ میں نے کوئی دینی چیز طلب کی اور شیخ نے مجھے بڑی خوشی کے ساتھ عنایت فرمائی لیکن اس کے بعد

میں نہایت پشیمان ہوا اور افسوس کیا کہ میں نے شیخ سے اس بات کی استدعا کیوں نہیں کی کہ سماع کی حالت میں دنیا سے اٹھوں۔ اس کے بعد قاضی محی الدین کاشانی نے دریافت کیا کہ حضرت وہ کیا دینی چیز تھی جسے آپ نے شیخ شیوخ العالم سے طلب کیا تھا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے استقامت کی استدعا کی اور شیخ نے کمال مہربانی سے عنایت فرمائی۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن نظام الدین شیخ شیوخ العالم کے فرزند رشید اور یہ بندہ دونوں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر تھے کہ شیخ کی زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ تم دونوں میرے فرزند ہو نظام الدین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم میری روٹی ہو اور اس ضعیف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم میری جان ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نے فرمایا کہ ایک شخص تھا جس نے مجھ سے تعلق خاص پیدا کر لیا تھا لیکن جب میرے پاس سے گیا تو چند روز تک اس کا مزاج برقرار رہا اور پھر بہت جلد منحرف و برگشتہ ہو گیا۔ ایک اور شخص تھا جو مجھ سے تعلق پیدا کر کے دور دراز ملک میں چلا گیا تھا اور اگرچہ وہاں بہت مدت تک قیام پزیر رہا مگر اس کا مزاج ایک دراز عرصہ تک اسی ہیئت پر برقرار رہا لیکن بہت عرصہ کے بعد انجام کار اس کے مزاج میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی۔ یہ حکایت نقل کر کے شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس شخص نے جب سے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے اسی ایک حالت پر ہے اور مزاج میں کسی طرح تغیر وتبدل واقع نہیں ہوا ہے۔ سلطان المشائخ نے جب اپنے کلام کے سلسلہ کو یہاں تک پہنچایا تو زار و قطار رونے لگے اور اسی گریہ کی حالت میں یہ لفظ مبارک زبان پر جاری ہوا۔ الحمد اللہ کہ اس وقت تک شیخ کی وہی محبت میرے دل میں برقرار ہے بلکہ اس سے بہت کچھ زیادہ۔

سلطان المشائخ بادشاہ دین قدس اللہ سرہ کے آخر عمر کے مجاہدے اور طرز وروش

کاتب الحروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد سے سنا ہے کہ جناب سلطان المشائخ نے جوانی کے زمانہ میں کامل تیس سال تک نہایت سخت اور جگر خراش مجاہدے کیے ہیں چنانچہ ان کا ایک شمہ اس کتاب میں بطریق اختصار بیان کیا جائے گا۔ اور آخر عمر کے تیس سال جن

مجاہدوں میں آپ نے بسر کیے ہیں وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت اور کٹھن تھے باوجودیکہ دنیاوی جاہ جلال آپ کے خدام کے پیروں میں روندا جاتا اور ہر طرف سے تحائف وہدایا برابر چلے آتے تھے لیکن آپ کا قانع نفس کبھی ان کی طرف ملتفت نہیں ہوتا تھا اور آپ دنیاوی اقبال وثروت کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی ذات فرشتہ صفات پر ہمیشہ سخت سخت مجاہدوں کا بار رکھا اور دنیاداروں سے متنفر رہے جس وقت آپ اپنی زندگی کے اسی (۸۰) مرحلے طے کر چکے تھے تو پانچوں وقت نمازِ جماعت کے لیے جماعت خانہ کے چھت سے جو ایک نہایت رفیع و بلند عمارت تھی نیچے اترتے اور درویشوں اور عزیزوں کے ساتھ جن میں ایک جماعت ملکوت بھی ہوتی تھی نماز ادا کرتے اور یہ درویش وعزیز سلطان المشائخ کی برکت سے جنت کے مستحق ہوتے۔ باوجود اس کبرسنی اور فنافی الشیخ ہونے کے ہمیشہ روزے سے رہتے اور افطار بہت ہی کم کیا کرتے۔ افطار کے وقت کوئی نرم اور زود ہضم کھانا تناول فرماتے۔ اگر روٹی ہوتی تو آدھی یا ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلے کے ساتھ نوش جان فرماتے ورنہ تھوڑے سے چاول اور یہ بھی عزیزوں اور درویشوں اور مسافروں کی موافقت کیوجہ سے۔ دستر خوان بچھنے کے وقت جس قدر لوگ حاضر ہوتے تھے سب کھانے میں شریک ہوتے تھے البتہ جس شخص کے بارہ میں آپ کی شفقت ومہربانی زیادہ ہوتی وہ خاص طباق اور مخصّص لقمہ کے ساتھ مخصوص ہوتا اور جس کی قسمت میں ابدی سعادت کا حصہ ہوتا وہ اس مخصّص لقمہ کے ساتھ معزز وممتاز ہوتا۔ مولانا شمس الدین یحیٰ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں سلطان المشائخ کے دستر خوان پر حاضر تھا جس وقت آپ نے روزہ افطار کیا تو میری نظر سلطان المشائخ کی جانب تھی میں نے دیکھا کہ کھانا کھانے کے شروع سے لے کر دستر خوان کے اٹھائے جانے کے وقت تک سلطان المشائخ نے جس پیالہ کی طرف لقمہ لینے کے لیے ہاتھ دراز کیا تھا وہ دستر خوان کے اٹھنے کے وقت پیالہ میں اسی طرح دراز رہا آپ کا دستور تھا کہ افطار کے بعد بالا خانہ پر تشریف لے جاتے جو آپ کی سکونت کا مقام تھا اور جو یار وعزیز خاص شہر یا اطراف شہر سے آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے آتے وہ مغرب وعشا کی نماز کے مابین بلائے جاتے تا کہ تھوڑی دیر مجالست کی سعادت اور جناب سلطان المشائخ کے جمال ولایت سے مشرف ومنور ہوں۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

طوبی لاعین قوم انت بینھم　　فھن من نعمة من وجھک الحسن

یعنی اس قوم کی آنکھوں کو خوشی اور مبارک ہو جن میں تیرا وجود باجود ہے اور وہ تیرے خوبصورت اور دلگیر چہرہ کے دیدار سے نعمت میں ہیں۔ غریب الوطنوں اور مسافروں کی ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد ہر طرح کے تر وخشک میوے اور لطیف وخوشگوار شربہ حاضر خدمت کیئے جاتے جنہیں وہ عزیز تناول کرتے آپ سب کی دلجوئی وخاطر داری کرتے اور ہر ایک شخص سے اس کے احوال کی پرسش فرماتے اور موجودہ نعمتوں کی لذت دریافت کرتے تاکہ کسی شخص کو اس بات کا خیال نہ ہو کہ سلطان المشائخ دنیاوی نعمتوں سے حظ اٹھاتے ہیں بلکہ یہ طرح طرح کی نعمتیں صرف اس لیے آپ کے دستر خوان پر چنی جاتی ہیں کہ غریب الوطنوں اور شہر کے عزیزوں کی تالیف قلوب ہو۔ الغرض اس کے بعد سلطان المشائخ عشا کی نماز ادا کرنے کے لیے نیچے اُترتے اور جماعت سے نماز ادا کر کے پھر اوپر تشریف لے جاتے تھوڑے عرصہ تک تو ذکر میں مشغول رہتے بعدہ استراحت کے لیے چارپائی پر تشریف رکھتے جس وقت آپ آرام کرنے کے لیے چارپائی پر بیٹھتے تو خدام تسبیح لا کر دست مبارک میں دیتے اس وقت یاروں میں سے کسی کی یہ مجال نہ ہوتی کہ آپ کے سامنے حاضر ہو۔ لیکن امیر خسرو کو اس وقت بھی آپ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت تھی جو آپ کے سامنے بیٹھ کر قسم قسم کی راحت انگیز حکایتیں بیان کرتے اور جناب سلطان المشائخ امیر خسرو کے خوش کرنے کے لیے سر مبارک رضا کے ساتھ ہلاتے اور وقت بے وقت زبان مبارک سے فرماتے کہ ترک آج کی کیا خبریں ہیں۔ امیر خسرو اس حکم کے صادر ہوتے ہی میدان فراخ پاتے اور اگر کسی نکتہ کی بابت سوال کرتے تو ایک بڑی فصل پڑھتے اس وقت سلطان المشائخ کے چھوٹی عمر کے قرابتی اور بعض آپ کے غلام جو حاضر ہونے کی اجازت پاتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مبارک قدموں کو سر اور آنکھوں سے ملتے تھے چنانچہ امیر خسرو فرماتے ہیں۔

نہ خفت خسر و مسکین ازیں ہوس شبھا　　کہ دیدہ بر کف پایت نھد بخواب شود

(خسرو مسکین اس خواہش میں راتوں کو نہیں سویا کہ تیرے تلوے پر آنکھ رکھ کر نیند آئے۔)

بعدہٗ جب امیر خسرو اور دیگر خدمت گار سلطان المشائخ کے فرقد سا تخت کے آگے سے رخصت ہو کر باہر آتے تو آپ کا خادم اقبال نام اندر آتا اور پانی کے چند بھرے آفتابے آپ کے وضو کے لیے رکھ کر باہر آجاتا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ اُٹھتے اور دروازہ کی کنڈی لگا کر بجز حق کے اور

کسی طرف مشغول نہ ہوتے اب یہ خدا ہی جانتا ہے کہ تمام رات کیا راز و نیاز اور کیا ذوق وشوق خدا تعالیٰ کے ساتھ فرماتے۔ چنانچہ اس بارہ میں یہ بیت سلطان المشائخ کی زبانِ مبارک پر بارہا گزری ہے۔

دل داندؤ من دانم و من دانم و دل   عشقے کہ زتو دارم اے شمع چگل

کاتب حروف نے خاص سلطان المشائخ کے خطِ مبارک سے ذیل کا قطعہ لکھا دیکھا ہے۔

مونس شدہ تا پگاہ روزم   تنہا منم و شب و چراغے
گاہ از تف سینہ بر فروزم   گاھش ز آہ سرد بکشم

(میں بالکل تنہا ہوں مگر رات اور شمع شام سے صبح تک میری مونس وغم خوار رہتے ہیں کبھی تو آہ سرد کھینچتا ہوں کبھی سینہ کی سوزش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔)

اور یہ بیت بھی بارہا زبانِ مبارک پر جاری ہوئی ہے۔

کز من دمکے نماندو از وے دودے   بارے بتماشائے من و شمع بیا

(ایک مرتبہ میرا اور شمع کا تماشا دیکھنے آ کہ مجھ میں سانس نہیں رہا ہے نہ اس میں دھواں باقی ہے۔)

شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

اینست کہ سوز من نہاں است   شبہا من و شمع میگدازیم

(اکثر راتوں کو میں اور شمع دونوں پگھلتے ہیں اگر دیکھا جائے تو حقیقت میں میرا مخفی سوز یہی ہے۔)

مولانا بہرام جو شیخ نجیب الدین متوکل کے پوتوں میں ایک معزز وممتاز شخص تھے اور صلاحیت و دیانت نیز شجاعت ومردمی کے ساتھ موصوف تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سلطان المشائخ کو جناب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کے مزار پر پایا اور ایک ایسی انتہا درجہ کی مشغولی میں دیکھا جس کا بیان نہیں ہوسکتا لیکن جب سلطان الاولیا کی سلطان المشائخ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھ پر آج کی رات ظاہر کیا گیا ہے کہ نظام! جس نے تجھے دیکھا ہے پکا مومن ہے چنانچہ میں نے اس کے سر پر بخشش ومغفرت کا تاج رکھا اور تمام فرو گزاشت سے درگزرا کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے خاص خط مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ انی بلغت هذه الليلة اربعين سنة فاستحييت من سنّ ذكر ني

ذبابا. یعنی میں اس شب میں چالیس برس کی عمر کو پہنچا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ مجھے مکھی کے پر کی مقدار یاد کرتا ہے تو مجھے اپنی چالیس سالہ عمر سے سخت شرم آئی۔ کاتب حروف کا گمان یہ ہے کہ جس رات میں سلطان المشائخ اس کرامت کے ساتھ مخصوص وممتاز ہوئے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا وہ یہی رات تھی جسے سلطان المشائخ نے اپنے قلم مبارک سے اس شب کا قصہ عربی عبارت کے ذیل میں نقل فرمایا ہے یعنی جس رات کو سلطان المشائخ اس اعزاز وکرامت سے مشرف ہوئے اور اس اعلیٰ دارفع درجہ کو پہنچے کہ لوگ آپ کے دیدار پرانوار کی وجہ سے بخشے گئے اور مکرم ومعزز ہوئے اسی رات کو سلطان المشائخ کی طرف سے جواب ہوا کہ مجھے اپنی اسی چالیس سالہ عمر سے شرم آتی ہے کہ باوجود اس قدر عمر ہونے کہ حق تعالیٰ کے دربار میں مجھے مکھی کے پر کے برابر یاد کرتے ہیں۔ اگرچہ سلطان المشائخ کی ہر شب۔ شب قدر کا درجہ رکھتی تھی جیسا کہ نقل کرتے ہیں کہ ایک رات سلطان المشائخ کتب اسرار الٰہی کے مطالعہ میں مصروف تھے اور جن معانی ومطالب کا عالم غیب سے آپ پر الہام ہوتا تھا انہیں اپنی قلم مبارک سے قید کتابت میں لاتے تھے اثناء کتب بینی اور غیبی رموز کے مطالعہ میں سلطان المشائخ کے دست مبارک سے قلم نے چھوٹ کر ایک جست کی اور اپنی نوک زمین پر ٹیک کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی پاک و مقدس بارگاہ میں سرنیاز سے سجدہ بجالایا سلطان المشائخ نے اس علامت سے معلوم کر لیا کہ آج شب قدر ہے۔ ایک بزرگ کہتا ہے۔

امشب شبِ قدر است بشتاب قدرِ شب قدر خویش دریاب

(آج شب قدر ہے دوڑ اور اپنی شب قدر کا مرتبہ حاصل کر۔)

خواجہ سالار جن کا ذکر سلطان المشائخ کے یاروں کے مناقب میں قلمبند ہوا ہے روایت کرتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ جب اخیر رات ہوتی ہے تو ایک بیت عالم غیب سے میرے دل میں نزول کرتی ہے جس پر میں انتہا خوش ہوتا ہوں اور ایک طرح کی تازگی مجھ میں پیدا ہوتی ہے۔ شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں

چندان بنشیم که بر آید نفس صبح کان وقت بدل میر سد از دوست پیامے

(ہم فجر کی پو پھٹنے تک اس لئے بیٹھے رہے کہ اس وقت دوست کی طرف کا پیغام پہنچتا ہے۔)

امیر خسرو اس بادشاہ دین کی تعریف میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

نے زاہرار دیدہ کس علمش — نے زابدال یافتہ بدلش
ہر شبش ازاوج عالم اسرار — صبح دولت دمیدہ در شب تار

(نہ تو ابرار کے زمرہ میں کوئی شخص اس جیسا عالم دیکھا گیا نہ ابدال میں اس کی نظیر پائی گئی اس کی ہر شب میں عالم اسرار کے اوج سے تاریک رات میں دولت صبح طلوع ہوتی ہے۔)

ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا۔ چنانچہ آج کی رات میرے دل میں یہ بیت نازل ہوئی۔

ورنہ مانیم عذر ما بپذیر — اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ست
گر بمانیم زندہ بر دوزیم — دامنے کز فراق چاک شدہ ست

(اگر میں نہ رہوں میرا عذر قبول ہو۔ اے آرزو کہ خاک ہوگئی۔ اگر میں زندہ رہوں گا۔ تو وہ دامن جو چاک ہوگیا ہے سی ڈالوں گا۔)

جب دوسری مرتبہ میں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کیا تو دفعتہً ایک عورت کو میں نے دیکھا جس نے میرے پاس آ کر نہایت عجز و انکساری سے کہنا شروع کیا کہ تمہیں یہ پڑھنا نہ چاہیے۔ اب سلطان المشائخ نے حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ قاضی شرف الدین نے جنہیں فیروز بھی کہا جاتا تھا عرض کیا کہ مخدوم! یہ بات آپ نے خواب میں دیکھی ہے یا واقعہ میں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خواب میں نہیں دیکھی بلکہ حالتِ بیداری تھی۔ گویا میں تم بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اس پر قاضی شرف الدین نے عرض کیا کہ حضرت! یہ دنیا ہے جو آپ کے پاس سے جانا نہیں چاہتی۔ سلطان المشائخ نے اس کی ذہانت اور دانشمندی کی تعریف کی اور فرمایا حقیقت میں بات یہی ہے۔ الغرض ساری رات سلطان المشائخ کو اسی حالت میں گزر جاتی۔ صبح کے وقت خادم آتا اور باہر کی جانب سے دروازہ کھٹکھٹاتا سلطان المشائخ دروازہ کھولتے اور سحری کا کھانا جس قسم کا موجود ہوتا خدام آپ کے روبرو پیش کرتے۔ اگر نرم و سہل غذا ہوتی تو قدرے تناول فرماتے اور باقی کی نسبت ارشاد کرتے کہ اسے بچوں کے لیے اٹھا رکھو۔ خواجہ عبدالرحیم جن کے ذمہ سحری کا سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرنا مقرر تھا نقل کرتے ہیں کہ اکثر اوقات سلطان المشائخ سحری تناول نہ فرماتے۔ عبدالرحیم کہتے ہیں میں عرض کیا کرتا کہ مخدوم! آپ نے افطار کے وقت بہت کم کھانا تناول فرمایا ہے۔ اگر سحری کے وقت بھی تھوڑا سا کھانا تناول نہ کریں

گے تو کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ضعف قوی ہو جائے گا اور طاقت سلب ہو جائے گی۔ میری یہ بات سن کر سلطان المشائخ زار و قطار رو کر فرماتے کہ بہت سے مساکین و درویش مسجدوں کے کونوں اور دکانوں میں بھوکے اور فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں بھلا ایسے وقت یہ کھانا حلق سے کیونکر اتر سکتا ہے غرضیکہ آپ کے آگے سے کھانا اٹھالیا جاتا اور بغیر سحری کھائے روزہ رکھتے۔ القصہ جب روز روشن ہوتا تو جس شخص کی سلطان المشائخ کے جمال مبارک پر نظر پڑتی وہ تصور کرتا کہ شاید کہ کوئی مست ہیں کیونکہ شب بیداری سے آپ کی آنکھیں مبارک ہمیشہ سرخ رہتی تھیں۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

شکارِ چشم تو جانہا بیکبار　　اسیر زلفِ تو دلہا بہر تار
خیال زلف تو خواب از سرم برد　　دو چشم مست تو خون دلم خورد

(تیری آنکھ کی بہت سے جانیں دفعتہً شکار ہوگئیں اور تیرے زلف کے ہر تار میں دل مقید ہوگئے۔ تیری زلف کے خیال نے میری نینداُچک لی اور تیری آنکھوں نے میرے دل کو خون کر ڈالا۔)

ہر چند کہ سلطان المشائخ نے نہایت سخت اور کڑے مجاہدے اختیار کر رکھے تھے لیکن یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر کسی قسم کا ضعف ظاہر نہیں ہوا تھا اور جو ہیئت کہ ابتدا سے رکھتے اس میں ذرا فرق نہ آیا تھا اگر چہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں کہ سلطان المشائخ چار یا پانچ سو نماز کی رکعتیں　بالالتزام پڑھا کرتے تھے یا اس قدر تسبیح کہتے تھے لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ آپ کی تمام عمر عزیز باطنی مشغولیوں میں صرف ہوئی جسے بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ علاوہ اس کے آپ ہمیشہ تالیف قلوب میں مصروف رہے چنانچہ ایک مقام پر آپ خود یوں فرماتے ہیں کہ مجھے ایک واقعہ میں کتاب دی گئی جس میں لکھا ہوا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچا۔ کیونکہ مومن کا دل اسرار ربوبیت کا محل ہے۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

میکوش کہ راحتے بجانے برسد　　یا دست شکستہ بنانے برسد

(اس میں کوشش کرتا رہ کہ کسی جان کو راحت پہنچے یا کسی شکستہ دست کو روٹی پہنچے۔)

یہ بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے بازار میں تالیف قلوب اور مسلمانوں کے دلوں کو راحت و آسائش پہنچانے کے مقابلہ میں کوئی اسباب مروج اور قیمتی نہ ہوگا۔ الغرض جب دن ہوتا تو یہ

بادشاہ دین تمام دن مشائخ کبار کے سجادہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کیئے ہوئے باطن میں مشغول رہتے تھے۔ متوجها الی الله كانه ينظر اليه . یعنی خدا کی طرف اس محویت کے ساتھ متوجہ رہتے تھے کہ گویا خدا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مختلف رمزوں کے لوگ مثلاً علما۔ مشائخ۔ اکابرو اعاظم، وضیع وشریف میں سے جو شخص آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تواس سے اس کے علم ومرتبہ کے اندازہ کے مطابق کلام کرتے اور جو شخص جس فن میں کمال رکھتا اسی میں نہایت تلطف و مہربانی سے گفتگو کرتے اور ہر طرح اس کی دلجوئی میں مصروف ہوتے۔ غرض کہ سلطان المشائخ ہر شخص کے دل پر خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا فوراً قبضہ کر لیتے اگر چہ بظاہر لوگوں کی طرف مشغول ہوتے تھے لیکن باطن میں کلیتہً حق تعالیٰ کی جناب میں متوجہ رہتے تھے۔ اس معنی میں اپنے وقت کی ولیہ رابعہ عدویہ نے ایک نہایت دلکش نظم لکھی ہے جس کے دوشعر یہ ہیں۔

انی جعلتک فی الفواد محدثی و یحب جسمی من اراد جلوسی
فالجسم منی للجلیس موانس و حبیب قلبی فی الفواد انیسی

یعنی میں نے تجھے دل میں اپنا محدث قرار دیا ہے کہ تو مجھ سے حدیث کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص میرے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے وہ میرا جسم دوست رکھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا جسم تو ہم نشین کے لیے الفت پیدا کرنے والا ہے اور میرے دل کا دوست دل میں میرا انیس ہے۔ شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں۔

ھر گزو جود حاضر و غائب شنیدۂ من درمیان جمع و دلم جائے دیگراست

آنے جانے والے خواہ غریب الوطن ومسافر ہوتے یا شہر کے باشندے غرض کہ جو کوئی آپ کے پاس آتا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتا اسے کبھی محروم نہ چھوڑتے بلکہ کپڑا نقدی تحفے تحائف جو کچھ عالم غیب سے آپ کو پہنچتا سب صرف کر دیتے۔ جو شخص آپ کی قدم بوسی میں حاضر ہوتا خواہ کسی وقت حاضر ہوتا اسے ذرا بھی انتظار کرنا نہیں پڑتا بلکہ اسی وقت باریابی کی اجازت دی جاتی۔ منقول ہے کہ ایک دن سلطان المشائخ حجرہ کے اندر قیلولے میں مشغول تھے اسی اثناء میں ایک درویش آیا چونکہ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی اس لیے اخی مبارک نے درویش کو محروم واپس کیا اس وقت سلطان المشائخ نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت کرنا چاہی لیکن شیخ نے کسی قدر غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ اگر چہ تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں پھر بھی تا بہ امکان آنے والوں کی حسن رعایت

واجب ہے۔ یہ کہاں آیا ہے کہ ایک درویش کو ایسی خستہ دلی کی حالت میں ٹالا جائے۔ جب آپ قیلولہ سے اٹھے تو اخی مبارک خادم کو بلایا اور دریافت کیا کہ کوئی درویش یہاں آیا تھا تحقیق ہونے کے بعد سلطان المشائخ نے اس پر سخت عتاب کیا اور فرمایا آج میں نے شیخ شیوخ العالم کو سخت ناراض اور غضبناک دیکھا ہے آپ مجھے عتاب کرتے تھے اور غصہ کے لہجہ میں خطاب فرماتے تھے دیکھو اسکے بعد گو میں قیلولہ میں کیوں نہ ہوں فوراً مجھے خبر دینا۔ چنانچہ اس کے بعد سلطان المشائخ کا دستور ہو گیا تھا کہ قیلولہ سے بیدار ہوتے تو خدام سے دو باتیں ضرور دریافت کیا کرتے ایک یہ کہ سایہ ڈھل گیا ہے؟ دوسرے یہ کہ کوئی شخص آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص انتظار میں بیٹھا ہو۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز جماعت سے ادا کر کے بیٹھ جاتے اور ان عزیزوں کو بلاتے جو آپ کی پائے بوسی کے لیے حاضر ہوئے تھے خدام فوراً انہیں سلطان المشائخ کے سامنے لاتے اور آپ ہر شخص کی دلداری اور دلجوئی میں مشغول ہوتے اسے فارغ ہونے کے بعد عبادات اور خدا تعالیٰ کی محبت کی راہ چلانے میں ان کی رہنمائی کرتے۔ اگرچہ مجلس میں بڑے بڑے دانشمند علما اور زہاد و عباد حاضر ہوتے لیکن کسی کو یہ مجال نہ ہوتی تھی کہ سر اونچا کرے اور سلطان المشائخ کا چہرہ مبارک دیکھ سکے وجہ یہ کہ حق تعالیٰ کی کبریائی سلطان المشائخ پر ہر وقت چمکتی رہتی تھی۔ جو کچھ سلطان المشائخ فرماتے تھے سب رغبت کے کانوں سے سنتے۔ اور سر زمین پر رکھ کر قبول کرتے تھے۔ مولانا شمس الدین یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم سلطان المشائخ کی مجلس میں ہوتے تھے تو ہمیں اتنی تاب و طاقت نہ تھی کہ سر اوپر اٹھائیں اور سلطان المشائخ کے رخ انور پر نظر ڈالیں بلکہ ہمیشہ سرنگوں بیٹھے رہتے تھے اور جو کچھ فرمان ہوتا ہم سب کے سب زمین پر منہ رکھ دیتے امیر خسرو کہتے ہیں۔

خوبان بادہ خوردند من جرعہ خوار ایشان

ہر جرعہ کہ خوردہ سر بر زمین نہادہ

(معشوق لوگ شراب سے سیر ہو گئے اور میں ان کا بقیہ گھونٹ پینے والا ہوں پھر جو گھونٹ کہ پیا جاتا ہے سر زمین پر رکھا جاتا ہے۔)

اور اگر کسی علمی مسئلہ میں ذکر چھڑ جاتا یا کوئی مشکل پیش آتی تو آپ نور باطن سے معلوم کر کے اپنے علم لدنی سے حاضرین مجلس کو شافی جواب دیتے اور جواب دیتے وقت ایسی مؤثر اور دلکش تقریر

کرتے کہ سننے والے حیرت زدہ ہو جاتے اور سب لوگ متفقہ الفاظ میں کہتے کہ یہ کتابی جواب نہیں ہیں اور بجز علم الہامی ربانی لدنی کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شہر کے وہ علماء دہر اور فضلاء عصر جو اہل تصوف کے ساتھ تعصب و معاندت میں مشہور ہو گئے تھے اس دربار عالی کے غلام ہو گئے تھے اور رعونت و نخوت سر سے نکال کر اس آستانہ پر جبہ سائی کرتے تھے۔

جناب سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس تحفے تحائف آنے اور سلاطین وقت کا گدائی میں آپ کے دروازے پر حاضر ہونے کا بیان

امیر خسرو اس شاہ دین کی مدح میں فرماتے ہیں:

در حجرۂ فقر بادشاہی — در عالم دل جہان پناہی
شاہنشہ بے سریر و بے تاج — شاہانش بخاک پائے محتاج

(حجرۂ فقر میں بادشاہی کرنا اور عالم دل میں حکومت کا سکہ بٹھانا آپ ہی کا حصہ ہے۔ ہر چند کہ آپ بے تخت و تاج کے شہنشاہ تھے لیکن تمام بادشاہ آپ کے خاک پا کے محتاج تھے۔)

کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جب فتوح کا دروازہ عالم غیب سے سلطان المشائخ پر کھلا اور دنیا نے چاروں طرف سے سمٹ سمٹا کر آپ کے غلاموں کی طرف رخ کیا تو آپ نے اس کے ساز و سامان کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ آپ کے دل مبارک کو خداوندی محبت نے ایسا ہر چہار طرف سے احاطہ کر لیا تھا کہ کسی چیز کی پروا نہ رکھتے تھے۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

چنان بروئے تو آشفتہ ام بہ بوئے تو مست
کہ نیستم خبر از ہر کہ در دو عالم ہست

(میں تیرے رخ انور پر اس درجہ شیفتہ اور تیری بو سے اس درجہ مست ہوں کہ دین و دنیا میں کسی چیز کی خبر نہیں رکھتا۔)

اور چونکہ آپ کا حقپذیر دل دنیا سے بالکلیہ متنفر تھا اس لیے دنیا کے ساز وسامان مہیا ہونے کی وجہ سے آپ ہمیشہ گریہ وزاری کیا کرتے تھے اگر کسی وقت کوئی وزنی اور قیمتی فتوح پہنچتی تو آپ اور بھی زیادہ آہ وبکا کرتے اور اس میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے کہ جہاں تک بن پڑے جلد تقسیم کر دیا جائے چنانچہ آپ آنا فانا پے در پے لوگوں کو بھیجتے اور مزید تاکید فرماتے کہ اس مال و دولت کو بہت جلد تقسیم کر دو۔ خدام عالی آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل کرتے اور مساکین و غربا کو تقسیم کر دیتے جب آپ یہ سنتے کہ اب سارا مال تقسیم ہو گیا اور محتاجوں کو پہنچا دیا گیا تو خاطرِ مبارک کو اطمینان ہوتا۔ آپ کا دستور تھا کہ ہر جمعہ کے دِن تجرید فرماتے اور تمام حجروں اور انبار خانوں کو یہاں تک خالی کر دیتے کہ جھاڑو دے دی جاتی۔ بعدہ جامع مسجد جاتے اور باطمینان نماز ادا کرتے اور اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی سلطان المشائخ کے دروازے پر حاضر ہوتا اور تحائف وہدایا پیش کرتا یا ان کے آنے کا دبدبہ وطنطنہ آپ کے مبارک کان میں پہنچتا تو سینۂ مصفا سے ایک سرد آہ کھینچتے کہ آہ یہ لوگ کہاں آتے اور درویش کی غارت کرتے ہیں آپ کبھی کبھی آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور فرماتے یہ تمام باتیں اس وجہ سے ہیں کہ جب میں نے جناب شیخ شیوخ العالم سے دہلی مراجعت کرنے کی اجازت چاہی تو رخصت کے وقت شیخ کبیر نے مجھے ایک غیاثی اشرفی خرچ راہ عنایت فرمائی اور رخصت کیا لیکن پھر فرمان پہنچا کہ آج اور رہ جاؤ کل چلے جانا چنانچہ میں نے اس روز توقف کیا۔ جب شیخ کبیر کی افطاری کا وقت پہنچا تو اس وقت آپ کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ مخدوم کے صدقہ میں مجھے ایک اشرفی خرچ راہ کے واسطے ملی ہے اگر حکم ہو تو اس سے افطاری کا سامان خرید لیا جائے شیخ شیوخ العالم میری یہ بات سن کر نہایت خوش ہوئے اور بندہ ضعیف کے بارے دعائے خیر کی۔ چنانچہ یہ حکایت نہایت بسط وشرح کے ساتھ شیخ شیوخ العالم کے مجاہدے کے بیان میں گزر گئی چکی ہے۔ الغرض اس کے بعد شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ نظام! میں نے تیرے لیے دنیا کی ایک کافی مقدار خدا سے طلب کی ہے۔ جوں ہی شیخ شیوخ العالم نے یہ فرمایا میں سر سے پاؤں تک کانپ اٹھا اور دل میں کہا آہ بہت سے بزرگ اسی دنیا کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے ہیں افسوس میرا کیا حال ہوگا بمجرد اس خیال کے گزرتے ہی شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو دنیا تمہارے لیے فتنہ نہ ہوگی۔ شیخ کی اس تقریر سے میں بہت خوش ہوا اور جنابِ الٰہی میں سجدہ شکر بجالایا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایک

رات کا ذکر ہے کہ اخیر شب کا وقت تھا میں دیکھتا ہوں کہ جماعت خانہ کے صحن میں ایک عورت جھاڑو دے رہی ہے میں نے پوچھا تو کون ہے جواب دیا میں دنیا ہوں اور مخدوم کے گھر کی جھاڑو دیتی ہوں میں نے کہا اے فتنہ میں ڈالنے والی تجھے میرے گھر سے کیا کام۔ جا میرے مکان سے باہر نکل ہر چند کہ میں اسے نکالتا تھا لیکن وہ گھر سے نہیں نکلتی تھی۔ ازاں بعد میں نے اپنی انگلی اس کی گدی پر رکھی اور مکان سے باہر نکال دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گلی اور کوچہ تک سے بھی باہر کر دیا لیکن پھر بھی اس مقدار کہ میری انگلی اس کی گدی پر پہنچی تھی میری طرف متوجہ رہی۔

سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں میں نو عمر اور کم سن تھا مولانا علاؤ الدین کے پاس بداؤں میں اصول پڑھتا تھا ایک دن مسجد میں تنہائی تھی اور میں سبق کی تکرار میں مصروف تھا اسی اثناء میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے زریں سانپ آواز دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے انہیں حیرت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا تمام سانپوں سے پیچھے میں نے ایک چھوٹا سانپ دیکھا جو کسی قدر ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا میں اپنی جگہ سے یہ کہہ کر اٹھا کہ دیکھوں تو سہی یہ معاملہ کیا ہے چنانچہ میں نے اپنا عمامہ اس سانپ پر ڈال دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ عمامہ کے نیچے سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے میں نے اپنا عمامہ اٹھالیا اور سونے کے ڈھیر کو وہیں پڑا ہوا چھوڑ دیا۔

سلطان المشائخ نظام الحق والدّین کی نسبت حاسدوں اور فتنہ انگیزوں کی سلطان علاؤ الدین خلجی کے دربار میں اس قسم کی چند باتیں جو آپ کے لائق نہ تھیں

کاتب حروف کے والد بزرگوار سید مبارک محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں حق تعالیٰ نے جناب سلطان المشائخ کو تمام مخلوق میں جلوہ گری دی اور آپ کی عظمت و کرامت کا نقارہ فلک و ملک کے کانوں میں پہنچا اور علما۔ مشائخ۔ امرا۔ سلاطین کی ایک جماعت آپ کے غلاموں کے زمرے میں داخل ہوئی یہ ضعیف کہتا ہے۔

قبلۂ خسروان روئے زمین   ہفت کشور ہمیشہ زیر نگیں

تاج شاهان زخاک درگہ تو   سروران خاک گشته دره تو
درگہ تست آسمان دگر   ماہ وخورشید پاسبانش نگر

(اے روئے زمین کے بادشاہوں کے قبلے ہفت اقلیم کی حکومت ہمیشہ تیرے زیر نگیں ہے بادشاہوں کے تاج تیری درگاہ کی خاک سے ہیں اور تمام تاجدار تیری راہ میں خاک ہو گئے ہیں۔ تیری درگاہ کے آسمان اور چاند سورج پاسبان ہیں۔)

فتنہ انگیز حاسدوں کے دل میں حسد کا کانٹا چھبنے لگا اور انہوں نے بادشاہِ وقت سلطان علاؤالدین خلجی کے کان میں پہنچایا کہ سلطان المشائخ ایک عالم کا مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا گیا ہے اور مخلوق میں سے کوئی خلق ایسی نہیں ہے جو اس کے دروازہ کی خاک کو سر کا تاج نہ جانتی ہو۔ حکیم سنائی نے کیا اچھا کہا ہے۔

هر که او خاک نیست بر درِ او   گر فرشته است خاک بر سر او

(جو شخص اس کے دروازہ کی خاک نہیں ہے اگرچہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اس کے سر پر خاک ہو۔)

نیز دشمنوں نے بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ سلطان المشائخ کے دستر خوان پر وہ قسم قسم کی نعمتیں چنی جاتی ہیں جن پر بہشت کی نعمتیں رشک کرتی ہیں۔ غرضیکہ اس جیسی اور بہت سی باتیں سلطان علاؤالدین کے کان میں ڈالیں اور اس کے دل میں یہ بات جمادی کہ مبادا سلطان المشائخ کی وجہ سے بادشاہ کی سلطنت میں خلل پیدا ہو جائے کیونکہ بعض گزشتہ بادشاہوں کی سلطنت اسی فرقہ کی بدولت درہم برہم ہو گئی ہے۔ چونکہ سلطان علاؤالدین ایک بڑا غیور اور نازک مزاج بادشاہ تھا صرف ایک ذرہ سی بات سے ملکی خیال پر ایک جہاں کو تہ تیغ کر ڈالنا اس کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی ادنیٰ سے جرم پر جیل خانوں کو بھر دینا اسے بہت آسان تھا۔ جب اس قسم کی بہت سی باتیں اس کے کان میں پہنچیں تو غیور بادشاہ کو خیال گزرا کہ ممکن ہے کہ یہ باتیں سچ ہوں کیونکہ یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ میرے تختِ سلطنت کے مقرب اور ملازم اور تمام رعایا اس کے غلام اور مرید ہو گئے ہیں۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

متابع اند تراچون سپهر خورد وبزرگ   مسخر اند تراچون زمانه پیر جوان

(تمام چھوٹے بڑے آسمان کی طرح تیرے تابع ہیں سب پیر و جواں زمانہ کی طرح تیرے مسخر ہیں۔)

سلطان علاؤالدین نے یہ باتیں ذہن نشین کر کے دل میں کہا کہ مجھے کوئی ایسا حیلہ اٹھانا چاہیئے جس سے سلطان المشائخ کے دل مبارک کا حال ظاہر ہو جائے اور آپ کا مافی الضمیر روشن و ہویدا ہو جائے اور ساتھ ہی یہ بات بھی برملا ہو جائے کہ آپ ان چیزوں کی طرف میل رکھتے ہیں کہ نہیں۔ بادشاہ نہایت دانشمند و پختہ کار تھا اس لیے اس نے یہ ترکیب نکالی کہ ایک تذکرہ کاتب سے لکھوایا جس میں چند باتیں سلطنت کے متعلق درج کی گئیں تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ چونکہ سلطان المشائخ مخدوم جہان ہیں اور جس شخص کو دینی یا دنیاوی حاجت پیش آتی ہے وہ آنحضرت کی ادنیٰ توجہ سے برآتی ہے اور حق تعالیٰ نے مملکت دنیا کی باگ اس بندہ کے ہاتھ میں دی لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کام و مصلحت مملکت میں پیش آئے اسے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کرے تاکہ حضور جس چیز میں سلطنت کی بھلائی و بہبودی اور اس بندہ کی خلاصی و رہائی دیکھیں اس کا حکم فرمائیں۔ میں اس کی تعمیل و بجا آوری میں کوشش کروں گا اور اپنی سلطنت کی بہبودی اور جان کی خلاصی اسی میں تصور کروں گا جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

تا کمر خدمت تو بر نہ بست   چرخ بخو رشید نشد تاجور

(جب تک آسمان تیری خدمت کے لئے مستعد نہیں ہوا وہ آفتاب کے ساتھ تاجور نہیں ہوا۔

اس بنا پر چند باتیں اس مقدمہ میں خدمتِ عالی میں عرض کی جاتی ہیں امید کہ قلم مبارک سے ہر بات کے تحت میں وہ چیز تحریر فرمائیں گے جس میں میری سلطنت کے کاموں کی خیریت اور بہبودی مدنظر ہو تاکہ بندہ ان پر عمل درآمد کر کے نجات دارین حاصل کر سکے ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

وَاریٰ الدمور المشکلات تمرقت   ظلماتھا عن رائہ المستوقدِ

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ مشکل کاموں کی تاریکیاں اس کی عقل سے دور ہوتی ہیں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

آسائش خلائق و آرائش جہان   درطلعتِ مبارک ورائے متین تست

(خلائق کی آرائش اور جہان کی آرائش تیری طلعت مبارک اور رائے متین میں ہے۔)

الغرض جب یہ تذکرہ مرتب کرا چکا تو اپنے محبوب فرزند خضر خان کو جو سلطان المشائخ کا معتقد و مر

ید تھا بلایا اور یہ مرتب کیا ہوا تذکرہ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ یہ کاغذ لے جا اور سلطان المشائخ کی قدم بوسی حاصل کر کے ان کے مبارک ہاتھ میں دے خضر خان کو یہ قصہ معلوم نہ تھا سلطان علاؤالدین کا فرمان لے کر سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہ کاغذ آپ کے دستِ مبارک میں دیا۔ سلطان المشائخ نے نہ تو اسے کھول کر دیکھا نہ مطالعہ فرمایا۔ بلکہ حاضرین مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم فاتحہ پڑھتے ہیں بعدہ ارشاد کیا کہ درویشوں کو بادشاہوں کے کام سے کیا تعلق میں ایک فقیر ہوں جو شہر اور اہلِ شہر سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں زندگی بسر کرتا ہوں اور بادشاہ نیز تمام مسلمانوں کی دعا گوئی میں مشغول ہوں۔ اگر بادشاہ کو میری یہ بات ناگوار ہو اور میرا یہاں رہنا پسند نہ کرتا ہو تو مجھ سے کہدے میں یہاں سے دوسری جگہ چلا جاؤں گا ارض اللہ واسعۃ خدا کی زمین کشادہ و وسیع ہے۔ جب خضر خان نے سلطان المشائخ کا یہ جواب سلطان علاؤالدین کو پہنچایا تو بادشاہ نہایت خوش ہوا کہا میں پیشتر ہی جانتا تھا کہ یہ باتیں سلطان المشائخ کی جناب میں کچھ نسبت نہیں رکھتی ہیں بلکہ دشمن چاہتے ہیں کہ مجھے مردان خدا کے ساتھ بھڑا دیں اور اس وجہ سے میرا ملک تباہ و برباد ہو جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے جناب سلطان المشائخ کی خدمتِ اقدس میں معذرت کی اور کہلا بھیجا کہ میں مخدوم کے معتقدوں کے زمرہ میں ایک بے ریا معتقد ہوں جو میں نے جرات و دلیری کی ہے امید ہے کہ حضور اسے معاف فرمائیں گے اور کمترین کو اجازت دیں گے کہ خود حاضر ہو کر پائبوسی کی سعادت حاصل کرے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بادشاہ کے آنے کی کچھ حاجت نہیں ہے میں غیبت میں اس کے لیے دعا کروں گا اور غیبت کی دعا میں جو اثر ہوتا ہے وہ سامنے کی دعا میں نہیں ہوتا۔ سلطان علاؤالدین نے پھر ملاقات کے لیے اصرار کیا اور نہایت الحاح و لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ وہ صرف ایک دفعہ حضوری کی اجازت دے دیجئے مگر آپ نے کہلا بھیجا کہ جس مکان میں میں رہتا ہوں اس کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازے سے آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔ نیز کاتب الحروف کے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ سلطان جلال الدین انار اللہ برہانہ نے اپنے زمانہ حکومت میں سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آنا چاہا اور ہر چند اس بارہ میں التماس کی لیکن سلطان المشائخ نے اسے اجازت نہیں دی اور وہ آپ کی پائبوسی کی سعادت حاصل نہیں کر سکا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے امیر خسرو کے ساتھ جو سلطان المشائخ کے مصحف بردار تھے اتفاق کیا اور مصلحت کی کہ میں بغیر اجازت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں

لیکن امیر خسرو نے یہی مناسب سمجھا کہ جلال الدین کے اس ارادہ کو اپنے مرشد کی خدمت میں ظاہر کرنا چاہیئے کیونکہ انہیں اس بات کا خیال تھا کہ اگر میں سلطان المشائخ کی خدمت میں اس امر کی اطلاع نہ دوں گا تو آپ مجھ سے بے حد رنجیدہ ہوں گے اور فرمائیں گے کہ باوجود یہ کہ تجھے معلوم تھا پھر مجھے خبردار کیوں نہیں کیا اگرچہ بادشاہ نے امیر خسرو سے ایک بھید کی بات کہی تھی اور انہیں اس بات کا خوف تھا کہ جلال الدین مجھ سے سخت ناراض ہوگا لیکن انہوں نے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی اور سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ کل سلطان جلال الدین خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگا سلطان المشائخ نے یہ سنتے ہی اس وقت اجودھن کا قصد کر دیا اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو امیر خسرو سے سخت ناراض ہوا۔ اور عتاب آمیز خطاب کیا کہ تم نے ہمارے بھید کو برملا کر دیا اور میرے ارادہ کی سلطان المشائخ کو خبر کر دی اور میں تمہاری وجہ سے سلطان المشائخ کی قدم بوسی کی سعادت سے محروم و بے نصیب رہا۔ امیر خسرو نے نہایت دلیری و آزادی کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے بادشاہ کی رنجش سے صرف جان ہی کا خوف تھا لیکن سلطان المشائخ کی رنجش سے ایمان کے جاتے رہنے کا قوی اندیشہ تھا۔ چونکہ بادشاہ دانا و عقلمند تھا امیر خسرو کے اس جواب کی تعریف کی اور انہیں معذور رکھا۔

سلطان المشائخ نظام الحق والدّین کا شیخ الاسلام بہاءُ الدین زکریا کے نواسے جناب شیخ الاسلام رکن الحق والدین قدس اللہ سرہم العزیز سے ملاقات کرنا

کاتبِ حروف نے سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ سلطان المشائخ کو شیخ رکن الحق والدین سے بہت دفعہ ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک دفعہ سلطان علاؤ الدین کے فرزند رشید سلطان قطب الدین کے عہد حکومت میں اور اس دفعہ یوں ملاقات ہوئی کہ شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ شہر ملتان سے شہر دہلی کو آتے تھے جب دہلی کے قریب آ پہنچے تو سلطان المشائخ آپ کے استقبال کے لیے تشریف لے گئے۔ جناب شیخ رکن الدین کا گزر حوض علائی پر ہوا جہاں

آپ صبح کی فرض نماز میں مشغول تھے سلطان المشائخ اس مقام پر پہنچے اور شیخ رکن الدین سے ملاقات کی شیخ رکن الدین نہایت تعظیم وتوقیر سے پیش آئے لیکن یہ ملاقات وصحبت بہت تھوڑی دیر رہی اور آپ فوراً وہاں سے پلٹ آئے۔ جب شیخ رکن الدین سلطان قطب سے ملے تو اس نے دریافت کیا کہ اس شہر کے بزرگوں میں سے اول آپ سے کس نے ملاقات کی جواب دیا کہ جو اس شہر کے تمام باشندوں میں زیادہ بہتر و بزرگ تھا۔ یعنی سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز دوسری دفعہ ان دونوں بزرگوں میں یوں ملاقات ہوئی کہ جب شیخ رکن الدین نے سنا کہ سلطان المشائخ کیلوکھری کی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کیا کرتے ہیں تو آپ جمعہ کے دن کیلوکھری کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور شمالی دروازہ کے قریب جولب دریا کی طرف واقع ہے بیٹھ گئے اور سلطان المشائخ بھی اپنے مقررہ و معہودہ مقام میں جنوبی دروازے کے متصل بائیں طرف بیٹھ گئے اسی اثناء میں کسی نے سلطان المشائخ کو خبر دی کہ شیخ رکن الدین اس مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ مسجد کے ان دونوں دروازوں کے مابین ایک وسیع صحن اور مسافتِ بعید ہے جب سلطان المشائخ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے تو اٹھ کر اس مقام پر پہنچے جہاں شیخ رکن الدین تشریف رکھتے تھے چونکہ شیخ رکن الدین ہنوز نماز میں مشغول تھے اس لیے سلطان المشائخ آپ کے پس پشت بیٹھ گئے۔ شیخ رکن الدین جب اپنی مشغولی سے فارغ ہوئے تو دونوں بزرگوں نے باہم ملاقات کی اور مصافحہ و معانقہ بجالائے۔ دونوں طرف سے کسی قسم کی تقصیر ظہور میں نہیں آئی اور جوانمردی وکرم میں دونوں مساوی درجہ میں رہے۔ شیخ رکن الدین نے کمال مہربانی اور لطف سے حضرت سلطان المشائخ کا دست مبارک پکڑا اور وہاں سے اٹھ کر باتیں کرتے ہوئے جنوبی دروازہ کی طرف چلے جہاں سلطان المشائخ ہمیشہ تشریف رکھا کرتے تھے خدام نے شیخ رکن الدین کا ڈولہ بھی اسی دروازہ پر لگا دیا۔ جب یہ دونوں بزرگ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے جنوبی دروازہ کی چوکھٹ پر پہنچ گئے تو شیخ رکن الدین نے کمال اعزاز و تعظیم سے سلطان المشائخ کو فرمایا کہ اول ڈولہ میں آپ سوار ہو جائیے۔ سلطان المشائخ نے بھی کمال تعظیم کی اور فرمایا اول آپ سوار ہو جیئے اسی باہمی حیث بحث میں توقف ہوا اور انجام کار شیخ رکن الدین اول سوار ہوئے۔

تیسرے مرتبے کی ملاقات کی بابت یوں نقل کیا جاتا ہے کہ کاتب حروف کے عم بزرگوار ملک السادات سید کمال الدین احمد بن محمد کرمانی بادشاہِ وقت کے محل کے دروازے پر کھڑے تھے جب

وہاں سے لوٹے تو شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ کو غیاث پور کی طرف آتے دیکھا فراست سے معلوم کیا کہ آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتے ہیں یہ دیکھ کر انہوں نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور بڑی عجلت کے ساتھ سلطان المشائخ کے خطیرہ میں پہنچے تا کہ آپ کو شیخ رکن الدین کے آنے کی خبر دیں سلطان المشائخ اس دن خطیرہ میں تشریف رکھتے تھے یہ ایک نہایت عالیشان مکان تھا جو حوض اور چبوترہ کے اوپر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور خواجہ جہاں احمد ایاز کی طرف منسوب کیا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں یہ عمارت بننا شروع ہوئی تھی تو شیخ حسن برہنہ سر نے بڑے اہتمام اور صرف کے ساتھ اس کی تعمیر کرائی تھی غرضیکہ اس وقت سلطان المشائخ اس بارگاہ میں تشریف رکھتے تھے جب آپ نے شیخ رکن الدین کے آنے کی خبر سنی تو اس بات کا یقین نہیں کیا اور فرمایا کہ اس سمت میں اندر پت بھی ہے ممکن ہے کہ شیخ رکن الدین بزرگوں کی زیارت کے لیے اس اطراف و جوانب میں جاتے ہوں لیکن پھر اقبال خادم سے کہہ دینا چاہیئے کہ کھانا تیار رکھے اور عمدہ و نادر تحائف بہم پہنچائے۔ جب شیخ رکن الدین اندر پت کی راہ سے منحرف ہوئے اور سلطان المشائخ کے خطیرہ کے جانب متوجہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کا ڈولہ بیچ کے گنبد کی عین دہلیز تک پہنچ گیا تو سلطان المشائخ کوٹھے کے اوپر سے نیچے تشریف لائے اور صفہ ستون کے درمیان ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ شیخ رکن الدین کا ڈولہ اسی صفہ ستون کے اندر اتارا گیا اور چاروں طرف لوگوں نے سلام کرنا شروع کیا۔ چونکہ اس زمانہ میں شیخ رکن الدین کے پاؤں مبارک میں کوئی اس قسم کا صدمہ پہنچا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ ڈولہ سے نیچے اتر نہیں سکتے تھے اس لیے آپ نے باوجود کوشش بلیغ کے فرمایا کہ میں اتر نہیں سکتا تم لوگ مجھے ڈولہ سے اتارو لیکن سلطان المشائخ کے مزاج میں چونکہ انتہا سے زیادہ تواضع تھی اور عام اخلاق انتہا سے زیادہ تھا اس لیے آپ نے شیخ رکن الدین کو ڈولے سے اترنے نہیں دیا۔ شیخ رکن الدین تو ڈولہ ہی میں بیٹھے رہے اور جناب سلطان المشائخ آپ کے ڈولہ کے متصل قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک دونوں حضرات باہم مکالمہ اور محاورے میں مشغول ہوئے اس اثناء میں مولانا عماد الملۃ والدین اسمٰعیل جو شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہما العزیز کے صوری و معنوی بھائی تھے فرمانے لگے کہ آج ان دونوں بزرگوں کے وجود باجود سے یہ مجلس نہایت ہی بابرکت ہے اور حقیقت میں خیر المجالس اسی مجلس کی نسبت کہا جاتا ہے جس میں علمی بحث کا چرچا ہو۔ مولانا عماد الدین نے اپنی اس تقریر کا

سلسلہ ختم کرنے کے بعد سلطان المشائخ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کوئی علمی بحث چھیڑ دیجئے لیکن سلطان المشائخ نے بجز سکوت کے کوئی جواب نہیں دیا اور شیخ رکن الدین بھی خاموشی کے ساتھ بیٹھے سنا کیئے ازاں بعد مولانا عمادالدین نے سوال کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اس میں کیا حکمت مضمر تھی۔ شیخ رکن الدین نے سلطان المشائخ کی طرف توجہ کی اور جواب کی بابت التماس کی لیکن ساتھ ہی سلطان المشائخ شیخ رکن الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ آپ ہی بیان فرمائیے شیخ رکن الدین نے جواب کی تقریر یوں کرنا شروع کی کہ نبوت کے درجات۔ وکمالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روز ازل سے مقدر ہو چکے تھے ان کی تکمیل ایک وقت خاص پر موقوف و منحصر تھی چنانچہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے اور اصحاب صفہ میں نشت و برخاست کی تو آپ کے درجات وکمالات مکمل ہو گئے۔ جب شیخ رکن الدین نے اپنی تقریر کا سلسلہ اس طرح ختم کیا۔ تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس ضعیف کے دل میں ایک وجہ گزرتی ہے جسے میں نے کسی تفسیر اور کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور آپ کا ارشاد مکیوں کو پہنچا تھا اور اس دولت و برکت سے مشرف ومعزز ہوئے لیکن ناقصین کی جماعت جو مدینہ طیبہ میں تھی اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نہ پہنچ سکتی تھی خدا تعالیٰ کی رحمت نے ان کے حال پر جوش کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان ایزدی پہنچا کہ مکہ سے مدینہ میں ہجرت کیجئے تاکہ آپ کے کمالات سے ان ناقصوں کی تکمیل ہو اور آپ کا فیض ان کے شامل حال ہو۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ان دونوں بزرگانِ دین کے جوابوں سے جو اس مقام میں تحریر ہوئے ہیں دونوں حضرات کی عظمت وکمال بخوبی ظاہر ہوتے ہیں اور ہر جواب کے تحت میں ہر شخص کے علمی تبحر اور باطنی فیض کی جھلک نمایاں ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ ان دونوں بزرگواروں میں ہر ایک نے دوسرے کی ایسی لطیف عبارات سے تعظیم کی ہے جس کا بیان بہت مشکل ہے۔ الغرض جب سلطان المشائخ کے خدام نے دستر خوان بچھانے کا ارادہ کیا تو سب نے متفق ہو کر کاتب حروف کے والد بزرگوار کی طرف رخ کیا اور عرض کیا کہ یہ کام آپ کا ہے ہم میں سے کسی کو اتنی مجال نہیں کہ ان دو بزرگوں کے سامنے دستر خوان بچھائیں چنانچہ میرے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ان بزرگواروں کے

سامنے کھانا لے گیا تو شیخ رکن الدین کے ڈولے پر محتاجوں کی عرضیوں اور کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا۔ میں روٹیاں رکھنے اور جگہ وسیع کرنے کے لیے ان کاغذات کو ایک طرف جمع کر رہا تھا کہ اثناء میں شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سلطان المشائخ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ تم جانتے ہو کہ یہ کاغذ کیسے ہیں بعدہ خود فرمایا کہ اس زمانہ کے مساکین کی عرضیاں ہیں جب میں بادشاہ کے پاس جاتا ہوں تو محتاج لوگ اپنی عرضیاں دیتے ہیں تا کہ ان کی مہمات انجام کو پہنچیں لیکن افسوس آج انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ میں بادشاہ دین کے پاس جاتا ہوں یہ باتیں سن کر سلطان المشائخ حسن عبارت اور الطاف و اخلاق سے بے حد معذرت کرتے تھے اور گردن جھکائے بیٹھے رہے جب دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا چنا گیا تو سرکہ انگور کا سکورہ شیخ رکن الدین سے کسی قدر فاصلہ پر تھا اس لیے شیخ رکن الدین نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ سکورہ میرے پاس لاؤ اس وقت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ خوب چیز ہے۔ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ترش بھی اسی وجہ سے ہے سلطان المشائخ نے جواب میں فرمایا کہ اس کے عزیز ہونے کی یہی وجہ ہے۔ الغرض جب سب لوگ تناول کر چکے اور دستر خوان اٹھالیا گیا تو سلطان المشائخ کے خادم اقبال نامی بیش قیمت پارچہ کے قطعات اور ایک نہایت خوبصورت کنگھا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی باریک کپڑے میں باندھ کر شیخ رکن الدین کے سامنے لایا کپڑا اس قدر باریک تھا کہ اس میں سے اشرفیوں کی سرخی کی جھلک نمودار ہوتی تھی جب شیخ رکن الدین کی نظر اشرفیوں کی تھیلی پر پڑی تو آپ نے فرمایا استر ذھبک یعنی اپنی اشرفیوں کو ڈھانک لو اس پر سلطان المشائخ نے برجستہ فرمایا استر ذھبک و ذھابک و مذھبک یعنی اپنے زر کو اور اپنے جانے کو اور جانے کی جگہ چھپالو۔ سلطان المشائخ کے ان پر مغز اور عاقلانہ مقولوں سے غوامض سلوک کے مستنبط خواجہ محمد بدر الدین اسحاق کے داماد کریم الدین نے جو شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس سرہ کے پوتے ہوتے ہیں عجیب و غریب معنی واستنباط کیے ہیں وہ فرماتے ہیں جناب شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ استر ذھبک تو اس کا مفہوم بالکل معلوم اور ظاہر ہے محتاج بیان نہیں لیکن سلطان المشائخ نے جو ان کے جواب میں فرمایا کہ استر ذھبک وذھابک ومذھبک تو البتہ آخر کے یہ دونوں لفظ غور طلب ہیں اور اس محل میں جو کچھ ان سے سمجھا جاتا ہے معرض بیان میں لایا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اس رستہ کے معاملہ سلوک کو مخفی و پوشیدہ رکھنا نہ صرف ضرور و واجب

ہے بلکہ فرض ہے تا کہ یہ دینی معاملہ منظرِ عام میں نہ آئے اور خلائق کا منظورِ نظر نہ ٹھہرے کیونکہ خلق کی نظر ایک نہایت ہی قوی آفت ہے جس کا دفعیہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ خدا تعالیٰ ایک برگزیدہ اور منتخب بندہ پر اپنا کرم کرتا اور مقام محبت سے درجہ محبوبیت میں پہنچاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ ہرگز منظور نہیں ہوتا کہ محبوب خدا کے معاملہ پر کسی کو اطلاع دے۔ پس ایک ایسی چیز اس کے حال کے نامزد کرتا ہے جس پر ظاہر میں مخلوق کی نظر پڑتی ہے اور خلق اس چیز کی گفتگو میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس محبوب کا معاملہ پردہ میں مستور و مخفی رہتا ہے یہاں تک کہ جب خدا کے دوستوں میں سے کسی دوست کے پاؤں کو دنیا اور اس کا جاہ جلال بوسہ دیتے ہیں تو وہ اس سے محض بیزار و متنفر ہوتا ہے اور اس کا باطن خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسا مستغرق و محو ہوتا ہے کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی اور دین و دنیا کی طرف میل نہیں کرتا اگرچہ خلق کی نظر دنیا کے مسخر و فرمانبردار ہونے پر پڑتی ہے لیکن وہ نہایت اطمینان اور دلجمعی سے خدا تعالیٰ کی محبت کے سجادہ پر راسخ و مستقیم رہتا ہے۔

تاذوق درونم خبرے میدھد از دوست — از طعنۂ دشمن بخدا گر خبرستم

(جب تک میرا دلی ذوق دوست کی خبر دیتا ہے اس وقت تک بخدا طعنہ دشمن کی مجھے خبر نہیں ہوئی۔)

اس وجہ سے اس قسم کا ولی اغیار کی نظروں سے محفوظ و مامون رہتا اور عالم مشاہدہ و قرب میں ہر روز بلکہ ہر ساعت مزید ترقی کرتا ہے۔ پس یہ دونوں لفظ یعنی ذہابک و مذہبک۔ استر ذہبک کے جواب میں نہایت درست اور چسپاں ہیں۔ الغرض شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کپڑے اور اشرفیاں قبول نہ کیں اور جب خدام سلطان المشائخ نے شیخ کا اصرار و انکار دیکھا تو ان تحفوں کو شیخ رکن الدین کے بھائی مولانا عماد الدین اسمٰعیل کے سامنے پیش کیا مگر عماد الدین نے بھی شیخ رکن الدین کی موافقت کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ اسی اثناء میں شیخ رکن الدین نے مولانا عماد الدین کو اشارہ کیا کہ تم سلطان المشائخ کے عطیات کو رد نہ کرو بلکہ بخوشی قبول کرو۔ چنانچہ مولانا عماد الدین نے جو کثرت علم و فضل اور ورع و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے اپنے شیخ کا اشارہ پاتے ہی سلطان المشائخ کے تحائف کو قبول کر لیا۔ چوتھی مرتبہ سلطان المشائخ اور شیخ رکن الدین میں باہم ملاقات یوں ہوئی کہ جناب سلطان المشائخ بیمار پڑے اور شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ العزیز آپ کی عیادت کے لیے آئے یہ زمانہ عشرۂ ذی الحجہ کا تھا جب دونوں بزرگواروں میں ملاقات ہوئی تو شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ یہ عشرہ ذی الحجہ ہے اس زمانہ میں ہر شخص حج کی سعادت حاصل کرنے کی

کوشش کرتا ہے لیکن میں نے سلطان المشائخ کی زیارت حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ حج کا ثواب حاصل ہو شیخ رکن الدین کی یہ تقریر سن کر سلطان المشائخ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور انواع کرم کے ساتھ معذرت کی۔ پانچویں مرتبہ ان دونوں حضرات کی باہمی ملاقات کا یہ سبب ہوا کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی بیماری نے شدت پکڑی اور روز بروز مرض کو غلبہ ہوتا گیا یہاں تک کہ غلبہ محبت و عشق کی وجہ سے دن میں کئی کئی مرتبہ غائب ہو جاتے اور پھر کئی کئی مرتبہ حاضر ہوتے ایسی حالت میں شیخ رکن الدین آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

خنک آن رنج که یارم بعیادت بسر آید درد مندان بجز این دوست ندارند دوارا

(وہ رنج و مرض نہایت مبارک ہے جس میں عیادت کے لئے میرا دوست میرے پاس آئے کیونکہ دردمند بجز اس دوست کے اور کوئی دوا نہیں رکھتے۔)

جس وقت شیخ رکن الدین تشریف لائے تو جناب سلطان المشائخ چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور اتنی طاقت نہ تھی کہ چارپائی سے نیچے اتر سکیں ملاقات کے بعد ہر چند سلطان المشائخ نے شیخ رکن الدین کو اپنی چارپائی پر بٹھایا لیکن وہ نہیں بیٹھے۔ انجام کار کرسی لائی گئی اور شیخ رکن الدین کرسی پر جلوہ آرا ہوئے۔ تمام یارانِ مجلس سخت متحیر تھے کہ اس وقت سلطان المشائخ عالم تحیر میں ہیں باہم مکالمہ اور سوال و جواب کس طرح ہوگا لیکن سلطان المشائخ اپنے اس کمال کیوجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے آپ میں ودیعت رکھا تھا ہوش وحواس میں آئے اور شیخ رکن الدین سے باتیں کرنے میں مشغول ہوئے۔ شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الانبیاء یخیرون عند الموت یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو موت کے وقت اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو ہمیشہ دنیا میں رہیں اور چاہیں تو اپنے مولا کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مامن نبی یموت الاویتخیر۔ یعنی جب کسی نبی کو موت آتی ہے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے۔ اور اولیا انبیا کے خلفا اور ورثا ہیں اور جب یہ ہے تو انہیں بھی اختیار حاصل ہے کہ خواہ دنیا میں رہیں خواہ مولا کے پاس چلے جائیں۔ جب یہ قصہ ہے تو سلطان المشائخ کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کی جس کے ساتھ حقیقت میں تمام جہان کی زندگی وابستہ اور متضمن ہے رب العالمین کی درگاہ سے چند روز کے لیے درخواست کریں۔ یہاں تک کہ ناقصوں کو کمال حاصل ہو جائے اور وہ نقص کے درجے

سے نکل کر تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائیں۔ سلطان المشائخ شیخ رکن الدین کی یہ تقریر سن کر پرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہا کر فرمانے لگے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ فرما رہے ہیں۔ نظام! تیرا اشتیاق ہمیں انتہا سے زیادہ ہے۔ جوں ہی یہ کلمہ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا۔ شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ اور تمام حاضرین مجلس زار و قطار رونے لگے اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد شیخ رکن الدین اپنے مکان کی طرف لوٹ گئے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ اس بندہ نے شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی سعادت اپنے جد مادرین جناب مولانا شمس الدین دامغیانی کے ہمراہی میں حاصل کی ہے۔ شہر دہلی میں تغلق کے عہد میں۔ اور آپ کے دستر خوان کا حق نمک اس بندہ کے ذمہ ثابت ہوا ہے۔

سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بعض کرامتوں کا بیان

جناب سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ ایک دن ایک مجمع میں تشریف رکھتے تھے اور خواجہ محمود پٹوے بھی جو شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے با اخلاص و بے ریا مرید تھے اس مجمع میں موجود تھے اثناء گفتگو میں خواجہ محمود بیان کرنے لگے کہ میں ابتدائے حال میں خواب میں لطیف اور صاحبِ جمال صورتیں دیکھتا تھا اور اسی قسم کی بہت سی حکایتیں لگاتار بیان کرنے لگے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس قسم کی باتیں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں چار پائی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ چاند کی صورت میں آیا اور میری چار پائی کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ایک درویش دروازہ پر کھڑا ہوا ہے بعدہ فرمایا کہ چار شنبہ کے روز استوا کے وقت ایک نور آسمان سے نیچے اترتا ہے اور جب شنبہ کا دِن ہوتا ہے تو آفتاب نکلنے کے بعد وہ نور آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں کھانا لے گیا۔ اثناء راہ میں اس کے دل میں خیال گزرا کہ اگر سلطان المشائخ اپنے دستِ مبارک سے میرے منہ میں ایک لقمہ دیں تو میری بڑی خوش قسمتی اور کامیابی کی دلیل ہے چنانچہ اس کا بیان ہے کہ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت دستر خوان اٹھ چکا تھا اور آپ پان چبا رہے تھے۔ جوں

ہی میں حاضر ہوا آپ نے دہنِ مبارک سے پان نکالا اور دست مبارک سے میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ لے یہ اس سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند عزیزوں کو سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق پڑا۔ ان میں ایک دانشمند بھی تھا جو ہنوز سلطان المشائخ کی کرامت کا معترف نہ تھا اتفاق سے ان عزیزوں نے آپ کی خدمت پیش کرنے کے لیے مختلف اقسام اور متعدد قیمتوں کی مٹھائیاں خریدیں اس دانشمند نے کہا کہ یہ مختلف ہدیئے ایک جگہ جمع کر کے سلطان المشائخ کے سامنے رکھنا خادم سب اٹھا کر آپ کی نظر کر دے گا یہ کہہ کر اس نے رستہ میں سے تھوڑی سی خاک اٹھائی اور ایک کاغذ کی پڑیا باندھ کر اپنے پاس رکھ لی۔ جب سب لوگ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے اور ہر شخص نے اپنی لائی ہوئی شیرینی آپ کے سامنے پیش کی تو اس دانشمند نے بھی کاغذ کی پڑیا مٹھائی میں رکھ دی خادم نے دستور کے موافق مٹھائی اٹھانی شروع کی اور اس کے ساتھ ہی کاغذ کی پڑیا بھی اٹھانے لگا۔ سلطان المشائخ نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس پڑیا کو یہیں چھوڑ دے کیونکہ یہ سرمہ خاص ہماری آنکھوں کے لگانے کا ہے۔ سلطان المشائخ کی زبانِ مبارک سے یہ لفظ نکلتے ہی دانشمند نے توبہ کی اور آپ کی کرامت کا بدل معترف ہوا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے اسے خلعت خاص سے مشرف فرمایا اور دل جوئی کر کے ارشاد کیا کہ اگر تجھے وظیفہ یا روٹی کی حاجت ہے تو ہم سے بیان کرتا کہ ہم اس کا انتظام کر دیں۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں گھر سے وضو کر کے سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا چونکہ میں نے تجدید وضو نہیں کی تھی اس لیے میرے دل میں ایک طرح کی تشویش تھی سلطان المشائخ نے باطنی نور سے دریافت کر لیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ سید اجل کا فرزند میرے پاس آیا۔ ہر چند کہ میں اس سے باتیں کر رہا تھا لیکن حاضر نہیں پاتا تھا آخر کار میں نے کہا سید! کیا حال ہے کہ میں تمہیں غائب دیکھتا ہوں جواب دیا کہ مخدوم میں نے گھر میں وضو کیا تھا لیکن دوسری مرتبہ نیا وضو نہیں کیا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ اس وجہ سے میرے دل میں تردد و تشویش ہے۔ میں نے کہا سید! جاؤ وضو کر کے آؤ اور فارغ البالی اور خاطر جمعی سے بیٹھو۔ قاضی محی الدین کاشانی کہتے ہیں کہ جوں ہی خواجہ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکل کر میرے کان میں پہنچے میں فوراً اٹھ کر آداب خدمت میں بجالایا اور عرض کیا کہ مخدوم! یہی میرا بھی واقعہ ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ۔ ایک دن دو یار سلطان المشائخ کی

خدمت میں ساتھ ہو کر آئے ان میں سے ایک شخص نے بے احتیاطی سے وضو کیا تھا جب دونوں سلطان المشائخ کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے جو بات سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نکل کر ان کے کانوں میں پہنچی وہ یہ تھی کہ وضو میں اچھی طرح احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ الوضوء سر من اسرار اللہ یعنی وضو خدا کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین کے عہد حکومت میں۔ میں بے گناہ قید میں ڈالا گیا تھا۔ جب میرے قید کے زمانہ نے طول کھینچا تو میں نے ایک شخص کی زبانی سلطان المشائخ سے کہلا بھیجا کہ میں بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا ہوں اور کوئی میری خبر نہیں لیتا۔ اس صورت میں میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ سلطان المشائخ نے میرے پاس تین کندوریاں بھیجیں اور فرمایا کہ ان میں سے ایک کندوری روزمرہ کھالیا کرو میں نے ایسا ہی کیا خدا کی شان کہ تیسرے دن مجھے قید خانہ سے رہائی ہوگئی۔ مولانا جیہہ الدین پائلی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار پڑا۔ دِق کا آغاز ہوگیا تھا۔ طبیبوں نے متفق ہو کر مجھے مشورہ دیا کہ کسی ایسے باغ میں سکونت رکھو جو لب دریا واقع ہو۔ میں نے کہا کہ باغ میں تنہا سکونت کرنا دشوار ہے اور سلطان المشائخ کا مکان لب دریا ہے میں وہاں جا کر چند روز رہ سکوں گا چنانچہ طبیب کی تجویز ہوئی دوائیں ساتھ لے کر سلطان المشائخ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ روزہ افطار کر چکے تھے چونکہ موسم جاڑے کا تھا ایک شخص تازہ منڈیاں آپ کے لیے لایا تھا جسے آپ تصدکہ کے طور پر تناول فرما رہے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم آؤ اس میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ چونکہ مجھے دِق کی ابتدا تھی اور منڈی گرم ہوتی ہے اس لیے میں آپ کے ساتھ اول اول شریک ہوتے ہوئے ہچکچایا لیکن پھر آپ کے حکم کے بموجب شریک ہوگیا۔ جب میں اسی جلسہ میں حضور سلطان المشائخ کے پاس سے اٹھا تو اپنے تئیں کامل تندرست اور بالکل صحیح سالم پایا حتی کہ اس کے بعد محتاج علاج نہیں ہوا۔ مولانا بدرالدین جنہیں سلطان المشائخ کا رفیق بھی کہا جاتا تھا اور جو نہایت منصف مزاج اور راستباز شخص تھے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات سلطان المشائخ کی دہلیز میں ایک اونٹ دیکھا جو کھڑکی کے باہر کی طرف سے آیا اور سلطان المشائخ کے حجرے کے متصل کھڑکی کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ سلطان المشائخ اونٹ پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر ہوا میں اڑ گیا میں یہ دیکھ کر

بے خود ہو گیا۔ اور جب ایک زمانہ گزر گیا تو ہوش میں آیا مگر نیند اُچٹ گئی تھی ساری رات جاگتا اور چار پائی پر کروٹیں بدلتا رہا۔ پچھلی رات کو صبح ہوتے دیکھا کہ وہی اونٹ آیا اور اسی کھڑکی کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ سلطان المشائخ نے کھڑکی کھولی اور حجرہ کے اندر تشریف لائے اور اونٹ لوٹ گیا۔ کاتب حروف نے نہایت معتبر اور ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ شیخ نجم الدین صفاہانی پورے سات سال تک خانۂ کعبہ کے مجاور رہے انہوں نے حرم کے متصل اپنی سکونت کے لیے ایک مکان تیار کیا تھا جہاں سے بیٹھ کر ہمیشہ خانۂ کعبہ پر نظر پڑتی تھی شیخ نجم الدین کا اہل کمال کے زمرہ میں شمار کیا جاتا تھا اور آپ اولیاء اللہ میں بڑے رتبہ کے شخص تھے۔ ایک دن مکہ کے مجاوروں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آج سلطان المشائخ ایک عالم کے مقتدا و پیشوا ہیں اور بندگانِ خدا کو مقصد پر پہنچاتے ہیں لیکن خانۂ کعبہ کی زیارت کو نہیں آتے اور حج کی دولت سے مشرف نہیں ہوتے شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ سلطان المشائخ اکثر اوقات فجر کی نماز کے وقت خانۂ کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں اور جماعت میں ہماری موافقت کرتے ہیں کاتب حروف عرض کرتا ہے ممکن ہے کہ یہ اونٹ جس پر سوار ہو کر سلطان المشائخ سیر کو جاتے تھے فرشتہ ہو جو غیب سے آتا اور سلطان المشائخ کو خانۂ کعبہ میں لے جاتا ہو۔ خواجہ ابو بکر وراق جو حضرت سلطان المشائخ کے شرف قربت اور مصلا داری کے ساتھ مشرف و ممتاز تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے مجھے اپنا جبہ خاص عنایت فرمایا۔ میں اس عطیہ اور بخشش کے شکرانہ میں چند چیزیں مرتب کرنے لگا کہ سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کروں۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے کہا کہ تم نے شکرانہ کا اس درجہ اہتمام کیا ہے کہ یہ جبہ ان کی قیمت میں برابر سرابر پڑ رہے گا۔ میں اس بات سے نہایت منغص و پریشان ہوا لیکن جب میں اپنا مرتب کیا ہوا شکرانہ سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گیا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس میں سے صرف سیر بھر گھی لے لو باقی واپس کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کوئی چیز نہیں ہے براہ عنایت جو کچھ میں لایا ہوں اسے نظر قبول سے دیکھیں۔ سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا کہ مبادا کہ میرا جبہ ان کی قیمت میں برابر سرابر پڑے سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اس سے پیشتر میں غیاث پور سے کیلوکھری کی مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے پاپیادہ جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گرمی کا موسم تھا دھوپ نہایت تیز اور سخت پڑ رہی تھی گرم ہوائیں بڑی تندی و تیزی کے ساتھ چل رہی تھیں اور رستہ دور کا تھا یعنی غیاث پور

سے مسجد کیلو کھری تک پورے ایک کوس کی مسافت تھی اور ان تمام باتوں کے ہوتے میں روزے سے تھا چلتے چلتے میرا سر گھومنے لگا اور پیاس کا غلبہ ہوا۔ میں ایک دکان میں بیٹھ گیا اور خیال آیا اگر اس وقت کوئی سواری ہوتی تو اس پر سوار ہو کر مسجد تک پہنچ جاتا اس کے بعد فوراً ہی شیخ سعدی کی یہ بیت میرے دل میں گزری۔

ماقدم از سر کنیم در طلب دوستان　　راہ بجائے نہ برد ہر کہ باقدام رفت

(ہم دوستوں کی طلب میں سر کو قدم بناتے ہیں کیونکہ جو شخص اس راہ میں قدم کے ساتھ چلتا وہ منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔)

لہٰذا میں نے اس خطرہ سے توبہ کی اس کے تین دن بعد شیخ ملک یار پرّان کا خلیفہ میرے پاس ایک خوبصورت گھوڑی لایا اور کہا کہ اسے قبول کیجئے میں نے کہا کہ تم خود درویش ہو تم سے یہ ہدیہ کیونکر قبول کروں خلیفہ نے جواب دیا کہ آج تیسری شب ہے کہ شیخ ملک یار پرّان رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے خواب میں فرمایا ہے کہ یہ گھوڑی فلاں شخص کے پاس لے جا اور ان کی نظر کر۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے جواب دیا کہ تمہارے شیخ نے بیشک ایسا فرمایا ہے لیکن تاوقتیکہ میرے شیخ اس ہدیے کو قبول کرنے کی اجازت نہ دیں گے میں کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب رات ہوئی اور میں حسبِ معمول سویا تو جناب شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کو خواب میں دیکھا آپ مجھے فرمار ہے ہیں کہ نظام! ملک یار پرّان کی خاطر سے گھوڑی قبول کر لو جب دوسرا دن ہوا تو پھر شیخ ملک یار پرّان کا خلیفہ آیا اور گھوڑی پیش کی میں نے اسے خدا کا فرستادہ سمجھ کر قبول کر لیا اس روز سے پھر کوئی موقع ایسا نہیں ہوا کہ میرا گھر گھوڑے سے خالی رہا ہو ایک عرصہ کے بعد میں نے وہ گھوڑی اپنے بھانجے خواجہ محمد کو دے دی۔ جب سلطان المشائخ یہ حکایت نقل کر چکے تو قاضی محی الدین کاشانی نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من عبداللہ فی الحرات قضی اللہ حوائجہ بالخطرات یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کی جلتی دھوپ اور گرمی میں پرستش کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں خطرات سے برلاتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عزیز نے سلطان المشائخ کے روزہ افطار کرنے کے وقت خیال کیا کہ اگر سلطان المشائخ اس پانی کا بقیہ مجھے عنایت کریں جس سے آپ روزہ افطار کریں گے تو میں جانوں گا کہ آپ صاحب کرامت ہیں۔ اسی اثناء میں سلطان المشائخ نے افطار سے بچے ہوئے پانی کی نسبت فرمایا کہ یہ پانی اس عزیز کو دیدو چنانچہ اس نے فوراً توبہ کی اور اپنی لغزش سے استغفار کی۔ جب سلطان المشائخ

کھانے سے فراغت پا کر بالا خانہ پر تشریف لائے اور اپنے معمولی مقام پر بیٹھے تو اس عزیز کو دوسرے یاروں کے ساتھ طلب کیا جب سب خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے تو سلطان المشائخ نے فرمایا عزیز و خدا تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جس نے چالیس سال سے سیر ہو کر نہ کھانا کھایا ہے نہ پانی پیا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا یہ بھی فرماتے تھے کہ جب میں ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اپنے دل میں عزم بالجزم کر چکا تھا کہ نہ تو کوئی کتاب لکھواؤں گا نہ قیمتاً مول لوں گا اتفاقاً اسی زمانہ مین ایک شخص میرے پاس امام غزالی کی اربعین لایا جس کی وضع قطع مجھے بہت ہی اچھی معلوم ہوئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں عہد کر چکا ہوں کہ کوئی کتاب قیمتاً نہ لوں گا اگرچہ یہ کتاب نہایت عمدہ اور خوبصورت ہے لیکن میں اپنے عہد سے پھر نہیں سکتا۔ یہ سوچ کر میں نے کتاب کو واپس کر دیا مگر اس کے ساتھ ہی میرا دل ہمیشہ اس کتاب کے لئے بے چین رہا۔ چند روز نہ گزرنے پائے تھے کہ وہی کتاب میرے پاس ہدیۃً آئی میں نے فوراً قبول کر لیا اور شکر خدا بجالایا۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں ایک شخص آیا دیکھا کہ درویشوں اور خدمت گاروں کا حال نہایت تباہ ہے۔ شب و روز ناکامیابی میں گزرتے ہیں اور فقر فاقہ کی وجہ سے برے حال میں ہیں۔ اس نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں حضور کو سونا بنانا سکھادوں تاکہ ہر روز سونے کا ایک ڈھیر آپ کے پاس موجود رہے اور آپ کے خدمت گار راحت و آرام سے زندگی بسر کریں۔ سلطان المشائخ نے جواب دیا کہ رنگ آمیزی عیسائیوں کا کام ہے اور سونا بنانا یہودیوں کی صفت ہے محمدیوں کے نزدیک زر بنانا حقیقت میں زرد روئی ہے۔ ہمیں دنیاوی مال و دولت کی طرف میل ہے نہ فانی سونے کی خواہش دنیا کے جاہ جلال کی حاجت ہے نہ عقبیٰ کی خواہش۔ بلکہ ہم اپنی تمام حاجتیں اور مرادیں قاضی الحاجات سے چاہتے ہیں کیونکہ وہی ہمارا مقصود و مراد ہے۔

دنیا بچہ کار آید و فردوس چہ باشد

(دنیا کس کام آئے اور فردوس کیا ہے۔)

ایک راستباز اور صادق القول عزیز نے سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بہشت میں ایک مرصّع و مکلّف تخت پر جلوہ آرا ہیں اور اس خواب دیکھنے والے سے فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ مجھے ہر روز وظیفہ عنایت کرتا ہے۔ یہ شخص سلطان المشائخ کی ہیبت و خوف کی وجہ سے دریافت نہ کر سکا کہ وہ وظیفہ کیا ہے اور اس وظیفہ سے کیا مراد ہے لیکن خود سلطان المشائخ نے اس کی تشریح اس

طرح بیان کرنا شروع کی کہ حق تعالیٰ دنیا میں جو خلق کو مجھ سے وظیفہ دلواتا تھا اس کو قبول فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے اس وظیفہ کی عوض ہزاروں دوزخی میرا وظیفہ مقرر کیئے جن میں سے ایک کافی تعداد روزمرہ مجھے بخشتے ہیں۔ ایک اور عزیز نے ایک حکایت نقل کی کہ میں اپنے قصبہ سے سلطان المشائخ کی زیارت کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ رستہ میں میرا گزر قصبہ بوندی پر ہوا جب میں اس قصبہ میں پہنچا تو خیال پیدا ہوا کہ یہاں بھی ایک کامل درویش شیخ موہن سکونت رکھتے ہیں ان سے بھی ملاقات کرتا چلوں چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہاں جانے کا قصد ہے۔ میں نے کہا سلطان المشائخ کی خدمت میں کہا جب تم وہاں پہنچو تو سلطان المشائخ کو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ میں وہی شخص ہوں جو ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ میں آپ سے ملاقات کرتا ہوں چنانچہ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ قصبہ بوندی میں ایک درویش رہتے ہیں انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں وہی شخص ہوں جو ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ میں آپ سے ملاقات کرتا ہوں۔ سلطان المشائخ اس کی اس بات سے منغص ہوئے اور فرمایا کہ بے شک وہ درویش قابل ولائق ہے لیکن افسوس زبان کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکتا۔ خواجہ منہاج جو سلطان المشائخ کا ایک مخلص و بے ریا معتقد اور جان نثار مرید تھے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ مجلس سماع منعقد کرنے کا اتفاق پڑا لیکن اس سے پیشتر کہ میں اس قسم کی مجلس مرتب کروں۔ سلطان المشائخ کی خدمت عرض کیا کہ میں مجلس سماع مرتب کرنا چاہتا ہوں فرمایا اچھا ہے بہتر ہوگا چنانچہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے بلند اقبال پوتوں اور دیگر یاروں کو غیاث پور بلایا ابھی شہر کے دوست وعزیز تشریف نہیں لائے تھے کہ ہر شخص نے تقاضا شروع کر دیا کہ قوال حاضر ہیں آپ اجازت دیجئے کہ گانا شروع کریں۔ میں نے معذرت کی ہنوز بہت سے یار دوست نہیں آئے ہیں اور کھانا تیار نہیں ہوا ہے بہتر ہوگا کہ ذرا توقف فرمائیں لیکن اہل مجلس نے میری اس معذرت کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنا اور سختی کے ساتھ فرمایا کہ راگ چھیڑنے کی اجازت دو ورنہ ہم جاتے ہیں کھانا تیار نہیں ہے تو ہم بازار سے کھانا منگائے لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے جھٹ آدمیوں کو دوڑا دیا اور کھانا منگا کر خود کھایا اور دوسرے لوگوں کو بھی دیا سماع چھڑ گیا لیکن کسی طرح کا ذوق وشوق پیدا نہیں ہوا میں نہایت تشویش وتردد میں تھا کہ مجلس بے ترتیب اور درہم برہم ہوئی جاتی ہے اسی ناگواری کی حالت میں میں سر

نیچے کئے بیٹھا تھا کہ دفعتہً سر اوپر اٹھایا دیکھتا ہوں کہ جناب سلطان المشائخ حوض کے دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر اپنے آپے سے باہر ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو سماع سے سخت متاثر تھا آنکھ اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھتا ہوں تو شہر کے دوست و آشنا بھی رونق افروز مجلس ہو رہے ہیں۔ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ تمام کیفیت عرض کی تو آپ نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا جس مقام پر اس ضعیف کے یار دوست ہوا کریں انہیں چاہیئے کہ اس ضعیف کو حاضر تصور کر لیا کریں۔ یہی خواجہ منہاج جن کا ابھی ذکر ہوا ہے کہتے تھے کہ ایک رات کو میں سلطان المشائخ کے گھر میں تھا خدام نے آپ کی چارپائی باہر بچھادی تھی اور سونے کا لباس اس پر آراستہ کر دیا تھا جماعت خانہ کے زینہ اور سلطان المشائخ کی چارپائی پر ایک بھیگا ہوا کپڑا پڑا ہوا تھا شب کا ایک بڑا حصہ گزر گیا تھا کہ سلطان المشائخ کی چارپائی کے اوپر سے نور کا ایک ستون نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے آسمان سے باتیں کرنے لگا اور جس کی روشنی سے جماعت خانہ کا صحن اور دریا کے کنارے روشن ہو گئے۔ مجھ پر ایک ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ایک گوشہ میں جا چھپا اور اپنے تئیں سویا ہوا ظاہر کیا۔ ایک دفعہ شیخ نور الدین فردوسی نے اپنے تین یاروں کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا اور ان کی معرفت آپ کو پیام دیا کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کھانا تیار کیا مہربانی فرما کر غریب خانہ پر تشریف لائیے لیکن جس وقت یہ تینوں شخص راستہ میں تھے تو ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ اگر سلطان المشائخ شیخ ہیں تو مجھے کوئی ایسی چیز دیں جو کھانے کے قابل ہو دوسرے نے کہا تھا اگر مجھے کوئی کپڑا دیں تو جانوں کہ شیخ ہیں۔ تیسرے نے کہا تھا کہ بھائیو! بزرگوں کا امتحان اچھا نہیں ہے تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اور خلوص کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہو چنانچہ جب یہ لوگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ نور الدین کا پیام دیا تو آپ نے فرمایا آج ہم نے یہی کھانا تیار کیا ہے۔ اس لئے ہم وہاں نہیں جا سکتے اگرچہ ہم بظاہر تم تک نہیں پہنچ سکتے لیکن ہمارا دل تمہارے ساتھ متعلق ہے۔ ہنوز یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص ایک دہی کی ہنڈیا اور چار روپے نقد لایا۔ سلطان المشائخ نے خادم سے اشارہ کیا کہ یہ نقدی اس شخص کو دے دو۔ اور اشارے سے اس شخص کو بتا کر فرمایا کہ تو نے کھانے کی قابل کوئی چیز مانگی تھی اور دل میں چاندی کا خیال تھا۔ ازاں بعد خادم سے فرمایا کہ کپڑا لا کر اس دوسرے شخص کو دے دو۔ پھر تیسرے شخص کی

طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بزرگوں کی خدمت میں اسی طرح آنا چاہیئے جس طرح تو آیا ہے یہ کہہ کر دو روپے اسے بھی عنایت فرمائے ۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ شیخ نورالدین فردوسی کو سلطان المشائخ کی خدمت میں چنداں اخلاص نہ تھا بلکہ اس کے دل میں آپ کی طرف سے ایک طرح کا رشک تھا جسے وہ ہمیشہ پوشیدہ رکھتا تھا جب وہ شہر سے آیا تھا تو کیلوکھری کی حدود میں جمنا ندی کے کنارہ اپنی سکونت کے لیے ایک مقام مرتب کیا تھا اور اسے پھل پھولدار درختوں سے خوب سجایا تھا۔ شیخ نورالدین کے لڑکوں کو جو نوخواستہ جوان تھے اور ان کے خام طبع مریدوں کو سلطان المشائخ کے غلاموں اور معتقدوں سے عداوت تھی ۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ لوگ کشتی میں سوار ہو کر گاتے ناچتے۔ سلطان المشائخ کے گھر کے نیچے سے گزرا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ لوگ نماز فجر کے بعد کشتی میں سوار ہو کر اپنی جمعیت کے ساتھ گاتے اور ناچتے ہوئے سلطان المشائخ کے مکان کے آگے سے گزر رہے تھے۔ اس وقت جناب سلطان المشائخ جماعت خانہ کے زینہ پر مشغول بیٹھے تھے اور کاتب لحروف کے والد بزرگوار بھی اسی مجلس میں حاضر اور سلطان المشائخ کے آگے مودب کھڑے تھے ۔ جب کشتی والے شور وغل مچاتے اور سماع و رقص کرتے ہوئے سلطان المشائخ کی نظر مبارک کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ایک شخص سالہا سال سے اس کام میں خونِ جگر کھا رہا ہے اور اپنی جان اس راہ میں قربان کر رہا ہے اور دوسرے نوخواستہ اور ناتجربہ کار لوگ ہیں جو کہتے ہیں تو کون ہے کہ ہمارے ساتھ برابری کا دعوی کرتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنا دستِ مبارک آستین سے نکال لیا اور ان کی طرف اشارہ کیا شیخ نور الدین فردوسی کے فرزندوں کی کشتی اسی شور وغل کے ساتھ جوں ہی اپنے مقام پر پہنچی اور وہ لوگ کشتی سے اترتے وقت شور وغل مچانے کے ارادہ سے لب دریا آئے کہ فوراً کشتی کو غیر معمولی جنبش ہوئی اور سب کے سب اس وقت دریا میں ڈوب گئے ۔ کاتب حروف نے یہ حکایت سید السادات سید حسین اپنے عم بزرگوار سے سنی ہے اور وہ کاتب حروف کے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں مصلح بقال کا فرزند طبابت کا پیشہ کرتا تھا اور سلطان المشائخ کا مرید تھا۔ جب سلطان المشائخ کے زیارت کے لیے جاتا تو آپ اسے دن ہی کو واپس کر دیتے اور شب کو اپنے پاس نہ رکھتے۔ انجام کار اس نے سلطان المشائخ کے در دولت پر حاضر ہونا چھوڑ دیا۔ مولانا علی شاہ جاندار کہتے ہیں کہ میں نے اس سے مل کر کہا کہ یہ تو اچھا نہیں کرتا ہے ہر مہینے ایک بار ضرور حاضر ہوا کر اور

سلطان المشائخ کی پابوسی کی سعادت حاصل کیا کر۔ دن میں آپ کی خدمت میں رہا کر اور شب کو کسی اور کے گھر میں گزار دیا کر۔ لیکن میرے کہنے سے وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔ اور اس کے بشرہ میں ملال و بے رضائی کے آثار میں نے نمایاں دیکھے۔ چند روز کے بعد اس کا پاؤں ورم کر آیا اور درد کی وجہ سے نہایت بے قرار ہوا مولانا علی شاہ کہتے ہیں کہ میں نے دوبارہ اس سے کہا کہ سلطان المشائخ کے رنجیدہ ہونے کے باعث یہ تکلیف لاحق ہوئی ہے اس نے میری اس بات کو تسلیم کیا اور عجز کرنے لگا ازاں بعد کثیر التعداد مبلغ مجھے دیے کہ تم انہیں سلطان المشائخ کی خدمت میں لے جاؤ اور میری جانب سے معذرت کرو۔ چنانچہ میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کیفیت عرض کی سلطان المشائخ منغص ہوئے اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ جب میں آپ سے رخصت ہو کر آیا تو اس طبیب کا انتقال ہو چکا تھا۔ کاتب حروف نے خواجہ مبارک گوپاموئی سے سنا ہے جو ایک اعلیٰ درجہ کے عزیزوں میں شمار کیے جاتے تھے کہ میں جس مرتبہ قصبہ گوپامئو سے سلطان علاؤ الدین کے پاس آتا تو مجھے اس کے دربار سے ایک مکلف خلعت جیسا کہ بادشاہ پہنتے ہیں عطا ہوتا اور اس قسم کا خلعت گویا میرے لیے معمولی ہو گیا تھا یہاں تک کہ میں ایک مرتبہ سلطان کے دربار میں آیا اور اس نے اس دفعہ مجھے معمولی خلعت نہیں دیا بلکہ صرف ایک سفید چادر کی فرد عنایت کی جس کی وجہ سے میں نہایت مکدر ہوا اور رنج و غصہ میں بھرا ہوا سلطان المشائخ کی خدمت حاضر ہوا۔ پابوسی کے بعد آپ نے میری طرف رخ مبارک کر کے فرمایا۔

تحفۂ شاہ بس عزیز بود   گرچہ دینار یا پشیز بود

(بادشاہ کا تحفہ عزیز ہوتا ہے اگرچہ دینار ہو یا لوڑی ہو۔)

اس بیت کے سنتے ہی مجھے ایک فرحت حاصل ہوئی اور دل کی خلش بالکل مٹ گئی۔ الحمد اللہ علی ذلک۔ ایک مرتبہ ایک دانشمند نے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں لیکن سلطان المشائخ نے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ یہ کسی اور وجہ سے آیا ہے۔ ہر چند اس نے بیعت کے لیے الحاح و اصرار کیا لیکن سلطان المشائخ نے اس کی بیعت لینے سے انکار کیا اور فرمایا۔ سچ بتا دے تو کس نیت سے آیا ہے۔ اس نے عرض کیا واقعی بات یہ ہے کہ ناگور میں میری ایک زمین ہے جس پر اس موضع کا صوبہ مجھے قبضہ نہیں کرنے دیتا اور مزاحمت کرتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اگر میں تجھے ایک رقعہ لکھ کر دے دوں تو تو بیعت کا ارادہ ترک

کر دے گا کہا بہتر ہوگا آپ نے اس وقت وہاں کے صوبہ کی طرف ایک رقعہ لکھ دیا اور اس کی غرض حاصل ہوگئی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مولانا رشید نغزی کی زیارت سے فراغت کر کے واپس آتا تھا ان کے خطیرہ کے متصل ایک کوچہ پڑتا تھا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مست اور نشہ بازوں کی طرح جھومتا ہوا آتا ہے اور نہایت بے ضابطگی کے ساتھ آتا ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مبادا اس شخص سے مجھے کوئی صدمہ پہنچے چنانچہ میں اس خیال سے دوسری طرف مڑ گیا وہ بھی مجھے دوسری طرف جاتے دیکھ کر رستہ سے منحرف ہوا اور جس طرف میں مڑا تھا اسی طرف روانہ ہوا۔ آخر کار میں نے خدا تعالیٰ کی طرف گریز کیا اور کار ساز حقیقی کی طرف التجا لے گیا اتنے میں اس شخص نے مجھے آلیا اور سلام کر کے معانقہ کیا میرے سینہ کو بوسہ دیا اور کہا الحمد اللہ کہ اس سینہ میں ہنوز مسلمانی کی بو آتی ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا جب میں نے مڑ کر دیکھا تو کسی کو نہیں پایا اور وہ دفعتہً غائب ہو گیا لیکن شیخ نصیر الدین محمود اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے ایک دن میں دروازہ پل کے نزدیک چلا جاتا تھا اور نہایت مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں تھا اور اپنے دل میں کہتا جاتا تھا نظام! تو کہاں اور خدا کی محبت کہاں اسی نیت سے میں شیخ رسان کے روضہ پر پہنچا اور وہاں چلّہ میں بیٹھا جب چلّہ تمام کر چکا تو وہاں سے واپس آنے کا قصد کیا۔ شیخ رسان کے روضہ پر ایک خشک درخت تھا جو اس چالیس روز کے عرصہ میں میرے دیکھتے دیکھتے ہرا اور تر و تازہ ہو گیا تھا۔ چلتے وقت میں نے شیخ رسان کے روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ شیخ! اس خشک درخت کا حال چالیس روز میں بدل گیا لیکن میری حالت اس عرصہ میں ذرا بھی نہیں بدلی۔ یہ کہہ کر میں گھر کی طرف روانہ ہوا۔۔ اثنائے راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لڑکھڑاتا ہوا چلا آرہا ہے مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص مست ہے اور نشہ میں جھومتا آتا ہے میں اس سے بچ کر دوسری طرف مڑ گیا لیکن اس نے میری ہی طرف میل کیا۔ یہاں سے بھی منحرف ہوا اور اس نے اس دفعہ بھی میرا پیچھا کیا اس وقت میں نے دل میں کہا نظام! اب خدا کی طرف گریز کر اور اس کی جناب میں التجا لے جا۔ یہ سوچ کر میں خود اس کی طرف بڑھا اور جب نزدیک پہنچا تو دونوں ہاتھ اونچے کیے اور اس شخص کے گلے لگ گیا اس کے سینہ اور منہ سے عطر کی خوشبو آتی تھی حالتِ معانقہ میں اس شخص کی زبان سے نکلا کہ اے صوفی تیرے سینہ سے محبت خداوندی کی بو آتی ہے یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔

جناب فخر النساء رابعہ بی بی زلیخا صاحبہ حضرت سلطان المشائخ کی والدہ ماجدہ اسرار ہما کی بعض کرامتوں کا بیان

حضرت سلطان نظام الحق والدّین سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میری والدہ مکرمہ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسی رسائی تھی کہ اگر انہیں کوئی حاجت پیش آتی تو اس کی تکمیل آپ کو خواب میں معلوم ہو جاتی گویا اس حاجت کی نسبت آپ کو اختیار دے دیا جاتا۔ بارہا میری والدہ محترمہ میرے پاؤں کو دیکھ کر فرمایا کرتی تھیں کہ نظام! میں تجھ میں سعادت اور نیک بختی کی علامت دیکھتی ہوں تو کسی زمانہ میں بڑا صاحب اقبال اور بختاور ہوگا۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

وے آیتے کہ آمد در شان کبریا — اندر جبین ناصیہ او مبین است

(شان کبریائی کی شان اس کی بختاور پیشانی میں واضح ہے۔)

لیکن جب تنگ عیشی کا زمانہ سخت ہوا اور افلاس و تنگدستی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو میں نے والدہ سے عرض کیا کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں سعید اور بلند اقبال ہوں لیکن میں تو اس کا کچھ بھی اثر نہیں دیکھتا فرمایا گھبراؤ نہیں اس کا اثر ظاہر ہوگا لیکن اس وقت جبکہ میں اس جہاں سے اٹھ جاؤں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں نے ہمیشہ تجربہ کیا ہے کہ جب کوئی مشکل یا حاجت مجھے پیش آئی جناب والدہ مکرمہ کی خدمت میں عرض کیا۔ اکثر تو ایسا ہی ہوتا تھا کہ ہفتہ کے اندر اندر حاجت بر آتی اور مشکل نکل جاتی تھی لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ مہینے بھر میں حاجت روائی ہوتی تھی اور ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب میری والدہ محترمہ کو کوئی ضرورت و حاجت پیش آتی تو آپ پانچ سو دفعہ درود پڑھتیں۔ اور اپنا دامن مبارک پھیلا کر حاجت طلب کرتیں انجام کار ویسا ہی ہوتا جیسا آپ چاہتیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میری والدہ کی کنیز بھاگ گئی چونکہ بجز اس کے اور کوئی خدمت گار نہ تھا اس وجہ سے آپ کو گونہ ملال ہوا مصلّے پر بیٹھیں اور دامنِ مبارک پھیلا کر حق تعالیٰ سے مناجات کرنا شروع کی اسی

اثناء میں میں نے والدہ کو فرماتے سنا کہ کنیزک بھاگ گئی ہے اور میں نے عہد کرلیا ہے کہ تاوقتیکہ کنیزک نہ آئے گی میں سر پر ڈوپٹہ نہ ڈالوں گی۔ میں والدۂ مکرمہ کی یہ بات سن کر متامل ہوا کہ یہ آپ کیا فرمارہی ہیں اسی حالت میں ایک شخص نے دروازہ پر کھڑے ہوکر آواز دی کہ تمہاری لونڈی بھاگ آئی ہے آؤ اسے لے جاؤ۔ جس زمانہ میں سلطان علاؤالدین خلجی کے فرزند سلطان قطب الدین نے جناب سلطان المشائخ کے ساتھ منازعت کرنا چاہی تو آپ اپنی والدہ محترمہ کے مرقد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ سلطان قطب الدین نے جو سلطان المشائخ سے جھگڑا کیا اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ سلطان قطب الدین نے اپنے عہدِ حکومت میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی جب وہ بن کر تیار ہو گئی تو اور جمعہ شہر کے تمام مشائخ وعلماء کو مدعو کیا کہ اس جمعہ کے دن اس نوتعمیر مسجد میں نماز ادا کریں۔ سلطان المشائخ کے پاس جب یہ پیام پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے مکان کے پاس بھی مسجد ہے اور وہ اس بات کا زیادہ استحقاق رکھتی ہے کہ ہم اسی میں نماز جمعہ ادا کریں چنانچہ آپ نوتعمیر مسجد میں جسے مسجد میری کہتے تھے تشریف نہیں لے گئے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو سلطان قطب الدین کے دربار میں یہ رسم مقرر تھی کہ تمام ائمہ وقت اور مشائخِ عصر اور دربار کے امراو وزراماہ نو کی مبارکبادی اور تہنیت کی رسم ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے تھے اور بادشاہ کو مبارکبادی دیتے تھے لیکن سلطان المشائخ اس کے دربار میں نہ جاتے تھے بلکہ اقبال خادم کو اپنی طرف سے بھیج دیا کرتے تھے مدعیوں اور حاسدوں کو اپنی عداوت کے بخار نکالنے اور بادشاہ وقت سے شکایت کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔ سلطان قطب الدین سے بیان کیا کہ آپ نے جو سلطان المشائخ کی نسبت فرمان جاری کیا تھا انہوں نے اس کی تعمیل نہیں کی۔ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میری میں نہیں آئے اور کہلا بھیجا کہ ہم اپنے ہی محلّہ کی مسجد میں جمعہ ادا کریں گے۔ علاوہ ازیں ماہ نو کی تہنیت میں جس طرح اور مشائخ اور ائمہ وقت حاضر ہوتے ہیں وہ نہیں آتے بلکہ اپنی طرف سے ایک غلام بھیج دیتے ہیں جس سے بادشاہ کی کسرِ شان ہوتی ہے۔ سلطان قطب الدین کی غیرت وحمیت کی آگ حرکت میں آئی اور بادشاہی غرور سلطنت کی نخوت۔ جہانبانی کے زور نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ نہایت گستاخی اور بے ادبی کے ساتھ کہہ بیٹھا کہ اگر اب کے غرّہ میں سلطان المشائخ نہ آئیں گے تو میں انہیں قانون کے زور سے بلاؤں گا اور نہایت بدسلوکی سے پیش آؤں گا۔ سلطان المشائخ کے مخلص اور بے ریا معتقدوں نے جو بادشاہ

کے مقرب تھے اور جن کی سلطانی دربار میں بہت عزت ہوتی تھی سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کے اس ارادہ سے مطلع کیا۔ سلطان المشائخ نے کچھ جواب نہیں دیا اور والدۂ محترمہ کے روضۂ متبرکہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور کہا کہ بادشاہِ وقت میری ایذا کے درپے ہے اور مجھے سخت مصیبت و تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔ اگر ماہ آئندہ تک جس پر اس نے مجھے ایذا پہنچانا منحصر رکھا ہے اس کا کام تمام نہ ہو جائے گا تو میں پھر کبھی تمہاری زیارت کو نہ آؤں گا اور یہ اس راز و نیاز کے طور پر کہا جو حالت زندگی میں اپنی والدہ کے ساتھ رکھتے تھے۔ الغرض وہاں سے لوٹ کر دولت خانہ پر تشریف لائے۔ آپ کے یار اور خدمت گار بادشاہ کی اس بات سے نہایت پریشان تھے اور ہر وقت غم میں گھٹیر ہتے تھے اور جوں جوں مہینہ قریب آتا جاتا تھا عزیزوں اور مخلصوں کے تفکرات بڑھتے جاتے تھے لیکن سلطان المشائخ اس بھروسہ پر کہ میں اپنی والدہ مکرمہ سے عرض کر آیا ہوں نہایت اطمینان اور دل جمعی سے سجادۂ کرامت پر بیٹھے ہوئے منتظر رہتے تھے کہ پردۂ غیب سے کیا حادث ہوتا ہے اب چاند ہو گیا ہے اور لوگ اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کل چاند کی پہلی تاریخ ہے سلطان المشائخ بادشاہ وقت کی طرف سے بلائے جائیں گے۔ خدا کی شان کہ چاندرات کو ناعاقبت اندیش بادشاہ کی جان پر آسمانی بلا ٹوٹ پڑی خسرو خان نے جو سلطان المشائخ کے بدخواہ بادشاہ کا قدیم دشمن تھا اس کا سر تیغ تیز سے جسم سے جدا کر دیا اور تنِ بے سر محل کے اوپر سے نیچے ڈال دیا۔ سر کو نیزہ پر علم کیا اور تمام مخلوق پر ظاہر کرنے کے لیے ایک اونچے مقام پر لٹکا دیا۔ غرض کہ سلطان قطب الدین جان سے مارا گیا اور اس نے اپنی اس گستاخی کا بہت جلد مزہ چکھ لیا۔ جو سلطان المشائخ کی جناب میں کی تھی۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش

باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

کاتب الحروف نے ایک ایسی عورت سے سنا ہے جس کی صادق القولی۔ راستبازی دیانت پر پورا پورا بھروسہ کیا جاتا ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت برپا ہے خلق حیران و مدہوش دائیں بائیں دوڑتی پھرتی ہے اور ایک عجیب اضطراب میں ہے میں بھی اوروں کی طرح سخت تحیر و مدہوشی کی حالت میں ایک طرف کو چلی جارہی تھی اسی اثناء میں دیکھتی ہوں کہ

ایک شخص ہاتھ میں جھنڈا لیے کھڑا ہے اور مجھ سے کہتا ہے یہ بی بی زلیخا کا جھنڈا ہے جو سلطان المشائخ کی والدہ ماجدہ ہیں تو بھی اس جھنڈے کے نیچے چلی آ۔ میں نے اس ہجوم وغوغا میں اس جھنڈے کے نیچے جگہ پائی اور حیرانی وسرگردانی سے فی الجملہ اطمینان ہوا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ یہ خواب دیکھنے والی عورت کاتب حروف کے عم بزرگوار سید احمد کرمانی کی صاحبزادی تھیں جو کاتب حروف کے نکاح میں تھیں اور سید السادات جناب سید حسین کی شفقت کی وجہ سے سلطان المشائخ کی خدمت مبارک میں پہنچ کر آپ کی دینی ودنیاوی نعمتوں سے محظوظ ہوتی تھیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جمادی الاخری کی پہلی تاریخ میری والدہ محترمہ کے انتقال کا دن تھا اس سے پہلے شب کو چاند دیکھا گیا تھا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدم مبارک پر سر رکھ کر ماہ نو کی مبارکبادی دی جیسا کہ میرا قدیم دستور تھا اس وقت ان کی زبانِ مبارک پر جاری ہوا نظام! آئندہ ماہ کی پہلی تاریخ کو کس کے پاؤں پر سر رکھو گے اور ماہِ نو کی کسے مبارکبادی دو گے آپ کے اس فرمانے سے مجھے معلوم ہو گیا کہ انتقال کا زمانہ قریب ہے میرا حال متغیر ہو گیا اور میں زار وقطار رونے لگا آخر کار میں نے بڑی دلیری کر کے عرض کیا کہ مخدومہ! مجھ غریب وبیچارے کو کس کے سپرد کرتی ہیں فرمایا اس بات کا جواب صبح دوں گی۔ میں نے عرض کیا اب کیا ہے جو آپ جواب نہیں دیتیں۔ آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا اور اسی اثناء میں فرمایا کہ جاؤ آج رات شیخ نجیب الدین کے مکان میں سو رہو۔ میں آپ کے فرمان کے بموجب وہاں چلا گیا۔ آخر رات تھی ہنوز صبح نہیں ہوئی تھی مگر ہونے کو تھی کہ ایک لونڈی دوڑتی ہوئی آئی اور شتابانہ لہجہ میں کہا چلیئے آپ کو مخدومہ بلاتی ہیں میں سر سے پاؤں تک کانپ اٹھا اور لونڈی سے دریافت کیا کہ مخدومہ زندہ تو ہیں جواب دیا کہ ہاں۔ جب میں خدمت میں پہنچا تو فرمایا شب کو تم نے ایک بات دریافت کی تھی جس کے جواب دینے کا میں نے وعدہ کر لیا تھا اب میں کہتی ہوں ذرا آ گوشِ ہوش سے سنو۔ ازاں بعد فرمایا کہ تمہارا داہنا ہاتھ کونسا ہے میں نے اپنا داہنا ہاتھ آگے کیا اور عرض کیا یہ ہے آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ خداوندا میں اسے تیری سپردگی میں دیتی ہوں یہ کہہ کر جاں بحق تسلیم کر گئیں میں نے خدا کا بے اندازہ شکر اپنے اوپر واجب دیکھا اور دل میں کہا کہ اگر یہ مخدومہ زر وگوہر سے بھرا ہوا ایک مکان اپنے میراث میں چھوڑتیں تو میں اس درجہ خوش نہیں ہوتا جیسا کہ میں اس کلمہ سے خوش ہوا۔ جو آپ نے اس آخری سانس میں میرے لیے چھوڑا۔

سلطان المشائخ کے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمانے اور حاضرین کو وصیت کا بیان

کاتبِ حروف عرض کرتا ہے کہ جمعہ کا دن تھا جو سلطان المشائخ پر حالتِ تحیر پیدا ہوئی اور آپ کا دلِ مبارک نور تجلی سے منور و روشن ہو گیا اور اثناء نماز میں حق تعالیٰ کو سجدے کیے اسی عالم تحیر میں آپ دولت خانہ پر تشریف لائے اور آہ و بکا جو اس سے پیشتر تھی اب بہت کچھ غالب ہو گئی ہر آن میں کئی کئی دفعہ آپ غائب ہوتے اور کئی کئی دفعہ حاضر ہوتے تھے اور بار بار یہی فرماتے تھے کہ آج جمعہ کا دن ہے دوست کو دوست کا وعدہ ضرور یاد رکھنا اور اس حالت میں غرق رہنا چاہیے اور اسی حال میں یہ بھی مکرر سہ کرر فرماتے کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور کیا میں نماز پڑھ چکا ہوں اگر حاضرین عرض کرتے کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں تو فرماتے ایک دفعہ اور پڑھ لوں غرض کہ ہر نماز کو مکرر سہ کرر ادا کرتے تھے اور جتنے دن اس حالت میں رہے۔ ان ہی دو باتوں کو مکرر سہ کرر فرماتے رہے کہ آج جمعہ کا دن ہے اور کیا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور یہ مصرعہ بھی بار بار زبانِ مبارک پر جاری کرتے

میرویم میرویم میرویم

اسی اثناء میں جناب سلطان المشائخ نے اپنے تمام عزیز و اقارب اور خدمت گاروں اور ان مریدوں کو جو شہر میں موجود تھے بلایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم گواہ رہو اور اپنے خادم (اقبال کی طرف اشارہ کر کے) کہ اگر یہ شخص گھر میں سے کوئی چیز بھی بچا رکھے گا تو کل قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے دربار میں خود ہی جواب دہی کا ذمہ دار ہو گا میں حکم کرتا ہوں کہ جو کچھ گھر میں ہے سب راہِ خدا میں صرف کر ڈالے۔ اقبال خادم نے قبول کیا کہ میں کوئی چیز گھر میں نہ چھوڑوں گا سب سلطان المشائخ کے سر پر سے تصدق کر دوں گا اور اس نیک نیت اور پاکیزہ خصلت نے ایسا کیا بھی بجز اس غلہ کے جس سے چند روز درویشوں کی قوت بسری ہو سکتی تھی تمام چیزیں راہِ خدا میں صرف کر دیں چنانچہ اس کے بعد سید السادات سید حسین کاتب حروف کے عم بزرگوار نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ غلہ کے علاوہ جو چیز توشک خانہ میں موجود تھی

سلطان المشائخ کا صدقہ مساکین ومحتاجوں کو پہنچا دیا گیا۔ سلطان المشائخ اقبال کی اس حرکت
سے مکدر ہوئے اور سامنے بلا کر فرمایا کہ تو نے اس مردہ ریت کو کیوں رکھ چھوڑا ہے اقبال نے
عرض کیا کہ بجز اس غلہ کے جسے ایک خلق کھا کر چند روز تک زندگی بسر کر سکتی ہے اور کوئی چیز میں نے
نہیں رکھی ہے فرمایا اچھا مساکین ومحتاجوں کو بلاؤ۔ جب ایک کثیر التعداد مخلوق آ کر حاضر ہوئی تو
فرمایا کہ انبار خانوں کے دروازے توڑ ڈالو اور سارا غلہ بے خوف ہو کر لوٹ لو اور تمام کوٹھوں میں
جھاڑو دے دو۔ ایک ساعت میں تمام جہان اُمنڈ پڑا اور بات کرتے میں غلہ لوٹ لیا۔ اس کے
بعد جناب سلطان المشائخ کے مرض میں اور بھی شدت ہوئی اور اسی حالت میں تمام یاروں
اور خدمت گاروں نے سلطان المشائخ کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا کہ مخدوم کے بعد ہم مسکینوں
کا کیا حال ہوگا فرمایا تم گھبراؤ نہیں تم لوگوں کو میرے روضہ سے اس درجہ پہنچے گا کہ خاطر خواہ قوت
بسری ہو جایا کرے گی اور کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔ لیکن کاتب حروف نے اس قدر اور بھی
صادق القول پیروں سے سنا ہے کہ سلطان المشائخ کے اصحاب نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون
شخص وظیفہ حاصل کرے گا اور تحصیل کرنے کے بعد ہمیں تقسیم کرے گا فرمایا جو شخص کہ اپنے حصہ
سے درگزرے گا اسی سختی اور شدت کی حالت میں بعض یاروں اور خدمت گاروں نے کاتب
حروف کے نانا مولانا شمس الدین دامغانی سے عرض کیا کہ آپ سلطان المشائخ سے دریافت کیجئے
کہ سلطان المشائخ کے خطیرہ میں جو حقیقت میں خطیرۃ القدس ہے بہت سی بلند اور مکلف عمارتیں
بنائی گئی ہیں اور ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق چاہتا ہے کہ سلطان المشائخ اُن عمارتوں میں سے
فلاں عمارت کے نیچے آرام فرمائیں آپ صرف اتنا دریافت کر دیجئے کہ اگر سلطان کو سفر آخرت
پیش آئے تو کون سی عمارت میں دفن کریں کیونکہ جب سلطان المشائخ خود ہی کوئی مقام تجویز کر
لیں گے تو آپ کے غلاموں کو اپنی رائے زنی پر کچھ اختیار نہ ہوگا۔ چنانچہ مولانا شمس الدین نے
جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں آپ کے یاروں کی یہ التماس پیش کی فرمایا کہ مولانا! میں
کسی عمارت کے نیچے سونے کے قابل نہیں ہوں بلکہ صحرا اور کھلے میدان میں آرام کروں گا چنانچہ
لوگوں نے آپ کے انتقال کے بعد ایسا ہی کیا۔ اب جس مقام پر سلطان المشائخ کا روضۂ متبرکہ
ہے یہ ایک جنگل اور کھلا میدان تھا آپ کے انتقال کے بعد سلطان محمد بن تغلق نے روضۂ متبرکہ
پر ایک عالیشان گنبد تیار کرایا خدا تعالیٰ نے سلطان المشائخ کے لیے ایک نہایت خوبصورت و دلگیر

خطیرہ مع عالیشان اور بے نظیر عمارتوں اور فلک رفعت گنبدوں کے جن کی لطافت وصفائی کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی اور جن کی خوبصورتی کا اطراف عالم میں کسی نے نشان تک نہیں دیکھا ہے غیب سے مرتب کرادیا۔ اس خطیرہ متبرکہ کی تعریف میں جو حقیقت میں رشک خطیرۃ القدس ہے ایک بزرگ خوب فرماتے ہیں۔

ازین سپس من و صحرائے صحن اوکہ دلم
زبندہ ھائے بسیط جھان بجان آمد
زسینہ دل بتماشا برآمدہ بدھان
چوذکر نزھت آن بقعہ درزبان آمد

(اس وجہ سے میں ہوں اور اس کا صحن کہ دل میرا اس کا بندہ ہے۔ جب اس کے روضہ متبرکہ کی خوشگواری کا ذکر زبان پر آیا دل سینہ میں تمام تماشہ دیکھنے لب پر آ گیا)
ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

زروشنائی صحن ھوائے او دردل   ھمی نماید اسرارِ غیب پوشیدہ

(اس کے صحن کی فضا اور روشنائی سے دل میں جو اسرار غیب پوشیدہ ہیں ظاہر ہوتے ہیں۔)
واضح ہو کہ جناب سلطان المشائخ قدس سرہ رجب کی پندرہویں تاریخ ۶۵۵ھ میں شیخ شیوخ العالم کی شرف ارادت سے مشرف ہوئے اس وقت آپ کی بیس سال کی عمر تھی۔ آپ کی ولادت ۶۳۶ ہجری میں ہوئی اور انتقال ۷۲۵ھ میں اور جس وقت آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۸۹ برس تھی۔ الغرض سلطان المشائخ نے انتقال سے چالیس روز پیشتر کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اس زمانہ میں آپ کھانے کی بو تک نہ سونگھتے تھے اور آہ وزاری اس حد تک غالب ہوگئی تھی کہ ایک ساعت بھی چشم مبارک سے آنسو نہیں تھمتے تھے

گرنہ بینی گریہ زارم ندانی فرق کرد
کاب چشم است اینکہ پیشت میرو دیا آب جو

(اگر تو میرا گریہ نا دیکھے گا تجھے اس امر کا فرق نہ معلوم ہو سکے گا کہ آنسو کون سے ہیں اور جاری پانی کیسا ہے۔)
اسی اثناء میں اخی مبارک ایک دن مچھلی کا شوربہ لائے مخلصوں نے اس کے پلانے میں بہت کچھ

کوشش کی لیکن کچھ سودمند نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب وہ شوربہ آپ کے پاس لے گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے عرض کیا تھوڑا سا مچھلی کا شوربہ ہے۔ فرمایا اسے جاری پانی میں ڈال دو چنانچہ آپ نے بالکل نہیں چکھا اور فوراً واپس کر دیا ازاں بعد کاتب حروف کے عم بزرگوار سید حسین نے عرض کیا کہ حضور! بہت روز ہو چکے ہیں کہ مخدوم نے کھانا چھوڑ دیا ہے اس کا انجام کیا ہوگا فرمایا سید! جو شخص کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مشتاق ہوتا ہے وہ دنیا کا کھانا کیونکر کھا سکتا ہے اور یہ پوری حکایت شیخ رکن الدین سے ملاقات کرنیکے ذکر میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ الحاصل اس چالیس روز کی مدت میں جس طرح سلطان المشائخ کھانے کی طرف میل نہ کرتے تھے اسی طرح بات بھی بہت کم کرتے تھے یہاں تک کہ چارشنبہ کے روز جو سلطان المشائخ کے انتقال کا دن تھا آپ کی یہ کیفیت تھی کہ عین مقام صدر میں تحریر سی پڑ گئی تھی۔ ربیع الآخر کے مہینے کی اٹھارویں تاریخ ۷۲۵ ہجری میں طلوع آفتاب کے بعد آپ رب العالمین کے جوارِ رحمت میں جا ملے اور مقام صدق وصفا اور خدا تعالیٰ کے دیدار تجلی میں قرار پکڑا۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

مہ بزیر ابر احتجاب نمود
عاشقان رابدین عذاب نمود
پردہ اززلف بست بررخ خود
دردو حیرت بدین خراب نمود

(چاند ابر کے نیچے چھپ گیا اور عاشقوں کو عذاب میں ڈال گیا۔ اپنے رخ پر زلف کا پردہ چھوڑا اور حیرت پر حیرت بڑھائی۔)

حضرت امیر خسرو سلطان المشائخ کے مرثیہ میں ایک بیت میں تاریخِ انتقال کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں۔

ربیع دوم و هژده زمہ درابر رفت آن مہ
زمانہ چون بشمار بیست و پنج و هفصدرا

(ربیع الآخر کے مہینے کی اٹھارویں تاریخ تھی جو وہ چاند ابر میں چھپا اور جب زمانہ کا شمار کیا جاتا ہے تو ۷۲۵ ہجری تھی۔)

سلطان المشائخ کے جنازہ کی نماز میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے نواسے جناب شیخ الاسلام

شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہما اللہ العزیز نے امامت کی۔ نماز جنازہ کی امامت کے بعد شیخ رکن الدین کی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ آج مجھے تحقیق ہوا کہ عرصہ چار سال سے جو مجھے شہر دہلی میں رہنے کا حکم ہوا اس سے صرف یہی مقصود تھا کہ سلطان المشائخ کی نماز جنازہ کی امامت کے شرف سے مشرف ہوں۔ الغرض ظہر کی نماز کے وقت حضرت سلطان المشائخ کو آپ ہی کے خطیرہ میں جو خلد برین کا ایک نسخہ تھا دفن کیا۔ ایک بزرگ کہتا ہے۔

گویا جگر زمین کشادند　　آن دوستِ خدا درو نهادند

(گویا زمین کا جگر کھول کر اس دوست خدا کو اس میں رکھا۔)

جناب سلطان المشائخ کا روضہ متبرکہ آج اقالیم عالم کا قبلہ ہے اور آپ کے روضہ کی پائینتی کی خاک تریاق اعظم ہے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

خاک درت که سرمهٔ اهل نظر شده است　　بهر شفائے دلها تریاق اعظم است

هر ذره زخاک درت نزد عاشقان　　جانیست بلکه درجان سرے معظم است

(تیرے دروازہ کی خاک اہل نظر کے لیے سرمہ ہے اور دلوں کی شفا کے لیے تریاق اعظم کا حکم رکھتی ہے تیرے دروازہ کی خاک کا ہر زرہ عاشقوں کے نزدیک ایک جان بلکہ جان میں بہت بڑا بھید ہے)

ایک اور قطعہ

مسلمان و هندو ترسا و گبر　　زخاک درت جمله افسر کنند

چو کافور و صندل ازان خاکِ پاک　　بچشم اندر آرند و دائر کنند

(مسلمان اور ہندو اور گبر و ترسا سب کے سب تیرے دروازے کی خاک کو سر کا تاج بناتے ہیں اور کافور و صندل کی طرح اس خاک پاک کو آنکھ میں ڈالتے ہیں۔)



باب دوم

شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری، شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین قدس اللہ سرہم العزیز کے خلفا کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان

شیخ الاسلام قطب الدین جو شیخ الاسلام معین الدین کے خلیفہ تھے اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کہ شیخ الاسلام قطب الدّین کی خلافت سے ممتاز تھے اور سلطان المشائخ نظام الحق والدّین جو شیخ العالم فرید الدین کے بزرگ ومعزز خلیفہ تھے ان سب کا ذکر پہلے باب میں شجرۂ خواجگانِ چشت علیہم الرضوان لکھا جاچکا ہے لیکن ان مشائخ کبار کے دوسرے خلفاء کا حال اس دوسرے باب میں قلمبند ہوتا ہے۔

شیخ حمید الدین سوالی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

شاہ اہل تصوف مجرد ز آفت تکلف عالم با عمل عابد بے کسل تہجد گزار صائم الدہر والی حضرت متعالی شیخ الاسلام حمید الملۃ والدّین سوالی انبیاء ومرسلین کے وارث ابو احمد سعید صوفی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں۔ یہ بزرگ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری کے ممتاز خلیفہ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے ہم خرقہ ہیں۔ آپ حضرت خطۂ ناگور کے باشندے تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب یہ بزرگ شیخ معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور توبہ نصوح کی دولت سے مالا مال ہوئے تو لوگوں نے جبراً وقہراً آپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ اس بیعت کو فسخ کردیں اور برسرِ انکار ہو جائیں لیکن شیخ حمید الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا اور صاف جواب دیا کہ جاؤ بیٹھو۔ میں نے اپنا ازار بند ایسا مضبوط و مستحکم باندھا ہے کہ کل بہشت کی حوروں کے سامنے بھی نہیں کھولوں گا سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ لوگوں نے شیخ حمید الدین سوالی سے دریافت کیا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض

اولیاء اللہ جب اس جہان سے اٹھ جاتے ہیں تو ان کی شہرت کا آوازہ اطراف عالم میں پہنچ جاتا ہے اور بعض اولیاء اللہ جب سفر آخرت قبول کرتے ہیں تو ان کے پیچھے کوئی شخص ان کا نام تک نہیں لیتا اس میں کیا حکمت ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جس شخص نے زندگی کی حالت میں اپنے تئیں مستور و مخفی رکھنے کی کوشش کی ہے وفات کے بعد حق تعالیٰ اسے مشہور اور جو شخص حالت زندگی میں اپنی شہرت کے لیے کوشش کرتا ہے اس کا انتقال کے بعد کوئی شخص اس کا نام تک نہیں لیتا۔

شیخ حمید الدین سوالی قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدے اور روش کا بیان

منقول ہے کہ شیخ حمید الدین ناگور کے خطہ میں ایک بیگھہ زمین رکھتے تھے جو آپ کی ملکیت خاص تھی اسی ایک بیگھہ زمین میں آپ اپنی زندگی بسر کرتے اور اسی سے اپنے متعلقین کی قوت چلاتے تھے اول نصف بیگھہ زمین اپنے دستِ مبارک سے بیلچہ سے درست کرتے اور کچھ کاشت کرتے۔ جب یہ آدھا بیگھہ زمین پھلتی پھولتی اور بار آور ہو جاتی تو پھر دوسرا نصف بیگھہ درست کرتے اور اس میں کوئی چیز بوتے اس سے جو کچھ حاصل ہوتا اسے لابدی قوت اور ضروری ستر عورت میں صرف کرتے چنانچہ آپ ایک فوطہ چادر کمر مبارک سے باندھتے اور ایک چادر جسم مبارک پر ڈالتے اسی طریق سے اس دنیائے غدار میں عمرِ عزیز بسر کرتے۔ حکیم سنائی خوب کہتے ہیں

این دوروزہ حیات نزد خرد　　　چہ خوش وناخوش و چہ نیک و چہ بد

(عقلمند کے نزدیک یہ دوروزہ زندگی خوشی وناخوشی اور بری یا بھلی حالت میں گزارنا برابر ہے۔)

جب ناگور کے صوبہ کو خبر ہوئی تو وہ کچھ نقدی لے کر شیخ حمید الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر شیخ قدرے دیگر زمین قبول فرمائیں تو میں بیج کی اور کارگزاروں کی تدبیر کردوں تا کہ آپ کو اس سے بہتر فراغت حاصل ہو۔ شیخ حمید الدین نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے کسی نے اس بابت کچھ قبول نہیں کیا ہے اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو میں کب قبول کر سکتا ہوں۔ یہ ایک بیگھہ زمین جو میری ملکیت ہے مجھے کافی و وافی ہے۔ غرضکہ آپ نے صوبہ سے معذرت کی اور اس کے لائے ہوئے تحفوں کو نگاہِ قبول سے نہیں دیکھا۔ صوبہ نے شیخ حمید الدین کی بزرگی اور آپ کے افلاس و تنگدستی کی بابت بادشاہ وقت کو اطلاع دی اور اس نے پانچ سو نقرئی

سکوں کی تھیلیاں اور ایک گاؤں کا فرمان شیخ حمید الدین کے نام کا مرتب کر کے صوبہ کی معرفت بھیجا اور کہا کہ یہ شیخ کے پاس لے جا اور میری طرف سے نہایت عجز وانکساری اور بے حد ذلت کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ صوبہ نے ایسا ہی کیا اور جب روپیوں کی تھیلیاں اور گاؤں کا فرمان شیخ حمید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں لے گیا تو شیخ نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا مگر تھوڑی دیر کے بعد صوبہ کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے حرم محترم کے پاس تشریف لے گئے اس وقت آپ کی بی بی کے سر پر اوڑھنی تک نہ تھی صرف پیراہن مبارک کا دامن سر پر ڈال لیا کرتی تھیں اور شیخ کی بھی چادر جو آپ کی کمر مبارک سے باندھتے تھے نہایت پرانی ہو گئی تھی اور جا بجا سے پھٹ گئی تھی۔ الغرض شیخ نے چاہا کہ اس شاہ زنان یعنی اپنی حرم محترم کو درویشی میں آزمائیں چنانچہ آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بادشاہِ وقت نے پانچ سو روپے کی تھیلیاں اور ایک گاؤں کا فرمان بھیجا ہے تم اس بارہ میں کیا کہتی ہو آیا میں اسے لے لوں یا واپس کر دوں اس شیر زن اور بادشاہ زنان نے فرمایا کہ اے خواجہ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنی برسوں کی فقیری کو ایک دم میں باطل وضائع کر دے۔ آپ بالکل اطمینان رکھیے میں نے دو سیر سوت ہاتھ سے کاتا ہے اس سے اس قدر کپڑا تیار ہو جائے گا کہ آپ کی چادر اور میری اوڑھنی تیار ہو جائے گی۔ جب شیخ حمید الدین نے اس فخر زنان کی یہ تقریر سنی تو نہایت خوش ہوئے اور باہر تشریف لا کر صوبہ سے فرمایا کہ اے خواجہ مجھے تمہارے اس لائے ہوئے تحفے کی چنداں حاجت نہیں ہے اور میں اس کے قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں۔

شیخ حمید الدین سوالی کی بعض کرامتوں کا بیان اور ان مراسلات کا ذکر جو شیخ حمید الدین اور شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہما العزیز کے درمیان واقع ہوئی

بیان کیا جاتا ہے کہ ناگور میں ایک ہندو رہتا تھا جب وہ شیخ حمید الدین کی نظرِ مبارک کے سامنے آتا تو آپ فرماتے یہ خدا کا دوست ہے اور مرنے کے وقت باایمان ہو کر دنیا سے اٹھے گا اور اس کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ انجام کار ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ حقیقت میں شیخ حمید الدین کی یہ پیشین گوئی آپ کے علوِ درجات اور کرامت کی بہت بڑی دلیل ہے اور اس سے

بدیہی طور پر استدلال کیا جاتا ہے کہ عواقب امور اور خاتمہ پر آپ کی نظر بہت وسیع اور غائر تھی۔

منقول ہے کہ جس زمانہ میں شیخ حمید الدین سوالی کی شہرت کا آوازہ جہان میں پھیلا اور آپ کی باطنی تصرف و کرامات کے ڈنکے عالم میں بج گئے تو ناگور میں ایک سوداگر تھا جو ناگور سے ملتان میں تل لے جایا کرتا تھا اور ملتان سے ناگور میں روئی لایا کرتا تھا۔ جو خط و کتابت اور مراسلات شیخ حمید الدین اور شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے مابین ہوتی تھی وہ اس کی معرفت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ شیخ حمید الدین نے جناب شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کی خدمت لکھا کہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ شیخ واصلان خدا میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے واصل ہیں اور یہ بھی تحقیق ہوا ہے کہ دنیا اور اس کے ساز و سامان خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت مبغوض و مکروہ ہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ جیسے بزرگ اور محبوبِ خدا اس دشمن خدا کو اپنے پاس سے دور نہیں کرتے۔ شیخ بہاؤ الدین نے اس بارہ میں بہت جوابات لکھے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ دنیا کیا ہے اور اس میں سے، کس مقدار میں میرے پاس موجود ہے۔ ہر چند کہ شیخ بہاؤ الدین دنیا کی حقارت و قلت کی بہت سی مثالیں بیان کرتے تھے اور پے در پے جواب لکھتے تھے لیکن شیخ حمید الدین کو اطمینان و تسلی نہ ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ یہ جملہ ''الضدان لایجتمعان'' یعنی دو متضاد و متخالف باتیں ایک جگہ نہیں ہوتی۔ کس چیز پر محمول ہو سکتا ہے۔ الغرض شیخ حمید الدین نے اسباب میں یہاں تک غلو کیا کہ اس معنی کا بھید آپ پر عالم غیب سے واضح ہوا لیکن آپ نے اس بھید کو کسی پر واضح نہیں کیا۔ منقول ہے کہ اسی زمانہ میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے فرزندوں میں سے ایک صاحبزادے ناگور میں پہنچے اور سنا کہ شیخ حمید الدین نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے ایک شور و غوغا برپا کیا اور چند ظاہر بین دانشمندوں کو اپنا موافق بنا کر خصومت کا دروازہ کھولا اور ایک جماعت بہم پہنچا کر شیخ حمید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے دروازہ پر آئے اور امر بالمعروف کرنے لگے جسے شیخ نہایت خاموشی اور تحمل کے ساتھ سنتے رہے لیکن جب ان کا غلبہ زیادہ ہوا اور بہت کچھ شور مچایا تو شیخ نے فرمایا کہ تم اس درجہ غلبہ و زیادتی نہ کرو۔ میں جمعہ میں اس وجہ سے حاضر ہونا ضروری نہیں سمجھتا کہ ناگور شہر کا حکم نہیں رکھتا ہے۔ غرضکہ شرعی حجت سے انہیں ملزم کیا لیکن چونکہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین کے فرزند رشید نے جناب حمید الدین کو بے وجہ رنج پہنچایا تھا اور آپ کے معمورہ

اوقات کو شور غل سے پریشان و متفرق کر دیا تھا لہذا شیخ حمید الدین کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ کہ صاحبزادے! جس قدر تم نے میرے وقت کو غارت کیا ہے میں نے اس کے جرم کے مقدار تمہارے لیے حبس درویشانہ کا حکم لگایا ہے جسے تم عنقریب بھگتو گے۔ چنانچہ جب شیخ حمید الدین اور شیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہما العزیز کا انتقال ہو گیا تو شیخ بہاؤ الدین زکریا کے فرزند کو کسی مقام کا سفر پیش آیا اثناء راہ میں سرکش ڈاکو نے انہیں پکڑ لیا اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کی میراث سے تمہیں بے حد مال پہنچا ہے لاؤ وہ سب مال میرے حوالہ کر دو تاکہ میں تمہیں رہائی دوں۔ یہ کہہ کر شیخ بہاؤ الدین کے فرزند کو قید کر دیا انہوں نے اپنے بھائی شیخ صدر الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف یہ سارا ماجرا لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ میں قید سخت میں مبتلا ہوں جب تک تم میرے حصہ کا تقسیم شدہ مال نہ بھیجو گے میں اس قید سے نجات نہیں پا سکتا۔ شیخ صدر الدین نے وہ تمام مال بھیج دیا جسے اس متمرد ڈاکو نے اپنے قبضہ میں کیا اور کہا یہ تمہارا حصہ آیا ہے اب تم شیخ صدر الدین کو لکھو کہ وہ اپنے حصہ میں سے بھی کچھ بھیجے اس وقت میں چھوڑوں گا۔ انہوں نے مجبور ہو کر اس بارے میں ایک اور خط شیخ صدر الدین کو لکھا اور انہوں نے بھی اپنے حصہ میں سے ایک کثیر التعداد رقم اس ڈاکو کے پاس روانہ کی اور ایک مدت کے بعد اپنے بھائی کو قید سے نجات دلائی۔ کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ نے ایک حکمت مضمر رکھی تھی اور وہ یہ تھی کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کو خدا تعالیٰ نے وہ قوت عنایت فرمائی تھی کہ آپ مال کی حفاظت کر سکتے تھے اور ان کی معمورہ اوقات دنیاوی مال و دولت کی وجہ سے متفرق و پریشان نہ ہوتے تھے لیکن جب وہ مال بطریق ارث ان کے صاحبزادوں کو پہنچا تو ان کے حق میں خداوندی ارشاد کہ دنیا کا مال آدمی کے لیے فتنہ ہے صادق ہونے والا تھا کیونکہ ان میں اتنی قوت کہاں تھی جس کے سبب مال و دولت کی حفاظت کر سکتے پس خدا تعالیٰ نے شیخ بہاؤ الدین کے فرزندوں کے حق میں بہت بڑا کرم کیا کہ شیخ حمید الدین کی دعا سے سارا دنیاوی مال فرزندان شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ سے متفرق و پریشان کرا دیا اور انہیں بلا میں نہیں ڈالا۔ یہ نقل بھی شیخ حمید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کرامت اور علوء درجہ پر دلیل ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس بزرگوار کے مناقب و فضائل بے شمار اور انگنت ہیں۔ لیکن اس کتاب میں اسی مقدار پر اختصار و اکتفا کیا گیا۔

اصحاب سلوک کو راہ حق میں دشوار و مشکل نظر آنے والے سوالات کا بیان اور ان کے جوابات جو شیخ حمید الدین سوالی کی علمی مجلس میں وقتاً فوقتاً پیش ہوتے تھے

اس کتاب میں ان سوالات و جوابات کا بطریق اختصار ذکر ہوتا ہے۔

کاتبِ حروف عرض کرتا ہے کہ اصحاب سلوک کو طریقت و حقیقت میں جو مسئلہ مشکل اور دشوار پیش آتا تھا جناب شیخ حمید الدین سوالی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور آپ جواب شافی عنایت فرماتے تھے بعض وہ سوالات جو لوگوں نے آپ کی خدمت میں پیش کیے اور آپ نے ان کے شافی جوابات دیے ہیں۔ اس ضعیف نے ایک ایسی کتاب میں لکھے دیکھے ہیں جو جناب سلطان المشائخ کی نظر مبارک سے گزری ہے جن میں سے بعض سوالات و جوابات کو خود سلطان المشائخ نے اپنے قلمِ مبارک سے (ح) علامت دے کر حاشیہ پر نقل کیا ہے۔ میں ان تمام سوالات اور سوالات کے جوابات کو اس کتاب میں درج کرتا ہوں تا کہ سالکانِ راہِ حق کو ان کے مطالعہ سے ذوق و شوق پیدا ہو اور امیدوار کاتب کو ان کے وسیلہ سے مغفرت حاصل ہو۔

سوال: ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ وسوسہ شیطانی اور اندیشہ نفسانی اور القاء ملکی اور وحی ربانی یہ سب چیزیں ایک رنگ اور ایک صفت میں عالم انسانی میں ظہور کرتی ہیں پھر ان میں مابہ الامتیاز کون سی چیز اور کس وجہ سے پہچان سکتے ہیں کہ یہ وسوسہ شیطان ہے اور وہ اندیشۂ نفسانی اور القاء ملکی کیا صورت ہے اور وحی ربانی کسے کہتے ہیں؟

جواب: شیخ حمید الدین نے اس کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا کہ طالبون کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ طالبانِ مولیٰ اور دوسرا ابنائے عقبیٰ، تیسرا طالبان دنیا۔ جو لوگ دنیا کے طالب ہیں انہیں اپنے خواطر کی معرفت سخت دشوار و محال ہے کیونکہ ان کے تمام خواطر ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ لکثرۃ اشتغالھم بالکمال و الامال. یعنی وجہ یہ کہ انہیں تحصیل مال اور دنیاوی امیدوں میں، بکثرت مشغولی رہتی ہے اور جو لوگ عقبیٰ کے طالب ہیں وہ دینی و دنیاوی

خواطر میں فرق کر سکتے ہیں۔ **لان الخاطر الدنیوی ملوث بنصیب حالی مکدر بکدورة الحظ الوقتی و الخاطر الاخروی مجرد من الحظ الحالی و مصفی من النصیب الوقتی** ۔ یعنی طالب عقبیٰ دینی و دنیاوی خطروں میں اس لیے تمیز کر سکتے ہیں کہ دنیاوی خطرہ حال کے حصہ سے آلودہ اور دنیاوی بہرہ کی کدورت سے مکدر رہتا ہے۔ اور اخروی خطرہ حال کے حصہ سے مجرد اور دنیاوی بہرہ سے صاف ہوا کرتا ہے۔ اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے طالب ہیں وہ عقبیٰ اور مولیٰ کے خطرہ میں فرق کر لیتے ہیں۔ **لان الخاطر العقبوی کان صافیا من الحظوظ الحالیته و مجرد من النصائب المالیة** ۔ اس واسطے کہ عقبیٰ کا اندیشہ دنیاوی بہرہ سے صاف اور مالی حصوں سے خالی ہوا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کا اندیشہ دنیاوی بہروں سے پاک صاف اور مالی حصوں سے منزہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ طالبان دنیا ہیں ان کا دل پریشان و متفرق ہوتا ہے اور طالبان عقبیٰ کا دل مطمئن رہتا ہے اور طالبان مولیٰ کو کوئی اندیشہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ اندیشہ تصور کو چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ تصور نیز اس چیز سے منزہ ہے جو خاطر میں آتی ہے **تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیر** ۔ الفقر اخیر کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ جو لوگوں نے کہا ہے کہ **عبادة الفقر انفی الخواطر** ۔ یعنی فقر کی عبادت خطروں کی نفی کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فقر کا مرتبہ مقام تصوف سے بالاتر ہے کیونکہ اگر اصحاب ترقی کرنے والے ہوتے اور اہل فقر سے بالاتر ہوتے تو ان کی عبادت فقرا کی عبادت سے برتر ہوتی اور اگر کوئی یوں کہے کہ صوفی فقیر سے بالاتر ہے کیونکہ فقیر مقام عبادت میں ہے اور صوفی مقام عبادت سے ترقی کر گیا ہے تو میں کہوں گا **این مقام الصوفی اذاتم الفقر** ۔ یعنی جب درویشی و فقیری تمام ہو جاتی ہے تو مقام صوفی کہاں ہے۔

سوال: جوانمردی فتوت اور مروت میں کیا فرق ہے؟

جواب: **ماقال اهل المعرفة المروة شعب من الفتوة و هو الاعراض عن الکونین والدعة منهما** ۔ یعنی ان دونوں میں وہ فرق جو اہل معرفت نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ مروت جوانمردی کی ایک شاخ ہے اور جوانمردی کہتے ہیں دونوں جہان کی راحت سے چشم پوشی کرنے کو۔ مروة درخت فتوت کی ایک شاخ ہے جو دوستون کے بوستان دل میں اُگتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ داد و ستد میں مشغول ہو اور اپنے تئیں اس مرتبہ میں نہ رکھے اور فتوت کا ثمرہ داد و ستد کا ترک کرنا اور کونین کے اندیشہ سے دل کو دھونا اور اس میں اپنا حصہ ڈھونڈنا اور محظوظ نہ ہونا ہے۔

سوال: خدا تعالیٰ کا بندۂ خاص کون ہے؟

جواب: حق تعالیٰ کا بندۂ خاص وہ ہے جسے خدا تعالیٰ عام کی صحبت سے محفوظ رکھے اور خاص و عام کے دام قبول میں نہ چھوڑے اور جس شخص کو تو نے دیکھا کہ اس کے دل کا رخ خلق کی طرف ہے اور اس کا یار اس کی طرف متوجہ ہے ایسے شخص کو خصوصیت کے حلقہ سے باہر نکال دینا چاہیے دنیا شیطان کا جال ہے اور خواہش نفس کا۔ تو جو شخص اس جال میں پھنسا نہیں چاہتا اس سے کہہ دینا چاہیے کہ دنیا سے ہاتھ اٹھالے اور دانہ کو ترک کردے اور خلق کو جو اس جال میں پھنسنے والی ہے بجائے خود چھوڑ دے۔ درویش! یہ بات نہایت دقیق و باریک ہے جو عبارت سے ادا ہونے کی گنجائش نہیں رکھتی۔

با خلق نشستۂ خدا مے طلبی   در شیوۂ ناسزا سزا مے طلبی
اینجا کہ توئی ہوا خدا مے طلبی   نیکو بنگر کئی کرامے طلبی

سوال: اصحابِ دل اپنی اصطلاحات میں لفظ خرابات اور صومعہ کا بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے معانی ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ آپ فرمائیے کہ خرابات سے کیا مراد ہے اور صومعہ کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب: مارا از خرابات خانہ آوردند۔ یہ اور ان جیسے اور جملے تو نے سنے ہوں گے۔ لیکن اب گوش ہوش سے سن کہ اس سے زیادہ روشن و واضح کبھی نہ سنا ہوگا خرابات سے مراد یہ ہے کہ پہلے تو نہ تھا اور بغیر تیرے۔ تیرے ساتھ موافقت کرتے تھے بلکہ تیرے بغیر اپنے ساتھ عیش کی شطرنج کھیلتے تھے۔ تجھے خرابات عدم سے صومعہ وجود میں بھیجا اور وہ چیز عنایت کی جو کسی اور کو عنایت نہیں کی اور جب تو صومعۂ وجود میں آیا خرابات عدم سے باہر آیا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہوں کہ جب خرابات عدم سے باہر آیا صومعۂ وجود میں آیا اور صومعۂ وجود میں شرابِ معہود نوش کی اور جب تو مست ہوا تو الست بربکم کا زمانہ خرابات کو بھول گیا۔ محبوب اول جو تجھے فنائے ابد سے وجود میں لایا ہے اس نے تقاضا کرنے والوں کو تیرے پاس بھیجا اور داعیوں کو مقرر کیا تا کہ تجھے صومعۂ وجود سے خرابات عدم کی طرف مدعو کریں اور وفائے عہد کی ندا کہ واللہ یدعوا الی دار السلام۔ پہنچائیں ان ندا دینے والوں میں سے ایک کہتا ہے سارعوا الی مغفرۃ دوسرا کہتا ہے وانیبو الی ربکم تیسرا ندا دیتا ہے۔ توبو الی اللہ. چوتھا آواز دیتا ہے کہ یا ایتھا النفس

المطمئنۃ. پانچواں کہتا ہے وتبتل الیہ تبتیلاً. یہ تمام جو تم دیکھ رہے ہو ایک پہاڑ ہے اور دانشمند مرد صومعہ وجود کو گلشن بناتا ہے۔ اب وہ وقت ہے کہ اٹھو اور اپنے دل کا رخ خرابات عدم کی طرف لاؤ اور خرابات عدم کو آثار قدم اور انوار دم سے منور کرو۔ اور شراب محبت نوش کرو۔ اور اول روز کے محبوب کو فراموش نہ کرو۔

هل فؤادک حیث الهویٰ ما یحب الا للحبیب الاول

یعنی کیا تیرا دل از روے دوستی کے دوست اول کے سوا اور کسی کو دوست نہیں رکھتا۔

سوال: دُرد کسے کہتے ہیں اور صافی کون شخص ہے؟

جواب: دُرد جگر کو کہتے ہیں اور صافی دل کو۔ خدا تعالیٰ نے جگر اور دل کو برابر ایک دوسرے کے رکھا ہے۔ آج مجھے درد میں اس لیے لایا کہ درد وہی کھائے جو صافی خورہ ہے چونکہ مرید طالب ہے ضروتاً جگر میں ہے اور درد اس کا حصہ ہے اور چونکہ مراد مطلوب ہے اس لیے ساتھ دل کے ہے اور صافی حصہ اس کا ہے۔

سوال: دَرْد کون ہے اور دوا کیا ہے؟

جواب: درد کے ساتھ آ کہ دوا کو پہنچے یعنی نایافت درد کے ساتھ آتا کہ یافت کہ دوا حاصل کرے۔ درد شوق کے ساتھ آتا کہ ذوق کی دوا لے جائے۔ درد فراق کے ساتھ آ کہ وصال کی دوا پائے۔ درد نیستی کے ساتھ آ کہ ہستی کی دوا حاصل کرے۔ درد فنا کے ساتھ آ کہ بقا کی دوا پائے اور دنیا کے ساتھ آتا کہ بے نیازی کی دوا حاصل کرے۔

سوال: معرفت کسے کہتے ہیں؟

جواب: معرفت یہ ہے کہ تو حق تعالیٰ کو ساتھ حق تعالیٰ کے عقول کے ادراک اور وہم وخیال کے احساس سے خالی اور مجر پہنچانے کیونکہ اسے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا۔ وجہ یہ کہ ایسا شخص چاہیئے کہ جب اسے پہچانے تو حاصل کرے و لیس فی الوجود غیر اللہ یعنی وجود میں سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔

سوال: پھر معرفت ہے کیا چیز؟

جواب: اپنے تئیں پہچاننا معرفت ہے چنانچہ موجودات کے سردار جناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عبارت میں اس معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه.

سوال: اپنے تئیں پہنچاننے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اپنے تئیں پہنچاننے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے مجموع کو پہچانے اور اپنے اجزا کی معرفت حاصل کرے پھر اپنے اجزا کی کلیات کو تمیز کرے اور ہر ایک جزو سے جو مقصود ہے اسے معلوم کرے پھر اس کے ساتھ ہر کلی کی مراد کا ادارک کرے اور ہر جزو کی خاصیت پہچانے اور اپنے تئیں اپنی حقیقت سے خبردار کرے اور جانے کہ کیا چیز ہے اس طرح کلیات کی طبیعتیں قبل الترکیب و بعد التعریف پہچانے کہ پہلے کیا تھیں اور آئندہ کیا ہوں گی پھر تو عالم پر گزر کر کے اپنے تئیں پہچانے اور جو تیری اصل ہے اسے حاصل کرے علم کے ساتھ نہیں بلکہ عمل کے ساتھ کیونکہ تیرا عمل ایک دوسری چیز ہے سوائے اس کے جو تو کرتا ہے اور علم دوسری چیز ہے علاوہ اس کے جو تو جانتا ہے اور اپنی فرع اور اپنی روح کی نسبتیں معلوم کرے علم کے ساتھ نہیں بلکہ عمل کے ساتھ پھر اگر تو بہشت کے ملنے سے راضی ہے (حالانکہ بہشت کے طالب اور درجات کے ڈھونڈنے والے بھی اس زمانہ میں بہت تھوڑے ہیں) تو صفات ذمیمہ اور نفس کی نسبتوں کو مٹادے کیونکہ بہشت کے ملنے کے لیے اسی قدر کفایت کرتا ہے اور یہ بھی اگر تجھے میسر ہو جائے تو معلوم کرلے کہ خدا کی محض عنایت سے ہے وہ نہایت ہی صاحب اقبال اور نصیبہ ور شخص ہے جسے خدا تعالیٰ بہشت کے ساتھ اختیار کرے اور اگر تیری ہمت عالی ہے تو اس کی طرف گردن نہ جھکائے گی اور تیرا ابر تر سر یر اس کی جانب سر نیچا نہ کرے گا اور تو اوصاف کو خواہ برے ہوں یا اچھے مع روح کی نسبتوں کے دریائے عدم میں ڈال دے گا۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ اوصاف کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) اوصاف حسی (۲) اوصاف نفسانی (۳) اوصاف قلبی۔ اوصاف روحی۔ جو باری تعالیٰ کی نسبتوں کی ہم نشینی کیوجہ سے معتبر ہوتے ہیں اگر بندہ کے ساتھ خداوندی سعادت موافق پڑے اور وہ دولت وصلت معلوم کرے اور اس میں ہمت سلوک ظاہر ہو۔ پختہ کار اور جہاندیدہ پیر طلب کرے اگر ایسا پیر دستیاب ہو جائے تو اس کے قدموں پر سر رکھنا چاہیے اور جان اس کے شکرانہ میں قربان کر ڈالنا مناسب ہے اور اگر دستیاب نہ ہو تو ان باتوں کو جنہیں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اپنا مقتدا بنانا چاہیے۔

از بخت بدم گر فرو شُد خورشید　　　از نور رخت مها چراغے گیرم

(اپنی بدنصیبی ہے اگر آفتاب غروب ہو گیا تو میں اے چاند تیرے رخ انور سے چراغ روشن کروں گا)

ان کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو کیونکہ اس کا زمانہ ان چیزوں کی مشغولی میں پریشان

اور مشوش ہوگا۔ وجہ یہ کہ جو کچھ دل میں آتا ہے اسی رستہ سے آتا ہے۔

سوال: یہ تو آپ نے سب کچھ بیان کر دیا لیکن ابھی تک یہ نہیں فرمایا کہ معرفت کیا ہے؟

جواب: معرفت یہ ہے تو حسوس نفوس قلوب ارواح میں سے ہر ایک مرکب کی صفات کو پہچانے جو باہم ایک دوسرے کے مخالف اور ضد ہیں اور ان صفات کی شناخت علم کے ساتھ بھی ہو اور عمل کے ساتھ بھی کیونکہ اگر تو انہیں علم کے ساتھ پہچانے گا اور عمل کے ساتھ دریافت نہ کرے گا تو تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس وقت تجھے عالم کہیں گے لیکن عمل کے ساتھ عارف اس وقت ہوگا جبکہ ان اوصاف کو محو کر دے گا یا میں دوسرے لفظوں میں یوں کہوں کہ جب تو کامل اور پوری صفائی حاصل کرلے گا تو اس وقت تجھے عارف کہہ سکیں گے۔

سوال: اوصاف کے مٹانے اور محو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: تو اول اوصاف حسّی کو مٹا ڈال کہ اس کے مٹنے سے اوصاف نفسانی خود بخود مضمحل اور فنا ہو جائیں گے جب تک اوصاف حسّی قائم ہیں اوصاف نفسانی کو اوصاف حسّی سے مدد پہنچتی رہتی ہے اور جب تک یہ مدد قائم ہے ولایت برپا ہے جب اوصاف حسّی مٹ جاتے اور اوصاف نفسانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو انہیں بھی دست فنا میں سپرد کر دیتے ہیں کیونکہ اگر باوجود اوصاف نفسانی کے اوصاف حسی قلبی اوصاف کے مٹانے اور محو کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ تو اس میں انہیں ہرگز کامیابی نہ ہوگی وجہ یہ کہ اوصاف نفسانی کو حسّی اوصاف سے مدد پہنچ رہی ہے تاوقتیکہ یہ مدد محو نہ ہوگی انہیں صفات قلبی کی طرف رستہ نہیں ملے گا اور وہ یک سو ہو کر ان کی طرف متوجہ نہ ہوں گے جب تک صفات قلبی موجود رہیں گے نسبتوں کا اسقاط محال ہوگا۔ اور وحدت کے دروازہ تک پہنچنا خیال و وہم۔

بدریای عصمت فرو رفته به کز انجا بدریاے وحدت رسی

(عصمت کے دریا میں ڈوب جانا بہتر ہے کہ وہاں سے دریائے وحدت میں پہنچنا ممکن ہے۔)

اس کام کی ابتدا خلوت ہے اور عزلت اور خدا تعالےٰ کی یاد میں مستغرق ہو کر اپنی فراموشی۔

بایاد خودت یاد خدا شرک بود تاتو نشوی ز خود جدا شرک بود

آنجا که فنای مطلقت مے یابد تاهستِ وجود تو هدا شرک بود

(اپنی یاد کے ہوتے خدا کو یاد کرنا شرک ہے اور جب تک تو اپنی ہستی سے جدا نہ ہوگا شرک میں مبتلا

رہے گا۔ تجھے فنائے مطلق چاہیئے اور تاوقتیکہ تیرا وجود شرک میں گرفتار ہے۔)

آزاد کسیت کو زخود آزاد است　　هر غم که بلور سد بدان غم شاداست

محصول دو کونین که درهمت او　　چون آب نگویم که همه چون باداست

(جو اپنی ہستی سے آزاد ہے حقیقت میں وہی آزاد ہے۔ ایسا شخص ہر ایک غم میں خوش رہتا ہے اور جس کی ہمت صرف دین و دنیا کے حصول پر مبنی ہے۔ میں اسے پانی سے تشبیہ نہیں دیتا بلکہ ہوا سے تشبیہ دیتا ہوں۔)

شیخ بدرالدین غزنوی کے حالات

بدرالسالکین شمس العارفین محبت کے جنگل کے شیر مودت۔ کے سرچشمے شیخ بدرالدین غزنوی ہیں۔ جو پسندیدہ احوال اور منتخب و برگزیدہ افعال رکھتے اور اپنے زمانے میں اہل سماع و عشق کے درمیان محتشم اور شیخ الاسلام جناب قطب الدین بختیار اوشی کے ممتاز و معزز خلیفہ تھے۔ مشائخ روزگار آپ کی بزرگی کے معترف و معتقد تھے آپ نہایت موثر لفظوں میں وعظ کہتے جس کا اثر سننے والوں پر بہت کچھ پڑتا۔ خلق خدا کو اپنی دل پذیر اور بااثر تقریر سے رشک میں ڈالتے اور دلوں کو راحت و آسائش پہنچاتے آپ بیشتر ادائے محبت میں تھے آپ کا نہایت قیمتی دیوان ہے جو عاشقانِ خدا کے لئے دستور العمل ہے۔

شیخ بدرالدین غزنوی کے غزنی سے لاہور اور پھر لاہور سے دہلی میں آنے اور شیخ لاسلام جناب قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہما العزیز کی خدمت میں بیعت کرنے کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین غزنوی کا بیان ہے کہ میں اول غزنین سے لاہور آیا اس زمانہ میں لاہور نہایت معمور و آباد تھا۔ چند روز میں یہاں رہا۔ بعد ازاں سفر کا قصد کیا اس وقت کبھی تو میرے دل میں آتا تھا کہ غزنین کی طرف

چلا جاؤں اور کبھی کہتا تھا کہ شہر دہلی جاؤں لیکن میرے دل کی کشش غزنین کی طرف بہت تھی کیونکہ والدین اور عزیز و اقارب، یار دوست وہیں تھے۔ دہلی میں صرف میرا ایک داماد تھا اس کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ غرضکہ اس تردد میں میں نے قرآن مجید کی فال دیکھی اول میں نے غزنین جانے کی نیت سے دیکھا تو عذاب کی آیت نظر پڑی بعدہ جب دہلی کی نیت سے دیکھا تو آیت رحمت نکلی اور جنت اور اس کی ندیوں کا ذکر نظر پڑا چنانچہ میں قرآن مجید کی فال کے بموجب دہلی کی طرف روانہ ہوا اور یہاں آ کر اپنے داماد کی تلاش و جستجو میں ہوا جو دہلی میں نوکر تھا۔ میں سرائے سلطان میں گیا دیکھتا ہوں کہ میرا داماد اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی ہاتھ میں لیے باہر آرہا ہے مجھے دیکھتے ہی گلے سے لگ گیا اور نہایت خوش ہو کر وہ اشرفیاں میری نذر کیں میں چند روز تک دہلی میں رہا اس کے بعد غزنین سے خبر آئی کہ ان شہروں میں مغل پہنچ گئے اور میرے والدین اور تمام اقربا کو شہید کر ڈالا۔ جب سلطان المشائخ اس حکایت کو نقل کر چکے تو حاضرین نے دریافت کیا کہ جب شیخ بدرالدین دہلی میں پہنچے تو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار سے بیعت کی اور محلوق ہوئے تو دہلی ہی میں رہے اور جب تک شیخ لاسلام قطب الدین زندہ رہے شیخ بدرالدین اپنے پیر کی خدمت سے جدا نہیں ہوئے۔ اور آپ کی ملازمت ترک نہیں کی۔

شیخ بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کی بعض کرامتوں کا بیان

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین کو خواجہ خضر سے ملاقات تھی اور آپ اکثر اوقات ان سے ملا کرتے تھے ایک دن شیخ بدرالدین کے والد بزرگوار نے فرمایا کہ اگر مجھے خواجہ خضر کو دکھاؤ تو بہتر ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ شیخ بدرالدین مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے اور مہتر خضر ایسی بلند جگہ تشریف رکھتے تھے کہ اس جگہ کوئی دوسرا شخص بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ شیخ بدرالدین نے والد بزرگوار کو دکھایا کہ دیکھو وہ خضر بیٹھے ہیں ان کے والد نے حضرت خضرؑ کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ اس وقت انہیں میری ملاقات سے تکلیف ہو گی اس لیے میں اس وقت تکلیف دینا نہیں چاہتا وعظ کے بعد دیکھوں گا۔ لیکن جب وعظ ختم ہوا تو خواجہ خضر وہاں سے غائب ہو گئے۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین نہایت بزرگ اور ذی مرتبہ شخص تھے لیکن جب آپ

شہر میں آئے اور خلق میں مشغول ہوئے تو پھر ان کی یہ کیفیت نہیں رہی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کو دیکھے اور پھر وہ اس کی نظر سے غائب ہو جائے تو یقین کرلے کہ وہ مہتر خضر تھے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین غزنوی کو میں نے فرماتے سنا کہ میں قاضی حمیدالدین ناگوری کے مکان میں آیا دیکھا کہ آپ نے کپڑے دھونے کے لیے دے رکھے ہیں اور جاڑے کی ہوا نہایت خنک و سرد چل رہی ہے۔ آپ صرف ایک تہ بند باندھے ہوئے بیٹھے تھے فرمایا کہ بدرالدین! تمہارے والد کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد سلطان نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مصیبت و سختی کی حالت میں ایک دفعہ خلق و مہربانی سے پیش آئے اور ذرا سا احسان کرے تو یہ احسان اسے تمام عمر کے لیے کافی ہے۔ کاتب حروف نے اپنے عم بزرگوار سید السادات جناب سید حسین سے سنا ہے کہ ایک نہایت حقیر و ذلیل شخص سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا کرتا آپ اس کی تعظیم لیے کھڑے ہو جایا کرتے اور انتہا درجہ کی ولداری فرمایا کرتے بخلاف اور معزز و ممتاز عزیزوں کے کہ آپ ان کی اس درجہ تعظیم نہیں کرتے تھے اور یہ شخص اس تعظیم و توقیر کے شایان نہ تھا۔ ایک دفعہ یاروں نے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا اس شخص نے نہایت مجبوری اور اضطرار کی حالت میں ایک مرتبہ ایک گز کپڑے سے میری مدد کی ہے میں اس وقت نہایت مجبور اور کپڑے کا سخت محتاج تھا ایسے وقت میں یہ شخص گز بھر کپڑا میرے پاس لایا اس وجہ سے میں اس کے حق کی رعایت کرتا ہوں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک نماز اہل سلوک کے ہاں مروج ہے جو آخر رجب میں درازی عمر کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ شیخ بدرالدین غزنوی ہمیشہ یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ازاں بعد فرمایا میں نے شیخ ضیاء الدین پانی پتی علیہ الرحمتہ کے فرزند رشید نظام الدین سے سنا ہے کہ جس سال میں شیخ بدرالدین غزنوی انتقال کرنے والے تھے اس میں آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی لوگوں نے عرض کیا کہ اس سال آپ نے وہ نماز کیوں نہیں ادا کی۔ فرمایا۔ اب میری زندگی میں کچھ باقی نہیں رہا ہے چنانچہ اس سال میں آپ نے انتقال فرمایا شیخ بدرالدین غزنوی اپنے پیر شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی پائنتی مدفون ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی سے سنا آپ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز ذیل کی دو بیتیں اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے۔

سودائے تو اندر دل دیوانۂ ماست
ہر چہ نہ حدیث تست افسانۂ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت او خویش من است
خویشے کہ نہ از تو گفت بیگانۂ ماست

(تیرا خیال ہمارے دیوانے دل میں موجود ہے اور جو تیری بات نہیں ہے وہ ہمارا افسانہ ہے جو تیری بات بیان کرے اگرچہ وہ بیگانہ ہو لیکن میرا عزیز ہے۔ اور جو تیری بات نہ کرے اگرچہ وہ میرا عزیز ہے لیکن حقیقت میں بیگانہ ہے۔)

شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے حالات

اہل شریعت کے پیشوا اہل طریقت کے مقتدا اولیاء عرب میں توکل کے ساتھ گلاب کی طرح مشہور۔ سر سے قدم تک تمام دل یعنی شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہ العزیز ہیں جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے خلیفہ اور بھائی تھے۔ یہ بزرگ عجیب وغریب معاملہ رکھتے تھے اور عجب طرز وروش کے آدمی تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل باوجودیکہ ستر سال شہر میں مقیم رہے لیکن کوئی گاؤں کوئی وظیفہ پاس نہ رکھتے تھے اپنے فرزندوں اور متعلقین کے ساتھ توکل پر گزارا کرتے اور نہایت خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے شیخ نجیب الدین جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ نجیب الدین نہایت بھولے اور دنیا سے بے خبر آدمی تھے۔ آپ بالکل نہ جانتے تھے کہ آج کون سا دن ہے اور یہ کون سا مہینہ اور یہ کس قدر درم ہیں۔

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عید کا دن تھا۔ شیخ نجیب الدین صبح اٹھے اور جو کچھ گھر میں موجود تھا سب خرچ کر کے عید گاہ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو آدمی آپ کے ہمراہ مکان پر آئے آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ جو کچھ گھر میں موجود تھا آپ نماز سے پیشتر سب خرچ چکے تھے اور لوگوں کو کھلا پلا کر عید گاہ گئے تھے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ یاروں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے معذرت کی اور خود کوٹھے پر جا کر مشغول بحق ہوئے اسی اثناء میں دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کوٹھے پر

یہ بیت پڑھتا آتا ہے۔

بادل گفتم دلا خضر رابینی دل گفت اگر مرانماید بینم

(میں نے دل دے کہا کہ تو خضر کو دیکھے گا۔ جواب دیا کہ اگر میرے سامنے آئے گا دیکھ لوں گا۔)
جب یہ شخص شیخ کے پاس پہنچا تو کسی قدر کھانا آپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ تیرے توکل کا نقارہ عرش پر ملاء اعلیٰ میں بڑے زور شور سے پٹ رہا ہے اور تو کھانے کے لیے ملتفت ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے لیے کھانے کی طرف ملتفت نہیں ہوا ہوں بلکہ یہ التفات یاروں اور عزیزوں کے لیے تھا۔ بعد ازاں اس شخص نے کہا کہ یہ کھانا اپنے فرزندوں کو پہنچا دو شیخ نجیب الدین اپنا دامنِ مبارک اس غیبی کھانے سے لبریز کر کے کوٹھے سے اُترے اور اپنے فرزندوں کو عنایت فرمایا۔ لیکن جب کھانا دے کر پھر کوٹھے پر تشریف لے گئے تو اس شخص کو نہیں دیکھا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ وہ مہتر خضر تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے ایک بھائی بداؤں میں رہتے تھے۔ آپ ہر سال میں ایک دفعہ انہیں دیکھنے جاتے اور دونوں بھائی مل کر شیخ علی بزرگ کی ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے جاتے جو صاحب نعمت اور بہت بڑے بزرگ شخص تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بداؤں گئے اور دونوں صاحب حسب معمول شیخ علی کے پاس پہنچے۔ شیخ نجیب الدین نے شیخ علی کے بوریئے پر پہنچنے سے دو تین قدم آگے رعائت ادب کے لئے پاؤں پھیلائے چنانچہ آپ نے پہلا قدم زمین پر رکھا اور دوسرا قدم بوریئے پر جو شیخ علی کا مصلّٰی تھا کھا۔ شیخ علی کو یہ بات نہایت ناگوار گزری اور انہوں نے رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ بوریا مصلّٰی ہے۔ غرضکہ دونوں بھائی برابر بیٹھے تھے اور شیخ علی کے آگے ایک کتاب رکھی تھی۔ شیخ نجیب الدین نے دریافت کیا کہ یہ کون کتاب ہے چونکہ ہنوز رنجش باقی تھی اس لیے شیخ علی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازاں بعد شیخ نجیب الدین نے کہا اگر حکم ہو تو میں اس کتاب کو دیکھوں شیخ علی نے اجازت دی جوں ہی شیخ نجیب الدین نے کتاب کھولی دیکھا کہ اس میں لکھا ہے کہ آخر زمانے میں ایسے مشائخ ہوں گے کہ خلوت میں معصیت کریں گے اور ظاہر میں جب کوئی شخص ان کے بوریئے پر قدم رکھے گا تو قیامت برپا کریں گے۔ شیخ نجیب الدین نے کتاب شیخ علی کی نظر کے سامنے رکھ کر کہا کہ یہ کتاب آپ ہی کی ہے اور عبارت مذکورہ بغیر قصد نظر

پڑ گئی ہے۔ شیخ علی نہایت شرمندہ و پشیمان ہوئے اور بہت کچھ معذرت کی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین کو جس رات فاقہ ہوتا تھا بی بی فاطمہ سام کو جواب قصبہ اندرپت میں آرام کر رہی ہیں اور جن کا روضہ متبرکہ خلق کی حاجات کا قبلہ ہے نور باطن سے واضح ہو جاتا تھا کہ آج شیخ نجیب الدین فاقہ سے ہیں چنانچہ ایک من یا آدھے من کی روٹیاں پکا کر شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں روانہ کرتیں۔ بی بی فاطمہ سام اور شیخ نجیب الدین متوکل کے درمیان بھائی چارہ اور خواہر خواندگی تھی جب وہ روٹی پہنچتی تو شیخ نجیب الدین متوکل فرماتے جیسا کہ بی بی فاطمہ کو درویشوں کے حال سے آگاہی ہوتی ہے اگر بادشاہِ وقت کو ہوتی تو ضرور کوئی بابرکت چیز بھیجتا۔ اس کے بعد آپ مُسکرا کر فرماتے کہ بادشاہوں کو اس قسم کا کشف کہاں سے حاصل ہونے لگا۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اس سے پیشتر کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیعت حاصل کروں میرے بڑے بڑے گھونگروالے بال تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ میں نے شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہ العزیز کی مجلس میں اٹھ کر کہا کہ آپ میرے لیے اس نیت سے ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھیے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں لیکن شیخ نجیب الدین نے میرے اس التماس سے اغماض کیا میں نے جانا کہ میری یہ التماس شیخ کے مبارک کان میں نہیں پہنچی۔ لہذا دوبارہ عرض کیا کہ میرے لیے اس نیت سے ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھیے کہ میں کہیں کا قاضی ہو جاؤں اس مرتبہ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ نظام! تم قاضی مت ہو بلکہ کوئی اور چیز اختیار کرو سلطان المشائخ اس بات کو یاد کر کے فرماتے تھے کہ آپ کو اس کام سے حد درجہ کا انکار تھا کہ فاتحہ تک نہیں پڑھی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل دنیا کے خرچ کرنے کے باب میں اور سخاوت کے حکم کو اس عبارت میں ادا کرتے کہ جب تیرے پاس دنیاوی مال آئے تو خرچ کر ڈال کیونکہ تیرے خرچ کرنے سے کمی نہ آئے گی اور جب دنیا جائے تو نگاہ مت رکھو کیونکہ تیری نگرانی سے پائدار نہ ہوگی۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل نے جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین سے دریافت کیا کہ آدمی کہتے ہیں کہ جس وقت آپ مناجات کی حالت میں یارب کہتے ہیں وہاں سے یہ جواب سنتے ہیں لبیک عبدی۔ فرمایا نہیں۔ ازاں بعد فرمایا و الــدرجــات مــقــدمــة

السکون. یعنی آدمیوں کا کسی چیز کی گفتگو میں آنا۔ حقیقت میں اس چیز کا حاصل ہونا ہے۔ پھر شیخ نجیب الدین نے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ مہتر خضر آپ کے پاس آتے ہیں فرمایا نہیں۔ پوچھا کہ ابدال آپ کے پاس آمدو شد کرتے ہیں اس سوال کی نسبت آپ نے کوئی حکم نہیں فرمایا اور کہا تم بھی ابدال ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ نجیب الدین متوکل ہر سال میں ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں دہلی سے اجودھن جایا کرتے تھے اور جب وہاں سے لوٹنے کا قصد کرتے تو رخصت کے وقت اس نیت سے فاتحہ کی التماس کرتے کہ جس طرح اس مرتبہ شیخ کی خدمت میں آیا ہوں دوسری دفعہ بھی آؤں شیخ شیوخ العالم فاتحہ پڑھنے کے بعد فرماتے کہ تم بارہا میرے پاس آؤ گے چنانچہ آپ انیس مرتبہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پہنچے جب انیسویں دفعہ اجودھن سے واپس آنے لگے تو حسب معمول شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ بندہ جس دفعہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا باین نیت فاتحہ کی التماس کی کہ جس طرح اب آیا ہوں دوسری دفعہ بھی حاضر ہوں اور شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ تو بارہا آئے گا اب میں انیس (۱۹) دفعہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو چکا ہوں۔ اس دفعہ پھر التماس کرتا اور فاتحہ کی درخواست کرتا ہوں کہ ایک دفعہ اور حاضر خدمت ہوں تا کہ بیس کا عدد پورا اور کامل ہو جائے لیکن اس مرتبہ شیخ شیوخ العالم نے فاتحہ نہیں پڑھی اور اسی دفعہ دہلی میں آکر شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا آپ کا روضۂ متبرکہ شہر کے باہر مندہ دروازہ میں ہے قدس اللہ سرہ العزیز۔

مولانا بدرالدین اسحاق دہلویؒ کے حالات

باسط علوم ربانی کاشف غوامضِ معانی مولانا بدرالحق والدین اسحاق بن علی بن اسحاق دہلوی ہیں۔ یہ بزرگ زہد و تقویٰ اور عشق و درد اور آہ و زاری میں بے نظیر تھے۔ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے داماد اور خلیفہ اور خادم تھے۔

مولانا بدرالدین اسحاق کا شیخ شیوخ العالم سے ملاقات کرنا اور آپ سے بیعت کرنا

منقول ہے کہ یہ بزرگ بھی دہلی کے باشندے تھے۔ تحصیل علوم اسی شہر میں کی تھی اور دہلی کے دانشمندوں اور طباعوں کے زمرے میں علم و فضل میں فائق ہو گئے جب آپ نے دانشمندی اور علمی تبحر میں کمال حاصل کر لیا اور دہلی کے علما و فضلا میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جانے لگے تو گوشہ نشینی اختیار کی لیکن چونکہ ہمت بلند رکھتے تھے اس لیے یہ بات ہمیشہ پیش نظر تھی کہ تمام علوم و فنون پر اچھی طرح حاوی ہونا اور انہیں عروج پر پہنچا دینا چاہیے۔ علاوہ ازیں ہر علم و فن میں چند اشکال بھی اس قسم کے باقی رہ گئے تھے جو تبحر یں علماء شہر سے بھی حل نہیں ہوئے تھے اس لیے آپ بہت سی کتابیں ساتھ لے کر بخارا کے قصد سے دہلی سے روانہ ہوئے۔ جب اجودھن میں پہنچے اور ان دنوں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی کرامتوں اور تبحر کا شہرہ عالم میں منتشر ہو چکا تھا۔ اور مخلوق خدا نے ہر ولایت و اقلیم سے آپ کی خاک بوسی کی طرف توجہ کی تھی لہذا مولانا بدرالدین اسحاق کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ مولانا بدرالدین اسحاق کا ایک نہایت ہی دلسوز اور جان نثار عزیز و یار تھا اس نے مولانا کو اور بھی شیخ شیوخ العالم سے ملاقات کرنے کا مشتاق بنایا اور اس بات پر آمادہ کیا کہ مولانا شیخ شیوخ العالم سے ملاقات کریں چنانچہ مولانا شیخ شیوخ العالم کی قدم بوسی کی دولت کو پہنچے دیکھا کہ ایک اولوالعزم بادشاہ ہے جو اپنے سینۂ صافی اور دلکشا تقریر سے آنے والوں کے دلی بھید بیان کرتا اور ان کے دلوں کو اُچک لیتا ہے چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ شیوخ العالم کی حسن عبارت اور لطافت تقریر اس حد کو پہنچ گئی تھی اور آپ کی فصاحت و بلاغت میں وہ جادو تھا کہ جب سننے والے کے کان میں آپ کے موثر الفاظ پہنچتے تو وہ انتہا درجہ کے ذوق سے اس وقت مر جانا اچھا سمجھتا تھا۔ الغرض جو علمی اشکال کہ مولانا بدرالدین اسحاق کے دل میں کھٹکتے تھے عین اسی بحث علمی اور حکایت دینی کی تقریر کے ذیل میں جو شیخ شیوخ العالم دقتاً فوقتاً بیان کرتے تھے سب پانی ہو گئے۔ مولانا شیخ شیوخ العالم کی مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر دنگ ہو گئے اور اپنے دل میں کہا یہ بزرگ کوئی کتاب اپنے پاس نہیں رکھتے

اور باوجود اس کے ایسے غوامض و مشکلات باتوں بں حل کر دیتے ہیں اس سے صاف معلوم ہے کہ علم لدنی سے خبر دیتے ہیں۔ بیشک یہ علم کسبی نہیں ہے بلکہ وہبی ہے جس چیز کے لیے میں بخارا جاتا تھا اس سے سو حصے زیادہ میں نے یہیں حاصل کر لیا چنانچہ بخارا جانے کا ارادہ آپ نے ملتوی کر دیا اور یہ خیال ان کے دل سے نکل گیا۔ اب صافی اعتقاد کے ساتھ شیخ شیوخ العالم سے بیعت کی اور آپ کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

من که درهیچ مقامے نزدم خیمه عشق　　پیش تو رخت بیفگندم و سر بنهادم

شیخ شیوخ العالم نے بھی جب مولانا کو قابل و لائق دیکھا تو بے انتہا عنایت مبذول فرمائی اور اپنی خادمی اور دامادی سے مشرف و ممتاز کیا اور محرمیت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ انجام کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ درگاہِ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ واصل ہو گئے اور شیخ شیوخ العالم کی نعمت خلافت سے مالا مال ہوئے۔ آپ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں مستقیم رہے اور خویش و اقارب جو دہلی میں رہتے تھے آپ نے سب سے قطع تعلق کر لیا اور دوست کی طرف یکسو ہو گئے۔

دل و جان و تن باخیالت یکے شد

کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ مولانا بدرالدین اسحاق اس قدر زار و قطار رویا کرتے اور آپ کو ایسا جلد رونا آتا کہ ایک ساعت بھی آپکی چشم مبارک آنسوؤں سے خالی نہیں رہتی تھی۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

اے ز عشقت خانه عقلم خراب　　هر دم چشمم زگریه غرق آب

رونے کی کثرت سے آپ کی دونوں مبارک آنکھوں میں گل پڑ گئے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کاتب حروف کی دادی نے جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی بیعت کے شرف سے ممتاز ہو چکی تھیں مولانا بدرالدین اسحاق سے کہا کہ اے بھائی اگر آپ ایک ساعت اپنے آنسوؤں کو تھمائے رکھو تو میں ان کا علاج سرمہ سے کروں مولانا بدرالدین یہ سن کر روئے اور فرمایا اے میری بہن میں کیا کروں کہ آنسو میرے قبضے میں نہیں ہیں ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

از آب دیده خانه چشمم خراب شد　　پس نامدیم دیدهٔ خانه خراب را

(میرے آنسوؤں سے آنکھوں کا مخزن نور خراب ہو گیا۔ پس میں نے اپنی آنکھوں کا نام خانہ خراب رکھا ہے۔)

کاتب حروف کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ مولانا بدرالدین اسحاق جناب شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے انتقال کے بعد اجودھن کی قدیم جامع میں تشریف رکھتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب شیخ شیوخ العالم کا انتقال ہو گیا تو آپ کے فرزندوں میں سے شیخ بدرالدین سلیمان شیخ شیوخ العالم کے سجادہ پر بیٹھے۔ مولانا بدرالدین اسحاق جس طرح شیخ شیوخ العالم کی خدمت کرتے تھے اس طرح اپنے مخدوم زادہ کی خدمت میں کمربستہ اور ایستادہ رہتے تھے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں۔

در خدمتِ تو اے ز دل و جان عزیزتر جان بر میان بہ بند و صد بندگی کنم

(تیری خدمت میں اے دل و جان سے زیادہ عزیز۔ میں اپنی جان و دل سے سو بندگی کے واسطے حاضر ہوں۔)

اور جب ایک مدت اس طرح گزر گئی حاسدوں نے شیخ بدرالدین سلیمان اور مولانا بدرالدین اسحاق کے درمیان عداوت ڈال دی اور چاہا کہ آپ اپنی خادمی کے منصب سے جدا ہو جائیں اس وجہ سے مولانا بدرالدین اسحاق کی خاطرِ مبارک منغض ہوئی اور آپ نے اس بارہ میں کاتب حروف کے بزرگوار دادا سید محمد کرمانی سے مشورہ کیا سید محمد کرمانی مولانا بدرالدین اسحاق کی وہ عزت و وقعت جو آپ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں رکھتے تھے دیکھ چکے تھے لہذا آپ نے فرمایا کہ مولانا!

صحبت کہ بعزت نبود دوری بہ

(جو صحبت کہ عزت کے ساتھ نہ ہو اس سے دوری بہتر ہے۔)

مولانا بدرالدین اسحاقؒ نے جب یہ بات سنی تو آپ سب سے علیحدگی کر کے اجودھن کی قدیم جامع مسجد میں آبیٹھے۔ الغرض والد بزرگوار علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ میں اور خواجہ یعقوب شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین کے چھوٹے فرزند رشید اور شیخ شیوخ العالم قدس سرہ العزیز کے پوتے شیخ علاؤالدین اور چند اور لوگ جامع مسجد میں مولانا بدرالدین اسحاق سے کلام اللہ پڑھتے تھے کیونکہ آپ ہمارے خلیفہ تھے اخی مبارک جو شیخ شیوخ العالم کا غلام تھا اور شیخ قدس

العزیز نے اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہ کے جہیز میں اسے دے دیا تھا جو مولانا بدرالدین اسحاق کے نکاح میں تھیں وہ بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ الغرض والد بزگوار فرماتے ہیں کہ جس وقت مولانا چاشت کی نماز میں مشغول ہوتے تو اس قدر روتے کہ سجدہ کے وقت آپ کے سجدہ کی تمام جگہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ والد بزرگ یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا بدرالدین اسحاق قدس اللہ سرہ العزیز بہت جلد مردانِ خدا کے کمالات پر پہنچ گئے تھے اس جگہ آپ کے آنے کی غرض صرف یہ تھی کہ لوگوں کو تحصیل کمالات ہو جائے۔ جب کمال کو پہنچ گئے تو اس سے آگے کوئی جہت نہیں رکھتے تھے آپ کو جو کچھ حاصل ہوا شیخ شیوخ العالم کے دروازہ سے حاصل ہوا۔ منقول ہے کہ شیخ شیوخ العالم کی زندگی کے زمانہ میں مولانا بدرالدین اسحاق قدس اللہ سرہ العزیز اکثر اوقات یہ بیت زبان مبارک پر جاری کیا کرتے تھے۔

پیش سیاست غمش روح چہ نطق نمیزند　　　اے زہزار صعوہ کم بس تو نواچہ میزنی

سارے سارے دن اس بیت کے ذوق میں عالم تحیر میں رہتے تھے اور جس وقت زبان مبارک پر آتی تھی بکا اور اہتزاز پیدا ہوتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ شام کے وقت شیخ شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو امامت کا حکم فرمایا مولانا آگے بڑھے اور نماز شروع کی نیت باندھی اور قراءت کی جگہ یہی بیت زبانِ مبارک پر گزری بعدہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں ہوئے تو شیخ شیوخ العالم نے پھر آپ ہی کو امام بنایا اور فرمایا نماز شروع کرو اور حاضر رہو۔ اس دفعہ مولانا نے نہایت احتیاط سے نماز تمام کی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مجھے مولانا بدرالدین اسحاق سے غایت درجہ کی محبت تھی جس قدر امور مجھے پیش آتے مولانا شیخ شیوخ العالم کے آگے ان میں مجھے بہت مدد دیتے اور خود بھی تربیت فرماتے یہاں تک کہ جب تک مولانا بدر الدین زندہ رہے سلطان المشائخ ان کی عظمت واحترام کی وجہ سے کسی شخص سے بیعت نہ لیتے لیکن جب مولانا انتقال کر گئے تو پھر سلطان المشائخ نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کی اور کاتب حروف کے دادا سید محمد کرمانی کو جو اس خاندان کے محرم راز تھے اجودھن روانہ کیا تا کہ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ مولانا بدرالدین کے صاحبزادوں اور ان کی والدہؒ محترمہ کو جو شیخ شیوخ العالم کی صاحبزادی اور مولانا کی حرم محترم تھیں شہر دہلی میں اپنے ہمراہ لے آئیں چنانچہ کاتب حروف کے دادا ان حضرات کو دہلی میں لے آئے اور سلطان المشائخ نے ان کے بارہ میں طرح

طرح کی رعائتیں ملحوظ رکھ کران کے حق میں بہت کچھ تربیت فرمائی۔ چنانچہ یہ کیفیت بی بی فاطمہ کے ذکر میں مفصل بیان ہوگی جہاں شیخ شیوخ العالم کی صاحبزادیوں کے مناقب وفضائل کا ذکر ہوا ہے۔ مولانا بدرالدین اسحاق نے علم تصریف میں ایک نہایت قیمتی کتاب نظم کے پیرایہ میں تالیف کی جو آپ کی فصاحت و بلاغت اور تبحر کی واضح دلیل ہے اور جسے تصریف بدری کہتے ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں یہ چند شعر لکھے ہیں۔

انی بسطت یدی الیک الھی و یسل سیل الدمع من ماقی
فارحم بکائی واعف عماقد حوی من غفلة فی ھذہ الاوراق
واسدد بفضلک سلمة فی یظمه واحیفه بعد الموت منی الباقی
واصبب علیه من قبولک جرعة تھوی الیه افئدة العشاق
وانظر شواغل خاطری و شد ائدی یامن سترت معائب الافاق
فقد ابتلیت بَلیّةً لم ارجھا فرحا من الطیس لامن راق
الدین فیھا راجل اونادر واریِ النفاق مواضع الاخلاق
والحل فیھا کاشح متنابس و علیه قس حال العدد والعاق
و العیش فیه لمن تز ندق عامدا والیوم یوم الفسق والفساق
العادلین الاکلین لحومھم یتماز عون تماز ع الازقاق
واری الزمان عزیز الا فطان من او ھے البلاء والروع الاحراق
وارحم عن یتلو وید عو عبدک الاسحاق بن علی الاسحاق

اور مولانا بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے تصرف مذکور کے تتمہ میں اپنے قلم مبارک سے سلطان المشائخ کی التماس سے یہ بھی لکھا ہے سمع منی و قراء ھذا النظم العزیز الامام المجاھد العالم نظام الملة و الدین محمد بن احمد ذو الخصا ئل الرضیت والشمائل السنیته شملت شمائله و اثارہ و عمت فضائله وا نوارہ و انی وان کنت قلیل البضاعة فی ھذہ الصناعة ولکن اتفاق ھذا النظم کان لامر من ھوا واجب الایتمار کسعی النملة بین یدی سلیمان وھو دام فضله التمس منی ھذہ الاسطر مع کثرة قدرہ فکتبت ذالک امتثالا لا مرہ وانا اضعف الفقراء الی اللہ

الغنی اسحاق بن علی الدهلوی بخطی رجاء ان یذ کرنی بصالح دعائه حامدا ومصلیا.

ترجمہ نظم عربی: اے میرے معبود میں نے تیری طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہیں اور میرے گوشہ چشم سے آنسوؤں کی ندیاں بہتی ہیں۔ سوتو میرے رونے پر رحم کر اور جو غفلت ان اوراق میں ہوگئی ہے اس سے درگزر کر۔ جو عیب اس نظم میں واقع ہوا ہے اسے اپنے فضل سے دور کر اور اس نظم کو میرے مرنے کے بعد یادگار قائم کر۔ اپنے دریائے قبول سے اس نظم پر ایک گھونٹ ڈال دے تاکہ اس کی طرف عشاق کی گردنیں جھک جائیں میرے دل کے شغلوں اور سختیوں کو دیکھ۔ اے عالم کے عیب پوشیدہ کرنے والے میں ان سختیوں کے ساتھ آزمایا گیا ہوں جن کی امید نہیں رکھتا تھا تو مجھے ہلاکت سے نجات دے کیونکہ میرے پاس کوئی دوا اور علاج نہیں ہے۔ اس زمانہ میں دین بالکل مٹ گیا ہے یا کم ہے میں اس وقت اخلاق کی جگہ نفاق کو دیکھتا ہوں۔ ان دنوں میں دشمنی پوشیدہ اور خصومت آشکارا ہے اور اسی پر دشمنوں اور دوستوں کا حال قیاس کر۔ آج جو بد دینی اختیار کرتا ہے اسی کو راحت حاصل ہوتی ہے اور یہ زمانہ بدکاری اور بدکاروں کا ہے۔ اس زمانے کے منصف حقیقت میں لوگوں کے گوشت کھانے والے ہیں جو اس طرح پارہ پارہ کر کے کھاتے ہیں جیسے جانور۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں ایسے دانشمند بہت کم پائے جاتے ہیں جو بلا کی سختیوں اور سوزانندہ خوف سے محفوظ ہوں۔ خداوندا تو اس شخص پر رحم کر جو اس قصیدہ کو پڑھے اور تیرے بندے اسحاق بن علی بن اسحاق کو دعائے خیر سے یاد کرے۔

ترجمہ نثر: مجھ سے اس نظم مبارک کو اس شخص نے سنا اور پڑھا جو خلق کا پیشوا اور کار دین میں بہت کچھ کوشش کرنے والا اور حقائق کا جاننے والا ہے یعنی نظام الملة والدین محمد بن احمد نے جو پسندیدہ خصلتوں کا صاحب اور عمدہ عادتوں کا مالک ہے اس کی خوبیوں کے نشانات اور نیکی کی خصلتیں شامل اور اس کی بزرگیاں اور انوار عام ہیں اگرچہ میں شاعری کے فن میں بہت کم پونجی رکھتا ہوں لیکن اس نظم کے کہنے کا اتفاق اس شخص کے فرمانے سے ہوا ہے جس کا فرمان قبول کرنا واجب ولازم ہے اور یہ میری کوشش بالکل ویسی ہی ہے جیسے سلیمان کے آگے چیونٹی کی کوشش۔ الغرض نظام الحق نے (اس کی بزرگی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے) باوجود اپنی بے حد قدر و منزلت ان چند سطروں کے لکھنے کی مجھ سے التماس کی چنانچہ میں نے اس کی امتثال امر — یہ چند سطریں

لکھیں اور میں ان تمام فقرا سے ضعیف تر ہوں جو خدائے بے نیاز کے محتاج ہیں اور جسے اسحاق بن علی دہلوی کہتے ہیں ان چند سطروں کو اپنے قلم سے اس لیے لکھا کہ نظام الحق اپنی نیک دعاؤں میں مجھے یاد رکھے درحالیکہ میں خدا کی تعریف کرنے والا اور پیغمبر پر درود بھیجنے والا ہوں۔

مولانا بدرالدین اسحاق قدس اللہ سرہ العزیز کی عظمت و کرامات اور آپ کے دنیا سے عقبیٰ میں انتقال کر جانے کا بیان

منقول ہے کہ ملک شرف الدین کُبری جو دیپالپور کا صوبہ تھا اس کے دل میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت کرنے کا داعیہ پیدا ہوا اور اس ارادہ سے شیخ شیوخ العالم کی قدم بوسی حاصل کی۔ سعادت قدم بوسی حاصل کرنے بعد بیعت کی التماس کی۔ شیخ شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین اسحاق کی طرف اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لے لو۔ مولانا بدرالدین نے شیخ شیوخ العالم کے حکم سے ملک شرف الدین سے بیعت لی لیکن چند روز کے بعد بادشاہِ وقت کے فرمان کے بموجب اسے گرفتار کرلیا گیا اور دیپالپور سے شہر دہلی کی طرف روانہ کیا۔ ملک شرف الدین نے ایک عرضداشت اسی باب میں مولانا بدالدین کی خدمت میں لکھی اور اپنے لوگوں کو حکم کیا کہ یہ خربزہ کی فصل ہے جب تم اجودھن پہنچو تو تھوڑے سے خربزے خرید کر عرضداشت کے ساتھ مولانا بدرالدین کی خدمت میں پیش کرنا۔ جو میرے مخدوم ہیں جب ملک شرف الدین کے بھیجے ہوئے لوگوں نے وہ عرضی خربزوں کے ساتھ مولانا بدر الدین کی خدمت میں پیش کی تو عزیزوں کی ایک جماعت اس بزرگ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی قاضی صدرالدین جو اجودھن کا حاکم تھا اور مولانا کی خدمت کیا کرتا تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ صدرالدین! انہیں تقسیم کردو۔ چنانچہ قاضی صدرالدین نے خربزوں کو تقسیم کردیا اور جب مولانا کا نمبر آیا تو آپ کا حصہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر مولانا بدرالدین نے فرمایا کہ صدرالدین! شرف الدین کُبری کا حصہ بھی میرے پاس رکھ دو۔ جب خربزے تقسیم کر دیے گئے تو مولانا بدرالدین نے اپنی دستار مبارک سر سے اتاری اور اس خربزے کے متصل رکھ کر فرمایا جو شرف الدین کبریٰ کا حصہ تھا کہ جب تک شرف الدین کُبری یہاں نہ آجائے گا ہم اس

وقت تک نہ تو یہ خربزہ ہی کھائیں گے نہ دستار ہی سر پر رکھیں گے۔ جب وہ یہاں آ پہنچے گا تو ہم اس کے ساتھ مل کر خربزہ کھائیں گے۔ یہ کہا اور مشائخ کی حکایات اور بزرگانِ دین کے مناقب بیان کرنے میں حاضرین مجلس کی طرف مشغول ہوئے اسی اثناء میں شرف الدین کبری اپنی رہائی کی حکایت مولانا بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں یوں عرض کرنے لگے کہ میرے دشمنوں اور چغل خوروں نے بادشاہ کے سامنے میرے باب میں چند ایسی باتیں بیان کیں جو حقیقت میں میری شان کے خلاف تھیں اس لیے بادشاہ نے میری گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن پھر فوراً ہی بادشاہ کو ان کا کذب تحقیق ہو گیا اور اس نے ایک دوسرا فرمان روانہ کیا کہ شرف الدین کو رہائی دے دو اور جس مقام تک آ پہنچا ہے وہیں سے اسے اس کی جاگیر پر روانہ کر دو میں قصبہ نہر والا میں پہنچا تھا کہ یہ دوسرا فرمان مجھے پہنچا میں مخدوم کی برکت سے رہا ہو کر بخیریت تمام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ منقول ہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے یار نوبت بنوبت لکڑیاں چننے کے لیے اجودھن کے جنگلوں میں جایا کرتے تھے جب مولانا بدرالدین کی باری آئی تو آپ بھی لکڑیاں چننے کے لیے تشریف لے گئے اس وقت آپ کے ساتھ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے دو صاحبزادے بھی تھے جو شہر سے نکل کر مولانا بدرالدین کے ہمراہی میں جا رہے تھے۔ اثناء راہ میں ان صاحبزادوں نے مولانا بدرالدین سے کہا کہ بابا کے مریدوں کو وہ کرامات و عظمت حاصل نہیں ہے جو سیدی احمد کے مریدوں کو حاصل ہے کیونکہ سیدی احمد کے مرید شیر پر سوار ہوتے اور زہریلے سانپ ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ مولانا بدرلدین نے فرمایا مخدوم زادوں کو اس قسم کی باتیں منہ سے نکالنا نہ چاہیے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین نہایت بزرگ ہیں کوئی شخص ان کی اور ان کے متعلقوں کی عظمت و کرامات کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور اگر بالفرض کرے بھی تو اس کا یہ دعوی چل نہیں سکتا۔ الغرض جب یہ تینوں صاحب آگے بڑھے تو ایک خونخوار شیر جنگل سے باہر نکلا جسے دیکھ کر شیخ شیوخ العالم کے دونوں فرزند ایک درخت پر چڑھ گئے۔ مولانا بدرالدین نے نہایت جرأت و دلیری سے آگے قدم بڑھایا اور آستین مبارک شیر کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اے کتے تجھے کیا مجال ہے کہ میرے مخدوم زادوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ ازاں بعد شیخ شیوخ العالم کے صاحبزادوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ درخت سے اتر آئیں انہوں نے جواب دیا کہ تاوقتیکہ یہ شیر نہ جائے گا ہم درخت

سے نیچے نہ اُتریں گے۔ مولانا بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے شیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے کتے چلا جا شیر نے سر زمین پر رکھا اور لوٹ گیا۔ اب شیخ شیوخ العالم کے صاحبزادے درخت سے اترے اور اپنے کہنے سے سخت نادم و پشیمان ہوئے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا بدرالدین ایک دفعہ کچھ لکھ رہے تھے اور نماز عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا ایک شخص نے کہا خواجہ نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہے آپ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو فرمایا کہ جاؤ آفتاب کو دیکھو اس نے جا کر آفتاب کو دیکھا اور عرض کیا کہ بیشک وقت تنگ اور سورج ڈوبنے کو ہے آپ نے دوسرے شخص کو حکم دیا کہ جا تو دیکھ کہ آفتاب ڈوبنے کو ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت سورج ڈوبنے کو ہے ازاں بعد مولانا نے مجھے بھیجا میں نے کہا بیشک آفتاب قریب غروب ہونے کو ہے۔ ازاں بعد مولانا نے فرمایا میں آج آفتاب کو حکم کرتا ہوں کہ جب تک میرا صفحہ تمام نہ ہو جائے غروب نہ ہو۔ جب آپ کا صفحہ پورا ہو گیا تو فرمایا آفتاب کو دیکھو۔ جب ایک شخص نے اوپر جا کر آفتاب کو دیکھا تو اسے اپنی جگہ پر برقرار پایا خواجہ حکیم سنائی جناب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی مدح میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

قوت حسرتش زفوت نماز داشتہ چرخ راز گشتن باز

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا بدرالدین اسحاق شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز کی اس درجہ خدمت کیا کرتے تھے کہ دس آدمیوں سے ویسی خدمت میسر نہیں ہوتی تھی لیکن باوجود اس کے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ مستغرق و مشغول رہتے تھے کہ اپنی خبر نہیں رکھتے تھے۔ حقیقت میں مولانا نہایت بزرگوار اور فضیلت مآب تھے اور صاحب نعمت تھے میں نے ایک روز آپ سے عرض کیا کہ جب مجھے کسی قسم کی سختیاں اور تنگیاں پیش آتی ہیں تو پہلے شیخ شیوخ العالم کو یاد کرتا ہوں پھر آپ کو خدا تعالیٰ کی جناب میں شفیع لاتا ہوں۔ مولانا نے جواب دیا یہ کہ میں پیشتر غیر محدود نعمت رکھتا تھا لیکن اب وہ مجھ سے چھن گئی ہے جس کی تعزیت میں مصروف ہوں۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو گی کہ اس زمانہ میں اس حد تک موجود ہے اور یہ قصہ یوں تھا کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین اسحاق کو عتاب کیا اور عتاب کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم نے مولانا بدرالدین کو آواز دی لیکن بدرالدین اسحاق پر اس درجہ مشغولی غالب تھی کہ شیخ شیوخ العالم کو جواب نہ دے سکے۔ شیخ شیوخ

العالم بگڑ گئے اور رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ اب تم از سر نو اپنے کام میں مشغول ہو۔ کیونکہ تمہارے پہلے کام سب ضائع اور رائیگاں گئے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک ممتاز خلیفہ کا جو نہایت بزرگ اور صاحب کرامت تھے انتقال ہو گیا۔ میں ان کے انتقال کے وقت موجود تھا۔ جب میں دہلی سے شیخ کبیر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گیا اور ان بزرگ کے انتقال کا حال شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ان کی نماز کا کیا حال تھا میں عرض کیا کہ اخیر وقت میں ان کی تین دن کی نمازیں فوت ہوئیں شیخ شیوخ العالم یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ مولانا بدر الدین اسحاق بول اٹھے کہ ان بزرگ کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا تعجب کی بات ہے کہ شیخ شیوخ العالم نے تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا پھر مولانا بدر الدین رحمتہ اللہ علیہ ایسا کیوں فرماتے ہیں چنانچہ یہ خلش میرے دل میں یہاں تک باقی رہی کہ مولانا بدر الدین اسحاق کا انتقال ہو گیا۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور معمولی اوراد و وظائف پورے کیے۔ ازاں بعد دریافت کیا کہ اشراق کا وقت ہو گیا ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے نماز اشراق ادا کی اور اوراد میں مشغول ہوئے پھر پوچھا کہ چاشت کا وقت ہو گیا ہے لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے چاشت کی نماز ادا کی۔ ازاں بعد سر سجدے میں رکھا اور حق تعالیٰ کی رحمت سے جا ملے رحمتہ اللہ علیہ۔ سلطان المشائخ نے فرمایا اس وقت میں نے وہ زمانہ یاد کر کے کہا کہ بلاشبہ مولانا کو یہ بات کہنی سزاوار تھی اور وہ اس کے لائق تھے۔ ان بزرگ کا مدفن بھی اجودھن کی قدیم جامع مسجد میں ہے جہاں آپ اکثر اوقات مشغول بحق رہتے تھے۔ بندہ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جن مردانِ خدا نے لبِ گور تک خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی پر توفیق استقامت پائی ہے اور اپنے مشائخ کے ساتھ حسنِ معاملہ سے پیش آتے ہیں ان کا نام اور شہرت قیامت تک باقی رہتی ہے۔

مائیم کہ در ہیچ حسابے نائیم

ایک بزرگ کیا اچھا فرماتے ہیں۔

مردان جہان گوئے زمیدان بردند　　اے تنگ زنان حدیث مردان چہ کنی

شیخ جمال الدین ہانسویؒ کے حالات

شیخ با کرامت تکلف و بناوٹ سے بیزار شیخ جمال الملتہ والدین ہانسوی ہیں جن کا دل مبارک غیر حق سے سلامت تھا اور جو اہل حقیقت کے جمال اور صاحبانِ اہل طریقت کے مقتدا تھے۔ علم وتقوی اور لطافتِ طبع میں بے نظیر اور درویشی کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ کی نظم جو عاشقانِ خدا کے لیے ایک قانون ہے آپ کے کمالِ عشق پر دلالت کرتی ہے۔ یہ بزگوار شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک نہایت ممتاز واولعزم خلیفہ تھے اور مشائخ کبار کے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے۔ شیخ شیوخ العالم کامل بارہ سال تک آپ کی محبت میں ہانسی میں سکونت پزیر رہے آپ کی نسبت شیخ شیوخ العالم نے بہت دفعہ فرمایا ہے کہ جمال حقیقت میں ہمارا جمال ہے اور کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ جمال! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سر پر سے قربان ہو جاؤں شیخ شیوخ العالم کا یہ ارشاد صاف طور پر آپ کی بزرگی وعظمت پر دلالت کرتا ہے اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ شیوخ العالم کے نزدیک بہت کچھ قدر ومنزلت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ شیوخ العالم نے ایک شخص کو خلافت نامہ دے کر فرمایا کہ جب تم ہانسی میں پہنچو تو اسے ہمارے جمال کو دکھا دینا چنانچہ جب وہ شخص ہانسی گیا اور شیخ شیوخ العالم کا عنایت کیا ہوا خلافت نامہ شیخ جمال الملتہ والدین کو دکھایا تو آپ نے اس خلافت نامہ کو پارہ پارہ کر ڈالا اور فرمایا کہ تو خلافت کے قابل نہیں ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ اس شخص نے التماس واصرار کے ساتھ شیخ شیوخ العالم سے خلافت نامہ پایا تھا اور نہ حقیقت میں وہ اس قابل نہ تھا الغرض یہ شخص پھر ہانسی سے اجودھن آیا اور جس خلافت نامہ کو کہ شیخ جمال الدین نے چاک کر دیا تھا شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پیش کیا اس پر شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ جمال کے چاک کیے ہوئے خلافت نامہ کو ہم جوڑ نہیں سکتے۔ شیخ جمال الدین ہانسوی کی عظمت و بزرگی اس قدر تھی کہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اپنی دولتِ خلافت سے سرفراز فرمایا تو ارشاد کیا کہ اس خلافت نامہ کو ہانسی میں مولانا جمال الدین کو دکھا دینا۔ چنانچہ یہ کیفیت نہایت بسط وشرح کے ساتھ سلطان المشائخ کے حالات میں لکھی جا

چکی ہے سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ منصب خلافت کے عطا ہونے سے پیشتر جس وقت میں مولانا جمال الدین کی خدمت میں جایا کرتا تھا آپ میری تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو جایا کرتے تھے لیکن خلافت کا منصب پانے کے بعد جب میں ایک دن آپ کے پاس گیا تو آپ بیٹھے رہے۔ میرے دل میں فوراً کھٹکا ہوا کہ شاید میری خلافت آپ کے ناگوار خاطر ہے۔ شیخ جمال الدین نے نور باطن سے اس میرے خطرہ کو تاڑ لیا اور فرمایا۔ مولانا نظام الدین اس سے پیشتر جو میں تمہاری تعظیم کے لیے کھڑا ہو جایا کرتا تھا اس کا اور سبب تھا لیکن جب مجھ میں اور تم میں محبت ہو گئی تو میں اور تم ایک ہو گئے اب مجھے تمہارے آگے کھڑا ہونا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

قیام خواستمت گرد عقل مے گوید   مکن کہ شرط ادب نیست پیش سرو قیام

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں اور شیخ جمال الدین ہانسوی اور خواجہ شمس الدین دبیر اور دیگر یاروں اور عزیزوں کی ایک جماعت جناب شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے ایک ساتھ اپنے اپنے وطنوں کی طرف لوٹی رخصت کے وقت شیخ جمال الدین نے وصیت کی درخواست کی یہ اہل ارادت کا آداب ہے کہ جب سفر کا عزم کرتے ہیں اور شیخ سے رخصت ہوتے ہیں تو کوئی وصیت چاہتے ہیں اگر شیخ مرید کے سوال سے پیشتر ہی وصیت کر دے فہو المراد ورنہ مرید خود درخواست کرتے ہیں۔ الغرض شیخ شیوخ العالم نور اللہ مرقدہ نے شیخ جمال الدین کے سوال کے جواب میں فرمایا ہماری وصیت یہی ہے کہ فلاں شخص کو (اور میری جانب اشارہ فرمایا) اپنی اس مصاحبت میں خوش رکھنا چاہیے۔

مقصود توئی دگر بہانہ است

شیخ جمال الدین اس وصیت کے بموجب مجھ پر بے حد مہربانیاں فرماتے تھے اور خواجہ شمس الدین دبیر بھی جو لطافت کی کان اور ظرافت کے سرچشمہ تھے بہت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ غرضکہ اسی طرح ہم لوگ اگروہا کے قریب پہنچے شیخ جمال الدین کے دوستوں میں سے ایک عزیز جسے میران کہا جاتا تھا اور جو اس موضع کا حاکم تھا یاروں کے آنے کو باعث سعادت سمجھا اور نہایت جوش مسرت سے استقبال کر کے شیخ جمال الدین کو مع تمام یاروں کے اپنے گھر لے گیا۔ اور نہایت عزت و وقعت کے ساتھ مہمانی کی اور گراں بہا تحفے پیش کیے شیخ جمال الدین نے فرمایا کہ

اے عزیز تو نے عجیب وغریب میز بانی کی اب ہمیں یہاں سے کب رخصت کرے گا کہ اپنے وطنوں کو روانہ ہوں کہا میں آپ کو اس وقت رخصت کروں گا جب مینہ برسے گا۔ اس زمانہ میں مینہ نہیں برسا تھا اور مخلوق قحط کی بلا میں گرفتار تھی شیخ جمال الدین نے بالفعل اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس معاملہ میں باطن سے توجہ کی ابھی رات نہ گزری تھی کہ اس زور سے مینہ برسا کہ اس ولایت کے تمام اطراف کو سیراب کر دیا۔ صبح کو ہر ایک شخص نہایت شاداں وفرحاں خدمت میں حاضر ہوا اور شیخ جمال الدین نیز آپ کے تمام یاروں کے لیے کسائے گھوڑے حاضر کیے چنانچہ سب لوگ وہاں سے ہانسی تک گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے۔ میری سواری کا گھوڑا بدلگام اور سرکش تھا اور سب سے پیچھے رہتا تھا اور یار تو آگے بڑھ گئے اور میں تنہا رہ گیا جس کی وجہ سے مجھے کچھ مشقت جھیلنی پڑی انجام کار میں بے طاقت ہو کر گھوڑے سے اتر آیا اور پیدل رستہ چلنے لگا۔ صفرا غالب ہوا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا لیکن اس حالت میں بھی شیخ شیوخ العالم کی یاد میری زبان پر جاری تھی جب میں ہوش میں آیا تو مجھے اپنے اوپر بھروسہ ہو گیا کہ دم واپسین میں بھی میں آپ ہی کی یاد پر جاؤں گا۔

خوش آن رفتن کہ بر یادت رود جانم

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اجودھن جاتا تھا رستہ میں خیال آیا کہ ہانسی ہوتا چلوں چنانچہ میں ہانسی پہنچا اور شیخ جمال الدین سے ملاقات کی آپ نے فرمایا تم شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ جمال الدین کو خرچ میں بہت عسرت وتنگی رہتی ہے۔ شیخ شیوخ العالم اس کے حق میں دعا فرمائیں جب شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پہنچا تو ان کا پیام عرض کیا۔ فرمایا اس سے کہہ دینا کہ جب کسی شخص کو ولایت دی جاتی ہے تو اسے ولایت کی استمالت واجب ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ دنیاوی بادشاہوں کی استمالت خدا کی طرف دل کو من کل الوجوہ متوجہ کرنا ہے۔ سائل نے دوبارہ عرض کیا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کی مشغولی اور کرامت مشہور ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔ ورنہ اس بزرگ کا یہ پیام اور شیخ شیوخ العالم کا جواب دلیل کرتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کنیزک تھی خادمہ اور نہایت صالحہ۔ ہانسی سے شیخ جمال الدین کے عرائض شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھی لے جایا

کرتی تھی اور شیخ شیوخ العالم اسے ام المومنین کہتے تھے۔ ایک دن شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ کہ اے مومنون کی ماں ہمارا جمال کیا کرتا ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا کہ ہمارے خواجہ نے جس روز سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پیوندگی کی ہے گاؤں اور اسباب اور کتابت کے شغل کو کلیتہً ترک کر دیا ہے اور بھوک اور سخت سخت مصیبتیں جھیلتا ہے۔ شیخ شیوخ العالم یہ حکایت سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ ہمیشہ خوش رہے گا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں میں شیخ جمال الدین ہانسوی کی خدمت میں بیٹھا تھا اسی اثناء میں شیخ جمال الدین نے یہ نظم زبانِ مبارک پر جاری کی۔

بـاروغـن گـاؤ انـدریـں روزخـنـک نـیـکـو بـاشـد هـریـسـه ونـان تـنـک

میں نے کہا مولانا ذکر الغائب غیبته۔ یعنی غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا۔ اول میں نے اسے موجود کر لیا ہے پھر اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جیسا آپ نے ذکر کیا تھا مجلس میں حاضر کیا گیا۔ منقول ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی شیخ ابوبکر طوسی حیدری سے بہت محبت کرتے تھے جو جون ندی کے کنارے اندر پت کے متصل ایک نہایت خوش منظر پر فضا خانقاہ رکھتے تھے جو بہشت کے دعویدار تھی اسی خانقاہ میں آپ مدفون بھی ہیں یہ ایک نہایت عزیز درویش تھے اور ان کا معاملہ حیدریوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا خلاصہ یہ کہ شیخ جمال الدین اور شیخ ابوبکر طوسی رحمتہ اللہ علیہا کے مابین انتہ درجہ کی محبت تھی اور اس باہمی محبت کا واسطہ و ذریعہ مولانا حسام الدین اندر پتی قاضیوں اور واعظوں کے شیخ تھے۔ مولانا حسام الدین شیخ جمال الدین رحمتہ اللہ سے بیعت تھے جس وقت شیخ جمال الدین جناب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کو آتے تھے تو شیخ ابوبکر طوسی سے ملاقات کرتے تھے اور مولانا حسام الدین شیخ جمال الدین کے آنے کو بہت ہی غنیمت شمار کرتے تھے اور بڑی بڑی عمدہ دعوتیں کیا کرتے تھے جن میں سلطان المشائخ بھی موجود ہوتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ جمال الدینؒ ہانسی سے آتے تھے ۔ مولانا حسام الدین نے استقبال کیا۔ جس وقت مولانا حسام الدین استقبال کے ارادہ سے باہر نکلے تو شیخ ابوبکر طوسی نے مولانا حسام الدین سے کہا کہ تم شیخ جمال الدین سے کہہ دینا کہ ابوبکر حج کو جاتا ہے چنانچہ جب مولانا حسام الدین موضع کلوکھری میں جون ندی کے کنارے پہنچے تو شیخ جمال الدین پرلے کنارے پر آپہنچے تھے۔ اس کنارے پر مولانا حسام الدین کھڑے اور اس

کنارے پر شیخ جمال الدین موجود تھے اور جون ندی بیچ میں تھی مولانا جمال الدین نے شیخ حسام الدین سے بآواز بلند کہا کہ ہمارا سفید باز یعنی شیخ ابوبکر طوسی کہاں ہے مولانا حسام الدین نے کہا کہ شیخ ابوبکر حج کو جاتے ہیں شیخ جمال الدین نے اسی کنارہ سے مولانا حسام الدین سے فرمایا کہ تم بھی یہیں سے ان کے پیچھے جاؤ اور یہ بیت پڑھو۔ ہم بھی تمہارے تعاقب کرتے ہوئے پہنچتے ہیں ابیات یہ ہیں۔

مرپائیے تراسرم نثار اولیٰ تر یک سرچہ بود هزار سراولیٰ تر
درنمار وطن ساز چوبوبکراز انکه بوبکر محمدی بغار اولیٰ تر

شیخ قطب الدین منور جناب شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے سے منقول ہے کہ جس روز شیخ جمال الدین کے مبارک کان یہ حدیث پہنچی تھی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر لنیران. یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اس روز سے آپ نہایت متفکر اور اس وعید کی ہیبت سے سخت بے قرار رہتے تھے حتیٰ کہ جب آپ نے سفر آخرت قبول کیا اور خدا تعالی کی جوار رحمت میں جا پہنچے تو آپ کے یار وعزیز بھی اس وجہ سے قلق و اضطراب میں تھے کہ شیخ کا حال قبر میں کیسا ہوگا چنانچہ چند روز کے بعد لوگوں نے آپ کی قبر مبارک پر گنبد تعمیر کرنا چاہا اور گنبد کی بنیادیں کھودنی شروع کیں۔ جب لحد کے نزدیک پہنچے تو قبلہ کی جانب سے آپ کے منہ مباک کے سامنے ایک کھڑکی ظاہر ہوئی جس میں سے بہشت کی خوشبو آتی تھی یہ دیکھتے ہی وہاں سے ہٹ گئے اور اس موضع کو ڈھا دیا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر حال دریافت کیا فرمایا۔ جوں ہی لوگوں نے مجھے قبر میں اتارا عذاب کے دو فرشتے آئے اور ان ہی کے عقب میں ایک اور فرشتہ آیا جس نے فرمان پہنچایا کہ ہم نے اسے صلوٰۃ البروج کی ان دو رکعت کی وجہ سے بخش دیا جو نماز مغرب کی سنتوں کے متصل پڑھا کرتا تھا اور آیۃ الکرسی کی بدولت اس کے سر پر مغفرت کا تاج رکھا جو ہر فرض کے متصل پڑھا کرتا تھا۔
منقول ہے کہ شیخ جمال الدین وفات پا گئے تو ام المومنین نے جو شیخ جمال الدین کی خادمہ تھیں شیخ جمال الدین کا عصا اور مصلا جو آپ نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت سے پایا تھا شیخ جمال الدین

کے چھوٹے صاحبزادے مولانا برہان الدین صوفی کو دیا جو شیخ قطب الدین منور کے والد بزگوار تھے اور چونکہ مولانا برہان الدین ابھی صغیر السن ہی تھے اس لیے ام المومنین انہیں شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں لے گئیں شیخ شیوخ العالم نے نہایت مہربانی وشفقت سے مولانا بدرالدین کی تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور اپنی بیعت وارادت کے شرف سے مشرف و ممتاز کیا اور چند روز اپنے پاس رکھ کر رخصت کیا۔ مراجعت کے وقت خلافت نامہ اور وہ عصا و مصلا جو مولانا جمال الدین کو عطا ہوا تھا مولانا برہان الدین صوفی کو بخشا اور فرمایا۔ برہان الدین! جس طرح جمال الدین کو ہماری طرف اجازت حاصل تھی اسی طرح تم بھی مجاز ہو اور یہ بھی فرمایا کہ تمہیں چند روز مولانا نظام الدین یعنی سلطان المشائخ کی صحبت میں رہنا چاہیے۔ اس وقت ام المومنین نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بزبان ہندی عرض کیا کہ خوجا برہان الدین بالا ہے۔ یعنی کم عمر ہے اس بارگراں کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ لعزیز نے بھی ہندی میں فرمایا کہ مادر مومناں! پونوں کا چاند بھی بالا ہوتا ہے یعنی چودھویں رات کا چاند بھی پہلی شب کو چھوٹا ہی ہوتا ہے جو تدریجاً کمال کو پہنچتا ہے۔ خواجہ سنائی کہتے ہیں۔

برگ توت است کہ گشتہ است بتدریج اطلس

اس کے بعد شیخ شیوخ العالم نے مولانا برہان الدین کو رخصت کیا۔ مولانا برہان الدین جناب شیخ شیوخ العالم کے فرمان کے بموجب ہر سال سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تربیت حاصل کرتے۔ الغرض جب مولانا برہان الدین مرتبۂ کمال کو پہنچے اور شیخ شیوخ العالم کی نظر کی برکت اور سلطان المشائخ کی صحبت کی وجہ سے مشائخ کبار کے اوصاف آپ میں جمع ہو گئے تو بھی آپ نے کوئی مرید نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص بیعت کی غرض سے آتا اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر باصرار بیعت کرنا چاہتا تھا تو آپ فرماتے کہ باوجود سلطان المشائخ شیخ زمانہ حضرت سید نظام الدین محمد کے مجھ جیسے کو کلاہ ارادت دینا اور بیعت لینا جائز نہیں ہے مولانا برہان الدین کی یہ تقریر سلطان المشائخ کے کان مبارک میں پہنچ چکی تھی۔ جب مولانا برہان الدین حسب معمول سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا۔ مولانا! جس طرح یہ ضعیف شیخ شیوخ العالم سے اجازت رکھتا ہے اسی طرح تم بھی مجاز ہو اور جب یہ ہے تو لوگوں کو کلاہ ارادت کیوں نہیں دیتے۔ مولانا برہان الدین نے کہا کہ آپ جیسے بزرگ کے ہوتے مجھے جائز نہیں ہے کہ کسی

کوکلاہ ارادت دوں۔ مولانا برہان الدین صافی اعتقاد کے ساتھ دل سے سلطان المشائخ کی محبت رکھتے تھے آپ جس سال ہانسی سے سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی آتے تو سلطان المشائخ فرماتے کہ مولانا کے لیے جماعت خانہ میں چارپائی بچھادو۔ چونکہ تواضع وانکسار کے اوصاف مولانا برہان الدین کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ مختص تھے لہٰذا آپ ترک ادب کی وجہ سے جماعت خانہ میں چارپائی پرنہیں سوتے تھے۔ آپ جس وقت سلطان المشائخ کی خدمت میں جانا چاہتے تو اول اپنے پاکیزہ کپڑوں کوعود اور دوسرے عطر سے معطر کرتے پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتے اگرچہ دن میں کئی مرتبے آپ بلائے جاتے۔ جب اس کی وجہ حکمت لوگوں نے اس بزرگ سے دریافت کی تو فرمایا جب کسی بزرگ کی خدمت میں جائیں تو خوشبو مل کر جائیں اور یہ بزرگ جمال باکمال رکھتے اور اپنا ظاہر حال آراستہ اور باطن معمور رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جمال الدین ہانسوی کے ایک صاحبزادے نہایت بزرگ اور دانشمند تھے مگر دیوانے ہوگئے تھے کبھی کبھی ہوش میں آتے اور دانشمندانہ باتیں کرتے تھے۔ اگرچہ دیوانے لیکن جو باتیں میں نے ان سے سنی ہیں ہزار ہوشیاروں عقلمندوں سے نہیں سنی۔ اکثر کہا کرتے تھے العلم حجاب اللہ الا کبر. اس وقت مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ معنوی دیوانے ہیں۔ ایک دن میں نے اس جملہ کے معنے ان سے دریافت کیے۔ جواب دیا کہ علم۔ حق کے وَرے ہے اور جو چیز حق کے وَرے ہے حجاب حق ہے۔

شیخ عارفؒ کے حالات

عارف ربانی زاہد سبحانی شیخ عارف ہیں جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز نے شیخ عارف کو سیوستان اور اس کے حدود واطراف میں بھیجا تھا اور بیعت کی اجازت دی تھی اور قصہ یوں ہوا کہ اوچہ اور ملتان کی طرف ایک بادشاہ تھا اور یہ عارف وہاں کی امامت کا معزز منصب رکھتے تھے یا اور کوئی باہمی تعلق رکھتے تھے الغرض ایک دفعہ بادشاہ نے سو اشرفیاں شیخ عارف کے ہاتھ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجیں۔ شیخ عارف ان میں سے پچاس اشرفیاں تو اپنے پاس

رکھ لیں اور پچاس شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں پیش کیں شیخ شیوخ العالم نے مسکرا کر فرمایا۔ عارف! تم نے خوب برادارانہ تقسیم کی۔ عارف نہایت شرمندہ ہوئے اور فوراً پچاس اشرفیاں نکال کر پیش کر دیں بلکہ اپنے پاس سے بھی کچھ اضافہ کیا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ بیعت کی التماس کی شیخ شیوخ العالم نے ان سے بیعت لی اور وہ محلوق ہو گئے۔ اور شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں اس درجہ محویت و استغراق کے شاغل و راسخ ہوئے کہ اعلیٰ درجہ کی استقامت حاصل کی یہاں تک کہ آخر کار شیخ شیوخ العالم نے انہیں بیعت کی اجازت دی اور پھر سیوستان کی طرف روانہ کیا لیکن اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا عارف اپنا خلافت نامہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ حضور! یہ منصب نہایت نازک اور خطرناک ہے میں بے چارہ اس قابل نہیں ہوں اور میرا اندازہ اس قدر نہیں ہے میں مشائخ کبار کے اس شغل و کار کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ مخدوم کی شفقت و مہربانی سے مجھے یہی کافی و بس ہے کہ اپنی نظر مبارک میں لائے ہیں چنانچہ خلافت نامہ واپس کر کے شیخ شیوخ العالم کی اجازت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے واپس نہیں آئے رحمۃ اللہ علیہ کاتب حروف محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد عرض کرتا ہے کہ اس بندہ نے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ ایک درویش نہایت بزرگ اور صاحب نعمت تھے جنہیں شیخ علی صابر کہا جاتا تھا اور جو درویشی میں نہایت ثابت قدم اور مستجاب الدعوات تھے قصبہ دیگری میں رہا کرتے تھے اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیعت کر چکے تھے۔ جناب شیخ شیوخ العالم نے ان کی لیاقت و قابلیت ملاحظہ فرما کر بیعت لینے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ شیخ شیوخ العالم کا دستور تھا کہ بعض بزرگ یار جو آپ کی دولتِ خلافت سے مشرف ہوتے تھے ہر ایک کو رخصت کرتے وقت ایک وصیت سے مخصوص فرماتے تھے اور اس کے لیے دعا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں شیخ علی صابر نے عرض کیا کہ بندہ کے حق میں کیا حکم ہے۔ شیخ شیوخ العالم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "صابر برو بہو گہا خواہی کرد" یعنی تم سدا خوش عیش رہو گے اور افلاس و تنگی تم سے دور رہے گی۔ الغرض شیخ علی صابر نے آخر عمر تک عیش و خوشی میں زندگی بسر کی۔ شیخ علی صابر خوشرو اور کشادہ ابرو تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔



باب سوم

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد، پوتوں، نواسوں اور سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے اقربا کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان

(جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین اور سلطان المشائخ نظام الحق والدّین قدس اللہ سرہما العزیز سے تعلق کے ساتھ مخصوص ہیں۔)

کاتب حروف محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد عرض کرتا ہے کہ خوب اعتقاد مریدوں کی رائے پر پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدّین کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں لیکن شیخ شیوخ العالم کے نواسے اور پوتے اس کثرت سے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک عالم پر قابض ہیں اور اطراف دنیا میں سے ہر طرف کو اپنے قدوم مبارک سے منور وروشن کیے ہوئے ہیں اور ایک جہان کو اپنی حمایت وحفاظت میں لیے ہوئے ہیں لیکن آپ کے بعض فرزند اور نواسے اور پوتے ایسے ہیں جن کی مناقب وکرامات نہایت وقعت کے ساتھ مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں اور بعض نے سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی ہے اور کاتب حروف نے ان کی صحبت حاصل کی ہے لہذا اس کتاب میں تمام بزرگواروں کے احوال لکھے جاتے ہیں تاکہ ان کی برکت سے یہ کتاب دنیا کے صاحب دلوں کے دلوں میں اپنا گھر کرے اور امیدوار کاتب کے لیے مغفرت کا دستور ہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے صاحبزادوں کے مناقب وفضائل اور کرامات

خواجہ نصیر الدین رحمتہ اللہ علیہ

شیخ زادہ معظم فخر بنی آدم خواجہ نصیر الدین نصر اللہ ہیں جو شیخ شیوخ العالم کے فرزندوں میں سب سے بڑے اور اوصاف حمیدہ واخلاق پسندیدہ میں مشہور ومعروف تھے۔ آپ نے ایک زمانہ دراز تک خدا تعالیٰ کی اطاعت اور زراعت وحراثت میں جو کسب حلال اور لقمہ پاکیزہ ہے گزارا اور ظاہر وباطن میں خدا تعالے کی بندگی کی اور اپنی عمر عزیز باری تعالیٰ کی رضامندی میں بسر کردی۔

خواجہ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ

علم کے دریا تحمل ووقار کی کان تقوی سے آراستہ ورع سے پیراستہ مولانا شہاب الملتہ والدّین ہیں جو کثرت علم اور بے انتہا فضائل کے ساتھ مشہور تھے اور اکثر اوقات شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور اگر شیخ شیوخ العالم کی مجلس میں کوئی علمی بحث چھڑ جاتی تو آپ اس باب میں بحث شروع کرتے اور اس بحث کو نہایت دل آویز تقریر کے ساتھ تمام کرتے یہاں تک کہ شیخ شیوخ العالم کی تسلی ہو جاتی۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مجھ میں اور مولانا شہاب الدین میں محبت کا طریقہ سلوک تھا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بغیر اختیار وقصد کے مجھ سے ایک جرأت ودلیری ہوگئی تھی اور اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن عوارف کا نسخہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں موجود تھا اور آپ اس میں سے کچھ فوائد بیان فرما رہے تھے وہ نسخہ نہایت باریک خط سے لکھا ہوا تھا یا کرم خوردہ اور غلط تھا۔ شیخ شیوخ العالم کو ایک موقع کے بیان کرنے میں کچھ توقف ہوا اور

میں نے ایک اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دیکھا تھا مجھے وہ فوراً یاد آ گیا۔ اور شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ میری یہ بات شیخ شیوخ العالم کے دل مبارک پر گراں گزری۔ ایک ساعت کے بعد زبان مبارک پر جاری ہوا کہ شاید اس سے یہ مراد ہے کہ درویش کو غلط نسخہ کے صحیح کرنے کی قوت نہیں ہے۔ ایک دفعہ یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری ہوئے اور مجھے اس بات کا خیال تک نہ تھا کہ یہ الفاظ آپ کس کے حق میں فرما رہے ہیں کیونکہ اگر میں نے یہ قصداً کہی ہوتی تو اپنے اوپر گمان لے جاتا الغرض جب شیخ شیوخ العالم نے دو تین مرتبے یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری کیے تو مولانا بدر الدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین! شیخ یہ الفاظ تمہاری بابت فرما رہے ہیں۔ میں جھٹ اٹھا اور سر برہنہ کر کے شیخ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور میں نے کہا نعوذ باللہ اس گزارش سے میرا مقصود یہ تھا کہ عوارف کا ایک نسخہ جو مخدوم کے کتاب خانہ میں ہے میں نے اس نسخہ کو دیکھا تھا اور اس کی بابت حضور میں گزارش کی تھی اس کے سوا میرے دل میں اور کوئی بات نہ تھی ہر چند کہ میں نے معذرت کی لیکن میں شیخ شیوخ العالم کے چہرہ مبارک پر اسی طرح نارضامندی کا اثر دیکھتا تھا آخر کار میں وہاں سے اٹھ کر باہر آیا اس وقت میری عقل حیران تھی اور میں کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تھا۔ جس اندوہ و رنج کا لشکر مجھ پر اس روز ٹوٹ پڑا تھا کسی کو ایسا غم و اندوہ نہ ہو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے اور آہ سرد کے نعرے بلند تھے الغرض میں نہایت بے قراری و حیرانی کی حالت میں باہر آیا اور چلتے چلتے ایک کنوئیں پر پہنچا جی میں آیا اپنے تئیں اس کنوئیں میں ڈال دوں لیکن پھر میں نے تامل کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس طرح مر جانا آسان ہے لیکن یہ بدنامی اتنی بڑی ہے جس کی کبھی تلافی نہیں ہو سکتی یہ اندیشہ کر کے میں وہاں سے لوٹا اور ناامیدی و حیرت کی حالت میں پریشان و سراسیمہ پھرتا اور گریہ وزاری کرتا رہا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرا کیا حال تھا۔ خلاصہ یہ کہ شیخ شیوخ العالم کے ایک بلند اقبال فرزند تھے جنہیں مولانا شہاب الدین کہہ کر پکارتے تھے ان میں اور مجھ میں محبت کا طریق سلوک تھا۔ جب ان کو میرے حال کی خبر لگی تو شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گئے اور میرے حال کو ایک نہایت بہتر اور موثر طریقے میں عرض کیا شیخ شیوخ العالم نے محمد خورد کو میری تلاش و جستجو میں بھیجا چنانچہ میں ان کے ساتھ آیا اور شیخ شیوخ العالم کے قدموں میں سر رکھا اس وقت آپ خوش ہوئے اور اب رنجیدگی کے آثار آپ

کے چہرۂ مبارک سے مٹ گئے۔ اس کے دوسرے دن مجھ کو بلایا اور بہت کچھ شفقت و مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ نظام الدین! میں نے یہ تمام باتیں تمہارے کمال حال کے لیے کی تھیں یہ الفاظ اس روز آپ کی زبان مبارک سے سنے کہ پیر مرید کے لیے مشاطہ ہے ازاں بعد آپ نے مجھے خلعت عنایت کیا اور لباس خاص سے مشرف فرمایا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایک ضعیف العمر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں شیخ قطب الدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے آپ کو وہاں دیکھا ہے۔ شیخ اسے پہچانتے نہ تھے۔ لیکن جب اس نے اپنی شناخت کرائی اور چند واقعات بیان کیے تو آپ نے اسے پہچان لیا اس بڈھے کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا بھی تھا جو اس کا فرزند تھا اتفاقاً اس وقت کوئی علمی بحث چھڑ گئی اور وہ لڑکا ادب کا پہلو چھوڑ کر گستاخانہ شیخ سے بحث کرنے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سخن بلند ہوا۔ شیخ نے بھی کسی قدر تندی کے ساتھ گفتگو کی میں اور مولانا شہاب الدین دروازہ کے باہر بیٹھے تھے جب غلبہ کوتاہ ہوا ہم دونوں اندر آئے دیکھا تو وہ لڑکا بے ادبوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔ مولانا شہاب الدین نے اس گستاخ و بے ادب لڑکے کو تادیب کے طور پر طمانچے مارنے شروع کیے اس پر وہ لڑکا غصہ میں جھلا اُٹھا اور چاہا کہ فاہت وحماقت سے مولانا کو چمٹ جائے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز نے مسکرا کر فرمایا کہ باہم صفائی کر لو۔ چنانچہ مولانا شہاب الدین ایک نہایت عمدہ چابک اور کچھ روپے لائے اور ان باپ بیٹوں کو عنایت فرمائے۔ دونوں شیخ کی مجلس سے رخصت ہو کر لوٹ گئے۔ شیخ شیوخ العالم کا دستور تھا کہ ہر رات کو افطار کے بعد مجھے اور مولانا رکن الدین سمرقندی کو بلاتے اس وقت مولانا شہاب الدین کبھی ہوتے اور کبھی نہیں بھی ہوتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ نے ہمیں بلا کر اس روز کی حکایت پوچھی اور اس بڈھے کے آنے اور مولانا شہاب الدین کے لڑکے کو ادب دینے کی حکایت بیان کی گئی۔ شیخ شیوخ العالم خاموشی کے ساتھ اس حکایت کو سنتے اور ہنستے تھے۔ اسی اثناء میں میں نے عرض کیا کہ جس وقت اس نوجوان نے چاہا کہ مولانا شہاب الدین کو چمٹ جائے میں نے اس قدر کیا کہ اس کے ہاتھ پکڑ لیے شیخ شیوخ العالم نے ہنس کر فرمایا کہ تم نے خوب کیا شیخ سعدی خوب کہتے ہیں۔

اے دیدنت آسائش و خندید نت آفت   گوئی از همه خوباں بربودی بلطافت

شیخ بدرالدین سلیمان رحمتہ اللہ علیہ

شیخ المشائخ طریقت آفتابِ عالم حقیقت شیخ بدر الملتہ والدین سلیمان ہیں جو علم تقویٰ کے ساتھ مشہور اور مشائخ کبار کے اوصاف کے ساتھ موصوف تھے۔ شیخ شیوخ العالم کے انتقال کے بعد جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین اپنے والد کے سجادہ پر باتفاق رائے تمام بھائیوں اور ان اہل ارادت کے جو وہاں حاضر ہوئے بیٹھے تھے اور اس مقام کو نور حضور سے منور و رشن کیا۔ کیونکہ آپ ہی الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید محمد مبارک کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ شیخ بدر الدین سلیمان محلوق نہ تھے بلکہ سر پر مانگ رکھتے تھے جیسا کہ مشائخ چشت قدس اللہ سرہم العزیز کا طریقہ ہے کیونکہ آپ خلفائے چشت سے بیعت رکھتے اور دست خلافت حاصل کیے ہوئے تھے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب لوگوں نے خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کو ان کے والد بزرگوار کے سجادہ پر بٹھانا چاہا تو بزرگان چشت اور دیگر اقربا نے اجازت نہیں دی بلکہ نارضامندی ظاہر کی۔ کس لیے کہ خواجہ قطب الدین اس وقت نہایت کم سن اور نو عمر تھے اور ان کے عم بزرگوار خواجہ علی چشتی سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد وحکومت میں شہر دہلی آئے تھے لہذا بزرگان چشت نے خاندان چشت کے خلفاء میں سے دو بزرگ وصاحب نعمت خلیفہ ایک خواجہ زورجن کے نام مبارک سننے کے وقت اس طریقہ کے لوگ تکبیر کہتے ہیں یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔ کہتے ہیں۔ دوسرے خواجہ غورجن کے اسم مبارک سننے کے وقت تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے ہیں۔ خواجہ علی کی خدمت میں اس مصلحت اور اس کیفیت کے اظہار کرنے کے لیے روانہ کیے کہ خواجہ قطب الدین کو جو ہنوز کم سن ہیں خاندانِ چشت کا سجادہ دیتے اور انہیں ان کے والد بزرگوار کی جگہ بٹھاتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکایت نہایت تفصیل وتشریح کے ساتھ حالات سادات کاتب حروف کے والد بزرگوار کے ذکر میں تحریر کی گئی ہے۔ الغرض یہ دونوں صاحب نعمت اور فضیلت مآب خلیفہ جب اجودھن کے نزدیک پہنچے اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کو خبر پہنچی کہ خاندانِ چشت کے دو بزرگ اور صاحب نعمت خلیفہ یہاں آتے ہیں تو شیخ شیوخ العالم نے ان کا استقبال کیا اور ان دونوں بزرگواروں کو نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ اجودھن میں لائے

اور عمدہ عمدہ دعوتیں کیں۔ ازاں بعد شیخ شیوخ العالم نے مولانا شہاب الدین اور شیخ بدرالدین سلیمان کو ان کی نظر مبارک میں پیش کیا اور کہا انہیں اپنے دستِ مبارک سے کلاہ ارادت پہنائیے۔ خواجہ زور اور خواجہ غور نے متفقہ الفاظ میں کہا۔ ہمیں اس قدر مجال نہیں ہے کہ آپ جیسے بادشاہ کے سامنے کسی کو کلاہ دیں۔ شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ ہم یہ نعمت بھی تمہارے خاندان سے رکھتے ہیں میرا دلی مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں فرزند آپ کے ہاتھ سے کلاہ ارادت پہنیں ان بزرگوں نے کہا کہ اگر مخدوم ہمیں معذور نہیں رکھتے تو اشارہ ہو کہ مخدوم کے گھر کے جامہ دار سے کلاہ لائیں اور مخدوم خود اپنے دستِ مبارک سے کلاہ درست فرمائیں۔ ازاں بعد ہمیں عنایت کریں کہ مخدوم زادوں کے سر پر رکھیں چنانچہ مولانا بدرالدین اسحاق شیخ شیوخ العالم کے ارشاد کے بموجب دو کلاہ لائے اور شیخ شیوخ العالم کے ہاتھ میں دیں آپ انہیں اپنے دستِ مبارک سے درست کر کے خواجہ زور اور خواجہ غور کو عنایت کیں ان دونوں بزرگواروں نے شیخ شیوخ العالم کے سامنے مولانا شہاب الدین اور شیخ بدرالدین سلیمان کو کلاہ پہنائیں یہاں تک کہ ان کی برکت سے یہ دونوں صاحبزادوں سے مستثنیٰ و ممتاز ہوئے۔ ایک عالم باعمل ہوئے اور دوسرے شیخ شیوخ العالم کے وارث سجادہ قرار دیئے گئے۔ الغرض چونکہ اکثر مشائخ چشت قدس اللہ سرہم العزیز سر پر مانگ رکھتے تھے۔ شیخ بدرالدین نے بھی اسی معنی کی رعایت کی۔ جب شیخ بدرالدین سلیمان نے وفات پائی تو شیخ شیوخ العالم کے گنبد کے اندر مدفون ہوئے۔ قدس اللہ سرہما العزیز۔

خواجہ یعقوب رحمتہ اللہ علیہ

سیرتِ خوب، اہل دلوں کے نزدیک محبوب، خواجہ یعقوب ہیں جو شیخ شیوخ العالم کے سب فرزندوں میں چھوٹے اور فیاضی و سخاوت میں مشہور تھے آپ کی کرامتیں آشکار تھیں اور دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ آپ اہل ملامت کی راہ چلتے اور اس کے مخالف خلق پر ظاہر کرتے مشغول بحق رہتے۔ طبع فیاض اور لطافت تام رکھتے تھے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید محمد کرمانی سے سنا ہے۔ فرماتے تھے کہ میں اکثر اوقات سفر و حضر میں شیخ زادہ عالم صاحبزادہ دارین خواجہ یعقوب کا مصاحب رہتا تھا بہت کم ایسے موقع پیش آئے ہوں گے جن میں کسی ضرورت خاص کی وجہ سے آپ کے ہمراہ نہ رہا ہوں گا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خطہ اودھ میں آپ

کے ساتھ گیا۔ جب اودھ میں پہنچے تو ایک سرا میں اترے۔ شیخ زادے مجھے سرا میں چھوڑ کر شہر کی سیر و تماشے کے لیے باہر تشریف لے گئے ایک پہر رات گزر چکی تھی لیکن آپ سرا میں تشریف نہیں لائے اور کسی جگہ عیش میں مشغول ہو گئے۔ اسی رات اودھ کے صوبہ کو جو ایک بزرگ و معظم خان تھا درد شکم عارض ہوا اور ہوا بھی اس سختی کے ساتھ کہ ایک ساعت درد کی شدت سے قرار نہ تھا۔ ہر چند کہ لوگوں نے علاج کیا شفا میسر نہ ہوئی۔ اب علاج و دوا سے تجاوز کر کے تعویز و دعاؤں کی نوبت پہنچی اسی اثناء میں ایک شخص بول اٹھا کہ حضرت شیخ شیوخ العالم کے فرزند رشید صاحبزادے خواجہ یعقوب کو میں نے دیکھا کہ عصر کی نماز کے وقت شہر اودھ میں تشریف لائے ہیں اگر لوگ ان سے ملیں تو قوی امید ہے کہ شیخ زادہ عالم کی دعا کی برکت سے یہ بیماری صحت سے بدل جائے اب آدھی رات گزر گئی تھی خان نے فوراً اپنے آدمیوں کو شیخ زادہ کی طلب میں ہر طرف روانہ کیا اور لوگ تلاش و جستجو کرتے ہوئے سرا میں پہنچے جہاں ہم فروکش تھے۔ خان کے بھیجے ہوئے آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ شیخ زادے کہاں ہیں خان صاحب بلاتے ہیں۔ میں نے کہا عصر کی نماز کے وقت مجھ سے جدا ہو کر شہر میں پھرنے گئے ہیں اور اس وقت تک تشریف نہیں لائے وہ لوگ مایوس و ناامید ہو کر سرا سے لوٹے اور شہر میں جا بجا تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک مقام پایا جہاں خواجہ یعقوب عشرت میں مشغول تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ سوتے ہیں۔ نہایت ادب و آہستگی سے جگایا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو لوگوں نے بیان کیا کہ آپ کو خان صاحب بلاتے ہیں۔ خواجہ یعقوب نے مسکرا کر فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس خرچ تھڑ گیا تھا اور اس وقت میں اسی فکر میں سوتا تھا کہ تم لوگ آ پہنچے۔ یہ کہہ کر آپ اٹھے اور ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب خان کے مکان پر پہنچے دیکھا کہ درد کی شدت و سختی کی وجہ سے چار پائی سے زمین پر اور زمین سے چارپائی پر تڑپ رہا ہے اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے۔ آپ بیمار کی چارپائی کے پاس بیٹھے اور اپنی دو انگلیاں اس کے پیٹ پر رکھ کر کچھ پڑھا اس وقت پیٹ کا درد جاتا رہا۔ خان اٹھا اور شیخ زادہ کے قدموں میں گر پڑا۔ خزانچی کو حکم دیا کہ روپے کی ایک تھیلی اور فاخرہ خلعت شیخ زادہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی اور خواجہ یعقوب روپے کی تھیلی اور کپڑے لے کر وہاں سے لوٹے نقد روپوں میں سے کچھ خان کے دربانوں اور پردہ داروں کو عطا فرمایا اور باقی ساتھ لے کر سرا میں تشریف لائے۔ انجام کار ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب قصبہ امروہہ کے قریب پہنچے تو اثنائے راہ میں اس بزرگ زادہ کو مردانِ غیب لے گئے اور غائب کر دیا۔

خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

مردانِ دین کے اوصاف سے موصوف تقویٰ و یقین کے ساتھ مشہور و معروف خواجہ نظام الملۃ والدّین ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین کو جو خواجہ یعقوب سے بڑے تھے اور شیخ شیوخ العالم کے باقی فرزندوں سے چھوٹے تھے شیخ شیوخ العالم اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ خواجہ نظام الدین لشکری اور سپاہی آدمی تھے اور شیخ شیوخ العالم سے بہت گستاخ تھے آپ جو کچھ کہتے شیخ شیوخ العالم اس وجہ سے کہ انہیں انتہا درجہ کا دوست رکھتے تھے رغبت کے کانوں سے سنتے اور خوش آئندہ تبسم فرماتے اور جو کچھ وہ کہتے اس سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتے تھے۔ منقول ہے کہ خواجہ نظام الدین جوانمردی اور شجاعت میں حیدر ثانی تھے۔ آپ فراست صادق رکھتے تھے اور کیاست ظاہر۔ چنانچہ شیخ شیوخ العالم کی وفات کے ضمن میں آپ کی فراست و کرامت کا بیان گزر چکا ہے۔ شیخ شیوخ العالم کے انتقال کے بعد جب دیار اجودھن میں کفار پہنچے تو خواجہ نظام الدین نے اپنی بے دھڑک شجاعت اور بے خوف جوانمردی سے کفار کے ساتھ جنگ کی اور بے حد جدال و قتال کے بعد شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر منہ سے لگایا۔ جب لوگوں نے مقتولوں کے درمیان آپ کی نعش کی تلاش کی تو اس بزرگ زادہ عالم کی نعش کا کہیں سراغ نہیں ملا۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی صاحبزادیوں کے فضائل و کرامات اور صلاحیت کا بیان

کاتبِ حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ شیخ شیوخ العالم کی تین صاحبزادیاں جن میں بی بی مستورہ سب سے عمر میں بڑی تھیں دم واپسین تک پردہ ستر اور صلاح و عفت میں رہیں اور بہت سی کرامتیں ان سے ظہور میں آئیں۔ دوسری بی بی شریفہ جو عبادت و طاعت کے شرف سے مشرف و ممتاز تھیں یہ بزرگ زادی عنفوان شباب میں بیوہ ہو گئی تھیں اور پھر لب گور تک شوہر کی طرف مشغول نہیں ہوئیں۔ جب سے بیوہ ہوئیں

اس قدر مشغول بحق ہوئیں کہ شیخ شیوخ العالم اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اگر مشائخ کا سجادہ و خلافت عورتوں کو دینا جائز ہوتا تو میں اپنا سجادہ اور منصب خلافت بی بی شریفہ کو دیتا ولو کان النساء کمثل هذه لفضلت النساء علی الرجال. یعنی اگر عورتیں اس جیسی ہوتیں تو ضرور عورتیں مردوں پر کھلی فضیلت رکھتیں۔ شیخ سعدی خوب کہتے ہیں۔

در سرا پردہ عصمت بعبادت مشغول نام در عالم و خود کنف سر خدائے

تیسری بی بی فاطمہ ہیں جو مولانا بدرالدین اسحاق کے نکاح میں تھیں۔ جب مولانا بدرالدین اسحاق نے اجودھن میں انتقال فرمایا تو چند صغیر فرزند چھوڑے منجملہ ان کے خواجہ محمد امام اور خواجہ محمد موسی ہیں جن کی وجہ سے سلطان المشائخ کو اس خاندان سے ایک نہایت محکم و مضبوط تعلق پیدا ہو گیا۔ کیونکہ سلطان المشائخ کو مولانا بدرالدین اسحاق سے پہلے درجے کی محبت تھی جیسا کہ مولانا بدرالدین اسحاق کے ذکر میں تحریر ہو چکا ہے۔ مولانا بدرالدین اسحاق کے انتقال کے بعد سلطان المشائخ اس فکر و اندیشہ میں تھے کہ اگر کہیں سے خرچ کا انتظام ہو جائے تو بی بی فاطمہ کو مع ان کے فرزندوں کے اجودھن سے دہلی میں بلالوں تا کہ مولانا بدرالدین اسحاق کی محبت کا حق اس طرح سے ادا کیا جائے الغرض اس بارہ میں کاتب حروف کے دادا بزرگوار سید محمد کرمانی سے مشورہ کیا۔ سید نے سلطان المشائخ کے جواب میں فرمایا ہم سب لوگوں پر واجب و فرض ہے کہ مولانا بدرالدین اسحاق کے صاحبزادوں کی رعایت کریں کیونکہ انہوں نے ہم میں سے ہر ایک شخص کی نسبت شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بے انتہا مدد کی ہے جس وقت یہ دونوں حضرت باہم مشورہ کر رہے تھے اسی اثناء میں ایک ملتانی سوداگر جو سلطان المشائخ کے پڑوس میں رہتا تھا آیا شاید اس نے کسی جگہ سے سودا لیا تھا اور اس میں خاطر خواہ نفع حاصل ہوا تھا۔ اشرفیوں کی دو پوٹلیاں سلطان المشائخ کی خدمت میں بطریق ہدیہ پیش کیں۔ سلطان المشائخ نے اشرفیوں کی دونوں پوٹلیاں سید محمد کرمانی کے آگے رکھ دیں اور فرمایا کہ ایک تو تم اپنے گھر میں خرچ کے لیے دیدو اور ایک مولانا بدرالدین اسحاق کے متعلقین و فرزندوں کے سفر خرچ کے لیے لے کر اجودھن روانہ ہو جاؤ کیونکہ تم اس خاندان با کرامت کے محرم ہو۔ سید محمد کرمانی نے ان اشرفیوں کو

قبول کیا اور دوسرے ہی روز روانہ اجودھن ہوئے۔ بی بی فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا کو ان فرزندوں سمیت شہر میں لائے اور سلطان المشائخ نے نہایت تعظیم سے ایک مکان میں اتارا۔ الغرض جب بی بی فاطمہ اور ان کے عزیز فرزندوں کو شہر میں ایک عرصہ گزر گیا تو خویش و بیگانہ میں سے ہر شخص نے گمان کیا کہ شاید سلطان المشائخ بی بی فاطمہ کو اپنے نکاح میں لانے کا قصد رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ افواہ جو سلطان المشائخ کے ہرگز لائق و مناسب نہ تھی تمام شہر میں مشہور ہو گئی اور بڑی تیزی کے ساتھ خاص و عام کے کانوں میں پڑی۔ ایک رات تنہائی تھی سید محمد کرمانی نے یہ حکایت سلطان المشائخ کی خدمت عرض کی کہ آپ نے جو بی بی فاطمہ کو اپنے پاس بلا کر رکھا ہے اور ان کی خاطر و مدارات میں کوشاں ہیں اس سے دوسرا مقصود ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے) سلطان المشائخ نے جب یہ بات سنی تو تحیر کی انگلی تفکر کے دانتوں میں لی اور اپنے چہرے اور مصفا داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تم بہت جلد اجودھن کے قصد سے طیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس کے دوسرے روز سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم کی زیارت کے عزم سے روانہ اجودھن ہوئے اور جب زیارت سے فارغ ہو کر اجودھن سے مراجعت فرمائی تو آپ کے دہلی میں پہنچنے سے تین روز پہلے بی بی فاطمہ آپ کے پیٹھ پیچھے انتقال کر گئیں اور شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ متبرکہ میں مندہ دروازے کے باہر مدفون ہوئیں۔ تیسرا روز تھا اور ایک خلق فاتحہ کی غرض سے جمع تھی کہ سلطان المشائخ اجودھن سے اسی روز دہلی میں آئے اور شیخ نجیب الدین متوکل کے روضہ متبرکہ میں پہنچے اور انتقال کے تیسرے روز بی بی فاطمہ کی زیارت کی۔ ازاں بعد خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ کی جو ہنوز نو عمر اور صغیر سن تھے اپنی نظر مبارک میں پرورش و تربیت کی اور خواجہ احمد نیشاپوری کو جو شیخ شیوخ العالم کے مرید تھے ان کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا اور اتالیقی کی خدمت ان کے حوالہ کی۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتوں کے فضائل وکرامات

شیخ علاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ

مشائخ طریقت کے افضل اولیائے حقیقت میں اکرم شیخ علاؤ الملۃ والدین ابن شیخ بدر الدین سلیمان ہیں جو علو درجات اور رفعت مقامات اور شدت مجاہدات اور ذوق شاہدات میں اپنے زمانہ میں نظیر نہیں رکھتے تھے اور بذل وایثار میں بے مثل تھے۔ ظاہر و باطن کی طہارت کے مبالغہ میں مشائخ وقت میں کوئی آپ کا دعویدار نہیں تھا یہ بزرگوار سولہ سال کے تھے کہ شیخ شیوخ العالم کے سجادے پر اپنے والد بزرگوار شیخ بدر الدین سلیمان کی جگہ بیٹھے اور کامل چون سال تک اس سجادہ کا حق کما ینبغی ادا کیا یہاں تک کہ آپ کی عظمت وکرامت کا شہرہ آپ کی عزیز وقیمتی زندگی ہی میں تمام عالم میں مشہور ہو گیا تھا اور آپ کا اسم مبارک اولیاء اللہ کے ناموں کی فہرست میں مذکور ومعروف ہو گیا تھا چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد دیار اجودھن اور دیپالپور اور جھالی میں جو کشمیر کی سمت میں واقع ہیں ان شہروں کے باشندوں نے غایت محبت اور اعتقاد کی وجہ سے بہت سے فرضی مقامات بنائے اور قبریں تیار کیں اور آپ کے روضۂ متبرکہ کے نام سے تبرک حاصل کرتے تھے اور ان مواضع میں صدقات وخیرات کرتے اور ختم کرتے تھے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے شیخ علاؤ الدین قدس اللہ سرہ العزیز میرے رضاعی بھائی تھے اور مجھ میں اور شیخ علاؤ الدین میں حق رضاعت ثابت تھا اور انہوں نے میری والدہ کا دودھ پیا تھا۔ علاوہ اس کے میں نے اور انہوں نے مولانا بدر الدین اسحاق سے ایک جگہ قرآن مجید پڑھا تھا چنانچہ اس کی مفصل کیفیت مولانا بدر الدین اسحاق کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے۔ نیز میرے والد بزرگوار فرماتے تھے کہ ایک دن بچپن کے زمانہ میں میں اور شیخ علاؤ الدین شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر تھے۔ شیخ شیوخ العالم تو چار

پائی پر تشریف رکھتے تھے اور ہم دونوں چار پائی کی پٹی پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ اسی اثناء میں شیخ شیوخ العالم نے دہن مبارک میں پان رکھا اور ازارہِ شفقت اور فرزند پروری کے دہنِ مبارک سے پان نکال کر دستِ مبارک میں لیا اور شیخ علاؤالدین کے منہ میں رکھا اور جو کچھ اس میں باقی رہا تھا میرے منہ میں دیا۔ ازاں بعد وضو کرنے کے لیے چار پائی سے نیچے اترے اور چوکی پر بیٹھے۔ ایک درویش عیسے نام تھے جو خلوت کی حالت میں آپ کی خدمت میں سرگرم و مستعد رہتے اور جس حرم محترم کی باری ہوتی اسے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجتے اور شغل کی نوبت مرعی رکھتے تاکہ اس کام میں عدل وانصاف کی پوری پوری رعایت رہے۔ الغرض خواجہ عیسی نے شیخ شیوخ العالم کو وضو کرایا اور مصلاّ سیدھا کیا۔ شیخ شیوخ العالم وضو کر کے مصلے پر آبیٹھے جس اثناء میں شیخ شیوخ العالم وضو میں مشغول تھے تو شیخ علاؤالدین کھیلتے کھیلتے مصلے پر جا بیٹھے اور خواجہ عیسی نے شیخ علاؤالدین کو دیکھا کہ مصلے پر بیٹھے ہیں اس پر شیخ شیوخ العالم نے ایک خوش آئندہ تبسم کیا اور خواجہ عیسی سے اس طرف کی زبان میں فرمایا کہ مُنجّن ہ بھی۔ یعنی بچہ کو بیٹھا رہنے دو۔ شیخ شیوخ العالم کے مبارک نفس کی برکت سے شیخ علاؤالدین قریب دو قرن کے شیخ شیوخ العالم کے سجادہ پر بیٹھے اور اس محویت واستغراق کے ساتھ بیٹھے کہ کسی موقع پر آپ کا قدم مبارک جامع مسجد کے دروازہ کے علاوہ اور کہیں نہیں گیا۔ اگر بادشاہان وقت آپ سے ملاقات کرنے آتے تو آپ اپنے مقام سے کبھی ہلتے تک نہ تھے اور خلق کو اونٹ کی مینگنی کی برابر سمجھتے تھے اگر کوئی شخص بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے جناب شیخ شیوخ العالم کے روضہ متبرکہ کے حوالے کرتے اور خادم سے فرماتے کہ انہیں بابا کی پائینتی لے جاؤ اور کلاہ دو۔ ہمیشہ روزہ رکھنا شیخ علاؤالدین کا خاصہ تھا۔ کبھی کسی شخص نے ان بزرگوار کو دن میں کھانا کھاتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وفات کے زمانہ تک بجز عیدین اور ایام تشریق کے افطار نہ کرتے اور ان پانچ روز کے علاوہ کسی وقت اور کسی حال میں افطار نہیں کرتے تھے اور جب دو پہر گزر لیتی تب افطار کرتے آپ کے خدام روغنی روٹیاں اس قدر پتلی پکاتے کہ سیر بھر کی آٹھ روٹیاں تک ہوتیں۔ آپ ان میں سے دو روٹیاں نہار قدرے دودھ کے ساتھ نوش کرتے روٹی اور دودھ دونوں مل کر سیر بھر کے قریب لازمہ ہوتا لیکن آپ بہت تھوڑی مقدار پر اکتفا فرماتے۔ اگرچہ افطار کے وقت اس کھانے کے علاوہ بہت سا حلوا اور روٹیاں آپ کے سامنے دسترخوان پر چُنی جاتیں لیکن آپ اس میں سے

کچھ بھی تناول نہیں کرتے اور حلوے کے طباق ان لوگوں کو بھیجتے جس کی نسبت آپ کی خاطرِ مبارک اقتضا کرتی کیونکہ آپ کے خدام اور دیگر مہمان ومسافر کھاپی کر سور ہتے تھے۔ جماعت خانہ میں جو دونوں وقت درویشوں کے سامنے دستر خوان بچھایا جاتا تھا ان کے علاوہ بہت خاص و عام کو اس میں سے روٹیاں پہنچتیں اور ایک کثیر مخلوق کو آپ کے دستر خوان سے حصہ پہنچتا۔ جب شیخ علاؤالدین مقام خلوت سے شیخ شیوخ العالم کے روضۂ متبرکہ میں آتے تو بہت سے درویش محتاج شیخ کی فیاضی وسخاوت کا شہرہ سن کر اس مقام پر پہلے ہی سے جمع ہو جاتے اور صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے آپ صف کی ابتدا سے لوگوں کو دینا شروع کرتے اور ہر ایک کو کافی مقدار روپے کی عنایت فرماتے اور برابر دیتے ہوئے گزر جاتے اگر کوئی شخص ایک دفعہ لے کر اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسرے مقام پر صف کے درمیان آ کھڑا ہوتا اور لوگ شیخ کو خبر دیتے کہ یہ شخص ایک دفعہ لے چکا اب دوبارہ لینے کو یہاں آ کھڑا ہوا ہے شیخ اسے پہلی مقدار سے دو چند دلواتے اور اگر چہ کئی مرتبہ یہ حرکت کرتا لیکن آپ اس پر غصے نہ ہوتے اور کسی طرح کی زجر و توبیخ نہیں فرماتے اور اس سے شیخ کا مقصود یہ ہوتا کہ کوئی شخص مناع للخیر کی وعید میں داخل نہ ہو۔ جو لوگ شیخ کی خدمت خاص میں مشغول ہوتے اور جو لوگ آپ کے وضو کے لیے پانی مہیا کرتے اور آپ کے کپڑے مبارک سیتے یا دھوتے تو کسی مخلوق کو مجال نہ ہوتی کہ انہیں زرہ بھر صدمہ اور تکلیف پہنچا سکتا اور اگر کس کا ان پر ہاتھ پہنچتا یا کوئی شخص کسی طرح کا صدمہ پہنچاتا شیخ اسے خانقاہ سے باہر نکال دیتے۔ آپ طہارت و پاکیزگی میں انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ذیل کی حکایت سے یہ بات بہت اچھی طرح ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ جس زمانہ میں شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے شیخ رکن الدین دہلی سے ملتان جاتے تھے تو اثنائے راہ میں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے روضہ متبرکہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ روضۂ متبرکہ سے باہر تشریف لائے تو شیخ علاؤلدین کے بغلگیر ہوئے اور کہا خدا تعالیٰ نے تمہیں وہ استقامت بخشی ہے کہ کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھ کر ہلنے تک کی طاقت نہیں رکھتا لیکن میں بسبب چند لوگوں کی قرابت کے جو اس سفر میں میرے ساتھ ہیں مجبور ہوں اور وہ مجھے کشاں کشاں لیے چلتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے کو رخصت کیا۔ جب شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ اپنے مقام پر آئے فوراً کپڑے

اتارے اور تازہ غسل کر کے دوسرے کپڑے پہنے اور سجادہ پر آ بیٹھے بعض لوگوں نے شیخ رکن الدین کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی اور کہا یہ کس قدر تکبر و رعونت ہے کہ آپ جیسے پاک اور پاک زادہ کے معانقہ کے سبب سے غسل کیا جائے اور ان کپڑوں کو اتار کر دوسرے کپڑے پہنے جائیں شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ تم لوگ مولانا علاؤالدین کی قدر و منزلت کیا جانو حقیقت میں وہ اسی قابل ہیں کہ ایسا کریں کیونکہ ہم میں سے دنیا کی بو آتی ہے اور وہ اس سے مبرا ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں اس تمثیلی حکایت کے بعد ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ظالموں اور سرکشوں کے دست ظلم سے چھوٹ کر شیخ شیوخ العالم کے روضہ متبرکہ کی جماعت خانہ مین چلا آئے تو کسی کی مجال نہ ہوتی کہ اس مظلوم اور جفاکش کو بزور جبر روضۂ متبرکہ کی حرم سے باہر لاسکے اگر چہ بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہوتا لیکن اس دین و دنیا کے بادشاہ کے خوف و ہیبت سے لرزتا۔ جب شیخ علاؤالدین نے سفر آخرت قبول کیا اور دنیا سے منہ موڑ کر رحمت حق سے جا ملے تو شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز کے روضہ متبرکہ کے پڑوس میں مدفون ہوئے اور سلطان محمد تغلق نے جو شیخ علاؤالدین کا مرید و معتقد تھا ایک نہایت رفیع و بلند گنبد تعمیر کرایا شیخ علاؤالدینؒ کے دو فرزند رشید آپ کی محسوس یادگاریں باقی رہیں جو صاحب عظمت و کرامت تھے۔ ایک شیخ زادۂ معظم ذی وجاہت و مکرم شیخ معز الحق والدین تھے جو علم و کرامت میں مستثنیٰ اور عظمت و جلالت میں ممتاز تھے۔ جو شخص آپ کی مبارک اور نصیبہ ور پیشانی دیکھتا فوراً معلوم کر لیتا کہ آپ خاندان کرامت و بزرگی کے چشم و چراغ ہیں آپ کی خدمت اتالیقی مولانا وجیہہ الدین پائلی کے ہاتھ میں تھی اور علم کی تحصیل میں ان کی شاگردی اختیار کی تھی آپ دین و دیانت میں حظ کامل رکھتے تھے اور اسی دین و دیانت میں غلو پیدا کرنے کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ آپ اپنے والد بزرگوار کی جگہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مقام پر جلوہ آرا ہوئے اور بندگان خدا پر بذل و ایثار کا دروازہ کھولا۔ چند روز کے بعد سلطان محمد تغلق نے شہر دہلی میں آپ کو بلایا اور جیسا کہ چاہیئے تعظیم و تکریم کی رعایت کی ازاں بعد حکم ہوا کہ مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کی نظر مبارک میں سلطنت کے امور اتمام و تکمیل کو پہنچیں کیونکہ الدین والملک تؤامان۔ یعنی دین و سلطنت دونوں ایک پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ شیخ معز الدین نے بادشاہ وقت کی اس بات کو قبول کر لیا لیکن چند روز کے بعد بادشاہ کی رائے اس کو مقتضی ہوئی کہ دیار گجرات آپ کے حوالے کیے جائیں۔ شیخ معز الدین رحمتہ اللہ علیہ گجرات تشریف لے گئے اور آخر کار بتقدیر الٰہی ظالموں اور باغیوں کے ہاتھ

سے شہادت کے درجہ کو پہنچے آج آپ کے روضہ متبرکہ کی برکت سے اس طرف کے تمام شہر منور و روشن ہیں۔ اور اس کی پائنتیوں کی خاک ان شہروں کے حاجتمندوں کی درد کی دوا ہے۔ شیخ علاؤ الدین کے دوسرے فرزند یعنی شیخ زادہ علی الاطلاق مقبول اہل عالم باتفاق شیخ علم الحق والدین ہیں جو تمام اوصاف حمیدہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور جگر سوز گریہ میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ کلام ربانی کے حافظ اور سنت نبوی کے پیرو تھے۔ سلطان محمد تغلق آپ کے اعزاز واحترام میں انتہا درجہ کی کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ ہندوستان کی تمام مملکت کا شیخ الاسلام مقرر کردیا اور لکھو کہا بندگانِ خدا کی باگ آپ کے ہاتھ میں دی اس زمانہ کے تمام مشائخ آپ کے محکوم ومنقاد ہوئے اور تسلیم کی گردنیں آپ کے آگے خم کردیں۔

غرضکہ شیخ علم الدین دین ودنیا میں نہایت بزرگ ومکرم تھے اور فیاض ازل نے دینی تقدس اور دنیاوی اعزاز میں سے کوئی چیز آپ سے دریغ نہیں رکھی تھی۔ جب ان شیخ شیوخ الاسلام نے انتقال کیا تو اپنے والد بزرگوار شیخ علاؤ الدین کے متصل گنبد کے اندر مدفون ہوئے۔ شیخ علاؤ الدین کے ان دونوں فرزندوں کے بعد دو صاجزادے یعنی دونوں حضرات کے ایک ایک فرزند باقی رہے۔ شیخ معز الدین رحمتہ اللہ علیہ کے صاجزادہ افضل الدین فضیل تھے جو آج اپنے والد بزرگوار اور جد عالی مقام کی جگہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے سجادۂ کرامت پر جلوہ فرما ہیں اور آباؤ اجداد کی صورت وسیرت میں سجادۂ معظمہ کا حق کما ینبغی اپنے سلف کے طریقہ پر ادا کرتے ہیں غایت مشغولی اور ترک وتجرید میں انتہا درجہ کی کوشش کرتے ہیں آپ کو تمام لوگ نگاہِ قبول سے دیکھتے ہیں۔ شیخ افضل الدین فضیل کی تاریخ زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے عام لوگوں کے لیے بذل وایثار کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اس خاندانِ کرامت کے معتقد امیدوار ہیں کہ حق تعالیٰ اس شیخ زادہ عالم کو سجادۂ کرامت پر مستقیم رکھے۔ شیخ شیوخ الاسلام علم الحق والدین رحمتہ اللہ علیہ کے صاجزادے شیخ زادہ خوبصورت پسندیدہ سیرت مظہر الحق والدین ہیں جنہیں تمام دینی علوم مستحضر ہیں اور جو اپنے والد بزگوار کے بعد شیخ الاسلامی کے عہدہ سے ممتاز ہوئے۔ سلطان محمد تغلق انار اللہ برہانہ نے نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ شیخ الاسلامی کا معزز منصب آپ کے سپرد کیا اور اس شیخ زادہ کی تعظیم وتوقیر میں حد سے زیادہ کوشش کی حتی کہ اس زمانہ تک آپ ویسے ہی محترم ومکرم ہیں اور آپ کے تمام اوقات معمور ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی ذات ملک صفات کو دین ودنیا کی کامرانی میں دائم وقائم رکھے آمین۔

شیخ عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ

شیخ زادہ عالم خواجہ عزیز الملتہ والدین ابن خواجہ یعقوب رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو فیاضی وسخاوت ومروت ومردمی میں بے مثل تھے آپ مستجاب الدعوات اور صاحب فتوح تھے۔ دیوگیراور تلنگ کے اطراف کے تمام باشندے آپ کے معتقد اور غلام تھے۔ کاتب حروف نے ان بزرگ زادہ سے دیو گیر میں ملاقات کی ہے۔ حقیقت میں آپ زیبا ہیئت اور شوکت ودبدبہ بہت کچھ رکھتے تھے۔ آپ کے برادر حقیقی خواجہ قاضی سادہ باطن تھے اور عام اخلاق رکھتے تھے۔ یہ دونوں بھائی جو عالم کے شیخ زادے تھے سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں بہت مدت تک رہے ہیں۔ اور آپ سے ایک زمانہ دراز تک پرورش پائی۔ شیخ عزیز الدین نے دیو گیر ہی میں شہادت پائی اور وہیں دفن ہوئے اور خواجہ قاضی سلطان المشائخ کے خطیرہ میں یاروں کے چوترے کے سرے پر مدفون ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہما۔

شیخ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ

کمال طریقت جمال حقیقت شیخ زادہ کمال الحق والدین ابن شیخ زادہ بایزید ابن شیخ زادہ نصر اللہ ہیں جن کا لباس تکلف وبناوٹ سے ہمیشہ خالی ہوتا تھا اور جو فیاضی سخاوت میں عدیم المثال اور بے نظیر تھے۔ آپ بہت سی روٹیاں پکواتے اور محتاج ومساکین کو تقسیم کرتے اور لذیذ مزیدار کھانوں سے ہمیشہ احتراز کرتے اگر آپ سفر کا قصد کرتے تو روٹیوں کے بہت سے بھرے ہوئے تھیلے آپ کے ساتھ ساتھ ہوتے جس زمانہ میں یہ بزرگوار سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دہار سے جو آپ کی سکونت کا مقام تھا دہلی میں تشریف لائے تو کاتب حروف اس خاندان معظم کے ان حقوق کی رعایت کی وجہ سے جو اس کے آباؤ اجداد رکھتے تھے ان بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت شیخ حجرہ کے اندر چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جوں ہی کاتب حروف کو دیکھا حجرہ کے اندر سے ایک دیگچی ہاتھ مبارک میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور ایک مٹی کا بڑا سا طباق خدام نے لاکر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ شیخ نے اپنے دست مبارک سے دیگچی میں سے

ہرلسیہ نکالا اور گھی کی جگہ تیل ڈال کر میرے آگے رکھا اور قدرے حلوا بھی ہرلسیہ پر زیادہ کیا اور فرمایا اسے رغبت سے کھاؤ کیونکہ میں نے تمہاری بزرگوار دادی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں بہت کھائی ہیں۔ چنانچہ کاتب حروف نے وہ ہرلسیہ تناول کیا۔ حقیقت میں اس میں وہ لذت تھی کہ جو میں نے معمولی کھانوں میں کبھی نہیں پائی۔ شیخ کمال الدین جو ایک بہت بڑے صاحب کرامت تھے۔ ابتدائے حال میں حضرت سلطان المشائخ کے باورچی خانہ میں دیگ شوئی کیا کرتے تھے یعنی برتن مانجھنے اور صاف کرنے کی خدمت آپ کے سپرد تھی اور اسی خدمت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کو یہ نعمت و کرامت حاصل ہوئی۔ جس وقت شیخ زادہ کمال الدین اور شیخ زادہ عزیز الدین نے چاہا کہ دونوں بھائی کسی مقام کا سفر کریں تو حضرت سلطان المشائخ نے رخصت کے وقت ایک چنبیلی کا پھول شیخ کمال الدینؒ کے ہاتھ میں دیا اور ایک شیخ زادہ عزیز الدین کے ہاتھ میں۔ اور شیخ کمال الدین کو حکم ہوا کہ تم مالوہ میں جا کر رہو۔ شیخ زادہ عزیز الدین کی نسبت فرمان ہوا کہ تم دیوگیر کی ولایت سکونت اختیار کرو جب دونوں بھائی سلطان المشائخ کی خدمت سے رخصت ہو کر باہر آئے تو شیخ زادہ عزیز الدین نے کہا کہ سلطان المشائخ نے جو یہ ایک ایک پھول عطا کیا ہے اس سے کیا غرض حاصل ہوگی۔ شیخ زادہ کمال الدین نے جواب میں فرمایا خاطر جمع رکھو کہ سلطان المشائخ نے ہمیں ایک جلال یعنی بزرگی عنایت کی ہے۔ الغرض یہ دونوں بزرگزادے آخر عمر تک نہایت متمتع رہے اور بہت ہی جاہ و جلال اور عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ وفات کے زمانہ تک بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں اور ان کی ذات سے مخلوق خدا کو عظیم الشان فائدہ پہنچا۔ بزرگ زادے شیخ کمال الدین کا روضہ متبرکہ تمام دردوں کے لیے دوا اور خلق کا حاجت روا ہے۔

خواجہ عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ

صورت و سیرت میں سلف کے آئینہ خلف کے فخر خواجہ عزیز الملتہ والدین ابن خواجہ ابراہیم ابن خواجہ نظام الدین ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ تھیں اور رشتہ میں کاتب حروف کی پھوپھی لگتی تھیں۔ کاتب حروف اور اکثر ان اہل ارادت کا گمان ہے جوان بزرگوار شیخ زادہ سے ملے ہیں کہ آپ سے کوئی صغیرہ وجود پزیر نہیں ہوئی۔ شیخ عزیز الدین کا باطن خدا تعالیٰ کی یاد سے

معمور تھا اور ظاہر تبسم اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ رکھتے تھے۔ آپ کا دل مبارک مراقبہ اور ذکر خفی سے منور اور خدا تعالےٰ کی طرف رجوع تھا اور یہ سب باتیں اس برکت سے حاصل ہوئی تھیں کہ آپ نے حضرت سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی تھی اور دستر خوان بچھنے کے وقت ہمیشہ حاضر رہتے تھے اگر کسی وقت خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ جنہیں سلطان المشائخ سے دستر خوان کی دعا پڑھنے کا عہدہ ملا تھا حاضر نہ ہوتے تو یہ بزرگزادے دستر خوان کی دعا پڑھتے اور جب تک آپ دعا میں مشغول رہتے سلطان المشائخ برابر فرماتے رہتے تجھ پر خدا کی رحمت ہو اور یہ مرحمت ان کے حق میں مخصوص ہوتی تھی ان شیخ زادہ نے حضرت سلطان المشائخ کی مشغولی اور عالم مشاہدہ کی صحبت پائی ہے۔ جیسا کہ باب اوراد اور مشغولی کے نکتہ میں تحریر ہوا ہے۔ شیخ زادہ عزیز الدین فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں قصبہ کہر بہ میں اپنے بھانجے کے کار خیر میں گیا ہوا تھا جب وہاں سے لوٹا تو اول جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی آپ مہربانی و شفقت سے فرمانے لگے کہ تمہارے بھانجے کا کار خیر کیونکر ہوا۔ اور سماع کی مجلسیں ہی ہوئیں آپ مسکرا تے جاتے اوران باتوں کو دریافت کرتے جاتے تھے ازاں بعد فرمایا اپنی والدہ کو دیکھ آئے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں اول مخدوم کی پائبوسی کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے بعد اس سعادت کو حاصل کروں گا آپ نے میرے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ جاؤ وہ سعادت بھی حاصل کرو۔ آخر الامر جب ان شیخ زادہ کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوا تو چندان بزرگوار صاحب کرامت کی ذات مبارک کو کسی قسم کی بیماری و زحمت لاحق ہوئی دو تین روز تک بیماری کی تکلیف رہی ایک ساعت بھی لب مبارک کلام اللہ کی تلاوت سے خالی نہیں رہے۔ انجام کار اسی بیماری میں رحمت حق سے جا ملے اور سلطان المشائخ کے روضہ متبرکہ کے سامنے مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسوں کی بزرگی وکرامات اور فضائل ومناقب

خواجہ محمد رحمتہ اللہ علیہ

شیخ شیوخ العالم کے عام نواسوں کے سردفتر شیخ زادہ معظم ومکرم خواجہ محمد ابن مولانا بدر الدین اسحاق ہیں جن کی والدۂ محترمہ شیخ شیوخ العالم کی صاجزادی تھیں۔ یہ شیخ زادے تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ موصوف اور علوم دینی اور تقویٰ وطہارت موزونی طبع ذوق سماع جگر سوز گریہ اور فیاضی طبع سخاوت وشجاعت میں مشہور ومذکور تھے۔ بچپنے کے زمانے سے لے کر بڑھاپے تک حضرت سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی۔ کلام ربانی کے حافظ ہوئے اور علوم وافر عشق کامل حاصل کیا حتی کہ سلطان المشائخ کی حالت زندگی ہی میں آپ کی خلافت کے معزز وممتاز مرتبے کو پہنچ گئے۔ اور سلطان المشائخ کی حیات میں خلق خدا سے بیعت لینے لگے۔ خواجہ محمد سلطان المشائخ کی امامت کے ساتھ مخصوص تھے۔ چنانچہ آج کے دن تک لوگ آپ کو خواجہ محمد امام کہہ کر پکارتے ہیں۔ سلطان المشائخ کو آپ کی امامت میں رقت وذوق حاصل ہوتا تھا اور نیز بعد امامت کے سلطان المشائخ کے لباس خاص سے ممتاز ومعزز ہوتے تھے۔ سلطان المشائخ کے نزدیک کوئی شخص مجلس میں ان سے اونچی جگہ پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ آپ رقص میں سلطان المشائخ کے ساتھ موافقت کرتے اور سلطان المشائخ کی مجلس میں آپ کے حکم سے صاحب سماع ہوتے تھے۔ شیخ شیوخ العالم کے نواسوں اور اعلیٰ درجہ کے یاروں میں سے کسی کو یہ رتبہ نہ تھا آپ نے سلطان المشائخ کے جان بخش ملفوظات سے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام انوار المجالس ہے۔ آپ کی اکثر عمر عزیز خدا تعالیٰ کی عبادت اور ذوق سماع میں کہ اس میں غلو تمام رکھتے تھے گزری ہر طرح کے ماہر وکامل قوال جو فارسی اور ہندی میں ید طولیٰ رکھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے آپ علم موسیقی کے واضع وموجد تھے اور اس درجہ کے موجد کہ کوئی شخص ان کی نظیر کا نشان نہیں دے سکتا علم موسیقی کے معانی ورموز کے بیان کرنے اور معمات کے اشارے اور انہیں

حقیقت پر محمول کرنے میں آپ ایک آیت تھے۔ کاتب حروف نے ان بزرگ زادہ عالم کو کیا حالتِ سماع اور کیا غیر سماع میں بہت دفعہ دیکھا ہے کہ آپ کی مبارک آنکھیں ہمیشہ کمال ذوق کی وجہ سے آنسوؤں میں غلطاں رہتی تھیں حالتِ سماع میں جو گریہ ونعرہ آپ سے ظہور میں آتا تھا وہ اہلِ دلوں کے جگروں میں سوراخ کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ سے لوگوں نے استدعا کی کہ شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ میں جو اندرپت کے حوالی میں ہے تشریف لے چلیں اس مجلس میں بڑے بڑے صاحب نعمت درویش حاضر تھے اور ہر چند کہ قوال بڑی کوشش و کشش سے غزلیں گا رہے تھے لیکن سننے والوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا مجلس کی یہ کیفیت دیکھ کر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ سماع کو چھوڑ دیں اور بزرگوں کی حکایتیں اور نقلیں بیان کرنے میں مشغول ہوں اسی اثناء میں اہل مجلس کو ذوق پیدا ہوا اور شیخ علی زنبیلی نے شیخ نظام الدین پانی پتی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جو شیخ بدرالدین غزنوی کے ممتاز خلیفہ تھے اور خوبصورتی و خوش الحانی میں ہزار دو ہزار میں ایک تھے کہ ہمیں تمہارا سماع مطلوب ہے یعنی ہم چاہتے ہیں کہ تم کچھ گاؤ اور ہم سنیں چنانچہ شیخ نظام الدین پانی پتی مجلس کے بیچ میں قوالوں کی جگہ جا بیٹھے لیکن چونکہ تنہا تھے اس لیے سلطان المشائخ نے خواجہ محمد کی طرف جن کا ذکر خیر اوپر ہو چکا اشارہ کیا کہ تم نظام الدین کی مدد کرو۔ خواجہ محمد اپنے مقام سے اٹھے اور شیخ نظام الدین پانی پتی کے برابر جا بیٹھے ان دونوں بزرگوں نے اول ایک غزل شروع کی ازاں بعد آواز اونچی کی جب اس بیت پر پہنچے۔

ہر بیخودے کہ بینی امشب است　　ازمن ہمہ در گزار تا روز

تو سلطان المشائخ اور تمام مجلس کے حاضرین پر بہت کچھ اثر پڑا۔ الغرض باوجود ان تمام فضائل خاص کے جو خدا تعالیٰ نے خواجہ محمد کو عنایت کیے تھے انکسار و تواضع بھی بخشا تھا اور یہ اسی عاجزی و انکساری کا بدیہی ثمرہ تھا کہ آپ سلطان المشائخ کا اشارہ پاتے ہی ایک ایسی مجلس کے بیچ میں بے تکلف آ بیٹھے اور گانا شروع کر دیا۔ حقیقت میں جو لوگ خداوندی بارگاہ کے مقبول ہوتے ہیں ان سے تمام حرکات و سکنات ایسے ہی ظہور میں آتی ہیں جو اس بارگاہ کے قابل اور پسندیدہ ہوتی ہیں یہ شہزادے علم حکمت میں بھی کافی حصہ رکھتے تھے بندہ ضعیف کہتا ہے کہ۔

بعلم حکمت جائے رسیدۂ کہ زرشک　　میان گور کند شور بوعلی سینا

خواجہ موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ

علم میں مشہور حلم میں مذکور زہد و تقوی کے ساتھ موصوف خواجہ موسیٰ ابن مولانا بد رالدین اسحاق ہیں جو خواجہ محمد امام کے برادر حقیقی تھے۔ان بزرگوار نے بھی جناب سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی تھی اور تمام علوم میں کمال حاصل کیا تھا اپنے زمانہ کے ذوفنون اور فرزانہ عصر تھے آپ نے اصول فقہ میں بزودی مولانا وجیہہ الدین پائلی سے پڑھی تھی اور کلام ربانی کے حافظ تھے تحقیق سخن میں کوشش کرتے اور طبع فیاض اور لطافت بہت کچھ رکھتے تھے عربی و فارسی اشعار و نظم میں پورا حصہ حاصل تھا اور اکثر اوقات پرسوز غزل کہتے تھے جو لوگ علم موسیقی میں مہارت تامہ اور درک کامل رکھتے تھے خاص کر علم حکمت میں وہ کمال پایا تھا جس کی نظیر اس زمانہ میں باوجود تلاش کے بھی دستیاب نہیں ہوتی تھی اور ساتھ ہی تجربات حکمت میں بھی پرلے درجہ کا کمال حاصل تھا اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد امام کی غیبت میں خود سلطان المشائخ کی امامت کرتے اور نہایت خوش الحانی سے قراءت کرتے اور سلطان المشائخ کی جناب سے خلعت فاخرہ کے ساتھ مشرف و ممتاز ہوتے آخر کار یہ دونوں بزرگ اور بزرگ زادے سلطان المشائخ کے خطیرہ میں مدفون ہوئے رحمتہ اللہ علیہما۔

خواجہ عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ

شیخ زادہ دلکشا والی ولایات والا خواجہ عزیز الملتہ والدین صوفی ہیں۔ان بزرگوار کی والدہ محترمہ بی بی مستورہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کی صاحبزادی ہیں۔ یہ شیخ زادے بے شمار فضائل اور انگنت معانی و لطائف رکھتے تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے روح افزا ملفوظات سے ایک کتاب مرتب کی تھی جسے تحفتہ الابرار فی کرامت الاخیار کے نام سے آج تک شہرت حاصل ہے اور جو سلطان المشائخ کی نظر مبارک سے اکثر اوقات گزری ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ کے حضور میں دستر خوان بچھایا گیا تھا اور تمام حاضرین کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔مولانا وجیہہ الدین پائلی ان شیخ زادے سے اونچی جگہ بیٹھ گیا۔سلطان المشائخ

نے دیکھا تو فرمایا۔ مولانا! جس طرح میں اس بات کو دوست نہیں رکھتا کہ کوئی مجعد متعمم سے بلند جگہ بیٹھے اسی طرح میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی متعمم میرے مخدوم زادوں سے اونچے مقام پر بیٹھے اگرچہ مخدوم زادہ مجعد ہی کیوں نہ ہو اور حقیقت یہ تھی کہ مولانا وجیہہ الدین کو شیخ عزیز الدین کی نسبت یہ علم نہ تھا کہ آپ شیخ شیوخ العالم کے نواسہ ہیں جب انہوں نے آپ کو مجعد دیکھا تو جانا کوئی اور شخص ہے۔ لہذا اسی وقت مولانا وجیہہ الدین نے زمین پر منہ رکھ کر معذرت کی اور کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضرت! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ شیخ زادہ عالم ہین ورنہ کبھی یہ جسارت و دلیری بندہ سے ظہور میں نہیں آتی۔ ان بزرگ زادہ نے سلطان المشائخ کے فرمان کے بموجب قاضی محی الدین کاشانی کی خدمت میں تلمذ کیا تھا اور قاضی صاحب کو ان کی شاگردی پر فخر تھا۔ خوش خطی اور باریک کتابت میں فرید عصر اور یگانۂ روزگار تھے اس فن میں دنیا میں آپ کی نظیر پائی نہیں جاتی تھی اور جہاں میں کوئی شخص اس لطافت کے ساتھ کتابت نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے آپ کے پر زور قلم سے ہوتی تھی۔ ایک دفعہ یہ شیخ زادے کاتب حروف کے گھر میں اس وسیلۂ محبت سے جو آباء واجداد میں مربوط تھا تشریف لائے اور اس شکستہ دل کو بزرگی وفضیلت عنایت کی ان فوائد کے اثناء میں جو آپ سلسلہ وار بیان کر رہے تھے کاتب حروف کی طرف رخ مبارک متوجہ کر کے فرمایا۔

گر وقت خوشت ہست غنیمت میدار ‌ ‌ ‌ کان راچو نمازہا قضا توان کرد

ان بزرگ کے ایک فرزند رشید تھے جو صورت وسیرت میں بالکل اپنے سلف کے فوٹو اور آئینہ تھے یعنی شیخ زادہ قطب الملۃ والدین حسن ہیں خدا تعالیٰ ان کے دینی امور کو نیک کرے اور مردان خدا کے لیے مرتبے میں پہنچائے جو زہد وورع اور تقویٰ وطہارت میں بے مثل تھے اور بذل وایثار حلم وعفو میں اپنے ہم عصروں سے سبقت لے گئے تھے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود کی شرف خلافت سے مشرف تھے اور شیخ نصیر الدین محمود کے خط مبارک سے لکھی ہوئی اجازت اپنے پاس رکھتے تھے خلق خدا سیبعت لیتے ہیں اور ہزارہا دل آپ کی بدولت آسائش پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ اس بزرگ زادہ کو طریقت کی راہ پر مستقیم وقائم رکھے۔

شیخ کبیر الدین رحمتہ اللہ علیہ

دوسرے شیخ زادے یعنی شیخ کبیر الملتہ والدین کے فضائل خاص میں جو محبت و وفا کے آئینے اور خلفاء و ولا کے پورے فوٹو تھے یہ بزرگ زادہ شیخ عزیز الدین کے چھوٹے بھائی اور شیخ شیوخ العالم کے نواسے ہیں جنہوں نے ابتدائے جوانی سے دم وفات تک حضرت سلطان المشائخ کے سایۂ عاطفت اور نظر مبارک میں پرورش پائی اور کبھی آپ کی صحبت سے جدا نہیں ہوئے آپ خانقاہ کی دیوار کے تلے مقام سکونت رکھتے تھے اور ہمیشہ سلطان المشائخ کے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ اگر اتفاقاً آپ دستر خوان بچھتے وقت تشریف نہ رکھتے تو سلطان المشائخ کے حکم سے عبدالرحیم ان بزرگوار کا حصہ ان کے مکان پر پہنچا دیتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ بزرگوار سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے اور ایک شخص چند کاک آپ کے سامنے لایا۔ سلطان المشائخ نے اقبال خادم کو بلا کر فرمایا۔ کہ انہیں تقسیم کر دو۔ اقبال نے تمام حاضرین جلسہ کو وہ کاک تقسیم کر دیئے۔ سب نے اپنا اپنا حصہ کھا لیا لیکن شیخ کبیر الدین اسے ہاتھ میں لیے بیٹھے رہے۔ اس وقت حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے تین مرتبہ یہ لفظ نکلے کہ اگر زہد و تقوے میں کوئی شخص صوفی ہے تو مخدوم کبیر الدین ہے۔ شیخ کبیر الدین نے سلطان المشائخ کی بے انتہا محبت کی وجہ سے اپنے بڑے بھائی شیخ عزیز الدین کی صحبت کو ترک کر دیا تھا اور معین مقام میں اپنی تمام عمر عزیز صرف کر دی تھی۔ جب آپ نے سفر آخرت قبول کیا تو یاروں کے چوترہ میں مدفون ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔



سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے اقربا کے فضائل ومناقب اور بزرگی کا بیان

خواجہ رفیع الدین ہارون رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ رفیع الملتہ والدین سلطان المشائخ کے حقیقی بھانجے ہیں جو مکارم اخلاق کے ساتھ موصوف اور جناب سلطان المشائخ کی قربت وشفقت کے ساتھ مخصوص ومعروف تھے اور بچپن کے زمانہ سے بڑھاپے تک سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ آپ سلطان المشائخ کی مہربانی وشفقت کی وجہ سے کلام ربانی کے حافظ ہو گئے تھے۔ سبحان اللہ اس شفقت ومہربانی کا کیا کہنا جو سلطان المشائخ کو آپ پر تھی کہ اگر کسی وقت یہ بزرگ کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر نہ ہوتے تو سلطان المشائخ باوجود اس قدر بزرگوں کے ہوتے کھانے میں توقف کرتے اور ان بزرگ کے پہنچنے کا انتظار کرتے۔ آپ کے پاس جو تحفے اور ہدیئے آتے ان میں سے کافی حصہ آپ کو بھیجتے اور اپنے تمام اقرباء کی فہرست میں اس بزرگ کا اول نمبر رکھتے اور اپنے فرزندوں کی جگہ ظاہر وباطن میں آغوش محبت اور سایۂ عاطفت میں پرورش کرتے تھے ہر وقت انہیں دیکھ کر مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو کیا کرتے۔ خواجہ رفیع الدین ہارون اکثر اوقات سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں رہتے تھے اور سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں آپ کے گھر اور خطیرہ کی تولیت آپ کے سپرد ہو گئی تھی۔ اگرچہ یہ بزرگ تیر وکمان اور سیاحت وکشتی میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے اور ان فنون کی مشق کی تمام وکمال ہوس ان کے دل میں موجود تھی لیکن سلطان المشائخ کو ان کی خاطرداری یہاں تک منظور تھی کہ آپ نے کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی انہیں ان کاموں سے منع نہیں کیا بلکہ انتہاء شفقت کی وجہ سے آپ ان کاموں کی طرف رغبت دلاتے تھے جن میں یہ بزرگ راغب تھے اور اکثر اوقات ان پسندیدہ ہنروں کی کیفیت دریافت فرمایا کرتے تھے جو شرعاً جائز اور درست ہیں بلکہ ان ہنروں کی باریکیاں اور غوامض کی تلقین فرمایا

کرتے تھے تاکہ اس بزرگوار کی خاطر مبارک خوش ہو۔حق تعالیٰ اس بزرگ کو جو سلطان المشائخ کی ایک محسوس یادگار رہے جلوۂ طریقت پر مستقیم رکھے اور یاران روضہ پر دائم وقائم رکھے آمین۔

خواجہ تقی الدین نوح رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ تقی الملتہ والدین نوح ہیں جو علم کے ساتھ موصوف اور تحمل ووقار کی طرف منسوب تھے۔فرشتوں کی سی صفات اپنے میں رکھتے تھے اور پسندیدہ ذات۔حضرت سلطان المشائخ کی شرف قرابت سے مشرف تھے اور خواجہ رفیع الدین ہارون کے چھوٹے بھائی تھے۔سلطان المشائخ کی نظر خاص کے ساتھ مخصوص تھے اور جوانی ہی کے زمانہ میں بزرگوں کے اوصاف حاصل کر لیے تھے۔کاتب حروف اس بزرگ کے فضائل ومناقب کیونکر لکھ سکتا ہے۔جبکہ خود سلطان المشائخ نے اس بزرگ کے بارہ میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ یارو! اسے عزیز رکھو کیونکہ یہ نہایت نیک آدمی ہے۔حافظ قرآن ہے اور ہر جمعہ کی شب کو ختم کرتا ہے۔تعلیم وتعلم میں اس کی خواہش بڑھی ہوئی ہے اور علمی حصہ بہت کچھ حاصل ہے باوجود ان پسندیدہ صفات کے کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا ہے اور کسی کی دوستی ودشمنی سے کام نہیں ہے۔غرض کہ ہر طرح سے نہایت صالح اور نیک بخت ہے یہاں تک کہ ایک روز میں نے اس سے دریافت کیا کہ تقی الدین! تم جو اس قدر طاعت وعبادت کی محنت اٹھاتے ہو اس سے تمہارا کیا مقصود ہے اس نے جواب دیا کہ اس سے میرا مقصود صرف حضور کی حیات ہے یہاں تک پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب اس کی سعادت کی دلیل ہے۔منقول ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ مرض موت سے پیشتر کسی مرض میں گرفتار ہوئے اس وقت آپ نے خواجہ نوح کو اپنے پاس بلایا اور اس کے ساتھ ہی درویشوں کی ایک جماعت کو جو آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے آئی تھے بلایا اور اپنے یاروں اور ان درویشوں کے سامنے خواجہ نوح کو اپنی جانشینی اور خلافت کا معزز عہدہ عطا فرمایا اور اس کے بعد یہ وصیت کی کہ جو چیز تمہارے پاس پہنچے خواہ کتنی ہی عزیز اور بیش قیمت ہو تو راہ خدا میں صرف کر دو اور کچھ اپنے پاس نہ رکھو اور اگر تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہو تو کبھی اس کے حصول کی امید نہ رکھو کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے غیبی خزانہ سے تمہیں بہت جلد عنایت کرے گا اور حاضر وغائب کسی کی برائی نہ چاہو نیز خدا سے کسی کے لیے بدعا نہ کرو اور ظلم وجفا کے بدلے جود وعطا کام میں لاؤ۔بادشاہِ وقت سے

وظیفہ اور گاؤں نہ لو کیونکہ درویش قرار رکھتا ہے اور وظیفہ خوار نہیں ہوتا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو بادشاہ تمہارے دروازے پر آئیں گے اور تمہاری خدمت کو سعادت و نیک بختی خیال کریں گے۔
الغرض خواجہ نوح سلطان المشائخ کی زندگی کے زمانہ میں عین شباب کے عالم میں مرض دِق میں مبتلا ہوئے اور اسی مرض میں سفر آخرت قبول کیا۔ آپ کا روضہ متبرکہ سلطان المشائخ کے حظیرہ میں ہے اور جس چبوترہ پر سلطان المشائخ کے بہت سے یار و اصحاب مدفون ہیں اس کے سرے پر آپ کا بھی مدفن ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ ابو بکر رحمتہ اللہ علیہ

زاہدِ یگانہ عابدِ زمانہ خدا تعالیٰ کا منتخب و برگزیدہ شرف اختصاص کے ساتھ مخصوص خواجہ ابو بکر مصلی دار خاص ہیں جو سلطان المشائخ کی قرابت کے شرف کے ساتھ مشرف تھے اور خلا ملا میں آپ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے اگرچہ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں سے کوئی وقت سانس لینے کو نہیں ملتا تھا اور ہر وقت اس میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے بلکہ کئی کئی دن گزر جاتے اور آپ افطار نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا شکم مبارک پیٹھ سے لگ جاتا تھا۔ قطع نظر اس کے آپ انتہا درجہ کی مشغولی اور سخت مجاہدہ میں محو رہتے تھے۔ جمعہ کے دن سلطان المشائخ کا مصلا نماز فجر کے بعد کیلوکھری کی جامع مسجد میں لے جایا کرتے تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تھا تو سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ ابو بکر میرا مصلیٰ جامع مسجد میں لے گئے ہیں اور مشغول بحق ہیں۔ خواجہ ابو بکر کو سماع کا بہت ذوق و شوق تھا اور اس میں تمام و کمال غلو رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حالت سماع میں حاضر ہوئے عمامہ اور کرتا قوال کو دے دیتے اور تہ بند گلے میں حمائل کر کے مونڈھوں پر باندھ لیتے۔ رقص کی حالت میں وہ تہ بند آپ کو نہایت زیب دیتا تھا۔ غرضکہ جب آپ پر وجد طاری ہوتا تو دل دوز اور جگر سوز نعرے بلند کرتے اور قوالوں کو پکڑ کر خوب ہلاتے اور آپ کے ذوق و شوق سے حاضرین مجلس کو نہایت ذوق حاصل ہوتا اور یہ سلطان المشائخ کے اس فرمانے کی برکت کا اثر ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے سماع کی حالت میں اہتزاز و رقص ہوتا ہے تو خواجہ ابو بکر میرے نزدیک ہو کر میری حفاظت و نگرانی میں کوشش کرتے ہیں۔ جب سلطان المشائخ کا انتقال ہو گیا تو

اگر چہ آپ کے بعض یار شاہی وظیفے اور گاؤں اور زمین میں مشغول ہو گئے لیکن اس بزرگ نے کسی چیز کے ساتھ کوئی تعلق پیدا نہیں کیا اور اگر چہ اپنے ساتھ بہت سے متعلق رکھتے تھے لیکن سلطان المشائخ کی برکت سے ہمیشہ سر خوشانہ حالت میں زندگی بسر کی۔ آخر کار چند روز مبتلائے مرض رہ کر دار فنا سے دار بقا میں رحلت کر گئے اور سلطان المشائخ کی پائنتی مدفون ہوئے۔

مولانا قاسم رحمتہ اللہ علیہ

مولانا قاسم جو سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے بھانجوں میں سے ایک نہایت نامور بلند اقبال شخص ہیں۔ خواجہ عمر کے صاحبزادے اور خواجہ ابو بکر کے بھتیجے ہیں جو لطائف التفسیر کے مشہور مصنف ہیں۔ آپ تفسیر کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ رحمت پروردگار کا امیدوار بندہ قاسم جناب سید السالکین برہان العاشقین نظام الحق والدین کے حقیقی بھانجے کا فرزند عرض کرتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اس فقیر پر اپنی عنایت سابقہ کی اور اس بیچارہ کو عدم کے پردہ سے عالم وجود میں لایا تو طرح طرح کی نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا جن میں سے بعض نعمتیں جو فلاح دارین کی موجب اور دین و دنیا کی سعادت کے باعث ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اس خاکسار کو سلطان المشائخ قطب الاقطاب عالم کی نظرِ مبارک میں ملحوظ رکھا اور آپ نے اپنے طرح طرح کے باطنی انفاس سے جو حقیقت میں غیب کی کان اور لاریبی علوم کے قرار کی جگہ ہے۔ زبان مبارک سے جو ناطقِ بحق ہے ارزانی فرمائے سب سے اعلیٰ درجہ کی نعمت یہ تھی کہ یہ شکستہ اور بے دست و پا چار برس چار مہینے چار دن کا تھا کہ اس مسکین کے والد بزرگوار (خدا انہیں اپنی رحمت و رضا مندی میں ڈھانک لے) عاشقوں کے سردار اور مشتاقوں کے مقتداؤ پیشوا جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے تا کہ آپ کے حکم سے مکتب میں بٹھائیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے از روئے تلطف و بندہ نوازی پہلی تختی اس قلم سے جو قلم وحی کی حکایت کرتا تھا اور اس ہاتھ سے جو بواسطۂ آبا و اجداد جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ تک پہنچنے والا تھا لکھی جس وقت آپ تختی لکھ رہے تھے تو لوگوں نے مجھے آپ کے سامنے کھڑا کر دیا تھا لیکن میں ناسمجھی سے بیٹھ گیا۔ اقبال نے جو سلطان المشائخ کے قدیم خادم تھے مجھے دوبارہ کھڑا کیا مگر یہ ضعیف پھر بیٹھ گیا۔ تیسرے مرتبہ اقبال نے کھڑا کرنا چاہا کہ عالیوں کے مخدوم اور جہانیوں کے

ملجاو ماوا نے فرمایا کہ اقبال! اس بچے کو چھوڑ دو یہ بیٹھ کر پڑھے گا۔ الغرض جب آپ تختی لکھ چکے تو بیٹھے بیٹھے کمال شفقت کی وجہ سے اپنی زبانِ مبارک سے ایک دو دفعہ ان لکھے ہوئے حرفوں کی تلقین کی ازاں بعد زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ خدا تعالیٰ اس بچے کو بڑی عمر عنایت کرے گا اور کمالِ علم سے مشرف فرمائے گا۔ چنانچہ جب یہ ضعیف بارہ سال کا ہوا تو خدا تعالیٰ یحفظ کلام مجید کی دولت سے معزز و ممتاز کیا اور اس کے بعد اماموں کے بادشاہ علماء اجلہ اور فضلاء عصر کے سرتاج جناب جلال الملتہ والدین کی خدمت میں پہنچایا خدا تعالیٰ ان کی بزرگی کے جھنڈے اونچے اور دراز کرے اور ان کے نیزہ کا سایہ ہمارے نصیب کرے۔ اس دین پرور بزرگوار نے عاجز کو اپنی نظرِ مبارک سے مشرف فرمایا اور بے انتہا شفقت و مہربانی مبذول کی چنانچہ پچاس سال کے قریب اس علماء کے سردار اصفیا کے زیور کی شاگردی میں رہا اور ابتدائی علوم سے لے کر انتہائے علوم تک اپنی قراءت سے سبقاً سبقاً نکالے اور تمام کتابیں پوری کر لیں آخر کار شرف اجازت سے مشرف ہوا اور ہدایہ بزدوی کشاف مشارق مصابیح۔ کی سند حاصل کی جب یہ خاکسار تعلیم سے فارغ اور تمام علوم کے متنوں و شروح سے واقف ہو گیا تو عربی و فارسی کی تفسیروں پر ایک غور میں ڈوبی ہوئی نظر ڈالی اور ہر تفسیر کو لطیف عبارت اور غریب معانی و الفاظ سے لبریز پایا۔ فوراً دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جو معانی غریب اور عامۂ تفاسیر کے لطائف کو شامل ہو تا کہ عام و خاص لوگ اچھی طرح اس سے متمتع ہوں اور اس کے مطالعہ سے قرآن مجید کے اسرار اور فرقان مجید کی باریکیوں پر مطلع ہوں۔ چنانچہ میں نے اس ڈھنگ کی ایک تفسیر لکھی اور اس کا نام لطائف تفسیر رکھا۔

خواجہ عزیز الدین رحمتہ اللہ علیہ

فخر زہاد جمال عباد خواجہ عزیز الملتہ والدین ابن خواجہ ابو بکر مصلے دار خاص ہیں جو اپنے زمانہ میں علم و تقویٰ اور ورع و احتیاط میں لاثانی اور عدیم النظیر تھے۔ اور سلطان المشائخ کی قرابت کے شرف سے مشرف و ممتاز تھے۔ اس بزرگ نے سلطان المشائخ کے چند ملفوظات ایک جگہ مرتب کر کے ایک دیوان میں جمع کیے ہیں اور ان کا نام مجموع الفوائد رکھا ہے۔ اس تالیف میں آپ نے اپنا نام عبدالعزیز ابن ابوبکر خواہر زادہ سلطان المشائخ لکھا ہے۔ سبحان اللہ سالہا سال

گزر گئے ہیں یہ عزیز الوجود شخص راہ طریقت پر سیدھا چل رہا ہے اور بچپن سے بڑھاپے تک کسی فرض نماز کی تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی ہے۔آپ کا قاعدہ تھا کہ مسجدوں میں گشت لگاتے پھرتے اور جب تک اولی نہ پاتے نیت نہ باندھتے جب آپ عین عالم شباب میں قدم رکھا اور تعلیم و تعلم میں غلو کیا تو جو کچھ آپ حاصل کرتے تھے اسے عمل کے ساتھ مقرون کرتے تھے یعنی آپ کا علم عمل کے ساتھ ساتھ تھا۔اب آپ ہر شب جمعہ کو قرآن کا ختم کرتے ہیں۔اور زمانۂ دراز سے سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں پانچ وقت امامت کرتے ہیں۔مخلوق خدا کو توبہ و استغفار کی تلقین کرتے اور جو کچھ آپ کے پاس آتا ہے آنے جانے والوں کی مہمانی میں صرف کرتے اور محتاج و مساکین کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آتے ہیں باوجودیکہ آپ کوئی وظیفہ معین و مقرر نہیں رکھتے اور کسی رئیس و امیر کے پاس آمد و رفت نہیں کرتے مگر پھر بھی اپنے متعلقین کے ساتھ نہایت اچھی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔حق تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل عنایت فرمایا ہے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہ بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ قیلولہ میں تھے خادم نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ خواجہ عزیز ہر جمعہ کی شب کو قرآن کا ختم کرتے ہیں اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خواجہ عزیز جب قرآن پڑھتے ہیں تو پکار کر پڑھتے ہیں یا آہستگی سے جواب دیا کہ آہستگی سے پڑھتے ہیں خادم کا یہ جواب سلطان المشائخ کے مزاج کے بہت ہی موافق پڑا اور وزنی الفاظ میں ان کی تعریف کی۔ایک اور مرتبہ خواجہ مبشر کے فرزند رشید نور الدین جو سلطان المشائخ کی شفقت و مہربانی کے ساتھ مخصوص و ممتاز تھے خواجہ عزیز کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا مخدوم! عزیز آپ کے مرید ہیں۔فرمایا۔ہاں میرے مرید ہیں اور مجھے اس فرزند پر بہت بڑا فخر ہے۔خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی درازی عمر کی وجہ سے متمتع اور فائدہ مند کرے۔

مصنف کتاب کے جد امجد، والد بزرگوار اور چچاؤں کے مناقب وفضائل

(جو شیخ شیوخ العالم کے مقرب اور صحبت وشفقت کے ساتھ مخصوص تھے)

آل رسول کے سردار اولاد بتول میں افضل مصطفے کے جگر گوشے مرتضی وزہرا کی آنکھوں کے نور سید محمد محمود کرمانی۔ مصنف کتاب ہذا کے بزرگوار دادا ہیں جو سادات کرمان کے مقتدا اور پیشوا تھے۔ اس پاک سید کے آباو اجداد کے بہت سے گاؤں اور باغات واراضی اور دنیاوی اسباب کرمان میں موجود تھے اور آپ کے ایک چچا سید احمد کرمانی ملتان میں سکّۂ دار الضرب کا ممتاز ومعزز عہدہ رکھتے تھے۔ الغرض سید محمد کرمانی تجارت کی غرض سے کرمان چھوڑ کر شہر لاہور میں تشریف لائے اور خاطر خواہ نفع اٹھا کر مع الخیر وطن تشریف لے گئے۔ اب سے آپ کا دستور ہو گیا کہ جب کرمان سے لاہور آتے مراجعت کے وقت اجودھن میں قیام کرتے اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی سعادت قدم بوسی حاصل کرتے ازاں بعد ملتان میں اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پھر وہاں سے کرمان جاتے اس آمد شد کے اثنا اور شیخ شیوخ العالم کی پائبوسی کی سعادت پانے میں شیخ شیوخ العالم کے اعتقاد ومحبت کی دولت سید محمد کرمانی کے دل میں خاطر خواہ جگہ پکڑ لی یہاں تک کہ آپ نے شیخ شیوخ العالم سے بیعت کر لی اور اس محبت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ کرمان کے املاک وسامان کو بالکل ترک کر دیا اور ملتان میں اپنے عم بزرگوار سید احمد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید احمد نے اپنی عزیز و پیاری صاحبزادی بی بی رانی کو آپ کے نکاح میں دے دیا جو کاتبِ حروف کی دادی ہیں اور اس نکاح سے سید احمد کی غرض یہ تھی کہ سید محمد کرمانی کو بھی ملتان ہی میں رکھیں اور ہر چند کہ سید احمد نے دنیاوی اسباب ان کے سامنے پیش کیا اور طرح طرح سے انہیں اس طرح رغبت دلائی لیکن چونکہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی محبت سید محمد کے دل ودیدہ کے دامن گیر ہو گئی تھی لہذا آپ کو ملتان میں سکونت میسر نہیں ہوئی اور جب سید احمد کی تمام کوششیں رائگاں گئیں اور وہ کسی طرح اس بارہ میں کامیاب نہیں ہوئے تو ایک دن سید احمد نے کہا کہ شیخ الاسلام

بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی صحبت بھی غنیمت وعزیز ہے۔ تم ان کی صحبت میں رہنا پسند کرو تو بہت بہتر ہے۔ سید محمد کرمانی نے جواب دیا کہ جس محبت کی آگ میرے دل میں بھڑک رہی ہے وہ ان کی محبت سے فرونہیں ہوسکتی۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

خار سودائے تو آویختہ در دامن دل حیف باشد کہ باطراف گلستان نگرم

ازاں بعد بی بی رانی اور اپنے متعلقین کو ہمراہ لے کر اجودھن میں آئے اور آپ نے اپنے اسباب واملاک اور وطن قدیم کو بالکل ترک کردیا اور اجودھن میں فقر وفاقہ پر قناعت کی اور شفقت ومہربانی کے ساتھ شیخ شیوخ العالم کینظر لطف میں مخصوص ہوئے۔ بی بی رانی اور ان کے متعلقین بھی شیخ شیوخ العالم کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ جس وقت شیخ شیوخ العالم کے اعلیٰ یار آپ کے باورچی خانہ کے لیے کریل کی لکڑیاں جنگل میں چننے جاتے تو سید محمد بھی ان کے ساتھ ہولیے اور صحرا سے لکڑیاں لاتے لیکن سید محمد بہ نسبت اور لوگوں کے بہت کم لکڑیاں لاتے ۔وجہ یہ کہ آپ کے مبارک ہاتھ نہایت نازک تھے جنہیں کریل کے کانٹے زخمی کردیتے۔ جب شیخ شیوخ العالم پر یہ قصہ واضح ہوا تو آپ نے فرمایا۔ سید کو جنگل میں جانے اور لکڑیاں لانے کی حاجت نہیں ہے۔ ہم نے انہیں ایسے ہی قبول کرلیا۔ اب انہیں یہ تکلیف گوارا نہ کرنی چاہیے ۔الغرض سید محمد کرمانی اٹھارہ سال شیخ شیوخ العالم کی نظر مبارک میں رہے اور بارہ سال سلطان المشائخ کی ارادت میں زندگی بسر کی اور چونکہ سلطان المشائخ اور سید محمد کرمانی دونوں اجودھن میں غریب الدیار تھے اس لیے سید محمد کرمانی کو سلطان المشائخ سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور جب ان دونوں بزرگوں کی باہمی محبت جناب شیخ شیوخ لعالم کو تحقیق ہوگئی تھی لہذا آپ نے فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں رہو اور آج سے تم دونوں میں بھائی چارہ ہوگیا ہے۔ یہ اسی محبت کا اثر تھا کہ سید محمد کرمانی اپنے فرزندوں سمیت سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے اور باقی عمر آپ ہی کی خدمت میں بسر کردی۔ یہ روایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ سید محمد کرمانی کی طرف سے کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے سلطان المشائخ کا مزاج متغیر ہوگیا اس وجہ سے سید محمد سلطان المشائخ کے دسترخوان پر حاضر نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ ایک رات کو سلطان المشائخ نے خواب میں دیکھا کہ جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک قبہ میں تشریف رکھتے ہیں اور سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ قبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں یہ واقعہ معائنہ

کر کے دل میں خیال کر رہا ہوں کہ سید محمد کو مجھ سے وہ رنجش ہے جسے وہ خوب جانتے ہیں۔ اگر چہ میں قبہ میں جاؤں تو مجھے اندر جانے دیں گے یا نہیں۔ میں اسی خیال میں متردد تھا اور ان باتوں کا سلسلہ خیال بڑھتا چلا جاتا تھا کہ سید محمد رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے آواز دی کہ مولانا نظام الدین! ادھر تشریف لایئے۔ جب میں قبہ کے قریب پہنچا تو آپ میرا ہاتھ پکڑ کر قبہ کے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور پائے بوسی کی سعادت حاصل کرائی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین محمد! تم نسب صحیح کے ساتھ ہمارے فرزند اور سید محمد بھی ہمارا فرزند ہے۔ جب دن ہوا تو سلطان المشائخ سید محمد کے مکان پر تشریف لائے۔ لوگوں نے سید محمد کو اطلاع دی۔ فرمایا کہ جب تک سلطان المشائخ کو نہیں بھیجا وہ ہمارے پاس نہیں آئے۔ چنانچہ اس کے بعد سید محمد نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ سلطان المشائخ کا استقبال کیا۔ اور دونوں حضرات مکان کے صحن میں باہم مہربانیاں کرتے اور خوشخبری دیتے ہوئے ایک دوسرے کے قدموں میں گر پڑے اور بغل گیر ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں۔

چه خوش بود که دو دلارام دست در گردن   بهم نشستن و حلوایے آتشنی خوردن

انجام کار سید محمد چندروز بیمار رہ کر شب جمعہ ۷۱۱ھ ہجری کو دار فنا سے رحلت فرمائے دار بقا ہوئے اور سلطان المشائخ کے خطیرہ میں یاروں کے چبوترے میں دفن ہوئے۔ سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے چار فرزند اپنی محسوس یادگاریں چھوڑیں۔ (۱) سید محمد نورالدین مبارک۔ (۲) سید کمال الدین احمد۔ (۳) سید قطب الدین حسین (۴) سید خاموش۔ جیسا کہ آگے چل کر ان کے مناقب میں تفصیل کے ساتھ واضح ہوگا۔

مصنف کے والد بزرگوار سید السادات نور الملۃ والدین مبارک ابن سید محمد کرمانی

کاتب حروف کے والد بزرگوار جنہوں نے باختیار دنیا کو ترک کر دیا تھا اور جو عام و خاص کے نزدیک اوصاف حسنہ کے ساتھ ممتاز و پسندیدہ تھے۔ وہ اولیاء کے زمرہ میں نگاہ قبول سے دیکھے جاتے تھے اور محبوبِ اصفیا تھے۔ غربا کی حاجت برآری اور کھانا کھلانے میں مشہور اور

حسنِ کلام کے ساتھ مذکور تھے۔ بزرگ سید جناب سید محمد کرمانی کے تمام فرزندوں سے بڑے تھے۔ شیخ شیوخ العالم کے زمانہ حیات میں اجودھن میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کی کنیت ابوالقاسم مقرر کی۔ آپ لوگوں میں ان لفظوں سے مشہور تھے۔ ابوالقاسم شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مرید۔ لیکن سلطان المشائخ آپ کو سید ہی کہہ کر پکارتے تھے اور اکثر خلق اسی نام سے یاد کرتی تھی۔ سید نور الدین بہت سے فضائل خاص اور لطافتِ طبع سے آراستہ تھے اور بے شمار درویشوں کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور ان کی راہ و روش اچھی طرح جانتے تھے۔ سبحان اللہ نوے سال کی مدت میں جو اس پاک سید کی عمر عزیز کا اندازہ تھا دنیا اور ابنائے دنیا کی طرف ذرہ بھر بھی میل نہیں کیا۔ اور کسی وجہ سے مشغول نہیں ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی تمام عمر باوجودیکہ کثرت سے متعلقین رکھتے تھے نہایت خوشی سے بسر کی اور عالی ہمتی فراخ حوصلگی سے مہمانوں کے ساتھ بے حد رعایت کرتے تھے اور نہایت لذیذ و بامزہ کھانے ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اہل دنیا کو پاک سید کے کھانے کی لذت کی تمنا و آرزو ہمیشہ رہتی تھی۔ آپ علماء و فقراء کو انتہا سے زیادہ عزیز و دوست رکھتے تھے اور اپنے فرزندوں کو درویشوں کی خدمت کرنے اور ان سے علوم حاصل کرنے اور اہل عشق کی صحبت اختیار کرنے کی رغبت دلاتے تھے خاص کر کاتب حروف کو ان امور کی سخت ہدایت فرماتے تھے اور اس کی تعلیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرتے تھے۔ کاتب حروف کے استادوں کو جو زر و مال دینے میں آپ نے فیاضی اور دریا دلی کی اس کی کچھ کیفیت مولانا و استادِنا فخر الملۃ زرادی کے ذکر میں لکھا گیا ہے جو سلطان المشائخ کے ایک معزز خلیفہ تھے۔ سید نور الدین نے اپنی تمام عمرِ عزیز سلطان المشائخ کی نظرِ مبارک میں بسر کی اور باوجود اس کے آپ نے خانوادۂ چشت خواجہ قطب الدین چشتی سے بیعت کی تھی۔ دو دفعہ چشت کو تشریف لے گئے تھے دوسرے مرتبہ جب آپ خواجہ قطب الدین چشتی کی خدمت میں پہنچے تو چند روز قیام کیا اور اس کریم خانوادہ کی بے حد خدمت کی جس سے خواجہ قطب الدین کو تحقیق ہو گیا کہ یہ پاک و بزرگ سید خاص خواجگان چشت کی زیارت کے لیے آتا ہے چنانچہ اس مرتبہ انہوں نے اس سید کو اپنی خلافت کے معزز منصب سے ممتاز فرمایا اور خرقہ خلافت اور اجازت نامہ اپنے نشان مبارک کے ساتھ عطا فرما کر مخصوص کیا۔ اور اس کے ساتھ ایک مغلی کمیت گھوڑا جو خاص خواجہ کی سواری تھا۔ آپ کو بخشا اور وصیت کی کہ سید! تمہیں ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے اور کبھی کھانا تنہا نہ کھانا چاہیے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو خواجہ قطب الدین چشتی نے سید کو بڑے اعزاز کے ساتھ واپس

کیا اور یہ تمام اس برکت کا بدیہی اثر تھا کہ بزرگ سید شیخ شیوخ العالم کی نظر مبارک میں گزارے گئے اور شیخ شیوخ العالم نے اپنے منہ مبارک سے پان نکال کر سید کے منہ میں دیا تھا اور جناب شیخ علاؤالدین ساتھ مولانا بدرالدین اسحاق سے قرآن مجید یاد کیا تھا جیسا کہ شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ذکر میں لکھا جا چکا ہے۔ الغرض بزرگ سید فرماتے تھے کہ جس سال میں چشت سے واپس آتا تھا خواجہ قطب الدین چشتی کے عنایت کیے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوئے چلا آتا تھا گھوڑا خواجہ کے پائگاہ خاصہ کا داغدار تھا اور اس کی پشت کے نیچے آپ کے اصطبل کے نشان پڑے ہوئے تھے اتفاق سے اسی سال میں کفار کا لشکر سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت میں دہلی کے فتح یاب لشکر سے شکست کھا کر بھاگا چلا جاتا تھا اور ہزار ہزار دو ہزار کے دستے متفرق چلے جاتے تھے۔ خراسان کی اثناء راہ میں چند مواقع پر یہ لوگ مجھ سے مزاحم ہوئے اور میرا گھوڑا اور کپڑوں کا بقچہ جس میں خواجہ کا خرقہ بندھا ہوا تھا چھین لے جانا چاہتے تھے لیکن جوں ہی ان کی نظر خواجہ کے پائگاہ خاص کے ان داغوں پر پڑتی تھی جو گھوڑے میں پائے جاتے تھے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیتے اور کہتے تھے کہ تم خواجہ قطب الدین چشتی کی برکت سے صحت و سلامتی کے ساتھ وطن پہنچ جاؤ گے۔ کاتب حروف کے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خواجہ قطب الدین چشتی ہنوز نہایت کم سن تھے کہ لوگوں نے چشت کے سجادہ پر آپ کے والد بزرگوار کی جگہ آپ کو بٹھانا چاہا مگر بزرگان چشت اور دیگر اقربا نے کہا کہ چونکہ خواجہ قطب الدین ابھی بہت ہی کم سن ہیں اور ان کے عم بزرگوار خواجہ علی چشتی دہلی میں تشریف رکھتے ہیں جو سجادہ کے وارث ہیں لہذا ہم انہیں اطلاع دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس مصلحت کی غرض سے خاندان چشت کے دو بزرگ خلیفہ جو نہایت صاحب نعمت تھے خواجہ علی چشتی کی خدمت میں دہلی روانہ کیے اور اس حکایت کا تھوڑا حصہ شیخ شیوخ العالم کے فرزند رشید شیخ بدرالدین سلیمان کے ذکر میں لکھا جا چکا ہے۔ الغرض جب یہ دونوں خلیفہ شیخ علی چشتی کی خدمت میں دہلی پہنچے اور بزرگان چشت کی عرضیاں پیش کیں تو خواجہ علی نے چشت کا عزم کیا یہ زمانہ سلطان غیاث الدین بلبن کی حکومت و سلطنت کا تھا۔ جب سلطان غیاث الدین نے یہ واقعہ سنا کہ خواجہ علی چشت کا عزم رکھتے ہیں تو وہ آپ کے قدموں میں آ گرا اور قسم کھا کر عرض کیا کہ اگر خواجہ چشت کا عزم رکھتے ہیں تو میں حکومت و سلطنت سے دست بردار ہوتا ہوں اور خواجہ کے ہم رکاب چشت میں چلتا ہوں۔ خواجہ نے فرمایا کہ غیاث الدین! تم بندگان خدا کی

حفاظت ورعایت کے متکفل ہو اور ایک عالم تمہارے سایۂ حمایت میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا ہے اگر تم مملکت سے دست بردار ہو کر چشت چلے جاؤ گے تو عالم میں عام پریشانی پھیل جائے گی اور اس پر خدا تم سے مواخذہ کرے گا۔ سلطان نے جواب دیا کہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا لیکن میں خواجہ کی رکاب سے دور ہونے والا نہیں ہوں جب خواجہ علی نے سلطان غیاث الدین کو صدق اعتقاد میں اس قدر واثق اور مضبوط پایا تو ناچار شہر دہلی میں رہنا اختیار کیا اور بزرگانِ چشت اور اپنے اقربا کے نام خطوط لکھے اور ملک شمس الدین کنہ جو ہریو کا بادشاہ اور خاندان چشت کا مرید و بندہ تھا اس کے نام بھی بایں مضمون خط لکھا کہ میں نے جو نعمت مشائخ چشت اور اپنے والد بزرگوار اور چچاؤں سے حاصل کی ہے اپنے بھتیجے خواجہ قطب الدین کو بخشی اور سجادۂ چشت کا مقام اس کے حوالہ کیا۔ سب لوگوں کو چاہیے کہ اس کی طرف التجا کریں۔ جب یہ دونوں خلیفہ چشت میں پہنچے اور خواجہ علی کے خطوط بزرگان چشت اور ملک شمس الدین کو پہنچائے تو بھی اقربا کی تسلی نہیں ہوئی اور انہوں نے پھر مخالفت و منازعت شروع کی اس موقع پر ملک شمس الدین نے کہا چونکہ تم سب صاحب اس جلیل القدر اور بزرگ خاندان کے وارث ہو لہذا ایک بات میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہے اگر قبول کرو تو کہوں سب نے رضا مندی ظاہر کی اور اس کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کا عہد کیا۔ ملک شمس الدین نے کہا کہ پیراں چشت کا عصا اور سجادہ اس حجرے میں ہے جس کے دروازہ کے آگے تم لوگ بیٹھے ہوئے اور اس حجرہ کا دروازہ مقفل ہے پس فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص اس قفل پر اپنا ہاتھ لگائے اور قفل بغیر کنجی کے اس کی ہاتھ کی برکت سے کھل جائے وہی شخص سجادہ کا مستحق تسلیم کیا جائے اور سجادہ کا مقام اس کے سپرد کر دیا جائے۔ تمام لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا اور ہر شخص نے قفل کو ہاتھ لگانا اور ہلانا شروع کیا لیکن قفل کسی کے ہاتھ لگانے سے نہیں کھلا۔ جب خواجہ قطب الدین چشتی کی نوبت پہنچی تو ایک خادم نے خواجہ کو گود میں لیا اور حجرے کے دروازہ کے پاس بلایا۔ جوں ہی خواجہ نے قفل کو ہاتھ لگایا فوراً کھل گیا اور حجرے کا دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ اس کرامت کا غلغلہ تمام خراسان و چشت میں پھیل گیا۔ اور سب حاضرین مجلس آپ کے دلی معتقد ہو گئے۔ الغرض خادم خواجہ قطب الدین کو گود میں لیے ہوئے حجرے کے اندر گیا اور مشائخ چشت کے سجادہ پر آپ کو بٹھا دیا۔ خواجہ ابو محمد چشتی خواجہ ابو احمد چشتی کے فرزند رشید ہیں اپنے خرقۂ ارادت اور منصب خلافت اپنے والد بزرگوار سے پایا اور چوبیس سال کی عمر میں اپنے والد کی جگہ ان کے فرمانے کی مطابق سجادہ پر بیٹھے اور خواجہ ابو یوسف چشتی

خواجہ ابو محمد چشتی کے فرزند ہیں آپ بھی والد بزرگوار کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور خرقۂ خلافت گرانی ہی سے پہنا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی خواجہ ابو یوسف چشتی کے علازادے ہیں اور خرقۂ ارادت وخلافت اپنے والد بزرگوار سے رکھتے ہیں۔ الغرض خواجہ قطب رین چشتی کے مناقب وفضائل اور کرامات اس قدر ہیں کہ قلم ان کے لکھنے سے محض عاجز وقاصر ہے۔ خواجہ محمد چشتی کے فرزند رشید اور خواجہ قطب الدین کے پوتے آج سجادۂ چشت پر جلوہ افروز ہں اور انتہاء کرامت وعظمت کے ساتھ مشہور ومعروف۔ خلاصہ یہ کہ جب کاتب حروف کے والد رگوار بہت بڑے اعزاز واقتدار کے ساتھ چشت سے دہلی میں پہنچے تو آپ نے آخر عمر تک کوئی رید نہیں کیا اور کسی سے بیعت نہیں لی۔ نہ کبھی یہ فرمایا کہ میں خواجہ قطب الدین چشتی کا خلیفہ ہوں حالانکہ تمام لنگر دار مسافروں نے بزرگ سید کی یہ وقعت و بزرگی خواجہ قطب الدین چشتی کی خدمت میں دیکھی تھی اور خواجہ کی نظر رحمت ومہربانی جو بزرگ سید کے بارے میں تھی سب نے ملاحظہ کی تھی اگر چہ ان درویش مسافروں میں سے ہر ایک شخص نے دہلی میں ایک لنگر اور گاؤں سے تعلق کر لیا تھا لیکن والد بزرگوار علیہ الرحمتہ نے کوئی تعلق اختیار نہیں کیا اور ان تمام باتوں پر سلطان المشائخ کی خدمت ومحبت کو ترجیح دی اور آخر عمر تک اس قاعدہ سے کبھی منحرف نہیں ہوئے۔ اکثر حکایات ونقل اور روایات جو اس کتاب میں لکھی گئی ہیں جناب والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہیں کیونکہ اس باعظمت وکرامت خاندان کی راہ وروش سے آپ سے زیادہ وبہتر کوئی شخص واقف نہیں ہے بلکہ جس شخص کو اس خاندان کی راہ وروش کی تحقیق منظور ہوتی یا کرامت کے بارے میں کچھ دریافت کرنا ہوتا یا کسی بات میں شبہ ہوتا آپ سے دریافت کیا کرتا۔ آخر الامر بزرگ سید چند روز مرض میں مبتلا ہو کر صفر کی پندرہ تاریخ ۷۴۹ ہجری میں پنج شنبہ کے روز بوقت چاشت رحمت حق سے جا ملے اور سلطان المشائخ کے خطیرہ میں سید محمد کرمانی کے نزدیک یاروں کے چوترہ میں مدفون ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ بزرگ سید کے بعد تین صاحبزادے باقی رہے۔ ایک کاتب حروف۔ دوسرے سید لقمان۔ تیسرے سید داؤد۔ کاتب حروف کے بزرگوار نانا مولانا شمس الدین دامغانی تھے سید داؤد کے بارے میں کیا خوب بیت کہا ہے۔

میر داؤد گو سلیمان نیست　　　بر دل دوستان به از جان نیست

کاتب حروف کے عم بزرگوار سید کمال الدین امیر احمد ابن سید محمد کرمانی

سید باوقار سرور سادات روزگار سید کمال الدین امیر احمد ابن سید محمد کرمانی ہیں جو کاتب حروف کے عم بزرگوار تھے اور مردی و جوانمردی میں حیدر ثانی۔ صدق وافر اور فراست کامل رکھتے اور درویشوں اور لشکری محتاجوں کو چاندی سونے کی کافی مقدار سکّے دیتے اگرچہ یہ بزرگ گاؤں اور زمین کے مالک تھے اور طبل و علم برداری کا عہدہ رکھتے تھے لیکن باوجود ان علائق کے تمام تصوفی اوصاف کے ساتھ موصوف تھے۔ عقل کامل رکھتے اور اپنے تمام کاموں کا انجام بمقتضائے عقل دیتے تھے۔ امیر خسرو خوب فرماتے ہیں۔

کارے نکرد جز بکمالات علم و عقل　　　گوئی که صد عمامه بزیرِ کلاہ داشت

سبحان اللہ عجب قوت رکھتے تھے کہ بجز صدق و راستی کے زبانِ مبارک پر کوئی بات جاری نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ تمام فضائل اس تربیت و پرورش کا ثمرہ تھا جو آپ کو سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں حاصل ہوئی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بزرگ سید کے والدین آپ سے بہت راضی تھے اور آپ ان کی رضامندی میں بے حد کوشش کرتے تھے۔ جو کچھ آپ کو سلطانِ وقت سے ملتا سب والدین کے سامنے پیش کر دیتے۔ اور پھر اس کی کبھی باز پرس نہ کرتے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ میرے بھائی امیر احمد ہنوز پیٹ میں تھے اور میں اپنے والدِ بزرگوار سید محمد کرمانی کے ساتھ گھر سے نکل کر باہر جاتا تھا ایک صاحب نعمت دیوانہ ہمارے سامنے آکر کہنے لگا سید محمد! تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام امیر احمد رکھنا۔ جب ہم باہر سے گھر آئے تو میرے بھائی امیر احمد پیدا ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان محمد تغلق نے سید امیر احمد کو بہاکسی کے قید خانہ میں جو دیوگیر کے متصل ہے بھیج دیا اور سخت قید کا حکم فرمایا۔ سید امیر احمد سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں لشکر تلنگ کی افسری کا عہدہ رکھتے تھے اور بادشاہ نے آپ کے مخالفوں کی شکایتوں پر عمل کر کے انہیں بہاکسی کے جیل میں قید کر دیا تھا جو اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ قید خانہ ایسا جانگزا اور جگر خراش تھا کہ جو کوئی اس میں قید کیا جاتا زندہ سلامت نہ رہتا کیونکہ اس میں زہریلے سانپ اور چیونٹے اور گربہ صفت چوہے اس درجہ بھرے ہوئے تھے کہ کوئی شخص مشکل سے جانبر ہو سکتا تھا۔ جب تک بزرگ سید اس قید خانہ میں رہے موذی جانوروں کو

آپ کو ایذا پہنچانے کی مجال نہیں ہوئی۔ شب کو جب لوگ قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑتے تو بزرگ سید کی زنجیر خدا تعالیٰ کی عنایت سے علیحدہ ہو کر گر پڑتی۔ بزرگ سید قید خانہ کے محافظوں کو بلاتے اور پڑی ہوئی زنجیر کو دکھا کر فرماتے کہ میں نے ان زنجیروں کو اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کیا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے کرم و بخشش سے خود بخود علیحدہ ہو گئی ہیں۔ جب صبح ہوئی تو قید خانہ کے محافظوں نے یہ حال معائنہ کر کے سلطان محمد تغلق کی خدمت میں عرضی لکھی سلطان نے حکم دیا کہ سید امیر احمد کو قید سے رہائی دے کر میرے پاس بھیج دو سید امیر احمد اس زمانہ میں ایک زلف رکھتے اور قبا پہنا کرتے تھے جب سلطان کے پاس آپ نے جانا چاہا تو برابر کی دو زلفیں کر کے ایک ادھر اور دوسری اُدھر لٹکائی اور صوفیانہ خرقہ پہن کر سلطان کے آگے تشریف لے گئے سلطان نے پوچھا کہ سید! تم نے یہ کیا کیا۔ جواب دیا کہ ہم میں بجز اس کے اور کچھ باقی نہیں رہا تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کی ظاہری اتباع اور صوری مشابہت رکھتے تھے لیکن جب ہم نے اسے بھی ترک کر دیا تو اپنی سزا دیکھ لی یہ سن کر سلطان نے کہا کہ سید! تم چاہتے ہو کہ اس حیلہ سے اور بہانہ سے ہم سے بھاگ جاؤ اور ہم چاہتے ہیں کہ امور مملکت تمہارے مشورہ سے طے کریں۔ ازاں بعد سلطان بزرگ سید کو اسی لباس پر چھوڑا اور اپنے ملک کا ایک بڑا کارکن مقرر کیا اور محل امانت و مشورہ قرار دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید امیر احمد بیمار پڑے اور ایک مقام پر چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کوئی شخص آپ کے پاس نہ تھا اس مکان میں ایک کھڑکی تھی دفعۃً ایک شخص نے باہر کی طرف سے کھڑکی میں سر ڈال کر بزرگ سید کی طرف دیکھا بزرگوار سید نے پوچھا کہ آپ کون ہیں جواب دیا کہ میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہوں یہ کہتے ہی وہ غائب ہو گئے اور بزرگ سید نے اسی وقت اپنے تئیں تندرست پایا تمام مرض صحت سے بدل گیا اور اب یہ کیفیت ہوئی کہ نہایت چاق و توانا ہو گئے۔ آخر کار ۷۲۸ ہجری میں لشکر لاہور میں بواسیر کی تکلیف میں گرفتار ہوئے اور غرۂ جمادی الاخریٰ کو سفر آخرت قبول کیا آپ کا تابوت وہاں سے نقل کیا گیا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ میں اپنے والد بزرگوار کے متصل یاروں کے چبوترہ میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سید امیر احمد کے پیچھے ان کے دو فرزند محسوس یادگارین باقی رہے۔ ایک سید السادات منبع السادات عماد الحق والدین امیر صالح جو علم و ورع اور تقویٰ میں بے مثل اور یگانہ روزگار تھے۔ آپ کا ظاہر جمال محمدی سے آراستہ اور باطن ذکر خفی سے پیراستہ تھا۔ دوسرے فرزند رشید نور الدین نور اللہ قلبہٗ بنور المعرفۃ (خدا ان کے دل کو نور معرفت سے روشن کرے) تھے۔

کاتب حروف کے منجھلے چچا سید السادات نبیرہ سید المرسلین قطب الحق رحمۃ اللہ علیہ

سید باصفا جگر گوشۂ مصطفےٰ حسن و ملاحت کی کان لطافت و ظرافت کے سرچشمے دریائے پیغمبری کے چمکدار موتی قصر حیدری کے شب چراغ گوہر سید السادات نبیرہ سید المرسلین قطب الحق والدین حسین ابن سید محمد کرمانی ہیں جو کاتب حروف کے منجھلے چچا تھے یہ بزرگ علم و فضل و ایثار ظاہر و باطن کی طہارت اور لطافت طبع میں بے نظیر زمانہ تھے اور عقل کامل فراست وافر رکھتے تھے جب تک زندہ رہے مجردانہ زندگی بسر کی اور متعلقین و نیز تزویج کے تعلق سے مبرا رہے آپ نے سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی کی خدمت میں علوم دینی کی تحصیل کی اور ہمیشہ مکان کا دروازہ کھلا رکھا جو شخص چاہتا بلا تامل آپ کے مکان میں چلا آتا اور غریب الوطنوں اور حاجتمندوں اور شہر کے باشندوں کو آمد و رفت کرنے سے کوئی مانع و مزاحم نہ ہوتا کیونکہ آپ کے مکان پر کوئی چوبدار اور دربان مقرر نہ تھا حتی کہ لوگ اس مقام تک بڑی جرأت و دلیری سے چلے جاتے تھے جو اس بزرگ سید کی خلوت کا مقام تھا اور جو کچھ ان کا مقصود و مطلوب ہوتا آپ اسے پورا کرتے اور حاجتمندوں کو نہایت خوش دل واپس کرتے۔ وضیع و شریف میں کسی شخص کو بات میسر نہ ہوئی بجز اس پاک اور پاک زادہ اور پاکباز سید کے اور یہ فضائل اس برکت کا اثر تھا کہ آپ نے بچپن کے زمانہ سے بڑھاپے تک جناب سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں تربیت و پرورش پائی تھی اور سلطان المشائخ کی پسر خواندگی کے ساتھ مشرف مشہور تھے۔ چنانچہ واعظوں کے سرتاج کریم الدین جو نظم و نثر دونوں کے مالک تھے بزرگ سید کی مدح میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

صفات ذات وے اندر جہاں ہمیں نہ بس است
کہ شیخ خواندش فرزندو خواجہ رانبر است

(ان کی ذات اور صفات کی تعریف اس جہان میں اسی قدر کافی ہے کہ شیخ نے ان کو اپنا فرزند کہا اور خواجہ کے نواسے ہیں۔)

قطع نظر ان باطنی صفات کے آپ جمال با کمال بھی رکھتے تھے جس شخص کی نظر آپ کے جمال با کمال پر پڑتی اگرچہ وہ نہایت رنجیدہ غمگین ہوتا بالخاصیت مسرور و شادان ہو جاتا۔

شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں۔

اے روئے تو راحتِ دلِ من　　چشم تو چراغ منزلِ من

(آپ کا چہرہ ہمارے دل کی راحت اور آنکھیں چراغ منزل ہیں۔)

یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

اے سید پاک و پاک زادہ　　در عالم حسن داد دادہ

در حسن لطافت وظرافت　　خوبان ہمہ پیشِ تو پیادہ

در پیش قد لطافت تو　　سروِ چمن اسنت ایستادہ

از روئے تو کافتاب حسن است　　شو ریست درین جہان فتادہ

آرے سر زلف گیسوئتی　　بوے بہ نسیم صبح دادہ

(اے پاک سید۔ ملک حسن میں اعلیٰ درجہ کے امیر۔ نظامت ظاہر و باطنی اور ظرافت میں تمام عالم کے خوبصورت اور اہل کمال تیرے آگے دست بستہ کھڑے ہیں۔ سروِ چمن تیری خوبی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے۔ تیرے چہرہ کی خوبصورتی کا اس جہان میں شور ہے۔ ہاں تیری زلف اور گیسو سے نسیم صبح نے خوشبو پائی ہے۔)

ایک دفعہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کو قبض شدید ہوا آپ نے غسل کر کے سفید کپڑے جسم مبارک پر آراستہ کیے اور باغ کی طرف جانا چاہا اسی اثنا میں آپ نے سید پاک کو بلایا جب سید السادات سلطان المشائخ کے پاس آئے تو سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہمیں قبض لاحق ہو گیا تھا اور ہم باغ جانا چاہتے تھے اسی اثناء میں ہمیں الہام ہوا کہ سید حسین کو طلب کرو۔ جناب سید حسین کا قاعدہ تھا کہ نماز فجر کے بعد ہر روز سلطان المشائخ کی خدمت میں بلائے جاتے اور آپ نماز ظہر تک سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر ہم نشینی اور ہم کلامی کی دولت سے مشرف ہوتے اور اسرار وانوار سے فیض یاب ہوتے تھے اسی اثناء میں بہت رموز ولطافت کا ذکر چھڑ جاتا اور بے شمار علمی تحقیقات کا انکشاف ہوتا۔ علماو مشائخ اور سلاطین و امرا اور خان لوگ سلطان المشائخ کی پابوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بزرگ سید کے مکان پر جاتے تھے کیونکہ وہ اس شفقت ومہربانی کا معائنہ کرتے تھے جو سلطان المشائخ کو آپ کے ساتھ تھی۔ علاوہ اس کے آپ کی جبیں مبارک پر سرداری کا دبدبہ اور اقبال کا ستارہ ہر وقت چمکتا رہتا تھا۔ اور سلطان

المشائخ کی نظر کی برکت سے آپ کے جہان آرا چہرہ پر جمال یوسفی ظاہر تھا۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

دیباچۂ صورتِ بدیعت عنوانِ کمال حسن ذات است

(تیری بدیع صورت تیری کمال ذات کی لطافت کا آئینہ ہے۔)

یہ ضعیف کہتا ہے۔

راحت دلہا ست دیدن سوئے تو
فرحتِ جانہا ست جاناں روے تو
بندِ زلفیں ازدو گیسو باز کن
تا جہان خوشبو شو داز بوے تو
گرد کویت اہل دل گردان مدام
خانۂ اہل دلاں شد کوئے تو

(تیری طرف دیکھنا دلوں کی راحت اور تیرا چہرہ دیکھنا جان کی خوشی ہے۔ اپنے گیسوؤں کی گرہ کو کھول کہ جہان تیری خوشبو سے معطر ہو جائے۔)

لوگ کہتے ہیں کہ مرد کی کمال لطافت وہ چیز ہے کہ کمتر اور نادر کسی اور شخص میں پائی جائے۔ بزرگ سید میں تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی تھیں جو اور شخص میں بہت کم دیکھی گئی ہیں۔ ایک قبول عامہ۔ دوسرے زیب جامہ۔ تیسرے نوکِ خامہ۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

زیب جامہ چنانچکہ مے باید نوک خامہ ترا مسلم شد
درلطافت قبول عامہ شدی ذاتِ پاکت بدین مکرم شد

(جامہ زیبی جس قدر چاہیے تجھے حاصل ہے اور نوک خامہ تیرے لیے مسلم ہوئی۔ اپنی لطافت سے قبول عام تجھے حاصل ہوا۔ اور تیری ذات ان عمدہ اوصاف سے موصوف ہوئی۔)

بزرگ سید کا لباس اکثر اوقات صوفیانہ ہوتا تھا جو رنگ برنگ کے صوف اور کم خواب، اور چینی وغیرہ کپڑے سے تیار کیا جاتا تھا۔ ان کپڑوں میں سے جس قسم کا لباس ایک دفعہ زیب جسم فرماتے اسے دوبارہ نہ پہنتے۔ اور جس کو طبیعت مبارک چاہتی عطا فرماتے۔ علی ہذا القیاس مکلّف ولذیذ کھانے جو لطافت میں انتہا درجہ کو پہنچ جاتے تھے یاروں اور عزیزوں کو کھلاتے۔ آپ کا منہ مبارک ایک دم پان سے خالی نہ رہتا تھا یعنی پے در پے اور متواتر پان نوش کرتے تھے اگرچہ ایک پان دس

روپے کو دستیاب ہوتا۔ جب سلطان المشائخ کا انتقال ہو گیا تو آپ کے خلفاء بزرگ سید کے اعزاز واحترام میں انتہا درجہ کی کوشش کرتے تھے اور آپ کی ملاقات کے لیے قدیم دستور کے مطابق آپ کے مکان پر جاتے تھے کیونکہ آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کے باب میں بہت کچھ مدد کی تھی جیسا کہ سلطان المشائخ کے خلفا کی خلافت کے باب میں گزر چکا ہے۔ آخر الامر سلطان محمد انار اللہ برہانہ کے عہد حکومت میں جب ۷۳۲ ہجری میں ملک ہندوستان کی مسند وزارت نے خواجہ جہان احمد ایاز مرحوم کے جہان آرا جمال سے زیب وزینت اختیار کی اور وہ دیو گیر کی طرف روانہ ہوئے تو خواجہ جہان احمد نے ان دنوں میں اس محبت وقدر ومنزلت کی وجہ سے جو سید پاک کی سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں دیکھی تھی اور انہیں سلطان المشائخ کی مجلس میں نہایت مکرم ومعظم دیکھا تھا اپنے پاس رکھنا چاہا لیکن بزرگ سید نے ان کی اس التماس کے ساتھ اصرار کو قبول نہیں کیا۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ مبادا خواجہ جہان احمد سلطان محمد کے حکم سے بزور مجھے اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرے تو آپ نے خواجہ جہان احمد مرحوم سے فرمایا کہ میں دو شرطوں کے ساتھ تمہاری صحبت میں رہ سکتا ہوں۔ ایک یہ کہ سادات واہل تصوف کا لباس جواب میں پہنتا ہوں وہی ہمیشہ پہنا کروں گا اور اس لباس کو کبھی اور کسی حال میں ترک نہ کروں گا۔ دوسرے یہ کہ تم مجھے کسی معین شغل میں مشغول نہ کرو۔ آپ کی ان دونوں شرطوں کی وجہ یہ تھی کہ سلطان محمد سادات اور صوفیوں سے ان دونوں صفتوں کو بدل دیتا تھا۔ چنانچہ خواجہ جہان احمد مرحوم نے ان دونوں شرطوں کو قبول کر لیا اور دم مرگ تک پورا کیا اور سید بزرگ کی تعظیم وتکریم میں انتہا درجہ کی کوشش کی لیکن خواجہ جہان احمد اس تعلق سے پیشتر بزرگ سید کا جو جلال وعظمت اور جاہ وراحت اور شوق و ذوق سلطان المشائخ کی زندگی کے زمانہ میں رکھتے تھے سید کو اس کے بعد وہ بات میسر نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں آپ پر فالج گرا جیسا کہ اکثر دوستان خدا کو یہی واقعہ پیش آیا ہے اثناء راہ بیماری میں بہت دفعہ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز اور ایک مرتبہ خواجہ جہان احمد عیادت کے لیے بزرگ سید کے مکان پر تشریف لائے۔ ازاں بعد آپ نے شعبان کی اکیس تاریخ ۷۵۲ ہجری میں بوقت نماز فجر پنج شنبہ کے دن انتقال کیا۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

سروے ز بوستان معانی فرو شکست　　　برجے ز آسمان معانی خراب شد

(سرو بوستان معانی بیٹھ گیا یعنی گر پڑا اور ایک آسمان معانی کا برج جس سے طرح طرح کے اسرار پیدا اور منکشف ہوتے تھے خراب ہو گیا۔)

کاتب حروف کے چھوٹے چچا سید السادات

سید خاموش رحمتہ اللہ علیہ

سادات کرام کے شرف برگزیدہ مخلوق کے خلاصہ خاص وعام کے مقبول سید السادات منبع البرکات شمس الملتہ والدین سید خاموش ابن سید محمد کرمانی کاتب حروف کے چھوٹے چچا ہیں جو علم وفضل اور فیاضی وسخاوت ولطافت طبع اور خاص وعام کو کھانا دینے میں بے مثل اور یگانہ روزگار تھے۔آپ نے سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں پرورش پائی تھی۔اور مجلس خلوت میں سلطان المشائخ کے سامنے نظامی کا خمسہ نہایت خوش الحانی اور درد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ کی نظر خاص کے ساتھ مخصوص اور بے اندازہ جمال اور بے حد لطافت رکھتے تھے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

در ذات مبارک تو پیداست ہر جاکہ لطافتے است ای جان
وصف تو حد بیان من نیست حسنِ تو بس است دلیل و برهان

(تیری ذات مبارک سے جہاں کہیں کہ لطافت اور خوبی ہے پیدا ہے۔تیرے اوصاف کا بیان کرنا میری قدرت سے باہر ہے تیرا کمال ہی تیرے اوصاف کی کافی دلیل ہے۔)

جو یار وعزیز کہ شہر سے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے شب کو بزرگ سید کے مکان مین رہتے تھے۔چنانچہ قاضی محی الدین کاشانی جن کے سید خاموش شاگرد تھے اور مجمع البحرین اور ہدایہ ان سے پڑھی تھی اور مولانا حجت الدین ملتانی اور مولانا بدر الدین یار اور مولانا شرف الدین یار اور مولانا شمس الدین یحیٰی اور مولانا حسام الدین اور بہت سے اودھ کے باشندے اور شیخ نصیر الدین محمود اور مولانا علاؤالدین سنبھلی اور دوسرے عزیز ہمیشہ آپ کے مکان میں فروکش ہوتے تھے آپ ان حضرات کے لیے ہر قسم کے عمدہ عمدہ کھانے تیار کرتے تھے اور ان عزیزوں کے لیے قوالوں کو نوکر رکھ چھوڑا تھا جو ہر وقت حاضر رہتے تھے آپ کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور دنیادار یعنی سلاطین وامرا اور اہل کتب اور دیگر شغل دار آپ کی لطافت طبع اور

پاکیزہ راہ وروش کی وجہ سے محبت کے قیدی ہو گئے تھے اور آپ کا ایک اشارہ پاتے ہی مسلمانوں کی مہمات و مقاصد کو انجام پر پہنچا دیتے تھے اور دو سو آدمیوں کے قریب جن میں درویش اور غریب الدیار اور دلق پوش ہوتے تھے آپ کے مکان میں کھانا کھاتے تھے اور خاص خاص دوست واحباب اس تعداد کے علاوہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید خاموش نے موضع دیو گیر میں پچھلی شب کو کاتب حروف کو ایک شخص کے ہاتھ بلا بھیجا جب میں ان کی خدمت میں پہنچا دیکھتا ہوں کہ تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے قبلہ رخ مشغول بیٹھے ہیں تھوڑی دیر کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کل شیخ کمال الدین کئی نے مجلس میں مجھ سے معارضہ کیا اور صرف حسد وفضول کی وجہ سے مجھے کہا کہ تم سید نہیں ہو۔ اب میں خود بھی مشغول اور اپنے تمام بھتیجوں کو بھی مشغول ہونے کا حکم کیا ہے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ تم بھی مشغول ہو اگر ہمارا نسب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک درست اور صحیح ہے تو حق تعالیٰ اس حاسد کو ضرور متھور فرمائے گا چنانچہ میں آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ جب ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک شخص نے آ کر بیان کیا کہ شیخ کمال کئی گردن میں دستار ڈالے ہوئے دو تین اور آدمیوں کے ساتھ دروازے کے آگے کھڑا ہے میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور وہ اسی طرح گردن میں دستار ڈالے ہوئے اندر آیا اور سید خاموش کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا کل جو میں نے آپ کی نسبت ایک بات کہی تھی حقیقت میں اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے غلاموں کی شان کے لائق نہ تھی۔ میں اس سے پشیمان ہوں اور دل سے توبہ کر کے اپنی گستاخی کی معافی کے لیے حاضر خدمت ہوا ہوں بزرگ سید نے بڑے تامل کے بعد اس کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا اگر تو اس قدر جلد توبہ نہ کرتا اور میرے قدموں پر سر نہ رکھتا تو اپنی گستاخی کی سزا دین و دنیا میں دیکھ لیتا۔ انجام کار سید خاموش عالم شباب اور عین کامرانی کے زمانہ میں مرض اسہال میں مبتلا ہوئے اور یک شنبہ کی رات مہینے کی چھبیسویں تاریخ ۷۳۲ ہجری میں انتقال فرما گئے اور دیو گیر میں خواجہ خضر کے مقام کے نیچے مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ متبرکہ ان شہروں کی مخلوق کا حاجت روا ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ



باب چہارم

سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفاء کے مناقب وفضائل اور کرامات

جناب سلطان المشائخ کے باعظمت دربار میں سے خلفاء کے خلافت پانے کے ذکر میں۔ یہ باب دس حضرات کے حالات پر مشتمل ہے۔ کاتب حروف محمد مبارک علوی کرمانی المشہور بامیر خورد عرض کرتا ہے کہ اس بندہ نے اپنے والد بزرگوار اور ان چچاؤں رحمتہ اللہ علیہم سے سنا ہے جو سلطان المشائخ کے اختصاص کے ساتھ مخصوص تھے کہ جب آخر عمر میں سلطان المشائخ کے ملازم تھے جیسے سید السادات سید حسین اور شیخ نصیر الدین محمود جو اس زمانہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے اور مولانا فخر الدین زرّادی اور خواجہ مبشر جو قدیم خدمت گار تھا اور خواجہ اقبال خادم ان تمام عزیزوں نے اتفاق کیا اور سلطان المشائخ کی خلافت کے لیے آپ کے اعلیٰ یاروں میں سے ایسے تیس آدمیوں کو انتخاب کیا جو علم وزہد وورع وتقوی وبذل وایثار عشق ومحبت ذوق وشوق اور باطنی شغل میں مشہور تھے امیر خسرو کی قلم سے ایک محضر تیار کرایا اور سلطان المشائخ کی خدمت میں گزارا سلطان المشائخ نے اس کاغذ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس قدر آدمیوں کو خلافت کے لیے منتخب کرنے کی کیا ضرورت ہے جب لوگوں نے سلطان المشائخ کی نارضامندی کا اثر اس سبب سے مشاہدہ کیا تو ان مذکورہ اولیا میں سے چند آدمیوں کو انتخاب کیا اور جب دوسرے منتخب شدہ کاغذ کو آپ کے سامنے پیش کیا اور وہ کاغذ سلطان المشائخ کے شرف مطالعہ سے مشرف ہوا تو آپ نے ان بزرگواروں میں سے صرف ایک شخص یعنی مولانا اخی سراج الدین کے بارہ میں فرمایا کہ اس کام میں اول درجہ علم کا ہے چنانچہ یہ کیفیت اس بزرگ کے ذکر میں مشرح طور پر بیان ہو

گی۔ الغرض جب ان بزرگوں نے حضرت سلطان المشائخ کے دل مبارک میں اس بات کو جگہ دی تو سید السادات سید حسین کو حکم ہوا کہ ان عزیزوں کے خلافت نامے لکھو۔ مولانا فخر الدین زرّادی نے جو علم اور فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے ان عزیزوں کے خلافت نامے سیاہی سے لکھے اور سید السادات سید حسین نے اپنے قلم مبارک سے سفیدی چھوڑی۔ جب خلافت ناموں کی کتابت ہو چکی تو سلطان المشائخ کی خدمت میں گزارے۔ آپ نے دوبارہ سید حسین کو حکم فرمایا کہ تم ان سب کاغذوں میں کتبہ کرو۔ اس موقع پر سلطان المشائخ نے کتبہ مذکور کے کتابت میں لانے کا سبب بیان کیا اور ایک تمثیلی حکایت بایں مضمون بیان کی کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خلافت کے لیے لوگوں نے بعض عزیزوں کو منتخب کیا تو مولانا بدر الدین اسحاق کو حکم ہوا کہ ان عزیزوں کے خلافت نامے لکھو۔ اس موقع پر ایک قدیم یار نے گفت وشنود شروع کی اور کہا کہ مجھے اس کام میں سالہا سال خون کھاتے ہوئے ہو گئے ہیں اور ارادت و بیعت میں ان عزیزوں پر سبقت رکھتا ہوں پھر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مجھے منصب خلافتِ نہ پہنچے اور کیا یہ ممکن ہے کہ شیخ مجھے خلافت کے عہدہ سے معزز و ممتاز نہ فرمائیں۔ میں اس قدر لیاقت رکھتا ہوں کہ اس کاغذ کو اپنے ہاتھ سے لکھوں اور اس کام میں مشغول ہوں۔ جب یہ بات شیخ شیوخ العالم کے مبارک کان میں پہنچی تو آپ نے مولانا بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ ان عزیزوں کے خلافت ناموں میں جنہیں تم نے اپنے قلم سے لکھا ہے اپنا کتبہ کر دو تا کہ کسی حریص کو اس کام میں کچھ دخل نہ ہو۔ الغرض سید حسین نے سلطان المشائخ کے حکم سے ان بزرگوں کے خلافت ناموں میں اپنا کتبہ اس عبارت میں کیا۔ **حررت هذه الا سطر الا شارة العالية ادام الله علاها وصان عن كل آفة وحماها بخط العبد الضعيف الراجي بالفضل الرحماني حسين بن محمد بن محمود العلوى الحسينى الكرمانى.**

یعنی یہ چند سطریں برتر اشارہ سے لکھی گئی ہیں۔ خدا تعالیٰ اس کی بزرگی ہمیشہ رکھے اور ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ اور یہ اشارۂ عالیہ بندۂ ناتواں خدا تعالیٰ کے فضل کا امیدوار حسین بن محمد بن محمود العلوی حسینی کرمانی کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ جب یہ خلافت نامے تیار ہو گئے تو سلطان المشائخ نے انہیں اپنی اس عبارت سے مزین فرمایا۔ **من الفقير محمد بن احمد بن على لبداؤنى**

البخاری. یعنی یہ خلافت نامہ فقیر سلطان نظام الدین کی طرف سے ہے جس کا نام محمد بن احمد بن علی ہے اور جو شہر بداؤں کا باشندہ اور ابتداء بخارا کا رہنے والا ہے۔ اس کے بعد جن بزرگوں کے لیے خلافت نامے لکھے گئے تھے وہ جس مقام پر موجود تھے مختلف مجلسوں میں ان کے خلافت نامے مع خلعتِ خلافت کے سلطان المشائخ کی سعادت بخش نظر کے سامنے ان عزیزوں کو دیے گئے جو اس وقت موجود تھے انہیں سلطان المشائخ نے خود اپنے دستِ مبارک سے عنایت فرمائے۔ سلطان المشائخ نے ان بزرگوں میں سے ہر ایک کو نعمت و وصیت کے ساتھ معزز و مکرم فرمایا جیسا کہ آگے چل کر ان بزرگوں میں سے ہر ایک شخص کے ذکر میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل طور پر لکھا جائے گا۔ اس وقت مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤالدین نیلی خطہ اودھ میں تھے سلطان المشائخ کے حکم سے ان دونوں بزرگوں کے خلافت نامے مع خلعت خلافت کے شیخ نصیر الدین محمود کے سپرد کیے گئے تاکہ یہ دینی امانت ان تک پہنچا دیں۔ ان خلافت ناموں کی کتابت ذی الحجہ کی بیسویں تاریخ ۷۲۴ ہجری میں ہوئی اور حضرت سلطان المشائخ کا انتقال ربیع اول کی اٹھارہویں تاریخ ۷۲۵ ھ میں ہوا۔ پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں یا اپنی کتابت میں اپنی طرف لکھ لیتے ہیں کہ سلطان المشائخ ان بزرگوں کے خلافت ناموں کے لکھنے سے محض بے خبر تھے اور آپ کا دستِ مبارک غلبۂ مرض کی وجہ سے خبر نہ رکھتا تھا۔ بلکہ لوگ سلطان المشائخ کا ہاتھ پکڑ کر نشان کرا لیتے تھے یہ محض بے بنیاد اور فضول ہے کیونکہ سلطان المشائخ کو جو غلبۂ تحیر عارض ہوا تھا وہ انتقال سے صرف چالیس روز پیشتر تھا اس سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن ان بزرگوں کے خلافت ناموں کی کتابت اور وصیت کی دولت سے مخصوص ہونے سلطان المشائخ کے انتقال سے تین مہینے ستائیس روز پیشتر واقع ہوا تھا۔ اب ہم خلفاء مذکورین قدس اللہ سرہم العزیز کے مناقب وفضائل بیان کرنا شروع کرتے ہیں۔

مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ

دریائے علم و زہادت کے چمکدار موتی اہل محبت و کرامت کے مقتدا ہیں۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

دریای علم و گنج زهادت باتفاق — اعنی که شمس ملت و دین در علوم طاق

مولانا شمس الدین یحیی کا سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونا اور مرید ہونا

منقول ہے کہ مولانا شمس الدین اور مولانا صدرالدین ناولی دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور تعلیم پانے کے زمانہ میں تعطیل کے دنوں میں کپڑے دھونے کے واسطے غیاث پور کے حوالی میں دریائے جون کے کنارے آیا کرتے تھے اس زمانہ میں سلطان المشائخ کی عظمت وکرامت کا آوازہ ان کے مبارک کان میں پہنچ گیا تھا کہ علما اور شہر کے امرا سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوکر زمین بوسی کیا کرتے اور اس دریا کی خاک بوسی کو سعادت و نیک بختی جانتے ہیں چونکہ یہ دونوں بزرگ ابتدائی زمانہ میں اہل تصوف کے چنداں معتقد نہ تھے اس لیے سلطان المشائخ کی ملاقات کا زیادہ خیال نہ تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ غیاث پور کے حوالی میں دونوں صاحب تشریف رکھتے تھے کہ مولانا شمس الدین نے مولانا صدرالدین سے فرمایا کہ شاہ نظام الدین سلطان المشائخ اس جگہ بساست رکھتے ہیں اور شہر کی تمام خلق ان کی بدل معتقد ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان کے علم کا کیا حال ہے آؤ آج ان کی خدمت میں چلیں اور علم وفضل کا اندازہ کریں مگر ہم افراط کے ساتھ تعظیم نہ کریں گے اور خلق کی طرح ان کے سامنے سر نہ رکھیں گے بلکہ صرف سلام کر کے بیٹھ جائیں گے اس نیت سے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوں ہی سلطان المشائخ کی نظر مبارک ان دونوں بزرگوں پر پڑی عظمت وہیبت جو حق تعالی نے اپنے دوستوں کی پیشانی میں رکھی ہے مولانا شمس الدین اور مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہما میں اثر کیا جس سے یہ دونوں بزرگوار فوراً زمیں پر گر پڑے

سزد خوبان عالم راز میں پیش تو بوسید ن
(تمام عالم کے خوب صورتوں کو تیرے قدم چومنے سزاوار ہیں۔)

آن دل کہ زدست دیگران بربودم   ھرگز بکسے ندادم و ننمودم
جانا ن تو بیک نظر چنان بربودی   گوئی کہ ھزار سال بے دل بودم

(وہ دل جسے میں نے دوسروں سے حفاظت میں ایسا رکھا تھا کہ نہ کسی کو دیا اور نہ دکھایا لیکن اے جان تو نے ایک نظر میں اس کو اس طرح سے لے لیا۔ گویا دل کبھی پہلو میں نہ تھا۔)

اس وقت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں بزرگوار بیٹھ گئے۔ جب تھوڑی دیر گزری سلطان المشائخ نے فرمایا تم دونوں شہر میں سکونت رکھتے ہو؟ جواب دیا جی ہاں! فرمایا کچھ پڑھتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں ہم دونوں خادم مولانا ظہیر الدین بھکری کی خدمت میں بزدوی پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے بزدوی کا وہ مقام جہاں تک یہ دونوں بزرگ پڑھ چکے تھے اور اس سبق میں ایک ایسا مشکل اور دقیق مسئلہ باقی رہ گیا تھا جو خود مولانا ظہیر الدین سے حل نہیں ہوا تھا سلطان المشائخ نے اس اشکال کا ان سے انکشاف کیا۔ جوں ہی اشکال تقریر ان بزرگواروں کے کانوں میں پہنچی عالم تحیر میں محو ہو گئے اور زمینِ خدمت کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ مخدوم! یہی ایک مقام ایسا مشکل رہ گیا ہے جو ہنوز حل نہیں ہوا ہے اور جس کی بابت مولانا ظہیر الدین نے فرمایا ہے کہ اس کی میں تحقیق کروں گا۔ سلطان المشائخ نے اول تبسم کیا اور اس مشکل مقام کو اس درجہ حل کیا کہ ان دونوں بزرگوں کو اچھی طرح تسلی ہوگئی اور کسی طرح کی کوئی خلش باقی نہیں رہی۔ اٹھتے وقت سلطان المشائخ نے اپنا تہ بند مولانا شمس الدین یحییٰ کو عنایت کیا اور دستار مولانا صدر الدین کو مرحمت فرمائی۔ جب یہ بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت سے جدا ہوئے اور مجلس سے اٹھ کر باہر آئے تو باہم کہنے لگے پہلے تو ہم نے شیخ کی عظمت و کرامت ہی کانوں سے سنی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کی کرامت کے ساتھ علمی تبحر کا بھی مشاہدہ کیا۔ چنانچہ سلطان المشائخ نے یہ تہ بند تو مجھے عنایت فرمایا اور دستار مولانا صدر الدین کو۔ ازاں بعد ان دونوں بزرگوں نے سلطان المشائخ کی مجلس کی حکایت اس طریقہ سے بیان کی کہ مولانا ظہیر الدین پر سلطان المشائخ کی ملاقات کی آرزو غالب آئی اور انجام کار دولتِ ملاقات کو پہنچے۔ الغرض دوسری مجلس میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ کی سعادتِ ارادت سے مشرف ہوئے۔ اور چونکہ آپ نے صدق دل سے سلطان المشائخ سے بیعت کی تھی اس لیے تدریجاً سلطان المشائخ کے منصب خلافت سے ممتاز ہوئے۔ ایک بزرگ خوب کہتے ہیں۔

جائے رسیدہ بمعانی و مرتبہ　　کانجا بحیلۂ و فکرت ایشان نمیر سد

مولانا شمس الدین یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت وروش

سالکانِ راہ طریقت کو واضح ہو کہ مولانا شمس الدین انتہا درجہ کے بزرگ اور پاک تھے اور تزویج کے تعلق سے مبرا۔ اس بزرگ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف کے ساتھ موصوف تھا اور ان تکلفات کی رعایتوں سے بالکل خالی تھا جو خلق میں مروج ہیں اگر دنیاداروں میں سے کوئی شخص اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کا آنا آپ کے دل مبارک پر سخت دشوار و گراں گزرتا اور اس کی معذرت میں نہایت حیران ہوتے آپ کا ایک خدمت گار تھا فتوح نام جو مولانا کی ذات فرشتہ صفات کی خدمت ونگرانی میں مصروف رہتا تھا آپ اسے بلا کر کہتے کہ اس عزیز کی معذرت کر۔ فتوح آنے والے شخص کو اپنے مکان پر لے جاتا اور عمدہ ولذیذ کھانے مرتب کرتا اور بیش بہا تحفے پیش کر کے نہایت عزت کے ساتھ رخصت کرتا۔ مولانا کا عام قاعدہ تھا کہ جب تحفوں اور ہدیوں میں سے کچھ چیز آپ کی خدمت میں پہنچتی تو آپ اس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرتے فتوح آ کر اٹھا لیتا اور آمد و رفت کرنے والوں پر صرف کرتا۔ مولانا کی عجب ذات باکمال تھی کہ مردانِ خدا کی علامات آپ کی مبارک پیشانی میں ظاہر تھیں جوں ہی آپ کے چہرۂ مبارک پر کسی کی نظر پڑتی اس کے دل میں فوراً رعب و ہیبت بیٹھ جاتی اور اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ مرد خدا سلف کی صورت و سیرت ہے۔ اس زمانہ کے تمام علما و مشائخ مولانا کے مطیع و منقاد اور معتقد تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود جیسے بزرگوار شخص نے ابتدائی زمانہ میں آپ سے کچھ پڑھا تھا اور آپ کی خدمت میں زانوئے ادب طے کیے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ شیخ نصیر الدین آخر عمر تک جب مولانا شمس الدین کی خدمت میں جاتے تو آپ کے سابقہ حقوق کی رعایت سلف کے طریق پر کرتے۔ مولانا شمس الدین اعلیٰ یاروں کے درمیان نہایت مکرم و معظم اور صاحبِ صدر تھے اور بہت سے فضائل خاص اور علو مرتبہ رکھتے تھے۔ جب آپ سلطان المشائخ کی دولتِ خلافت سے مشرف ہوئے تو لوگوں کے بیعت لینے سے حتی الامکان احتراز کرتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص ارادت کی نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو تا بہ امکان احتراز کرتے لیکن جب وہ بہت ہی منت سماجت کرتا اور آپ اسے اس کام میں صادق و راستباز دیکھتے تو اس وقت اس سے بیعت لیتے۔ منقول ہے کہ مولانا شمس الدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر خلافت نامہ کے کاغذ پر سلطان المشائخ کا نشانِ مبارک ان کے دستخط خاص کے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہرگز اس کاغذ کو اپنے پاس حفاظت سے نہ رکھتا۔

مولانا شمس الدین یحییٰ رحمتہ علیہ کے علم وتبحر کا بیان

منقول ہے کہ مولانا شمس الدین اور مولانا صدر الدین ناولی طالب العلمی کے ابتدائی زمانہ میں علوم کی تحقیق وتدقیق اور توجیہ وتنقیح کرنے اور مقدمات وارد کرنے اور مخالفوں کو الزام دینے میں شہر کے تمام علماء میں مشہور ومعروف تھے جس مجلس میں یہ دونوں بزرگ تشریف لے جاتے کسی کو ان پر اعتراض کرنے کی مجال نہ ہوتی۔ چنانچہ خود مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے اور آئندہ وگزشتہ کے سبقوں کی تحقیقات میں حد سے زیادہ چھان بین کیا کرتے تھے اور جو کچھ ان سبقوں کے لوازمات ہوتے یعنی شبہات اور قیود وشروع وغیرہ سے اس قدر متحضر ہوتے تھے کہ استادوں کی مجلس میں وہ شبہات جو مذکورہ سبقوں میں وارد ہوتے ہم انہیں عین تقریر میں دفع کردیتے تھے حتے کہ کسی کو اعتراض کی جگہ نہ ملتی۔ الغرض مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے علم وتبحر کی شہرت اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ شہر کے بڑے بڑے استاد آپ کی خدمت میں زانوئے ادب طے کرتے تھے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ جو شخص اس بزرگ کی شاگردی اختیار کرتا فیض اثر نظر کی برکت سے دین ودنیا میں کامل حصہ اور علوم دینی سے وافر بہرہ حاصل کرتا تھا۔ اکثر شہر کے علماء وفضلا آپ کی شاگردی کی طرف منسوب تھے اور ظاہری علوم کی سند اور دینی علوم کی تحقیق آپ کی نسبت کرتے تھے اور اپنے فخر ومباہات کو اس بزرگ کی رفیع مجلس سے وابستہ جانتے تھے جو شخص آپ کی شاگردی کی طرف منسوب ہے علماء کے حلقہ میں نہایت عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ الغرض مولانا شمس الدین ایک علمی مسئلہ میں اس قدر تفکر وتدبر کیا کرتے تھے جو قابل اظہار نہیں آپ ایک ایسے یگانہ عصر اور محقق روزگار تھے کہ دینی علوم کی بہت سی تصنیفات عالم میں آپ کی محسوس یادگاریں باقی ہیں اور ایسے کامل الذات وحید الدہر تھے جو شریعت وحقیقت کو جامع تھے۔ حکیم خواجہ سنائی کہتے ہیں۔

گنج معنی کتاب خانۂ اوست قبلۂ زیر کان ستانۂ اوست

علم دین از برائ دین باید تو چنینی واین چنین باید

وارد وصادر طبیعت روح از تو دارند صد ہزار فتوح

مولانا شمس الدین یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات اور سماع کا ذکر اور آپ کے دارِ دنیا سے دارِ عقبیٰ رحلت کر جانے کا بیان

مولانا سلیمان شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مرید سے سنا گیا ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ میں نماز جمعہ کے بعد مولانا شمس الدین رحمتہ للہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولانا اسی وقت جامع مسجد سے تشریف لائے تھے اور اوپر کے کپڑے اتار کر ایک نسخہ کے لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ مولانا سلیمان کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد مشائخ کی مشغولی کا وقت ہے یہ کیا بات ہے کہ ایسا بزرگ ایسے وقت میں کتابت میں مشغول ہے۔ جوں ہی یہ خطیرہ میرے دل میں گزرا مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ نے مشغولی کتابت سے سر اوپر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر فرمایا سلیمان! میں اس سے بھی غافل و خالی نہیں ہوں۔ مولانا کی یہ گفتگو سن کر میں حیرت میں پڑ گیا کہ یہ کس درجہ کا کشف ہے۔ غرضکہ مولانا نے اسی وقت میرے اس خطرہ کی لفظ بلفظ حکایت کی جو ابھی میرے دل میں گزرا تھا اس جیسی بہت سی کرامتیں اس بزرگ میں دیکھی گئی ہیں۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ اس بندہ نے مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو محفل سماع میں بہت دفعہ دیکھا ہے لیکن آخر عمر میں جو آپ نے سماع سنا اور اس کے بعد رحمتِ حق میں جا ملے اس کی کیفیت یہ ہے کہ سلطان المشائخ کے خطیرہ میں عرس تھا اور محفل عرس میں مولانا شمس الدین اور شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہم اور دیگر بہت عزیز موجود تھے۔ یہ محفل سماع بیچ کے بڑے گنبد میں تھی اور موجودہ تمام بزرگ اس مجلس میں سماع سن رہے تھے مسافروں اور حیدریوں اور قلندروں کی جماعت اس بڑے طاق کے نیچے سماع سن رہے تھے اور رقص کر رہے تھے جو روضہ کی انتہاء حد میں واقع ہے۔ قوال و درویش بے اختیارانہ جوش کے ساتھ دف بجاتے اور شیخ سعدی کا یہ قصیدہ ایک نہایت دلربا الحان سے پڑھ رہے تھے۔

غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گویم — دوائے دل درمند از کہ جویم
اگر کشتہ گردم بہ تیغ جفایت — بہ پیش کس این ماجرارا نگویم
طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم — اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم
ز سعدی چہ گویم چہ جویم چہ پویم — غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گویم

(اے جو غم تجھ سے پہنچا ہے اس کا اظہار کس کے سامنے کروں اور دوائے دل دردمند کس سے حاصل کی جاوے۔ اگر میں تیری تیغ جفا سے ہلاک بھی ہو جاؤں تو اس ماجرے کا کسی سے اظہار نہ کروں گا۔ جب تو میرا طبیب ہے پھر میں کس معالج کی طرف کیسے رجوع کر سکتا ہوں اور اس حالت میں کہ تیرا قیدی ہوں خلاصی کی التماس کس کے سامنے لے کے جا سکتا ہوں۔ سعدی کا حال کیا بیان کروں کہ غم جو تیرے سبب سے ہے وہ کس کے آگے اظہار کیا جاوے۔)

یہ قصیدہ کچھ ایسے دردانگیز لہجہ میں پڑھا گیا تھا کہ مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ تمام لوگوں کو پیرتے پھاڑتے ہوئے گنبد سے باہر نکل آئے اور قوالوں اور درویشوں کے نزدیک جو سماع کر رہے تھے اور دف بجا رہے تھے تشریف لے گئے اور نہایت خاموشی کے ساتھ کھڑے رہے سماع کا ذوق وشوق درویشوں کی صحبت میں اثر کر گیا اور ایک عجیب وغریب حالت طاری ہوئی۔ مولانا اپنا مبارک ہاتھ بار بار اپنے مصفا سینہ پر پھیرتے اور جنبش کرتے تھے یہاں تک کہ قوالوں نے سماع کے افسردہ قالب میں ایک تازہ روح پھونکی اور عجب خوش الحانی سے گانا شروع کیا۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ میں سماع کی لذت نے اثر کیا اور آپ نے ایک عاشقانہ جنبش کی جو یار وعزیز اس بابرکت مجلس میں موجود تھے سب ہمہ تن ہو کر مولانا کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا کہ مولانا نے سفر آخرت قبول کیا رحمتہ اللہ علیہ۔ مولانا شمس الدین کے انتقال کی کیفیت یہ ہے کہ جس زمانہ میں سلطان محمد ظلم وتعدی کی داد دیتا اور اپنی خون آشام تلوار کو بندگانِ خدا کے خون سے سیراب کرتا تھا اس وقت میں اس نے مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ کو طلب کیا اور چند روز تک اس بزرگ کو ایک ایسے مکان میں رکھا جو شاہی رعب وہیبت سے پُر تھا۔ ازاں بعد بادشاہ نے اپنے پاس بلایا۔ جب مولانا بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے تو سلطان نے فرمایا۔ تم جیسا دانشمند اور ہوشیار آدمی اس مقام میں رہ کر کوئی معقول وعمدہ کام نہیں کر سکتا۔ تم کشمیر میں جاؤ اور وہاں کے بت خانوں میں بیٹھ کر خلق خدا کو اسلام کی دعوت دو۔ بادشاہ جب اپنی اس تقریر کو ختم

کر چکا تو چند آدمی دربار سے مقرر کیے گئے کہ اس بزرگ کو کشمیر کی طرف روانہ کریں۔ مولانا شاہی دربار سے رخصت ہو کر مکان پر تشریف لائے تا کہ کشمیر کی طرف روانہ ہونے کا سامان مہیا کریں جو عزیز اس وقت موجود تھے آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں میں نے اپنے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے بلا رہے ہیں۔ میں اپنے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا سامان کر رہا ہوں۔ یہ لوگ مجھے کہاں لیے جاتے اور کدھر بھیجتے ہیں چنانچہ اسکے دوسرے ہی روز مولانا کو بیماری لاحق ہوئی اور آپ کے سینۂ مبارک پر ایک غلولہ کی شکل بڑا سا آبلہ ظاہر ہوا اور باطنی غم واندوہ نے اپنا اثر پیدا کیا۔ لوگوں نے حکماء کی تجویز سے آبلہ شگاف دیا اور زخم کے بھرنے کے لیے مرہم لگایا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے ایک اور فرمان آپ کی طلبی کا جاری کیا اور لوگوں سے بیان کیا کہ اس کی تفتیش کرو مبادا مولانا نے حیلہ کیا ہو۔ چنانچہ لوگوں نے تفحص و تفتیش کے بعد مولانا رحمتہ اللہ علیہ کو اسی تکلیف وزحمت میں بادشاہ کے دربار میں لے گئے اور جب بادشاہ کو آپ کے مرض کی تحقیق ہوگئی تو اس نے رخصت کر دیا اور اس کے چند روز بعد مولانا رحمت رب العالمین کے جوار میں جا ملے۔ اگر چہ مولانا نے اپنی حالتِ زندگی ہی میں خطیرہ کے کے باہر پائینتیوں کی طرف خطیرہ کی دیوار کے نیچے ایک چوترہ اپنے لیے بنایا تھا لیکن دفن کے وقت کاتب حروف کے والد سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا کو خطیرہ کے اندر لانا چاہیے۔ چنانچہ لوگ آپ کے حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوئے اور مولانا علاؤ الدین نیلی کے چوترہ کے متصل جو زمین تھی والد بزرگوار نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں دفن کرو کیونکہ مولانا علاؤ الدین نیلی جناب مولانا شمس الدین یحیی کے یار و ہم سبق اور ہمراز تھے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اب آپ مولانا علاؤ الدین نیلی کے چوترہ کے متصل ایک چوترہ میں جو نہایت پرفضا اور مصفا ہے مجردانہ آرام فرما رہے ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ کے خلافت نامہ کا نسخہ سلطان المشائخ کی .... عظمت سے آپ کو عطا ہوا تھا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط الحمد للہ الذی سمت هم اولیائه عن الزکو ان الی الالو ان عارا و اعتلقته همو مهم بالو احد الحنان بارا فدارت علیهم بکرة و عشیا کاس المحبة من کو ثر محبو بهم دارا کلما جن علیهم الیل تشتعل قلوبهم من الشوق نارا و تفیض اعینهم من الدمع بدرارا و یتمتعون.

بمناجاة الحبیب اسرار و یطوفون بسرا وقات الغز افکارٌ الایزال منهم فی کل زمان من هم علٰی مکنونة نضارة العرفان فیظهرفی الا قطار آثاره و یزهر فی الافاق انوار ہ لسانہ ناطق بالحق و هو داعی الله فی الخلق لیخرجهم من الظلمات الے النور و یقر بهم الی الرب الغفور .ثم الصلاة علی صاحب الشریعة الغرا ء و الطریقة الزهراء رسول الرحمة المخصوص بخلافة ربه فی مقام البیعة وعلی خلفائه الراشدین الذین فازوا بکل مقام علی و علی اله الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی .اما بعد فان الدعوة الی الواحد العلام من ارفع و طائم الاسلام واوثق غر وة فی الایمان علی ماورد فی الخبر عنه علیه السلام والذی نفس محمدبیده لئن شئتم لا قسمن لکم ان احب عباده الله الی الله الذین یحبّون الله الی عباد الله و یحبون عبادالله الی الله و یمشون فی الارض بالنصیحة والامرو مامدح الله عباده الذین یقولون ربنا هب لنامن ازواجنا وزریاتنا قرة اعین و اجعلنا للمتقین اماما وقد اوجبها الله تعالی علی وقفهٖ لاتباع سید المرسلین وقائد الغرا ء المحجّلین بقوله عزو جل قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیر ة انا ومن اتبعنی و اتباعه انما یکون برعایة اقوالهٖ والاقتداء به فی اعماله وتنزیه السر عن کل ماسواا لله فی الوجود والانقطاع الی المعبود ثم ان الولد الا عزا لتقی والعالم المرضی المتوجه الی رب العالمین شمس الملة والدین محمد بن یحیی افاض الله الواحد انواره علی اهل الیقین و التقوی لما صح قصد ہ الینا ولبس خرقة الارادة منا واستو فی الحظ من صبحتنا اجزت له اذااَ ستقام علی اتبا ع سید الکائنات واستغرق الاوقات با لطاعات ورافت القلب عن هوا جس النفس والخطرات واعرض عن الدنیا واسبابها ولم یر کن الی ابنا ئها وار بابها وانقطع الی الله بالکلیة واَشرقت فی قلبه الانوار القدسیة والاسرار الملکوتیة و الفتح باب الفهم التعریفات الا لهیة ان یلبس الخرقة للمر یدین و یرشد هم الی مقامات الموقنین کما اجازنی بعد مالا حظنی بنظرة الخاص ولبسنی خرقة الاختصاص شیخنا الفایح فی الاقطار فوائح نفحاته الرایح فِے الافاق لوامع کراما ته السابح فی العالم القدس افکار

ہ البایح بمحبة الرحمٰن اناره قطب الوریٰ علامة الدنیا فریدالحق و الشرع والدین طیب الله ثراه وجعل خطیرة القدس مثواه وهو لبس الخرقة من ملک المشائخ سلطا ن الطریقة قتیل محبة الجبار قطب الملة والدین بختیار اوشی و هومن بدرِ العارفین معین الملة والدین الحسن السنجری وهو من حجة الحق علی الخلق عثمان الهارو نی وهو من سدید النطق الحاجی الشریف الزندنی وهو من ظل الله فی لخلق مودود الچشتی وهو من ملک المشائخ اهل ا لتمکین ناصر الملته والدین یوسف الچشتی وهو من ملجاء العباد محمد الچشتی وهو من عمدة الابرار وقد وة الاخیار ابی احمدن الچشتی وهو من سراج الا تقیاء ابی اسحاق الچشتی وهو من شمس الفقراء علو د ینوری وهو من اکرم اهل الایمان هُبیر ةالبصری .وهومن تاج الصالحین برهان العاشقین حذیفة المرعشی وهو من سلطان السالکین برهان الواصلین تارک المملکة والسلطنة ابراهیم بن ادهم وهو من قطب الولایة ابی الفضل والفضائل والدرایة الفضیل بن عیاض وهومن قطب العالم والشیخ المعظم عبد الواحد بن زید وهومن رئیس التابعین امام العالمین الحسن البصری وهو من امیر المومنین فی اعالی المقامات المنتهیٰ الیه خرقة کل طالب علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وقدس الله اسرارهم وابقی الٰی یوم القیامة انوارهم وهومن سیدن المرسلین خاتم النبیین المعرف باتباعه محبة رب العالمین محمد ن المصطفی صلی اللّٰہعلیه وسلم وعلی کل من به انتمٰی واقتدی فمن لم یصل الینا وو صل الیه فقد استخلفنا ہ عنا فیذ ہ العزیزة نائبة عن یدنا والتزام حکمه فی امر الد ین والدنیا من تعظیمنا ہ وعظمناه واهان من لم یحفظ حق من حفظناه والله الموفق الهادی والمستعان وعلیه التکلان ثم حررت هذه الاسطر بالاشارة العالیة نظام الدین محمد بن احمدعلاه وصانه عن کل افة وحماه بخط العبد الضعیف الراجی بالفضل الربانی حسین بن محمد بن محمود ن العلوی الکرمانی و ذالک فی الیوم العشرین من ذی الحجة اربع و عشرین و وسبع مائة ـ

ترجمہ خلافت نامہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد وثنا اس خدا کو ثابت ہے جس نے اپنے دوستوں کے ارادوں کو عالم اور اہل عالم کی طرف میل کرنے کی طرف کر دیا اور ان کے دلی قصدوں کو خدائے واحد وحنان کے ساتھ نیکو کاری کی رو سے وابستہ کیا پس صبح وشام خدا کے دوستوں پر محبوب کے دریائے محبت کی شراب کا پیالہ ہمیشہ اور بلا زوال دور کرتا رہتا ہے۔ جب ان پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو شوق وذوق سے ان کے دل مشتعل ہو جاتے اور آنکھیں بارش کی طرح آنسو بہاتی ہیں وہ دوست کے ساتھ راز کہنے کی وجہ سے برخورداری حاصل کرتے اور خدا تعالیٰ کے سراپردہ کے گرد فکروں کی رو سے گھومتے ہیں ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر زمانہ میں عرفان کی تازگی کے لباس سے آراستہ رہتے پھر اطراف عالم میں ان کی نشانیاں ظاہر ہوتی اور عالم میں ان کے انوار روشن وواضح ہوتے ہیں۔ ولی کی زبان حق کے ساتھ گویا ہوتی ہے اور وہ خلق میں خدا کا داعی ہوتا ہے تاکہ خلق کو گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی کی طرف نکالے اور انہیں رب غفور کی طرف نزدیک کرے۔ حمد وثنا کے بعد روشن شریعت اور تابان طریقت کے صاحب یعنی رسول رحمت پر خدا کی کامل رحمت نازل ہو جو مقام بیعت میں اپنے پروردگار کے خلیفہ ہونے کے ساتھ مخصوص ہیں اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خلفاء پر بھی خدا کی رحمتِ کاملہ نازل ہو جو راہِ راست دکھانے والے اور ہر برتر مقام پر پہنچنے والے ہیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی آلِ پاک پر بھی خدا کی رحمت نازل ہو جو اپنے رب کو ہر صبح وشام یاد کرتے ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ خدائے واحد علام کی طرف پکارنا ارکان اسلام کا ایک اعلیٰ وارفع رکن اور ایمان کا نہایت مضبوط کڑا ہے جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث میں وارد ہوا کہ مجھے اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اے مسلمانو! اگر تم چاہو تو میں تمہارے وثوق وتیقن کے لیے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بندگانِ خدا میں سب سے زیادہ خدا کے دوست وہ لوگ ہیں جو خدا کو دوست رکھتے ہیں اس کے بندوں کی طرف اور بندگانِ خدا کو دوست رکھتے ہیں خدا کی طرف یعنی خدا کی محبت وعشق کا طریقہ سکھتے ہیں۔ نیز بری باتوں سے باز رکھنے اور اچھی باتوں کا حکم کرنے کے لیے زمین پر چلتے ہیں اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مدح سرائی ان لفظوں میں کی ہے کہ

الذین یقولون الخ یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں۔ الٰہی! ہمیں ہماری بیبیوں اور اولاد میں سے آنکھوں کی خنکی عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کے امام قرار دے۔ اور تحقیق خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس حدیث کی استواری اور موافقت کے لحاظ سے اس بہترین پیغمبر کی پیروی لازم وواجب کی ہے جو اپنی امت کے ان لوگوں کو بہشت کی طرف کھینچ لے جانے والا ہے جن کے اعضاء وضو روشن و درخشاں ہوں گے جیسا کہ خود تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ! آپ فرما دیجیے کہ یہ میری راہ اور میرا دین ہے۔ اور اے میری امت میں تمہیں خدا کی طرف اس بینائی کی رو سے بلاتا ہوں جس پر میں ہوں اور جو لوگ میری پیروی کرتے ہیں اور پیغمبر کی پیروی بجز آپ کے اقوال کی رعایت ونگاہ داشت کرنے اور اعمال میں آپ کی اقتدا کرنے اور ان تمام چیزوں سے سر کو پاک کرنے کے جو جو دو پیدائش میں خدا کے سوا ہیں اور تمام خلائق سے قطع تعلق کر کے معبود کی طرف ملنے کے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ پھر جاننا چاہیے کہ فرزند عزیز پرہیز گار اور خدا کی صفات و وحدانیت کا عالم اور خدا کا پسندیدہ اور رب العالمین کی طرف توجہ کرنے والا یعنی شمس الملۃ والدین محمد بن یحییٰ نے (خدائے واحد اس کے انوار کو اہل یقین اور صاحب تقویٰ پر فائز کرے) جب اپنا قصد وارادہ ہماری طرف درست کیا اور ارادت کا خرقہ ہماری طرف سے زیب جسم کیا اور ہماری صحبت کا کافی ووافی حصہ حاصل کیا تو میں نے اسے اجازت ورخصت دی جب کہ میں نے تحریر کر لیا کہ وہ جناب سید کائنات کی پیروی واتباع پر ثابت قدم ومستقیم ہے اور اس نے اپنے تمام اوقات طاعت الٰہی میں مستغرق کر دیے ہیں اور غلبات نفس اور خطرات کے ہجوم سے اپنے دل کو محفوظ رکھتا ہے۔ دنیا اور اسباب دنیا سے روگرداں ہے اور ابناء دنیا اور ارباب دینا کی طرف میل کرنے سے بری ہے اس نے تمام علائق کو قطع کر دیا ہے اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ اس کے دل میں عالم قدس کے انوار تاباں و درخشاں ہیں اور عالم ملکوت کے اسرار چمک رہے ہیں اس کے لیے خدا تعالیٰ کی معرفت کے دریافت کرنے کا دروازہ کھل گیا ہے اور محبت خدا کا ذوق وشوق دل میں بھرا ہوا ہے۔ میں نے اسے اس بات کی اجازت دی کہ مریدین کو خرقہ پہنائے اور انہیں موقنین کے مقامات کی طرف راہ دکھانے میں شمس الدین یحییٰ کو ویسی ہی اجازت دی جیسے مجھے میرے شیخ نے اپنی نظر خاص سے ملاحظہ کرنے اور خرقہ اختصاص کے پہنانے کے بعد اجازت دی وہ شیخ جن کی بزرگی کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اور کرامتوں کی روشنی ہر جانب پہنچی ہوئی ہے۔ عالم قدس میں ان کے افکار نے بلند پروازی کی ہے اور رحمان کی

محبت ان کے آثار نے ظاہر کی وہ کون؟ خلق کے قطب۔ دنیا کے علامہ فرید الحق والشرع والدین خدا تعالیٰ ان کی آسودگی کو خوش کرے اور خطیرۃ القدس کو ان کا آرام گاہ مقرر فرمائے۔ جناب فرید الحق والدین نے ارادت وخلافت کا خرقہ مشائخ کے بادشاہ طریقت کے سلطان محبتِ خدا کے کشتہ یعنی قطب الملۃ والدین بختیار اوشی سے زیب جسم فرمایا اور انہوں نے خلافت کا خرقہ عارفوں کے مہتاب معین الدین حسن سنجری سے پہنا اور معین الدین حسن سنجری نے خلافت کا خرقہ عثمان ہارونی سے پہنا جو خدا کی دلیل اس کی خلق پر ہیں اور عثمان ہارونی نے خلافت کا خرقہ حاجی شریف زندنی سے حاصل کیا اور انہوں نے مودود چشتی سے پہنا جو خلق میں سایۂ خدا ہیں۔ خواجہ مودود چشتی نے بادشاہ شیوخ صاحب تمکین ناصر الدین یوسف چشتی سے خرقہ خلافت لیا اور یوسف چشتی نے ابو محمد چشتی سے حاصل کیا جو بندگانِ خدا کی پناہ تھے۔ ابو محمد چشتی نے خلافت کا خرقہ عمدۃ الابرار قدوۃ الاخیاء ابو احمد چشتی سے زیب بدن فرمایا اور ابو احمد چشتی نے بزرگ ترین اہل ایمان پرہیزگاروں کے چراغ ابو اسحاق شامی سے خرقہ خلافت حاصل کیا (چشتی کے القاب مبارک کا اطلاق اسی بزرگ سے نکلا ہے کیونکہ اس بزرگ کا اصلی وطن چشت تھا) ابو اسحاق شامی چشتی نے خرقہ خلافت درویشوں کے آفتاب حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری سے پہنا اور خواجہ علو دینوری نے بادشاہ مشائخین بزرگ ترین اہل ایمان ابو ہبیرۃ بصری سے خرقہ خلافت پہنا اور ہبیرۂ بصری نے صالحوں کے سرتاج اور عاشقوں کی دلیل حضرت حذیفہ مرعشی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور حذیفہ مرعشی نے سالکوں کے شہنشاہ واصلوں کی دلیل سلطنت کے ترک کرنے والے حضرت ابراہیم ادھم بلخی سے خرقہ خلافت پہنا اور ابراہیم بلخی نے قطب الاقطاب قطب ولایت صاحب فضل وفضائل ذوالرائے حضرت فضیل بن عیاض سے حاصل کیا۔ اور حضرت فضیل نے قطب عالم شیخ معظم حضرت عبدالواحد بن زید سے خرقہ خلافت پہنا اور عبدالواحد زید نے تابعین کے سردار علماء کے امام حضرت خواجہ حسن بصری سے خرقہ خلافت پہنا اور حضرت خواجہ حسن بصری نے امیر المومنین خلیفہ برحق حضرت رسول رب العالمین کے جانشین اہل عالم کے پیشوا آسمانی فرشتوں کے درمیان سکونت کرنے والے اعلیٰ مقامات میں جگہ لینے والے جن کی طرف ہر طالب کا خرقہ منتہی ہوتا ہے یعنی جناب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے خرقہ خلافت پہنا جو خلفاء راشدین کے ختم اور اہل مشارق ومغارب کے امام ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی ذات کو بزرگ کرے اور تمام مشائخ کے اسرار پاک کرے اور ان کی روشنائی قیامت کے روز تک باقی رکھے اور حضرت

مرتضیٰ علی بن ابی طالب نے سید المرسلین خاتم النبیین سے خرقۂ خلافت زیب جسم فرمایا جن کی پیروی پر رب العالمین کی محبت موقوف ہے اور جن کا نام پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ خدا تعالیٰ ان پر اور ان کے فرزندوں اور یاروں پر رحمت وسلام نازل فرمائے۔ اور ان لوگوں پر بھی رحمت کاملہ نازل ہو جو آپ سے نسبت رکھتے اور اقتدا کرتے ہیں پس جو شخص کہ ہماری طرف نہ پہنچ سکے اور شمس الدین یحییٰ کی طرف پہنچے تو اسے واضح ہو کہ ہم نے شمس الدین یحییٰ کو اپنی جگہ جانشین کیا اور اپنا خلیفہ بنایا ہے پس اس کا عزیز ہاتھ میرے ہاتھ کے قائم مقام ہے اور دین ودنیا کے کاموں میں اس کی فرمانبرداری کرنا حقیقت میں میری تعظیم وتوقیر کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اس کی توقیر کرے جسے میں بزرگ وگرامی کہوں اور عزت کروں اور اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے جو اس شخص کے حق کی رعایت نہ کرے جس کے حق کی میں رعایت کروں اور خدا تعالیٰ ہی مددگار اور راہ دکھانے والا ہے اور اس پر تمام کاموں کا بھروسہ ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہو کہ چند سطریں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد کے اشارہ عالیہ لکھی گئی ہیں خدا ان کی بزرگی کو ہمیشہ نگاہ رکھے اور ہر آفت سے محفوظ رکھے۔ نیز یہ سطریں بندۂ ضعیف فضل رحمان کا امیدوار حسین محمد بن محمود علوی کرمانی کے قلم خاص سے لکھی گئی ہیں اور یہ کتابت ذی الحجہ کی بیسویں تاریخ ۷۲۴ھ میں واقع ہوئی۔

شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ

مشائخ طریقت کے شیخ عالم حقیقت کے بادشاہ ظاہر وباطن کی صفائی میں یکساں محبت ووفا کی کان علم وعقل اور عشق وورع اور مکارم اخلاق اور بذل وایثار اور بندگان خدا کی تحمل جفا اور تالیف قلوب کے لیے درم ودینار سے مکافات کرنے میں بے نظیر ولاثانی یعنی شیخ نصیر الملتہ والدین محمود ہیں جو عجب پسندیدہ ذات اور مقبول وبرگزیدہ اوصاف رکھتے تھے یہاں تک کہ اس زمانہ میں دانشمند علماء اور مشائخ روزگار اور متوسط درجہ کی تمام مخلوق چھوٹے بڑے سب کے سب آپ کے معتقد ومطیع تھے (خدا تعالیٰ ان کی قبر پاک کو پاک وستھرا رکھے)

سلطان المشائخ کی اس پرورش و عاطفت کا ذکر جو شیخ نصیر الدین محمود کے حق میں ظہور میں آئی

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود بھی ابتدائی زمانہ سے جناب سلطان المشائخ کی نظر خاص میں ملحوظ ہو گئے تھے اور دینی و دنیاوی نعمت کے ساتھ مخصوص تھے چنانچہ ایک موقع کا ذکر ہے کہ خواجہ محمد گاذرونی جناب شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید خاص جو اکثر اوقات سلطان المشائخ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اس رات کو سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں موجود تھے جب تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے تجدید وضو کے واسطے گئے تو اپنا بالا پوش جماعت خانہ میں چھوڑ گئے کسی شخص نے اس بالا پوش کو اٹھالیا اور وہاں سے چلتا بنا۔ خواجہ محمد وضو کر کے آئے تو اپنا بالا پوش نہ پایا اور خواجہ محمود بیاشای جو جماعت خانہ کے خادم اور باصفا درویش اور عزیز بے ریا تھا گفت وشنید ہوئی اتفاق سے اس وقت شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے مشغول بحق تھے۔ جب آپ نے ان دونوں صاحبوں کی گفتگو سنی تو اپنا لبانچہ خواجہ محمد گاذرونی کو عطا فرمایا شدہ شدہ اس حکایت کی خبر سلطان المشائخ کو پہنچی آپ نے شیخ نصیر الدین کو اوپر بلا بھیجا اور اس نیک خصلت کو پسند فرما کر انتہا سے زیادہ شفقت و مہربانی فرمائی۔ خاص اپنا لبانچہ انہیں دے کر بہت سی دعائیں دیں۔ کاتب حروف نے جناب سید السادات اپنے عم بزرگوار سید حسین رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آج جناب سلطان المشائخ کی باعظمت بارگاہ شیخ نصیر الدین محمود کے وجود سے بارونق ہے اور دہلی شہر میں بجز شیخ نصیر الدین محمود کے کوئی شخص سلطان المشائخ کا مقام و مرتبہ نہیں رکھتا ہے کیونکہ آپ ظاہر و باطن میں تابہ امکان سلطان المشائخ کی طرز وروش سے سر مو تجاوز نہیں کرتے ہیں اور اس کام میں سلطان المشائخ کے تمام خلفاء میں پوری برخوداری آپ کو حاصل ہے اور مرتبۂ کمال پر پہنچ گئے ہیں یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

میانِ جملۂ اصحاب ہم چو ماھے بود　　چہ نسبت است بمہ بلکہ بادشاھے بود

(درمیان جملہ احباب کے وہ مثل ماہ تابان تھے بلکہ چاند سے نسبت غلط ہے وہ مثال بادشاہ تھے۔)
حقیقت میں شیخ نصیر الدین محمود ایک ایسی عجیب وغریب ذات رکھتے تھے جو تمام حمیدہ اوصاف کے ساتھ موصوف تھی اور اعلیٰ یاروں کے طبقے میں اخلاق شائستہ کے ساتھ مشہور ومعروف۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

زھے روش کہ درین راہ بے نظیر آمد میانِ اھل ارادت نظیر پیر آمد
بہ نزد اھل صفا جملہ حق پذیر آمد ضمیر روشنِ او ھر چہ کرد در عالم

(اہل ارادت کے درمیان وہ اپنے پیر کی زندہ مثال اور اس طریقہ میں بے نظیر تھے۔ جوان کی روشن ضمیری سے ظاہر ہوا۔ اس کو جملہ اہل صفا نے قبول کیا۔)
نیز کاتب حروف نے سید السادات سید حسین اپنے عم بزرگوار سے یہ بھی سنا ہے کہ ایک دن شیخ نصیر الدین محمود نے امیر خسرو سے کہا جو اعلیٰ درجہ کے یاروں میں شمار کیے جاتے تھے کہ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پوری قربت اور تمام وکمال مرتبہ حاصل ہے تم جس وقت چاہتے ہو سلطان المشائخ کی خدمت میں چلے جاتے ہو اور کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ امیر خسرو خوب فرماتے ہیں۔

کہ در جمال تو دستور یئے نظر یابد زھے سعادت و اقبال چشم آنکس را

تم فرصت کے وقت مجھ غریب کی طرف سے سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھ کر عرض کرو۔ ہمام کہتا ہے۔

وقت فرصت ھمہ در بندگی یار بگو ای صبا بندۂ نوازی کن واز حال ھمام

(ای صبا بندہ نوازی کر۔ اور ہمام کا حال فرصت کے وقت دوست کی خدمت میں گزارش کر۔)
کہ میں بیچارہ غریب الدیار اودھ میں سکونت رکھتا ہوں اور خلق کی مزاحمت کی وجہ سے مشغول بحق نہیں ہوسکتا ہوں اگر سلطان المشائخ کا حکم ہو تو پہاڑوں اور صحراؤں میں نکل کر بفراغت خدا تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں مصروف ہوں۔ امیر خسرو نے اقرار کیا کہ میں تمہاری یہ التماس سلطان المشائخ کی خدمت میں ضرور عرض کروں گا اور امیر خسرو کا دستور تھا کہ اپنے باری کے دن جب جماعت خانہ میں موجود ہوتے تو عشا کی نماز کے بعد اور استراحت کے وقت سلطان المشائخ کی

خدمت میں جاتے اور بیٹھ کر ہر قسم کی حکایتیں نقل کرتے جیسا کہ ہم سلطان المشائخ کے ذکر میں لکھ آئے ہیں۔ الغرض امیر خسرو نے اس موقع پر شیخ نصیر الدین محمود کی عرضداشت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کی آپ نے فرمایا۔ امیر خسرو! شیخ نصیر الدین سے کہدو کہ تمہیں خلق میں رہنا اور لوگوں کے جور وظلم کی مصائب جھیلنے چاہیں۔ اور ان کے عوض میں بذل وایثار اور سخاوت وبخشش کرنا چاہیے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جناب سلطان المشائخ کمال عقل اور حکمت وکرامت کے ساتھ موصوف تھے اور ہر شخص کو اسی کام کا حکم فرماتے تھے جو اس کے قابل وشایان دیکھتے تھے کسی کو سکوت وخاموشی کا حکم فرماتے اور کسی کو گوشہ نشینی اور دروازہ بند کر کے بیٹھنے کا ارشاد کرتے ۔کسی کی نسبت حکم صادر ہوتا کہ تم بہت سے مرید کرنے میں کوشش کرو کسی کو ارشاد ہوتا کہ تمہیں خلق میں اور لوگوں کے ظلم وجفا سہنا چاہیے اور ان سے حسن معاملہ کرنا مناسب ہے اور یہ مرتبہ انبیاو اولیا کا مقام ہے یہ کام اس شخص سے بن آتا ہے جو اس کے شایان وقابل ہے یہ کام میرا تمہارا نہیں ہے۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

تو نہ مرد عشق بازی ما   بروائے خواجہ کار دیگر کن

(تو میرے عشق کے قابل نہیں ہے۔ پس چلا جا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو۔)

شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدوں کا بیان

شیخ نصیر الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت لایا اور بیعت کی سعادت سے مشرف ہوا تو ایک دن ٹھیک دو پہر کے وقت اس درخت بڑ کے نیچے کھڑا تھا جو سلطان المشائخ کے مکان میں موجود تھا۔ اسی اثناء میں سلطان المشائخ جماعت خانہ کے کوٹھے پر سے نیچے تشریف لائے تا کہ پرانے حجرے میں جو ستون کے چبوترہ کے اندر ہے قیلولہ کریں جوں ہی آپ نے اس ضعیف کو کھڑا دیکھا حجرے میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ دہلیز میں جا کر بیٹھ گئے اور خواجہ نصیر خادم کو میرے بلانے کے لیے بھیجا۔ جب میں دولت قدم بوسی کو پہنچا تو فرمایا نصیر الدین! بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ ازاں بعد فرمایا کہ تمہارے دل میں کیا ہے اور اس کام سے مقصود کیا ہے اور تمہارے

والد کیا کام کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میرا مطلوب اس کام میں بجز مخدوم کی درازی عمر اور ترقی دولت کی دعا کے اور کچھ نہیں ہے شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

بشنو نفسی دعای سعدی گرچہ ہمہ عالمت دعا گوست

(سعدی بھی دعا گو ہے اگرچہ تمام عالم آپ کی دعا کرتا ہے۔)

اور درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنا اور سرودیدہ سے ان کی خدمت میں مصروف رہنا میرا دلی مقصد ہے۔

ایک بزرگ خوب فرماتے ہیں۔

عہدے کردم کہ خدمت کس نکنم در ہر دو جہاں مگر خدا را و ترا

میرے والد بہت غلام رکھتے ہیں جو پشمینہ کی سوداگری کرتے ہیں۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے بہت سی عنایت و مہربانی کا اظہار کر کے فرمایا۔ نصیر الدین! سنو جس زمانہ میں میں اپنے خواجہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک دن کا ذکر ہے کہ اجودھن میں ایک دانشمند جو میرا یار اور ہم سبق تھا اور مدتوں تک میں نے اور اس نے ایک جگہ تعلیم پائی تھی میرے سامنے آیا جب اس نے مجھے میلے کچیلے اور پھٹے پُرانے کپڑوں میں دیکھا تو دریافت کیا کہ مولانا نظام الدین! تمہیں یہ کیسا دن پیش آیا اور تمہاری یہ کیا حالت ہوئی اگر اس قدر زمانہ تک تم شہر میں لوگوں کو تعلیم دیتے تو مجتہد زمانہ کہلائے جاتے اور اسباب و روزگار بہت کچھ حاصل کر لیتے۔ میں نے اس یار عزیز کی یہ باتیں سن کر کچھ جواب نہیں دیا اور معذرت کر کے اپنے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ شیوخ العالم نے پوچھا نظام! اگر تمہارے یاروں میں سے مل کر کوئی کہے کہ یہ کیسا دن ہے جو تمہیں پیش آیا ہے اور تعلیم و تعلم جو فراغت و رفاہیت کا سبب ہے اسے ترک کر کے تم اس دہاڑے کو پہنچ گئے ہو اور اس روز میں مشغول ہوئے ہو تو تم اس کا کیا جواب دو۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ مخدوم کا ارشاد ہو وہی عرض کروں فرمایا اس کا جواب یوں دینا چاہیے۔

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو ترا سعادت بادا مرا نگونساری

(تو میرا ہمراہی نہیں ہو سکتا اپنی راہ لے تجھے سعادت مطلوب ہے اور مجھے عاجزی و انکساری۔)

ازاں بعد شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ باورچی خانہ میں جا کر کہو کہ ایک خوان طرح طرح کے کھانوں سے آراستہ کر کے لائیں۔ میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ جب باورچی خانہ کے داروغہ نے ایک آراستہ خوان تیار کیا تو شیخ شیوخ العالم نے فرمایا۔ نظام! اس کھانے کے خوان کو سر پر رکھو اور اس مقام پر لے جاؤ جہاں تمہارا وہ یار مقیم ہے۔ میں نے خواجہ کے فرمان کے مطابق کھانے کا خوان سر پر رکھا اور اس طرف چل نکلا چلتے چلتے اس سرائے میں پہنچا جہاں وہ فروکش تھا۔ جوں ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی زار و قطار روتا ہوا دوڑا اور کھانے کا خوان میرے سر سے اُتار کر پوچھنے لگا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تمہاری ملاقات کرنے اور باہمی بحث و گفتگو کرنے کا حال شیخ شیوخ العالم کو باطنی نور سے روشن وہویدا ہو گیا شیخ نے ساری کیفیت مجھ سے دریافت کی جب میں نے تمام باتیں صاف صاف عرض کر دیں تو شیخ نے یہ خوان مرحمت فرمایا اور تمہاری بات کا جواب اس بیت میں عنایت کیا۔

نہ همرهی تو مراراه خویش گیرو برو   ترا سعادت باد امرا نگونساری

اس دانشمند عزیز نے میری یہ گفتگو سن کر جواب دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم ایک ایسا بزرگ و معظم شیخ رکھتے ہو جس نے تمہارے نفس کو اس حد تک ریاضت دی ہے اب مجھے بھی اپنے شیخ کی خدمت میں لے چلو تاکہ ایسے بزرگ کی پابوسی کی سعادت حاصل کروں۔ الغرض جب وہ کھانا صرف ہو گیا تو دانشمند نے اپنے خدمت گار سے کہا کہ یہ خوان سر پر رکھ کر ہمارے ساتھ ساتھ چل۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عزیز سے کہا ایسا نہ کرو جس طرح خوان سر پر رکھ کر لایا ہوں اسی طرح واپس ہوں گا اور شیخ کی خدمت میں پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے خوان اپنے سر پر رکھ لیا اور وہ دانشمند میرے ساتھ ساتھ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں آیا سر سے تاج رعونت اتار کر بادشاہ اہل محبت کی درگاہ کی خاک پر رکھی اور شیخ شیوخ العالم کے مکاشفہ اور محاورہ سے آپ کا اسیر محبت ہو گیا اور دلی عقیدت مندی کے ساتھ بیعت کی یہ ضعیف کہتا ہے۔

ازدیدہ و دل بندہ شکل تو شدم   یارب چہ خوش است این طریق خوش تو

(تیرا طریق اور تیری روش اس اعلیٰ درجہ کی ہے کہ میں دل و جان سے تیرا غلام ہو گیا۔)

شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ جس اثناء میں سلطان المشائخ یہ فوائد اپنے غلام سے فرما رہے تھے اور مجاہدہ کی تلقین کر رہے تھے اور عشق انگیز ابیات پڑھتے تھے تو آپ کی پرنم آنکھوں سے

آنسوؤں کی ندیاں پڑی بہ رہی تھیں اور انتہا درجہ کی رقت طاری تھی۔ یہ ضعیف کہتا ہے

چشم از خون دل رواں کردہ　　جوئے خون ہمچو آب بر در تو

اسی اثناء میں سید السادات سید حسین کاتب حروف کے عم بزرگوار جن کا وصف شرح و بیان سے مستغنی ہے اور جس کا شمہ ان کے حالات میں لکھا گیا ہے عالم شباب اور کامرانی کے زمانے میں عجیب کیفیت سے آئے رومال سر سے بندھا ہوا اور نازنین دستار مبارک مونڈھے پر پڑا ہوا جوانوں کی طرح خراماں دروازے سے آئے اور چاہتے تھے کہ دہلیز سے گزر کر سلطان المشائخ کے حجرے کے اندر تشریف لے جائیں کہ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ سید! یہاں آ کر بیٹھو اور سعادت حاصل کرو۔ سلطان المشائخ کے فرمان کے مطابق وہ صاحب سعادت وہاں آ کر بیٹھ گئے جہاں میں اور سلطان المشائخ بیٹھے تھے اور سعادتوں اور ذوقوں کے دریافت کرنے میں جن کا ذکر اس مجلس میں ہو رہا تھا شریک ہوئے اس حکایت کی تصدیق کے لیے کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں سید باصفا کی پاک ذات فالج کی زحمت میں مبتلا ہوئی تو سید نے اس بندہ اور اس کے بھائیوں کو شیخ محمود کی خدمت میں روانہ کیا اور فرمایا کہ تم جا کر شیخ محمود سے دریافت کرو کہ آپ کو وہ دن یاد ہے کہ سلطان المشائخ حجرہ کی دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے اور فوائد وابیات زبان فیض ترجمان سے بیان فرما رہے تھے تم بھی اس وقت موجود تھے جب میں اس مجلس سے عبور کر کے اندر جانے لگا تھا تو سلطان المشائخ نے مجھے بلایا تھا اور فرمایا تھا کہ سید! یہاں آ کر بیٹھو اور سعادت حاصل کرو۔ جب ہم نے یہ پیام شیخ محمود کو پہنچایا تو آپ نے فوراً فرمایا۔ بے شک وہ دن مجھے خوب یاد ہے جب میں شیخ محمود کی مجلس سے اٹھ کر باہر آیا تو سید السادات کی خدمت میں پہنچا تو آپ سے دریافت کیا کہ سلطان المشائخ نے جو بیتیں اس وقت فرمائی تھیں آپ کو ان میں سے کچھ یاد ہیں۔ سید السادات کو جس قدر بیتیں یاد تھیں پڑھیں اور باقی بیتیں میں نے انہیں یاد دلائیں۔ اب میں پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابتدائی زمانہ میں ایک دفعہ نفس مجھے تکلیف دینے والا لگا اور سوء تنفس کا عارضہ پیدا ہو گیا جس سے میں نہایت منغض و پریشان ہوا چنانچہ میں نے اس کے دفعیہ کے لیے اس قدر عرق لیموں پیا کہ معرض ہلاکت میں پڑ گیا اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص مرنا اختیار کرتا ہے نہ وہ کہ نفس مزاحم حال ہوتا ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود یہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ

میں نے غایت مجاہدہ سے دس روز تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ یہ خبر سلطان المشائخ تک پہنچی آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اقبال خادم سے فرمایا کہ بارچی خانہ میں سے ایک روٹی لے آ۔ اقبال ایک روٹی اور اس کے ساتھ بہت سا حلوا لے آئے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ ساری روٹی کھالو۔ میں متحیر تھا کہ ساری روٹی ایک دفعہ کھانا میرے اندازے سے باہر ہے۔ اس روٹی کے کھانے کے لیے چند روز چاہئیں۔ کاتبِ حروف عرض کرتا ہے کہ اس بزرگ کی ظاہر و باطن کی مشغولی اور مجاہدہ کی حکائتیں اس درجہ ہیں جن کی تحریر سے قلم محض عاجز ہے۔ جو لوگ اس بزرگ کی قدم بوسی کی دولت کو پہنچے ہیں انہوں نے آپ کی نورانی پیشانی میں تقوی کے آثار محسوس کیے ہیں۔ اس بزرگ کی آخیر عمر میں جبکہ آپ کا کمال عروج کو پہنچ گیا تھا اور ذات مبارک محض روح ہوگئی تھی جو خوشبو سلطان المشائخ کی مجلس میں آتی تھی ویسی ہی خوشبو شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک سے کاتب حروف کے مشام جان میں پہنچی ہے اور افسردہ و پژمردہ جان کو تیس برس کے بعد تر و تازگی اور انبساط و خوشی حاصل ہوئی جن صاحب دلوں نے سلطان المشائخ کی مجلس کو دیکھا ہے اور اس معنی پر جو معنی کا مغز ہے پہنچ گئے ہیں۔ آپ کے بعد شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس کو اسی طریق پر پایا ہے اور دونوں مجلسوں میں کوئی تفاوت نہیں دیکھا ہے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

مراز مجلس تو بوے یار مے آید   خوشم زبوئ تو کز سوئے یار مے آید
ہزار پیرھنِ دل چو گل شود پارہ   ازین نسیم کہ از کوئے یار مے آید

(مجھے تیری مجلس میں اپنے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ میں تیری نظافت سے خوش ہوں کہ یہ خوشبو یار کی جانب سے میری مجلس میں آرہی ہے اس خوشبو پر جو یار کی طرف سے آرہی ہے ہزاروں مثل گل پارہ ہوں کیا مضائقہ ہے۔)

جب شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے اس کرامت کا مشاہدہ ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ کا کام کمال کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے تعجب ہے کہ اس جیسے پاک ذات کو دنیا میں چھوڑیں اسی مناسب کے معنی دو ابیات ہیں جو سلطان المشائخ کی زبانِ مبارک سے گزری ہیں۔

ھیچ منمائ روے شھر افروز
چون نمودی بر و سپند بسوز
آن جمال تو چیست مستیِ تو
وان سپند تو چیست ھستیِ تو

(کسی کو اپنا پیارا چہرہ نہ دکھا اگر ایسا ہو جائے تو سپند جلانا چاہیے۔ تیرا جمال مستی ہے اس پر بطور صدقہ سپند جلانا تیری ہستی۔)

اس رباعی کی شرح مفصل طور پر سرّ کرامت کے نکتہ میں لکھی جائے گی۔ الغرض اس کے بعد بہت تھوڑے دن گزرے تھے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے سفرِ آخرت قبول کیا اور مقعدِ صدق میں قرار پکڑا۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔ آپ کا انتقال رمضان مبارک کی اٹھارہویں تاریخ ۷۵۷ھ ہجری میں جناب سلطان المشائخ کی وفات سے بتیس سال بعد ہوا۔

اس اشارہ کا بیان جو شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ نے نفس سے متعلق کاتب حروف کو تلقین فرمایا

ایک دن کا ذکر ہے کہ کاتب حروف اس بزرگ بادشاہ دین کی خدمت میں حاضر تھا اور اس مشائخ روزگار کے سردار کے جمال و کمال کی دید میں مشغول تھا اسی اثناء میں آپ نے تربیت فرما کر ارشاد کیا کہ آدمی کا نفس ایک درخت کے قائم مقام ہے جو شیطانی خواہش کی مدد سے اس شخص کی ذات میں جڑ پکڑ لیتا ہے اور دن بدن محکم و مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اگر آدمی تدریج و سکونت کے بعد عبادت و تقویٰ کے زور اور محبت و عشق کی قوت سے ہر روز اس درخت کو ہلاتا رہے تو ضرور اس کی جڑ ضعیف اور سست ہو جانے اور اُکھڑ جانے کے قابل ہو جائے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندگی کی مدد اور پیر کی محبت کی وجہ سے بالکل اُکھڑ جائے۔ یہ موثر اور دل پسند تقریر فوراً بندہ کے دل میں اتر گئی اور خود بخود دل نے قبول کر لی۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ مشائخ کبار جو بھی نصیحت کرتے ہیں حق کے ساتھ کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے شیطان اور نفس دونوں کو مقہور کر رکھا ہے اور اپنے مبارک دل کے اطراف و جوانب کو ان دشمنوں سے بالکل خالی کر دیا ہے حق کے ساتھ موافقت کی ہے اور غیر حق سے تبرا و بیزاری۔ جب کوئی واصل اور معظم و محترم شیخ اس مقام سے جو حق تعالیٰ کا منظور نظر ہے نصیحت کرتا ہے ضرور ہی دل میں جگہ کر لیتی ہے۔

سخن کز جان برون آید نشیند لاجرم در دل

شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز کی بعض کرامات

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ بندہ ایک دفعہ اپنے بھائیوں یعنی جناب سید السادات عماد الدین امیر صالح رحمتہ اللہ علیہ اور سید نور الدین مبارک کے ساتھ جناب شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں جا رہے تھے جاڑے کا موسم تھا رستہ میں میرے بھائیوں میں سے ایک صاحب بول اٹھے کہ اگر شیخ محمود صاحب کرامت ہوں گے تو کسی قسم کی شیرینی ہمارے سامنے پیش کریں گے جب ہم اس بزرگ کی خدمت میں پہنچے اور اس بادشاہ دین کی قدم بوسی سے مشرف و معزز ہوئے ہوئے تو حضور نے خادم کو شربت لانے کا حکم فرمایا فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور شربت کے چھلکتے ہوئے پیالے ہمارے سامنے لا کر رکھے گئے جب شربت کے لبریز پیالے خادم نے ہمارے ہاتھوں پر رکھے ہمارے دل میں فوراً خیال گزرا کہ یہ تو پینے کی چیز ہے اور ہم نے کھانے کی نسبت کہا تھا ہنوز ہم اس اندیشہ میں تھے کہ آپ نے خادم سے فرمایا کہ دوسری شیرینی لا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت! شربت تو ہم پی ہی چکے ہیں۔ فوراً زبان مبارک پر جاری ہوا کہ وہ پینے کی چیز تھی اور یہ کھانے کی چیز ہے۔ کاتب حروف نے خواجہ عزیز الملتہ والدین سے جو حضرت سلطان المشائخ کی شرف قرابت کے ساتھ مشرف و ممتاز تھے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے اسی اثناء میں خادم سے قلم دوات اور کاغذ کا ٹکڑا مانگا خادم نے فوراً حاضر کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے قلمکو سیاہی میں تر کر کے کچھ کاغذ پر لکھا اور میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جب تم سلطان المشائخ کے روضہ مقدسہ میں پہنچو تو یہ کاغذ روضہ کے آگے رکھ دینا جوں ہی یہ سبز کاغذ آپ نے میرے ہاتھ میں دیا یوں ہی میرے دل میں خیال گزرا کہ اس کاغذ کو کھول کر پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا لکھا ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ اول روضۂ مبارک کے آگے رکھنا چاہیے جیسا کہ شیخ کا حکم ہے بعد ازاں مطالعہ کرنا مناسب ہے چنانچہ میں نے وہ کاغذ سلطان المشائخ کے روضہ کے سامنے رکھ دیا پھر جو اٹھا دیکھتا ہوں تو کاغذ بالکل سفید اور کورا ہے اس تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جب کسی دوست کو اپنا قصۂ حال جو درحقیقت ایک طرح کا خداوندی بھید ہے دوسرے دوست کی خدمت میں عرض کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ دوست اس بات کو کبھی پسند نہیں

کرتا کہ کوئی اور شخص اس بھید سے واقف ہو کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو دوسرے بھید کے سُننے کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں ۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

گر سر برود سر تو ازجان نرود
اندوہ و غم عشق تو آسان نرود
ہرگز دل پر درد نیابد درمان
تا قصۂ حال او بسلطان برود

(اگرچہ سر کٹ جائے پر تیرا بھید دل سے نہ جائے یعنی اس پر کوئی مطلع نہ ہو اور تیرے عشق کا اندوہ وغم آسان نہ جائے دل پر درد کا علاج اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ تیرے حال کا قصہ سلطان تک نہ پہنچ لے۔)

کاتب حروف نے خواجہ خیر الدین کافور سے سنا ہے جو ایک نہایت پاک اور درست اعتقاد مرید تھے اور درویشوں سے انتہا درجہ کی محبت رکھتے تھے فرماتے تھے کہ جب میں نے عزیزوں کی خدمت میں کمر ہمت باندھی ہے اس کام میں چست و چاق کھڑا ہوا ہوں تو میں نے چاہا کہ دستار اپنے اختیار سے کمر خدمت میں باندھوں اور جس طرح میرے مخدوم شیخ اشارہ فرمائیں اسی طرح دستار کو پاس رکھوں جب یہ بات میرے دل میں گزری تو شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں حاضر ہوا پابوسی کے بعد خدمت میں بیٹھا اور وہی دستار کا خطرہ اس وقت میرے دل میں گزرا اسی اثناء میں شیخ نے خادم سے فرمایا کہ زین الدین ۔ جو دستار لوگ میرے لیے لائے ہیں یہاں لاؤ۔ خادم نے دستار حاضر کی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھلی ہوئی تھی شیخ نصیر الدین نے وہ دستار مجھے عنایت فرمائی چنانچہ میں اس روز سے اس وقت تک کھلی ہوئی دستار اپنے پاس رکھتا ہوں ۔ یہی خواجہ کافور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواجہ قوام الدین کو فرماتے سنا ہے جو مرید صادق تھے کہ ایک دفعہ مجھے نہایت تنگی اور سختی پیش آئی اور مطالبہ و مصادرہ کی وجہ سے اپنے منصب سے موقوف و برطرف ہو گیا اس موقوفی کے زمانہ میں ان دوستوں اور عزیزوں کی یہ کیفیت تھی جن سے میں اس سے پیشتر دلی محبت رکھتا تھا کہ اگر میں ان کی طرف توجہ کرتا یا کوئی بات کہتا تھا تو وہ مجھ سے منہ موڑ لیتے تھے اور میری کچھ نہ سنتے تھے ۔ اگر میں فروختگی کے لیے اسباب بازار میں پہنچتا تو کوئی اسے خریدتا نہ تھا۔ اس وجہ سے میں نہایت عاجز و بے قرار ہوا اور اسی حال میں اپنے مخدوم شیخ نصیر الدین محمود

رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور دل میں یہ بات ٹھان لی کہ شیخ کی قدم بوسی کے بعد یہ کیفیت عرض کروں گا اور آپ کے باطن مبارک سے فراخی و مخلصی کی دعا چاہوں گا جب میں نے حضور کی سعادت قدم بوسی حاصل کی تو اس سے پیشتر کہ میں اپنا مطلوب عرض خدمت کروں خود شیخ نے اپنے کرم قدیم سے پوچھنا شروع کیا اور اثناء کلام میں یہ بیتیں زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔

دنیا چو مقدر ست نخروشی بہ — رزق تو رسد بوقت کم کوشی بہ
چیزے کہ نمی خرند نہ فروشی بہ — گفت تو نمے کنند خاموشی بہ

(دنیا جب تقدیر الٰہی اور اندازہ ربانی ہے تو تیرا جزع وفزع نہ کرنا ہی بہتر ہے اور جب یہ معلوم ہے کہ رزق وقت پر پہنچنے والا ہے تو اس کے لیے کم کوشش کرنا مناسب ہے جو چیز لوگ تم سے خرید نہ کریں اس کا نہ بیچنا بہتر ہے اور جب کوئی بات نہ سنے تو خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔)

الغرض شیخ نے نورِ باطن سے میرا اندیشہ وخیال مجھ پر ظاہر کر دیا میں نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ غلام کے دل میں ایسی خطرہ تھا جس پر مخدوم نورِ باطن سے مطلع ہوئے۔ بندہ کو اس کرامت سے ایک قسم کی تقویت اور مدد حاصل ہوئی۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جب سید محمد محمود کاتب حروف کا فرزند (خدا تعالی اسے نیک نیتوں میں پرورش پانے کی توفیق دے) حمل میں تھا تو اس کی ماں نے نیت کی اور اس بات پر عزم کر لیا کہ اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا تو اس کا جو نام شیخ نصیر الدین محمود تجویز کر دیں گے وہی نام رکھوں گی اور جس کپڑے نے شیخ محمود کی صحبت حاصل کی ہوگی اس کا کرتا بنا کر پہناؤں گی اور اسے شیخ کی نظر مبارک میں پیش کر کے آپ کے قدموں میں ڈال دوں گی۔ تاکہ حق تعالی ان کی برکت سے اسے سعادت و برخورداری بخشے۔ چنانچہ جب سید محمود پیدا ہوا تو بندہ شیخ محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت قیلولہ میں مشغول تھے۔ قیلولہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے میرے حاضر ہونے کی اطلاع دی حضرت نے بندہ کو اندر بلا لیا اور اپنی قدیم عادت کے مطابق غلام کی عزت و حرمت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا میں ابھی کھڑا ہی تھا کہ حضرت نے پوچھا کہ تمہارے کتنے فرزند ہیں مجھے آپ کے اس سوال سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوئی لیکن میں فوراً حضور کی قدم بوسی میں مشغول ہوا جب بیٹھا تو پھر دریافت کیا کہ تمہار یکتنے فرزند ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور میں اسی بابت کچھ عرض کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنا تمام ماجرا اس طرح بیان کرنا شروع کیا اس کمترین کے چند فرزند حالت طفلگی میں

مرمر گئے اب میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اس کی ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ اس کے بعد میں نے سید محمود کی والدہ کی نذر اور اس کے پیدا ہونے کا سارا قصہ شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے میری تمام عرضداشت رغبت کے کانوں سے سن کر فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ کہ زوال کا وقت جاتا رہے اور سایہ ڈھل جائے میں باہر آکر بیٹھ گیا۔ حضرت نے عنایت کی اور خادم کے ہاتھ پان بھیجا ازاں بعد بندہ کو پھر اندر بلا لیا میں دیکھتا ہوں کہ اپنا مصلّٰی زانوئے مبارک کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور چند گز کپڑا زانو مبارک پر لیے ہوئے ہیں۔ جوں ہی میں سامنے گیا مصلا ہاتھ میں لے کر بندے کو عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ تمہارے کام آئے گا اور وہ کپڑا ابھی ہاتھ سے اٹھا کر بندے کو دیا اور فرمایا یہ کپڑا اپنے چھوٹے کے لیے لے جاؤ اور اس کے کپڑے قطع کر کے اسے پہنا دو۔ اس موقع پر حضور کے خادم نے عرض کیا کہ یہ کپڑا شیخ کی دستار مبارک ہے۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ بچہ کا نام بھی معین کر دیجیے۔ شیخ نے کچھ تامل کیا اور پوچھا تمہارا کیا نام ہے میں نے کہا محمد۔ پھر فرمایا کہ تمہارے چھوٹے بھائیوں کا۔ میں نے عرض کیا ایک کا نام سید لقمان۔ دوسرے کا سید داؤد آپ نے پھر تامل کیا اور دوسری مرتبہ بعینہ یہ تقریر فرمائی کہ اس کا نام محمود ہونا چاہیے۔ حضرت کی یہ تقریر سنتے ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ بزرگ شیخ نے یہ نام ربانی الہام سے تجویز فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے فرزند کی سعادت مندی و برخوداری کی کامل امید ہوگئی۔ خواجہ نظامی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ھر کہ زدل دامن پیران گرفت ۔ گنج بقازین رہ پیران گرفت

(جس شخص نے دل سے پیروں کا دامن پکڑا اس نے پیروں کی راہ سے بقا کا خزانہ حاصل کیا۔)

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جب سلطان محمد تغلق کی دولت وحشمت کا ستارہ شہاب ثاقب بن کر چمکا اور ممالک ہندوستان پر اس کا پورا تسلط ہوا تو اس نے شیخ نصیر الدین محمود کو جو باتفاق تمام عالم اپنے زمانہ کے شیخ تھے اور جمیع مخلوق آپ کی مرید و فرمانبردار تھی۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں لیکن باایں ہمہ محترم و معظم اور دین کے بزرگ شیخ نے اپنے پیروں کی اتباع کی وجہ سے تحمل و برداشت کو ضروری بات سمجھی اور اس کی تلافی و مکافات میں ذرا کوشش نہیں کی۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں اس بادشاہ کو ٹھٹھہ کی مہم پیش آئی (ٹھٹھہ ایک موضع کا نام ہے شہر دہلی سے ہزار میل کے فاصلہ پر) اور وہ اس مہم کے سر کرنے کے لیے خود وہاں گیا۔ چند روز کے بعد شیخ نصیر الدین محمود کو

علما اور بزرگان دین کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا اور جیسا کہ احترام واکرام کرنا چاہیے تھا ویسا نہیں کیا۔ آپ نے اس پر بھی برداشت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان محمد تغلق مر گیا اور تخت سلطنت سے اتر کر تختۂ تابوت میں بند ہوا اور اس کا جنازہ شہر میں لایا گیا الغرض لوگوں نے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سلطان محمد تغلق جو آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتا تھا اس کا سبب کیا تھا فرمایا مجھ میں اور خدا تعالیٰ میں ایک معاملہ تھا اس وجہ سے خدا نے سلطان محمد تغلق کو میری تکلیف دینے پر آمادہ کر دیا تھا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو اس انتہا درجہ کی گرمی کی وجہ سے کہ ان کے حق میں جائز رکھتا ہے ایک ایسے طریق کے ساتھ جو اسے معلوم ہے اس درجہ کو پہنچاتا ہے یعنی جوان سے لغزش ہوتی ہے اس کی دنیا ہی میں تلافی کر دی جاتی ہے تا کہ کل قیامت کے دن (جس کا وقوع یقینی ہے) انبیا و اولیا کے سامنے ان کا راز فاش نہ ہو اور اسی طرح معظم ومکرم رہیں۔ اس مطلب کی تصدیق کے لیے ایک حکایت احیاء العلوم سے نقل کی جاتی ہے۔

حکایت: بنی اسرائیل میں جو پیغمبر گزرے ہیں۔ ان میں ایک پیغمبر دین نام تھے (ان پر اور ہمارے نبی آخر الزمان پر خدا کا درود وسلام ہو) ایک دفعہ ان کے دلِ مبارک میں خطرہ گزرا جس کی وجہ سے ان پر عتاب الٰہی ہوا اور مواخذہ کیا گیا اور یہ اس وجہ سے کہ **المخلصون علی خطر عظیم** یعنی دوستانِ خدا کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں اور بلائیں ہیں۔ الغرض انہیں خداوندی فرمان پہنچا کہ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اس خطرے کی جزا تمہیں قیامت کے دن دی جائے یا دنیا ہی میں مل جائے۔ پیغمبر صاحب نے جواب میں کہا کہ میں یہ سزا دنیا ہی میں بھگتنا پسند کرتا ہوں تا کہ قیامت کے روز میدان عرصات میں انبیا اور اولیا کے سامنے کسی خطرہ کی وجہ سے نادم وشرمندہ نہ ہوں چنانچہ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک عورت ان پیغمبر صاحب کے نکاح میں آئی جس نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانی شروع کیں چونکہ پیغمبر صاحب کو معلوم تھا کہ یہ بلا اختیاری اور میری ہی پسند کی ہوئی ہے اس لیے ان نا قابل برداشت ظلموں اور جفاؤں کو دل سے قبول کرتے اور نہایت خوشی کے ساتھ سہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند عزیزان پیغمبر صاحب کے گھر میں مہمان ہوئے۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ انہیں اپنا مہمان کیا اور ان کے لیے گھر سے کھانا لانے کا ارادہ کیا لیکن جب گھر

میں جا کر کھانا مانگا تو عورت نے کھانا نہیں دیا اور اُلٹی جور و جفا سے پیش آئی پیغمبر صاحب نہایت منغص اور کبیدہ خاطر باہر تشریف لائے۔ مہمانوں نے ان کے چہرہ مبارک پر ناخوشی اور ملالت کے آثار دیکھ کر خاموشی اختیار کی غرضکہ پیغمبر صاحب نے چند مرتبہ ایسا کیا کہ گھر میں جاتے تھے اور باہر آتے تھے لیکن ہر بار عورت ظلم و ستم توڑتی تھی اور کوئی چیز نہیں دیتی تھی آخر کار مہمانوں سے ایک شخص نے پیغمبر صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے اپنے خطرہ کی کیفیت اور اس کی جزا دنیا ہی میں اختیار کر لینے کی تفصیل بیان کی۔ الغرض شیخ نصیر الدین محمود کی ذات ہمایوں صفات کو آخر عمر میں چند روز تک زحمت لاحق رہی اور آپ نے اسی زحمت کی وجہ سے اٹھارہویں ماہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ ہجری کو چاشت کے وقت دار فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ شیخ نصیر الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مکان ہی میں ایک مقام تھا جو ہمیشہ سے حضرت کا منظور نظر تھا چنانچہ لوگوں نے وہی مقام تجویز کر کے آپ کو وہاں دفن کیا۔ آپ کے روضۂ مبارک سے بوئے بہشت آتی ہے اور خلق کا قبلۂ حاجات مانا جاتا ہے رحمتہ اللہ علیہ واسعتہ۔

شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ

کانِ صفا معدنِ وفا ظاہر و باطن محبت و عشق سے آراستہ۔ عشق و محبت کے ذوق میں دنیا و عقبیٰ کی لذت سے دل برخاستہ موافقت دوست میں عزت باختہ شیخ قطب الدین منور ہیں (خدا تعالیٰ ان کی قبر کو انوار قدس سے منور و روشن کرے)

شیخ قطب الدین منور نور اللہ مرقدہ کے اوصاف اور کثرتِ بُکا اور درونی ذوق و شوق

آپ علم و عقل و وفا و عشق و ورع و بکا کے ساتھ موصوف و مشہور اور اسقاط تکلف کے ساتھ مخصوص تھے۔ غوغائے خلق کا مطلقاً خیال نہ رکھتے تھے اور اپنے آبا و اجداد کے اس گوشہ میں جہاں

انہوں نے اپنی عزیز عمریں خدا کی محبت وعبادت میں صرف کی تھیں انتہائے عمر تک نہایت خوشی کے ساتھ بسر کردی اور کسی وقت کسی طرح دنیا اور اہل دنیا کی طرف میل نہیں کیا۔ جو کچھ غیب سے تھوڑا بہت پہنچتا تھا اسی پر قناعت کرتے کسی کے دینے لینے کی کبھی کچھ پروا نہ کرتے کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

شیر نر بوسد بحرمت مرد قانع راقدم پیر سگ خاید بلدندان پائے مرد ہر درے

(شیر حرمت وعزت کے ساتھ قانع آدمی کے قدم کو بوسہ دیتا ہے اور جو شخص ہر دروازہ پر بیٹھتا ہے اس کے پاؤں کو بوڑھا کتا دانتوں سے چباتا ہے۔)

اس جلیل القدر اور محترم شیخ نے کسی وقت کسی صورت میں کسی دروازہ اور دربار کا منہ نہیں دیکھا اور اس کا پاؤں مبارک جو حقیقت میں اولیا کے سر کا تاج تھا بجز نماز جمعہ یا اپنے آباؤ اجداد کی زیارت کے کبھی جگہ سے نہیں ہلا۔ اور ہانسی سے کسی وقت قدم باہر نہیں نکلا۔ اطرافِ عالم میں خلائق جوق جوق سعادتِ قدم بوسی حاصل کرنے کی غرض سے خطۂ ہانسی میں آتی تھی جوان دنوں آپ کے وجود مبارک کی وجہ سے بہشت کا ایک خوشنما قطعہ نظر آتا تھا آپ حضرت سلطان المشائخ کے ایک معزز وممتاز خلیفہ تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کے عظیم الشان ومحترم خاندان کے چشم وچراغ تھے جن کی صدارت وامارت ہمیشہ غلام رہی ہے اور جنہیں ہر زمانہ میں خلافت کا معزز تمغہ ملتا رہتا ہے۔ آپ کے باطن مبارک میں عجب شوق اور عجب درد مضمر تھا جس کا بدیہی اثر یہ تھا کہ آپ کی تقریر دل کش سے دم بدم محبت وعشق کی آگ بھڑکتی تھی کسی عزیز نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

نازنینا مہر تو سوزے میان جان نہاد شعلہائے آتشین درسینۂ بریان نہاد

(اے نازنین تیری محبت نے ایک سوز جان میں پیدا کردیا ہے اور سینۂ بریان میں آگ کے شعلہ بھڑکائے ہیں۔)

اس عاشقِ صادق کے جگر سوز آنسو عشاق کی عشق کی آگ کو بھڑکاتے اور عشق ومحبت کو تیز کرتے تھے۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے

اے کان عشق ومایۂ سوزو نشان ودرد از گریۂ تو آتش عشاق شعلہ زد

(اے عشق کی کان سوز کی پونجی درد کے نشان تیرے گریہ سے عشاق کی آگ بھڑک اٹھی۔)

سبحان اللہ عجب زندگانی تھی کہ ساری عمر عزیز اپنے پیر کی محبت وشوق میں صرف کی۔ آپ کا حال یہ

تھا کہ جب آپ کے سامنے پیر کا نام لیا جاتا تو بمجرد نام کے سنتے ہی اس قدر گریہ و بکا غالب ہوتا کہ آپ کے رونے سے وہ لوگ بھی زار و قطار رونے لگتے جو راہ درویشی میں صادق ہوتے امیر خسرو فرماتے ہیں۔

بیاد قامتِ آن نازنین سرشک دو چشم　　　بھر زمین که بر آید درخت ناز بر آید

(اس نازنین کے قد کی یاد میں آنکھ کے آنسو جس زمین پر گرتے ہیں وہاں درخت ناز پیدا ہوتا ہے۔)
بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

درعشق تو حاصلم همیں گریۂ خون است
آخر نظرے کن که حال این سوخته چونست

(تیرے عشق میں مجھے بھی خون کا رونا حاصل ہوا ہے آخر دیکھ کہ اس سوختہ کی کیا کیفیت ہے۔)
شیخ قطب الدین منور اس انتہا درجہ کی حضوری اور باطنی محبت کی وجہ سے جو اپنے پیر کی خدمت میں رکھتے تھے سلطان المشائخ کی زیارت نہ کر سکے جیسا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز نے بوقت رخصت حضرت سلطان المشائخ سے فرمایا تھا کہ گو تم بظاہر ہم سے غائب ہو لیکن باطن میں ہر وقت ہمارے ساتھ ایک جا ہو۔ شیخ شیوخ العالم کے اس کہنے کا یہی مطلب تھا کہ زیارت کے لیے آمد و رفت کرنا کوئی چیز نہیں باطنی اعتقاد و محبت بڑے کام کی بات ہے۔ اسی لحاظ سے شیخ قطب الدین منور اپنے پیر کی زیارت کو کبھی نہیں گئے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

از بسکه دو دیده در خیالت دارم　　　در هر چه نگه کنم توئی پندارم

(از بسکہ میری دونوں آنکھیں تیرے خیال میں محو ہیں۔ میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تجھی کو تصور کرتا ہوں۔)
شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

از خیال تو بھر سو که نظرے کردم　　　پیش چشمم در و دیوار مصور مے شد

(تیرے خیال میں جس طرف میری نظر جاتی ہے ہر در و دیوار میں تو ہی نظر آتا ہے۔)

شیخ قطب الدین منور اور شیخ نصیر الدین محمود کے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے باعظمت دربار سے ایک ہی مجلس میں تمغۂ خلافت پانے کا بیان

روشن ضمیرانِ عالم پر واضح ہو کہ جب حضرت سلطان المشائخ کے حکم سے خلفاء کے خلافت نامے لکھے گئے جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت اسی باب کے ابتدا میں لکھی جا چکی ہے تو یہ دونوں بزرگ اس زمانہ میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے اول شیخ قطب الدین منور کو بلایا اور اپنے دست مبارک سے خلافت کا معزز خلعت دے کر وصیت فرمائی شیخ قطب الدین منور کا خلافت نامہ جو پہلے ہی تیار کیا گیا تھا سلطان المشائخ کی نظرِ مبارک میں یعنی آپ کے سامنے ان کے دست مبارک میں لوگوں نے دیا اور حکم ہوا کہ جاؤ دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کرو۔ شیخ منور فوراً جماعت خانہ میں آئے اور دوگانہ ادا کیا۔ یاروں نے آپ کو مبارکبادی دی اور آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اسی اثناء میں شیخ نصیر الدین محمود بلائے گئے اور آپ کو بھی خلعتِ خلافت عنایت کیا گیا اور حسب المعمول وصیت کی گئی لوگوں نے سلطان المشائخ کے سامنے خلافت نامہ ان کے دست مبارک میں دیا ابھی شیخ نصیر الدین محمود سلطان المشائخ کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہی تھے کہ شیخ قطب الدین منور دوبارہ طلب کیے گئے جب آئے تو سلطان المشائخ نے شیخ منور سے فرمایا کہ تم شیخ نصیر الدین محمود کو خلافت کی مبارکبادی دو۔ شیخ قطب الدین منور نے ایسا ہی کیا۔ ازاں بعد شیخ نصیر الدین محمود کو حکم ہوا کہ تم شیخ قطب الدین منور کو خلافت کی مبارکبادی دو۔ شیخ نصیر الدین محمود نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اب تم دونوں باہم بغل گیر ہو جاؤ کیونکہ تم دونوں آپس میں بھائی ہو۔ تقدیم و تاخیر کا کچھ خیال نہ رکھو۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ دونوں بزرگ اس ابدی سعادت اور سرمدی دولت سے مالا مال ہو کر سلطان المشائخ کی خدمتِ مبارک سے اٹھ کر باہر تشریف لائے تو شیخ نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین منور کی طرف متوجہ ہو کر کہا

کہ سلطان المشائخ نے جو وصیت تمہیں کی ہے اسے مجھ پر ظاہر کرو تا کہ میں اس وصیت کو جس میں سلطان المشائخ نے مجھے حکم فرمایا ہے تمہارے آگے بیان کروں۔ شیخ قطب الدین منور نے کہا۔ برادرِ من! سلطان المشائخ نے جو وصیت مجھے فرمائی ہے وہ حقیقت میں ایک مخفی بھید ہے جسے حضور نے اپنے غلام پر ظاہر کیا ہے۔ اب تم ہی انصاف کرو کہ یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پیر کا بھید کسی پر ظاہر کیا جائے تمہارا بھید تمہارے ساتھ اور میرا بھید میرے ساتھ ہے۔ سلطان المشائخ نے جو وصیت اپنی زبان دُر فشاں پر جاری فرمائی ہے وہ اس شعر کے بہت ہی مناسب ہے۔

عشقے کہ زتو دارم اے شمع چگل　　دل داند و من دانم و من دانم و دل

(تیرے عشق میں جو میرا حال ہے اس کو میں اور میرا دل ہی جانتا ہے۔)

شیخ نصیر الدین محمود نے اس جواب دل کشا کی تعریف کی اور انصاف سے کہا کہ واقعی یہی بات ہے جو تم نے بیان کی۔ معتبرین ثقات سے منقول ہے کہ جب شیخ قطب الدین منور رخصت ہونے لگے تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ قطب الدین منور! عوارف کا وہ نسخہ جو شیخ جمال الدین ہانسوی تمہارے جد بزرگوار نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے خلافت کا معزز تمغہ پانے کے وقت حاصل کیا تھا اور جب دنوں میں کہ یہ ضعیف شیخ شیوخ العالم کے حضور سے سعادتِ خلافت حاصل کر کے ہانسی میں شیخ جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تھا اور انہوں نے پرلے درجے کی تربیت و پرورش کے بعد عوارف کا یہ نسخہ میرے آگے رکھ کر فرمایا تھا کہ میں نے یہ نسخہ بڑی بڑی نعمتوں کے ساتھ شیخ شیوخ العالم سے حاصل کیا ہے۔ آج تمہیں اس امید پر بخشش کرتا ہوں کہ میری اولاد میں سے ایک فرزند تم سے تعلق پیدا کرے گا تم اس کے حق میں ان دینی و دنیاوی نعمتوں میں سے جو تمہارے ساتھ ہیں کوئی نعمت دریغ نہ رکھو اور اسے ان نعمتوں سے سرفراز کرو۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا اب میں یہ نسخہ مع ان نعمتوں کے تمہیں بخشتا ہوں تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور احتیاط و حفاظت سے رکھو۔ چنانچہ وہ نسخہ اس وقت تک شیخ قطب الدین منور کے واجب الاحترام خاندان میں موجود ہے یعنی آپ کے فرزند رشید ستودہ صفات شیخ زادہ نور الدین نور اللہ قلبہ بنور المعرفتہ کے پاس ہے جو الولد سر لابیہ کے مطابق اپنے آبا و اجداد کی سیرت پر چلتے ہیں خدا سے امید ہے یہ فرزند نونہال دلوں کا قبلہ ٹھہرے اور بتعظیم تمام اس نسخے کو محفوظ رکھے۔

شیخ قطب الدین منور رحمتہ اللہ علیہ کی بعض کرامات

منقول ہے کہ شیخ قطب الدین منور کی نسبت حاسدوں نے سلطان محمد ابن تغلق انار اللہ برہانہ سے طرح طرح کی چغلیاں کھائیں اور آپ کی طرف وہ وہ باتیں لگائیں جو بادشاہ کے مزاج کے سراسر مخالف تھیں اگرچہ اس لگائی بجھائی سے بادشاہ کا مزاج بگڑ گیا لیکن اسے کوئی ایسی بات ہاتھ نہ لگی جس کی وجہ سے شیخ قطب الدین جیسے بزرگ کو کچھ کہے یا کسی طرح کا مکابرہ کرے اس لیے اس نے چاہا کہ اول شیخ کو دنیا سے فریفتہ کرے بعدہ اس قوت سے خصومت وایذا کا دروازہ کھولے۔ اس بنا پر بادشاہ نے دو گاؤں کا فرمان شیخ کے نام لکھوا کر صدر جہان مرحوم یعنی قاضی کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ فرمان شیخ قطب الدین منور کے پاس لے جاؤ اور جس طرح ممکن ہو اور جو طریقہ کہ تم جانتے ہو ایسا کرو کہ شیخ اسے قبول کرے قاضی کمال الدین صدر جہان مغفور ہانسی میں آئے اور بادشاہ کا فرمان دستار میں لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں گئے۔ جب شیخ نے سنا کہ صدر جہان آئے ہیں تو آپ چبوترے کے اس طاق میں جہاں شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا قدم مبارک پہنچا ہے بیٹھ گئے۔ قاضی کمال الدین نے نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا اور بادشاہ کا فرمان شیخ کے سامنے رکھ دیا اور اس کی طرف سے بہت سے اخلاص ومحبت کا اظہار کر کے کہا کہ بادشاہ آپ کا کمال معتقد ہے اور اسے شیخ کی خدمت میں بہت کچھ اخلاص ومحبت ہے۔ شیخ قطب الدین منور نے فرمایا کہ جس زمانہ میں سلطان ناصر الدین اوچہ اور ملتان کی طرف جاتا تھا تو اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن الغ خان تھا وہ بادشاہ کے حکم سے دو گاؤں کا فرمان لے کر شیخ شیوخ فرید الحق والدین کی خدمت میں پہنچا شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ ہمارے پیروں نے اس قسم کے فتوح قبول نہیں کی ہیں اس کے طالب دنیا میں اور بہت ہیں انہیں دنیا چاہیے ہم نہیں لیتے چنانچہ یہ بیان شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز کی کرامات کے بیان میں نہایت بسط وشرح کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔ اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد شیخ قطب الدین منورؒ نے قاضی کمال الدین سے یہ بھی فرمایا کہ تم صدر جہان اور مسلمانوں کے واعظ ہو اگر کوئی شخص اپنے پیروں کے طریقہ کی مخالفت کرے تو تمہیں اسے نصیحت کرنا اور اس خیال واہی سے منع کرنا چاہیے نہ کہ اُلٹی ترغیب وخواہش دو۔ قاضی کمال الدین شیخ

قطب الدین منور کا یہ جواب سن کر نہایت شرمندہ ہوئے اور معذرت کر کے سامنے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان محمد ابن تغلق کی خدمت میں پہنچ کر شیخ منور کی عظمت و کرامت کا ذکر کیا اور ان کی بزرگی و جبروت کی اس ڈھنگ سے تقریر کی کہ سلطان کا دل بالکل نرم ہو گیا اور جو شکوک شیخ کی طرف سے حاسدوں نے بادشاہ کے دل میں ڈال دیے تھے یک لخت مٹ گئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ قطب الدین منور یاد حق میں مشغول تھے کہ ایک قلندر آیا اور حماقت و بے حیائی کی باتیں کرنی شروع کیں اور بے ادبی اور گستاخی کرنے لگا۔ شیخ جو اسے دیتے تھے اس پر قانع نہ ہوتا تھا اور حرص و خواہش کی وجہ سے کچھ زیادہ مانگتا تھا جب اس نے بہت ہی گستاخی کی اور بے شرمی کی حد سے تجاوز کر گیا تو شیخ نے فرمایا اول اس مردار کو جو کمر میں باندھ رکھا ہے خرچ کر ڈال پھر مانگیو۔ اس وقت سید جمال الدین آپ کے مرید و معتقد خدمت میں کھڑے ہوئے تھے جوں ہی شیخ نے زبان سے یہ الفاظ سنے فوراً درویش کو لپٹ گئے اور س کی کمر سے کافی مقدار سونے کی نکال لی۔ کاتب حروف نے خواجہ کافور سے جو درویشوں کے باب میں نہایت پاک واعتقاد رکھتے تھے سنا ہے کہتے تھے کہ میں ایک دفعہ تین اور آدمیوں کے ساتھ بادشاہ وقت کے قید خانہ میں محبوس کیا گیا تھا اور ایسی صورت واقع ہوئی تھی کہ ہم چاروں آدمیوں نے مال و جان کے خیال سے ہاتھ اٹھالیا اور حیات عزیز سے دل برداشتہ ہو کر صاحب دلوں کے پُر اثر نفس اور مقبول دعا پر کان رکھ دیئے تا کہ شاید کسی مخلص اور صادق نفس کی دعا کے تصدق رہائی پائیں چنانچہ ہم چار آدمیوں نے اتفاق کر کے شہر دہلی سے ایک شخص کو شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ تو اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہمارے لیے فاتحہ کی درخواست کر لیکن ہمارے قید ہونے کی کیفیت بیان نہ کی جیئے۔ جب وہ شخص دہلی سے چل کر اس صاحبدلان عام کے سرتاج کی خدمت میں پہنچا تو بعد سعادت قدم بوسی کے فاتحہ کی التماس کی۔ شیخ نے فاتحہ پڑھی۔ ازاں بعد فرمایا کہ وہ چار شخص جو بادشاہ کی قید میں گرفتار ہیں ان میں سے تین آدمی تو نجات پائیں گے لیکن چوتھا شخص گرچہ میرا مرید و معتقد ہے لیکن اس کی کمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے اور عنقریب چھلکنا ہی چاہتا ہے۔ جوں ہی یہ بات شیخ قطب الدین منور کی زبان مبارک پر جاری ہوئی وہ شخص وہاں سے لوٹ آیا اور ہمیں خوشخبری پہنچائی۔ اس کے چند روز بعد ہم تین آدمیوں نے قید سے رہائی پائی اور چوتھا شخص ساغر شہادت منہ سے لگا کر راہی جنت ہوا۔

شیخ قطب الدین منور قدس اللہ سرہ کا سلطان محمد تغلق سے ملاقات کرنا

ثقات سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں سلطان محمد تغلق خطہ ہانسی کی طرف گیا اور بنسی میں نزول اجلال فرمایا جو ہانسی سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے تو نظام الدین عرف مخلص الملک کو جو ظلم وستم کی مجسم تصویر تھا ہانسی کے قلعہ کے دیکھنے کے لیے بھیجا تا کہ قلعہ کی درستی وخرابی کی کیفیت معلوم کرے جب نظام الدین تلاش وتفتیش کرتا ہوا شیخ قطب الدین منور کے مکان کے قریب پہنچا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے جواب دیا سلطان المشائخ کے معزز خلیفہ شیخ قطب الدین منور کا۔ کہا تعجب کی بات ہے کہ یہاں بادشاہ آئے اور یہ شیخ اس کی ملاقات کو نہ جائے۔ الغرض جب نظام الدین قلعہ کی کیفیت معلوم کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا او رواقعی حال بیان کیا تو اثناء گفتگو میں یہ بھی بیان کیا کہ یہاں سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ایک شخص رہتا ہے مگر افسوس ہے کہ بادشاہ کی زیارت کو نہیں آیا۔ بادشاہ کی نخوت وغرور کی رگ حرکت میں آئی اور اس نے فوراً شیخ حسن سر برہنہ کو جو سر سے پاؤں تک صورتِ جاہ وتکبر تھا۔ شیخ قطب الدین منور کے لانے کے لیے بھیجا۔ حسن برہنہ شیخ قطب الدین منور کے مکان کے متصل پہنچا تو ہمراہیوں کو مکان سے دور چھوڑ دیا اور تنہا پیادہ آ کر شیخ کے مکان کی دہلیز میں زانو پر سر رکھ کر بیٹھ گیا اور اس طرح بیٹھا کہ کوئی شخص اسے دیکھ نہ سکے۔ اس بات کو تھوڑا عرصہ گزر گیا شیخ منور باورچی خانہ کے کوٹھے پر جو دہلیز کے پاس ہی تھا مشغول بحق تھے جب مشغولی سے فارغ ہوئے تو نور باطن سے معلوم کیا کہ حسن سر برہنہ دہلیز میں بیٹھا ہوا ہے آپ نے شیخ زادہ نور الدین سے فرمایا کہ ایک آنے والا شخص دروازہ کے پاس منتظر ہے اسے طلب کر کے یہاں لے آؤ۔ شیخ زادہ دہلیز میں آیا تو شیخ حسن سر برہنہ کو اسی ہیئت پر بیٹھا پایا اس پر شیخ زادہ نے فرمایا کہ تمہیں شیخ بلاتے ہیں۔ حسن سر برہنہ شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں آیا اور سلام کے بعد مصافحہ کر کے بیٹھ گیا پھر کہا کہ حضور کو بادشاہ نے یاد کیا ہے شیخ منور نے فرمایا کہ اس بلانے میں مجھے اپنا مختار کیا ہے کہ نہیں حسن نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ مجھے شاہی حکم ہوا ہے کہ آپ کے پاس آؤں اور بادشاہ کے پاس لے جا کر حاضر کروں فرمایا الحمد اللہ کہ میں اپنے اختیار سے بادشاہ کے پاس نہیں جاتا ہوں۔ اس

کے بعد آپ نے اپنا منہ مبارک اہل خانہ کی طرف کر کے فرمایا کہ میں نے تمہیں خدا کو سونپا۔ یہ کہہ کر مصلاً کندھے پر ڈالا لکڑی ہاتھ میں لی اور پیادہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ اپنے آباؤ اجداد کے خطیرہ کے پاس پہنچے تو شیخ حسن سر برہنہ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں اپنے بزرگوں کی زیارت کروں۔ کہا بہتر ہے شیخ منور اپنے جدِ بزرگوار اور واجب الاحترام والد کی قبروں کی پائینتی کی طرف گئے اور زیارت کے بعد عرض کیا کہ میں آپ کے بتائے ہوئے گوشہ اور اپنے گھر سے بااختیار خود نہیں نکلا ہوں بلکہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے آدمی کشاں کشاں لیے جاتے ہیں مجھے بجز اس کے کسی بات کا افسوس نہیں کہ چند بندگانِ خدا کو بے خرچ اور بغیر کسی ظاہری بھروسہ کے چھوڑے جاتا ہوں یہ کہہ کر وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ جب روضہ سے باہر آئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ کافی مقدار چاندی ہاتھ میں لیے کھڑا ہے۔ شیخ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت میں نے منت مانی تھی میرا مطلب حاصل ہو گیا۔ یہ آپ کی خدمت میں شکرانہ لایا ہوں شیخ نے اس شکرانہ کو قبول کر کے فرمایا۔ میرے گھر والے بے خرچ ہیں اس رقم کو انہیں پہنچا دے۔ خلاصہ یہ کہ جب شیخ مقام ہنسی میں پیادہ پہنچے جو ہانسی سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع تھا تو سلطان کو شیخ کے آنے کی خبر ہوئی اور شیخ حسن سر برہنہ نے جو معاملہ اس بزرگ کا اپنی آنکھ سے دیکھا تھا بے کم وکاست بادشاہ سے ظاہر کر دیا لیکن بادشاہ نے انتہا درجہ کی تکبر ونخوت کی وجہ سے اغماض کیا اور شیخ کو اپنے سامنے طلب کر کے روانہ دہلی ہو گیا۔ دہلی میں پہنچ کر دوبارہ شیخ کو ملاقات کے لیے طلب کیا۔ جب شیخ بادشاہ کی ملاقات کو جانے لگے تو آپ نے سلطان السلاطین فیروز شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ سے مل کر پوچھا جو اس زمانہ میں نائب باربک تھے کہ ہم درویش لوگ ہیں بادشاہوں کی مجلس میں جانے اور ان سے باتیں کرنے کے آداب نہیں جانتے تم جیسا اشارہ کرو ویسا ہی کیا جائے۔ اس بادشاہ حلیم وکریم نے شیخ کے جواب میں کہا کہ چونکہ میں نے سنا ہے کہ چغل خوروں نے آپ کی بابت بادشاہ سے بہت سی بیہودہ باتیں لگائی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ بادشاہوں اور سلاطین کی طرف مطلق ملتفت نہیں ہوتے ان کی ذرہ بھر مراعات نہیں کرتے۔ اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ کو بادشاہ کی خدمت میں تواضع اور نرمی واخلاص کرنا چاہیے۔ غرضکہ آپ بادشاہ کی طرف چلے۔ جس اثناء میں کہ شیخ سلطان کی طرف جا رہے تھے شیخ زادہ نور الدین (خدا انہیں مردانِ کامل کے رتبہ کو پہنچائے) شیخ کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے بادشاہ کے دربار کے امرا وزرا کے ہجوم نے اس کے دل پر رعب ڈالا اور درباری ہیبت نے اس قدر اثر کیا

کہ دل قابو سے نکل گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ زادہ کم عمر اور نا تجربہ کار تھا۔ کبھی بادشاہوں کا دربار نہ دیکھا تھا اور سلاطین کی شوکت و عظمت کا مشاہدہ نہ کیا تھا اسی اثناء میں شیخ قطب الدین منور نور باطن سے شیخ زادہ کے احوال پر مطلع ہوئے اور سر نیچے کر کے فرمایا۔ بابا نورالدین العظمة والکبریاء للہ۔ یعنی ساری عظمت و بزرگی خاص خدا کے لیے ہے۔ جوں ہی شیخ زادہ کے کان میں یہ لفظ پڑے باطن میں ایک طرح کی تقویت ظاہر ہوئی اور اطمینان و تسلی حاصل ہوئی حتی کہ وہ رعب و ہیبت ان کے دل سے بالکل جاتا رہا اور دربار کے امرا و وزراان کی نظر میں بکریوں جیسے معلوم ہونے لگے۔ چونکہ بادشاہ کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ اس وقت شیخ تشریف لائیں گے لہذا وہ بیٹھے بیٹھے دفعتہً کھڑا ہو گیا۔ اور کمان ہاتھ میں لے کر تیر اندازی میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ شیخ قطب الدین منور قدس اللہ سرہ العزیز تشریف لائے۔ جب بادشاہ نے شیخ کے فراخ و نصیبہ ور پیشانی میں مردان حق کی علامتیں دیکھیں تو بڑی تعظیم سے پیش آیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا شیخ نے مصافحہ کرتے ہوئے بادشاہ کا ہاتھ ایسی مضبوطی کے ساتھ پکڑا کہ پہلی ہی ملاقات میں ایسا جبار و قاہر بادشاہ جس نے اولیاء خدا کو تیغ ظلم سے خاک و خون میں ملایا تھا بدل معتقد ہو گیا اور کہا مجھے صرف اس بات کا رنج اور رنج کے ساتھ افسوس ہے کہ میں آپ کے شہر میں گیا اور آپ نے کسی قسم کی تربیت نہیں فرمائی اور اپنی ملاقات سے مشرف و معزز نہیں فرمایا۔ شیخ نے فرمایا کہ اول تو آپ ہانسی کو دیکھیئے پھر اس درویش بچہ کی طرف نظر کیجیے۔ یہ درویش اس قدر وقعت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کی ملاقات کو جائے۔ ہاں تنہا گوشہ میں بیٹھ کر بادشاہ اور تمام مسلمانوں کی دعا گوئی میں مشغول رہتا ہے اور جب یہ ہے تو مجھے اس عتاب سے معذور رکھنا چاہیے۔ سلطان محمد کا دل شیخ قطب الدین منور کے اخلاق وصفات اور آپ کی دلکشا تقریر سے جو تصنع اور بناوٹ سے محض خالی تھی موم کی طرح پگھل گیا۔ سلطان السلاطین فیروز شاہ کو جو جبلی حلم اور فطری اخلاق سے موصوف تھے حکم کیا کہ جو شیخ کا مطلوب و مقصود ہو اس کی فوراً تعمیل کی جائے۔ شیخ قطب الدین منور نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھ فقیر کا مقصود و مطلوب وہی اپنے آبا و اجداد کا کونہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد شیخ کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا اور آپ وہاں سے پلٹ کر ہانسی میں تشریف لے آئے۔ منقول ہے کہ اعظم ملک کبیر معظم مرحوم و مغفور جو عدل و خلق اور کرم و فتوت کے ساتھ موصوف تھا۔ کہتا تھا کہ سلطان محمد مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ زمانہ میں جس نے مصافحہ کے وقت میرا ہاتھ پکڑا ضرور اس کا ہاتھ کانپنے لگا مگر بزرگ شیخ منور نے اپنی دینی قوت

سے میرا ہاتھ نہایت مضبوطی سے پکڑا اور ذرہ لرزہ واقع نہیں ہوا۔ مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ بزرگ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کی باتیں حاسدوں نے مجھ تک پہنچائی ہیں۔ میں اس کی پیشانی سے دین کی ہیبت سے مرعوب ہوا اور صاف تاڑ گیا کہ یہ نہایت بزرگ شخص ہیں اس کے بعد بادشاہ نے سلطان السلاطین فیروز شاہ کو اور مولانا ضیاء الدین برنی کو شیخ منور کی خدمت میں ایک لاکھ تنکہ دے کر بھیجا کہ شیخ کے حضور میں بطریق نذر پیش کریں شیخ منور نے فرمایا۔ نعوذ باللہ کہ یہ درویش لاکھ تنکہ قبول کرے۔ جب یہ دونوں صاحب شیخ سے رخصت ہو کر سلطان کی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ شیخ آپ کے اس عطیہ کو قبول نہیں فرماتے تو حکم ہوا کہ اچھا پچاس ہزار تنکہ جا کر دو۔ دونوں بزرگ پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے انہیں بھی قبول نہیں کیا۔ ازاں بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اگر شیخ یہ مقدار بھی قبول نہ فرمائیں گے تو خلق مجھے کیا کہے گی میری سخت بے عزتی ہو گی اور لوگ مجھے نظر حقارت سے دیکھیں گے۔ جب اس گفتگو نے بہت طول پکڑا تو سلطان السلاطین فیروز شاہ اور مولانا ضیاء الدین برنی نے مجبور ہو کر ایک ہزار تنکہ پیش کیئے اور کہا کے ہم بادشاہ کے سامنے اس مقدار سے کم ہرگز بیان نہیں کر سکتے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شیخ اس قدر بھی قبول نہیں فرماتے۔ پس یہ آپ کو ضرور قبول کرنا پڑے گا۔ شیخ نے فرمایا سبحان اللہ درویش کو صرف دو سیر کھچڑی اور ایک دانگ گھی کفایت کرتا ہے وہ ہزاروں لے کر کیا کرے گا۔ لیکن اس کے بعد آپ نے مخلصوں کی کمال اصرار و الحاح اور بادشاہ کی دفع مضرت کے لیے دو ہزار بہزار حیلہ قبول کیئے۔ اور اس میں سے اکثر حصہ تو سلطان المشائخ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کے روضۂ اقدس اور شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں بھیجا اور جو باقی رہا اسے ہر کس و ناکس کو تقسیم کر دیا پھر چند روز کے بعد عظمت و کرامت اور نہایت وقعت و عزت کے ساتھ ہانسی کی جانب روانہ ہو گئے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر قدم بر چشم ما خواہی نہاد دیدہ در رہ مے نہم تا میروی
دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

(اگر تو میری آنکھوں کے رستہ آنا چاہے میں آنکھوں کی پتلیاں راستہ میں بچھاؤں گا۔ سعدی کی جان اور آنکھیں تیرے ساتھ ہیں تجھے اکیلا ہوتے کا خیال نہ ہونا چاہیے۔)

شیخ منور نور اللہ قبرہ با نوار القدس کا سماع سننا

کاتب حروف محمد مبارک العلوی المدعو با میر خورد عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں شیخ قطب الدین منور کو سلطان محمد دہلی میں اپنے ساتھ لایا تو ان ایام میں سلطان المشائخ کے روضہ میں عرس کی دعوت تھی اس مجمع میں شیخ قطب الدین منور اور مولانا شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ اروا حہم موجود تھے وہ انوار سعادت جو اس سماع میں غیب سے نازل ہو رہے تھے کاتب حروف برابر مشاہدہ کر رہا تھا۔ شیخ منور کو سماع میں عجیب گریہ و ذوق اور صفائی حاصل تھی۔ آنسوؤں کے قطرے آپ کے چشم مبارک سے ڈاڑھی شریف پر ٹپک ٹپک کر اس طرح بہتے تھے جیسے چمکیلے موتی مصفا فرش پر لڑھکتے ہیں۔ آپ اس مجلس میں عین حالت رقص میں سر مبارک حاضرین مجلس کے قدموں میں رکھتے اور زار و قطار روتے تھے۔

پائے بزرگان گرفت گریۂ عشاق تو

اور یہ بیت زبان حال سے فرماتے تھے۔

زندہ ام بیاد شیخ بلے جان من یاد شیخ شد آرے

(میں اپنے شیخ کی یاد میں زندہ ہوں۔ فی الواقع شیخ کی یاد میری جان ہے۔)

شیخ قطب الدین منور کے اس ذوق و شوق کا اثر جو آپ کو اس مجلس میں حاصل تھا کاتب حروف اپنے دل میں اس وقت تک محسوس پاتا ہے اور اس عاشقانہ انبساط کا مزا اب تک زبان پر موجود ہے۔ وہ شخص نہایت مبارک ہے جس کی یاد سے دلوں کو راحت میسر ہو۔ یہ ضعیف کہتا ہے

خوشوقت آن کسے کہ ازو راحتے رسد برجان اھل عشق کہ مشتاق حضرت اند

ان ہی دنوں کا یہ بھی ذکر ہے کہ شیخ قطب الدین منور سلطان المشائخ کے روضہ میں ایک رات مشغول ہوئے

شب محرم عاشقان است شبهاش طلب

اور اپنے مخدوم و شیخ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگے۔ کاتب حروف کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ

علیہ نے کھانا پکا کر میرے ہاتھ اس اہل محبت کے سردار کی خدمت میں بھیجا میں دیکھتا ہوں کہ یہ بزرگوار چہار دری عمارت کے اندر خواجہ جہان مرحوم کے گنبد کے متصل قبلہ رخ حضوری تمام کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ جب میری نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو دیکھتا ہوں کہ ایک جلیل الشان اور مقتدر بادشاہ صاحبِ ولایت جلوس فرما ہے جس کا ظاہر اس کے عشق آمیز باطن کی حکایت بیان کر رہا ہے وہ صفائی و ذوق عجیب و غریب صفائی و ذوق ہے جو حق تعالیٰ نے ان کی مبارک ذات میں ودیعت رکھی تھی۔ آپ کھانا کھاتے جاتے اور نہایت خوش آئند مسکراہٹ کے ساتھ میں اس سے فرماتے جاتے تھے کہ یہ کھانا تمہاری انہیں بزرگوار دادی کے ہاتھ کا پکا ہوا ہے جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت رکھتی تھیں میں نے کھانا بہت کھایا اور نہایت رغبت سے کھایا ہمارے تم پر اور تمہارے ہم پر بے انتہا حقوق ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ انہیں اسی طرح سے پیوستہ رکھے۔ کاتب حروف کو چونکہ محترم و برگزیدہ شیخ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اس لیے امید ہے کہ خدا اس کے سر پر بخشش کا تاج رکھے کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم. من اکل مع مغفور فقد غفر لہ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی بخشے ہوئے کے ساتھ کھانا کھاتا ہے خدا اسے بھی بخش دیتا ہے۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

مولانا حسام الدین ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

زاہدِ روحانی عابد سبحانی مولانا حسام الملتہ والدین ملتانی سلطان المشائخ کے ممتاز و اولغرم خلیفہ ہیں جو علم و تقوی اور ورع و زہد میں ایک کامل آیت تھے۔ آپ کو علم فقہ میں انتہا درجہ کی مہارت تھی۔ ہدایہ کی دونوں جلدیں حفظ تھیں اور ان کے تمام مطالب نوک زبان تھے۔ علم سلوک میں قوت القلوب اور احیاء العلوم دونوں جامع جلدیں ازبر تھیں اور باوجود ان تمام بزرگیوں اور فضائل کے زائد الحر میں اور صاحب تصنیفین تھے۔

مولانا حسام الدین کی عظمت و بزرگی اور ان پر سلطان المشائخ کی عنایات اور مہربانیاں

مولانا حسام الدین زہد و ورع کی مجسم تصویر اور اتقاو پرہیز گاری کی مجسم تصویر تھے۔ آپ کا طریقہ بالکل طریقۂ سلف تھا اور آپ کا معاملہ بالکل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسا معاملہ تھا آپ اعلیٰ درجہ کے یاروں میں مشہور اور بزرگوں کے گروہ میں معروف تھے۔ سلطان المشائخ نے آپ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ شہر دہلی مولانا حسام الدین کی حمایت میں ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ بزرگ بازار میں چلے جاتے تھے کہ آپ کے کندھے مبارک سے مصلاً گر پڑا اور اس انتہا درجہ کے باطنی شغل سے جو آپ کو حاصل تھا مصلاً گرنے کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔ جب تھوڑی دور چلے تو ایک شخص نے عقب سے آواز دی کہ شیخ آپ کا مصلا گر پڑا ہے اگرچہ چند مرتبے شیخ شیخ کہہ کے آواز دی مگر چونکہ آپ اپنے تئیں شیخ نہ جانتے تھے اس لیے آپ نے اس نام کو اپنے میں راہ نہ دی یہاں تک کہ آواز دینے والے نے مصلا زمین سے اُٹھایا اور مولانا کے پیچھے دوڑا اور آپ سے مل کر عرض کیا حضرت میں نے کئی مرتبے آواز دی کہ آپ کا مصلا گر پڑا ہے اسے لیتے جائیے مگر حضور نے نہیں سنا۔ فرمایا۔ عزیز من! میں شیخ نہیں ہوں نہ یہ مرتبہ رکھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھے بالکل خیال نہیں گزرا کہ تو مجھے آواز دے رہا ہے۔ الغرض اس بزرگ اور فخر خاندان وقوم کو ناموری اور شہرت سے یہاں تک احتراز تھا کہ شیخ کے نام سے نہیں بولتے تھے۔ منقول ہے کہ جب یہ بزرگ خانہ کعبہ کی زیارت سے فارغ ہو کر لوٹے اور اس شہر میں تشریف لائے تو جمعہ کا روز تھا آپ سیدھے کیلوکھری کی جامع مسجد میں پہنچے اور سلطان المشائخ کا اول اول قاعدہ تھا کہ صبح کی نماز کے بعد کیلوکھری کی جامع مسجد کی طرف جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے جانے کا اہتمام فرماتے اور وہاں پہنچ کر مشغول بحق ہوتے۔ کیلوکھری میں آپ کے قیلولہ اور وضو کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا نہایت صاف مکان لوگوں نے بنا دیا تھا۔ مولانا حسام الدین وہاں چاشت کے وقت پہنچے اور دل میں ٹھان لیا کہ میں اب تو مسجد کے کسی گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جاؤں اور نماز کے بعد سلطان المشائخ کی قدم بوسی حاصل کروں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ چونکہ سلطان المشائخ کو

نور باطن سے معلوم ہو گیا تھا کہ مولانا حسام الدین ابھی مکہ معظمہ سے آئے ہیں اور اسی مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں جاؤ انہیں ڈھونڈ کر لے آؤ۔ خواجہ ابوبکر مصلی دار نے مسجد کے کونے کونے میں ٹٹولنا شروع کیا۔ ایک گوشہ میں دیکھتے ہیں کہ مولانا حسام الدین بیٹھے ہوئے مشغول ہیں۔ سلام کیا اور کہا آپ کو سلطان المشائخ بلا رہے ہیں۔ یہ سن کر مولانا متحیر ہوئے اور دل میں کہا اگر چہ میں چھپ کر اس گوشہ میں آ کر بیٹھا لیکن چونکہ سلطان المشائخ مکاشف عالم ہیں ان سے چھپ نہ سکا۔ الغرض مولانا نے سلطان المشائخ کی سعادت قدم بوسی حاصل کی اور آپ کی عنایتوں اور مہربانیوں کے ساتھ مخصوص وممتاز ہوئے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہے اسے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی علیحدہ نیت کرنا اور اسی نیت سے جانا چاہیے۔ تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خاص کا مستحق ہو۔ کسی کے طفیل میں زیارت نہ کرے۔ مولانا حسام الدین سلطان المشائخ کی یہ بات سنتے ہی فوراً تاڑ گئے کہ سلطان المشائخ نے یہ بات خداوندی الہام سے فرمائی ہے آپ نے اسی وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت مصمم کر لی اور زیارت کے لیے دوبارہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ زہے عنایت پیر جو مرید کی ترقی درجات پر مبذول ہوا اور زہے خوب اعتقاد مرید کہ پیر کے حکم قبول کرنے اور اس کے فرمان کے جاری کرنے میں جان تک دریغ نہ کرے۔

مولانا حسام الدین ملتانی، مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤ الدین نیلی قدس اسرارہم العزیز کی باہمی ملاقات

واضح ہو کہ ایک دفعہ مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤ الدین نیلی رحمۃ اللہ علیہما ایک ساتھ ملک اودھ سے سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے سلطان المشائخ کا قاعدہ تھا کہ جب اودھ کے یار آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے تو آپ کی سعادت قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد انہیں حکم ہوتا تھا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار نور اللہ تربتہ کی زیارت کو جاؤ اور جب یہ دولت و سعادت حاصل کر چکو تو شہر میں آ کر یارانِ شہر سے ملاقات کرو۔ اس قاعدہ اور حکم کے مطابق مولانا شمس الدین اور مولانا علاؤ الدین شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ کی زیارت کو گئے اور

جب وہاں سے لوٹ کر شہر میں آئے تو بعض عزیزوں سے ملاقات کی۔ یکے بعد دیگرے مولانا حسام الدین ملتانی کی بھی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن اتفاق سے اس وقت مولانا گھر میں تشریف نہ رکھتے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت مختصر سا اور ویشانہ چھپر کچھ پرانا پڑا ہے اور یہی آپ کی سکونت کا مقام ہے چنانچہ خواجہ سنائی کہتے ہیں۔

چون گلوگاہ نائے و سینہ چنگ	داشت لقمان یک گزیچے تنگ
چیست این خانہ شش بلست وسہ پے	بوالفضولے سوال کرد زوے
گفت ھذا لمن یموت کثیر	بادل سرد چشم گریان پیر

(لقمانؒ کا گھر نہایت تنگ تھا جیسے نے کا گلا اور چنگ کا ہوتا ہے ایک فضول شخص نے ان سے کہا کہ یہ چھ بالشت اور تین قدم کا کیا گھر ہے لقمان نے بادل سرد اور چشم گریان کہا کہ شخص فانی کے واسطے یہ گھر بہت کافی ہے۔)

یہ حضرت اس گھر کو دیکھ کر ابھی حیرت و تعجب ہی میں تھے کہ سامنے سے مولانا حسام الدین نمودار ہوئے دونوں بزرگوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور سلام علیک کے بعد مصافحہ و معانقہ سے پیش آئے اس وقت مولانا کی یہ حالت تھی کہ ایک سبز کرتا نہایت میلا کچیلا پہنے ہوئے تھے اور ایک دست مبارک میں تو تھوڑی سی کھچڑی دستار میں بندھی ہوئی تھی اور دوسرے میں قدرے ایندھن تھا ان دونوں بزرگوں نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر باہم کہا کہ حقیقت یہ ہے سلف صالحین کا طریقہ یہی ہے اور مسلمانی اس کا نام ہے۔ الغرض باہم ملاقات کرنے کے بعد مولانا شمس الدین یحیٰی نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ایندھن مجھے دے دیجیے اور مولانا علاؤ الدین نیلی نے التماس کی کہ لکڑیاں اور پٹلیا مجھے عنایت کیجیے۔ تاکہ حضور کی منزل گاہ میں پہنچا دیں اور اس سعادت سے کچھ حصہ حاصل کریں۔ مولانا حسام الدین نے فرمایا عزیزانِ من! تم دونوں محض مجرد ہو کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے ہو مگر میں نے شرعی بوجھ قبول کر لیا ہے اور جب یہ ہے تو بار کشی میرا ہی حق ہے یہ فرما کر مولانا حسام الدین گھر میں تشریف لے گئے۔ اور کھچڑی و ایندھن دے کر اس کے پکانے کا حکم فرمایا اور ایک پھٹا ہوا نہایت پرانا بوریا ہاتھ میں لے کر باہر آئے ان بزرگوں کو بیٹھنے کا ارشاد کیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔ مولانا شمس الدین یحیٰی نے ایک تہ بند اور مولانا علاؤ الدین نے ایک تنکہ چاندی نذر کی اور مشائخ کی حکایت سلف کے فضائل و مآثر بیان کرنے میں مشغول ہوئے۔ اسی

اثناء میں نماز چاشت کا وقت ہو گیا سب نے نماز پڑھی۔اس کے بعد مولانا حسام الدین ایک مختصر سے طباق میں کھچڑی اور اس پر قدرے گھی رکھ کر لائے اور درویشانہ طریق پر عزیزوں کے سامنے پیش کیا جب تینوں صاحب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو مولانا حسام الدین نے وہ چاندی کا تنکہ جو مولانا علاؤ الدین نے پیش کیا تھا مولانا شمس الدین کو عطا کیا اور جو تہ بند مولانا شمس الدین نے پیش کیا تھا وہ مولانا علاؤ الدین کے آگے رکھا اور نہایت معذرت کی۔ الغرض جب یہ دونوں بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے عزیزان شہر کی زیارت وملاقات کی کیفیت دریافت کی ان دونوں عزیزوں نے نمبروار تمام یاروں کی کیفیت بیان کرنی شروع کی ۔ جب مولانا حسام الدین کی ملاقات کا ذکر کیا تو سلطان المشائخ نے رغبت کے کانوں سے سُنا آپ ان کا حال سنتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے جاتے تھے۔ اسی اثناء میں سلطان المشائخ نے اقبال خادم کو بلا کر فرمایا کہ تھوڑی سی چاندی لے آ اقبال نے فوراً حکم کی تعمیل کی پھر فرمایا کہ جاؤ کپڑا بھی لے آؤ۔ جب کپڑا بھی آ گیا تو آپ اپنا مُصلّا جس پر تشریف رکھتے تھے چاندی کے پاس رکھ دیا اور خواجہ رضی کو جو آپ کے قاصد خاص تھے اور تیز رفتاری میں ہوا کا مقابلہ کرتے تھے طلب فرما کر حکم کیا یہ مصلا یہ کپڑا یہ چاندی مولانا حسام الدین کے پاس لے جا۔ خواجہ رضی یہ بھاری نعمت اور گراں بہا خلعت مولانا کی خدمت میں لے کر پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ خواجہ .... یہ مہربانی میرے حق میں کس وجہ سے ہوئی ہے میں تو اپنا یہ مرتبہ نہیں دیکھتا خواجہ رضی نے عرض کیا کہ مخدوم مجھے معلوم نہیں وما علی الرسول الا لبلاغ ۔یعنی قاصد پر تو پیغام پہنچا دینا ہے اور بس مولانا نے فرمایا کہ اچھا جس وقت سلطان المشائخ نے یہ بخشش مجھے مرحمت فرمائی تھی اس وقت آپ کے پاس کون کون بیٹھا تھا خواجہ رضی نے کہا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ۔ مولانا علاؤ الدین نیلی اور چند اور عزیز یہ سن کر مولانا حسام الدین کو یقین ہو گیا کہ ان ہی لوگوں نے سلطان المشائخ سے کہا ہوگا۔ ازاں بعد آپ نے خواجہ رضی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ عزیز درویشوں کے تجسس احوال کے لیے آتے اور میرے بھید ٹٹولتے ہیں۔ ان لوگوں کو کیا منصب ہے کہ فقیروں کے حال کا تجسس کریں۔ الغرض جب مولانا حسام الدین اپنے قاعدہ کے مطابق سلطان المشائخ کی خدمت میں آئے تو سعادت قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤ الدین نیلی سے ملاقات کی اور کہا۔ عزیزو! تم نے یہ کیا کیا کہ سلطان

المشائخ کے حضور میں میرا احوال عرض کیا۔ میں کون ہوں کہ سلطان المشائخ کی خدمت میں ذکر کیا جاؤں ہم فقرا کے گروہ پر واجب ہے کہ ایک دوسرے کے ستر حال اور پردہ پوشی میں کوشش کریں ۔ مجھ جیسے ہزاروں آدمی اس درگاہ کے غلام ہیں جن کے حال سے کوئی بھی اطلاع نہیں رکھتا اور نہیں جانتا کہ ان پر کیا گزر رہی ہے۔ یہ بات کہ سلطان المشائخ مکاشفِ عالم ہیں یہ اور قضیہ ہے اور اس کا دوسرا حکم ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تاچہ مرغم کم حکایت پیش عنقا کردہ اند　　تاچہ مورم کم سخن پیش سلیمان کردہ اند

جب مولانا حسام الدین اپنی گفتگو کا سلسلہ ختم کر چکے تو ان بزرگوں نے آپ کے جواب میں کہا۔ مولانا۔ جب ہم آپ کی خدمت سے لوٹ کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ہم سے فرمایا تم نے کن کن عزیزوں کو دیکھا اور انہوں نے تم سے کس طرح ملاقات کی۔ بھلا ہم سے یہ کب ہو سکتا تھا کہ عزیزوں کی ملاقات کی کیفیت میں کچھ چھپا سکتے۔ ہمیں بجز اس کے اور کچھ بن ہی نہیں پڑا کہ جو کچھ ہو صاف صاف بیان کر دیں لہذا ہم اس میں معذور ہیں معاف فرمائیے۔

مولانا حسام الدین ملتانی کا حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ سے خلافت پانا

ثقات سے منقول ہے کہ جس روز شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ قطب الدین منور قدس اللہ سرہما العزیز نے خلافت کا معزز تمغہ پایا اس کے دوسرے روز مولانا حسام الدین کی طلبی کا سلطان المشائخ کی خدمت سے حکم صادر ہوا۔ مولانا حسام الدین نے فرمایا کہ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے انتہا درجہ کی عظمت و مہابت سے میرے جسم سے پسینہ جاری ہو گیا۔ لوگوں نے سلطان المشائخ کی نظرِ مبارک میں مجھے خلافت نامہ اور خلعتِ خاص عنایت کیا۔ اس وقت میں نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ مخدوم نے اس بیچارہ ضعیف کے حق میں بے حد شفقت و مہربانی فرمائی کہ کمترین کو دولتِ خلافت سے مالا مال کر دیا۔ اب اس ناچیز غلام کو کوئی وصیت کیجیے اور ارشاد فرمائیے کہ میں کیا کروں۔ سلطان المشائخ نے اپنا دستِ مبارک

آستین سے نکال کر شہادت کی انگلی سے میری طرف اشارہ کر کے دو دفعہ فرمایا کہ دنیا کو ترک کر دنیا کو ترک کر۔ اور فرمایا کہ مریدوں کی کثرت میں کوشش نہ کر۔ اس کے بعد مولانا نے عرضکیا کہ اگر حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں بلکہ جاری پانی کے کنارے سکونت اختیار کروں کیونکہ شہر میں کنوؤں کا پانی ملتا ہے۔ اور اس سے وضو کر کے دل مطمئن نہیں ہوتا سلطان المشائخ نے فرمایا۔ نہیں شہر میں ہی رہو۔ کن کاحد من الناس اور اس طرح رہو جیسے اور لوگ رہتے ہیں۔ نفس چاہتا ہے کہ تمہیں آسائش و آرام کے مقام سے اٹھا کر ایک ایسے مقام میں پہنچائے جہاں تمہارے اوقات متفرق و پریشان ہو جائیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ جب تم شہر سے نکل کر بہتے پانی کے کنارہ سکونت اختیار کرو گے تو مسافر و شہری تمہارا پتہ تلاش کر کے وہاں پہنچیں گے اور یہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں درویش نے فلاں جگہ سکونت کے لیے اختیار کی ہے۔ لوگ جوق جوق وہاں پہنچیں گے اور تمہارے وقت کے مزاحم ہوں گے۔ اور کنوؤں کے پانی میں اگر چہ علماء کا اختلاف ہے مگر اسکے باب میں شرعی وسعت بہت ہے۔ اس کے بعد مولانا حسام الدین نے عرض کیا کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ مجھے کافی مقدار فتوح پہنچتی ہے اس میں سے کچھ تو میں اپنے بال بچوں کا حصہ اٹھا رکھتا ہوں اور کچھ مسافروں کے لیے مقرر کرتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دنوں گزر جاتے ہیں اور کوئی چیز مجھے نہیں پہنچتی۔ بال بچے فاقہ کشی کی وجہ سے مزاحمت کرتے ہیں۔ مسافر محروم جاتے ہیں۔ فرمایئے ایسے وقت قرض لوں کہ نہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا قرض کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو تم اپنے لیے قرض لو گے یا مسافروں کے لیے اور مسافر بھی دو حال سے باہر نہیں یا غریب الدیار ہوں گے جو دور دراز سے آئیں گے یا شہری کہ روزانہ آمد و رفت کریں۔ جو لوگ مسافر ہیں اور دور دراز سے آتے ہیں ان کی نیت سے قرض لینا جائز ہے اگر سہل ہو کیونکہ مسافر تمہیں معذور نہ رکھیں گے اور شہری لوگ جو گاہ بگاہ آمد و رفت کرتے ہیں ان کے لیے تکلف کی کچھ حاجت نہیں جو موجود ہو پیش کر دو نہ ہو تو قرض نہ لو۔ اور جو تم خاص اپنے لیے قرضہ کرو گے تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب فتوح تم کو پہنچے گی خرج کرو گے۔ دوسری یہ کہ فتوح نہ پہنچنے کی حالت میں قرض کرو گے اور دونوں حالتوں میں تمہارا مطلب حاصل ہو گا اور جب یہ ہو گا تو درویشی کس طرح کر سکو گے۔ حقیقت میں درویش تو وہ ہے کہ جب پاس ہو صرف کر ڈالے نہ ہو تو صبر کرے۔ ناکامیابی و نامرادی کے ساتھ موافقت کرے اور اپنے تئیں تدبیر میں نہ ڈالے ازاں بعد فرمایا کہ درویش کو ہر بابی نہ ہونا چاہیے اور ہر بابی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صوری دوسری معنوی۔ صوری بابی

تو وہ درویش ہیں جو در بدر مارے مارے پھرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ مانگ تانگ کر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور معنوی ہر بابی وہ درویش ہیں جو بظاہر تو گھر کے کونے میں مشغول ہیں مگر دل میں خیال کرتے ہیں کہ زید سے ہمیں پہنچے گا یا عمرو سے ملے گا بلحاظ تجربہ صوری ہر بابی۔ معنوی ہر بابی۔ سے بہتر ہے۔ کیونکہ صوری ہر بابی جیسا کہ ہے ویسا ہی اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے مگر معنوی ہر بابی بظاہر اپنے تئیں مشغولانِ حق کے طریق پر ظاہر کرتا ہے اور باطن میں در بدر مارا پھرتا ہے۔ نعوذ باللہ کہ کسی شخص کا ایسا معاملہ ہو۔ آمدیم برسرِ حکایت۔

منقول ہے کہ ایک دن قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بندہ نے خواب میں دیکھا ہے کہ سلطان المشائخ سوار ہوئے تشریف لے جارہے ہیں اور یار و عزیز مخدوم کے برابر سوار ہوئے چلے جارہے ہیں ان میں سے ایک مولانا حسام الدین ملتانی بھی ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مریدوں میں ایک عزیز تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ شیخ شیوخ العالم ایک کشتی میں سوار ہیں اور چھ یار بھی آپ کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں ایک یہ ضعیف بھی تھا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ مولانا حسام الدین کی یہ بہت بڑی عظمت و کرامت کی دلیل ہے کہ سلطان المشائخ نے ان کی حکایت میں اپنی نظیر بیان کی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا حسام الدین نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ مخدوم! خلق طالبِ کرامت ہے۔ فرمایا۔ الکرامتہ ہی الاستقامتہ علی باب الغیب۔ یعنی دروازہ خداوندی پر استقامت کرنا ہی کرامت ہے۔ تم اپنے کام میں ثابت قدم اور مستقیم رہو۔ کرامت کے طالب نہ بنو۔ انجام کار جس سال میں شہر کی مخلوق کو دیو گیر میں سے نکالا گیا۔ مولانا گجرات میں تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مرقدِ پاک آج ان شہروں کی خلق کا حاجت روا ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

مولانا فخر الدین زرّادی رحمتہ اللہ علیہ

عالم ربانی عاشق سبحانی مولانا فخر الملتہ والدین زرّادی قدس اللہ سرہ العزیز کثرتِ علم لطافتِ طبع شدت مجاہدہ ذوق مشاہدہ کے ساتھ مشہور اور انتہا درجہ کی ترک و تجرید اور کثرتِ گریہ میں اعلیٰ درجہ کے عزیزوں میں معروف تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے نہایت اولوالعزم اور ممتاز

خلیفوں کی فہرست میں مندرج تھے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ یہ بزرگوار عشق کے مجسم تصویر اور محبت الٰہی کے پورے فوٹو تھے۔ جو شخص آپ کی نصیبہ ور پیشانی کو دیکھتا یقیناً معلوم کر لیتا کہ یہ بزرگ و اصلان درگاہ حق تعالیٰ میں سے ہیں۔

مولانا فخر الدین زرادی کے جناب سلطان المشائخ نظام الحق والدّین کی خدمت میں ارادت لانے کا بیان

شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ سے سنا گیا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں میں شہر میں تعلیم پاتا تھا۔ مولانا فخر الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ سے ہدایہ پڑھتے تھے اور ساری مجلس میں ان دونوں شاگردوں سے زیادہ تر کوئی شخص تیز طبع اور بحث کرنے والا نہ تھا۔ اس مجلس میں جس وقت سلطان المشائخ کا ذکر آتا یہ لوگ آپ کو اس طرح ذکر کرتے جیسے اہل تعصب کسی کو ذکر کرتے ہیں اور مجھے نہایت ناگوار دشوار گزرتا میں ان سے کہا کرتا تھا کہ آپ لوگ یہ باتیں اسی وقت تک کہتے ہو جب تک سلطان المشائخ کو نہیں دیکھتے۔ الغرض ایک دن میں نے انہیں اُبھار اُکسا کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے پر آمادہ کر دیا۔ اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔ جب میں اور میرے ساتھ وہ دونوں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں سعادت قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد بیٹھ گیا۔ سلطان المشائخ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم کہاں رہتے ہو جواب میں عرض کیا۔ شہر میں۔ بعدہ آپ نے فرمایا پڑھتے کہاں ہو۔ عرض کیا فخر الدین ہانسوی سے۔ پھر پوچھا کیا پڑھتے ہو۔ کہا۔ ہدایہ۔ فرمایا تمہارا سبق کہاں تک پہنچا ہے۔ مولانا فخر الدین جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور مقام سبق کی تقریر اور اس شبہ کی توضیح کی جو سبق میں حل ہونے سے رہ گیا تھا شبہ کی تقریر بیان کر کے سلطان المشائخ سے اس کا جواب طلب کیا۔ آپ نے کمال تبحر سے دانشمندانہ جواب میں سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ سلطان المشائخ تقریر کرتے جاتے تھے اور مولانا فخر الدین آپ کی لطافتِ تقریر سے حیرت میں پڑ کر پیچھے ہٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئے اور جھک کر میرے کان میں کہا کہ میں اس وقت کلاہ ارادت لینا چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا مولانا

کیا کہتے ہو۔ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ حضور! کلاہِ ارادت کی استدعا کرتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے مُسکرا کر فرمایا۔ اس وقت نہیں بلکہ دوسری مجلس میں دے دی جائے گی۔ مگر مولانا فخر الدین نے باصرار مجھ سے کہا کہ اگر سلطان المشائخ اس مجلس میں کلاہِ ارادت نہیں دیتے تو اپنے تئیں ہلاک کر ڈالتا ہوں۔ جب میں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ اس وقت مولانا فخر الدین زرّادی اور امیران بورکش دونوں کو کلاہ ارادت پہنا کر سرفراز فرمایا۔ مولانا فخر الدین فوراً محلوق ہوئے اور دانشمندوں کے زمرہ اوران کی قیل وقال سے نکل کر درویشوں کے حلقے میں بصد آرزو داخل ہوئے اپنی تمام کتابیں اور مسودات یاروں کو بخش دیئے اور دانشمندی کا غرور جاہ ومنزلت کی طلب یک لخت سر سے دور کر دی۔

امیر خسرو کیا خوب فرماتے ہیں۔

بود زعقل پیش ازین باد غرور برسرم   پیش در تو خاک شد آن ہمہ کج کلاہیم

(اس سے پیشتر عقل کے سبب سے غرور کی ہوا میرے سر میں بھری ہوئی تھی۔ لیکن تیرے دروازہ کے آگے میری وہ ساری کج کلاہی خاک میں مل گئی۔)

اوراس روز سے یہ بزرگوار سلطان المشائخ کے غلاموں کے سلسلہ میں منسلک ہوئے۔ غیاث پور ہی میں سکونت اختیار کی اور پنج وقت نماز جماعت خانہ میں سلطان المشائخ کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ کسی خوش اور صالح وقت میں سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتے اوراس روحانی مجلس سے ان کی روح پاک پرورش پاتی تھی اوراس مجلس کے ذوق سے مست ہو کر پھر بار بار آمد ورفت کرتے تھے۔ انجام کار آپ نے سلطان المشائخ کے مکان کے آگے گھر بنالیا اور وہیں رہنے لگے تاکہ وقت بے وقت اس سعادت کو حاصل کرتے رہیں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔

خوش آن سرے کہ شود خاک آستانۂ تو

(وہ سر بہت اچھا ہے جو تیرے دروازے کی خاک بن جائے۔)

یہاں تک کے کہ جس روز تک کہ سلطان المشائخ زندہ رہے مولانا فخر الدین نے کبھی سر آستانہ سے دور نہیں کیا۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

عشق آراں مسلم است اے جان   کو نہد سر بر آستانۂ دوست

(عشق اسی کا کامل ہے جو دوست کے دروازے کی چوکھٹ پر اپنا سر رکھے۔)

امیر حسن کہتے ہیں۔

اگر رقیب تو پرسد حسن چه ماند برین در

تو آبروئے ده اورا بگو که خاک درست این

(حسن اگر تیرا رقیب تجھ سے دریافت کرے کہ یہ کیا ہے تو اس کو جواب دینا چاہیے کہ دوست کے دروازے کی خاک پا ہے۔)

جب سلطان المشائخ صدر جنت میں خراماں خراماں پہنچے اور مقعد صدق میں قرار پکڑا تو مولانا فخر الدین کو ایک آن آرام و قرار نہ رہا۔ چند روز تک دریائے جون کے کنارے اور اس مقام پر سکونت اختیار کی جہاں سلطان السلاطین فیروز شاہ نے اپنے محل کی عمارت کی ہے اور شہر فیروز آباد بسایا ہے۔ زہے اثر قدم مبارک کہ آج اس بزرگ دین کے قدم کی برکت سے وہاں بادشاہ کا محل تیار ہوا اور ایک عظیم الشان شہر آباد ہوا پھر چند روز تک آپ نے مقام لونی میں قیام فرمایا اور ایک عرصہ تک حوض علائی کے کنارہ پر قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد آپ اکثر اوقات سفر میں رہنے لگے اور شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لیے اجمیر تشریف لے گئے۔ بعدہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لیے اجودھن تشریف لے گئے۔ الغرض آپ صحراؤں۔ پہاڑوں۔ غاروں میں خدا تعالی کی عبادت کرتے رہے اور اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ کوئی شخص آپ کے احوال پر مطلع نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے تمام عمر عزیز پیر کی محبت و عشق میں بسر کی اور خلوت و تنہائی اور یاد الٰہی میں گزار دی۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

بکنج غارے عزلت گزینم از همه خلق کزان لطیف جهان یا رغار من باشد

(ایک غار کے کونے میں تمام خلق سے تنہا اس لیے بیٹھا ہوں کہ اس کے لطف و مہربانی سے جہان میرا یار غار ہو جائے۔)

خلاصہ یہ کہ اس بزرگوار نے سلطان المشائخ کی نظر کی برکت سے عالم میں قبولیت عظیم حاصل کی تھی۔ جس شخص کی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑتی سر زمین پر رکھتا اور مولانا کی محبت کا اسیر ہو جاتا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا فخر الدین زرادیؒ کا مجاہدہ اور مشغولی باطن

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ بسنالہ میں چلے گئے۔ جو پہاڑ کے بیچ میں واقع ہے یہاں بند کے سرے پر ایک مختصر سی قدیم مسجد بنی ہوئی ہے جس میں آپ مشغول ہوئے چونکہ یہ مقام نہایت غیر آباد اور اجاڑ تھا اس لیے کوئی متنفس سکونت نہ کرسکتا تھا۔ علاوہ ازیں درندوں اور وحشی جانوروں کا مسکن تھا۔ شیر۔ بھیڑیے کا ہر وقت خوف لگا رہتا تھا۔ دو تین عزیز جو مولانا کے ساتھ تھے اس خطرناک مقام سے کانپ اٹھتے تھے اور چونکہ متصل تین روز تک انہیں کھانے کی بھی کوئی چیز میسر نہ ہوئی تھی لہذ سب وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مولانا کو
ایسے پرہول اور خطرناک مقام میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے آئے خواجہ حکیم سنائی کہتے ہیں۔

بسے بلا نازنین شمرد اورا چون بلادید در سپرد اورا

(جب تک بلا و مصیبت نہ تھی اسے نازنین شمار کیا۔ اور جب مصیبت و بلا دیکھی تو اسے اس کے سپرد کردیا۔)

جب کاتب حروف کے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کچھ کھانا پکا کر تیار کیا اور کچھ کھانے کا اسباب ساتھ لیا اور چندان عزیزوں کے ساتھ روانہ ہوئے جو مولانا کی خدمت میں شاگردی اور اخلاص کا حق رکھتے تھے جیسے مولانا استاد نا رکن الملتہ والدین اندرپتی اور مولانا سراج الدین عثمان (ان دونوں حضرات کا ذکر سلطان المشائخ کے خلفا میں آگے آئے گا) اور مولانا صدر الدین، مولانا رکن الدین کے بھائی، اور عبد اللہ کوئی سلطان المشائخ کے رکابدار، کاتب حروف جو ان تمام عزیزوں میں سب سے کم عمر اور بچہ تھا۔ غرضکہ یہ سب لوگ بسنالہ میں مولانا فخر الدین کی خدمت میں گئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ بادشاہِ فقر و مجاہدہ بسنالہ کے بند میں جو شیروں اور اژدھوں کا مقام ہے اور جا بجا سانپوں کی کچلیاں پڑی لٹک رہی ہیں نہایت استقلال و بے التفاتی کے ساتھ قبلہ رخ مشغول بحق بیٹھے ہیں اس وقت آٹھ روز گزر گئے تھے کہ مولانا نے افطار کے وقت کچھ نہیں کھایا تھا۔ لیکن یہ تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت سے دیکھا گیا

کہ آپ کی ذات مبارک میں کسی طرح کا ضعف و ملال ظاہر نہیں ہوا۔ حقیقت میں آپ روح مجرد ہو گئے تھے اور بیابان و پہاڑوں کو اپنے جمال سے روشن و منور کر دیا تھا اور خواجہ سنائی کی اس مثنوی پر جو سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر گزری ہے عمل درآمد کیا تھا۔

خانمانان را بمان بگر بہ و موش　　دشت و کہسار گیر ہمچو وحوش

موروز نبور و عنکبوت کنند　　خانہ کان از برائے قوت کنند

ہم بدان جاش خانہ پردازند　　قوت عیسیٰ چوز آسمان سازند

(مثل وحشی جانوروں کے جنگل اور پہاڑ میں بسیرا کر۔ گھر بار کو ان کے اہل کے واسطے چھوڑ دے۔ گھر بار کھانا اور دیگر چیزوں کے مہیا کرنے کے واسطے بنانا مکڑی اور چیونٹی وغیرہ کا کام ہے۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور وہیں روزی رسان ان کا رزق پہنچاتا ہے۔)

جب عزیز یار اس عاشق صادق کی خدمت میں پہنچے تو مولانا انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان عزیزوں کا آنا نہایت مغتنم سمجھا۔ آپ نے ہر شخص سے اس کے رتبہ کے موافق معذرت کی اور فرمایا تم نے اس قدر کیوں زحمت اٹھائی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے یاروں میں سے تمہیں کسی نے خبر کر دی ہے۔ بعدہ فرمایا۔ سبحان اللہ ایک لوگ تو میری موافقت کر نہیں سکے دوسرے بھید ٹٹولنے آئے اور سر کا کشف کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ سعادت ملاقات نصیب ہونی تھی حق تعالیٰ نے یہ سبب پیدا کیا۔ الغرض اس بزرگ دین نے مجاہدہ میں انتہا درجہ کی کوشش کی تھی اور اس ابدی سعادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کاتب حروف لڑکپن کے زمانے سے سن بلوغ تک اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہے جب تنہائی اور خلوت میں اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا قبلہ رخ بیٹھے اور زانوئے مبارک پر سر رکھے ہوئے مشغول حق دیکھتا۔ دس پانچ مرتبہ نہیں بلکہ بہت دفعہ ان جیسی باتیں دیکھنے کا اتفاق پڑا ہے جب سے سلطان المشائخ نے سفر آخرت قبول کیا۔ آپ نے دائمی روزہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ جس زمانہ تک آپ زندہ رہے کبھی روزہ افطار نہیں کیا۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو ترقی مقامات ہمیں مہینے دو مہینے میں حاصل ہوتی تھیں۔ مولانا فخر الدین زرادی کو ایک ساعت میں میسر ہو جاتی تھی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کا علم و تبحر

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ کے زمانہ زندگی میں ایک دانشمند عالم بغدادی مالکی مذہب غیاث پور میں آیا اور اس سے پیشتر کہ شہر میں داخل ہو۔ ایک خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک فرشتہ بہشتی طباق ہاتھ میں لیے ہوئے اور اس پر ایک سبز حلہ ڈالے ہوئے آسمان سے اترا چلا آتا ہے۔ جب وہ زمین پر اتر کر اس دانشمند کے پاس سے ہو کر گزرا تو اس نے دریافت کیا۔ یہ طبق کیسا۔ فرشتہ نے جواب دیا کہ علم لدنی کا طبق ہے مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ اسے لے جا کر مولانا فخر الدین زرادی کے مصفا سینہ میں ڈالوں۔ دانشمند نے دریافت کیا کہ مولانا فخر الدین زرادی کون بزرگ ہیں۔ فرشتہ بولا ایک دانشمند ہے شیخ نظام الدین کے مریدوں میں تمام تعلقات سے مجرد۔ جب وہ دانشمند خواب سے بیدار ہوا تو شہر میں جانے کا قصد ملتوی کیا۔ اور غیاث پور ہی میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کی تقریر اول سے آخر تک عرض کی اور ساتھ ہی التماس کی کہ میں مولانا فخر الدین زرادی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ وہ جماعت خانہ میں ہوں گے یا سیدوں کے گھر میں۔ ان سیدوں سے مراد کاتب حروف کے والد بزرگوار اور چچا تھے کیونکہ مولانا کو ان لوگوں سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور جماعت خانہ سے جب کہیں تشریف لے جاتے تھے تو ان بزرگواروں کے مکان میں رونق افروز ہوتے تھے۔ غرضکہ اس دانشمند نے جماعت خانہ میں آکر دریافت کیا کہ یہاں مولانا فخر الدین زرادی کون بزرگ ہیں۔ حاضرین مجلس نے مولانا کی طرف اشارہ کیا دیکھا کہ ایک نوجوان بالا قد سفید پوست خوبصورت انتہا درجہ کی ملاحت و صباحت کے ساتھ بیٹھا ہے شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے صورتت ز گوہر معنی خزینۂ   مارا ز درد عشق تو در دل دفینۂ

چہرۂ مبارک غایت صفائی سے آفتاب جیسا روشن و تابان ہے اور اس پر خدا کی تجلی کا نور جلوہ نما ہے۔ جماعت خانہ کے ایک کونے میں مشغول بحق بیٹھا ہے۔ یہ دانشمند مولانا کی خدمت میں آکر بیٹھا اور خواب کی حکایت تقریر کی۔ مولانا فخر الدین زرادی نے مسکرا کر فرمایا کہ اس عظیم الشان درگاہ کی ملک میں بہت سے فخر الدین زرادی نام کے غلام منسلک ہیں نہ معلوم وہ کون سے

فخر الدین زرادی ہیں جو تجھے خواب میں بتائے گئے ہیں۔ یہ دانشمند مجمع البحرین کا ایک نسخہ جو فقہ میں نہایت عجیب وغریب تصنیف ہے اور نسخہ تصریف مالکی کہ کثرت معانی میں اس سے زیادہ مختصر اور لطیف تر کوئی دوسرا نسخہ اس وقت تک دستیاب نہیں ہوا تھا اور سب سے پیشتر یہی دانشمند یہاں لایا تھا غرضکہ یہ دونوں عجیب وغریب نسخے مولانا فخر الدین کی نظر مبارک میں پیش کر کے تصریف مالکی کا ذکر کرنے لگا کہ مصنف نے تصریف کے قواعد ومقدمات اس طرز سے بیان کیے ہیں جن کا حل اور توضیح ناممکن نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہے۔ اور اس وقت تک ان دونوں کتابوں کی کوئی شرح تصنیف نہیں ہوئی ہے۔ اس کی یہ تقریر سن کر مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریف مالکی کا نسخہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور عشا کی نماز پڑھنے کے بعد اس کا مطالعہ کرنا شروع کیا اثناء مطالعہ میں اس کے تمام قیود اور ضمائر اور مشکلات قلم مبارک سے ہر کلمہ کے نیچے لکھتے چلے گئے اور سارے مشکلات پانی کر دیئے جب دن ہوا تو مولانا نے نسخہ کو درست کر کے اس دانشمند کے ہاتھ میں دیا۔ مجمع البحرین کا نسخہ اس سے پیشتر کہ شہر میں اشاعت پائے۔ مولانا فخر الدین نے اسے مولانا رکن الدین کو پڑھانا شروع کیا۔ دانشمند نے مولانا کا یہ علمی تبحر اور خداداد قابلیت دیکھ کر کہا: الحمد للہ کہ میرے خواب کی تصدیق ہوگئی کیونکہ علم میں اس درجہ قوت اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کا سینہ علم لدنی سے آراستہ ومعمور ہوتا ہے۔ الغرض مولانا نے ان دونوں عجیب وغریب نسخوں کو بغیر کسی شرح کی مدد کے پڑھانا شروع کیا اور اس کے غرائب ولطافت کا نفس الفاظ سے استنباط کیا اس سے علماء شہر میں یہ دونوں کتابیں بے نظیر مشہور ہوگئیں۔ اسی زمانہ میں کاتب حروف کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ کے مکان کے نزدیک ایک نہایت وسیع مکان کرایہ کو لیا تھا اور خود طلبہ کو درس دیتے تھے مستعد اور تیز طبع متعلموں کو جمع کیا اور انہیں تحصیل علوم پر ترغیب دی اور اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کاتب حروف کو کچھ پڑھنا آجائے مولانا فخر الدین بھی چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر اس مجلس میں تشریف لاتے اور مولانا رکن الدین اندر پتی کو ہدایہ پڑھایا کرتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ عالم ربانی مولانا رکن الدین سامانی جو شہر کے مشاہیر علماء میں گنے جاتے تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو آئے اور سلطان المشائخ کی خدمت سے لوٹتے وقت اس انتہا درجہ کے اتحاد ومحبت کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھی اس مجلس میں تشریف لائے اس وقت مولانا فخر الدین ہدایہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ جب آپ نے مولانا کمال الدین کو آتے دیکھا تو ہدایہ کی احادیث کے تمسکات کو چھوڑ کر احادیث

صحیحین سے تمسک کرنے لگے۔ مولانا کمال الدین نے فرمایا کہ حضرت! آپ ہدایہ کے احادیث کے تمسکات کو ترک کر کے دوسری حدیثوں سے تمسک کرتے ہیں فرمایا اس میں اگر آپ کو کوئی خدشہ ہو تو اسے بیان کیجیے۔ چونکہ آپ موثر اور دلکشا تقریر میں نہایت مستحکم تمسکات لا رہے تھے اس لیے مولانا کمال الدین کو اعتراض کا کوئی موقع نہیں ملا بلکہ وہ لفظ لفظ کی نہایت انصاف سے داد دیتے اور وسیع و جامع الفاظ میں تعریف و تحسین کرتے جاتے تھے۔ مولانا کمال الدین سامانی سے روایت کی جاتی ہے کہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ سماع کے بارے میں بحث ہوئی اور مشاہیر علماء کے حضور میں سماع کے ایک نکتہ کی بابت تقریر ہوئی۔ مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں موجود تھے آپ نے اثناء بحث میں علماء شہر کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم دو شقوں میں ایک شق اختیار کرلو گے اگر حرمت کی شق اختیار کرو گے تو میں سماع کی حلت ثابت کروں گا اور اگر حلت کی جانب اختیار کرو گے حرمت ثابت کروں گا۔ مولانا کمال الدین یہ حکایت بیان کرتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ عجب تبحر علمی تھا کہ اس قدر مشاہیر کے سامنے ایسا بڑا دعویٰ کیا جائے اور وہ بجز سکوت و خاموشی کے کچھ جواب نہ دیں۔ ایسے موقع پر اپنا مدعا ہر پہلو پر ثابت کرنا بجز قوتِ علم اور تقوے کے ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں آپ میں یہ عجیب خاصیت تھی کہ کسی بحث میں کبھی مسامحت نہ کرتے تھے بلکہ جب تک صاف طور الزام نہ دے لیتے اور قائل نہ کر دیتے خاموش نہ رہتے۔ اگرچہ جانبِ مقابل علامہ عصر اور یگانہ روزگار ہی کیوں نہ ہوتا۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں نماز فجر کے بعد مولانا وجیہہ الدین پائلی جن کا ذکر اعلیٰ یاروں میں اوپر لکھا جا چکا ہے تشریف رکھتے تھے اور مولانا فخر الدین بھی اتفاق وقت سے موجود تھے۔ دونوں بزرگوں میں برودی کے ایک مسئلہ پر بحث چھڑ گئی جو اصولِ فقہ میں ایک مشکل اور سخت کتاب گنی جاتی ہے۔ جانبین سے رد و قدح اور سوال و جواب ہونے لگے اور اس مناظرہ نے بہت طول کھینچا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی جن مقدمات کی تقریر کرتے تھے مولانا فخر الدین نہایت اطمینان اور حسن عبارت کے ساتھ ان مقدمات پر اور مقدمات زیادہ کر کے اعتراض کرتے تھے۔ غرضکہ اس مناظرہ و مباحثہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مولانا وجیہہ الدین غصہ میں بھر گئے اور مناظرہ کا پہلو بدل کر مجادلہ کا دروازہ کھولا۔ طعن تشنیع شروع کی اور برا بھلا کہنے لگے۔ اس وقت مولانا فخر الدین پر گریہ غالب ہوا اور آپ جواب کی طرف مشغول نہ ہوئے۔ جب مولانا وجیہہ الدین طعن تشنیع سے باز آئے تو مولانا فخر الدین نے درویشانہ صفائی کی

اور مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز اس مجلس میں تشریف لے گئے جہاں مولانا فخر الدین طالب العلموں کو درس دیا کرتے تھے۔ مولانا فخر الدین نے شیخ نصیر الدین محمود سے فرمایا کہ یہ (کاتب حروف کی طرف اشارہ کرکے) بچہ تعلیلات میں نہایت ہوشیار ہے کچھ اس سے پوچھو شیخ نصیر الدین نے کمترین سے دریافت کیا کہ یحبب کی اصل کیا تھی اور کیا تعلیل ہوئی۔ جب میں نے اس کلمہ کی اصل بیان کی او رواقعی تعلیل کردی تو شیخ نصیر الدین محمود نے اعتراض کیا کہ جس وجہ اور علت سے یحَبب میں واو گر پڑا ہے وہ علت اجب نجب میں نہیں پائی جاتی پھر باوجود اس کے یہاں واؤ کیوں گرادیا گیا۔ میں نے کہا اگر چہ یہاں وہ علت نہیں پائی جاتی مگر موافقت باب کے لیے یہاں بھی واؤ گرادیا گیا جوں ہی یہ جواب میری زبان سے نکلا مولانا فخر الدین مارے خوشی کے اُچھل پڑے اور انشراح باطن کے لیے دستار اور مسواک جو آپ کے دست مبارک میں تھی کمترین کی طرف پھینک دی۔ اس تقریر سے میرا اتنا ہی مقصود تھا کہ اس فدوی نے ان دو بزرگوں کی سعادت بخش نظر میں خلعت پایا اور تحسین سے مشرف ہوا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مولانا فخر الدین سبق سے فارغ ہوا کرتے تو قصیدہ سبعیات کی ایک بیت بندہ کو یاد کراتے اور تعلیلین دریافت کرتے اور وصیت فرماتے کہ مادہ اور لفظ میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اصل یہ ہی ہے یہیں سے تمام علوم کا دروازہ آسانی کے ساتھ کھلے گا۔ حقیقت میں مولانا فخر الدین اجتہاد کا مرتبہ رکھتے آپ نے سماع کی اباحت میں دو مستقل رسالے خاص تقریر سے تصنیف کیئے ہیں اور اس کے اباحت کے مقدمات اصول فقہ کے قواعد پر منطبق کیئے ہیں جن سے آپ کا علمی کمال اور تبحر بخوبی واضح ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دوسرے فضائل و محامد مثلاً جگر سوز گریہ اندرونی ذوق ظاہر و باطن کی صفائی ان کے اس قدر واقعات ہیں کہ قلم قید کتابت میں لانے سے محض عاجز ہے۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

سعدی کہ داد حسن ہمہ نیکوان بداد　　　عاجز بماند در تو زبان فصاحتش

(ای سعدی تمام حسینوں نے اس کے حسن کی داد دی یہی وجہ ہے کہ تیری زبان فصاحت اس کے بیان حسن میں عاجز و گنگ ہے)

اگر کبھی مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ یاروں کے ساتھ زراعت و باغ اور پہاڑ و جنگل کی سیر کی غرض سے باہر تشریف لے جاتے تو کاتب حروف بھی ان بزرگوں کے ساتھ ہوتا تھا خدائے علام الغیوب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر چہ ان صحبتوں کو تیس برس سے زائد گزر گئے مگر ان مجلسوں کا

ذوق اب تک میں اپنے دل میں محسوس پاتا ہوں امیر خسرو فرماتے ہیں۔

مرا باز آن طریق ساقی خود یاد مے آید　　غم دیرینہ بازم در دل ناشاد مے آید

(مجھے اپنے ساقی کی پھر طرز و روش یاد آتی ہے۔ پُرانا غم پھر میرے دل ناشاد میں آتا ہے۔)

اور یہ ناچیز بندہ سلطان المشائخ کے طفیل سے صرف ان بزرگوں کی یاد میں زندگی بسر کرتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

جان من زندہ بتاثیر ہوائے دگر ست　　ساز داری نکند آب و ہوائے دگرم

(میری جان ایک اور ہی ہوا کی تاثیر سے زندہ ہے۔ اس کے سوا اور آب و ہوا مجھ سے موافقت نہیں کرتی۔)

مولانا فخر الدین زرادی کے سماع سننے اور اس حالت کا بیان جو آپ پر سماع کے وقت طاری ہوتی تھی

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ایک رات علائی کے حوض خاص کے کنارے سماع کی مجلس گرم ہوئی اور اس مجلس میں مولانا فخر الدین زرادی اور مولانا حسام الدین سلطان المشائخ کے معزز و مقتدر خلفا موجود تھے۔ خوشگوار قوال اور خوش الحان غزل خواں حاضر تھے جب سماع شروع ہوا تو مولانا فخر الدین کو سماع نے فوری اثر کیا آپ پر اس درجہ گریہ غالب ہوا کہ آپ کا دم گھٹ گیا۔

گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد آواز را

جب عزیزانِ مجلس رقص میں اٹھے تو میں نے مولانا فخر الدین کی پیشانی کو دیکھا کہ وہ بالکل زرد پڑ گئی تھی اور آنکھوں سے دریا کی طرح پانی بہتا تھا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں

چشم ہا آب روان کرد چہ چارہ است آن را
کہ بحیلہ نتوان آب روان گرد آورد

(آنکھوں نے پانی بہایا تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے کیونکہ حیلہ سے بہتا ہوا پانی روک نہیں سکتے۔)

اس حالت میں آپ پاؤں کے انگوٹھوں کے بل رقص میں جست کر رہے تھے۔ علی ہذا القیاس مولانا حسام الدین ملتانی کو میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کے مقام صدر سے جہاں کھڑے ہوئے تھے قوالوں کے مقابل میں رقص کے لیے جنبش کی اور سیدھے قوالوں کے پاس آئے اور بیت سن کر پھر اسی طرح سیدھے اپنی جگہ لوٹ گئے اور مقام صدر میں جا کھڑے ہوئے۔ غرضکہ ان دونوں بزرگوں کے ذوق سماع نے جملہ حاضرین مجلس میں وہ اثر کیا جو بیان سے باہر ہے اسی طرح ایک رات دولت آباد میں حوض سلطان پر مجلس سماع مرتب تھی مولانا فخر الدین اس مقام پر جلوہ فرماتے اور چند روز سے یہیں سکونت رکھتے تھے۔ سید خاموش کاتب حروف کے عم بزرگوار اور دوسرے یار وعزیز اس مجلس میں موجود تھے۔ جب مجلس سماع گرم ہوئی تو مسعود سحر خوان نے امیر خسرو کی ایک غزل جس میں رقت اور سوز و گداز پیدا کرنے کے سارے سامان جمع تھے نہایت خوش الحانی اور رقت سے پڑھی اور جب وہ ان دو بیتوں پر پہنچا۔

تو بادشاہ بتانی و خواھشم اینست — کہ شغل روئے نھی بر درت مرا باشد
ندانم این دل گمراہ را کہ فتوی داد — کہ بت پرستی در عاشقی روا باشد

(تو ملکِ حسن کا بادشاہ ہے اور میری یہ آرزو ہے کہ تیری چوکھٹ پر سر رکھنا مجھے میسر ہو معلوم نہیں کہ اس میرے دل کو کس نے کہا کہ صنم پرستی عاشقی میں روا ہے۔)

تو مولانا فخر الدین میں ان دو بیتوں نے انتہا درجہ کا اثر پیدا کیا۔ آپ پر اس قدر گریہ غالب ہوا کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ اور بے انتہا رونے کی وجہ سے آنکھوں کے نیچے کی پلکیں سرخ ہو گئیں۔ مولانا نہایت سریع البکا تھے اور اعلیٰ رتبہ کے یاروں میں کسی شخص پر ایسا گریہ غالب نہ ہوتا تھا جیسا کہ آپ پر ہوتا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً۔

مولانا فخر الدین زرادی قدس اللہ سرہ العزیز کا سلطان محمد بن تغلق انار اللہ برہانہ سے ملاقات کرنا

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں سلطان محمد بن تغلق نے شہر کی مخلوق کو موضع دیوگیر روانہ کیا اور ان ہی ایام میں ملک ترکستان اور خراسان کو زیر و زبر کرنا اور چنگیز خان کے خاندان کو تہ

تیغ کرنا چاہا تو دِلّی اور اس کے اطراف کے تمام صدور و اکابر کو طلب کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بادشاہ نے دربار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ایک عظیم الشان خیمہ نصب کریں اور اس میں ممبر رکھیں تاکہ میں اس پر چڑھ کر خلق کو کفار سے جہاد کرنے کی ترغیب دلاؤں۔ اس روز مولانا فخر الدین اور مولانا شمس الدین یحیی اور شیخ نصیر الدین محمود بلائے گئے۔ شیخ قطب الدین دبیر نے کہ سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ایک پاک اعتقاد مرید اور ولایت پیر کی جمال کے عاشق زار اور مولانا فخر الدین زرادی کے شاگرد خاص تھے چاہا کہ قبل اس کے کہ دوسرے عزیز شاہی دربار میں پہنچیں مولانا فخر الدین کو دربار شاہی میں لے جاؤں اور مولانا کو منظور نہ تھا کہ سلطان سے ملاقات کریں بلکہ آپ بار بار فرماتے تھے کہ میں اس مرد کے گھر کے دروازے پر اپنا سر خاک وخون میں غلطاں دیکھتا ہوں یعنی اگر میں بادشاہ کے پاس جاؤں گا تو کسی قسم کی مسامحت و مدارت نہ کروں گا اور جب یہ ہوگا تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ الغرض جب مولانا کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو شیخ قطب الدین دبیر مولانا کی جوتیاں اٹھا کر خدمت گاروں کی طرح بغل میں مار کر کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ یہ بات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مگر اس موقع پر اس نے خاموشی اختیار کی اور کچھ نہ کہا۔ ازاں بعد مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے میں مشغول ہوا اور کہا میں چنگیز خان کے خاندان کو تباہ کرنا چاہتا ہوں تم اس کام میں میرا ساتھ دو گے مولانا نے فرمایا انشاء اللہ۔ سلطان بولا یہ شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے فرمایا مستقبل میں بھی یہی آتا ہے یہ جواب مولانا کی زبان مبارک سے سن کر بادشاہ سخت پیچ تاب میں پڑا لیکن غصہ کے آثار دبا کر بولا کہ ہمیں کچھ نصیحت کیجیے تاکہ اس پر عمل کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ غصہ کو نگل جاؤ۔ سلطان نے فرمایا کون سے غصہ کو فرمایا سبعی غضب کو یہ سن کر بادشاہ اس قدر غضبناک ہوا کہ ہزار ضبط کے بعد بھی آثار غضب اس کے بشرہ سے نمایاں ہو گئے لیکن اب بھی اس نے سکوت کیا اور مولانا کی نسبت کوئی گستاخی نہیں کر سکا۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ کھانا لایا گیا تو سلطان اور مولانا ایک ہی طباق میں کھانا کھانے میں مشغول ہوئے۔ مولانا فخر الدین زرادی علیہ الرحمۃ کھانا کھاتے وقت اس درجہ منغض و مکدر تھے کہ سلطان کو معلوم ہو گیا کہ انہیں میرے ساتھ کھانا کھانا بُرا لگتا ہے۔ اب بادشاہ نے ہڈیوں سے گوشت چھڑا چھڑا کر آپ کے سامنے رکھنا شروع کیا۔ مولانا نے نہایت ناخوشی اور کراہت سے تھوڑا تھوڑا کھا کر ہاتھ دستر خوان سے اٹھا لیا۔ جب دستر خوان

اٹھ گیا تو مولانا شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین کو لوگ بلا کر لائے۔ اس جگہ دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک یہ کہ جس وقت یہ بزرگ تشریف لائے تو مولانا فخر الدین نے مولانا شمس الدین یحییٰ کو اپنے سے بالاتر مقام پر جگہ دی اور شیخ نصیر الدین محمود کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ گئے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ ایک طرف تو مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا نصیر الدین بیٹھے اور ایک طرف مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہم۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے کیونکہ شیخ قطب الدین دبیر جو اس مجلس میں موجود تھے پہلی روایت کے ناقل ہیں۔ الغرض جب رخصت ہونے کا وقت ہوا تو ان بزرگوں کے لیے جدا جدا ایک ایک صوف کا جامہ اور ایک ایک روپے کی تھیلی بادشاہ کی طرف سے نذر کی گئی ہر ایک بزرگ نے خلعت و روپیہ ہاتھ میں لیا اور جس طرح آئے تھے خدمت کر کے لوٹ گئے۔ لیکن جب مولانا فخر الدین کا نمبر آیا تو قبل اس کے کہ آپ کے دستِ مبارک میں خلعت اور روپیوں کی تھیلی دیں جھٹ شیخ قطب الدین دبیر نے خلعت و تھیلی اپنے ہاتھ میں لے لی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مولانا اس خلعت اور تھیلی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور جب ایسا ہوگا تو بادشاہ کو عذر ہاتھ لگ جائے گا اور اس وجہ سے وہ مولانا کی بے حرمتی کے درپے ہوگا۔ جب یہ بزرگ لوٹ گئے تو بادشاہ نے شیخ قطب الدین دبیر کو عتاب آمیز خطاب میں کہا کہ اے مزدرو شکال یہ کیسی لغو اور بے جا حرکتیں تھیں جو تجھ سے ظہور میں آئیں۔ اول تو تو نے فخر الدین زرادی کی جوتیاں اپنی بغل میں مار لیں بعدہ ان کا خلعت اور روپیہ کی تھیلی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ آج تو نے انہیں میری تیغ جہانسوز سے بچادیا اور اپنی جان پر بلا و مصیبت توڑی۔ شیخ قطب الدین نے کہا۔ عالیجاہا وہ میرے استاد اور مخدوم کے خلیفہ ہیں میرا دینی فرض ہے کہ ان کی جوتیاں تعظیماً سر پر رکھوں چہ جائیکہ بغل میں بھی نہ ماروں، اور خلعت و روپے کی تھیلی جو میں نے اپنے ہاتھ میں لی یہ کوئی بات نہ تھی ان کی زحمت رفع کرنے کی غرض سے میں نے ایسا کیا بادشاہ نے نہایت درشت مزاجی سے بہت سی سخت اور کڑوی باتیں شیخ قطب الدین دبیر کو کہیں اور کہا کہ ان کفر آمیز اعتقادوں کو چھوڑ ورنہ ابھی اپنا سر خاک و خون میں غلطاں دیکھے گا۔ اگر چہ بادشاہ کو حسن اعتقاد کی وجہ سے شیخ قطب الدین کی بے ریائی پہلے ہی سے معلوم تھی کہ بہت دفعہ ان کی راسخ اعتقادی اور ثابت قدمی کا امتحان ہو چکا تھا کیونکہ جب بعض شوریدہ بخت بدنصیب جیسے انغسان دبیر اور اس جیسے اور لوگ شیخ قطب الدین دبیر کی ایذا دہی کے لیے سلطان المشائخ کی بابت بے ادبانہ مباحثہ

اور گستاخانہ مناظرہ کرتے تو شیخ قطب الدین ان نالائقوں سے بادشاہ کے سامنے بے باکانہ مکابرہ کرتے اور نہایت سخت و کڑوے جواب بے محابا دیتے اور جب وہ قتل و قید کی دھمکی دیتے تو شیخ قطب الدین کہتے زہے سعادت و دولت اگر مجھے حضرت سلطان المشائخ کی محبت میں قتل کر ڈالیں اور میں درجۂ شہادت پا کر جلد تر ان کی خدمت میں جا حاضر ہوں اور تمہاری اسشک و عار سے رہائی پاؤں۔ خلاصہ یہ کہ آخر عمر تک جب مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر اس قتال بادشاہ کی مجلس میں ہوتا تو بادشاہ دست حسرت مل کر کہتا۔ افسوس فخر الدین زرادی میری خون آشام تیغ کے نیچے سے جان سلامت لے گئے لیکن واقعتہً بات یہ ہے کہ جس کا دل خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ سیدھا ہوتا ہے وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی عصمت و حفاظت میں ہوا کرتا ہے اور اس کے مخالف و دشمن اس پر فتح نہیں پا سکتے۔

مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ کے خانہ کعبہ کی زیارت کو جانے اور جہاز کے ڈوب جانے اور انتقال فرمانے کا بیان

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جب مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ دیوگیر مین تشریف لے گئے اور سلائی حوض پر فروکش ہوئے تو آپ کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اگرچہ خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت اور عزم آپ کے دل مبارک میں بہت پیشتر سے تھا لیکن کوئی موقع نہ ملتا تھا جب آپ دیوگیر پہنچے تو وہ دبا ہوا اشتیاق بھڑک اٹھا۔ ان دنوں میں قاضی کمال الدین صدر جہان جو مولانا فخر الدین ہانسوی کے شاگرد اور بھانجے تھے۔ مولانا فخر الدین زرادی کی خدمت میں بکثرت آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ مولان فخر الدین ہانسوی مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ علیہ کے بھی استاد تھے اس فرط محبت کے سبب سے جوان دونوں بزرگوں میں تھی۔ مولانا فخر الدین زرادی نے قاضی کمال الدین صدر جہان سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جانے کا مشورہ کیا۔ قاضی کمال الدین نے فرمایا کہ بغیر اجازت بادشاہ کے اتنی دور و دراز سفر کا عزم کرنا خلاف مصلحت ہے کیونکہ اسے اس شہر کی آبادی اس وقت سب سے زیادہ اہم اور مقصود ہے۔ بادشاہ کو منظور ہے کہ یہ شہر علماء مشائخ صدور معارف کے وجود باجود سے اطراف عالم میں مشہور و معروف ہو

جائے۔ بہر صورت میں آپ کی اس رائے کے ساتھ ذرا متفق نہیں ہوں بالخصوص جب کہ بادشاہ آپ کی ایذا دہی کے درپے ہے۔ مولانا فخر الدین زرادی نے یہ جواب سنا تو اپنے مخفی بھید کے ظاہر کرنے سے سخت پشیمان ہوئے۔ اور یہ حکایت کاتب حروف کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی والد نے فرمایا کہ مولانا یہ بات اچھی نہیں ہوئی کیونکہ عشق میں مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ کوئی بزرگ کہتے ہیں۔

در عشق چہ جائے خانہ داریست مجنوں شود کوہ گیر و بخروش

(عشق میں خانہ داری کی کوئی جگہ نہیں۔ مجنوں ہونا کوہ وبیاباں قطع کرنا جوش وخروش کرنا چاہئے۔)

مولانا نے فرمایا کہ میں نے قاضی کے اتحاد ومحبت پر اعتماد کر کے یہ بھید ظاہر کیا اور اس نے اپنے نزدیک یہ مصلحت دیکھی والد نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد قاضی کمال الدین سے ملاقات کا اتفاق ہو تو اس قصد کی بابت کچھ ذکر نہ کرنا اور چند روز کے گذر جانے کے بعد اس کی تدبیر کے انصرام میں مشغول ہو جانا۔ الغرض تھوڑے عرصہ کے بعد مولانا فخر الدین زرادی کے بھتیجے نے جو قصبہ بھیتون میں رہتے تھے۔ مولانا کو اپنے کار خیر کی تقریب میں طلب کیا۔ مولانا بھتیجے کے کار خیر میں شریک ہونے کے بہانے سے قصبہ بھیتون میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر سفر جہاز کا عزم کر لیا اور ادھر روانہ ہونے سے پہلی شب کو عشا کے وقت والد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ والد نے آپ کو دیکھ کر فرمایا شاید آپ کا وہ عزم مصمم ہو گیا ہے فرمایا ہاں یہ فرما کر تھوڑی دیر بیٹھے اور رخصت کے وقت دو تنکہ نقرۂ آپ نے کاتب حروف کے ہاتھ میں دیے اور اس کے دوسرے روز روانہ ہو گئے جب آپ قصبہ بیتھون سے روانہ ہو کر تھانہ پہنچے تو وہاں سے جہاز پر سوار ہونا چاہا۔ جہاز میں سوار ہوتے وقت ایک خط ہارون کی طرف دولت آباد میں روانہ کیا۔ خط کے عنوان میں یہ بیت آپ کے خط مبارک سے لکھی ہوئی تھی۔

ایں نامہ کہ اندوہ و غم سینۂ ماست اے باد ببر بغمگساران برسان

(یہ خط جو ہمارے سینہ کا اندوہ غم ہے اسے اے باد صبا لیجا کر میرے غمگساروں کو پہنچا دے۔)

جب عزیزوں نے خط کھول کر پڑھا تو خط میں یہ بیت اور لکھی ہوئی تھی۔

یار آوارگی بسر دارد رفتن حج بہانہ افتاد ست

(یار کو آوارگی کا خیال ہے حج میں جانے کا صرف بہانہ ہے۔)

غرضیکہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ بعافیت و سلامت خانہ کعبہ میں پہنچے اور ارکان حج ادا کیے۔ پھر وہاں سے بغداد کا قصد کیا بزرگان بغداد یعنے علماء و مشائخ چونکہ پہلے ہی سن چکے تھے کہ ایک عدیم المثال اور لاجواب بزرگ تشریف لاتے ہیں۔ سب استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور آپ کے خیر مقدم کرنے کو سعادت دارین سمجھا۔ مولانا چند روز تک بغداد میں رہے اور علم حدیث میں خوب خوب بحث ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ تمام علماء بغداد سے فائق وافضل ثابت ہوئے۔ وہاں سے لوٹے تو شہر دہلی میں واپس آنے کی غرض سے جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز میں سلطانی اسباب لدا ہوا تھا اور اس کثرت کے ساتھ لدا ہوا جہاز بوجھل ہو کر غرق ہونے لگا۔ جہاز کے افسر مولانا کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگے کہ جہاز غرق ہوا چاہتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم تھوڑا اسباب نکال کر دریا میں ڈال دیں جہاز ہلکا ہو جائے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے اور آدمیوں کے اسباب پر کیا تصرف ہے کہ اس کی نسبت کچھ کہہ سکوں یا دریا میں ڈال دینے کا حکم کروں۔ غرضیکہ مصلے بچھائے قبلہ رخ بیٹھے رہے اور جہاز غرق ہو گیا آپ بھی غرق ہو گئے اور مرتبۂ شہادت کو پہنچے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا علاؤ الدین نیلی رحمتہ اللہ علیہ

ذات پسندیدہ تمام عزیزوں اور یاروں میں جیسے نور دیدہ عالم علوم سبحانی حافظ کلام ربانی بادشاہ عالم باز، علماء میں تقریر خوب کے ساتھ ممتاز مولانا علاؤ الدین نیلی رحمتہ اللہ علیہ سلطان المشائخ کے معزز خلیفہ تھے۔ آپ ایسے مقرر و فصیح تھے کہ بڑے بڑے زبردست علماء آپ کی تقریر کے شیدائی تھے اور جب آپ کلام کرتے تھے تو تقریر کا جادو تمام حاضرین کو خود بخود اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے یاروں میں اعلیٰ سخن اور علم سلوک میں سب سے زیادہ ممتاز و نامور شمار کیے جاتے تھے اور کشاف و مفتاح کے غوامض بیان کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ مولانا فرید الدین شافعی جو اودھ کے شیخ الاسلام تھے اور مروجہ علوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے ان کی مجلس میں آپ کشاف کی قرأت کرتے تھے اور مولانا شمس الدین یحییٰ اور علماء اودھ سامع تھے۔ کاتب حروف نے ان بزرگ کو دیکھا ہے ظاہر میں علماء کی شان کہتے تھے لیکن حقیقت میں اہل تصوف

کے اوصاف کے ساتھ موصوف تھے۔ ایک دن سلطان المشائخ فجر کی نماز ادا کر کے جماعت خانہ کے کوٹھے پر تشریف لے گئے اور جہاں ہمیشہ تشریف رکھا کرتے تھے وہیں جا کر بیٹھ گئے۔ مولانا علاؤالدین ذرا دیر کر کے پہنچے۔ جن عزیزوں نے سلطان المشائخ کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی انہوں نے مولانا علاؤ الدین نیلی کی اقتدا کی اور جماعت خانہ کے صحن میں آپ کو امام بنا کر نماز میں مشغول ہوئے۔ مولانا علاؤالدین نے امامت کی حالت میں ایسی خوش الحانی سے قرأت ادا کی کہ سننے والوں کو مزہ آ گیا اور انتہا درجہ کا ذوق شوق پیدا ہوا۔ سلطان المشائخ بھی کوٹھے پر بیٹھے ہوئے قرأت سن رہے تھے آپ پر بھی وہ ذوق شوق کی حالت طاری ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔ حضور نے فوراً اقبال خادم کو بلا کر فرمایا کہ یہ خوش آواز عزیز جو نماز میں مشغول ہے۔ اس کے پاس میرا مصلا لے جا اور سلام پھیرنے کا منتظر رہ۔ جونہی نماز سے فارغ ہو مصلا اس کے ہاتھ میں دے دے۔ خواجہ اقبال نے ایسا ہی کیا مولانا علاؤالدن نیلی نے جب سلام پھیرا دیکھتے ہیں کہ کہ ایک شخص فرشتہ صفت بہشتی خلعت آسمان کرامت کے حضور سے لایا ہے اور منتظر کھڑا ہے۔ آپ نے نہایت تعظیم وتکریم سے وہ مصلی اقبال خادم کے ہاتھ سے لے کر جو درحقیقت مقبول اہل دل تھے سر اور آنکھوں پر رکھا اور جان کے برابر حفاظت واحتیاط سے رکھا۔ اگرچہ یہ بزرگ سلطان المشائخ کے حضور سے اجازات مطلق رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے ایک مرید بھی نہیں کیا۔ بلکہ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے اگر سلطان المشائخ زندہ ہوتے تو میں خلافت نامہ حضور کی خدمت میں پہنچا دیتا اور عرض کرتا کہ اگرچہ مخدوم نے از راہ بندہ نوازی شفقت ومہربانی فرمائی ہے اور اس ناچیز بندہ کو اپنی دولت خلافت پر پہنچایا ہے لیکن بندہ اپنے تئیں اس محل مرتبہ کے قابل نہیں دیکھتا۔ اور اس منصب اور شرعی عہدہ کی ذمہ داری نہیں کر سکتا اور اس قضیہ میں شیخ عارف خلیفۂ شیخ شیوخ العالم فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز کی اتباع وتقلید کرتا ہے شیخ عارف کے حالات کیفیت جناب شیخ شیوخ العالم کے خلفاء کے ذکر میں مفصل تحریر کی جا چکی ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا شمس الدین یحییٰ اور مولانا علاؤ الدین نیلی اور چند دیگر عزیز اودھ سے سلطان المشائخ کی خدمت میں تشریف لائے تھے اور ان دنوں میں ملاعین نے چاروں طرف سخت تشویش پھیلا رکھی تھی دہلی کے اطراف وجوانب کو خراب وبرباد کر رہے تھے اور خلق کو گھیر گھیر کر قلعہ میں لاتے تھے یہ بزرگ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے چوتھے روز انہیں بلا کر اودھ جانے کی اجازت دی اور ایک ایک کو رخصت کیا۔ یہ بزرگ اس وجہ سے کہ

سلطان المشائخ نے اس قدر جلد رخصت کر دیا اور کچھ روز بھی خدمت میں رکھنا پسند نہ فرمایا۔ نہایت منغض ومکدر ہوئے اور ملال ورنج کے ساتھ اودھ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب تلپتہ میں داخل ہوئے تو مولانا علاؤ الدین رحمتہ اللہ علیہ کو تپ محرق کا آغاز ہوا اس سے مولانا شمس الدین یحییٰ اور دوسرے یاروں کو زیادہ حیرت ہوئی۔ مولانا علاؤ الدین نازک اور لطیف اندام آدمی تھے اور تمام رستے خراب پڑے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اسی اندیشہ میں تلپتہ میں اتر پڑے اور چند روز تک یہیں قیام پذیر رہے۔ ادھر ایک عرضداشت سلطان المشائخ کی خدمت میں بایں مضمون روانہ کی کہ حضور کے غلام فرمان عالی کے مطابق دہلی سے روانہ ہوئے پہلی ہی منزل میں مولانا علاؤ الدین کو بخار آ گیا اور ایسا سخت وشدید بخار ہوا کہ ہمیں مجبوراً تلپتہ میں ٹھہرنا پڑا علاوہ اس کے رستے پہلے کی نسبت نہایت خطرناک اور خراب ہیں اسباب میں جیسا ارشاد ہو عمل میں لایا جائے سلطان المشائخ نے فوراً ان بزرگوں کے لیے خرچ اور مولانا علاؤ الدین کے لیے اپنی سواری خاص بھیجی اور کہلا بھیجا کہ تم فوراً پلٹ آؤ جب سلطان المشائخ کا یہ حکم ان بزرگوں کو پہنچا تو بڑی خوشی کے ساتھ تلپتہ سے لوٹے۔ مولانا علاؤ الدین سے فرمایا کہ آپ اس سواری میں بیٹھ جائیے اور ہم پا پیادہ چلتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے کہ سلطان المشائخ کی سواری خاص میں سوار ہوں۔ الغرض ان بزرگوں نے ایک ڈولی کرایہ کی اور مولانا اس میں سوار ہوئے مولانا نے فرمایا کہ سلطان المشائخ کی سواری میرے آگے آگے چلنی چاہئے تا کہ اس پر میری نظر پڑے اور میری صحت کا موجب ہو۔ جب یہ لوگ سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کے حال پر بے انتہا شفقتیں اور حد سے زیادہ مہربانیاں ارزانی فرمائیں اور فرمایا۔ مولانا علاؤ الدین کی بیماری کا آغاز کیوں کر ہوا۔ مولانا کے ہمراہیوں نے بخار کی کیفیت بیان کی تو آپ نے اقبال خادم سے ارشاد کیا کہ صبح کے کھانے میں سے جو کھانا بچ گیا ہے اس میں سے تھوڑا سا لے آؤ۔ اقبال کھچڑی اور گھی لے آئے۔ مولانا علاؤ الدین سے فرمایا کہ اسے کھاؤ۔ جونہی مولانا نے کھچڑی گھی کھایا بخار بالکل جاتا رہا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا چونکہ یہاں ملاعین کی تشویش چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور اطراف شہر کی خلقت شہر میں جبراً داخل کی جاتی تھی اور لوگوں کو آب وطعام بمشکل دستیاب ہوتا تھا۔ مسافروں کے ساتھ خاص کر نہایت سختی برتی جاتی تھی۔ اس لیے میں نے تمہیں اس قدر جلد رخصت کر دیا تھا۔ کہ اگر اپنے مکانوں پر جلد پہنچ جاؤ تو بہت اچھا ہو۔ تم اس وجہ سے تنگ دل اور مکدر ہوئے حالانکہ تنگ دلی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس کے

بعد جب سلطان المشائخ کو معلوم ہوا کہ مولانا علاؤ الدین نیلی ڈولی میں سوار ہو کر آئے ہیں اور سواری خاص میں نہیں بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس میں سوار ہو کر کیوں نہیں آئے مولانا نے روئے نیاز زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ اگرچہ مخدوم از راہ بندہ نوازی حد سے زیادہ مہربانی وکرم فرماتے ہیں لیکن اس کمترین کو اپنا مرتبہ اور اپنی قدر خود جاننی چاہئے غرضیکہ مولانا علاؤ الدین جب تک زندہ رہے ہمیشہ اس سواری کو ایسے موقع پر رکھتے جو آپ کی زیر نظر رہتی۔ آپ اس کو بوسہ دیتے اور برکتیں حاصل کرتے۔ خدا تعالیٰ نے مولانا علاؤ الدین کو علمی فضائل بہت کچھ عنایت کیے تھے اور فی نفسہ آپ ایک بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان منصب سے ممتاز تھے لیکن بایں ہمہ جو اعتقاد آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں رکھتے تھے وہ سب پر غالب تھا۔ آپ نے آخر عمر میں سلطان المشائخ کے ملفوظات یعنی فواد الفواد اپنے قلم مبارک سے تمام وکمال لکھے اور بیشتر اوقات زیر نظر رکھتے اور مطالعہ کرتے تھے بلکہ انہیں اپنے اوراد و وظائف ٹھہرا لیتے تھے۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس اس قدر معتبر کتابیں ہر علم وفن کی موجود ہیں لیکن آپ بجز سلطان المشائخ کے ملفوظات کے کسی کتاب کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ مولانا نے جواب میں فرمایا کہ اے غافلو کتب سلوک وغیرہ سے ایک جہاں پٹا پڑا ہے اور ہر فن کی کتابیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں اپنے مخدوم کے روح افزا ملفوظات کہ ان ہی سے میری نجات متعلق ہے۔ کہاں پا سکتا ہوں۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں بیت

مرا نسیم تو باید صبا کجا ست کہ نیست — کجاست زلف تو مشک خطا کجاست کہ نیست

(مجھے تو تیری نسیم چاہئے ورنہ صبا کون سی ایسی جگہ ہے جہاں نہیں ہے تیری زلف کہاں ہے ورنہ مشک خطا کون سی ایسی جگہ ہے۔)

بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

خیال روئے تو شد عید من ازان شدم — مرا بعید کسان نیست حاجت، چندان

(تیرے چہرے کا خیال میری لئے عید ہے۔ مجھے لوگوں کی عید سے ذرا غرض نہیں۔)

انجام کار یہ بزرگ چند روز تک بیمار رہے اور اسی بیماری میں انتقال فرما گئے۔ سلطان المشائخ کے خطیرہ میں گنبد دہلیز کے آگے چبوترہ کے اندر مقابر یاروں کے متصل اس عمارت میں مدفون ہوئے جسے مولانا ممدوح نے اپنے جیتے جی خود تعمیر کرایا تھا۔ رحمتہ اللہ واسعتہ:

مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ

علم و عشق جہان صدق زہد و ورع تقوی و طہارت میں معروف، کثرت گریہ کے ساتھ اعلیٰ یاروں میں موصوف و مشہور مولانا برہان الملۃ والدین غریب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ایک عزیز کہتا ہے۔

غریب ست این محب حق بدنیا حبیب اللہ فی الدنیا غریب

(یہ محب حق دنیا میں غریب ہے اور حبیب دنیا میں غریب ہوا کرتا ہے۔)

محبت و اعتقاد جو مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ سے رکھتے تھے

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جو اعتقاد و محبت مولانا برہان الدین کو سلطان المشائخ سے تھا۔ عجب اعتقاد تھا کہ مرتے دم تک اپنی پشت مبارک غیاث پور کی طرف کبھی نہیں کی۔ یہ ایک ایسی بات تھی جو بڑے بڑے عزیزوں میں سے کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ آپ اعتقاد و محبت کی فہرست میں تمام یاروں سے ممتاز اور سب کے مقتدا مانے جاتے تھے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے یاروں سے ارادت میں سابق تھے۔ محبت و عشق کے گھائلوں اور زخمیوں کے لیے زود اثر مرہم تھے اور عاشقوں کی درد کی عمدہ دوا۔ خوش طبعان وقت جیسے امیر خسرو۔ میر حسن اور مثل ان کے دیگر عزیز آپ کی لطافت طبع اور عشق کی وجہ سے آپ کے اسیر محبت تھے اور بیشتر اوقات آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے چنانچہ جس زمانہ میں شیخ نصیر الدین محمودؒ شہر میں طلبا کو پڑھاتے تھے آپ ہی کے پاس رہا کرتے تھے اور کبھی کبھی آپ کی امامت بھی کیا کرتے تے۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے مولانا محمود رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تم کہاں رہتے ہو۔ شیخ محمود نے عرض کیا کہ شہر میں مولانا برہان الدین غریب کے گھر میں اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا۔

مرد سرہ باش ہر کجا خواہی باش

مولانا برہان الدین کو سماع میں پلے درجہ کا غلو تھا اور ذوق بہت رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے یاروں کے رقص میں ایک جداگانہ طرز تھی۔ چنانچہ آپ کے یاروں کو اور لوگ برہانی کہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ کی تاثیر دلی کا یہ حال تھا کہ جو شخص ایک ساعت آپ کے پاس بیٹھتا آپ کے عشق آمیز کلام کے ذوق اور محاورہ دلفریب کی صفائی سے آپ کی جمال ولایت پر عاشق ہو جاتا اعتقاد و محبت میں بندگان خدا کے لیے آپ سے بہتر رہنما پیر کوئی نہ تھا۔ کاتب حروف نے بہت دفعہ اس بزرگ کی سعادت قدمبوسی حاصل کی ہے اور اس کے عشق انگیز کلمات کا اسیر ہوا ہے۔

سلطان المشائخ کا مولانا برہان الدین سے ناراض ہونا اور پھر آپ سے راضی و خوشنود ہو کر آپ کو خلافت عطا کرنا

کاتب حروف عرض کرتا ہے چونکہ مولانا برہان الدین کی عمر ستر سال سے تجاوز کر گئی تھی اور کبرسنی کے علاوہ آپ اپنی خلقت و بناوٹ میں نہایت ہی ضعیف و کمزور واقع ہوئے تھے پھر سب سے قطع نظر کر کے پیر کی محبت میں بالکل سوختہ ہو گئے تھے امیر خسرو کیا خوب فرماتے ہیں۔

خسروا گرچہ سوختہ است نے ز پئے دیگران سوختہ تر باد ازین گر ز برائے تو نیست

(خسروا گر نے دوسرے کے لیے جلی ہے تو اس سے زیادہ جل جائے کیونکہ وہ تیرے لیے نہیں ہے۔)

لہٰذا مولانا غایت ضعف سے اپنی کملی کی دوتہ کر کے اس پر گھر میں بیٹھ جاتے تھے یہ بات دیکھ کر علی زنبیلی اور ملک نصرت نے جو سلطان علاؤ الدین کے مقرب اور حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے اور مخلوق بھی ہو گئے تھے خدمت میں سلطان المشائخ کے لگایا کہ مولانا برہان الدین غریب سجادہ مشیخی پر بیٹھ کر اس طریقہ کی ہرگز رعایت نہیں کرتے جو مشائخ کا ہے بلکہ اپنے تیئں افضل و بزرگ سمجھتے ہیں۔ سلطان المشائخ یہ بات سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور جب مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ سلطان المشائخ کی زیارت و ملاقات کے لیے آئے تو سلطان المشائخ نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔ مولانا پائبوسی کے بعد سلطان المشائخ کی خدمت سے جماعت خانہ میں آ بیٹھے اس وقت اقبال خادم آیا اور سلطان المشائخ کا یہ فرمان پہنچایا کہ تم فوراً لوٹ جاؤ اور اپنے گھر

چلے جاؤ۔ مولانا سخت متحیر ہوئے کہ یہ کیا حادثہ زا اور جانگزا واقعہ ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

تا چہ کردیم دگر بار کہ شیریں لب دوست — بسخن باز نمے باشد و چشم از نازش

(ایسا مجھ سے دوبارہ کیا قصہ ہوا کہ دوست منہ سے نہیں بولتا اور اس کی آنکھیں خدنگ ناز کا نشانہ نہیں بناتیں۔)

مولانا مجبوراً وہاں سے باہر نکلے اور مولانا ابراہیم کے گھر میں آئے جو سلطان المشائخ کے طشت دار اور مولانا برہان الدین غریب کے دوست اور مخلص مہربان تھے۔ یہ مولانا ابراہیم غیاث پور میں رہتے تھے۔ مولانا برہان الدین یہیں آ کر ٹھہرے۔ جب آپ کو یہاں قیام کیے ہوئے دو روز ہو گئے تو مولانا براہیم نے سوچا کہ مبادا سلطان المشائخ کو خبر ہو جائے کہ مولانا برہان الدین میرے مکان میں قیام پذیر ہیں اور محل عتاب میں آؤں چنانچہ انہوں نے مولانا پر یہ خیال ظاہر کیا۔ آپ وہاں سے نکل کر شہر میں گئے اور نہایت سراسیمہ اور پریشان خاطر اپنے گھر میں آ کر اس تعزیت میں بیٹھے کہ سلطان المشائخ کو ان کی طرف سے رنج وصدمہ پہنچا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر شہر کے تمام یاروں میں پھیل گئی۔ عزیزان شہر آپ کی ملاقات کو آتے تھے اور آپ کو روتا دیکھ کر خود زار قطار رونے لگتے تھے۔ چند روز کے بعد امیر خسرو علیہ الرحمتہ جو مولانا برہان الدین کے قدیم دوست تھے حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور نہایت بہتر طریقے سے باب شفاعت کھولا اور عرض کیا حضور! مولانا برہان الدین آپ کا مرید صادق بندۂ معتقد ہے۔ اب وہ اس درجہ ضعیف و کمزور ہو گئے ہیں کہ بوریئے پر بیٹھ نہیں سکتے۔ ان کے دونوں زانوؤں میں سخت درد رہتا ہے اور اس زحمت کے دفع کرنے کے لیے ناچار اپنی کملی کو دوتہ کر کے نیچے ڈال لیتے ہیں۔ امیر خسرو ہر چند کہ اس جیسی باتیں عرض کرتے تھے لیکن سلطان المشائخ رغبت کے کانوں سے نہ سنتے تھے اور قبول نہ فرماتے تھے۔ آخر کار امیر خسرو نے دوسرے یاروں سے اس بارے میں مشورہ کیا اور سب نے متفق ہو کر یہ قرار ٹھہرایا کہ امیر خسرو دستار گردن میں ڈال کر سلطان المشائخ کی خدمت میں جائیں اور مولانا کی معافی کی التماس کریں۔ چنانچہ امیر خسرو نے ایسا ہی کیا۔ دستار اپنی گردن میں ڈالی اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مؤدب کھڑے رہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ترک کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا۔ مولانا برہان الدین

کے عفو جرائم کی التماس حضرت مخدوم سے چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ کہاں ہیں اچھا انہیں بلاؤ فوراً آدمی گیا اور مولانا برہان الدین گھر سے تشریف لائے۔ جب یہاں پہنچے تو مولانا اور امیر خسرو دونوں حضرات نے اپنی اپنی دستاریں گردنوں میں ڈالیں اور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سر زمین پر رکھا اور صف فعال میں کھڑے ہو گئے۔ سلطان المشائخ نے اپنی خوشنودی و رضا مندی ظاہر کی اور مولانا دوبارہ تجدید بیعت سے مشرف ہوئے والحمدللہ علےٰ ذالک کاتب حروف خود عرض کرتا ہے کہ جب بعض اعلیٰ یاروں کو سلطان المشائخ کے باعظمت دربار خلافت کی اجازت ہوئی تو سید السادات سید خاموش عم کاتب حروف اور خواجہ سلطان المشائخ کے قدیم خدمت گار تھے اور اپنے فرزندوں کی طرح ان کے ہاں پرورش پائی تھی۔ سید السادات سید حسین کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا برہان الدین سابق مریدوں میں ایک پاک اعتقاد و راسخ قسم مرید ہیں اور اعتقاد و محبت میں سب یاروں سے ممتاز ہیں یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ان کی خلافت کے لیے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں التماس کی جائے۔ سید حسین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اقبال سے کہوں گا تا کہ موقع و محل دیکھ کر مولانا کی یہ گذارش سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کریں چنانچہ اس کے کچھ دنوں بعد سید خاموش اور خواجہ مبشر نے خواجہ اقبال کے کان میں یہ بات ڈال دی۔ چونکہ خواجہ اقبال کو سادات سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور ہمیشہ ان کی حمایت و مدد میں لگے رہتے تھے یہ بات فوراً قبول کر لی اور مولانا برہان الدین سے فرمایا کہ تم مستعد و تیار ہو کر آؤ تا کہ تمہیں سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کروں جب مولانا آئے تو اقبال آپ کو اپنے ساتھ اندر لے گئے اور سید خاموش بھی اس وقت ان کے ساتھ تھے۔ سلطان المشائخ چوب خانہ کے حجرہ میں جو جماعت خانہ کے کوٹھے پر تھا لیٹے ہوئے تھے لحاف اوپر پڑا ہوا تھا مگر چہرہ مبارک کھلا ہوا تھا۔ جب یہ سب حضرت اندر پہنچے تو خواجہ اقبال نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب مخدوم کا بندۂ قدیم پائے بوسی کی اجازت چاہتا ہے اور بخشش و رحمت کی امید رکھتا ہے۔ سلطان المشائخ آنکھ کھول کر اقبال کی طرف دیکھنے لگے۔ مولانا فوراً زمین پر گر پڑے اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ بعدہ خواجہ اقبال حضرت سلطان المشائخ کی نظر مبارک کے سامنے کپڑوں کا بقچہ خاص لائے اور کھول کر ایک پیراہن، ایک

کلاہ، جنہوں نے سلطان المشائخ کی صحبت پائی تھی نکال لی اور سلطان المشائخ کے آگے لا رکھی آپ نے اپنا دست مبارک پیراہن اور کلاہ سے چھوا دیا۔ اس کے بعد خواجہ اقبال نے سلطان المشائخ کے روبرو وہ کپڑے مولانا برہان الدین کو پہنا دیے اور کہا تم بھی سلطان المشائخ کے خلیفہ ہو۔ اس وقت سلطان المشائخ یہ سب باتیں دیکھ رہے تھے سن رہے تھے پر ساکت و خاموش تھے اور سکوت رضامندی کی دلیل ہوتی ہے۔ سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد مولانا برہان الدین چند سال زندہ رہے اور خلق خدا کی بیعت لیتے رہے۔ جب دیوگیر میں تشریف لے گئے تو سفر آخرت قبول کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آج آپ کا روضہ مبارک ان شہروں کی خلق کا قبلۂ حاجات ہے۔

مولانا وجیہہ الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ

صورتِ صفا، سیرت وفا، سابقین کی شمع، صادقوں کی صبح صاحب یقین، مقتدائے دین، مولانا وجیہہ الملۃ والدین یوسف کلا کہری عرف چندیری سلطان المشائخ کے سابقین خلفاء میں ایک نہایت بلند مرتبہ خلیفہ اور اپنے زمانہ کے عابد و زاہد اور کمال درجہ عاشق تھے۔ آپ میں درد و ذوق بہت تھا اور سلطان المشائخ کی خدمت میں بیحد اعتقاد و محبت رکھتے تھے اور ایک پیر عزیز تھے۔ مکارم اخلاق میں بے نظیر ایک مقتدر بادشاہ تھے سلوک ولایت میں عدیم المثال۔ آپ کے مناقب و کرامات اس کثرت سے ہیں کہ قلم انہیں ضبط تحریر میں لانے سے محض عاجز و قاصر ہے۔ مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ مولانا یوسف ہی کے ذریعہ سے سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے ہیں جس طرح مولانا یوسف مولانا عمر کلا کہری کے وسیلہ سے خدمت اقدس میں پہنچے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ چونکہ مولانا یوسف ارادت و اجازت کی رو سے تمام اعلیٰ درجہ کے یاروں میں سابق و مقدم ہیں۔ اس لیے مناسب یوں تھا کہ آپ کا ذکر ان سے پہلے ہوتا لیکن جبکہ سابق الذکر حضرات کے حقوق صحبت و تربیت کاتب حروف پر بکثرت تھے۔ اس لحاظ و رعایت سے ان کا ذکر مقدم کیا گیا۔

جناب سلطان المشائخ کے ساتھ مولانا وجیہہ الدین یوسف کی محبت و عشق اور کمال اعتقاد

منقول ہے کہ ایک دفعہ مولانا وجیہہ الدین یوسف سلطان المشائخ کی آرزوئے قدمبوسی میں باہر نکلے اس زمانہ میں آپ سرائے دہاری میں سکونت پذیر تھے یہاں سے غیاث پور چھ یا سات میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ مولانا یوسف نے سرائے سے نکل کر چند قدم باہر رکھے تھے کہ آپ کے دل مبارک میں خطرہ گذرا کہ اے یوسف تو سلطان المشائخ کی خدمت میں پاؤں کے بل چلتا ہے۔ شیخ کی راہ میں سر کے بل چلنا چاہئے۔ مصرع

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستان

یعنی ہمیں دوستوں کی طلب میں پاؤں کو سر بنانا چاہئے۔ جونہی آپ کے دل میں یہ خطرہ گذرا وہیں سلطان المشائخ کی در دولت کی جانب سر کے بل چلنا شوع کیا تین چار قدم چلے تھے کہ آپ نے اپنے تئیں سلطان المشائخ کی خانقاہ کے نیچے دیکھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک دفعہ مولانا یوسف موضع کلا کہری سے سلطان المشائخ کی پابوسی کے اشتیاق میں روانہ ہوئے اثنائے راہ میں آپ کے دل مبارک میں آیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میں یہاں سے اڑ کر سلطان المشائخ کی قدمبوسی میں پہنچتا۔ ہنوز آپ کے دل مبارک مین یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ حق تعالٰی نے آپ کے اعتقاد صاد اور اشتیاق غالب کی برکت سے اڑنے کی قوت عنائت فرمائی اور آپ فوراً سلطان المشائخ کے در دولت کی جانب روانہ ہوئے۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

گر سر فدا نے کنم از پیش اہل دل سر برنے کنم کی مقام خجالت است

(اگر میں اہل دل کے سامنے سر فدا نہ کروں تو میں سر اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا کہ مقام خجالت ہے۔)

اسی اثناء میں خداوندی عنایت سے آپ کے دل مبارک مین گزرا کہ سلطان المشائخ کی بارگاہ میں سر کے بل چلنا چاہئے کیونکہ ایسے عظیم الشان بارگاہ میں پاؤں کے بل چلنا ہرگز سزاوار نہیں۔ جب اس خطرہ نے نہایت استحکامی کے ساتھ آپ کے دل پر نقش کر دیے تو مولانا یوسف رحمتہ اللہ علیہ

نے سر کے بل چلنا شروع کیا اور اس وقت آپ پر وہ حالت طاری ہوئی کہ بالکل بے خود ہو گئے اور اپنے آپ تک کی خبر نہ رہی۔ جب ہوش میں آئے تو سر مبارک گرد آلود دیکھا اور پگڑی سر سے جدا ہو کر گردن میں لپٹی ہوئی پائی پھر جو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اپنے تئیں آب ستارے کے کنارے پایا اس وقت آپ نے وہاں وضو کیا اور سر پر پگڑی باندھی اور سلطان المشائخ کی خدمت میں آپ کے خطیرہ میں داخل ہوئے اور سعادت قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ چونکہ سلطان المشائخ مکاشف عالم تھے اور آپ پر تمام راز سربستہ عیاں تھے لہذا آپ کو اس عاشق کا حال سرتاپا معلوم تھا۔ چنانچہ آپ نے مولانا یوسف کے سامنے ،ذیل کی حکایت بیان کرنا شروع کر دی کہ قنوج میں ایک راجا تھا جس کے لیے پینے کا پانی حوض بدہ کیار سے جو موضع کیتھل میں ہے روزمرہ تازہ لایا جاتا تھا اس کے ہاں ایک اونٹنی تھی جسے سانڈنی کہتے ہیں اور جو تیز رفتاری میں ہوا سے سبقت لے جاتی تھی لوگ اس پر پانی کی پکھال لاد دیا کرتے تھے ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ کیتھل میں ایک شخص تھا جو قنوج کی ایک عورت سے کمال تعشق رکھتا تھا اور اس کی آتش فراق میں شب و روز جلتا تھا۔ اسے کوئی ایسا شخص دستیاب نہ ہوتا تھا کہ اپنا پیام اس عورت تک پہنچا سکتا۔ یہاں تک کہ اس غریب عاشق نے ایک دن اس شخص سے اپنے عشق کی واضح طور پر تشریح کی جو بدہ کیار سے راجہ کے لیے پانی لے جاتا تھا اور اپنا درد فراق بیان کرتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ یہ شخص اپنے عشق اور جگر سوز رنج و غم کی داستان بیان کرنے میں اس درجہ مشغول تھا کہ بیخودانہ حالت میں بالکل معلوم نہ ہوا کہ سانڈنی سوار کے ساتھ کس طرح رستہ طے کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب وہ اپنے درد عشق کی داستان بیان کرتے کرتے قنوج کے قلعہ کے نزدیک پہنچ گیا تو اب وہاں سے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ جو شخص راجہ کے لیے پانی لا رہا تھا جب اس نے اسے لوٹتے دیکھا تو کہا اے شخص اب تو قنوج میں پہنچ گیا ہے دیکھ وہ سامنے قنوج کا قلعہ نظر آتا ہے۔ اب کہاں جاتا ہے خود ہی اپنی معشوقہ کو پیام دیدے۔ غریب عاشق جو ابھی داستانِ عشق کے اظہار میں محو تھا ہوش میں آیا اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا کہ افسوس تو نے مجھے مار ڈالا یہ کہہ کر سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپنے لگا اور فوراً زمین پر گر پڑا۔ قریب ہی ایک بت خانہ تھا اس نے بہزار حیلہ اپنے تئیں بت خانہ کے دروازے پر لا ڈالا۔ دیکھتا ہے کہ بت خانہ کے دروازہ پر جلی حرفوں میں لکھا ہوا کہ اگر کوئی شخص اس قدر دور دراز مسافت قطع کرے کہ بشری طاقت سے خارج ہو اور اسے تلف ہونے کا خوف ہو تو کیا کرے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے تلوؤں کو تیل سے چرب کر کے آگ سے تاپے بعدہ کسی دیوار کے سہارے سے پاؤں اونچے کر کے لیٹ جائے رستہ کی تھکان دور اور زحمت جاتی رہے گی۔ جونہی یہ علاج اس کی نظر پڑا فوراً تیل کی تلاش میں مشغول ہوا دیکھتا کیا ہے کہ ایک بت کے پاس چراغ تیل سے بھرا ہوا روشن ہے اس نے جھٹ اسی تیل سے اپنے تلوے چرب کیے اور چراغ کی لو سے تلوؤں کو خوب سینکا پھر ایک دیوار پر پاؤں رکھ کر لیٹ گیا اسی اثناء میں اسے نیند آ گئی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ساری تھکان جاتی رہی اور اب نہایت چاق و توانا ہو گیا۔ غرضیکہ عشق کے نتائج بے شمار اور فوائد ان گنت ہیں عاشق کو چاہیے کہ عشق میں صادق ہوتا کہ اس کا پھل میسر ہو۔

مولانا وجیہہ الدین یوسف کا سلطان المشائخ کے جلیل القدر دربار سے نیک انفاس اور طرح طرح کی نعمتیں پانا

منقول ہے کہ ایک دن سلطان المشائخ نہایت خوش وقت اور مسرور و شاداں تھے کہ اسی اثناء میں مولانا یوسف آئے اور شرف قدم بوسی حاصل کی سلطان المشائخ نے اقبال خادم سے فرمایا کہ کہ فلاں کاسۂ چوبین میوہ سے بھر کر لے آؤ۔ اقبال نے حضور کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی سلطان المشائخ نے اس کاسۂ چوبین کو دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ مولانا یوسف تیس سال سے یہ پیالہ میرے پاس ہے۔ آج میں تمہیں ارزانی کرتا ہوں یوسف فوراً دامن پھیلا کر آگے بڑھے۔ سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا کے دامن میں پیالہ الٹ دیا اور فرمایا حق تعالیٰ تمہیں روٹی اور ایمان و امان کرامت فرمائے۔ آخر عمر میں مولانا یوسف رحمتہ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جس روز سے سلطان المشائخ نے مجھے یہ دولت عنایت فرمائی ہے مجھے رزق و نعمت کی کوئی کمی نہیں رہی اور حق تعالیٰ مجھے ہمیشہ اپنی امان و حفاظت میں رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے دنیا سے امن و امان کے ساتھ اٹھائے گا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کے زانوئے مبارک میں کوئی مرض حادث ہوا جس کی وجہ سے زانو سوج گیا اور درد پیدا ہو گیا۔ ضعف نے غلبہ کیا اور آپ کو سخت کرب و بے چینی لاحق ہوئی خلق اطراف و جوانب مثلاً بدایون اور اودھ اور دوسرے شہروں سے جوق جوق آتی تھی

اور اعلیٰ درجہ کے مرید بھی سب کے سب عیادت کے لئے اُمڈے چلے آتے تھے۔ مولانا یوسف بھی چندیری سے آئے۔ آپ نے آتے ہی اول سلطان المشائخ کی قدمبوسی حاصل کی بعدہ حضور کی ذات شریف کی صحت کے لیے فاتحہ کی التماس کی جب فاتحہ تمام کر چکے تو سلطان المشائخ کی زانوئے مبارک کی طرف دم کیا۔ دوسرے روز سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بہت لوگ آئے اور سب نے دعا کی لیکن کسی کی دعا موثر نہ پڑی مولانا یوسف نے کل التماس فاتحہ کی اور زانو پر دم کیا آج دردزانو بالکل جاتا رہا اور ورم نہایت ہلکا ہو گیا۔ اس کے تیسرے روز سلطان المشائخ نے غسل صحت فرمایا۔ اس پر ہر شخص نے علی حسب القدر صدقہ بھیجا اور مبارک باد دی اور صدقہ تقسیم کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں مولانا یوسف اور چند دیگر حضرات بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں ایک مرد نے چند درم سامنے ڈال کر کہا ان کی شیرینی تیار کرو مولانا یوسف اور ان کے ساتھ دوسرے یاروں نے چند اور درم اس میں ملائے اور بہت سی شیرینی تیار کی۔ شیرینی سامنے رکھی گئی تو ہر شخص نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن مولانا یوسف نے اپنا ہاتھ مبارک کشیدہ رکھا حاضرین نے کہا کہ آپ یہ شیرینی کیوں نہیں تناول فرماتے مولانا نے فرمایا کہ میں ازروئے طریقت کے اپنے تئیں سلطان المشائخ کا غلام جانتا ہوں۔ اس مجلس میں سلطان المشائخ کی ذات شریف موجود ہے تمہیں یہ شیرینی حضور کے سامنے پیش کرنی چاہیے تاکہ ان کے سامنے صرف کی جائے سب یار شیرینی لے کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے آج مولانا یوسف کلا کہری سے ایک ایسا عظیم الشان فائدہ اٹھایا ہے کہ جو سخت ریاضت کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سلطان المشائخ نے دریافت کیا کہ قصہ کیا تھا یاروں نے سارے قصہ کی تقریر بجنسہٖ عرض کر دی۔ سلطان المشائخ نے اپنی گوہر بار زبان سے فرمایا کہ درویشی کی روش میں کوئی شخص مولانا یوسف کی نظیر نہیں ہے۔ وہ اس راہ میں ثابت قدم سالکوں کی چال چلتا ہے۔ منقول ہے کہ چندیری کی حکومت وولایت ایک شخص ثمر نامی کے ہاتھ میں تھی اس کے لشکر کے بہت سے لوگ سلطان المشائخ کے مرید تھے جو آپ کے ایما و اشارے سے مولانا یوسف سے بھی محبت و اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی تربیت اس بزرگ کی نظر میں تھی۔ ایک مرتبہ ثمر نے ایک شور برپا کیا جس کے سبب تمام مرید اطراف و جوانب میں چل دیے۔ مولانا یوسف کی خاطر مبارک۔ یاروں کی جدائی سے نہایت پریشان ہوئی مولانا یوسف کا ایک دوست جسے آپ سے

نہایت اعتقاد و اخلاص تھا آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اب اس موضع میں رہنے کا کچھ مزا نہیں رہا۔ لکھنوتی کی طرف میری ملک ہے۔ آپ وہاں تشریف لے جایئے۔ بار برداری اور راستہ کا خرچ اور اس کے علاوہ سامان سفر میں مہیا کردوں گا۔ مولانا یوسف نے فرمایا کہ یہاں میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ شیخ کا بھیجا ہوا آیا ہوں میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں گا دیکھنا چاہیے کہ کیا حکم ہوتا ہے چنانچہ اس کے بعد مولانا یوسف سلطان المشائخ کی قدم بوسی کے لیے دہلی میں آئے اور سعادتِ قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ لکھنوتی کی طرف عزم کر چونکہ میں اس شہر میں حضور کا بھیجا ہوا گیا ہوں اس لیے بغیر اجازت مخدوم کے لکھنوتی نہیں جا سکتا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا یوسف خواہ تم چندیری میں رہو یا دوسری جگہ چلے جاؤ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہو گے۔ مولانا نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ چونکہ حضور کی زبان مبارک پر چندیری کا نام پہلے جاری ہوا لہٰذا میں چندیری ہی میں رہوں گا۔ سلطان المشائخ نے اس ادب کی رعایت پر مولانا کی بہت تحسین کی۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے مولانا کو رخصت کیا اور آپ چندیری تشریف لے گئے۔

مولانا وجیہہ الدین یوسف کا سلطان المشائخ سے خلافت پانا

منقول ہے کہ عہد علائی میں ایک والی بادشاہ کی طرف سے چندیری کی فتح کے لیے بہت بڑے لشکر کے ساتھ متعین ہوا اور وہ حضرت سلطان المشائخ کے معتقدوں میں سے تھا۔ روانگی کے وقت آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے بادشاہ نے فلاں مقام کی فتح کرنے پر نامزد کیا ہے اگر مخدوم سلطان المشائخ کی طرف سے کوئی یار بھی ہمارے ساتھ نامزد ہو جائے تو ہم اس کی پناہ میں چلیں اور اس مقام کی فتح کی امید واثق ہو۔ سلطان المشائخ نے مولانا یوسف کو طلب فرمایا اور جب وہ تشریف لائے تو آپ نے انہیں اپنی اجازت سے مشرف فرما کر ولایت چندیری کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچا تھوڑے دنوں میں چندیری فتح ہو گیا اور مولانا وجیہہ الدین یوسف نے اس مقام میں سکونت اختیار کی اس کے بعد سے اس شہر کی جس قدر مخلوق سلطان المشائخ کی ارادت کے لیے حاضر ہوئی آپ ان سے فرماتے کہ تم چندیری میں جا کر مولانا یوسف کی خدمت میں ارادت لاؤ اور میرا تصور کرو۔ اگر ایسا

کرو گے تو فقیر سے گویا وابستہ ہو گے اس کے بعد خلق نے موضع چندیری میں مولانا یوسف کی خدمت میں توجہ کی مولانا یوسف نے اس بے انتہا درجہ کے اعتقاد کی وجہ سے کہ سلطان المشائخ کی نسبت رکھتے تھے ان لوگوں سے فرمایا کہ جب تک سلطان المشائخ صدر حیات میں جلوہ آرا ہیں میں خلق کے ہاتھ میں دست بیعتنہ دوں گا لیکن میں اس جامہ کو آگے رکھ کر جو سلطان المشائخ کے جسم مبارک سے ملا گیا ہے اور حضور سے مجھے عنایت ہوا ہے تمہیں تلقین و بیعت اور ارادت کرتا ہوں تم لوگ اس بات کا تصور کرو کہ گویا سلطان المشائخ کی ذات شریف موجود ہے چنانچہ اسی طریقہ پر سلطان المشائخ کے زمانہ حیات میں مولانا وجیہہ الدین یوسف نے چند آدمیوں کو حلقۂ ارادت میں داخل کیا تھا۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ کی مہربانی و بخشش آخر عمر میں بھی مولانا یوسف پر مکرر ہوئی اور یہ قصہ یوں ہوا کہ جس زمانہ میں سلطان المشائخ اعلیٰ درجہ کے یاروں کو خلافت کے لیے اختیار کرتے تھے اور بعض حضرات اس دولت سے مشرف ہو چکے تھے تو مولانا یوسف علیہ الرحمۃ سلطان المشائخ کی خدمت میں طلب کیے گئے آپ نے حاضر ہو کر سر زمین پر رکھا اس وقت خواجہ اقبال نے عرض کیا کہ مخدوم عالمیوں کی مہربانی و شفقت ان غریب الدیار اور بیچاروں پر حد سے زیادہ ہے جنہوں نے اس آستانہ پر سر رکھا ہے اگر حضور اپنے کرم وافر سے از سر نو اپنے بندہ کو نوازیں اور شفقت بے اندازہ اپنے بیچارے کے حق میں جائز رکھیں تو بعید از بندہ پروری نہ ہوگا سلطان المشائخ کو بھی چونکہ مولانا یوسف پر مزید عنایت و مہربانی مطلوب تھی اس لیے آپ نے فرمایا کہ ہم نے انہیں پہلے ہی اجازت دے دی ہے۔ اور منصب خلافت عطا کر دیا ہے اس وقت خواجہ اقبال ایک کرتہ اور کلاہ جس نے بہت مدت تک سلطان المشائخ کی صحبت پائی تھی لائے اور سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں مولانا یوسف کے جسم مبارک کو ان سے آراستہ کیا اور کہا تم بھی سلطان المشائخ کے خلیفہ ہو۔ مولانا یوسف نے اٹھ کر سلطان المشائخ کے دست مبارک کا بوسہ دیا۔ سلطان المشائخ کی طرف سے بتجدید فرمان ہوا کہ مولانا یوسف کو اجازت و ارادت پہلے سے ہی حاصل تھی۔ لیکن یہ سعادت اس سعادت پر زیادہ ہوئی اور وہ نور علی نور کے مورد ہوئے۔ غرضیکہ مولانا یوسف نہایت معظم و مکرم شخص تھے اور آپ پر کشف و کرامات کا دروازہ مفتوح تھا۔ کاتب حروف نے ان بزرگوار سے ملاقات کی ہے اور ان کی مجلس کا ذوق حاصل کیا ہے۔ دیار چندیری کی بہت سی مخلوق آپ کی مرید تھی۔ آپ کا روضہ مبارک چندیری میں ہے۔ جس سے اس طرف کے لوگ برکت و یمن حاصل کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا سراج الدین عثمان رحمتہ اللہ علیہ

صوفی خوش خلق زاہد دلربا مولانا سراج الملتہ والدین عثمان ہیں جو تقوی وطہارت اور زہد وورع اور مکارم اخلاق اور لطافت طبع میں مشہور اور دوسرے یاروں میں ممتاز و موصوف تھے اور جو سلطان المشائخ کے خلفا میں ایک معزز خلیفہ تھے ان کو لوگ اخی سراج بھی کہتے تھے جو لوگ ملک اودھ اور دیار ہندوستان سے سلطان المشائخ کے غلاموں کے سلسلہ میں داخل ہوئے یہ ان سب سے ارادت میں سابق تھے۔ سلطان المشائخ کا نفس مبارک ان ہی کے حق میں باین مضمون جاری ہوا ہے کہ مولانا سراج الدین آئینہ ہندوستان ہے۔ آپ میں عالم جوانی میں کہ ہنوز ڈاڑھی کے بالوں کا آغاز نہ ہوا تھا۔ لکھنوتی سے آئے اور سلطان المشائخ کے آستانہ پر سر ارادت رکھا اور ان یاروں کی صحبت میں پرورش پائی جو سلطان المشائخ کی خدمت و ملازمت میں ہمیشہ زندگی بسر کرتے تھے جب سال تمام ہو جاتا تو آپ اپنی والدہ مکرمہ کو دیکھنے لکھنوتی چلے جاتے اور پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ بیشتر اوقات سلطان المشائخ کی خدمت میں مجرد الحال اور فارغ البال رہتے اور سلطان المشائخ کے جماعت خانہ کے ایک گوشہ میں اپنی عمر عزیز بسر کرتے حتی کہ کاغذ اور کتاب کہ اس کے علاوہ کوئی سامان واسباب آپ کے پاس نہ تھا۔ یہ بھیسب کتابت خانہ اور جماعت خانہ میں رکھتے۔ الغرض جب بعض اعلیٰ یاروں کو سلطان المشائخ کے فرمان کے بموجب لوگوں نے خلافت کے لیے منتخب کیا تو ان میں ان بزرگ کو بھی شامل کیا اور جب ان تمام بزرگوں کے نام نامی سلطان المشائخ کے سامنے لیے گئے تو مولانا سراج الدین کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اس کام میں سب سے پہلا درجہ علم کا ہے اور مولانا سراج الدین علم سے چنداں حصہ رکھتے نہیں جوں ہی یہ بات مولانا فخر الدین زراوی کے کان میں پہنچی آپ کی زبانِ مبارک سے نکل گیا کہ میں اسے چھ مہینے میں عالم تبحر اور دانشمند کامل بنادوں گا چنانچہ مولانا سراج الدین نیکبر سنی میں علم پڑھنا شروع کیا اور کاتب حروف کے ساتھ آغاز تعلم میں میزان اور تصریف اور قواعد اور اس کے مقدمات کی تحقیق کی۔ خود مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے لیے ایک مختصر و مفصل تصریف تالیف کی اور اس کا نام عثمانی رکھا۔ جب

تک مولانا فخر الدین غیاث پور میں رہے آپ کو برابر پڑھاتے رہے بعدہ آپ مولانا رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں پہنچے اور کاتب حروف کے ساتھ کافیہ۔ مفصل۔ قدوری۔ مجمع البحرین کی تحقیق میں مصروف رہے۔ بہت تھوڑے دنوں میں افادت کے مرتبہ میں پہنچ گئے اور سلطان المشائخ کے خلافت نامہ سے جس پر حضور کی مہر کا نشان تھا مشرف ہوئے۔ قبل اس کے کہ مولانا سراج الدین ہندوستان کا عزم کرتے شیخ نصیر الدین محمود خلافت نامہ لے کر اودھ میں پہنچے۔ اس کے بعد آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اب بھی تعلیم و تعلم میں مشغول رہے جب سلطان المشائخ جنت میں تشریف لے گئے تو اس کے تین سال بعد تک بھی تعلیم و تعلم میں مستغرق رہے اور سلطان المشائخ جعل اللہ الجنۃ مثواہ کے خطیرۂ اقدس میں گنبد کے اندر رہے۔ جب مخلوق دیار دیوگیر کی طرف جلاوطن کی گئی تو مولانا سراج الدین لکھنوتی میں تشریف لے گئے اور کچھ کتابیں حضرت سلطان المشائخ کے کتاب خانہ سے جو طلبہ کے لیے وقف تھا مطالعہ کے لیے ساتھ لیتے گئے۔ علاوہ اس کے سلطان المشائخ کے وہ کپڑے جو آپ نے وقتاً فوقتاً حضور سے پائے تھے وہ بھی ساتھ لے گئے اور اس طرف کے شہروں کو اپنے جمال ولایت سے آراستہ و منور کیا اور خلق خدا سے بیعت لینی شروع کی۔ چنانچہ اس ملک کے بادشاہ آپ کے مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ مولانا سراج الدین نے عمر بہت پائی اور نہایت مقصد وری اور کامیابی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ نے آخر عمر میں مولانا رکن الدین اندرپتی کے لیے جو آپ کے استاد تھے اور کاتب حروف کے واسطے جو آپ کا ہم سبق تھا بطریق یادگار چند تنکہ چاندی کے روانہ کیئے اور پچھلے حقوق کی رعایت کما حقہ مرعی رکھی (حق تعالیٰ ان سے قبول فرمائے آمین۔) جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گا تو اطراف لکھنوتی میں اپنے مدفن کے لیے ایک نہایت عمدہ مقام پسند کیا اول اس مقام میں آپ نے سلطان المشائخ کے وہ کپڑے جو اپنے ہمراہ لے گئے تھے بہ تعظیم تمام دفن کئے اور اسے بصورت قبر بنایا بعدہ جب انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ مجھے سلطان المشائخ کے کپڑوں کی قبر کی پائنتی دفن کرنا چاہیے۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو سلطان المشائخ کے کپڑوں کی قبر کی پائنتی آپ کا مدفن قرار پایا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ مولانا سراج الدین کا روضہ متبرکہ سلطان المشائخ کے کپڑوں کی برکت سے قبلۂ ہندوستان ہے اور آپ کے خلفا اس زمانہ تک ان شہروں میں خلق خدا سے بیعت لیتے ہیں۔

مولانا شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ

کان ذوق مایۂ شوق زاہد باکمال عابد باجمال مولانا شہاب الملتہ والدین حضرت سلطان المشائخ کے امام ہیں۔ یہ بزرگوار بڑے پایہ کے شخص تھے اس سے زیادہ اور کون سی کرامت وعظمت ہوسکتی ہے کہ سلطان المشائخ کی امامت کے شرف سے مشرف ہوئے اور دن رات میں پانچ وقت ایسے جلیل القدر بادشاہ کی سعادت بخش نظر کے منظور وملحوظ ہوتے تھے جس کی نظر جان بخش کے محتاج تمام بادشاہانِ جہان تھے۔ جب مولانا شہاب الدین علیہ الرحمتہ سلطان المشائخ کی دولتِ ارادت سے مشرف ہوئے تو حضور کا فرمان جاری ہوا کہ خواجہ نوح کو تعلیم و تربیت دینا شروع کریں (خواجہ نوح کا ذکر سلطان المشائخ کے اقربا میں مذکور ہے) ایک چھوٹا سا حجرہ جو جماعت خانہ میں تھا آپ کے حوالہ کیا گیا اور آپ جناب سلطان المشائخ کے یاروں اور خدمت گاروں میں پرورش پانے لگے۔ برسوں سے آپ کے دل میں یہ آرزو تھی کہ اگر کسی طرح ایک دفعہ سلطان المشائخ کی امامت میسر ہوجائے تو اس دولت وکرامت کی وجہ سے سبقت کی گیند اپنے ہم عصروں اور مصاحبوں سے اُچک لی جائے۔ غرضکہ آپ ہر شخص کو اس دولت پر کامیاب ہونے کی غرض سے اُبھارتے واُکساتے رہتے لیکن آپ کی یہ آرزو برنہ آتی تھی کیونکہ سلطان المشائخ کی امامت کا معزز وممتاز منصب مولانا بدر الدین اسحاق کے فرزندِ رشید اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسہ جناب شیخ زادہ خواجہ محمد کے تفویض میں تھا جو تقویٰ وطہارت اور صدق ویقین کے ساتھ موصوف تھے اور جن کے فضائل ومناقب شیخ شیوخ العالم کے نواسوں کے ذکر میں تحریر ہوچکے ہیں خلاصہ یہ کہ دینی شغل خواجہ محمد کے ساتھ مخصوص تھا اور ان کے ہوتے کسی کو طاقت نہ تھی کہ امام بننے کی جرأت کرسکتا بلکہ جب خواجہ محمد کہیں تشریف لے جاتے تو دوسرا شخص آپ کی اجازت سے نیابتاً امامت کرتا جیسے آپ کے بھائی خواجہ موسیٰ وغیرہ۔ آخر الامر مولانا شہاب الدین رحمتہ علیہ نے اس بارہ میں کاتب حروف کے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا والدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں اس دولت پر کامیاب ہونے کے لیے ہمیشہ منتظر رہنا چاہیے اگر اب کبھی خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ کہیں تشریف لے جائیں گے تو میں اقبال خادم سے کہہ دوں گا اور وہ تمہیں امامت کے لیے مصلّے پر کھڑا کردیں گے۔ اس وجہ سے

مولانا شہاب الدین علی الدوام ملازمت سلطان المشائخ میں رہتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ غائب ہو گئے اور اسی وقت خواجہ اقبال نے مولانا کا ہاتھ پکڑ کر مصلّے پر کھڑا کر دیا۔ مولانا شہاب الدین لحن داؤدی رکھتے تھے اور اس قدر خوش آواز تھے کہ آپ کی خوش الحانی سے پرندے ہوا میں اور دواب زمین پر مست و مدہوش ہو جاتے تھے۔ مولانا نے اس امامت میں نہایت رقّت پیدا کرنے والی قراءت بڑی خوش لحنی کے ساتھ پڑھی یہاں تک کہ سلطان المشائخ کو سخت رقت پیدا ہوئی۔ کاتب حروف کے والد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہوئے اور جانماز مونڈھے مبارک پر ڈال کر اپنی مقررہ جگہ کی طرف روانہ ہوئے تو مولانا نہایت عجلت کے ساتھ پیچھے پیچھے تشریف لائے اور حضرت سلطان المشائخ کے مبارک قدموں میں اپنے تئیں ڈال دیا۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

گر دست دہد ہزار جانم　　بر پائی مبارکت فشانم

یعنی اگر مجھے ہزار جانیں بھی میسر ہوں تو تیرے پاؤں مبارک میں نثار کروں۔ سلطان المشائخ نے اپنا قد مبارک جو سرو رواں کی مانند تھا خم کیا تا کہ مولانا کا سر جو آپ کے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا تھا اٹھائیں اسی اثناء میں سلطان المشائخ کے مونڈھے مبارک سے جانماز مولانا شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کی پشت پر گر پڑی آپ نے وہ جانماز مولانا شہاب الدین کو عطا فرمائی۔ الغرض اسی زمانہ میں خواجہ محمد امام شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے مرقد شریف کی زیارت کے لیے اجودھن (جو اب شہر پاک پتن کے نام سے شہرت رکھتا ہے) کو تشریف لے گئے اور مولانا شہاب الدین بحکم نیابت سلطان المشائخ کی دولت امامت کے ساتھ مشرف ہوئے اور جب تک سلطان المشائخ مسندِ حیات پر جلوہ آرا رہے مولانا شہاب الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں آخر عمر تک شرف امامت کے ساتھ مشرف رہے۔ لیکن جب سلطان المشائخ صدر جنت کی طرف تشریف لے گئے تو مولانا دیوگیر کی جانب تشریف لے گئے اور خلق خدا سے بیعت لینی شروع کی اور سلطان المشائخ کے اعتقاد و محبت کے قائم رکھنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ خود مولانا شہاب الدین علیہ الرحمتہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت خلافت نامے مرتب ہو رہے اور قید کتابت میں لائے جا رہے تھے تو سلطان المشائخ نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا شہاب الدین تم کاغذ کیوں نہیں لیتے اور اپنا خلافت نامہ کس لیے مرتب نہیں کراتے۔ اگر یہ وقت فوت ہو گیا تو آئندہ پشیمان ہو گے۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ کو مخدوم جہان کی ہی شفقت و مہربانی کافی ہے۔ نیز مولانا شہاب

الدین یہ بھی فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ جماعت خانہ کے صحن میں کھڑا تھا اور سلطان المشائخ جماعت خانہ کے کوٹھے پر مقام معہود میں تشریف رکھتے تھے سلطان المشائخ کے آگے کاتب حروف کے عم بزرگوار سید السادات سید حسین بیٹھے تھے اور سلطان المشائخ سے عرض کر رہے تھے کہ اگر مخدوم اپنے یاروں میں کسی شخص کو منتخب کریں تو ہم کمترین مخدوم کی غیبت میں اس کی طرف متوجہ ہوں اس وقت سلطان المشائخ نے جماعت خانہ کے صحن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ یار یہ جو ان ہے سید السادات سید حسین نے جماعت خانہ کے صحن کی طرف نظر کر کے دیکھا کہ وہاں میں کھڑا ہوا ہوں۔ بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں ہمیشہ اس عزیز سے کہتا ہوں کہ جو پانی میرے وضو کرنے کے لیے گرم کرتا ہے اس سے تو بھی وضو کرے مگر جوان رعایت ادب یہاں تک کرتا ہے کہ اس پانی سے وضو نہیں کرتا بلکہ لب دریا پر جا کر وضو کرتا ہے۔ الغرض مولانا شہاب الدین فرماتے تھے کہ جب سید السادات سید حسین سلطان المشائخ کی خدمت سے واپس ہوئے اور مجھے جماعت خانہ کے صحن میں کھڑا دیکھا تو بے حد مہربانی فرمائی اور سلطان المشائخ کی عنایت وشفقت کی خوشخبری دی اور جو باتیں میری نسبت حضور نے سید سے بیان کی تھیں سب میرے سامنے دہرائیں۔ چونکہ میں اپنے تئیں اس مرتبہ میں نہیں دیکھتا تھا اس لیے سید السادات سے کہا کہ آپ نے پھر مجھ مسکین سے خوش طبعی اور مزاح کرنی شروع کی سید السادات نے فرمایا کہ میں تم سے مزاح نہیں کرتا بلکہ واقعی بات یہ ہے کہ سلطان المشائخ کو تمہارے نسبت انتہا درجہ کی شفقت و عنایت مدنظر ہے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ یہ واقعی امر ہے کہ تاوقتیکہ مولانا شہاب الدین کو سلطان المشائخ کی جناب سے اجازت نہیں ہوئی آپ نے اس دینی کام میں ہاتھ نہیں ڈالا کیونکہ جب آپ بہمہ وجوہ اوصاف حمیدہ اور فضائل خاص کے ساتھ موصوف تھے اس بات کا کبھی گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا بزرگ دینی کام میں سلطان المشائخ پر افترا کرے بلکہ یقین کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو ضرور اجازت ہو گئی ہو گی۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مولانا شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کو سماع میں تمام وکمال غلو تھا اور آپ اس کے غوامض میں وقوف کلی رکھتے تھے۔ اکثر اوقات رقص و بکا ذوق وشوق کے ساتھ کیا کرتے تھے اور آپ کو سماع سے کمال راحت حاصل ہوتی تھی۔ جب آپ دیوگیر سے دہلی میں تشریف لائے تو اس کے بہت دنوں بعد انتقال فرمایا اور شہر دہلی میں اپنے مکان کے متصل مدفون ہوئے۔



باب پنجم

یاران اعلیٰ کے مناقب وفضائل اور کرامات کا بیان

(جو سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والملتہ والدین کے ساتھ شرف ارادت اور قربت سے مخصوص ومشرف تھے۔ اور آپ کی شفقت ومہربانی کی وجہ سے فلک اعلیٰ سے تحت الثریٰ کی تمام چیزیں ان کے تصرف میں تھیں۔)

وبنو حنیفة کلهم اخیار

یعنی ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کے تمام فرزند نیک وبہتر ہیں امیر خسرو نے کیا خوب فرمایا ہے۔

از مرید انش رهروان یقین — هریکے والی ولایت دین
همه شیطان کش فرشته خدم — وزروش برهوا نهاده قدم
برسر از شین شرع ساخته تاج — دل شان عرش و سجده شان معراج
ملک وحدت بنام ایشان است — بنده خسرو غلام ایشان است
نام من زان ستوده کیشان باد — حشر من درمیان ایشان باد

(سلطان المشائخ کے مریدوں میں جو حقیقت میں یقین کے رہرواں تھے ہر ایک ولایت دین کا والی تھا سب کے سب شیطان کے ذلیل کرنے والے تھے اور فرشتے ان کی خدمت کا دم بھرتے تھے ان کا قدم ملکہ راسخہ کی وجہ سے ہوا پر تھا ان کے سروں پر شرع کے شین کا تاج تھا۔ ان کے دل عرش اور سجدہ معراج۔ ملکِ وحدت ان کا زیر نگین تھا۔ بندہ خسروان کا ایک ادنی چاکر ہے خداوندا میرا نام ان کے دفتر میں ہو اور میرا حشر ان کے ساتھ ہو۔)

خواجہ ابوبکر مندہ رحمتہ اللہ علیہ

پیشوائے اصحاب طریقت مقدم ارباب حقیقت خواجہ ابوبکر مندہ رحمتہ اللہ علیہ علم وزہد اور ورع وتقویٰ میں آراستہ اور سلف صالحین کی سیرت وصورت سے پیراستہ تھے۔ کاتب حروف

نے اپنے والد سید مبارک محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ خواجہ ابو بکر مندہ سلطان المشائخ کے مصاحب قدیم تھے اور دونوں حضرات باہم ایک دوسرے کی صحبت میں بہت رہے ہیں۔ ابھی سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی شرف خلافت سے ممتاز و مشرف نہ ہوئے تھے کہ خواجہ ابو بکر مندہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب آپ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی سعادت خلافت سے مشرف ہوں گے میں آپ کی خدمت میں ارادت لاؤں گا اور حضور سے بیعت کروں گا چنانچہ جس وقت سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم کبیر کی دولت خلافت اور دوسری سعادتوں سے مشرف ہوئے اور شہر میں تشریف لائے تو ہر ایک شخص نے چند روز کے بعد آپ سے بیعت کی التماس کی اور سخت مزاحمت کی لیکن سلطان المشائخ کو منظور تھا کہ اول کوئی نہایت صالح اور متقی شخص دولت بیعت سے سرفراز ہوتا کہ اس دینی کام میں نمایاں برکت ظاہر ہو اسی اثناء میں سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے جو کاتب حروف کے جد بزرگوار تھے خواجہ ابو بکر مندہ سے کہا کہ تم نے سلطان المشائخ سے بیعت کرنے کا وعدہ کیا تھا خواجہ ابو بکر نے جواب دیا ہاں بیشک میں نے وعدہ کیا تھا لیکن اس اہم اور عظیم الشان کام میں جو اس وقت تک مجھ سے تاخیر ہوئی اس کی ایک وجہ خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ سلطان المشائخ نے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس سرہ کی خدمت سے خلافت پانے کے وقت جو نعمت حاصل کی ہے جب اس نعمت کا اثر میں خود معائنہ و مشاہدہ کرلوں گا اس وقت سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت لاؤں گا۔ شدہ شدہ یہ بات سلطان المشائخ تک بھی پہنچی اور آپ نے اس کے جواب میں بجز سکوت و خاموشی کے کچھ نہ فرمایا جب چند روز اس پر گزر گئے تو ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب سلطان المشائخ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ کی زیارت سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب بڑے دروازہ کے اندر جو شہر دہلی میں واقع ہے پہنچے تو خواجہ ابو بکر مندہ نے سامنے سے آکر دیکھا کہ سلطان المشائخ کی پیشانی مبارک سے ایک نہایت درخشاں اور چمکیلا نور تاباں ہے جس کی چمک آسمان پر پڑتی ہے جوں ہی خواجہ ابو بکر رحمتہ اللہ علیہ نے وہ نور معائنہ کیا فوراً سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اے مخدوم اپنا دست ارادت میرے ہاتھ میں دیجئے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خواجہ ابو بکر! تم تو کسی دلیل و برہان کے منتظر تھے عرض کیا بیشک لیکن میں نے اس وقت وہ برہان اور نعمت کا اثر آپ کی پیشانی مبارک میں معائنہ کیا ہے یہ سن کر سلطان المشائخ مسکرائے اور اثناء راہ میں ان

سے بیعت لی۔ اپنی کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھی اور نعمت ارادت سے مشرف فرمایا۔ خواجہ ابوبکر کی قبر شریف سلطان المشائخ کے خطیرہ میں درمیان چبوترہ یاروں کے واقع ہے رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ بندہ ضعیف کہتا ہے۔

نورے کہ ز پیشانی آن ماہ بتافت ظلمت زدگان معصیت رادر یافت
یک ذرہ ازان نصیب این بندہ رسید من توشۂ آخرت ازان خواھم یافت

(جو نور کہ اس ماہ کی پیشانی سے تاباں ہوا اس نے معصیت کے ظلمت زدوں کو پالیا مجھے جو بمقدار ذرہ اس نور سے حاصل ہوا ہے اسے میں توشۂ آخرت بناؤں گا۔)

قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ

عالم ربانی قاضی محی الدین کاشانی رحمتہ اللہ علیہ وفور علم وحلم اور زہد تقوی احتیاط ورع کے ساتھ یاران اعلی میں انتہا درجہ کی شہرت رکھتے تھے۔ یہ بزرگوار خاندان علم وکرامت سے تھے۔ قاضی قطب الدین کاشانی کے نواسے اور استاد شہر تھے آپ نے باوجود ان فضائل خاص کے جو آپ کی ذات بابرکات میں موجود تھے حضرت سلطان المشائخ کی دولتِ ارادت جو تمام سعادتوں کی جڑ تھی حاصل کی تھی۔ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

حریف مجلس ماخود ہمشہ دل مے برد علی الخصوص کہ پیرایۂ برو بستند

آپ سلطان المشائخ کی نظر مبارک میں تمام وکمال عزت رکھتے اور ہمیشہ نگاہ وقعت سے دیکھے جاتے تھے یہاں تک کہ جس وقت آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں آتے تعظیماً کھڑے ہو جاتے یہ دولت یاروں میں کسی اور کو بہت کم میسر ہوئی ہے۔ آپ کے وجود باجود سے سلطان المشائخ کی مجلس بہت پر رونق ہوتی اور بہت دیر تک اس کا رنگ جما رہتا جو مشکلات علمی قاضی صاحب کو وقتاً فوقتاً پیش آتی وہ آپ سلطان المشائخ سے حل کرتے اور اہل طریقت کی حکایتیں عشق کے رموز۔ سوالات وجوابات اور طرح طرح کے بہت سے لطائف وظرائف سے مجلس اقدس گرم رہتی۔ چنانچہ ان میں سے کچھ ذکر اسی کتاب میں اپنے محل میں درج ہوگا اور صاحب دلان عالم کی نظروں میں لایا جائے گا۔ بعض وہ لوگ جنہیں سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھنے

کی طاقت نہ ہوتی تھی۔ قاضی محی الدین کاشانی کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے اور جب آپ تشریف لاتے تھے تو وہ لوگ آپ کے طفیل میں سلطان المشائخ کی مجلس میں جگہ پاتے اور ذوق مجلس حاصل کرتے تھے۔ قاضی محی الدین تکلف و بناوٹ سے بالکل خالی تھے اور آپ کا طریقہ اور چال چلن بالکل اہل سلف کے مانند تھا آپ نے ابتدائے ارادت سے دنیاوی تعلقات سے ہاتھ اٹھالیا تھا اور تجملاتِ دنیا کو خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ فرمان وظیفہ جو علما کا تمغہ اور مایۂ معاش تھا آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں لائے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فقر و مجاہدہ کا طریقہ اختیار کیا۔ جب کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا اور آپ کے اکثر افعال خیر سلطان المشائخ نے مشاہدہ کیے تو دولت خلافت سے مشرف کرنا چاہا اپنے دست مبارک سے ایک کاغذ پر ذیل کا مضمون لکھ کر قاضی محی الدین کو عنایت کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمہیں چاہیے کہ دنیا اور اس کی فانی زینت کو ترک کر کے خدا کی طرف متوجہ ہو دنیا اور اہل دنیا کی طرف ذرا التفات نہ کرو۔ اگر تمہیں جاگیر پرگنہ ملے تو اسے قبول نہ کرو۔ اور بادشاہوں کے عطیہ کو نگاہِ قبول سے نہ دیکھو۔ اور اگر تمہارے پاس مسافر آئیں اور اس وقت تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہو تو اسے خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو اور غنیمت جانو پس اگر تم نے ان باتوں پر عمل کیا جن کا میں نے حکم کیا ہے اور میرا گمان ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو۔ اور اگر میرے فرمان کے مطابق عمل نہ کیا تو میرا خلیفہ مسلمانوں پر خدا ہے۔

منقول ہے کہ جب قاضی محی الدین کو فقر و فاقہ کی شدت اور افلاس و تنگی کی سختی کا سامنا ہوا تو آپ کے اتباع و خدم نے جو ناز و نعمت اور پاکیزہ لباس کے ساتھ خوگر تھے۔ آپ کو سخت تنگ کرنا شروع کیا اور ایک معتقد نے آپ کے مناقب و مآثر بغیر آپ کی درخواست کے سلطان علاؤالدین کی خدمت میں بیان کئے سلطان نے فرمایا کہ اودھ کی قضا جو قاضی محی الدین کا موروثی عہدہ ہے مع انعامات اور بہت سی جاگیر گاؤں کے تفویض کریں جب یہ خبر قاضی صاحب کو پہنچی تو آپ سلطان المشائخ کی زیارت کو دہلی میں تشریف لائے اور ساری کیفیت عرض کی کہ سلطان علاؤالدین نے بغیر میری درخواست کے یہ حکم دیا ہے میں حضور کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ مخدوم جیسا فرمائیں عمل میں لایا جائے سلطان المشائخ قاضی صاحب کی یہ بات سنتے ہی آپ سے رنجیدہ ہو گئے اور فرمایا یہ ضروری بات ہے کہ اس جیسا خطرہ تمہارے دل میں گزرا ہوگا اس وقت یہ حکم تمہاری نسبت صادر ہوا آپ نے یہ فرمایا اور اپنی توجہ و مہربانی ان پر سے اٹھالی۔ الغرض اس وجہ

سے قاضی محی الدین کی زندگی منغص اور زمانہ پریشان ہو گیا اور آپ کو سخت مصائب جھیلنے پڑے۔
بعض راوی یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ جو کاغذ سلطان المشائخ نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر دیا تھا واپس کر لیا اور ایک کونے میں مخفی کر کے رکھ دیا اور پورے ایک سال تک سلطان المشائخ کا مزاج قاضی صاحب پر متغیر رہا لیکن جب ایک سال تمام وکمال گزر گیا تو اب سلطان المشائخ کا مزاج مبارک اپنے قدیم عادت کی طرف رجوع ہوا۔ قاضی محی الدین تجدید بیعت دارادت سے مشرف ہوئے اور حضرت سلطان المشائخ نے اپنی قدیم توجہ ومہربانی ان پر مبذول فرمائی۔ الحمد اللہ علی ذلک۔ غرضکہ قاضی محی الدین کاشانی سلطان المشائخ کے زمانہ حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا وجیہہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ

مقتدائے علما پیشوائے صلحا کثرت علوم اور استاد زمانہ کے ساتھ معروف ومشہور۔ کشف دقائق اور انکشاف رموز کے ماہر فرید عصر، علامہ زمان مولانا وجیہہ الدین پائلی رحمۃ اللہ علیہ زہد و ورع تقوی طہارت شدت مجاہدہ ترک وتجرید میں اس زمانہ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے اور ان تمام فضائل کا ثمرہ یہ تھا کہ آپ سلطان المشائخ قدس سرہ کے دولت ارادت سے مشرف ہو چکے تھے خود مولانا وجیہہ الدین فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں پانی پت جاتا تھا اثناء راہ میں ایک صوفی کو دیکھا اور دیکھتے ہی میرے دل میں ایک طرح کا انکار اس کی طرف سے پیدا ہوا صوفی بولا اے مولانا تمہیں کوئی مشکل مسئلہ پوچھنا ہے تو پوچھو اور جو اشکال رکھتے ہو پیش کرو میرے دل میں بہتسے علمی شبہات باقی رہ گئے تھے جو ہنوز صاف نہیں ہوئے تھے چنانچہ میں نے ایک ایک اشکال اس کے سامنے پیش کیا اور اس نے سب کے جواب دیئے اور نہایت شافی اور موجہ جواب دیئے اور یہاں تک تفصیل کی کہ مجھے خاطر خواہ اطمینان ہو گیا۔ جب مسئلہ قضاو قدر کی بحث چھڑ گئی تو اسنے اس کا بھی جواب شافی عنایت فرمایا اور مباحثہ کی تمام ہونے کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ تم مرید کس کے ہو۔ میں نے کہا حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوں یہ سن کر صوفی بولا کہ شیخ نظام الدین قدس سرہ العزیز ہمارے قطب ہیں۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ مولانا وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے روضہ مبارکہ کی

زیارت کے لیے اجودھن تشریف لے گئے۔ جب آپ شیخ شیوخ العالم کے روضہ کے قریب زمین بوس ہو کر بیٹھے تو روضۂ مبارکہ کے اندر سے آواز آئی کہ ابو حنیفہ پاکلی تم خوب آئے۔ مولانا وجیہہ الدین اپنے پاس کوئی کتاب نہیں رکھتے تھے لیکن آپ کی ذہانت کی یہ کیفیت تھی کہ درس دیتے وقت بڑے بڑے نامی گرامی علما آپ کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ آپ کے پڑھاتے وقت کوئی نسخہ ہاتھ میں نہ لیتے اور جس مرتبہ کسی بحث کی تقریر کرتے دوسری دفعہ اسی بحث کی ایک دوسرے پیرایہ میں تقریر کرتے جو پہلی تقریر سے زیادہ دلکش اور موثر ہوتی۔ منقول ہے کہ مولانا وجیہہ الدین کو حضرت مہتر خضر علیہ السلام سے ملاقات میسر ہوئی تھی اور آپ ان ہی کے ارشاد کے مطابق سلطان المشائخ کی دولتِ ارادت سے مشرف ہوئے تھے۔ مولانا وجیہہ الدین ہمیشہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جماعت خانہ میں سلطان المشائخ کے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کوئی شخص آپ کی جوتیاں جماعت خانہ میں سے لے گیا۔ سلطان المشائخ کو خبر ہوئی تو آپ نے اپنے پاؤں مبارک کی جوتیاں مولانا کو عنایت کیں کہ انہیں پہن کر گھر جائیں مولانا نے حضور کے پاؤں مبارک کی جوتیاں ہاتھ میں لیں اور انہیں چومتے ہوئے باہر تشریف لائے باہر آ کر سر مبارک سے عمامہ اتارا اور اس میں جوتیاں لپیٹ کر سر پر بدستور رکھ لیا اور ننگے پاؤں گھر کی جانب روانہ ہوئے یاروں میں سے ہر ایک شخص نے کہا کہ مولانا! سلطان المشائخ نے اپنے پاؤں مبارک کی جوتیاں آپ کو اس لیے عنایت فرمائی ہیں کہ پابرہنہ تشریف نہ لے جائیں مولانا وجیہہ الدین نے جواب دیا کہ صاحبو! یہ سر کا تاج ہے جسے آج سلطان المشائخ نے مجھے ارزانی فرمایا ہے مجھے یہ کب طاقت ہے کہ اس سعادت کو پاؤں میں پہنوں بلکہ سر پر رکھ کر گھر جاتا ہوں۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

در بندگی آنجا کہ ترا حلقہ مرا گوش   در چاکری آنجا کہ ترا پائے مرا سر

(بندگی میں جس جگہ تیرا حلقہ ہو میرا کان حاضر ہے اور نوکری میں جس جگہ تیرے قدم ہوں میرا سر موجود ہے۔)

الغرض جب لوگوں نے آپ کی یہ کیفیت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی اور تمام واقعہ سر تا پا بیان کیا کہ مولانا وجیہہ الدین نے ایسا ایسا کیا تو حضور نے فرمایا کہ مولانا وجیہہ الدین سے کہہ دینا چاہیے کہ ابھی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کو چلے جائیں

چنانچہ مولانا شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور خواجہ کے مقبرہ متبرکہ میں اپنی جوتیاں پائیں جب آپ زیارت سے فارغ ہو کر سلطان المشائخ کی خدمت میں آرہے تھے تو باغات کرہ میں پہنچے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی جو زاہدوں کی صورت اور عابدوں کے لباس میں تھا کندھے پر مصلیٰ ڈالے ہوئے عصا ہاتھ میں لیے ہوئے تسبیح گردن میں ڈالے ہوئے سامنے آیا اور سلام کر کے بیان کرنا شروع کیا کہ میں ایک مسافر شخص ہوں دور دراز سے آیا ہوں میرے دل میں چند علمی بحث کی بابت اشکال وشبہ باقی ہے میں چاہتا ہوں کہ انہیں آپ سے حل کروں مولانا وجیہہ الدین اس کے سوالات کے جوابات دیتے جاتے اور دریائے حیرت میں مستغرق ہوتے جاتے تھے کہ باوجودیکہ یہ شخص باشندہ شہر نہیں ہے بلکہ گاؤں کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے پھر اسے اس قدر علوم کہاں سے حاصل ہو گئے۔ الغرض جب وہ شخص بحث سے فارغ ہوا تو مولانا وجیہہ الدین سے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا سلطان المشائخ نظام الحق والدین کی خدمت میں اس نے کہا سلطان المشائخ نظام الدین کو میں نے بارہا دیکھا ہے وہ چنداں علمی مذاق رکھتے ہی نہیں بلکہ معمولی استعداد کے آدمی ہیں تم باوجود اس قدر علم وفضل کے ان کے پاس کیوں جاتے ہو مولانا نے جواب دیا کہ اے مولانا یہ آپ کیا فرماتے ہیں سلطان المشائخ عالم متبحر اور فاضل اجل ہیں ان کا باطن مبارک علم لدنی سے آراستہ ہے اس شخص نے دوبارہ کہا کہ میں نے بہت دفعہ سلطان المشائخ سے ملاقات کی ہے اور اکثر مناظرہ کیا ہے وہ چنداں علم نہیں رکھتے تم ان کے پاس ہرگز نہ جاؤ۔ مولانا وجیہہ الدین نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مولانا تم میرے سامنے اس قسم کی باتیں نہ کہو۔ جوں ہی مولانا وجیہہ الدین کی زبان مبارک سے کلمۂ لاحول نکلا وہ شخص جو ابھی آپ کے پاس کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا دور ہو گیا۔ مولانا وجیہہ الدین نے دوبارہ کلمۂ لاحول پڑھا وہ اور دور ہو گیا اب مولانا کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص شیطان ہے آپ نے متواتر کلمۂ لاحول پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص آنکھوں سے غائب ہو گیا جب مولانا وجیہہ الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے تو قبل اس کے آپ یہ عرض کریں کہ سلطان المشائخ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا تم نے اس شخص کو خوب پہچان لیا ورنہ اس نے تو تمہیں راہ سے بے راہ کر ہی دیا تھا۔ منقول ہے کہ جو کھانا مولانا وجیہہ الدین کی غذا ہوتا تھا اس کا سارا سامان خود اپنے ہاتھ سے فراہم کرتے تھے اور دیگ حکمت میں اس طرح پکاتے تھے کہ

کسی مخلوق کو اس سے ذرا تکلیف نہ پہنچتی۔ آپ کا پیراہن مبارک دبیز اور موٹا ہوتا تھا اور عمامہ درمیانی۔ اکثر اوقات آپ کے کپڑے شکر رنگ رہتے تھے اس پر بعض بے خبر اور غافل لوگ مولانا کو خست اور بخل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ حالانکہ آپ علم و عقل میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔

سعدیا نزدیک راہ عاشقان خلق مجنون اندو مجنون عاقل است

یعنی اے سعدی اس رستہ کے عشاق کے نزدیک خلق مجنوں ہے اور مجنوں عاقل۔ انجام کار آپ دار دنیا سے رحلت فرما کر دار القرار میں تشریف لے گئے اور حوض شمسی کے کنارہ قاضی کمال الدین صدر جہان مرحوم اور قتلغ خان مرحوم کے خطیرہ میں جو آپ کے شاگرد رشید ہیں دفن ہوئے۔ آپ کا مدفن ان دونوں بزرگواروں کے قبروں کے اوپر ہے رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ

مولانا فخر الدین مروزی افضل زہاد زینت عباد مولانا فخر الملہ والدین جمال ورع اور کمال تقویٰ سے آراستہ تھے اور قطع نظر اس کے کلام ربانی کے حافظ تھے آپ سلطان المشائخ کے مصاحبان قدیم اور مریدان سابق میں شمار کیے جاتے تھے آخر عمر میں سلطان المشائخ کی خدمت میں زندگی بسر کی اور غیاث پور توطن اختیار کیا باوجود مبالغہ تقویٰ اور انتہا درجہ کی طہارت و تزکیہ کے ترک و تجرید میں بہت کوشش کی۔ آپ ہمیشہ کلام مجید کے لکھنے میں مصروف رہتے اور اختلاف خلق سے الگ زندگی بسر کرتے تھے عظمت و کرامت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور مردانِ غیب سے ملاقات حاصل تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کرنے لگے کہ ایک دن مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوا اور میرے پاس کوئی ایسا شخص نہ تھا جس سے پانی مانگوں۔ دفعتہً پانی کا بھرا ہوا ایک کوزہ غیب سے پیدا ہوا۔ میں نے اس کوزہ کو فوراً توڑ ڈالا سارا پانی گر گیا ازاں بعد میں نے کہا کہ میں یہ پانی نہیں پیتا بلکہ کرامت کا پانی پیوں گا۔ آپ یہاں تک پہنچے تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ آبِ کرامت ہی پینا چاہیے۔ اور چونکہ تم اس قابل ہو اس لیے تمہیں یہی سزاوار ہے الکرامتہ لا یرد۔ ازاں بعد مولانا فخر الدین نے بیان کیا کہ

یہ تو بہت دفعہ واقع ہوا ہے کہ میں نے بالوں میں کنگھی کرنی چاہی اور میرے پاس کوئی ایسا شخص نہ ہوا کہ کنگھی لا کر دے فوراً دیوار شق ہوئی اور اس میں سے کنگھی نکلی میں نے اٹھا کر بالوں میں پھیری اور رکھ دی۔ سلطان المشائخ نے اپنے قلم مبارک سے ایک رقعہ ان بزرگوار کی طرف خدا تعالیٰ کی محبت کے ذکر میں لکھا تھا جس کا ذکر عنقریب اسی کتاب میں آئے گا اور محبان درگاہ بے نیازی اس سے تمام و کمال حظ اٹھائیں گے۔ الغرض جب ان بزرگوں کا انتقال ہوا تو سلطان المشائخ کے خطیرہ میں یاروں کے چبوترہ میں دفن ہوئے رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا فصیح الدین رحمتہ اللہ علیہ

مولانا فصیح الدین عالم علوم دینی صاحب اسرار یقینی کمال علم و فضل اور ورع و تقویٰ سے آراستہ تھے آپ اکثر یاران اعلیٰ سے ارادت و بیعت میں سابق و اول تھے اور سلطان المشائخ کی علمی مجلس میں اکثر سوالات علمی اور عالم حقیقت کے رموزات کا استکشاف کیا کرتے تھے اور شافی جوابوں کے ساتھ مشرف ہوا کرتے تھے متعلمی کے زمانہ میں مولانا فصیح الدین اور مولانا قاضی محی الدین کاشانی دونوں ایک دوسرے کے بہت ساتھ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین قوشچہ کی مجلس میں اعلیٰ طبقہ کے طلبا میں علم اصول فقہ کی تحقیق میں شاغل و مصروف رہ کر علماء کے جرگہ میں وفور علم اور ذکائے طبع میں مشہور و معروف تھے۔ جب فضل ربانی اور جذب رحمانی نے مولانا فصیح الدین کے دل میں ایک فوری جوش پیدا کیا تو آپ نے راہ حقیقت کو طے کرنا شروع کیا اور اس راہ میں نہایت کوشش کے ساتھ گام زن ہوئے اور علم کو عمل کے ساتھ مقرون کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی آپ نے فوراً عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی اور جو برائے نام تعلق اور کچھ یوں ہی سا دنیا سے لگاؤ اور سلطان غیاث الدین بلبن کے فرزندوں کی تعلیم کا کام تھا سب کو یک لخت ترک کر دیا اگرچہ سلطان کے فرزندوں کی تعلیم کا تعلق آپ کے اہل و عیال اور بچوں کے ضروری خرچ اور قوت لایموت کا سبب تھا مگر آپ نے اس کی بھی کچھ پروا نہ کی اور خداوند تعالیٰ کی کرم و بخشش پر نظر کر کے ترک کر دیا اس پر مولانا کے فرزند مزاحم ہوئے اور کہا کہ جب آپ نے سلطان کے فرزندوں کی تعلیم کا تعلق ترک کر دیا تو اب ہماری قوت کا سامان کہاں سے میسر ہوگا کیا آپ کے مصلے کے

نیچے سے کچھ پیدا ہوا کرے گا۔ غرضکہ مولانا نے چند روز اسی حالت میں بسر کئے آپ کا ایک دوست تھا جب اسے آپ کے اس ترک و تجرید کی خبر ہوئی تو چند تنکہ لایا اور مولانا کے مصلے کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ مولانا نے اپنی حرم محترم کو بلا کر فرمایا کہ مصلے کے نیچے جو چیز رکھی ہے اسے اٹھالو اور بچوں کے ضروری مصارف کا سامان مہیا کرو۔ جب آپ کا یہ حال قاضی محی الدین کاشانی کو معلوم ہوا تو وہ آپ کی ملاقات کو تشریف لائے اور آپ کی ترک و تجرید اور مشغول بحق ہونے کی کیفیت معلوم کر کے واپس تشریف لے گئے اس کے چند روز بعد مولانا فصیح الدین قاضی محی الدین کاشانی کی زیارت کو تشریف لے گئے ملاقات اور معمولی مزاج پرسی کے بعد قاضی محی الدین نے فرمایا کہ میں سلوک مشائخ میں ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا اس میں میں نے پڑھا کہ جس روز قیامت برپا ہو گی جس کے آنے میں ذرا شک نہیں اور جس کے وقوع پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ خلائق میں سے ہر شخص بزرگان دین میں سے ایک ایسے بزرگ کے جھنڈے کے تلے ہوگا جس کے ساتھ دنیا میں اس نے پیوند کیا ہوگا فوراً میرے دل میں گزرا کہ میں بھی بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑوں اور اپنی اخروی سعادت کو اس کی حمایت میں ڈالوں اب ہم کو واجب ہے کہ بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کی طلب و تلاش میں نکلیں اور اس کی خدمت میں بیعت کریں۔ اس زمانہ میں سو بزرگوں سے زیادہ صاحب دعوت اور ذی ارشاد موجود تھے جو وفور علم اور فضل و کرامات کے ساتھ مشہور و معروف تھے۔ یہ دونوں بزرگ اس اندیشہ اور کوشش میں ہوئے کہ کس بزرگ کا مرید ہونا چاہیے اسی اثناء میں ان کے دلوں میں یہ خطرہ گزرا کہ یہاں ایک سید موجود ہیں نہایت بزرگ اور مشائخ کی صحبت پائے ہیں دونوں بزرگوں نے کہا کہ سید کے پاس چلنا اور ان سے دریافت کرنا چاہیے پھر جس کی نسبت وہ اشارہ کریں اس سے بیعت کریں چنانچہ وہ دونوں بزرگوار سید کی خدمت میں پہنچے اور اپنی کیفیت ان کی جناب میں عرض کی انہوں نے فرمایا کہ یہاں شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین کے خلیفہ سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہم العزیز موجود ہیں جو وفور علم اور کمال عمل اور عشق و عقل اور ذوق شوق سے آراستہ ہیں ان کی خدمت ہیں بیعت کرنی چاہیے اس زمانہ میں سلطان المشائخ نے غیاث پور میں آکر سکونت اختیار کی تھی یہ دونوں بزرگ غیاث پور میں آئے جب سلطان المشائخ کی سعادت قدم بوسی اور شرف مکالمہ سے مشرف ہوئے تو آپ کی خدمت میں

بیعت کی درخواست کی سلطان المشائخ نے اسی وقت قاضی محی الدین کاشانی کے ہاتھ میں دست بیعت دیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ تمہارے باب میں شیخ شیوخ العالم سے دریافت کروں گا۔ مولانا فصیح الدین کہتے ہیں کہ بمجرد اس بات کے سننے کے میں دریائے تحیر میں مستغرق ہو گیا کہ شیخ شیوخ العالم رحمت حق سے مل چکے ہیں۔ سلطان المشائخ ان سے کیونکر دریافت کریں گے یہ خطرہ میرے دل میں گزرا اور زبان سے کچھ ظاہر نہیں کیا۔ الغرض یہ دونوں بزرگ سلطان المشائخ کی زمین بوسی کے بعد واپس چلے آئے جب دوسری دفعہ آپ کے حضور میں حاضر ہوئے تو سلطان المشائخ نے مولانا فصیح الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے تمہاری کیفیت شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں عرض کی اور اس نے درجۂ قبولیت پایا سو اب تم بیعت کرو۔ جب مولانا دولتِ بیعت سے مشرف ہو گئے تو سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ مخدوم عرصہ ہوا کہ شیخ شیوخ العالم دار فانی سے انتقال کر کے دالبقاء میں تشریف لے گئے مخدوم نے میری نسبت کس سے دریافت کیا۔ فرمایا جس کام میں مجھے تردد پیش آتا ہے میں شیخ شیوخ العالم سے اس کی بابت دریافت کر لیتا ہوں اور حضور کے ارشاد کے مطابق عملدرآمد کرتا ہوں الغرض مولانا فصیح الدین بے شمار فضائل اور عبادت و زہادت اور بہت سے لطائف کے ساتھ آراستہ تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سلطان المشائخ کی حیات ہی میں مجاز ہو گئے تھے یعنی آپ کی اجازت سے لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور آپ کی حیات میں انتقال کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ (شاعر)

امیر خسرو سلطان الشعرا برہان الفضلا رحمۃ اللہ علیہ فضیلت و بزرگی میں متقدمین و متاخرین سے سبقت لے گئے تھے اور باطن صاف رکھتے تھے آپ کی صورت و سیرت میں اہل تصوف کا طریقہ عیاں تھا اور اگرچہ بظاہر بادشاہوں سے تعلق رکھتے تھے لیکن حقیقت میں ان لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے جو تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

مراد اهل طریقت لباس ظاهر نیست　　　کمر بخدمت سلطان به بند و صوفی باش

یعنی اہل طریقت سے یہی مراد نہیں ہے کہ ظاہری لباس میں ان کی مشابہت کرے بلکہ حقیقت میں صوفی رہ گو بادشاہ کی خدمت میں کمر بستہ رہتا ہو۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار کو

فرماتے سنا ہے کہ جس زمانہ میں امیر خسروؒ پیدا ہوئے ہیں ان کے والد امیر لاچین کے پڑوس میں ایک صاحب نعمت دیوانہ رہتا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار آپ کے پیدا ہونے کے بعد کپڑے میں لپیٹ کر اس دیوانے کے پاس لے گئے دیوانہ نے امیر خسرو کو دیکھتے ہی فرمایا کہ امیر لاچین جس شخص کو تم میرے پاس لائے ہو یہ خاقانی سے دو قدم آگے ہوگا۔ غرضکہ جب امیر خسرو ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر کے حد بلوغ کو پہنچے تو سلطان المشائخ کی شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور طرح طرح کی شفقتوں اور مہربانیوں کے ساتھ مخصوص اور نظر خاص کے ساتھ ملحوظ ہوئے۔ اس زمانہ میں جناب سلطان المشائخ امیر خسرو کی نانی کے گھر میں مندہ پل کے دروازہ کے متصل سکونت پزیر تھے اور اسی زمانہ میں امیر خسرو نے شعر کہنے شروع کئے تھے آپ کا قاعدہ تھا کہ جو مضمون نظم کرتے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کرتے یہاں تک کہ ایک دن سلطان المشائخ نے فرمایا کہ امیر خسرو! صفاہانیوں کی طرز پر کوئی غزل لکھو یعنی عشق و درد انگیز اشعار اور زلف و خال آمیز لکھو اس روز سے امیر خسرو علیہ الرحمۃ معشوقوں کے زلف و خال اور استعارات و کنایات میں مستغرق ہو گئے اور ان دل آویز صفات کو انتہائے کمال پر پہنچایا۔ ازاں بعد آپ نے دیوان مبتدی و منتہی مولانا رفیع الدین پاپچہ کے والد بزرگوار قاضی معز الدین پاپچہ کی معرفت سلطان المشائخ کی خدمت میں گزرانا اور اس کے رموز و اشارات کی کماحقہ تحقیق کی اور اگلے بادشاہوں کے عہد میں جس قدر شعرا تھے آپ سب میں بلند تر مشہور ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے اعتقاد صادق سے جناب سلطان المشائخ کی محبت و رفاقت میں اس حد تک کوشش کی کہ حضور کے محرم راز ہونے کے سزاوار و شایان ہوئے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے سلطان المشائخ کی مدح میں ایک شعر کہہ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا فرمان ہوا کہ کیا مانگتے ہو مانگو چونکہ امیر خسرو نظم کے بارے میں حریص تھے اور ہوس سخن غایت درجہ رکھتے تھے اس لیے آپ نے شیریں سخنی کی درخواست کی حکم ہوا کہ اپنا چار پائی کے نیچے جو شکر کا طشت رکھا ہے لے آؤ اور اپنے سر پر سے نچھاور کرو اور کچھ اس میں کھا بھی لو۔ امیر خسرو نے فوراً حکم کی تعمیل کی یہی وجہ ہے کہ آپ کی شیریں سخنی پورب سے پچھم اور جنوب سے شمال تک تمام جہان میں مشہور ہو گئی اور اہل عالم نے فخر شعرائے سلف و خلف کا معزز خطاب آپ کو دیا اور جو درخواست آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کی اس نے قبولیت کا جامہ پہنا یہاں تک کہ آخر عمر میں امیر خسرو اپنے

تئیں سخت ندامت کرتے اور کمال افسوس سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس سے بہتر درخواست کیوں نہیں کی۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مذاق کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں جب آپ کوئی کتاب تمام کرتے تو اول سلطان المشائخ کی خدمت مبارک میں پیش کرتے حضور اس کتاب کو دست مبارک میں لے کر فرماتے کہ ہم فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ازاں بعد آپ وہ کتاب امیر خسرو کے ہاتھ میں دیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کتاب کھول کر اس کی چند سطریں پڑھتے اور بعض بعض باتوں پر اعتراض کرتے لیکن سلطان المشائخ کی اس سے غرض امیر خسرو کی تنقیص نہ ہوتی بلکہ ان کے کمال حال کی طرف اشارہ ہوتا۔ تاکہ آپ اپنے فن شعر پر فریفتہ نہ ہوں اور اس سے بہتر و برتر کام کی طرف رغبت کریں۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تمام اوقات معمور تھے آپ ہر شب کو تہجد کے وقت قرآن مجید کے سات سپارے نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ نے آپ سے دریافت کیا کہ ترک! تمہاری مشغولی کی کیا کیفیت ہے۔ عرض کیا مخدوما چند روز سے یہ ایک نیا اتفاق پیش آتا ہے کہ جب پچھلی رات ہوتی ہے تو خود بخود گریہ غلبہ کرتا ہے اور بجز رونے کے مجھے کچھ نہیں سوجھتا سلطان المشائخ نے فرمایا الحمد للہ کہ اب کچھ کچھ ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ سلطان المشائخ نے بہت سے رقعے جو ذوق وشوق کو متضمن تھے اپنی قلم مبارک سے تحریر فرما کر امیر خسرو کو بھیجے ہیں چنانچہ اسی کتاب میں ان کے فوائد اپنے محل میں درج ہوئے ہیں۔ امیر خسرو کو سلطان المشائخ کی خدمت میں وہ منزلت وقربت حاصل تھی جو کسی اور کو میسر نہ تھی آپ جس وقت چاہتے بلا کھٹکے خدمت والا میں حاضر ہو جاتے اور سلطان المشائخ تمام امور میں آپ سے مشورہ کرتے اگر اعلیٰ درجہ کے یاروں میں سے کسی کی کوئی درخواست ہوتی تو وہ امیر خسرو سے بیان کی جاتی اور آپ کی سفارش سے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش ہوتی جیسا کہ شیخ نصیر الدین محمود کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ جو عنایتیں اور مہربانیاں سلطان المشائخ کی امیر خسرو کے بارے میں مبذول ہوئیں ہیں آپ نے ان سب کو قید کتابت میں لا کر ایک مفصل فہرست کا جامہ پہنایا ہے۔ مختصراً یہاں چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے اس بندہ سے فرمایا کہ میں سب سے تنگ ہوتا ہوں لیکن ترک تجھ سے کبھی تنگ نہیں ہوتا دوسری دفعہ حضور نے یوں ارشاد فرمایا کہ میں ہر شخص سے تنگ ہوتا ہوں یہاں تک

کہ اپنے سے تنگ ہوتا ہوں مگر تجھ سے تنگ نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے سلطان المشائخ کی خدمت میں درخواست کی اور جرأت کر کے عرض کیا کہ آپ کی جو نظریں امیر خسرو کے بارے میں ہیں ان ہی نظروں سے صرف ایک دفعہ مجھے دیکھ لیجیے آپ نے اس کے سامنے تو کچھ ارشاد نہیں کیا لیکن تخلیہ میں مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کی درخواست کے وقت میرے دل میں گزرا کہ اس سے فوراً کہہ دوں کہ تو امیر خسرو جیسی قابلیت پیدا کرلا۔ ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ خواجہ نے بندہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تو میرے لیے دعا کر کیونکہ تیری بقا میری زندگی پر موقوف ہے تو یہ دعا کر کہ میرے بعد لوگ تجھے میرے پہلو میں دفن کریں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ بات آپ نے بہت دفعہ مجھے یاد دلائی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ علاوہ ازیں جناب خواجہ نے بندہ کی نسبت خدا سے عہد کیا ہے کہ جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے تو بندہ کو ہمراہ بہشت میں لے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ نے فرمایا کہ امیر خسرو! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں مندہ پل کے ایک کنارے پر شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے دروازہ کے متصل موجود ہوں اور وہاں پانی کا ایک نہایت صاف چمکدار چشمہ جاری ہے تم ایک بلند دکان پر بیٹھے ہو وہ وقت نہایت خوش اور امیدواری کا تھا۔ اسی حالت میں تمہارا خیال میرے دل میں گزرا اور میں نے خدا سے تمہارے لیے اس نعمت کی درخواست کی جو تجھے مطلوب تھی مجھے یقین ہے کہ میری اس دعا نے خدا کی جناب میں جامۂ قبولیت پہنا اور تم میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ حال عنقریب ظاہر ہوگا۔ ایک اور دفعہ بندہ نے خواجہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آج کی رات اس دعا گو کے دل میں غیب سے القا ہوا ہے کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں ہے تم خسرو کو محمد کاسہ لیس کے نام سے پکارو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ بندہ کا یہ خطاب غیب سے عطا ہوا ہے اور جناب مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نام کی خبر دی ہے اس لیے بندہ کو ابدی نعمتوں کی امیدواری ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ امیر خسرو یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ نے بندہ کو ترک اللہ کے معزز و ممتاز خطاب سے سرفراز فرمایا ہے اور حضور کے بہت سے فرمان جو خاص آپ کے خط مبارک سے مزین و آراستہ ہیں اسی خطاب سے بندہ کے حق میں مبذول ہوئے ہیں بندہ نے انہیں تعویذ بنا کر رکھا ہے تا کہ دفن کے وقت اپنے ساتھ لے جائے۔ اور کل قیامت کے دن خدائے رحمان ان فرامین

اور کا غذات کے طفیل میں مجھ بیچارے کو بخش دے گا انشاء اللہ الکریم۔

ذیل کی بیت خواجہ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔

در پیش تو ایے از همه کس بسکه منم　　در راه غمت کمینه تر خس که منم

خواجہ نے بندہ کو بلا کر فرمایا کہ سنو میں نے ایک خواب دیکھا ہے ازاں بعد حضور کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ آدھی رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کے فرزند رشید شیخ صدرالدین میرے پاس تشریف لائے میں انتہا درجہ کی تواضع سے پیش آیا لیکن اس کے ساتھ انہوں نے بھی اس درجہ تواضع کی کہ بیان سے باہر ہے اسی اثناء میں میں دیکھتا ہوں کہ خسرو! تم دور سے ظاہر ہوئے اور ہمارے پاس آ کر معرفت کے نکات ودقائق بیان کرنے شروع کیے۔ اس بات کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ صالح موذن نے نماز فجر کی اذان دی اور میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ جب سلطان المشائخ سارے خواب کی تقریر کر چکے تو فرمانے لگے دیکھو یہ کیسا درجہ ہے جو تمہیں میسر ہوا۔ مجھ ضعیف و بیچارہ نے عاجزی و نیازمندی کا سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ حضور مجھ خاکروب کا یہ مرتبہ حضور ہی کا عنایت کیا ہوا ہے ورنہ میں اس کا ہرگز سزاوار و لائق نہ تھا۔ میری اس بات سے خواجہ رونے لگے اور اس زور سے روئے کہ بندہ بھی آپ کے رونے سے زار و قطار رونے لگا۔ ازاں بعد خواجہ نے فرمایا کہ ہماری کلاہ خاص حاضر کرو فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور لوگوں نے کلاہ شریف حاضر کی مخدوم نے اپنے دست مبارک سے بندہ کو پہنائی اور فرمایا کہ تمہیں چاہیے کہ کلمات مشائخ اکثر اوقات نظر میں رکھو۔ سلطان المشائخ نے اس انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے جو امیر خسرو کے بارے میں رکھتے تھے یہ دو بیتیں آپ کی شان میں فرمائیں۔

خسرو که بنظم و نثر مثلش کم خواست　　ملکیت ملک سخن آن خسرو راست

آن خسرو ماست ناصر خسرو نیست　　زیرا که خدائے ناصر خسرو ماست

یعنی نظم و نثر میں خسرو کا نظیر بہت کم پیدا ہوا۔ ملک سخن کی بادشاہی خسرو کو مسلم ہے وہ خسرو ہمارا ہے ناصر خسرو نہیں ہے کیونکہ خدا ہمارے خسرو کا ناصر و مددگار ہے۔ سبحان اللہ اس سے بہتر و برتر اور کون سا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی زبان فیض ترجمان سے امیر خسرو کے وصف میں یہ کچھ جاری ہوا۔ واہ واہ کیا کمال عظمت اور پرورش اور شفقت حضرت سلطان المشائخ

قدس اللہ سرہ العزیز کی ہے۔ اب ہم امیر خسرو علیہ الرحمتہ کے ذکر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ غیاث پور میں کاتب حروف کے والد بزرگوار کے مکان میں امیر خسرو نے دعوت عام دی۔ سلطان المشائخ اور بہت سے بزرگان شہر اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے بہلول قوال امیر حسن کی اس غزل کی زمین میں غزل گا رہا تھا۔

زهے ترکے کہ از خمہائے ابرو کہ آں پیدا کند پنہاں ز تدبیر
بگوش مدعی کے جائے گیرد مزامیرے کہ هست اندر مزامیر

(عجب محبوب ہے کہ اپنی ابرو کی خموں سے کمان پیدا کرتا ہے۔ مخفی تدبیر سے مدعی کے کان میں وہ مزامیر کب اثر کرتا ہے جو مزامیر میں ہو۔)
الغرض جب سماع موقوف ہوا تو امیر خسرو نے اپنی غزل پڑھنی شروع کی جوں ہی آپ نے مطلع پڑھا آواز بند ہوگئی گلا بیٹھ گیا مجبور ہو کر آپ نے سعدی کی یہ غزل پڑھنی شروع کی

معلمت همه شوخی و دلبری آموخت جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

(تیرے معلم نے یہ تمام شوخی اور دلبری کی تعلیم دی جفا اور ناز و عتاب اور ستمگری کا طریقہ اسی نے سکھایا ہے۔)
آپ نے یہ ساری غزل نہایت رِقّت کے ساتھ پڑھی۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی کہ جب تم اپنی غزل پڑھتے تھے ہر بار رُک رُک جاتے آپ نے کہا کہ اس وقت مجھ پر اس قدر معنی کا ہجوم ہوتا تھا کہ جس کے ضبط میں میں حیران و ششدر تھا۔ آخر الامر امیر خسرو سلطان غیاث الدین تغلق کے ساتھ لکھنوتی میں تشریف لے گئے اور آپ کی غیبت میں سلطان المشائخ کا وصال ہو گیا یعنی ہنوز امیر خسرو لکھنوتی ہی تھے کہ سلطان المشائخ جنت میں تشریف لے گئے۔ جب سفر سے واپس آئے تو سلطان المشائخ کے انتقال کی خبر سن کر منہ سیاہ کیا اور کُرتہ پھاڑ ڈالا اور خاک میں لوٹتے ہوئے سلطان المشائخ کے خطیرہ کے سامنے آئے

جامه دران چشم چکان خون دل روان

ازاں بعد آپ نے فرمایا اے مسلمانو۔ تم جانتے ہو میں کون شخص ہوں۔ سنو! میں اس بادشاہ کے غم میں نہیں روتا بلکہ اپنے لیے روتا ہوں کیونکہ سلطان المشائخ کے بعد چنداں بقا نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ اس واقعہ کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہ کر رحمتِ حق میں مل گئے اور سلطان المشائخ کے روضہ کی پائنتیوں میں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ

مولانا جمال الدین کہ جمال زہاد۔ پیشوائے عباد سالک طریق وورع وتقویٰ۔ طالب وصلت مولیٰ۔ مولانا جمال الملتہ والدین ہیں جو علوم ربانی میں مشغول اور مشاہدات جمال رحمانی میں اعلیٰ درجہ کے یاروں میں مشہور و معروف تھے۔ آپ کے باطن مبارک کی مشغولی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ سلطان المشائخ کی مجلس مبارک میں آپ اس درجہ مشغول ہوتے کہ اپنے آپ کی خبر نہ رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا جمال الدین کے لیے ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں وہ بجز حق تعالیٰ کے اور کسی کو یاد نہیں رکھتے سلطان المشائخ یارانِ اعلیٰ کی مشغولی کے بارے میں یہ بات مولانا جمال الدین کی بطور نظیر پیش کیا کرتے تھے اور مجلس مقدس میں اسی خطاب کے ساتھ مخاطب ہوتے تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے زمانہ حیات ہی میں جوار رحمت حق میں مل گئے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ

صحرائے تصوف کے شیر تکلف و بناوٹ سے عاری مولانا جلال الملتہ والدین اودھی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو زہد وورع اور ترک و تجرید کے ساتھ اول آخر تک موصوف رہے آپ نے تمام دنیاوی تعلقات دفعتہً ترک کردیئے اور دنیا کے غوغا سے عاجز آکر گوشہ نشینی اختیار کی اور خدا کی عبادت سلطان المشائخ کی محبت میں مشغول ہوئے آپ اودھ کے اکثر یاروں سے ارادت و بیعت میں سابق تھے اور سب کے نزدیک معظم و مکرم سمجھے جاتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اودھ کے تمام یاروں نے اتفاق کیا کہ سلطان المشائخ سے علمی تبحر حاصل کرنے کی اجازت لینی چاہیے اگرچہ ان بزرگوں میں ایک ایک بزرگ عالم متبحر اور فاضل عصر تھا لیکن سلطان المشائخ کے حکم سے یاد حق میں مشغول تھا مگر چونکہ ایک عمر دراز علم کے شغل میں مصروف کی تھی اس لیے انہیں یہ ہوس دامن گیر ہوئی کہ اس کام کے ساتھ علمی مناظروں کا بھی چرچا رہنا چاہیے چنانچہ یہی ہوس اس امر کی باعث ہوئی کہ سلطان المشائخ سے اس بارہ میں اجازت حاصل کرنی چاہیے الغرض سب

یاروں نے مولانا جلال الدین کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اس بارے میں مخدوم جہان سے عرض کریں جب یہ تمام لوگ بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی مجلس کی یہ کیفیت تھی کہ خدائے عز و جل و علیٰ کی صفتِ کبریائی سلطان المشائخ پر متجلی تھی اور اس کی ہیبت و رعب سے بہت بڑے بڑے یار آپ کے سامنے بولنے کی طاقت نہ رکھتے تھے لیکن مولانا جلال الدین کو وقت و بے وقتے عرض کرنے کی اجازت تھی لہذا آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مخدوم! اگر حکم ہو تو یاران اودھ کبھی کبھی علمی مجلس قائم کر کے بحث و مناظرہ کیا کریں۔ سلطان المشائخ کو معلوم تھا کہ یہ سوال ان تمام یاروں کی طرف سے پیش ہوا ہے جو اس وقت مجلس میں حاضر ہیں اس لیے آپ نے فرمایا کہ کیا کروں افسوس مجھے تو ان سے ایک اور ہی امر مطلوب ہے اور وہ پیاز کی طرح پوست ہی پوست ہیں۔ کاتب حروف کہتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے جواب سے میں نے یہ مستنبط کیا ہے کہ اس فرمانے سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مغز نہیں رکھتے کیونکہ جس قدر علم کی اس کام میں حاجت تھی جسے انہوں نے شروع کیا ہے وہ حاصل ہو گیا اور تحصیل علوم سے اصلی غرض عمل کرنا ہے خداوند تعالیٰ کی محبت بمنزلہ مغز کے ہے اور جو کچھ اس کے سوا ہے سب بمنزلہ پوست ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولانا شمس الدین یحییٰ اور یہ ضعیف دونوں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے سلطان المشائخ نے مولانا شمس الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ لب بند کرو اور دروازہ بند رکھو۔ آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مولانا وجیہہ الدین پائلی سے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا تمہارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان یہی زبان ہے۔ الغرض مولانا جلال الدین کی ذات فرشتہ صفات کو چند روز تک زحمت عارض رہی اور اس کے چند روز بعد دار فنا سے دار بقا میں رحلت فرما گئے۔

خواجہ کریم الدین سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ

صورت صفا سیرت وفا خواجہ کریم الملتہ والدین سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو مکارم اخلاق میں دنیا میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف سے آراستہ تھا فضائل خاص اور علوم بے شمار میں بے مثل تھے آپ کی فیاض طبیعت غایت درجہ کی لطافت اور عقل کامل انتہا مرتبہ کی فراست پر واقع ہوئی تھی اور یہ تمام باتیں حقیقت میں اس کا ثمرہ تھا تھا کہ آپ

سلطان المشائخ کی سلک ارادت میں منسلک تھے اور اپنے صفائی اعتقاد کی وجہ سے مخدوم جہان کی محبت میں نہایت راسخ قدم اور محکم تھے اور اس کے ساتھ ہی حضرت سلطان المشائخ کے ہمیشہ منظور نظر تھے یہاں تک کہ حضور کی بخشش و مہربانی آپ کے بارے میں حد درجہ تھی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ کمال الملتہ والدین سمرقندی جو دولتِ خراسان کے وزیر اعظم تھے دیار ہندوستان میں تشریف لائے اور بادشاہ ہند کی طرح طرح کی مہربانیوں کے ساتھ مخصوص ہوئے۔ ملتان سے لے کر ہانسی تک کے تمام مواضع و پرگنہ جات جیسے دیپالپور اور پاک پتن وغیرہ آپ کی تفویض کئے گئے اور ان شہروں کی حکومت کا طغریٰ آپ کے نام پر لکھا گیا۔ آپ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ کے مرید ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ کے نواسہ خواجہ اسحاق کے والد بزرگوار خواجہ محمد نے سلطان المشائخ کے فرمان کے بموجب اپنی صاحبزادی کو شیخ کریم الدین کے نکاح میں دے دیا تھا اور اس خاندان معزز کی قرابت کے سبب مولانا کریم الدین نہایت عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ نے اپنی عمر عزیز کا اکثر زمانہ غیاث پور میں جناب سلطان المشائخ کے یاران اعلیٰ میں گزارا۔ چونکہ آپ طبیعت لطیف اور نظم دلپذیر اور ہمت عالی رکھتے تھے اس لیے بڑے بڑے طباع اور صاحب فہم و فراست حضرات آپ کے اسیر محبت تھے چنانچہ خواجہ ضیاء الدین برنی رحمتہ اللہ علیہ کو آپ سے اس درجہ محبت تھی کہ اکثر اوقات کسی غریب و نادر کتاب کا نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان بزرگوار کی خدمت میں پہنچاتے اور آپ کے کرم و بخشش کے حد سے زیادہ ممنون و مشکور ہوتے تھے جب سلطان المشائخ نے انتقال فرمایا تو آپ نے سلطان محمد تغلق انار اللہ برہانہ کی استدعا و خواہش سے ان سے ملاقات کی اور انواع و اقسام کی عنایتوں اور مہربانیوں کے ساتھ مخصوص ہوئے یہاں تک کہ سلطانی دربار سے آپ شیخ الاسلام والوزرائے ملک ستگانوہ کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئے اور آخر کار ان دیار میں تشریف لے گئے وہاں جا کر اپنی عقل کامل کے زور سے مسلمانوں کی تمام مہمیں اور امور حال و انصاف کے طریقہ پر جاری کئے اور ظلم و ناانصافی کو ان شہروں سے مٹا دیا۔ کاتب حروف نے ان بزرگوار کو مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ سلطان المشائخ کی صحبت میں دیکھا ہے۔ حقیقت میں آپ جمال با کمال رکھتے صلحا کے لباس سے آراستہ تھے۔ آپ سلطان المشائخ کے اس خلعت خاص سے مشرف تھے جس نے حضور کے جسم

مبارک کی ایک مدت تک صحبت حاصل کی تھی۔انجام کار آپ نے ستگانوہ میں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔آپ کے مزار پاک کی خاک آج ان شہروں کے باشندوں کی آنکھوں کا کاجل ہے رحمتہ اللہ علیہ۔مولانا کریم الدین کے ایک فرزند تھے جن کی ذات عدیم المثال اہل محبت کو غایت درجہ محبوب تھی اور جن کی فیاض طبیعت حقائق معرفت کے غوامض کی کاشف تھی آپ کا نوک قلم مغز سخن کو اس طرح لکھتا تھا کہ ان سے معانی کی آنکھیں کھل جاتی تھیں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

چه آتش است ندانم ضمیر اویارب   که نقد سکهٔ معنی از و عیار گرفت

(خداوند میں نہیں جانتا کہ اس ضمیر پر تنویر میں کسغضب کی آگ ہے کہ معانی کا نقد سکہ اس سے پرکھا جاتا ہے۔)
یعنی جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسے شیخ زادہ معظم احمد بن خواجہ کریم الدین۔خواجہ حکیم ثنائی فرماتے ہیں۔

در نکتهٔ بو حنیفه کوفی   در ورع همچو شافعی صوفی

(نکتہ بیانی میں ابو حنیفہ اور زہد تقوی میں امام شافعی کی طرح صوفی تھے۔)
کاتب حروف اس بزرگ زادہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ میرے اسلاف ان سے نہایت محبت رکھتے تھے اور ان کے بزرگ ہمارے خاندان سے کمال تعلق رکھتے تھے۔دوسرے اس وجہ کہ حضرت خود بھی صاف محبت رکھتے تھے میں ان سے بدل محبت کرتا اور جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا علی ہذا القیاس ان کے برادر عزیز کہ دوستوں کے دل ان کے دیدار کے طالب اور فرحت انگیز دید کے خواہاں تھے نہایت بزرگ شخص تھے یعنی شیخ زادہ مکرم نظام الملتہ والدین رحمتہ اللہ علیہ۔ان بزرگوار کی ذات پسندیدہ بعینہ صورت معنی تھے شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

این ظرافت که تو داری همه دلها بفریبد   این لطافت که تو داری همه غمها بزواید

(اس ظرافت سے تمام عالم کے دل گرویدہ ہوتے ہیں اور آپ کی لطافت یاد کر کے غم بڑھتا ہے۔)

امیر حسین سنجری رحمتہ اللہ علیہ

فضلاء کے ملک والملوک لطافت طبع میں دریا امیر حسین علاء سنجری رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کی جگر سوز غزلیات عاشقوں کے دلوں کی چقماق سے محبت کی آگ نکالتی تھیں اور دلپذیر اشعار سخنوروں کے دلوں کو راحت پہنچاتے تھے۔ آپ کے روح افزا لطائف اہل ذوق کا مایہ تھا اور آپ کا کلام شیخ سعدی کی چاشنی رکھتا تھا چنانچہ آپ نے ایک بیت اسی بارہ میں کہی ہے فرماتے ہیں۔

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است — کہ اھل معنی گلچین آن گلستان اند

(حسن یہ پھول گلستان سعدی سے لائے ہیں کہ اہل معنی اسی گلستان کے گلچین ہیں۔)

مولانا حسن ہمیشہ نامدار شاعروں میں نہایت وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور کوئی شخص لطیفہ اور نظم بالبداہتہ آپ سے بہتر نہ کہہ سکتا تھا اس عہد کے بادشاہ اور شہزادے آپ کے لطائف وظرائف گوش ہوش سے سننے کی رغبت رکھتے تھے اور ان تمام سعادتوں کے حصول کا سبب یہ تھا کہ آپ سلطان المشائخ کے غلاموں کی سلک میں منسلک تھے اور سلطان المشائخ کی نظر خاص کے ساتھ مخصوص تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہ بزرگ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت مجلس اقدس میں بہت عزیز حاضر تھے سلطان المشائخ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں ابھی ابھی فضلا کا ذکر کر رہا تھا کہ اتنے میں تم آ گئے۔ آپ نے سلطان المشائخ کے روح افزا ملفوظات ایک نہایت عمدہ پیرایہ میں لکھے اور حتی الامکان سلطان المشائخ کی بجنسہ تقریر کی رعایت کی ان کا نام فوائد الفواد رکھا جو آج تمام جہان کے اہل دلوں کے نزدیک نہایت مقبول ومطبوع ہیں بلکہ عاشقان الٰہی کے لیے قانون اور دستور العمل بن گئے ہیں۔ شرق سے غرب تک تمام عالم میں پھیل گئے ہیں اور گھر گھر ان کا چرچا ہو رہا ہے۔ سلطان الشعرا امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ کاش میری وہ تمام کتابیں جن میں میں نے تمام عمر صرف کی ہے برادر امیر حسن ان کے مالک ہوتے اور سلطان المشائخ کے وہ ملفوظات جو انہوں نے جمع کئے ہیں وہ میرے مقدر میں ہوتے تا کہ میں ان کی وجہ سے دنیا وآخرت میں فخر ومباہات کا جھنڈا اونچا کرتا۔ مولانا امیر حسن جب تک اس عالم میں زندہ رہے مجرد زندگی بسر کی آخر عمر میں آپ دیوگیر میں چلے گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ

قاضی شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ

قاضی شرف الدین مولانا حسام الدین ملتانی کے یار تھے جو سلف کی سیرت وصورت رکھتے اور فخر خلف تھے آپ کو قاضی شرف الدین فیروز گہی بھی کہتے تھے۔ آپ وفور علم اور زہد وتقویٰ کے ساتھ آراستہ اور ترک تکلف سے پیراستہ تھے قرآن مجید کے حافظ اور درگاہ سبحانی کے عاشق تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کو دیکھتا تو بے ساختہ بول اٹھتا کہ یہ کوئی مقرب فرشتہ ہے جو اس ہیئت سے زمین پر چلتا ہے یہ بزرگوار علوم کا کافی حصہ رکھتے اور فضل و بزرگی میں ایک آیت تھے۔ کاتب حروف نے دیوانِ احسن حسن اس بزرگ کے سامنے رکھا ہے اور اس کے دقائق وحقائق دریافت کئے ہیں۔ آپ کا دستور تھا کہ اپنے گھر کی ضروری اور مایحتاج چیزیں مثلاً غلہ لکڑی وغیرہ خود اٹھا کر گھر میں لاتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھچڑی اور لکڑیاں ہاتھ میں لیے ہوئے رستہ میں چلے آرہے تھے کہ سامنے سے قاضی کمال الدین صدر جہان مرحوم نے آپ کو دیکھا باوجود اس کروفر اور حشمت وشوکت کے صدر جہان تشریف لیے جاتے تھے آپ کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر پڑے شرف قدم بوسی حاصل کی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ مرد خدا جو کسی شخص کی طرف ذرا التفات نہیں کرتا سلف کے طریقہ پر چلتا ہے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

خوشم بدولت خواری و ملک تنہائی   کہ التفات کسے رابروزگارم نیست

(میں اس دولت خواری اور تنہائی سے نہایت خوش ہوں کہ کسی کو میرے حال سے تعرض نہیں۔)

ان بزرگوار کا لباس صرف ایک چادر ہوتی تھی جس کا آدھا حصہ آپ اوپر کے جسم پر اوڑھے رہتے اور نصف آدھے حصے کا تہ بند کئے رہتے تھے۔ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بہت کچھ عزت ووقعت حاصل تھی۔ مولانا حسام الدین اور یاران اعلیٰ جب مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تو اکثر اوقات آپ ہی گفتگو کی سلسلہ جنباتی شروع کرتے جیسا کہ سلطان المشائخ کے ذکر میں اس بات کا مفصل ذکر ہوا ہے آخر کار دیوگیر میں تشریف لے گئے اور وہیں دار فنا سے عالم بقا کی طرف تشریف لے گئے وہیں آپ کا مدفن ہے۔

مولانا بہاؤ الدّین علیہ الرحمتہ

عابد اہل طریقت ۔افضل اہل حقیقت مولانا بہاؤ الملتہ والدین ادہمی رحمتہ اللہ علیہ کو اس زمانہ کے لوگ دار الامانی بھی کہتے تھے علم میں کافی حصہ رکھتے تھے اور تقوی کامل سے آراستہ تھے۔ دنیائے غدار میں بہت دن تک زندہ رہے اگر چہ آپ عالمانہ تزک واحتشام رکھتے تھے لیکن حقیقت میں اہل تصوف کی صفت سے موصوف تھے جب آپ اپنے قدیم وطن ملتان سے شہر دہلی میں تشریف لائے تو سلطان المشائخ کی سلک ارادت میں منسلک ہوئے اور صرف جناب سلطان المشائخ کی محبت وعشق کی وجہ سے شہر مین سکونت اختیار کی۔اس کے بعد آپ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ جب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دن کو وہاں رہتے اور شب کو کاتب حروف کے والد بزرگوار کے مکان پر رونق افروز ہوتے اور وہیں سوتے۔آپ انتہا درجہ کے تقوی وورع کے سبب ہر روز غسل کرتے اور ترک وتجرید میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے۔آخرالامر چند روز بیمار رہ کر انتقال فرما گئے رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ

صوفی باصفا۔زاہد باوفا۔شیخ مبارک گو پاموی رحمتہ اللہ علیہ بذل وایثار اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں تمام یاران اعلی میں مشہور تھے آپ کو امیر داد بھی کہا جاتا تھا سینۂ مصفا اور ہیئت دلکشا رکھتے تھے آپ جمال ولایت پیر کے عاشق اور جناب سلطان المشائخ کے سابق مریدوں میں سے تھے سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے پورے سو رقعے اپنے خط مبارک سے مزین وآراستہ کر کے اور طرح طرح کے کرم وبخشش کا اظہار کر کے آپ کی طرف بھیجے ہیں۔
جب یارانِ اودھ جیسے مولانا شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین محمود اور مولانا علاؤ الدین نیلی اور دوسرے عزیز سلطان المشائخ کی خدمت واپس جاتے تو ان کی نسبت حضور کی درگاہ سے حکم صادر ہوتا کہ جب تم گوپاؤ میں پہنچو تو خواجہ مبارک سے ضرور ملنا۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کاتب حروف شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں خواجہ مبارک تشریف لائے اور معمولی مزاج

پرسی کے بعد چند تنکہ پیش کر کے کہا کہ میں آپ کی ملاقات کی نیت کر کے گھر سے باہر نکلا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک عزیز نے یہ چند تنکہ نذر کیے اور درویشوں کی رسم یہ ہے کہ جب کسی عزیز کو دیکھنے اور ملاقات کرنے کی غرض سے جاتے ہیں تو جو کچھ اثنائے راہ میں پیدا ہوتا ہے وہ اس شخص کی نذر کرتے ہیں جس کی ملاقات کو جاتے ہیں۔ چلتے وقت دو چند تنکہ خواجہ مبارک کے نذر کیے۔ ان بزرگوار کو کاتب حروف کے والد سے بہت محبت تھی۔ اکثر زبان فیض ترجمان سے جاری ہوتا تھا کہ میں تمہارے والد کا مسلمان کیا ہوا ہوں۔ ایک دن کاتب حروف نے اس کی وجہ دریافت کی اور عرض کیا کہ حضرت آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے والد کا مسلمان کیا ہوا ہوں اس کے کیا معنی ہیں فرمایا۔ اصل کیفیت یہ ہے کہ میں سلطان علاؤ الدین کا داروغۂ عدالت اور اس کے خاصوں میں داخل تھا اور پیری مریدی کی راہ سے محض ناواقف۔ میں بالکل نہیں جانتا تھا کہ یہ طریقہ کیا ہے بلکہ اس جماعت کا سخت انکار کرتا تھا۔ جب مجھے تمہارے والد کی صحبت کا اتفاق ہوا تو انہوں نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے ملاقات کرو۔ الغرض مجھے سلطان المشائخ کی خدمت میں لے گئے اور میں اول ہی مجلس میں آپ کے شرف مکالمہ اور سوال و جواب سے مشرف ہوا اور اسی وقت حضور کے خادموں میں داخل ہو گیا اور تمام باتوں سے ہاتھ اٹھالیا۔ پس جب میں تمہارے والد بزرگوار کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے اس دولت کو پہنچا اور حضور سلطان المشائخ کے غلاموں کی سلک میں داخل ہوا تو گویا ان کا مسلمان کیا ہوا قرار پایا۔ الغرض جب تک خواجہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ زندہ رہے ان حقوق کی رعایت والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ اور نیز کاتب حروف کے ساتھ اپنے امکان و قدرت کے مطابق کرتے رہے۔ حق تعالیٰ یہ نیکیاں ان سے قبول فرمائے۔ آپ ہمت بلند اور حوصلہ فراخ رکھتے تھے اور دفعتہً دنیاوی تعلقات ترک کر دیئے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جس شخص کے گھر کھانا بھیجتے خوان طرح طرح کی نعمتوں سے آراستہ کر کے بیش بہا اور شفاف برتنوں میں بھیجتے اور فرما دیتے کہ یہ خوان مع برتنوں کے تمہاری نذر ہیں۔ نماز نہایت اطمینان و راحت و تعدیل ارکان اور بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے۔ کاتب حروف نے اس درجہ خشوع خضوع اور اس ہیئت کے ساتھ نماز پڑھتے کسی کو نہیں دیکھا آخر عمر میں چند روز بیمار رہ کر انتقال فرما گئے اور سلطان المشائخ کے روضہ کی پائینتی اول رستہ میں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ مؤید الدّین رحمتہ اللہ علیہ

مالک دنیا، طالب عقبیٰ خواجہ مؤید الدین رحمتہ اللہ علیہ جن کا ظاہر صفا سے آراستہ اور باطن وفا سے پیراستہ تھا زہد وتقویٰ میں معروف اور اعتقاد خوب میں مشہور تھے۔ آپ ابتدا میں دنیاوی کاموں میں مصروف تھے امور سلطنت کی بجا آوری کو فرض منصبی سمجھتے اور بادشاہ زادہ معظم کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے جس زمانہ میں سلطان علاؤالدین ولی عہدی کے منصب پر ممتاز تھا اسے شاہ وقت کی طرف سے جاگیر ملی تھی تو خواجہ مؤید الدین اس کی پیشی میں نہایت اہم اور عظیم الشان امور کو انجام دیتے۔ چونکہ سعادت ابدی روز ازل سے آپ کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی لہذا آپ سلطان المشائخ کے غلاموں کی سلک میں داخل ہوئے اور بالاختیار دنیاوی تجملات سے ہاتھ اٹھالیا۔ جب سلطان علاؤالدین تخت شاہی پر جلوہ آرا ہوا اور مستقل طور پر سلطنت کی باگ اس کے ہاتھ میں دی گئی تو اس نے خواجہ کو یاد کیا اور جب سنا کہ وہ تارکِ دنیا ہو گئے ہیں اور سلطان المشائخ کے آستانہ پر سر رکھ دیا ہے تو اس کے ایک ایلچی کی زبانی جناب سلطان المشائخ کو پیغام بھیجا کہ مخدوم کرم کیجئے اور خواجہ مؤید الدین کو اپنی خدمت سے رخصت کر دیجئے تا کہ وہ ہمارے کاموں کو سرانجام دے جب بادشاہ کا فرستادہ سلطان المشائخ کے حضور میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اب خواجہ مؤید الدین نے ایک اور کام اختیار کیا ہے اور اسی کے انجام دہی میں کوشش کر رہا ہے۔ ایلچی جو بادشاہ کا پیغام لایا تھا سلطان المشائخ کا یہ جواب اس پر نہایت شاق اور گراں گزرا اور رنجیدہ آواز میں کہنے لگا کہ مخدوم! آپ تمام لوگوں کو اپنا جیسا کرنا چاہتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا اپنا جیسا کرنا کیا معنی میں تو یہ چاہتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے برتر و بہتر ہو جائیں۔ جب بادشاہ نے سلطان المشائخ کا یہ جواب سنا تو خواجہ مؤید الدین سے ہاتھ اٹھالیا۔

کاتب حروف نے ان بزرگوار کو دیکھا ہے۔ ایک پیر عزیز دراز قد۔ سفید پوست۔ خوبصورت۔ اور پاکیزہ خصلت تھے۔ آپ کا مزار سلطان المشائخ کی پائینتی روضہ مبارک میں حضور کے یاروں اور خدمت گاروں میں موجود ہے رحمتہ اللہ علیہ واسعتہً۔

خواجہ تاج الدّین رحمتہ اللہ علیہ

صوفیوں کے جمال متقیوں کے شرف خواجہ تاج الملتہ والدین رحمتہ اللہ علیہ وادری زہد وتقوئی کی مجسم تصویر تھے۔ آپ شروع شروع میں دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ تعلق رکھتے تھے لیکن جب سعادت ابدی نصیب ہوئی تو آپ نے اس ذلت وخواری کو یک لخت ترک کر دیا اور سلطان المشائخ کی دولت ارادت سے مشرف وممتاز ہوئے۔ سلطان المشائخ کی الفت ومحبت آپ کے دل مبارک میں اس طرح متمکن اور جاگیر ہوئی کہ تمام دنیاوی تعلقات یکبارگی قطع کر دیئے اور فقر ومجاہدہ اور فاقہ کو اپنی دولت وثروت جان لیا شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بپائے سر در افتادہ چو لالۂ و گل   کہ او شمائل قد نگار من دارد

(سرو کے قدموں میں مثال لالہ وگل پڑا ہوا ہوں کہ وہ میرے نگار سے قد میں مماثلت رکھتا ہے۔)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

اے سرو بتو شادم شکلت بفلان ماند   اے گل زتو خوشنودم تو بوے کسے داری

(اے سرو میں تجھے دیکھ کر شادکام ہوں کہ تیری شکل (قد کی) کسی سے ملتی ہوئی ہے۔ اے پھول میں تجھ سے خوش ہوں کہ تجھ میں کسی (محبوب) کی خوشبو ہے۔)

جناب سلطان المشائخ کی الفت ومحبت میں آپ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی اور محبت کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ جو شخص آپ کے سامنے سلطان المشائخ کا نام لیتا تو فوراً آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں جاری ہو جاتیں۔ آپ سماع میں غلو تمام رکھتے تھے اور اس کے ساتھ ہی سریع البکا تھے یعنی آپ کو رونا بہت جلد آتا تھا اور عاشقانہ رقص کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے ذوق سے حاضرین مجلس کے دلوں کو راحت پہنچتی تھی۔ حالات سماع میں بیش قیمت خلعت قوالوں کو عنایت کرتے اور عالی ہمتی اور ترک وتجرید کی طرف نسبت رکھتے تھے۔ آخر الامر دیوگیر سے واپس آتے وقت ستہ میں کھتول کے پڑاؤ میں بیمار ہو گئے۔ جب نزع کا وقت ہوا تو آپ نے نہایت دلربا تبسم کیا۔ جیسا کہ خواجہ سنائی نے اس واقعہ کو نظم کے پیرایہ میں یوں ادا کیا ہے۔

عاشقی را یکے فسردہ بدید   کو ہمی مرد خوش ہمی خندید

گفت اور ابو قت جان دادن چیست این خندهٔ خوش استادن
گفت خوبان چو پردہ بر گیرند عاشقان پیش شان چنیں میرند

(کسی نے عاشق کو مرتے ہوئے ہنستے دیکھا، اور اس سے پوچھا کہ دم توڑتے ہوئے کون سا موقع ہنسنے کا ہے اس نے جواب دیا کہ معشوق جب رخ سے پردہ اٹھاتے ہیں عاشق اسی طرح ان کے سامنے جان سے جاتے ہیں۔)

الغرض جب آپ نے دار فنا سے بیت القرار کی طرف رحلت کی تو آپ کا جنازہ شہر میں لایا گیا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ میں یاروں کے چبوترہ میں دفن کیے گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ ضیاء الدّین رحمتہ اللہ علیہ

لطافت طبع میں بے نظر دنیا کے اہل دلوں کے نزدیک پسندیدہ و دلپذیر خواجہ ضیاء الملتہ والدین برنی رحمتہ اللہ علیہ خاص و عام میں قبولیت عام رکھتے اور بے حد لطافت بے اندازہ ظرافت کے ساتھ مشہور تھے جس مجلس میں آپ رونق افروز ہوتے تمام حضار جلسہ آپ کی روح افزا لطائف پر کان لگائے رہتے۔ آپ مجمع اللطائف اور جوامع الحکایت تھے اور علماء مشائخ وشعرا کی صحبت سے کافی حصہ رکھتے تھے علاوہ ازیں ہمت بلند اور حوصلہ فراخ رکھتے تھے اور یہ نتیجہ اس کا تھا کہ ابتدائی زمانہ سے اپنے والد بزرگوار کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے جو اپنے سارے خاندان میں ایک نہایت محترم و معزز بزرگ تھے سلطان المشائخ کی سعادت ارادت سے مشرف ہوئے تھے اور اخلاص کا سر آپ کے آستانہ مبارک پر رکھا تھا۔ سلطان المشائخ کی الفت و محبت میں غیاث پور میں رہنا اختیار کیا اور آپ کے حضور میں مرتبۂ قربت تمام و کمال حاصل کیا جیسا کہ آپ اپنی کتاب حسرت نامہ میں اس کی کیفیت تحریر فرماتے ہیں آخر الامر اپنی وجہ سے کہ اپنے زمانہ میں فن ندیمی میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی خدمت میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز ہوئے اور دنیائے غدار و مکار بیوفا سے کافی حصہ حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر شریف ستر سے تجاوز کر گئی تو آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور سلطان فیروز شاہ کی دولت و سلطنت سے آپ کا کفاف و مایحتاج مقرر ہو گیا۔ آپ نے حالتعزلت میں بہت سی مفید و بے نظیر کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ثنائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور صلاۃ کبیر اور عنایت نامہ الٰہی اور مآثر سادات اور تاریخ فیروز شاہی

آپ کی عمدہ یادگاریں اور ذہن رسا کے مفید نتائج ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں آپ نے لکھیں اور ان کی تکمیل کی۔ آپ سلطان الشعراء امیر خسرو اور ملک الفضلا امیر حسن کی صحبت میں بہت رہے ہیں اور ان کی مجالس سے حسب دلخواہ فائدہ اٹھایا ہے باوجود ان تمام فضائل اور اوصاف کے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کی محبت آپ کے دل مبارک میں اس درجہ راسخ ہوگئی تھی کہ جس کی نظیر اس عہد میں بہت کم پائی جاتی تھی انجام کار آپ چند روز بیمار رہ کر دار دنیا سے دارِ عقبیٰ میں مردانہ و عاشقانہ تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا ہے مکان میں ایک درم بلکہ ایک دانگ نہ تھا بلکہ حالت بیماری میں آپ نے تن کے کپڑے تک لوگوں کو خیرات کردیئے تھے آپ کی نعش مبارک صرف چادر میں لپیٹی گئی تھی اور نیچے ایک بوریا رکھ دیا گیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ انجام کار جناب سلطان المشائخ کی صحبت کا اثر بادشاہوں کی صحبت پر غالب آیا اور مولانا ضیاء الدین کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ دنیا سے مسکینوں کی طرح بالکل ویسے ہی تشریف لے گئے جیسے لے جانا چاہیے تھا۔ آپ سلطان المشائخ کے خطیرہ کے متصل اپنے والد بزرگوار کی پائینتی کی جانب مدفون ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ موئد الدین انصاری رحمتہ اللہ علیہ

زہد و تقوی کی مجسم تصویر، عاشق درگاہ مولی، واقف رموز مصلحت خواجہ موئد الملۃ والدین انصاری رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے باختیار خود مصلحت اور دنیاوی امور سے دست برداری کی اور محبت پیر کے ساتھ موافقت برتی۔ اللہ اللہ آپ عجیب و غریب روش رکھتے تھے جس روز سے سلطان کے غلاموں کی سلک میں داخل ہوئے مرتے دم تک کسی چیز کی طرف مشغول نہیں ہوئے اور کسی شخص کی طرف توجہ نہیں کی لیکن سادات کرام یعنی کاتب حروف کے چچاؤں کے ساتھ جو سلطان المشائخ کی قربت کے ساتھ مخصوص تھے بالخصوص جناب سید حسین رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ غایت درجہ کا التفات رکھتے تھے اور ان کی محبت کی طرف منسوب تھے آپ کو ذوق سماع اور جگر سوز گریہ بہت لاحق رہتا تھا اور اس بارہ میں خصوصیت کے ساتھ یاران اعلی میں مشہور و معروف تھے اور یہ سب کچھ اس بات کا نتیجہ تھا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی نظر خاص کے ساتھ ملحوظ تھے اور حضور کے لباس خاص کے ساتھ مشرف و ممتاز تھے۔ خواجہ موئد الدین فرمایا کرتے

تھے کہ میرے یہاں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوتا تھا۔ چونکہ میری اہلیہ بھی جناب سلطان المشائخ کی سلک ارادت میں داخل ہو چکی تھی اس لیے ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ سلطان المشائخ کی خدمت اقدس میں اپنا قصہ عرض کرنا چاہیے اور التماس کرنی چاہیے کہ میرے گھر میں کوئی فرزند نہیں ہوتا ہے اس زمانہ میں میری اہلخانہ قصبہ راپری میں سکونت پذیر تھی جب میں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں اپنا واقعہ عرض کیا تو حضور نے خواجہ اقبال سے فرمایا کہ ایک روٹی اور تھوڑی سی کھجوریں لے آؤ۔ ازاں بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس روٹی سے ہر روز تھوڑی تھوڑی کھاتے رہو اور یہ اندازہ کرلو کہ جب تم وہاں پہنچو تو یہ روٹی تمام ہو جائے اور جس وقت تم مکان پر پہنچو تو یہ کھجوریں اس پاک دامن کو دو تا کہ وہ رغبت اور شوق سے کھائے خدا تعالیٰ تمہیں فرزند عطا کرے گا۔ مولانا موئدالدین فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا حق تعالیٰ نے اس برکت سے مجھے ایک شائستہ فرزند یعنی مولانا نورالدین محمد مؤید انصاری عنایت فرمایا۔ یہ بزرگوار بیشمار فضائل اور انگنت خصائل کے ساتھ آراستہ تھے۔ الغرض مولانا موئدالدین انصاری آخر عمر میں چند روز مبتلائے زحمت رہے لیکن یہ بات تعجب کے ساتھ دیکھی جاتی تھی کہ ایام علالت میں فرائض و سنن بلکہ آداب و مستحباب میں کوئی چیز فوت نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپ اس دنیائے ناپائیدار سے منہ موڑ کر دارِ بقا میں تشریف لے گئے اور سلطان المشائخ کے خطیرہ چبوترہ یاران میں دفن ہوئے رحمتہ اللہ علیہ۔

مولانا شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ

سوختہ محبت ساختہ مودت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ امیر حسن شاعر کے بھانجے تھے جو جناب سلطان المشائخ کے اعلیٰ درجہ کے مریدوں میں شمار کئے جاتے اور آپ کی محبت کے ساتھ عام و خاص میں بے نظیر شہرت رکھتے تھے۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ جس وقت یہ عاشق صادق حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں نماز کے لیے حاضر ہوئے تو نماز کی تحریمہ باندھتے وقت جب تک سلطان المشائخ کے جمال مبارک کو نہ دیکھتے تحریمہ نہ باندھتے یعنی جماعت کی صف سے اپنا سر مبارک باہر نکالتے اور سلطان المشائخ کا روئے جہان آراد دیکھ کر نیت باندھتے امیر خسرو نے کیا خوب کہا ہے۔

درا ثنائے نماز اے جان نظر بر قامتت دارم مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

(جانمن اثنائے نماز میں میں اپنی نظر تیرے قد پر جمائے رکھتا ہوں کہ شاید تیرے خوبصورت قد سے میری نماز قبولیت کا جامہ پہنے۔)

خلاصہ کلام یہ کہ جب عاشق صادق مرض محبت میں مبتلا ہوئے اور عشق کی بیماری نے سخت غلبہ کیا سعدی فرماتے ہیں۔

ماجرائے دل دیوانہ بگفتم بہ طبیب　　کہ ہمہ شب در چشم ست بفکرت بازم
گفت این نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی　　در عشق است ندانم کہ چہ درمان سازم

(میں نے اپنے دل کا ماجرا طبیب سے کہا کہ تمام رات فکر وتردد میں میری آنکھیں کھلی رہتی ہیں اس نے جواب کہ اے سعدی تو نے جو اس قسم کی حکایت بیان کی ہے یہ درد عشق ہے لیکن میں درد عشق کا علاج کرنا نہیں جانتا۔)

تو چاہا کہ اپنی جان عزیز کو سلطان المشائخ کی محبت میں قربان کر ڈالیں اسی اثناء میں لوگوں نے سلطان المشائخ کو خبر کی کہ اس سوختہ محبت نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اپنی عزیز و پیاری جان سلطان المشائخ کی محبت میں فدا کر دے یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

وقت آنست کہ جان سر کویت بازم　　خاک درگاہ تو بر تارک سر اندزم

(اب وقت وہ ہے کہ اپنی جان تیرے کوچہ میں فدا کروں اور تیری درگاہ کی خاک اپنے سر پر ڈالوں۔)

الغرض سلطان المشائخ نے جو عاشقوں کے ماوا و ملجا تھے ارادہ کیا کہ اس عاشق جانباز کے درد عشق کے علاج کے لیے تشریف لے جائیں تا کہ حضور کا جمال مبارک اس کے دل کو تسکین و تسلی بخشے چنانچہ آپ درِ دولت سے برآمد ہو کر ادھر تشریف لے گئے اور رسم عیادت ادا کرنے کی غرض سے باہر نکلے ہنوز آپ رستہ ہی میں تھے کہ لوگوں نے بیان کیا کہ وہ عزیز جو مرض عشق میں مبتلا تھا دوست کے جمال مبارک کی تابنہ لایا اور اپنی پیاری جان معشوق حقیقی کے تفویض کی سلطان المشائخ نے سنتے ہی فرمایا کہ الحمد اللہ دوست دوست کے پاس پہنچا شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں۔

جان در قدم تو ریخت سعدی　　وین منزلت از خدائے میخواست
خواھی کہ دگر حیات یابد　　یکبار بگو کہ کشتۂ ماست

(سعدی نے اپنی جان تیرے قدم پر قربان کی اور وہ یہ مرتبہ خدا سے چاہتا ہتا تھا کہ اب اگر تو دوسری بار زندہ ہونا چاہتا ہے تو ایک دفعہ یوں کہہ دے کہ یہ ہمارا کشتہ ہے۔)

مولانا نظام الدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ

زائرلحر میں صاحب النسبین مولانا نظام الملتہ والدّین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو علم و زہد اور تقویٰ وورع میں سلطان المشائخ کے اعلیٰ یاروں میں مشہور و معروف تھے حضرت سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد جب یہ بزرگوار ملک اودھ سے آکر حضور کے خطیرہ میں سکونت پذیر ہوئے ہیں تو کاتب حروف نے انہیں دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا ظاہر و باطن اہل تصوف کے اوصاف حمیدہ کے ساتھ موصوف تھا اگر مجلس علم میں کوئی علمی مسئلہ چھڑ جاتا تو آپ نہایت عمدہ طور پر موجہ بحث کیا کرتے اور خوش تقریری سے اس بحث کو تمام کرتے تھے آپ اہل تصوف کی راہ روش سے خوب واقف تھے اور سماع پر شیفتہ و شیدا تھے یہاں تک کہ قوالوں کی ایک مختصر سی جماعت آپ کے ساتھ ہمیشہ جماعت خانہ میں رہا کرتی اور آپ ہرروز ایک وقت سماع سنتے تھے اور ان فضائل خاص کا ثمرہ یہ تھا کہ آپ ان اعلیٰ درجہ کے یاروں کی سلک میں داخل تھے جو سلطان المشائخ کی مجلس کے ساتھ ایک طرح کی خصوصیت خاص رکھتے تھے۔ قطع نظر اس کے آپ خاص طور پر جناب سلطان المشائخ کی نظر خاص میں ملحوظ تھے آخر عمر میں چند عرصہ تک شہر میں سکونت رکھی اور مریدان اعلیٰ میں نہایت وقعت و عزت کے ساتھ زندگی بسر کی جب آپ نے دارفنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی تو اپنے گھر کے متصل حصار سیری کے اندر مدفون ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

خواجہ سالار رحمتہ اللہ علیہ

صورتِ عشق، مایۂ صدق خواجہ سالار رحمتہ اللہ علیہ زہد وورع اور تقویٰ وطہارت سے آراستہ تھے اور ان کا دل مبارک سلطان المشائخ کی محبت سے لبریز اور مالا مال تھا۔ ان بزرگوار نے اس دنیائے غدار میں خلق کی صحبت سے جو ایک نہایت قوی اور مہلک آفت ہے ہاتھ اٹھا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور سب طرف سے منہ موڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے، امیر خسرو فرماتے ہیں۔

اگرچه گوشۂ غم ناخوش است برهمه لیکن   چو تو خیال منی باغ و بوستان من است آن

(اگرچہ کنج تنہائی سب کو ناخوش معلوم ہوتی ہے لیکن جو کہ مجھے تیرا خیال ہے میرے نزدیک وہی باغ ہے۔)

اور سارا زمانہ پیر کی محبت پیر کی یاد پیر کی باتوں میں بسر کیا اور جو کچھ غیب سے پہنچا اس پر قناعت کی اور کسی مخلوق کی طرف کبھی توجہ نہیں کی آپ پر ذوق سماع اور جگر سوز گریہ بہت غالب تھا جس شخص کی نظران بزرگ کے جمال مبارک پر پڑتی فوراً محبت کا سلسلہ اس کے دل میں جنبش کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ کے خطیرہ میں سماع ہو رہا تھا اس بزرگوار پر شیخ سعدی کی ذیل کی بیت نے اس درجہ اثر کیا کہ بے خود ہو گئے اور سخت محویت طاری ہوئی۔

از سرزلف عروسان چمن دست بدار   بسرِ زلف اگر دست رسد باد صفارا

خواجہ سالار بیشتر اوقات جناب سلطان المشائخ کے خلیفہ مولانا حسام الدین ملتانی کی صحبت میں رہا کرتے تھے اور مولانا کے ہمراہ حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے آخر عمر میں چند روز بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت سلطان المشائخ کے انیس یاروں کا مجمل ذکر

(۱) مولانا فخر الدین میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ: مشائخ کی صورت و سیرت رکھتے اور زہد و ورع تقوی و پرہیز گاری سے آراستہ تھے ایک نہایت مسن اور بوڑھے عزیز تھے اور جناب سلطان المشائخ کے مریدان سابق میں اعلی درجہ کے مرید تھے۔

(۲) مولانا محمود نوہیتہ رحمتہ اللہ علیہ: یہ بھی بوڑھے عزیز تھے اور اپنے پیر کی بے انتہا محبت کی وجہ سے وطن مالوف اور شہر کو یک لخت ترک کر دیا تھا اور سلطان المشائخ کی محبت میں غیاث پور میں آبسے تھے کاتب حروف نے ان بزرگ کو دیکھا ہے کہ ایک بوڑھے شخص تھے نورانی دراز قد کہ آپ کے اکثر کلمات و حکایات عشق سے لبریز تھے۔

(۳) مولانا علاؤ الدین اندرپتیر حمتہ اللہ علیہ: نہایت بزرگ اور علوم کا کافی حصہ رکھتے تھے۔ فضائل بے شمار اور خصائل پسندیدہ کے ساتھ موصوف تھے۔ قطع نظر اسکے حافظ کلام ربانی

تھے۔ سلطان المشائخ کے اکثر اقربا نے ان ہی بزرگ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ کاتب حروف کے اعمام بزرگ اور خود کاتب حروف ان ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ پر جگر سوز گریہ بہت کچھ غالب تھا اور انتہا درجہ کی مشغولی میں مصروف تھے ساری عمر تلاوت قرآن مجید میں بسر کی اور طریقہ اولیاء اللہ پر اس دنیائے غدار سے سفر کیا رحمتہ اللہ علیہ۔

(۴) مولانا شہاب الملتہ والدین کستوری رحمتہ اللہ علیہ: حرمین محترمین کے زائر اور مشغول بحق تھے۔ سلطان المشائخ کے سابق مریدوں میں اعلیٰ درجہ کے مرید اور آپ کے یاروں میں معتبر شخص تھے فضائل ظاہری و باطنی اس قدر رکھتے تھے اور یاد حق میں اس درجہ مشغول تھے کہ شیخ نصیر الدین محمود جیسے بزرگ شخص نے آپ کو مرید کرنے کی اجازت دی تھی اور یہ ظاہر بات ہے کہ اس شخص کے دینی فضائل کس حد پر ہو سکتے ہیں جسے شیخ کے انتقال کے بعد اس کا ایک اعلیٰ درجہ کا خلیفہ ایسے اہم اور بھاری کام کی اجازت دے جو حقیقت میں نبوت کی نیابت ہے باوجودیکہ اس کام میں اس قدر دشواریاں اور باریکیاں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

(۵) مولانا حجتہ الدین ملتانی رحمتہ اللہ علیہ: علوم بسیار اور فضائل بے شمار کے ساتھ آراستہ تھے طبقہ خواجگان چشت قدس اللہ ارواحہم کے مشائخ کا شجرہ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ عربی زبان میں نظم کیا۔

(۶) مولانا بدر الدین تولہ: جنہیں لوگ فوق بھی کہتے تھے یہ بزرگوار خزانہ علم کے مالک او رفضائل خاص کے سرچشمہ تھے تقوی وورع میں کمال رکھتے تھے۔

(۷) مولانا رکن الدین چغمر رحمتہ اللہ علیہ: مبتلائے سماع تھے اور اس کام میں آپ کو صدق وراستی کمال ذوق وشوق حاصل تھا۔ آپ جمال ولایت پیر کے عاشق اور ان کی محبت میں دیوانہ تھے۔ خوشنویسی اور علم الخط میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے آپ نے اکثر معتبر کتابیں جیسے کشاف۔ مفصل وغیرہ جناب سلطان المشائخ کے لیے نہایت خوشخط اور عمدہ طور پر لکھیں اور خدمت اقدس میں پیش کیں کاتب حروف نے اس عاشق صادق کو پایا ہے اور ان کے باطنی ذوق سے کمال وتمام بہرہ حاصل کیا ہے۔

(۸) خواجہ عبد الرحمٰن سارنگپوری رحمتہ اللہ علیہ: ذوق و درد کی مجسم تصویر تھے۔ کاتب حروف نے اس بزرگ کو حالت سماع میں دیکھا ہے کہ آپ کے ذوق سماع اور جگر سوز گریہ تمام

حاضرین مجلس کے دلوں میں اس قدر اثر کر دیا کہ کسی کو اپنے آپے تک کی خبر نہ تھی۔

(۹) **خواجہ احمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ:** ترک و تجرید میں بے مثال اور زہد و تقویٰ میں بے نظیر تھے آپ نے مرتے دم تک اپنے لیے کوئی مسکن نہیں بنایا اور اگر چہ اہل و عیال رکھتے تھے لیکن آپ نے کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور خام و پختہ کوئی مکان نہیں بنایا اور بجائے درو دیوار اور چھت کے صرف ایک مختصر جھونپڑی تیار کی آپ کا طریقہ مشائخ کا سا تھا اور سماع کے وقت کسی طرح سے آپ کو قرار نہ ہوتا تھا چنانچہ بارہا یکھا گیا ہے کہ مجلس سماع میں مستانہ وار گردش کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے تھے۔ ایک دفعہ اس بزرگ نے کاتب حروف کو بے انتہا بزرگی عنایت فرمائی اور بندہ آپ کی علمی مجلس میں مسائل شرعی کی تحقیق کے لیے حاضر ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور خوش ہیں فرمایا مجھے تمام و کمال اسی وقت خوشی حاصل ہوتی ہے کہ پنج وقتہ نماز میں حاضر ہوتا ہوں۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

(۱۰) **خواجہ لطیف الدین کھنڈسالی رحمتہ اللہ علیہ:** ہیں یہ ایک بوڑھے عزیز تھے جو ارادت و بیعت میں اکثر یاران اودھ سے سابق تھے اور بیشتر اوقات مشغول بحق رہتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود جیسے بزرگ آپ کی تعظیم و تکریم میں بے حد کوشش کرتے تھے رحمتہ اللہ علیہما

(۱۱) **مولانا نجم الدین محبوب رحمتہ اللہ علیہ:** عرف شکر خائے تھانیسری اپنے باطنی نور اور اندرونی فراست سے دنیا و آخرت کو دیکھتے تھے۔ زہد تمام اور ورع رکھتے تھے محبت و عشق میں ایک آیت تھے اور یاران اعلیٰ میں اوصاف حمیدہ کے ساتھ موصوف تھے اور علاوہ ان باتوں کے اعتقاد پیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ سلطان المشائخ کے روضہ اقدس کے آگے تشریف رکھتے تھے اور کاتب حروف بھی حاضر خدمت تھا کہ آپ نے تاویلات محبت اور رموز عشق میں بحث چھیڑ دی اور اسے نہایت عمدہ طور پر تکمیل کو پہنچایا۔ کاتب حروف نے اپنے حوصلہ ضعیف کے مطابق ان امثال احکامات اور عشق آمیز ابیات درد انگیز اشعار سے جو آپ دلی جذبات اور ذوق و شوق سے فرما رہے تھے اور آپ کی اثر صحبت سے محفل میں ایک شور و اضطراب برپا تھا بہت سے نظائر مستنبط کئے اس حالت میں یہ بزرگ اپنے عشق صادق کی وجہ سے خود ذوق حاصل کر رہے تھے۔ جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو آپ نے انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی سے فرمایا کہ گو تم اس راہ کی قابلیت رکھتے ہو لیکن اسے عمل میں نہیں لاتے اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ اپنی باطنی لیاقت کو علمی طور پر ظاہر کرو۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ کاتب حروف کے دل میں آپ کی یہ

نصیحت تمام وکمال اثر کر گئی اور حق تعالیٰ سے واثق امید ہے کہ اس صاحب ذوق کے نفس کی برکت سے عمل مقبول کی توفیق دے گا۔

(۱۲) خواجہ شمس الدین دہاری رحمتہ اللہ علیہ: جنہیں لوگ اجنی کہتے تھے۔ ایک بوڑھے عزیز تھے نورانی۔ اگرچہ ابتدائے حال میں آپ دنیا کی طرف مشغول تھے اور اہل دنیا سے میل جول رکھتے تھے لیکن جب سعادت ابدی کا ستارہ اوج اقبال پر چمکا تو آپ سلطان المشائخ کے غلاموں کے سلک میں داخل ہوئے اور حضور کی مجلس اقدس میں نشست و برخاست کرنے کا مرتبہ پایا سلطان المشائخ کے ملفوظات سے آپ نے ایک عجیب وغریب کتاب مرتب کی ایک دفعہ ان بزرگوار نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو آنے جانے والوں کے لیے ایک مکان تیار کروں فرمایا کہ خواجہ شمس الدین! یہ کام ان مشاغل سے کسی طرح کم نہیں ہے جن سے تم باہر آئے ہوئے ہو۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے آپ کو وہ دوات عنایت کی جو آپ کی حضور میں رکھی ہوئی تھی اور اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ جو آپ کو آخر عمر میں پیش آیا یعنی لوگوں نے پھر انہیں دنیاوی اعمال میں مشغول کیا اور ظفر آباد کی جاگیران کے حوالہ کی چنانچہ آپ کا وہیں انتقال ہوا اور وہیں مدفن قرار دیا گیا رحمتہ اللہ علیہ۔

(۱۳) مولانا یوسف بدایونی رحمتہ اللہ علیہ: ایک عمر رسیدہ عزیز تھے جو علم کامل اور زہد وافر اور ورع رکھتے تھے اور جن کی تعظیم وتکریم میں یاران اعلیٰ انتہا درجہ کی کوشش کرتے تھے۔ کاتب حروف نے اس بزرگ کو شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں دیکھا ہے کہ نہایت مصفا اور تقریر دلکشا رکھتے تھے رحمتہ اللہ علیہ

(۱۴) مولانا سراج الدین حافظ بدایونی رحمتہ اللہ علیہ: لطافت طبع اور فضائل خاص اور اعتقاد خوب کے ساتھ موصوف وآراستہ تھے۔ رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ واسعۃ

(۱۵) مولانا قاضی پائلی رحمتہ اللہ علیہ: علم وافی اور فضل کامل رکھتے اور زہد وورع میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ عشق مفرط اور رقص وبکا ذوق تمام کے ساتھ موصوف تھے۔

(۱۶) مولانا قوام الدین یکدانہ اودھی رحمتہ اللہ علیہ: کی روش اور چال چلن بالکل سلف کی روش جیسی تھی ان بزرگ کے حق میں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ وہ نیک مرد اور سعادت اندوز ہے۔ آپ نے مولانا شمس الدین یحییٰ کی خدمت میں کشاف کی قراءت کی تھی اور انتہا درجہ کی

مشغولی اور کمال مرتبہ کی ترک تجرید میں مشغول تھے کبھی کوئی وقت آپ پر ایسا نہیں گزرا کہ اس میں آپ کے پاس کوئی غلام اور ہاتھ بٹانے والا آدمی ہو اور آپ کی خدمت کرے لیکن آخر وقت میں ایک لونڈی آپ کو دستیاب ہوگئی جس سے دو اولادیں پیدا ہوئیں اگرچہ یہ لونڈی اپنے آقا کے گھر کا تمام کام کاج کرتی تھی لیکن مولانا قوام الدین اپنے حصہ کا آٹا اپنے ہاتھ سے پیستے۔ غرضکہ اس قسم کا مجاہدہ وریاضت جو مولانا موصوف کو حاصل تھی دوسرے کو کم میسر ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۷) مولانا برہان الدین ساوی رحمۃ اللہ علیہ: کثرت علم اور نہایت ورع وتقوی کے ساتھ آراستہ تھے باوجودیکہ آپ علمی تبحر میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے لیکن کبھی قلم فتویٰ ہاتھ میں نہیں لیا گو آپ سب سے آخر سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچے لیکن حضور کی سعادت بخش نظروں کی برکت سے جملہ اوصاف میں یاران اعلیٰ میں موصوف ہو گئے تھے اور طریقہ سلف پر سماع کا اتباع کرتے تھے۔

(۱۸) خواجہ عبدالعزیز بانگر موٗدی رحمۃ اللہ علیہ: ایک نہایت بامروت عزیز تھے جو غایت صلاحیت اور مکارم اخلاق میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ پہلے پہل دنیاوی امور میں مشغول تھے لیکن آخر میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دفعۃً محبت پیر کے طریقہ پر راسخ القدم اور مستقیم ہو گئے۔

(۱۹) مولانا جمال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ: بہت بڑے دانشمند اور بے حد مشغول بحق تھے اور سماع کے عاشق وشیدا آپ کا ظاہر وباطن اہل تصوف کے اوصاف کے ساتھ موصوف تھا رحمۃ اللہ علیہ۔ کاتب حروف نے اپنے والد اور چچاؤں سے سنا ہے کہ جب مولانا سلطان المشائخ کی قدم بوسی اور بیعت کے شرف سے مشرف ہو کر جماعت خانہ میں تشریف لائے اور جوان صالح کے خطاب سے مخاطب ہوئے تو یہاں اکثر یاران دانشمند جیسے مولانا وجیہہ الدین پائلی اور دوسرے یار جمع تھے ان ہی ایام میں خراسان کی طرف سے ایک عالم آیا جسے مولانا بحاث کہتے تھے وہ بھی اس مجمع میں حاضر تھا۔ یہ شخص بہت سے علماء شہر سے بحث کر چکا تھا اور عین مجلس مناظرہ میں انہیں الزام دے چکا تھا اس کی زور تقریر اور برجستگی جواب کی اس درجہ دھوم تھی کہ کسی کو اس سے معارضہ کرنے کی تاب نہ تھی چنانچہ اس مجلس میں بھی ایک مسئلہ چھڑ گیا اور مولانا جمال الدین اودھی نے بحث شروع کر دی اور انجام کار اسے یہاں تک ملزم کیا کہ کوئی جواب بن نہ آیا اس وقت مولانا وجیہہ الدین پائلی اور دیگر حاضرین مجلس نے کمال انصاف سے داد دی اور سب نے متفقہ الفاظ

میں مولانا جمال الدین کو مبارک باد دے کر کہا کہ آپ پر خدا کی رحمت ہو اور آپ کے علم میں خدا برکت عنایت کرے۔ آج تم نے اس عزیز کے سر سے رعونت ونخوت دور کی اسی مجلس میں خواجہ اقبال بھی موجود تھے آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ جوان صالح یعنی مولانا جمال الدین بڑے دانشمند عالم ہیں سلطان المشائخ نے دریافت کیا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا خواجہ اقبال نے عرض کیا کہ انہوں نے مولانا بحاث سے گفتگو کی اور ایسے دلائل بیان کئے کہ انہیں بالکل بند کر دیا چنانچہ مولانا وجیہہ الدین پائلی اور دیگر حاضرین مجلس نے انصاف کیا اور ان کی تصویب فرمائی یہ سن کر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خواجہ اقبال! جوان صالح اور یاران مجلس کو بلالاؤ۔ جب مولانا جمال الدین اور حاضرین مجلس حاضر ہوئے تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مولانا جمال الدین تمہارے آنے پر خدا کی رحمت ہو کہ تم نے علوم کو بیچا نہیں ازاں بعد قوال طلب کئے گئے اور سلطان المشائخ سماع میں مصروف ہوئے اسی اثناء میں آپ نے مولانا جمال الدین کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ جوان عاشق سماع سنو پھر تو مولانا کی یہ کیفیت تھی کہ جوں جوں سماع میں ترقی ہوتی جاتی اور قوال گاتے جاتے توں توں آپ کو رقت زیادہ ہوتی تھی اس کے بعد دوبارہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ سماع سنو اس میں تمہیں تمام وکمال حظ حاصل ہوگا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے مولانا کو اپنے لباس خاص سے مشرف فرمایا سلطان المشائخ کے اس ارشاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو عجیب وغریب حظ سماع میں حاصل ہوتا تھا۔ آپ کے سینہ مبارک سے عشق کی آگ اس قدر شعلہ زن ہوتی تھی کہ حاضرین مجلس کے دلوں میں ایک فوری درد پیدا ہو جاتا تھا یہ برکت صرف جناب سلطان المشائخ کی سعادت بخش نظر سے حاصل ہوتی تھی اور اسی وجہ سے مولانا کو اس بارہ میں ہر دن شوق زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ ذیل کے اشعار حکیم ثنائی کے ہیں جو گزشتہ عاقلوں اور باقی ماندہ جاہلوں کے بارے میں آپ نے نہایت خوبی سے لکھے ہیں۔

آن کسانیکہ راہ دین رفتند	چہرہ از ننگ خلق بنہفتند
پختہ از حسرت طلب گل شان	سوختہ ز آتش وفادل شان
ہر کہ اندر جہان جز ایشان بود	لاجرم زیر حکم ایشان بود
ہمہ رفتندو کام و دولت ماند	ہمہ مردندنام و حشمت ماند
وان گروہے کہ نور سید ستند	عشوۂ جان ودل خرید ستند
سر باغ و دل زمین دارند	کے دل عقل و شرح دین دارند
ہمہ ازراہ صدق بیخبراند	آدمی صورت اندلیک خراند

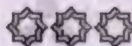
مکتب شرع را ندیده هنوز | بدر عقل نارسیده هنوز
همه دیوان آدمی اویند | همه غولان به بے رهی پویند
ماه رویان و تیره هوشانند | جاه جویان و دین فر شانند
در سخن چون شتر گسسته مهار | چون شتر مرغ جمله آتش خوار
هیچ نایافته ز تقوی بوئے | تهی ا ز آب مانده همچو سبوئے
همه جویان کبرو تمکین اند | همه قلب شریعت و دین اند

ترجمہ: (جن لوگوں نے دین کا رستہ طے کیا انہوں نے ننگ خلق سے اپنا چہرہ چھپایا ان کی مٹی حسرت طلب سے پختہ اور دل وفا کی آگ سے سوختہ ہوا اور جب ان کی یہ کیفیت تھی تو دنیا میں ان کے جس قدر آدمی تھے سب ان کے مطیع فرمان تھے لیکن وہ دنیا سے اٹھ گئے اور کام و دولت باقی رہی سب یہاں سے چل دیئے اور حشمت و شوکت چھوڑ گئے ان کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے وہ صرف دل کے عشوہ کے خریدار ہوئے ان کی ساری ہمت زمین و باغ میں مصروف ہوئی اور جب یہاں تک نوبت پہنچی تو عقل و دین سب ضائع ہوئے وہ راہ صدق سے بالکل غافل و بے خبر ہیں اور گو آدمی کی صورت میں ہیں لیکن حقیقت میں گدھے ہیں جنہوں نے شرع کا مکتب آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور عقل کے دروازہ تک ان کی رسائی نہیں ہوئی سب کے سب دیو خصلت آدمی صورت ہیں اور لوگوں کے گمراہ کرنے میں غول بیابانی سے کم نہیں اگر چہ بظاہر مہ پارہ ہیں لیکن باطن میں تیرہ مکدر جاہ حشمت کے متلاشی اور دین فروش ہیں بات کرنے میں شتر بے مہار ہیں اور وحشت میں شتر مرغ۔ تقوی کی بوتک ان میں پائی نہیں جاتی اور ٹھلیا کی طرح پانی سے خالی ہیں ۔سب تکبر و تمکنت کے خواہاں ہیں اور شریعت و دین کے اُلٹ پلٹ کرنے والے۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم. و بقیت فی خلق کجلد الاجرب

(یعنی جن کی پناہ میں عیش کیا جاتا تھا وہ چل بسے اور میں گندہ اور خارشی جلد پوست کی طرح خلق میں باقی رہ گئی۔)



باب ششم

ارادت، مرید، مراد اور مشائخ رحمہم اللہ کی خلافت کا بیان

ارادت کی تحقیق

مریدان خوب اعتقاد کو واضح ہو کہ شیخ ابولقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سالکوں کا ابتدائی کام راہ خدا تعالیٰ میں ارادت ہے اور اس صفت کو ارادت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سب کاموں میں مقدم ہے سالک اول اول اپنی خاطر کو راست و درست کرتا ہے اور عزیمت وقصد مصمم کرتا ہے پھر فعل کے ساتھ مقرون ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ارادت یہ ہے نهوض القلب فی طلب الحق سبحانه و تعالى. یعنی خدا تعالیٰ کی طلب میں دل کا راست و درست ہونا چاہیے۔

مرید

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مرید کی دو قسمیں ہیں ایک رسمی دوسری حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے جسے پیر تلقین کرے کہ دیکھی ہوئی چیز کو نادیدہ اور سنی ہوئی بات کو ناشنیدہ اعتقاد کرے اور اہلسنت و جماعت کی روش پر چلے۔ اور حقیقی مرید وہ ہے جسے پیر تلقین کرے کہ تو ہماری صحبت میں رہ یا ہم تیری صحبت اختیار کریں۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ جو کچھ علماء زبان سے دعوت کریں مشائخ عمل سے دعوت کریں لیکن شیخ ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مرید کے معنی بلحاظ اشتقاق عین ارادت کے ہیں یعنی صاحب ارادت کو مرید کہتے ہیں جیسے عالم اس شخص کو کہتے ہیں جو علم رکھتا ہو مگر طریقت میں مرید اسے کہتے ہیں جس کے لیے ارادت نہ ہو یعنی جب تک کوئی شخص ارادت سے مجرد نہ ہوگا اسے مرید نہ کہیں گے مطلب یہ کہ مرید وہ ہے جو اپنا اختیار عالم باقی میں منحصر کرے اور خدا کی مرضی کے ساتھ موافقت کرے۔

ماقلم در سر کشیدیم اختیار خویش را اختیار آنست کو قسمت کند درویش را
(مرید وہ ہے کہ دنیا سے بھاگے اور ہر وقت اپنے نفس امارہ سے جھگڑتا رہے دنیا کی ظاہری زیب و زینت کو جو مثل خوبان پیچ در پیچ ہے ہیچ جانتے۔)
ایک بزرگ کا قول ہے کہ مرید اسے کہتے ہیں کہ جس کا ظاہر خدا کی راہ میں مجاہدات کے ساتھ موصوف ہوا اور باطن مکابرات یعنی نفسانی خواہشوں سے جھگڑا کرنے کے ساتھ متصف ہو۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

مرید آنست کز دنیا گریزد بھر دم باھوائے خود ستیزد
فریب زیب دنیا رابدان هیچ که شد چون زلف خوبان پیچ درپیچ

لیکن اس قوم نے مرید و مراد میں فرق بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرید مبتدی کو کہتے ہیں اور مراد منتہی کو یعنی مرید وہ ہے کہ خداوندی کام میں عین مشقت و سختی میں زندگی بسر کرے اور مراد وہ ہے کہ جسے پیر کسی ایسے کام کی تلقین کرے جس میں چنداں مشقت و سختی نہ ہو پس جب یہ ہے تو مرید مستغنی ہوگا اور مراد موقوف و مرقہ۔ اس لحاظ سے ہمارے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام مریدوں کا درجہ رکھتے تھے کیونکہ وہ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں رب اشرح لی صدری و یسر لی امری ۔ یعنی خداوندا میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے اور ہمارے آقا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے کیونکہ آپ کے بارہ میں ارشاد خداوندی ہوا ہے۔
الم نشرح لک صدرک یعنے اے ہمارے نبی ہم نے تمہارا سینہ کھول دیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں درخواست کی کہ ربّ ارنی یعنی خداوندا تو مجھے اپنا دیدار نصیب کر جواب ملا کہ لن ترانی یعنے موسیٰ تو مجھے ہرگز ہرگز نہ دیکھ سکے گا اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب فرمان آیا کہ الم تر الی ربک مدالظل یعنے اے محمد کیا تم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا اور خدا تعالیٰ کا قول کیف مدالظل سخن طریقت کے لیے پوشدگی اور سر حقیقت کے واسطے نگاہداشت ہے الغرض اب میں اصل قصہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک شخص پیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گناہوں سے توبہ کی پیر نے فرمایا کہ دو باتیں ہیں جن سے آدمی حق تعالیٰ کی طرف پہنچتا ہے۔ ایک تخلیہ سے۔ اور گناہوں سے نفس کو

خالی کرنے کو تخلیہ کہتے ہیں۔ دوسرے تحلیہ سے اور نفس کو عبادات کے زیور سے آراستہ کرنے کو تحلیہ کہتے ہیں۔ پیر نے یہ بھی فرمایا کہ جب مرید عبادت میں مشغول ہو تو اسے چار چیزیں پیش آتی ہیں۔ ایک دنیا دوسرے خلق تیسرے شیطان چوتھے نفس۔ مرید نے پیر کی خدمت میں عرض کیا کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ پیر نے فرمایا کہ دنیا سے تجرد کر اور خلق سے الگ ہو جا۔ شیطان سے جنگ کر اور اسوقت پیر کو یاد کر۔ نفس کے گھوڑے کیمنہ میں تقویٰ کی لگام ڈال اور ایک گوشہ میں بیٹھ جا مرید نے ایسا ہی کیا اور ایک عرصہ کے بعد آ کر کہنے لگا کہ حضور نے جس طرح ارشاد فرمایا تھا میں نے اس کے موافق عمل درآمد کیا لیکن میرا نفس کہتا ہے کہ تو کمزور وضعیف ہو جائے گا اور عبادت کے مرتبہ کو نہ پہنچے گا یعنی عبادت الٰہی کرتے کرتے ضعیف ہو جائے گا اور اس کی انتہا کو نہ پہنچے گا۔ جا قوت حاصل کر اور اس بے نتیجہ بات کا خیال چھوڑ۔ اس کے جواب میں پیر نے فرمایا کہ تو توکل اختیار کر۔ نفس تیرا مطیع ہوگا اور اس میں سکون پیدا ہو جائے گا۔ مرید چلا گیا اور تھوڑے دنوں بعد پھر حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضور اس وقت مجھے وہ حالت پیش آئی ہے کہ گذشتہ باتیں یاد آتی ہیں کہ فلاں جگہ میں نے یہ کیا تھا اور فلاں مقام پر یوں کیا تھا۔ پیر نے فرمایا کہ تو اپنا کام خدا کے سپرد کر اور جو کچھ کرلے اسے خدا کی طرف سے جان۔ مرید نے ایسا ہی کیا الغرض جب وہ یہ تمام باتیں بجالایا تو خدا کی جانب کا دروازہ اس پر کھل گیا۔ ایک عرصہ کے بعد پھر اس نے خدمت پیر میں عرض کیا اور اپنا یہ واقعہ سرتاپا بیان کیا۔ پیر نے فرمایا کہ عزیز من اسے فردوس محبت کہتے ہیں۔ ازاں بعد اس پر ایک اور دروازہ کھل گیا اور اس نے پھر پیر سے عرض کیا پیر نے فرمایا کہ اسے صحرائے قرب کہتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ جب کسی یار سے بیعت لیتے تو بیعت لیتے وقت فرماتے کہ تجھے اس بات کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی نہیں کیا ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولانا تقی الدین مجنوں نے مجھے ایک رقعہ لکھا اور دو شخصوں کو میرے پاس روانہ کر کے کہلا بھیجا کہ انہوں نے اس ضعیف کے سامنے توبہ کی ہے تم انہیں بیعت میں لو میں ان کا رقعہ دیکھ کر اور ان دونوں شخصوں کا بیان سن کر بایں خیال متردد و حیران تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کیا ان سے بیعت لوں یا نہیں۔ کیونکہ بعض مشائخ قدس اللہ اسرار ہم العزیز کے نزدیک توبہ اور ارادت ایک چیز ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں ارادت کی نیت سے آتا تو اول آپ فاتحہ اور سورہ

اخلاص پڑھنے کا حکم فرماتے بعدہ امن الرسول پڑھتے اور اس کے بعد شھد اللہ سے ان الدین عند اللہ الا سلام تک پڑھتے پھر فرماتے کہ تو نے اس ضعیف اور اس کے خواجہ اور ہمارے خواجہ خواجگان جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور خدائے تعالیٰ سے اس بات پر عہد کیا کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ کو نگاہ رکھے گا اور شرع شریف کے طریقہ پر چلے گا اور جب آپ کسی کو خرقہ پہناتے تو یوں ارشاد کرتے ولباس التقویٰ ذالک خیر و العاقبۃ للمتقین یعنے پرہیزگاری کا لباس تمام لباسوں میں بہتر ہے اور آخرت کی خوبیاں پرہیزگاروں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ نیز آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ارادت کی چند قسمیں ہیں بطحائے کعبہ ارادت ہے۔ حرم کعبہ ارادت ہے۔ کعبہ ارادت ہے۔ پہلی قسم یعنی بطحائے کعبہ ارادت یہ ہے کہ کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ کسی کو برا کہے نہ کسی کی برائی سنے اپنے ظاہر کو نگاہ رکھے حرم کعبۂ ارادت کے یہ معنی ہیں کہ حقیقت کی آنکھ وزبان مصروف کر کے آنکھ وزبان اور ہاتھ کی کافی طور پر نگہداشت کرے اور کعبۂ ارادت کا یہ مطلب ہے کہ دل حق کی طرف لگائے رکھے اور ہمیشہ ذکر اور تسبیح وتہلیل میں مشغول رہے۔ شیطانی وسوسہ کو خاطر سے دور رکھے۔ سلطان المشائخ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللھم اغفر للمحلقین قالو ایا رسول اللہ قال و لا مقصرین یعنے خداوندا ان لوگوں کو بخش دے جو سر منڈاتے ہیں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اور ان لوگوں کے لیے جو سر کے بال کترواتے ہیں؟ فرمایا خداوند ان لوگوں کو بھی بخش دے جو سر کے بال کترواتے ہیں اس کے بعد بعض صحابہ محلوق ہوئے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اگر آپ بھی محلوق ہوں یعنے سر منڈا ڈالیں تو سب صحابہ حضور کی متابعت کریں اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم محلوق ہوئے۔ جب مضمون حدیث یہاں تک فرمایا تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ کمال نبوت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھو کہ جس کام کے عمل کی اوروں سے درخواست کی پہلے خود عمل میں لائے تا کہ دوسرے لوگ عملی طور پر اس کا اظہار کریں اور آپ کی فرمانبرداری کریں۔ ایسے شخص سے یہ بات کیونکر متصور ہوسکتی ہے کہ خود نہ کرے اور غیر کو کرنے کا حکم دے۔ امیر خسرو نے کیا خوب کہا ہے۔

آن گفت مذکر نکند خلق کہ اورا　　گفتار لبے یابی و کردار نیابی

یعنی جو واعظ اور نصیحت گو ایسی بات کی لوگوں کو نصیحت کرے کہ خود اس پر عامل نہیں ہے تو خلق

اسے کسی شمار میں نہیں لاتی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سالک ہمیشہ کمال کی طرف متوجہ رہتا ہے یعنی وہ جب تک سلوک میں ہے کمالیت کا امیدوار ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ ایک تو سالک ہوتا ہے۔ ایک واقف۔ ایک راجع، رستہ کے طے کرنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ اور واقف اسے کہتے ہیں جو اس محل میں وقفہ کرے اس پر حاضرین نے دریافت کیا کہ حضرت سالک کو وقفہ ہوتا ہے فرمایا ہاں۔ جس وقت سالک کی راہ اطاعت میں فتور پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ طاعت کا ذوق بالکلیہ زائل نہیں ہوتا بلکہ کچھ باقی رہتا ہے تو اس حالت میں اسے وقفہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر اس نے بہت جلد اس کا تدارک کر لیا اور انابت و توبہ سے قرین ہو گیا تو سلوک کا مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اور اگر نعوذ باللہ اسی حالت میں رہا اور توبہ و انابت کی طرف جلد متوجہ نہ ہوا تو خوف ہے کہ وہ راجع ہو جائے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے اس راہ کی سات قسمیں بیان فرمائیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت۔ اس کے بعد آپ نے ان ساتوں قسموں کی تفصیل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ دو دوست ہیں۔ ایک عاشق، دوسر معشوق۔ باہم ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق۔ اس اثنا میں اگر عاشق سے کوئی حرکت ظہور میں آئے کہ معشوق کی طبیعت کے مخالف ہو یا کوئی ایسی لغزش وجود میں آئے جو دوست کو ناپسندیدہ ہو تو وہ دوست اس سے اعراض کرے گا یعنے منہ پھیر لے گا پس عاشق کو واجب ہے کہ فوراً اس لغزش کی معافی میں مشغول ہو اور دوست کے سامنے معذرت کرے ایسا کرے گا تو دوست فوراً راضی ہو جائے گا اور وہ تھوڑا سا اعراض جو اسے حاصل ہوا تھا نیست و نابود ہو جائے گا اور اگر عاشق اس خطا پر اصرار کرے گا اور ہٹ سے پیش آئے گا معذرت بھی نہ کرے گا تو وہ عرض حجاب کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور معشوق اپنے اور اس کے درمیان آڑ کر لے گا۔ سلطان المشائخ حجاب کی تمثیل بیان کرتے کرتے جب یہاں تک پہنچے تو آپ نے دست مبارک اونچا کیا اور آستین منہ کر پر رکھ کر فرمایا کہ عاشق و معشوق میں اس طرح حجاب واقع ہو جاتا ہے پس عاشق کو واجب و لازم ہے کہ فوراً معذرت کرے اور توبہ کی طرف جھک پڑے کیونکہ اگر وہ اس بارے میں سستی کرے گا تو وہ حجاب تفاصل یعنے باہمی جدائی سے بدل جائے گا اور دوست اس سے جدائی اختیار کر لے گا اول تو خفیف سا اعراض ہی تھا جب معذرت نہ کی حجاب ہو گیا اور جب اس پر ہٹ کی اور عذر نہ کیا تو دونوں میں مفارقت و جدائی ہو گئی پھر اگر اس وقت بھی عاشق اپنے

ان جرموں کی بخشش نہ چاہے گا تو اسے سلب مزید حاصل ہوگا۔ یعنی وہ برکت اسے اوراد اور ذوق طاعت وغیرہ میں میسر تھی اس سے چھین لی جائے گی۔ اگر یہ شخص اب بھی اپنی کرتوت پر نادم نہ ہو گا اور معذرت نہ کرے گا اور اسی بطالت پر ہمیشگی کرے گا تو سلب قدیم حاصل ہوگا۔ وہ طاعت و راحت جو مزید سے زیادہ رکھتا تھا وہ بھی چھین لی جائے گی اگر اس وقت بھی توبہ میں قصور ہوا تو اب تسلی کا مرتبہ ہے یعنے اس کی جدائی سے دوست کا دل آرام پاتا ہے اور آسودہ ہو جاتا ہے۔ اگر عاشق نے اس پر تاخیر کی اور اپنی کرتوتوں کا تدارک نہیں کیا تو اب عداوت کا مرتبہ آ گیا۔ یعنے دوست اس کا دشمن اور قوی دشمن ہو جائے گا نعوذ باللہ منہا۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون سی بات ہے جس سے مرید کو قیامت کے روز مشائخ کے حضور میں ندامت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور اسے کیا کرنا چاہیے جس سے یہ بات پیش نہ آئے۔ ممکن ہے کہ یہ نعمت سلطان المشائخ کی تعلیم و بندگی کی مدد سے حاصل ہو فرمایا۔ سالک کو اثناء سلوک میں بہت سے ایسے حالات پیش آتے ہیں جو اس کے حاکم وقت ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ محمد اجل سرزی کی خدمت میں ایک شخص آ کر مرید ہوا اور اس بات کا منتظر ہوا کہ خواجہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ انجام کار شیخ نے فرمایا کہ عزیز من جو چیز اپنے لیے دوست نہیں رکھتا اسے دوسرے کے لیے بھی دوست نہ رکھ اور جو بات اپنے لیے چاہتا ہے وہی دوسرے کے لیے بھی چاہ۔ یہ سن کر مرید چلا گیا۔ اور چند روز کے بعد پھر خدمت شیخ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس روز میں بیعت کے شرف سے مشرف ہوا تھا تو اس بات کا منتظر تھا کہ خواجہ مجھے کسی ورد و وظیفہ کا حکم فرمائیں گے لیکن حضور نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ خواجہ نے فرمایا کہ اس دن میں نے تجھے کس چیز کی مشق کرنے کا حکم دیا تھا۔ مرید تحیر انگیز صورت سے ہکا بکا ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ اس دن میں نے تجھے اس بات کا حکم دیا تھا کہ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کر اور جو بات اپنے لیے چاہتا ہے وہی دوسرے کے لیے چاہ۔ جب تو نے پہلے ہی بسم اللہ غلط کی اور اول تختی درست نہ کی تو دوسرا سبق تجھے کیوں کر دوں۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک شخص کسی پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا۔ شیخ نے اسے حکم دیا کہ دو کام نہ کیجیے۔ ایک دعویٰ خدائی۔ دوسر دعویٰ پیغمبری۔ شیخ کی یہ گفتگو سن کر مرید حیران ہو گیا کہ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ جب کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تو

شیخ سے اس کی تفسیر طلب کی فرمایا دعویٰ خدائی کا یہ مطلب ہے کہ سارے کام اپنی مراد کے مطابق طلب کرے اور دعوی پیغمبری کے یہ معنی ہیں کہ تو یوں چاہے کہ ساری مخلوق تیری خواہاں ہو اور تجھے بدل دوست رکھے سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیے کہ کسی وقت کسی شخص کی امانت قبول نہ کرے جس زمانے میں ارادت کے شرف سے مشرف ہوا تھا ایک شخص میرے پاس امانت لایا اور میں نے اس کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اس پر اس نے کہا میں جو امانت لایا ہوں صرف ایک رات آپ کی دہلیز میں رکھنا چاہتا ہوں لیکن میں اس پر راضی نہیں ہوا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی امانت قبول کرے وہ میرا مرید نہیں ہے۔ سلطان المشائخ سے لوگوں نے پوچھا کہ باپ اپنے فرزندوں کو مرید کر سکتا ہے اور یہ بات اسے لائق ہے کہ نہیں۔ فرمایا۔ اس بارہ میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ باپ اپنے فرزندوں کو مرید کر سکتا ہے۔ اور یہ اسے جائز ہے چنانچہ خواجگان چشت نے اپنے فرزندوں سے بیعت لی ہے اور انہیں اپنا مقام و مرتبہ عنایت کیا ہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ باپ کے شیخ ہونے میں اور فرزندوں کے مرید ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے البتہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ فرزند شیخ اور باپ مرید ہو۔ ایک دن سلطان المشائخ کی خدمت میں ایک مسافر آیا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے سجادہ پر ان کے فرزندوں میں سے کوئی متمکن ہے مسافر درویش نے عرض کیا کہ ہاں لڑکے کا نواسہ ان کے سجادہ پر موجود ہے لیکن اس کی حالت اور عمل دگرگونہ ہے اس شہر کے تمام اوقاف اس کے قبضہ میں ہیں۔ بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ منصب احتساب پر بھی مامور ہے۔ مسافر نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ سلطان المشائخ نے سر ہلایا اور فرمایا کہ ابن النجیب لاینجب وان ینجب فعجب۔ یعنی اول تو بزرگ اور نجیب آدمی کا فرزند نجیب و بزرگ ہوتا نہیں اور ہوتا ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اس قصہ کی حکمت یون بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کے کرشمے اور صنعت عجیب کے نمونے مخلوق کو اس لیے دکھاتا ہے کہ بندہ اپنے عجز کا اعتراف کرے اور خوب سمجھ لے کہ میں محض بے اختیار ہوں۔ دیکھو جب تم مقام شیخی میں ہوتے ہو تو لوگوں کی تکمیل میں انتہا درجہ کی کوشش کرتے ہو اور بہتوں کو کامل بنا دیتے ہو لیکن اگر یہ بات تمہارے اختیار ہوتی تو اپنے

فرزندوں کو جو تمہارے نزدیک سب سے بہتر واولیٰ تر ہیں کامل بنادیتے اور یہ تاثیر ان میں ضرور اثر کرتی تعز من تشآء و تذل من تشاء وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی یعنی خداوندا تو ہی جسے چاہے عزت دیتا اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ بعضے کہتے ہیں ہمیں خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب ہوئی ہے اور ان سے ہمارا پیوند ہے یہ بات اگرچہ ممکن ہے۔ مگر مشائخ اسے پسند نہیں کرتے۔ اسی اثناء میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک فرزند تھا سب فرزندوں سے عمر میں بڑا اور علم وفضل میں بزرگ۔ اس نے شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کے مزار مبارک سے بیعت کی اور محلوق ہوا۔ جب یہ خبر شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کو ہوئی تو آپ نے فرمایا اگرچہ شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز ہمارے خواجہ اور مخدوم ہیں لیکن اس طرح کی بیعت جائز نہیں ہے بیعت وہ ہے کہ کسی ایسے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے جو ظاہر میں زندہ ہو۔ مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ من لیس لہ شیخ فشیخہ ابلیس۔ حدیث ہے (یعنی جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا رہنما ابلیس لعین ہوتا ہے) سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ حدیث نہیں ہے البتہ مشائخ کا قول ہے ازاں بعد آپ نے ایک درویش کا ذکر کیا جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا تھا کہ کسی سے پیوند اور تعلق نہیں رکھتا تو کہتا کہ یہ کسی کے پلے میں نہیں بیٹھا ہے۔ راوی نے حکایت عرض کر کے کہا کہ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ کوئی وزن ووقعت نہیں رکھتا ہے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص کسی شیخ سے پیوند کرتا ہے تو اس کے بعد سے جو عمل مرید کرتا ہے قیامت کے روز وہ اس کے پیر کے پلڑہ میں رکھیں گے یہیں سے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کسی کے پلہ میں نہیں بیٹھا ہے یعنی پیر نہیں رکھتا۔



اول ایک پیر اور شیخ سے بیعت کرنا اور پھر دوسرے شیخ اور پیر سے بیعت کرنا

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بعض درویش پہلے ایک پیر سے بیعت کر لیتے ہیں لیکن اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے پیر کے پاس جاتے اور اس سے بیعت کرتے اور خرقہ بھی پہنتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ مرید کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے پیر کی محبت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو جو شخص دو پیروں سے بیعت کرے گا اور دو پیر کے خرقے لے گا تو پھر یہ بات کیوں کر حاصل ہو گی۔ بیعت وہی معتبر ہے جو اول مرتبہ کسی شخص سے کی ہے اگر چہ وہ پیر مشائخ میں ادنی درجہ رکھتا ہو اور ان ہی میں کا ہو آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ آدمی ہر بابی اور ہر سری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک دروازہ کو پکڑنا اور نہایت استحکامی اور مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں کو سب سے اول یہی نصیحت فرماتے اور نہایت زور کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرتے اسی اثناء میں حاضرین نے سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ شیخ منصور حلاج کا کیا حکم ہے فرمایا کہ ان کا حکم مردود ہے۔ اسل میں وہ خیر نساج کے مرید تھے۔ لیکن بعدہ انہیں چھوڑ کر جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور بیعت کی درخواست کی جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ تم خیر نساج کے مرید ہو اس لیے میں تمہاری بیعت نہیں لیتا غرضیکہ خواجہ جنید نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور چونکہ آپ مقتدائے وقت اور شیخ زمان تھے اس لیے آپ کا ان کی اس درخواست کو رد کرنا گویا سب کا رد کرنا ہے۔ میں نے خاص سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے عبارت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ فان قال قائل انا رائینا المشائخ استفاد واعن غیر شیخ واحد کابی عثمان فانہ کان متمسکاً بمتا بعۃ یحیی الرازی وبعدہ رغب فی صحبتہ شاہ الکرمانی ثم اتبع ابا حفص الحداد و بلغ مبلغ الرجال وانت فقد تحجرت واسعا اعلم ان تعلق الا رادہ تعلق لا یشترک فیہ غیرہ و تعلق الربوبیۃ تعلق یشترک فیہ غیرہ فانہ یمکن ان یربی الصبی غیر الوالدین فیہ

اضفة الطئر الا ان یموت الشیخ کما کان حال الیشخ ابی النجیب سہر وردی لمّا ما ث شیخہ احمد الغز الی استفاد باشارتہ عن الشیخ حماد دباس یعنی اگر کوئی کہنے والا کہے کہ ہم نے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے علاوہ ایک پیر کے بہت سے مشائخ سے فائدہ اٹھایا ہے جیسے شیخ ابوعثمان کو وہ اول اول یحیٰی رازی کی پیروی کرتے اوران کے طریقہ سے تمسک کرتے تھے کہ پھر شاہ کرمانی کی صحبت میں راغب ہوئے اوران پر ہی اکتفانہیں کیا بلکہ بوحفص حداد کی پیروی کی اور مردان راہ خدا کے مرتبہ کو پہنچ گئے اورتم نے اس طریقہ کے وسیع دائرہ کو تنگ کردیا ہے سو واضح رہے کہ ارادت کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں اس کا غیر شریک ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک بچہ کی پرورش اس کے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے مثلاً اسے دایہ پال لے۔ لیکن ہاں جب پہلا شیخ انتقال کر جائے تو مرید کو دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جیسے شیخ ابو النجیب سہروردی اپنے شیخ احمد غزالی کے بعد ان کے اشارہ سے شیخ حماد دباس سے مستفید ہوئے۔

توبہ اور اس پر مستقیم رہنا

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ سالک کو چاہیے کہ جب راہ سلوک میں قدم رکھے تو اول توبہ کرے۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں ایک عوام کی توبہ دوسری خواص کی توبہ۔ عوام کی توبہ تو یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت و پشیمانی اٹھائے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا قصد کرے۔ اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے قطع تعلق کرنے کا عزم ہو۔ سالک کو چاہیے کہ جب توبہ کرے تو اس پر استقامت کرے کیونکہ یہ رستہ اسی وقت طے ہو سکتا ہے۔ کہ جب اس میں استقامت ہو اور طلب جاہ و کرامت نہ ہو پھر استقامت کو چاہیے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت واقتدا میں ہو اور کوئی مستحب وآداب سالک سے فوت نہ ہو خواجہ عطار فرماتے ہیں۔

جاوید در متابعت مصطفیٰ گزین تا نور شرع او شودت بر تو مقتدا

یعنے مصطفیٰ کی متابعت پر ہمیشگی اختیار کرتا کہ اس کا نور شرع تیرا مقتدا ہو۔ اور جو دعا کہ استقامت توبہ کے لیے آئی ہے اس کتاب کے اس باب میں منقول ہے جہاں ماثورہ دعاؤں کا

ذکر کیا گیا ہے۔ الغرض جب کوئی شخص توبہ کر لیتا ہے تو جو کچھ اس سے پیشتر اس سے ظہور میں آ چکا ہوتا ہے وہ اس پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص شراب سے توبہ کرتا ہے تو اس کے سابق کے ہم نشین و ہم صحبت اس کی مزاحمت کرتے اور ہر بار شراب پینے اور اس مقام کی طرف رغبت دلاتے اور طلب کرتے ہیں جہاں اس نے اس سے ذوق حاصل کیا ہے اور وہ اس بارے میں کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص پھر شراب پیے اور ہمارا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو لیکن اس بات کا اسی وقت وجود ہوتا ہے جبکہ اس کے دل میں کچھ نہ کچھ شراب نوشی کی ہوس باقی رہتی ہے کیونکہ جب وہ اپنے دل کو اس اندیشہ سے بالکل پاک صاف کر لیتا ہے تو پھر کوئی ہم نشین اور حریف اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس کی صدق توبہ کی دلیل یہی ہے کہ جو لوگ بیشتر گناہ کرنے میں اس کے ہم نشین و حریف تھے ان کی رغبت اس کی طرف بالکل مائل نہ رہے ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی زبان پر کسی کی معصیت کا ذکر اسی وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اس کے دل میں فسق و گناہ کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب تائب اپنے دل کو گناہ اور ناشائستہ باتوں سے بالکل پھیر دیتا ہے تو پھر اس جرم اور گناہ کو کبھی یاد نہیں کرتا۔ یہ سب باتیں استقامت توبہ کی دلیلیں ہیں یعنی ان تمام باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تائب اپنی توبہ پر مستقیم ہے اب نہ اسے کوئی گناہ اور معصیت کی طرف مائل کر سکتا ہے۔ نہ فسق کے ساتھ اس کا نام زبان پر لا سکتا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ جو شخص کسی شیخ کا ہاتھ پکڑتا اور بیعت کرتا ہے وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ سے عہد کرتا ہے چاہے کہ اس پر ثابت قدم رہے اور اگر اسے اس پر ثبات و دوام میسر نہیں ہے کہ کسی سے بیعت نہ کرے بلکہ جیسا تھا ویسا ہی رہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص توبہ کرے اور اسے پیشتر کسی کے ساتھ برائی سے پیش آیا تو چاہیے کہ اس کے پاس جا کر معذرت کرے اور معافی چاہے اور جس طرح ممکن ہو اسے خوش کرے اور اگر وہ شخص فوت ہو گیا تو اسے لازم ہے کہ جس قدر اسے برا کہا تھا اور بدی سے پیش آیا تھا اسی قدر مرنے کے بعد اسے نیکی سے یاد کرے۔ اور بھلائی سے پیش آئے۔ اگر اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے اور مقتول کا کوئی ولی موجود نہیں ہے جس کے تفویض میں خون بہا کرے تو اسے ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے گویا بردہ آزاد کرنا ایک مردہ کا زندہ کرنا ہے۔ اور اگر کسی کی منکوحہ یا مملوکہ سے زنا کیا ہے تو اس کے پاس جا کر عذر کرے اور حق معاف کرائے لیکن جب وہ وہاں تک پہنچ نہ سکے اور عذر و معذرت نہ کر سکے تو خدا سے معافی کی

التجا کرے۔ جب کوئی شراب خوار توبہ کرے تو لطیف وخوشگوار شربت اور پانی لوگوں کو پلائے۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کا منہ معصیت کی طرف اور پیٹھ حق تعالیٰ کی جانب ہوتی ہے۔ پس جس وقت تائب ہو تو چاہیے کہ منہ خدا تعالیٰ کی طرف اور پیٹھ معصیت کی طرف ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تائب کو طاعتِ خداوندی میں پورا پورا ذوق وشوق حاصل ہونا چاہیے اور جو شخص توبہ کے بعد بھی معصیت کی طرف رجوع کرتا ہے اور معاذ اللہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ نور طاعت کا ذوق نہیں پاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ وانابت جوانی کی حالت میں بہتر ہوتی ہے ورنہ حالت پیری میں توبہ نہ کرے گا تو کیا کرے گا۔ اس کے بعد آپ نیہ دو بیتیں زبان مبارک پر جاری کیں۔

چون پیر شوی برسر انجام آئی　　سرکار خود بنا کام آئی
سازی روئ حق را زتیرہ رائے　　معشوقہ روز بے نوائی

(جب تو بوڑھا ہوا اور برائیوں کا خاتمہ ہو گیا تو ناچار اپنے کام کی طرف رجوع کرنا پڑا اس وقت تو اپنی تیرہ رای سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گا اور محتاجی کے زمانہ میں معشوقہ سے ملے گا۔)

بعدہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ بندہ سے اس کی جوانی کی بابت بھی سوال کرے گا۔ یسئل المرء من شبابہ۔ حکیم ثنائی جوانی و بڑھاپے کے بارہ میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

راکعم کرد روزگار حسود　　از پس این رکوع چیست و سجود

(مجھے حاسد زمانہ نے راکع کیا ورنہ میں نہیں جانتا تھا کہ رکوع وسجود کیا چیز ہے۔)

تاجوانی مدد کہ بامن بود　　جوئ عمرم پر آب روشن بود
خوش خوش از من جہان بزل مجادہ　　عارہ تنہا ہے ستاند باز
پنبہ از گوش کرد بیرون مرگ　　کہ بسازی برای رفتن برگ
دل ازین عمر مختصر برگیر　　کز چنین عمر کس نگردد پیر
مرد پیر از لقائ جانان شد　　باچنین عمر پیر نتوان شد
ہست پیر از ولایت دین است　　آنکہ گویند پیر پیران است
سیرم از عمر و زندگانی خویش　　مے بگیرم براین جوانی خویش
این حیاتم مرا ملال آمد　　زندگانی مرا وبال آمد

(جب تک جوانی میری مددگار رہی میری عمر کی ندی لبریز اور روشن تھی میں اس پر نازاں تھا کہ زمانہ مجھے عاریت دیگا لیکن موت نے اس غفلت کی روئی نکال کر متنبہ کیا کہ سفر آخرت طے کرنے کے لیے سامان مہیا کرنا چاہیے۔ نیز اس مختصر زندگی سے دل اٹھانا ضرور ہے۔ کیونکہ ایسی عمر سے کوئی پیر نہیں ہوتا ہے۔ میں اپنی زندگی سے سیر ہوں اور اپنی اس جوانی پر روتا ہوں۔ اس زندگی سے مجھے سخت ملال آیا اور زندگانی وبال جان ہوگئی۔")

اب میں پھر توبہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ توبہ کی تین قسمیں ہیں اور ان ہی پر توبہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایک توبہ حال دوسرے ماضی تیسرے مستقبل۔ توبہ حال کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ پہلے کر چکا ہے اس سے پشیمان ہو ندامت اٹھائے اور توبہ ماضی یہ ہے کہ اپنے دشمنوں اور مدعیوں کو راضی کرے مثلاً اگر کسی نے کسی کے دس درہم غصب کیے ہیں اور زبان سے توبہ توبہ کرتا ہے تو یہ کسی کام کی نہیں ہے۔ توبہ یہ ہے کہ اسے دس درہم واپس کر کے راضی کرے۔ توبہ مستقبل کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ گناہ نہ کرنے پر عزم بالجزم کرے پھر آپ نے فرمایا کہ جب میں شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ وانابت کی تو بار بار آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ مدعیوں اور صاحب حقوق کو راضی کرنا چاہیے چونکہ آپ اس بارے میں زیادہ مبالغہ کرتے تھے لہذا مجھے یاد آیا کہ مجھے ایک شخص کے بیس جیتل دینے ہیں اور ایک شخص سے میں نے ایک کتاب مستعار لی تھی جو میرے پاس سے جاتی رہی چونکہ شیخ شیوخ العالم کبیر نور اللہ مرقدہ دشمنوں اور صاحب حقوق کے راضی کرنے میں بہت کچھ تاکید فرماتے تھے مجھے معلوم ہوگیا کہ مخدوم مکاشف عالم ہیں۔ میں نے فوراً دل میں نیت کر لی کہ اس مرتبہ دہلی میں جا کر ان کو راضی کروں گا چنانچہ جب دہلی میں آیا تو جس شخص کے مجھے بیس جیتل دینے تھے وہ بزاز تھا اور میں نے اس سے کپڑا لیا تھا دہلی میں پہنچ کر مجھے کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ ایک بار بیس جیتل موجود ہوں اور میں اسے پہنچاؤں معاش کا دائرہ بہت تنگ تھا اور گذر اوقات بہت مشکل سے ہوتی تھی کبھی پانچ جیتل میسر ہو گئے۔ گاہے دس۔ آخر کار ایک دفعہ دس جیتل ہاتھ لگ گئے میں انہیں لے کر بزاز کے دروازے پر پہنچا آواز دی تو وہ گھر سے نکلا۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرے بیس جیتل مجھے دینے ہیں چونکہ مجھے میسر نہیں کہ ایک دفعہ بیس جیتل ادا کروں لہذا اس وقت دس جیتل لایا ہوں انہیں لے لے باقی انشاء اللہ جلد ادا کروں گا۔ اس شخص نے یہ سن کر کہا بے شک جہاں سے تم آئے ہو وہاں سے مجھے یہی توقع رکھنی چاہیے اور یہ وہیں کا ثمرہ ہے۔ الغرض وہ دس جیتل تو اس نے

مجھے سے لیے اور باقی کی نسبت کہا کہ وہ میں نے تمہیں معاف کر دیئے۔ ازاں بعد میں اس شخص کے پاس گیا جس سے کتاب لایا تھا اور اس سے مل کر کہا کہ خواجہ تم سے میں نے ایک کتاب عاریۃً لی تھی لیکن اتفاق سے میرے پاس سے جاتی رہی اب میں کوئی نسخہ موجود کرتا اور ویسی ہی لکھوا کر تمہارے حوالہ کرتا ہوں اس نے میری یہ گفتگو سن کر کہا کہ جہاں سے تم آتے ہو اور جس کی تم نے صحبت پائی ہے اس کا نتیجہ یہی ہے میں نے وہ تم کو بخش دی۔ اس کے بعد بحث توبہ کی طرف پھر رجوع کی جاتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک متقی ہے اور ایک تائب۔ متقی تو وہ ہے جو کبھی گناہ میں آلودہ ہی نہ ہوا ہو اور تائب اسے کہتے ہیں جس نے معصیت کا ذائقہ چکھنے کے بعد توبہ کی ہو۔ اس مسئلہ میں لوگ مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ متقی اور تائب دونوں ایک درجہ میں ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ تائب متقی سے افضل ہے کیونکہ وہ معصیت کا مزہ چکھنے کے بعد تائب ہوا ہے اور جس شخص نے کسی طرح کا ذوق حاصل کیا ہے وہ اس سے بہتر و خوشتر ہے جس نے مطلقاً کسی قسم کا ذوق حاصل نہیں کیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ متقی تائب سے افضل ہے دوسرے نے کہا کہ تائب متقی سے افضل ہے اور اس میں یہاں تک سلسلہ بڑھا کہ دونوں شخص پیغمبر وقت کے پاس گئے اور اس بارے میں قطعی فیصلہ کے طالب ہوئے۔ پیغمبر وقت نے دونوں کے دعویٰ سن کر فرمایا کہ میں اپنی طرف سے کوئی حکم بیان نہیں کر سکتا بلکہ منتظر وحی ہوں کہ کیا حکم ہوتا ہے اسی اثناء میں پیغمبر پر وحی آئی کہ ان دونوں شخصوں کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ آج کی رات تم دونوں ایک جگہ شب باش ہو اور صبح دونوں مل کر گھر سے نکلو۔ پہلے پہل جو شخص ملے اس سے اس مسئلہ کا حکم دریافت کرو چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا دوسرے دن گھر سے باہر نکلے ایک مرد سامنے سے آیا انہوں نے اس سے کہا کہ خواجہ ہمیں مشکل پیش آئی ہے جسے آپ حل کر دیجیے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے کہا یہ بتا دیجیے۔ کہ جس شخص نے کبھی گناہ نہ کیا ہو کیا وہ اس شخص سے بہتر ہے جس نے گناہ کر کے توبہ کی ہو۔ اس نے کہا سنو۔ میں جلاہا ہوں علم تو میں نے پڑھا ہی نہیں۔ کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح سے حل کروں مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں کپڑا بنتا ہوں۔ اور اس کی بہت سے تار ہوتے ہیں بعض تار ٹوٹ جاتے ہیں جنہیں میں جوڑتا ہوں تو میرے نزدیک وہ تار جو ٹوٹا نہیں ہے اس تار سے بہتر ہوتا ہے جو ٹوٹا ہے۔ اور میں اسے جوڑتا ہوں اس کا یہ فیصلہ سن کر دونوں شخص پیغمبر وقت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سر تا پا بیان کیا۔ پیغمبرؑ نے

فرمایا کہ یہ تمہارے سوال کا جواب تھا۔ ذیل کی عبارت خاص سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے لکھی ہوئی میں نے دیکھی ہے۔ یا داؤد قل للمذنبین توبوا الیّ قبل قیام الساعة فان المذنبین ینظرون الی یوم القیامة من طرف خفی و فی الحدیث ان العبد اذا اذنب لم یکتب علیه حتی یذنب ذنبا اخر فلم یکتب علیه حتی اذنب ذ نبا اخر فاذا اجتمعت علیه من الذنوب ثم اذا عمل حسنه واحدة کتب له خمس حسنات و جعل خمس حسنات با زاء خمس سیات و فی الحدیث التوبة من الزنا ایسر من التوبة عن صفة للمومنین والانا بته صفة للمقربین و جاء بقلب منیب والاوبة صفة للمرسلین نعم العبدانه اواب قیل للشیخ التائب ابطات و اسرعت ابطات حیث اخرت التوبة الی الشیب واسرعت حیث حبت قبل الموت.

یعنی اے داؤد تم گنہگاروں سے کہہ دو کہ قیامت کے برپا ہونے سے پیشتر میری جناب میں توبہ کرو کیونکہ قیامت کے روز گنہگار مجھے کن انکھیوں سے دیکھیں گے اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اس پر اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک دوسرے گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ علی ہذا القیاس اس دوسرے گناہ کا وبال بھی اس کے دفتر اعمال میں نہیں لکھا جاتا تا وقتیکہ تیسرے گناہ کا مرتکب نہ ہو جب چند گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور اس وقت ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لیے پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ پانچ اور نیکیاں ان پانچ گناہوں کے مقابلہ میں لکھی جاتی ہیں جو اس نیکی سے پیشتر ظہور میں آئے تھے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ زنا سے توبہ کرنا غیبت سے توبہ کرنے سے بہت آسان ہے۔ توبہ ایمانداروں کی صفت ہے اور انابت مقربوں کی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وجآء بقلب منیب یعنی رجوع کرنے والا دل لے کر آیا اور اوبہ پیغمبروں کی صفت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ نعم العبد انه اواب ۔ قیامت کے دن بوڑھے تائب سے کہا جائے گا کہ تو نے تاخیر کی اور عجلت بھی کی تاخیر تو تجھ سے یوں ظہور میں آئی کہ تو نے توبہ میں یہاں تک دیر کہ بڑھاپے کی حد کو پہنچ گیا اور جلدی یوں کی کہ موت سے پیشتر توبہ کے دروازے پر سر تسلیم خم کر دیا۔

الٰهی تبت عما کان منی فکفر سیاتی وارض عنی
وعاملنی بلطفک یا الٰهی ولا تقطع لاجل الذنب منی
فکن یوم القیامة لی معینا . واحسن لی کما احسنت ظنی

یعنی اے اللہ میں نے ان گناہوں سے توبہ کی جو مجھ سے سرزد ہوئے تو تو میرے گناہوں کو مٹا ڈال اور مجھ سے راضی وخوش ہو جا خداوند اپنے لطف وکرم کے ساتھ مجھ سے معاملہ کر۔ اور گناہ کی وجہ سے مجھے سے قطع تعلق مت کر قیامت کے دن میرا مددگار ہو اور میرے حسن ظن کے مطابق میرے ساتھ نیکی کر۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک پیر کا قول ہے کہ خدا کی عنایتیں بندوں کے حق میں دو ہیں یعنی ابتدائی زمانہ عصمت وعفت کے ساتھ عزیز رہنا اور آخر زمانہ توبہ کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ حضرت سلطان المشائخ کی برکت سے سلسلہ چشتی نظامی کے تمام غلاموں اور مریدوں کو یہ بات نصیب کرے۔

پیر جس بات کا حکم کرے مرید کو اسے قبول کرنا چاہیے

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس بات کی نسبت پیر کا ارشاد ہو مرید کو وہی بات کرنی چاہیے۔ لیکن پیر ایسا ہونا چاہیے کہ احکام شریعت اور قوانین طریقت سے بخوبی واقف ہوتا کہ مرید کو غیر شرعی بات کا حکم نہ فرمائے اور اگر پیر کسی ایسی چیز کا حکم کرے جس میں علماء کا اختلاف ہے تو مرید کو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور رغبت کے کانوں سے سننا چاہیے کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمة یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے اور جب یہ ہے تو شیخ کسی نہ کسی مجتہد کے قول پر حکم کرتا ہے۔ پس مرید کو اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ پس جو شخص پیر سے پیوند کرے اور اس سے ارادت و بیعت قائم کرے (اور اسی کو تحکیم کہتے ہیں یعنی پیر کو اپنا حاکم مقرر کرنا) پھر جو کچھ پیر کہے اسے مرید نہ سنے تو اسے مرید نہ کہیں گے نہ اس پر تحکیم کا اطلاق درست وصحیح ہوگا علی ہذا القیاس جو شخص پیر کے بعض قول وفعل کا منکر ہوگا اسے بھی مرید نہ کہیں گے۔ ازاں بعد حضور نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بڑھیا شیخ ابوسعید

ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ہمیشہ جھاڑو دیا کرتی تھی اور خانقاہ کے صحن کو نہایت پاک و ستھرا رکھتی تھی۔ شیخ نے ایک دن اس سے دریافت کیا کہ بڑھیا! اس جھاڑو دینے سے تیرا کیا مقصد ہے بیان کر کہ تیرے حصول غرض میں کوشش کروں۔ بڑھیا نے عرض کیا کہ حضور اس سے میری ایک غرض ہے لیکن چونکہ ابھی اس کے عرض کرنے کا وقت نہیں آیا ہے اس واسطے اپنا حال بیان کرنا نامناسب سمجھتی ہوں۔ ہاں جب وہ وقت ہوگا تو عرض کروں گی۔ غرضیکہ وہ بڑھیا ایک مدت تک خانقاہ کی یوں ہی خدمت کرتی رہی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ کی خدمت میں ایک نہایت حسین و خوبصورت نوجوان آیا اور بیعت کی بڑھیا آئی اور شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اس جوان سے فرمائیں کہ مجھے اپنے نکاح میں لے آئے۔ بڑھیا کی یہ بات سن کر شیخ متامل ہوئے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ عورت بڑھیا نہایت بدصورت ہے اور یہ جوان نہایت حسین و خوبصورت ہے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے نکاح کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ الغرض شیخ خلوت میں تشریف لے گئے اور تین رات دن کچھ کھایا پیا نہیں۔ ازاں بعد آپ نے دونوں کو بلایا اور جوان کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم اس بڑھیا کو اپنے نکاح میں لے آؤ جوان نے دلی رغبت کے ساتھ شیخ کے اس حکم کو قبول کیا۔ اس کے بعد بڑھیا نے التماس کی کہ شیخ اس جوان کو حکم فرمائیں کہ جس طرح لوگ دلہنوں کو بناتے سنوارتے ہیں اسی طرح یہ بھی مجھے سنوارے اور زینت و سنگار سے آراستہ کرے۔ شیخ ابوسعیدؒ نے اس جوان سے ارشاد فرمایا اور اس نے فوراً تعمیل کی ادھر شیخ نے اپنے مطبخ کے داروغہ کو حکم دیا کہ جس قدر کھانا پکتا ہے آج اس سے دوچند پکانا چاہیے۔ ازاں بعد بڑھیا نے عرض کیا کہ حضور اس جوان سے فرمائیں کہ مجھے زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھائے جس طرح دولہا دلہن کو گود میں لے کر پلنگ پر بٹھاتا ہے شیخ نے جوان سے ارشاد کیا کہ ایسا کرو اس نے اس کی بھی تعمیل کی جب جوان بڑھیا کو زمین سے اٹھانے لگا تو بڑھیا نے کہا اے شیخ اس جوان نے آپ کے سامنے مجھے خاک پر سے اٹھایا ہے آپ اسے حکم کیجیے کہ جب اس نے مجھے زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھایا ہے تو پھر مجھے تخت سے زمین و خاک پر ڈالے یعنی اس کام کو وفا کے ساتھ انجام پہنچائے بیوفائی اور عہد شکنی نہ کرے شیخ نے جوان کو ایسا ہی ارشاد کیا اور اس نے بدل قبول کیا۔

تجدید بیعت

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا تو مکہ کے فتح ہونے اور اس پر چڑھائی کرنے سے پیشتر آپ نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بطریق رسالت روانہ کیا بعد کو لوگوں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ مکہ والوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ کو شہید کر ڈالا۔ جب یہ خبر آپ نے سنی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کو طلب کر کے فرمایا کہ آؤ مجھ سے بیعت کرو اور اس بات پر عہد کرو کہ جب تک ہمارے جسموں میں جان باقی ہے اہل مکہ سے جنگ کریں گے اور کبھی پیٹھ نہ موڑیں گے صحابہ نے فوراً بیعت کی اس وقت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے تنے سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں اسی اثناء میں ایک صحابی ابن رکوع نام تشریف لائے اور بیعت کی درخواست کی جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس سے پیشتر سب لوگوں کے ساتھ بیعت نہیں کی انہوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کی تو ہے لیکن اس وقت تجدید بیعت کرتا ہوں۔ جناب رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دست بیعت دیا اور تجدید بیعت کو جائز رکھا۔ مشائخ کو جو تجدید بیعت کرتے ہیں ان کی یہی دلیل ہے۔ ایک دفعہ ایک جوان نے سلطان المشائخ سے تجدید بیعت کی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شاید اسے کسی کی طرف سے کچھ تکلیف پہنچی تھی آپ نے اس کے حق میں یہ بیت ارشاد فرمائی۔

اے بسا شیر کان ترا آہو ست   اے بسا درد کان ترا دارو ست

اور فرماتے تھے کہ میں اپنے خواجہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے جامہ مبارک کے آگے تجدید بیعت کرتا ہوں اور عجب نہیں ہے کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر بھی اپنے پیر کے جامہ مبارکہ کے آگے تجدید بیعت کرتے ہوں۔ کاتب حروف نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ پیر کے کپڑے کے آگے تجدید بیعت کرنا ایسا ہے گویا خدمت مخدوم میں تجدید بیعت کی۔ میں خدا تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ مجھ ضعیف و بیچارہ کو ان بزرگوں کے طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ان کے غلاموں کے سلسلہ میں داخل کرے کیونکہ میں نے اپنے خواجہ اور

خواجہ کے خواجہ اور خواجگان چشت علیہم الرحمتہ والرضوان اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا ہے کہ وہ مجھے توفیق دے کہ زبان وکان کو نگاہ رکھوں اور شرع شریف کے واضح اور صاف رستہ پر رہوں اور دینی کام کی توفیق اور خدا تعالیٰ کی محبت عنایت ہو۔ اور بندگان مخدوم کے سلک میں رکھے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

عہد کردیم کہ دل درخم زلف تو نہم جان مشتاق بزیرسم اسپ تو نہم

(یعنی عہد کرلیا کہ دل تیری زلف پر پیچ میں پھنسا ہوا رکھوں اور میری جان مشتاق تیرے گھوڑے کے قدموں میں ہو۔)

ایک دفعہ ایک شخص نے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید کی مخدوم جہاں نے اس وقت یہ بیت زبان مبارک پر جاری کی۔

در عشق تو کار خویش ہر روز ازسر گیرم زہے سروکار

(تیری محبت میں اگر میں اپنا کام روز شروع کروں کیسی خوش نصیبی ہے۔)

پیر کی خدمت میں مرید کا اعتقاد

مریدان خوب اعتقاد کو واضح ہو کہ مرید کو چاہیے کہ اس کا اعتقاد و محبت پیر کی خدمت میں اس حد تک پہنچ جائے اور اس درجہ پر ترقی کر جائے کہ اپنے زمانہ میں بجز اپنے پیر کے اور کسی کو نہ جانے اور اس بات کا خیال تک نہ کرے کہ کوئی اور خدا کی طرف پہنچا سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

کہ نیست در ہمہ عالم باتفاق امروز جز آستانہ تو مقصدے و ملجائے

(تیرے آستانہ کے سوا اس زمانہ میں کوئی جگہ پناہ وحصول مقصد کی نہیں۔)

اور اگر سست اعتقاد مرید کے دل میں اس بات کا خطرہ گذرے کہ دنیا میں میرے پیر کے علاوہ کوئی اور شخص بھی خدا کی طرف پہنچ سکتا ہے تو یقیناً سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے اعتقاد میں شیطان ملعون تصرف کرتا ہے اور اس ہر یابی کو پیر کی مشغولی سے باہر لاتا اور اعتقاد میں خلل ڈالتا ہے اور اسے ایسی چیز کی طرف راہ دکھاتا ہے جس سے اس کی اعتقاد و ارادت میں فساد و بگاڑ پڑتا ہے نعوذ باللہ منہ۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ سنا جاتا ہے کہ پیر

مرید کے احوال میں سفر کرے اور اس کے عمل میں کسی طرح کی خرابی پائے تو مرید کے لیے چنداں خوف نہیں ہے اور اگر عالم اعتقاد میں سفر کرے اور اسے اعتقاد میں درست اور مضبوط پائے تو مرید کو امیدوار خیر ہونا چاہیے فرمایا بے شک یہ ٹھیک ہے کہ کیونکہ اصل اس کام میں اعتقاد ہے جیسا کہ عالم ظاہر میں اصل چیز ایمان ہے۔ جس طرح مومن کے لیے یہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں ایمان درست ہو اسی طرح مرید کو بھی ضرور ہے کہ پیر کے حق میں اعتقاد درست اور مضبوط ہو جیسے ایماندار آدمی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا ویسے ہی مرید بھی جب اعتقاد میں محکم و مضبوط ہوتا ہے تو کسی لغزش کی وجہ سے اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ طریقت سے مرتد ہو گیا کیونکہ امید ہے کہ اعتقاد کی درستی کے سبب وہ پھر اصل کی طرف رجوع کرے گا سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ اس راہ میں مرید کا عقیدہ مقصود ہوا کرتا ہے تو جو شخص مضبوط قصد اور پاک اعتقاد سے آتا ہے اسے قابل ولائق سمجھنا چاہیے کیونکہ عقیدہ کی بدولت اس شخص کے دل میں بھی فرحت وراحت پیدا ہوتی ہے اور اسکے عقیدہ سے اور ان کو بھی مسرت وخوشی نصیب ہوتی ہے اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایک دفعہ لکھنوتی سے ایک شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا خواجہ نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس نیت سے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ فاتحہ کی درخواست کی نیت سے شیخ شیوخ العالم نے اپنے ان یاروں اور فرزندوں سے جو اس موقع پر جمع تھے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہوا کہ تم کس غرض اور نیت سے آئے ہو اور اس نے پھر وہی عرض کیا کہ فاتحہ کی درخواست کی نیت سے آیا ہوں یہ سن کر خواجہ زار قطار رونے لگے اور فرمایا عقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیے چنانچہ آپ نے دوبارہ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم فرمایا بعد ازاں ارشاد کیا کہ اس شخص کا عقیدہ اس کے فعل سے بہتر ہے کیونکہ فعل صرف اپنے ہی لیے ہوتا ہے اور عقیدہ اپنے لیے بھی اور غیر کے لیے بھی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ایک درویش کو سانپ نے کاٹ کھایا اس نے کہا اگر میری ارادت اور عقیدت اپنے شیخ کے ساتھ درست ہے تو مجھے کسی علاج کی حاجت نہیں ہے اور اگر ارادت درست نہیں تو پھر میرا مر جانا بہت بہتر ہے۔ چونکہ وہ اپنے شیخ کی خدمت میں عقیدہ کامل رکھتا تھا لہذا اس کے عقیدہ کی برکت سے زہر نے ذرا اثر نہیں کیا۔ کاتب

حروف عرض کرتا ہے کہ اس درویش سے مراد جناب سلطان المشائخ کی ذات مبارکہ تھی جیسا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات کے نکتہ میں بیان کیا جاچکا ہے کہ جب سلطان المشائخ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں تشریف لیے جارہے تھے تو سرسہ کے جنگل میں آپ کو سانپ نے کاٹ لیا تھا اور اس بات پر دلیل کہ درویش سے مراد سلطان المشائخ کی ذات مبارکہ مراد ہے یہ ہے کہ خود سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ شیوخ العالم شیخ فرید الحق؛ الدین اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک درویش کو ایسا حال پیش آیا ہے یا ایسا کام پیش آیا ہے یہی وجہ ہے کہ جوں ہی سلطان المشائخ نے یہ حکایت بیان کی میں فوراً معلوم کر گیا کہ درویش سے سلطان المشائخ کی ذات مبارک مراد ہے اور سلطان المشائخ نے اس حکایت میں اسی معنی کی رعایت کی ہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کوئی ہے کہ اس دعا کو مجھ سے یاد کرلے میں سمجھ گیا کہ اس سے شیخ کا مقصود یہ ہے کہ میں اس دعا کو یاد کر لوں چنانچہ میں نے شتابانہ لہجہ میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو بندہ یہ دعا یاد کرلے۔ حضرت شیخ نے مجھے وہ دعا عنایت کی میں نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ اسے حضور کے سامنے پڑھ لوں۔ ازاں بعد یاد کروں شیخ نے فرمایا اچھا پڑھو جب میں اس دعا کو پڑھنے لگا تو آپ نے اعراب کی تصحیح کر کے فرمایا کہ اس طرح پڑھو چنانچہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا میں نے اس طرح پڑھا اگرچہ جس طرح میں پڑھتا تھا وہ بھی ایک معنی درست تھا الغرض وہ دعا اسی وقت میرے ذہن نشین ہوگئی میں نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور! مجھے دعا یاد ہوگئی ہے اور ارشاد ہو تو پڑھوں فرمایا ہاں پڑھو۔ میں نے ساری دعا اسی طرح پڑھی جس طرح شیخ نے مجھے تعلیم کی تھی اور جس اعراب کی تصحیح واصلاح کی تھی اسے آپ کی اصلاح کے مطابق ادا کیا جب میں شیخ کی خدمت سے رخصت ہو کر باہر آیا تو مولانا بدرالدین اسحاق نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو دعا کے اعراب ویسے ہی پڑھے جیسے شیخ نے بتائے تھے میں نے کہا کہ اگر سیبویہ جو اس علم کا موجد اور واضع ہے اور اس کے علاوہ اور لوگ جو اس علم کے قواعد کے بانی ہیں مجھ سے کہیں کہ اس لفظ کے اعراب ایسے نہیں ہیں جیسے تو نے پڑھے تو بھی میں اسی طرح پڑھوں جس طرح شیخ نے بتایا ہے کہ اس پر مولانا بدرالدین اسحاق نے فرمایا کہ واقعی بات یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں جس آداب کی رعایت کرتے ہو وہ ہم میں

سے کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز پر مرض غالب ہوا اور رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو شدت مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے سامنے خربوزہ لایا گیا اور اس کی پھانکیں کر کے سامنے رکھی گئیں ہیں۔ شیخ نے تناول کرنا شروع کیا اور اسی اثناء میں حضور نے مجھے ایک قاش اٹھا کر عنایت کی اگر چہ میں روزہ سے تھا لیکن فوراً دل میں خیال پیدا کیا کہ اسے اسی وقت کھا لیجئے کیونکہ جو چیز اب شیخ شیوخ العام کے دست مبارک سے نصیب ہوئی ہے وہ پھر کب میسر ہو سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ میں اسے کھالوں اور اس روزہ کے کفار میں دو مہینے کے متصل اور پے در پے روزے رکھ دوں الغرض میں قاش کھانا ہی چاہتا تھا کہ شیخ نے فرمایا دیکھو ایسا مت کرو مجھے تو شرعی اجازت ہے اس وجہ سے روزہ نہیں رکھتا اور تم روزہ سے ہو تمہیں یہ قاش کھا کر ہرگز روزہ توڑنا نہ چاہیے۔ میں نے تو تمہارے اعتقاد کی آزمائش کے لیے ایسا کیا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولانا بدرالدین اسحاق کو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے آواز دی اور وہ اس وقت نماز میں مشغول تھے لیکن شیخ کا ادب ہر وقت ملحوظ خاطر تھا لبیک کے ساتھ جواب دیا شیخ نے فرمایا کہ ایک دن جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک صحابی کو آواز دی جو مصروف نماز تھے انہوں نے جواب دینے میں تاخیر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا اور رسول بلائیں تو فوراً جواب دینا چاہیے۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مانند ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العام شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے اپنے شیخ کی خدمت سے ایک مندیل پائی تھی جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور طرح طرح کی برکتیں اور نعمتیں اس سے حاصل کرتے تھے ایک دن آپ سوتے تھے اور وہ مندیل آپ کے پاؤں کی طرف رکھی ہوئی تھی اتفاق سے مندیل کو آپ کا پاؤں لگ گیا جب بیدار ہوئے تو انتہا درجہ کا قلق و اضطراب ظاہر کیا یہاں تک کہ بار بار ذیل کی حکایت آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوئی کی شیخ شبلیکی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ شبلیؒ نے فرمایا میں ایک شرط سے تیری ارادت و بیعت قبول کرتا ہوں وہ یہ کہ جو کچھ میں حکم دوں اس پر تجھے عمل کرنا ہوگا۔ مرید نے کہا بیشک میں ایسا ہی کروں گا شبلیؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو بتا کہ کلمۂ شہادت کس طرح پڑھتا ہے۔ کہا میں یوں

پڑھتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شبلیؒ نے فرمایا تو کلمۂ شہادت کس طرح پڑھتا ہے۔ یوں پڑھ لا الہ اللہ شبلی رسول اللہ۔ مرید نے فوراً یوں ہی پڑھا۔ ازاں بعد شبلیؒ نے فرمایا کہ عزیز من! شبلی تو ان حضرت کے ادنیٰ اور کمینہ چاکروں میں ایک چاکر ہے۔ حقیقت میں خدا کے پیغمبر وہی ہیں تیرے اعتقاد کا امتحان کرنا منظور تھا اس لیے تجھے ایسا کہا۔ شیخ مجد الدین بغدادی تحفۃ البرأۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک گروہ نے تجارت کی غرض سے سفر کا ارادہ کیا مگر ساتھ ہی انہیں اپنے مالوں اور جانوں کا پورا خوف تھا سب نے اتفاق کر کے ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ سفر کا عزم رکھتے ہیں اگر حضور کوئی دعا یا ورد ہمارے نامزد کریں تو بہت اچھا ہوتا کہ اس کی برکت سے ہمارے اموال اور جانیں سلامتی میں رہیں شیخ نے فرمایا خدا کے نام سے سفر کرو اور رستہ میں اگر کوئی خطرناک مواقع اور دہشت و ہراس پیش آئے تو فوراً میرا نام لینا اور کہنا ابوالحسن خرقانی انشاء اللہ تم اس خوف و دہشت سے خلاصی پاؤ گے۔ جب تاجروں کے گروہ نے شیخ کی یہ بات سنی تو بعضوں نے آپ کے اس ارشاد کو رغبت کے کانوں سے سنا اور دل سے قبول کیا اور بعدہ سب مل کر روانہ ہوئے ثناء راہ میں راہزنوں کا سامنا ہوا اور انہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جن لوگوں نے اعتقاد صاف سے شیخ کے نام کے ساتھ تمسک کیا انہوں نے خلاصی پائی اور جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کے نام اور آیات و دعوات کے ساتھ تمسک کیا ہلاک ہوئے اور ان کے اموال غارت گئے اس بات سے دونوں فرقوں کا تعجب زیادہ ہوا اور حیرت پر حیرت طاری ہوئی جب سفر سے لوٹے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ پیش آیا انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہ معاملہ پیش آیا اور تعجب کی یہ بات ہے کہ خدا کے نام اور دعاؤں کی برکت نے اپنا کوئی اثر ظاہر نہیں کیا وار آپ کے نام کی برکت سے ہم لوگ سالم و محفوظ رہے۔ کیا خدا کا نام بندوں کے ناموں سے زیادہ بابرکت اور بزرگ نہیں۔ شیخ نے فرمایا بیشک خدا کا نام بندوں کے نام سے بہت بابرکت اور بزرگ تر ہے لیکن بات یہ ہے کہ جس شخص کا نام تم نے ذکر کیا ہے اس کے مسمیٰ کو اچھی طرح نہیں پہچانا اور جب پہچانا تو گویا اس کے نام کو ذکر ہی نہیں کیا اور اس بات کی تصدیق وہی شخص کر سکتا ہے جس نے حقیقت کا کچھ ذوق چکھا اور حقیقت کار کا مشاہدہ کیا ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے شیخ رفیع الدین شیخ الاسلام سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا ایک قرابتی شیخ محمد اجل سرزی کا مرید تھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے اس پر کوئی بہتان لگایا اور حکومت کی طرف سے اسے قید کر کے قتل گاہ میں لے گئے جلاد نے اسے حسب قاعدہ قبلہ کی جانب کھڑا کیا مگر چونکہ اس صورت میں اس کے پیر کی قبر پس پشت ہوتی تھی اس لیے وہ فوراً اس طرف سے منہ پھیر کر دوسری طرف کھڑا ہو گیا جلاد بولا کہ اے شخص ایسی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا چاہیے اس مرد نے برجستہ جواب دیا کہ میں اپنے قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہوا ہوں تجھے اپنے کام میں مصروف ہونا چاہیے امیر حسن کیا خوب فرماتے ہیں۔

اگرچہ در عرب از بہر قبلۂ کعبہ نباشد نبود قبلۂ مجنون مگر قبیلہ لیلیٰ

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے سوال کیا کہ ایک مرید پنج وقتہ نماز پڑھتا اور تھوڑا سا اورد ادا کرتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں شیخ کی محبت بہت کچھ ہے اور پیر کا اعتقاد نہایت راسخ و مستحکم اور ایک مرید اطاعت و عبادات میں بہت مصروف رہتا اور تسبیح و اوراد بے اندازہ کرتا ہے۔ حج بھی ادا کر چکا ہے لیکن شیخ کی محبت اور اس کے اعتقاد میں قصور ہے۔ فرمایئے ان دونوں مریدوں میں کونسا بہتر ہے فرمایا بہتر و افضل وہ ہے جو شیخ کا معتقد و محب ہے۔ ازاں بعد آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا کہ جو شخص شیخ کا محب و معتقد ہو اس کا ایک وقت متعبد سست اعتقاد کے تمام اوقات پر ترجیح و بزرگی رکھتا ہے بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اولیاء اللہ پیغمبروں پر بزرگی رکھتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام بیشتر اوقات خلق میں مشغول رہتے ہیں یعنی امتیوں کی دعوت و تلقین میں مصروف ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ شب و روز مشغول بحق رہتے ہیں اور انہیں بجز اس مشغولی کے اور کام ہی نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مذہب بالکل باطل ہے وجہ یہ کہ اگرچہ انبیاء علیہم السلام خلق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں لیکن ان کی مشغولی بحق ہونے کا زمانہ اولیاء کے تمام اوقات پر شرف رکھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے پیوند کیا تھا اور بیعت وارادت لایا تھا لیکن جب میرے پاس سے گیا تو چند روز تک تو اس کا مزاج برقرار رہا مگر بعد کو متغیر ہو گیا اور ایک اور شخص تھا کہ مجھ سے بہت دور چلا گیا اور وہاں بہت دنوں تک رہا اگرچہ اس پر اسی حالت میں ایک دراز عرصہ گذر گیا لیکن اس کی کیفیت وہی رہی ذرا تبدیل و تغیر مزاج میں واقع نہیں ہوئی اس وقت شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس شخص نے جب سے مجھ سے پیوند کیا ہے اس زمانہ سے اس وقت تک اس کا مزاج ایک حال پر ہے اور کسی طرح کی تغیر

واقع نہیں ہوئی ہے۔ سلطان المشائخ جب بیان کرتے کرتے اس کلمہ پر پہنچے تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور پرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں اور اثنائے گریہ ہی میں زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ یہ بندہ آج تک شیخ کی قدیم محبت برقرار ہے بلکہ اس وقت سے کسی قدر زیادہ ان کی محبت میرے دل میں موجود ہے۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ سے لوگوں نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی خدمت میں بہت کم حاضر رہتا ہو اور گھر میں اس کی یاد میں اکثر اوقات مشغول رہتا ہو اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ وہ بہت اچھا مرید ہے اگر کوئی شخص پیر کی خدمت سے غائب ہو کر اس کی یاد میں ہمیشہ مصروف رہے تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو رات دن خدمت پیر میں حاضر رہے لیکن اس کی محبت و یاد سے بے خبر ہو۔ ان کے بعد آپ نے یہ مصرع زبان مبارک پر جاری کیا۔

بیرون و درون بہ کہ درون و بیرون

یعنی خدمت پیر میں حاضر رہ کر غائب ہونے سے بہتر ہے کہ اس سے غائب ہو کر حاضر رہے۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ مرید مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین پر سر رکھتے اور سر بسجود ہوتے ہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ خلق کو اس فعل سے منع کروں لیکن چونکہ میں نے اپنے شیخ کی مین خدمت میں لوگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اس لیے منع نہیں کیا۔ اس اثناء میں امیر حسن رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ جو لوگ مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ارادت و بیعت لاتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ارادت و بیعت پیر کی محبت و عشق سے عبارت ہے تو جب یہ ہے تو جہان عشق و محبت حاصل ہو وہاں سر زمین پر رکھنا اور مرید کو سر بسجود ہونا ایک نہایت سہل خدمت ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ سوار ہوئے تشریف لیے جاتے تھے رستہ میں ایک مرید سامنے سے آیا۔ چونکہ مرید پیادہ تھا آتے ہی آپ کے زانو کو بوسہ دیا شیخ نے فرمایا کہ اور نیچے مرید نے شیخ کے پاؤں کو چوما شیخ نے فرمایا اور نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے۔ مرید نے فوراً آپ کے گھوڑے کے سم کو چوم لیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے۔ اب مرید زمین پر سر بسجود ہوا اور شیخ کے سامنے کی زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت شیخ ابو سعید ابو الخیر نے فرمایا کہ میں نے جو تجھے نیچے کا حکم فرمایا اس سے میرا یہ مقصد نہ تھا کہ تو میری قدم بوسی کرے بلکہ منشا یہ تھا کہ تیرا درجہ بلند

ہو۔ چنانچہ جوں جوں تو نیچے بوسہ دیتا گیا دوں دوں تیرا رتبہ بلند ہوتا گیا۔ کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ قال صھیب رایت علیا یقبل ید العباس و رجلہ یعنی صہیب صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو جناب عباس کے ہاتھ پاؤں چومتے دیکھا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اس سے پیشتر میرے پاس ایک بزرگ زادہ سیاحت کیے اور روم و شام دیکھے ہوئے آیا تھا ابھی وہ شخص میرے پاس بیٹھا ہی ہوا تھا کہ اتنے میں وحید الدین قریش آئے اور زمین پر سر بسجود ہوئے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

شعاع رُوی تابد از تابدار جبین کسے — کہ در پرستش تو برنہد بخاک جبین

(اس شخص کی پیشانی سے نور چمکنے لگتا ہے۔ جو تیری چوکھٹ سے اپنا ماتھا رگڑتا ہے۔)

نو وارد نے جیسے ہی سر بسجود دیکھا تو چیخ کر کہا ایسا مت کر۔ کیونکہ شریعت میں کسی جگہ سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ غرضیکہ وہ وحید الدین سے خوب جھگڑا اور اس پر غالب ہو گیا میں نے نہایت نرمی کے ساتھ کہا کہ بھائی اس قدر غصہ نہ ہو اور جھگڑا نہ کر سن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو حکم فرض ہوتا ہے جب اس کی فرضیت جاتی رہتی ہے تو استحباب باقی رہتا ہے۔ مثلاً عاشورہ کا روزہ گذشتہ امتوں پر فرض تھا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اور استحباب باقی رہا علی ہذا القیاس گذشتہ امتوں میں لوگ باہم سجدہ کیا کرتے تھے اور یہ سجدہ ان میں مستحب تھا چنانچہ رعیت بادشاہ کو شاگرد استاد کو امتی لوگ پیغمبر وقت کو جورو خاوند کو سجدہ کرتی تھی۔ لیکن جب ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دور دورہ ہوا تو وہ سجدہ منسوخ ہو گیا اور اس کا استحباب جاتا رہا لیکن اباحت باقی رہی اور جب سجدہ مباح ہے تو اب تو ہی بتا کہ امر مباح کو منع کرنا کہاں آیا ہے میری یہ تقریر سن کر وہ شخص ساکت و خاموش ہو گیا اور کوئی جواب دیتے نہ بن پڑا۔ بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ باوجود اس کے لوگوں کا میرے سامنے سر بسجود ہونا مجھے ناگوار معلوم ہوتا اور شاق گذرتا ہے لیکن چونکہ ہمارے شیخ کے سامنے لوگوں کا یہی دستور تھا اس لیے میں انہیں منع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے منع کرنے سے دو باتیں لازم آتی ہیں۔ ایک تجہیل مشائخ دوسری تفسیق مشائخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

در خدمت رکاب تو سر بر زمین نہاد — خورشید از اسمان چہارم ہزار بار

خرقہ کی اصل حقیقت اور اسے بخشش کرنے کا بیان

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں دربار خداوندی سے خرقہ پایا اور اسے خرقہ فقر کے ساتھ شہرت ہوئی۔ ازاں بعد حضور نے تمام نہیں تو اکثر صحابیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کے دربار سے خرقہ ملا ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہوا ہے کہ تم میں سے جو شخص اس کے قابل ہو اسے عنایت کروں۔ یہ فرما کر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو تم کیا کرو گے صدیق اکبر نے عرض کیا سچائی اور راستی اختیار کروں گا اطاعت خداوندی میں مصروف رہوں گا۔ سخاوت کرونگا۔ بعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بھلا اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو تم کیا کرو گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا عدل کروں گا انصاف کی کماحقہ رعایت کروں گا۔ پھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ اگر یہ خرقہ میں تمہیں عنایت کروں تو تم کیا کرو گے۔ حضرت عثمان نے جواب میں عرض کیا کہ مال و زر خدا کی راہ میں صرف کر دوں گا۔ سخاوت و فیاضی سے کام لوں گا۔ آخر الامر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ علی اگر میں تمہیں یہ خرقہ دوں تو تم کیا کرو گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں لوگوں کی پردہ پوشی کروں گا مخلوق کے عیب چھپانے کی کوشش کروں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ مجھے خدا کی جناب سے حکم ہوا تھا کہ جو شخص یہ جواب دے اسی کو خرقہ دینا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار موجود تھے۔ آپ وہ چالیس ہزار دینار لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اور عجب شان سے آئے۔ ایک پرانی کملی سے جسم چھپائے اور تکمے کی جگہ کانٹا لگائے ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام بھی اسی ہیئت سے تشریف لائے ایک کملی اوڑھے ہوئے اور تکمہ گھنڈی کی جگہ کانٹا لگا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل! یہ کیا صورت بنا رکھی ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آج تمام آسمانی فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ صدیق اکبر کی موافقت میں کملی اوڑھیں اور گھنڈی تکمے کی جگہ کانٹا لگائیں چنانچہ آج تمام فرشتوں کا یہی لباس ہے۔ اس موقع پر سلطان المشائخ نے یہ مصرعے زبان مبارک پر جاری کیے۔

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند   تا مسیح کلیم عشق را بار دہند

ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب جنید رحمۃ اللہ علیہ نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ پہنایا تو زبان مبارک سے یوں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ پیر ہمارے بارہ میں بجالائے تھے ہم اسے تیرے حق میں بجالائے باقی کام خدا تعالیٰ کا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو خلعت شیخ کی خدمت سے ملا ہے اور اس نے شیخ کی صحبت پائی ہے اسے غیر شخص کو دینا ناجائز ہے۔ لیکن اگر اور لوگ تبرکاً اسے دھو کر پئیں تو مضائقہ نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ اسے دھوئیں بھی نہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ کہ جو پیر کی صحبت اٹھائے ہوئے تحفوں کی نسبت اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ انہیں میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا تو اس کی وصیت کے مطابق عمل کرنا اور انہیں اس شخص کے ساتھ قبر میں دفن کرنا درست ہے۔ علی ہذاالقیاس اگر کوئی شخص باتی مضمون وصیت کر جائے کہ پیر کے دیئے ہوئے تحفے میری نیک بخت اور صالح اولاد کے حوالہ کر دینا تو اس کی وصیت کے مطابق صالح اولاد کو دینا واجب وضروری ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے خرقہ پایا اور وہ خرقہ چشتی کمل کا تھا خدا کا شکر ہے کہ پیر کا عطا کیا ہوا خرقہ اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کے انتقال کے بعد جب لوگوں نے آپ کی نعش مبارک قبر میں اتاری تو وہ خرقہ جو حضور نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے حاصل کیا تھا آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا اور جناب شیخ شیوخ العالم کا مصلی آپ کے سراہنے رکھا اور اسی طرح آپ کی نعش مبارک کو مع ان تحفوں کے دفن کیا۔ کاتب حروف یہ بھی عرض کرتا ہے کہ میرے جد بزرگوار سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو جامے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق اور والد قدس اللہ سرہ العزیز اور جناب سلطان المشائخ اور شیخ شیوخ العالم کے پوتے شیخ علاؤالدین سے پائے تھے اور جنہوں نے اولیاء خدا کی صحبت اٹھائی تھی آپ کے دست مبارک سے ایک جگہ سیئے ہوئے والد بزرگوار سید مبارک محمد کو پہنچے تھے خدا کا شکر ہے کہ وہ دولت کاتب حروف کے خاندان میں اس وقت موجود ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے جامے جو والد بزرگوار اور چچاؤں کو سلطان المشائخ کی خدمت سے حاصل ہوئے تھے اس خاندان میں موجود ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز اس گروہ میں سے بعض لوگ چوروں کے جرگہ میں جمع کیے

جائیں گے وہ کہیں گے کہ ہم نے تو کبھی چوری نہیں کی جواب ملے گا کہ بیشک تم نے کسی کا مال و متاع تو نہیں چرایا لیکن مردوں کا جامہ پہنا اور ان کا سا عمل نہیں کیا۔ انجام کار یہ لوگ پیروں کی شفاعت سے نجات پائیں گے۔

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک شخص عزیز بشر نام بداؤں سے دہلی میں آیا اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند رشید مولانا ناصح الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اسے ایک عرصہ آپ کی خدمت میں گذر چکا تو خرقہ کا خواستگار ہوا اور یہی نیت ایک اور جماعت نے بھی کی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ چند درویش حوض سلطان پر جمع تھے کہ اتنے میں وہ درویش بھی آ حاضر ہوا جو خرقہ کی طلب میں تھا لیکن جوں ہی اس نے حوض سلطان کو دیکھا بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ یہ کیا حوض ہے بداؤں کا حوض ساغر اس سے بہتر ہے کہ محمد کبیر بھی وہاں موجود تھے جب انہوں نے اس شخص کی زبان سے یہ بات سنی مولانا ناصح الدین سے کہا کہ اس بے ادب اور دروغ گو کو خرقہ نہ دینا چنانچہ مولانا ناصح الدین نے محمد کبیر کے کہنے کے مطابق اسے خرقہ نہ دیا۔ شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ میں نے سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کو فرماتے سنا ہے کہ اس ضعیف نے بہت لوگوں کو خرقہ دیا ہے۔ لیکن ان میں چار شخص تو ایسے ہیں جنہیں خرقہ ارادت دیا گیا ہے اور باقی لوگوں کو خرقہ تبرک۔ اور شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جس قدر خرقے ہم نے لوگوں کو دیئے ہیں ان میں پانچ یا چھ خرقے تو خرقہ ارادت تھے اور باقی سب خرقے تبرکاً دیئے گئے ہیں۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ نے جو فرمایا ہے کہ اس ضعیف نے بہت لوگوں کو بہت سے خرقے دیئے ہیں مگر خرقہ ارادت صرف چار ہی شخصوں کو دیئے ہیں اس فرمانے میں کیا حکمت تھی۔ سو واضح ہو کہ حضرت سلطان المشائخ کے ہزاروں بندگان خدا مرید تھے اور آپ نے سب کو ارادت و بیعت میں قبول کر کے کسی کو کلاہ اور کسی کو خرقہ عنایت کیا تھا لیکن اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ خرقہ ارادت صرف ان ہی لوگوں کو ملا ہے جو مرید حقیقی تھے اور مرید حقیقی کی تفصیل سابق میں سلطان المشائخ کے بیان سے گذر چکی۔ جہاں آپ نے مرید کی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ یا یوں کہیے کہ سلطان المشائخ کی ان سے وہ مرید مراد ہیں جو تمام افعال و اقوال میں پیر کے تابع ہیں اور پیر کی روش سے سر مو تجاوز نہیں کرتے یہاں تک کہ پیر کے ساتھ انتہا درجہ کی متابعت اور اتحاد کی ہے

سے نفس واحد کے مانند ہو گئے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ الفقراء کنفس واحدۃ یعنی تمام فقرا ایک نفس کے مانند ہیں۔

کاتب حروف نے خاص سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی ہے۔رأیت بخط شیخ الاسلام شهاب الدین السهروردی انه ذکر الباس الخرقة الی الجنید و بعد اختصر علی الصحبة وغیره من المشائخ عنعنة الخرقة الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم واعتمد السهروردی علی حدیث ابن خالد و للمشائخ فیه طریقتان الطریقة الحسن البصری و الطریقة الکمیلیة فانه لبس علیه السلام علیها و هوا لبس الحسن البصری والکمیل ابن زیاد فخرقة الحسن البصری معروفته واما الکمیل البس عبدالواحد بن زید والبس هوا با یعقوب النسوی والبس هوا با یعقوب النهر جوری والبس هوا باعبدالله بن عثمان و البس هوا با یعقوب الطبری والبس هو ابالقاسم بن رمضان والبس هوا با العباس ابن ادریس والبس هو داؤد بن محمد المعروف بخادم انفقراء والبس هو محمد بن مالک وا لبس هواسمعیل القصیری والبس هو شیخنا بالحسنات احمد بن عمر الصوفی والبس هوهذاالفقیر ۔یعنی سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی کی قلم سے لکھا دیکھا ہے کہ آپ نے خرقہ پہنانے کا ذکر کیا ہے اور اس کی نسبت حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے۔ازاں بعد صحبت پر اختصار کیا ہے لیکن ان کے علاوہ اور مشائخ نے یکے بعد دیگرے نسبت کرتے ہوئے اس سلسلہ کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے یعنی خرقہ پہنانے کی نسبت بہت سے واسطوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کا اعتماد ابن خالد کی حدیث پر ہے اور مشائخ کے نزدیک خرقہ پہنانے کے دو طریقے ہیں ایک طریق تو حضرت حسن بصری کی طرف منسوب ہے اور دوسرا کمیلبن زیاد کی جانب جن کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقہ پہنایا اور حضرت علی نے حسن بصری اور کمیل بن زیاد کو پہنایا۔ چونکہ حسن بصری کا خرقہ معروف ومشہور ہے۔اس لیے اسے چھوڑ کر کمیل بن زیاد کے خرقہ کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کمیل بن زیاد نے عبدالواحد بن زید

کواور انہوں نے ابو یعقوب نسوی کواور ابو یعقوب نے ابو یعقوب نہر جوری کواور انہوں نے ابو عبداللہ بن عثمان کواور ابو عبداللہ نے ابو یعقوب طبری کواور انہوں نے ابوالقاسم بن رمضان کواور انہوں نے ابوالعباس بن ادریس کواور انہوں نے داؤد بن محمد المعروف بخادم الفقراء کواور انہوں نے محمد بن مالک کواور انہوں نے اسمٰعیل قصری کو خرقہ پہنایا اور اسمٰعیل قصری نے ہمارے شیخ ابوالحسنات احمد بن عمر صوفی کواور انہوں نے اس فقیر کو پہنایا۔

مشائخ قدس اللہ ارواحہم واسرارہم العزیز کی خلافت

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے مولانا فصیح الدین نے دریافت کیا کہ مشائخ کی خلافت کا سزاوار کون شخص ہے اور یہ منصب کس شخص کو مل سکتا ہے فرمایا جس شخص کے دل میں خلافت کی توقع نہ ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ ظہیر الدین سقا میرے پاس آکر کہا کرتا تھا کہ جسے مرید کرتا ہوں وہ دوسرے شیخ کا مرید ہو جاتا ہے اور مجھ پر اسے ترجیح دیتا ہے میں نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ تجھے شیخ الاسلام بہاؤ الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف سے اس بارے میں اجازت خاص ہوئی تھی یا نہیں اس نے بیان کیا کہ کوئی خاص اجازت نہیں ہوئی تھی میں نے یہ سن کر فوراً دل میں خیال کیا کہ جس شخص کو شیخ کی طرف سے بیعت و مرید کرنے کی اجازت نہیں ہوئی اس کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ چند لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ وہ کون کون اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آدمی مشائخ کی خلافت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اس کام کے لیے بہت سے اوصاف درکار ہیں لیکن جس زمانہ میں کہ خواجہ نے مجھے دولت خلافت عنات فرمائی تھی ایک دن مجھ سے یوں فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھے علم عشق عقل تینوں چیزیں عنایت فرمائی ہیں اور جو شخص ان تین چیزوں کے ساتھ موصوف ہو اسے مشائخ کی خلافت سزاوار ہے۔ میں نے خواجہ سے یہ بھی سنا ہے کہ مشائخ رحمہم اللہ جب اپنی خلافت سے کسی کو مشرف کرتے ہیں تو اس کے تین طریقے ہیں ایک جو سب سے بہتر اور محکم تر ہے جسے رحمانی کہتے ہیں اور جس میں بہت سی خیر و برکت مضمر ہوتی ہے یہ ہے کہ پیر کو کسی کے بارے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو اور حق تعالیٰ بغیر واسطہ شیخ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ فلاں شخص کو خلافت کا معزز منصب دینا چاہیے کیونکہ وہ اس کے قابل ہے۔ دوسرے یہ کہ شیخ مرید کے

معاملہ میں انتہا سے زیادہ غور کرے اور اجتہاد کر کے اپنی خلافت عنایت کرے لیکن یہ طریقہ پہلے طریقہ سے کم درجہ رکھتا ہے کیونکہ قاعدہ کے مطابق اجتہاد میں صواب وخطا دونوں کا احتمال ہوتا ہے تیسرے یہ کہ کسی کو شفاعت وعنایت کی وجہ سے شیخ خلافت دے دیتا ہے اور یہ طریقہ اوپر کے دونوں طریقوں سے ادنیٰ ہے۔ اس اثناء میں لوگوں نے سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ جس صورت میں پیر نے اسے خوشی کے ساتھ اجازت نہیں دی ہے بلکہ لوگوں کی سعی سفارش سے خلافت میسر ہوگئی ہے تو اب شیخ کا منصب وعہدہ اسے مل سکتا ہے۔ فرمایا ایسی صورت میں کیوں کر مل سکتا ہے۔ بعدہ آپ نے فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ مولانا فخرالدین صفاہانی بلگرام میں رہتے تھے ایک دفعہ انہوں نے وہاں سے ایک شخص داؤد نامی درویش کو شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجا اور خلافت کی التماس کی کہ یہاں کے لوگ مجھے مزاحمت کرتے اور کلاہ مانگتے ہیں لہٰذا حضور مجھے خلافت کا منصب عنایت کر دیں اس زمانہ میں میں بھی شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر تھا۔ جوں ہی مولانا فخرالدین کے فرستادہ نے یہ گذارش خدمت اقدس میں کی آپ کے چہرہ مبارک سے ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے ان کی التماس کو قبول نہ فرمایا اور ایک مدت تک فرستادہ بے غرض پڑا رہا۔ ایک دفعہ میں نے تنہا اور ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم کے فرزند رشید جناب مولانا شہاب الدین کے ساتھ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا اور نہایت بہتر وعمدہ طریقہ کے ساتھ کیا مگر ہر دفعہ ناخوشی اور بے رضامندی کے آثار شیخ میں ظاہر ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ عطیہ حق تعالیٰ ہے آرزو سے حاصل نہیں ہوتا جو شخص اس کے قابل ہوتا ہے وہ اس سے ہمیشہ اعراض و پہلوتہی کرتا ہے۔

تیسری دفعہ میں نے ایک ایسے موقع پر جو نہایت ہی عمدہ اور خوش وقت تھا مولانا فخرالدین کے بارے میں عرضداشت کی اس دفعہ حضور نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین! تم کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا مخدوم حاکم ہیں مولانا مخدوم بظاہر درویشی میں مشغول معلوم ہوتے ہیں آپ نے مہربانی و عنایت سے فرمایا کہ مولانا بدرالدین اسحاق سے اس کے لیے خلافت نامہ لکھوا لو چنانچہ جب خلافت نامہ مرتب ہوگیا تو مولانا فخرالدین کو بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد اتفاق سے ایک دفعہ مولانا فخرالدین سے دہلی میں ملاقات ہوئی میں نے ان کی خلافت کی کیفیت اور اس معزز منصب حاصل ہونے کا واقعہ دریافت کرنا شروع کیا میں نے دیکھا کہ انہیں میرا یہ سوال شاق وگراں گذرا فوراً

میرے دل میں خیال آیا کہ جو کچھ شیخ شیوخ العالم ان کے بارے میں فرماتے تھے وہ بالکل ٹھیک تھا اور میں غلطی پر تھا۔ مولانا ضیاء الدین برنی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق کے وقت سے چاشت تک آپ کے جان بخش کلمات اور روح افزا گفتگو سننے میں مشغول رہا۔ اس روز بہت سے بندگان خدا سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بہ نیت ارادت حاضر ہوئے اور دولت ابدی سے مشرف ہوئے اس وقت میرے دل میں خطرہ گذرا کہ مشائخ سلف مرید کرنے میں نہایت احتیاط کرتے اور خوب غور و تامل کرنے کے بعد کسی کو مرید کیا کرتے تھے سلطان المشائخ اپنے انتہا درجہ کی کرم و مہربانی کی وجہ سے عام و خاص کی دستگیری کرتے اور بغیر امتحان و امتیاز کے لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ میرے دل میں آیا کہ آپ سے اس بارے میں دریافت کرنا چاہیے لیکن چونکہ حضور مکاشف عالم تھے۔ فوراً میرے اس خطیرہ سے واقف ہو گئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ مولانا ضیاء الدین! تم ہر بات کو مجھ سے دریافت کرتے ہو لیکن کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ میں بغیر تحقیق کیے آنے والوں کو بیعت کے سلسلہ میں کیوں داخل کر لیتا اور بے تفتیش ہر شخص کے ہاتھ میں دست بیعت کیوں دے دیتا ہوں۔ سلطان المشائخ کی یہ بات سن کر میں سر سے پاؤں تک لرز اٹھا اور حضور کے قدموں میں گر کر عرض کیا کہ ایک عرصہ سے یہ مشکل و دشواری مجھے درپیش تھی آج بھی میرے دل میں یہ خطرہ گذرا تھا۔ چونکہ مخدوم کا باطن اس پر پہلے ہی سے مطلع ہو گیا اس لیے زبان سے عرض کرنا گستاخی و بے ادبی ہے فرمایا کہ سنو۔ خدا تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اپنی حکمت بالغہ کی ایک خاصیت پیدا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے آدمیوں کا طریقہ اور رواج و رسم علیحدہ اور جدا ہوتا ہے۔ اور زمانہ کی رفتار لوگوں میں اس درجہ اثر رکھتی ہے کہ زمانہ موجودہ کے لوگوں کے مزاج اور طبیعت گذشتہ لوگوں کے اخلاق و طبائع کے ساتھ بالکل مشابہت نہیں رکھتے البتہ بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی طبیعتیں پہلے لوگوں کی طبیعتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ اور یہ بات تجربات سے خوب واضح ہوتی ہے جب اس قدر بات معلوم کر چکے تو یہ بھی معلوم کرو کہ مرید کی اصل ارادت یہ ہے کہ وہ غیر حق سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہو جائے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل و تشریح سے کتب سلف مملو ہیں سلف کا قاعدہ تھا کہ جب تک مرید میں کلی انقطاع نہ دیکھتے تھے اس کے ہاتھ میں دست بیعت نہ دیتے تھے لیکن شیخ ابو

سعید ابوالخیر کے زمانہ سے جو خدا تعالیٰ کی آیتوں میں سے ایک آیت تھے۔ شیخ سیف الدین باخرزی کے عہد تک اور شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے عہد مبارک سے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانہ تک ایک اور ہی طریقہ نے جلوہ گری کی تھی ان اولوالعزم اور جلیل القدر بادشاہوں کے دروازوں پر جن کے علو درجات اور کرامات شرح سے مستغنیٰ ہیں ہر وقت ہجوم خلائق رہتا تھا اور ہر چہار طرف سے بادشاہ امرا مشاہیر معارف اور دیگر لوگ جوق جوق آتے تھے اور اخروی مہلکات کے خوف سے اپنے تئیں ان عاشقان خدا کی پناہ میں ڈال دیتے تھے۔ یہ مشائخ رحمہم اللہ بغیر تحقیق و تفتیش کے عام و خاص سے برابر بیعت لیتے اور سلسلۂ ارادت میں داخل کرتے تھے اور ہر ایک شخص کو علی حسب مراتب کسی کو خرقۂ توبہ کسی کو خرقۂ تبرک عنایت فرماتے تھے کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ محبوبان خدا کا سا معاملہ ہر شخص کے ساتھ دوسروں پر قیاس کر کے برتا جاتا۔ پس شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ سیف الدین باخرزی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ ہم لوگوں کو اسی طرح مرید کیا کرتے تھے جس طرح کہ میں کرتا ہوں اور اس زمانہ کے موافق یہی ٹھیک بات ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک محبوب اور پسندیدہ شخص ایک جہان کے گناہگاروں کو اپنے سایہ حمایت میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ اب میں تمہارے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ سنو! میں جو مریدوں سے بیعت لینے میں زیادہ احتیاط اور تفتیش نہیں کرتا ہوں اس کی چند وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ میں تو اتنا سنتا ہوں کہ بہت سے لوگ میری بیعت میں داخل ہونے سے معصیت و گناہ سے باز رہتے ہیں۔ نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اوراد و نوافل میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں اگر میں ان سے پہلے ہی حقیقت ارادت کے شروط و قیود ان سے بیان کروں اور ان شرائط کے بجا لانے پر مجبور کروں تو خرقہ توبہ اور خرقہ تبرک جو خرقہ ارادت کے قائمقام ہے تو اس قدر خیرات بھلائیاں جو ان سے ظہور میں آتی ہیں وہ ان سے محروم و بے نصیب رہیں۔ دوسرے یہ مجھے شیخ کامل مکمل سے اس بات کی اجازت ہے کہ بغیر کسی سفارش یا التماس یا وسیلہ کے بدوں کسی تفتیش و کرید کے لوگوں سے بیعت لوں اور جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان آدمی عجز و اضطراب اور مسکنت و بیچارگی کے ساتھ میرے پاس آتا اور بصد الحاح کہتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں تو مجھے اس سے بیعت لینے میں کون چیز مانع ہو سکتی ہے خاص کر جب کہ میری نیت میں اس کے

صادق ہونے کا غالب احتمال ہوتا ہے پس ایسی صورت میں مجھے اس سے بیعت لینا ضروری ہو جاتا ہے قطع نظر اس کے میں نے نہایت ثقہ اور استباز لوگوں سے سنا ہے کہ جو لوگ میری ارادت و بیعت میں داخل ہوتے ہیں وہ تمام گناہوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ سب باتوں کے علاوہ ایک اور درجہ بھی ہے جو سب سے زیادہ قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن میں شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے قلم دوات اٹھا کر مجھے دی اور فرمایا تم تعویذ لکھو کیونکہ مرید کو تعویذ لکھنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے میں تمہیں تعویذ لکھنے کی اجازت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جو حاجت مند تمہارے پاس آئے اسے تعویذ لکھ کر دو میں نے قلم اٹھا کر تعویذ لکھنا شروع کیا اور نہایت افسردہ دلی اور ملالت کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔ شیخ شیوخ العالم نے مجھ میں ملالت کے آثار دیکھے اور معلوم کیا کہ میں دعا لکھنے سے ملول ہو گیا ہوں تو حضور نے فرمایا مولانا نظام الدین تم ابھی سے دعا لکھنے سے ملول اور رنجیدہ ہو گئے جس وقت تمہارے پاس بہت سے حاجت مند آئیں گے اور سائل ہجوم کریں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔ چونکہ اس وقت بالکل تنہائی تھی میں شیخ شیوخ العالم کے قدموں میں گر پڑا اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ مخدوم نے مجھے بے حد بزرگی عنایت فرمائی ہے اور خلافت کا معزز و ممتاز منصب جس کے مقابلہ میں کوئی دولت و شرف نہیں ہو سکتا۔ حضور نے محض اپنی عنایت سے مرحمت کیا ہے۔ میں ایک طالب علم شخص ہوں اور دنیا اور اہل دنیا کے اختلاط سے ہمیشہ متنفر اور یہ کام ایک ایسا عظیم الشان عہدہ ہے جو مجھ ضعیف و بیچارہ کے بس کا نہیں ہے مجھے تو یہی مخدوم کی ارادت اور نظر شفقت کافی و وافی ہے۔ جب میں نے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں یہ عرض داشت کی تو حضور نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ کام تم سے نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام پائے گا۔ میں نے دوبارہ الحاح و عاجزی کے ساتھ اس کام سے علیحدگی اور سبکدوشی کی درخواست کی میری اس معذرت سے آپ پر ایک حالت طاری ہوئی فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا نظام! مجھے بتاؤ کہ کل قیامت کے روز بندۂ مسعود کو درگاہ بے نیازی میں عزت و آبرو ملے گی یا نہیں اگر ملے تو میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ جب تک ان لوگوں کو اپنے ہمراہ جنت میں نہ لے جاؤں گا جن سے تم نے بیعت لی ہے اس وقت تک خود بہشت میں ہرگز قدم نہ رکھوں گا شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

ماندار یم غم دوزخ و سودائے بہشت　　ہر کجا خیمہ زدی اہل دل آنجا آیند

یعنی ہمیں دوزخ کا خوف ہے نہ بہشت کا خیال جس جگہ تیرا خیمہ گڑے گا اہل دل وہیں موجود ہو جائیں گے الغرض سلطان المشائخ جب بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھے خلافت اس طرح دی گئی ہے اور اس پر میری کیفیت یہ ہے کہ کبھی یہ کام مجھ سے عمدہ و نیک ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا میں نہیں جانتا کہ جو لوگ تمام عمر اس کام کے در پے رہتے اور حیلہ و مکر پیچ جھوٹ کے ساتھ اس اہم اور نہائت تنگ کام میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں ان سے کیوں کر بن آتا ہے پس جب میں یقیناً جانتا ہوں اور نیز اپنی آنکھ سے مشاہدہ کر چکا ہوں کہ میرے شیخ واصل درگاہ بے نیازی تھے اور ایک ایسے شریف و بزرگ مشرب سے خرقہ پہنا تھا جس سے کہ شیخ بایزید اور جنید اور دیگر مستان عشق خدا نے خرقہ پہنا تھا ایسے کامل مکمل شیخ جب ان لوگوں کے بارہ میں جن سے میں بیعت لیتا ہوں یوں فرمائیں کہ میں ان کے بہشت میں داخل کرانے کا ذمہ دار ہوں تو پھر اب کون سی ایسی بات ہے جو مجھے بیعت لینے سے مانع ہو سکتی ہے۔ یہ ضعیف کہتا ہے۔

بدست گیر و برون آر و دستگیری کن — کہ جز محبت تو ہیچ دستگیر ندارم

یعنی تو میرا ہاتھ پکڑ کر باہر لا اور دستگیری کر۔ کیونکہ میں تیری محبت کے سوا اور کوئی دستگیر نہیں رکھتا۔

شیخ کا حال و کیفیت

کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ:

ادنی حال الشیخ ان یکون موصوف باوصاف اولها ان یکون مراد حتی یمکنه تربیته المرید و الثانی ان یکون سالکا حتی بقدر علی الدلالة و الثالث ان یکون مود باحتی یؤدب و الرابع ان یکون جواد اغیر ملتفت الی الکون و الخامس ان لایکون طامعا فی مال المرید و السادس اذا امکنه العظه بالاشاره لا یعظه بالعبارة و السابع اذا امکنه التادیب الرفق لا یودب بالعنف الثامن ماامر بفعله امر المرید بفعله التاسع مانهی عنه نهی المرید عنه و یتر جر عنه و العالشر اذا قبل المرید لله تعالی فلا یرده لا حد فان کان لشیخ بهذه الصفة لا یکون

المرید الاصادقا. یعنی شیخ کا ادنی اور کمتر حال یہ ہے کہ وہ چند اوصاف کے ساتھ موصوف ہو۔ اول صفت یہ ہے کہ وہ مراد ہوتا کہ مرید کی تربیت کرنے پر کماحقہ قدرت رکھے دوسری صفت یہ ہے کہ شیخ راہ یافتہ ہوتا کہ مرید کو راہ دکھا سکے تیسرے یہ کہ صاحب آداب ہوتا کہ مرید کو ادب دے سکے چوتھی صفت یہ ہے کہ شیخ صاحب جود وعطا ہو۔ ریا نمود نام کو نہ ہو اور دنیا کی طرف ذرا ملتفت نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرید کے مال میں طمع نہ کرے۔ چھٹی صفت یہ ہے کہ جہاں تک بن پڑے مرید کو نرمی اور دلیری کے ادب دے اور تربیت کرے سختی وبے مروتی کے ساتھ برتاوانہ کرے۔ ساتویں یہ کہ جہاں تک اشارہ اور کنایہ کے ساتھ مرید کو نصیحت کرنی ممکن ہو صراحت اور زبان کے ساتھ نہ کرے۔ آٹھویں صفت یہ ہے کہ جس بات کا شیخ مامور ہے۔ مرید کو اس کے بجالانے کا صراحۃً حکم کرے نویں یہ کہ جس چیز سے خود منع کیا گیا ہے مرید کو بھی اس سے باز رکھے۔ دسویں صفت یہ ہے کہ جس وقت مرید کو اللہ تعالیٰ کے لیے قبول کرے پھر اسے کسی اور کی طرف نہ پھیرے۔ پس اگر شیخ ان دس صفتوں کے ساتھ موصوف ہوگا اس کا مرید صادق اور استباز ہوگا۔

ولی اور ولایت

سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ اولیا کا مرتبہ تین قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک شخص ولی ہوتا ہے لیکن نہ تو خود اسے ہی اپنے حال کی خبر ہوتی ہے نہ مخلوق ہی اس کے حال سے واقف ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ مخلوق جانتی ہے کہ وہ اولیاء میں سے ہے مگر وہ خود نہیں واقف ہوتا کہ میں ولی ہوں۔ تیسرے یہ کہ ولی واقف ہوتا ہے یعنی خود بھی جانتا ہے کہ میں ولی ہوں اور مخلوق بھی اسے ولی جانتی ہے۔ ازاں بعد حضور نے فرمایا کہ انبیاء کو کبھی عزل نہیں ہوتا۔ امام ابوالقاسم قشیری کے رسالہ میں لکھا ہے کہ ولی کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ ولی وہ ہے جو حق تعالیٰ کو تمام امور میں اپنا متولی اور کارساز بناتا ہے اس وقت ولی بروزن فعیل مفعول کے معنی میں ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وھو یتولی الصالحین یعنی خدا تعالیٰ نیک بختوں کا متولی وکارساز ہے۔ پس انہیں ان کے نفسوں کے ہاتھ میں ایک لحظہ نہیں چھوڑتا ہے۔ بلکہ ہر وقت ان کا متولی اور کارساز رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ولی وہ شخص ہے جس پر خدا تعالیٰ کی طاعت وعبادات پورے طور پر غالب ہوں یعنی خدا تعالیٰ اس کی عبادت وطاعت کو متواتر اور پے در پے جاری رکھے اور بیچ میں

کوئی معصیت و گناہ حائل نہ ہو۔ اس صورت میں فعیل فاعل کا مبالغہ ہوگا تو جس شخص میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی وہ حقیقت میں ولی ہوگا۔ ولی کو اپنے تئیں ولی نہ جاننا جائز ہے کہ نہیں۔ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ اگر ولی اپنے تئیں ولی نہ جانے تو یہ اسے جائز ہے کیونکہ ولی اپنے نفس کو نہایت حقیر و ذلیل دیکھتا ہے اگر اس حالت میں اس سے کوئی کرامت ظہور میں آتی ہے تو وہ ڈرتا ہے کہ مبادا یہ مکر ہو۔ پس یہ حال خوف کا موجب ہے اور یہ خوف اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ عاقبت و انجام اس کے حال کے برخلاف ہو تو جو لوگ اس حال اور اس قول کے قائل ہیں۔ وہ ولایت کی شرط وفائے مآل بتاتے ہیں یعنی اگر معاملہ انجام و مآل کے موافق ہوا تو ولی ہے ورنہ نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ولی کو اپنے تئیں ولی جاننا جائز ہے اور یہ لوگ وفائے مآل ولایت کے شرط نہیں بتاتے۔ پس ان کے نزدیک جائز ہے کہ یہ ولی جو کرامت کے ساتھ مخصوص ہے اس بات کا یقینی طور پر اعتقاد کرے کہ میرا انجام بخیر ہوگا۔ کیونکہ اولیا کی کرامت جائز اور حق ہے۔ اور جب یہ ہے تو اس کا یہ حال خوف عاقبت سے اسے بے خوف و مامون کر دے گا یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابیوں میں سے دس شخص یقیناً جنت میں داخل ہوں گے اور یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ آپ کو یقینی علم ہو گیا تھا کہ وہ مامون العاقبت ہیں۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ کو مرتبۂ ولایت بھی ہوتا ہے اور مرتبۂ ولایت بھی۔ ولایت کے یہ معنی ہیں کہ شیخ مریدوں کو خدا کی طرف رہنمائی کرے اور نہ صرف رہنمائی کرے بلکہ انہیں خدا کی جانب پہنچا دے اور ادب کا طریق تعلیم کرے اور ولایت اس معاملہ کو کہتے ہیں جو شیخ اور مخلوق کے درمیان ہو۔ اس صورت میں ولایت کا مرتبہ ولایت سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ وَلایت وہ معاملہ ہے جو شیخ اور حق تعالیٰ کے درمیان دائر ہوتا ہے اور ایک خاص محبت کا نام ہے جب شیخ دنیا سے کوچ کرتا ہے تو اسے جائز ہے کہ وَلایت اپنے ساتھ لے جائے مگر وَلایت کو دوسرے شخص کے سپرد کر کے جائے اور دوسرے کے سپرد نہ کرے تو بھی درست ہے کیونکہ حق تعالیٰ خود اسے کسی کے حوالے کر دے گا۔ چونکہ ولایت اسی کے ساتھ ہے لہٰذا اسے اپنے ہمراہ لے جانا ضرور ہے۔ پھر آپ نے اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو کسی اور بزرگ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ رات کو ابو سعید ابوالخیر نے انتقال کیا اس بزرگ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ ولایت کسے دی گئی۔ انہوں

نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اس کی مجھے خبر نہیں اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ ولایت کے ساتھ نامزد کیے گئے ہیں اور یہ منصب انہیں عطا ہوا ہے۔ اسی رات کو خلق نے شمس العارفین کے دروازہ پر ہجوم کیا شمس العارفین نے اس سے پیشتر کہ لوگ ان سے کچھ کہیں فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بہت سے شمس العارفین پیدا کیے ہیں پھر کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کون سا شمس العارفین ہے جسے منصب ولایت عطا ہوا ہے سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ انتقال کے وقت تک دنیا میں ایسے رہتے ہیں جیسے کوئی شخص پڑا سوتا ہے اور اس کا معشوق بستر پر موجود ہے۔ جب اس کی رحلت کا وقت آیا تو ہڑ بڑا کر نیند سے اٹھ کھڑا ہوا دیکھتا ہے کہ جس معشوق و مطلوب کی تلاش و جستجو میں ساری عمر مصروف رہا تھا بستر پر موجود ہے اس وقت جو فرحت و شادمانی اسے حاصل ہوتی ہے اس کا اندازہ بہت مشکل سے ہو سکتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے اس اثناء میں حضور سے سوال کیا کہ بعض اولیاء اللہ کو یہیں نعمت مشاہدہ حاصل ہو جاتی ہے۔ فرمایا ہاں لیکن جو نعمت ولی اسوقت دیکھتا ہے۔ جب اسے کمال و تمام دیکھے گا تو اسے خفتہ اور نیند میں آلودہ ہونے والے شخص کے مشابہ ہوگا جو نیند سے چونک کر اپنے معشوق کو بستر پر پاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ الناس ینام فاذا ما تو ینتھوا یعنی اب لوگ سوتے ہیں جب ان کے کوچ کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ تو چونک پڑتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہر شخص اس درجہ تک مستغرق ہے کہ کسی بات کی اسے اطلاع نہیں تو مرتے وقت اس کا مطلوب اسے عنایت کیا جاتا ہے۔

کرامت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ تین چیزیں ہیں جو بطریق کرامت حاصل ہوتی ہیں ایک علم بغیر پڑھے، سیکھے حاصل ہو جانا۔ جیسا کہ خواجہ ابو حفص نیشاپوری کو سفر حج میں حاصل ہوا۔ کہ جب وہ بغداد میں پہنچے اور خواجہ جنید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو عربی زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت سے گفتگو کرنے لگے۔ دوسرے جو چیز عوام خواب میں دیکھتے ہیں وہ اولیاء کو بیداری کی حالت میں محسوس و مشاہدہ ہونا۔ تیسری جو عوام کا تصور ان کے نفس میں اثر ڈالتا ہے۔ اولیاء کا وہی تصور غیر کے نفس میں موثر ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص حوض کا تصور کرتا ہے اسی وقت

اس کا منہ پُرآب ہو جاتا ہے اور یہ تصور کی تاثیر کا ادنی اثر ہے اسی طرح اگر صاحب کرامت نفس غیر میں کسی چیز کا تصور کرے گا تو اس تصور کا اثر فوراً خارج میں موجود ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص کی موت کا تصور کرے گا تو وہ شخص فوراً مر جائے گا اور کسی شخص کے حاضر ہونے کا تصور کرے گا تو وہ شخص اسی وقت حاضر ہو جائے گا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ خارق عادت کے چار مرتبے ہیں۔ معجزہ ایک۔ کرامت دو۔ معونت تین۔ استدراج چار۔ معجزہ تو صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہوتا کیونکہ ان کا علم وعمل دونوں درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہی حقیقت میں اہل صحو ہیں۔ اور کرامت اولیاء کا حصہ کیونکہ یہ لوگ بھی بہ نسبت اوروں کے علم میں کامل ہوتے ہیں۔ انبیا اور اولیا میں فرق ہے اور وہ یہ کہ انبیاء غالب الحال ہوتے ہیں اور اولیا مغلوب الحال۔ معونت وہ ہے جو بعضے مجنونوں کو میسر ہوتی ہے۔ یہ لوگ علم وعمل کچھ نہیں رکھتے لیکن خرق عادات کے طور پر ان سے گاہے گاہے کوئی چیز دیکھنے میں آ جاتی ہے۔ رہا استدراج اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کا حصہ نہیں رکھتے اور ساحروں، شعبدہ بازوں کی طرح برخلاف عادت ان سے کوئی بات دیکھی جاتی ہے۔ تو اس خلاف عادت بات کو استدراج کہنا اور سمجھنا چاہیے۔ کاتب حروف نے خاص حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ:

وقد جرت السنۃالا لٰهية ان لا يخرج شيئا من عالم الغيب الى الشهادة الابو اسطة كقول ابن مسعود بعد ماسال النبى صلى الله عليه وسلم وا بوبكر رضى الله عنه اللبن. انا موتمن لست لبنا فيها قد عاشاة لم ينزعليه الفعل و شرب ما استخرج اللبن الا بالضرع مع ان الله قادر على املاغه من غير ضرع وان ا باهريرة اسلم زمن خير فلازم النبى صلى الله عليه وسلم ثلاث سنين و قدزادت رواية على رواية من لازم مدة عمره و بسطر كساء مشهور فكيف ينكر على من اودع العلوم فى كساء ابى هريرة اودع اسرار افى خرقه البسها علياً رضى الله عنه قالت عائشة رضى الله عنها خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم غداة و عليه مرط من شعر اسود فجاء الحسن فادخل معه ثم الحسين فادخل معه ثم فاطمة فادخلها معه ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا انظروا السنة الا

لھیۃ باذھاب الرجس باذخال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحت مرط. یعنی عادت الٰہیہ اور سنت خداوندی یوں جاری ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف کوئی چیز بغیر واسطہ کے خارج نہیں کرتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دودھ کی درخواست کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں موتمن اور امانت دار ہوں علاوہ ازیں بکریوں میں دودھ بھی نہیں ہے اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کو طلب کیا جس پر کسی نر نے جست نہ کی تھی یعنی وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئی تھی۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں سے منہ لگا کر خوب دودھ نوش فرمایا اور بکری کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے۔ باوجودیکہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ دودھ تھنوں کے علاوہ اور راستہ سے پہنچائے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ واسطہ کی ضرورت سمجھی گئی۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بہترین زمانہ میں ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ملازم رہے یہاں تک کہ کامل تین سال آپ سے علیحدہ اور جدا نہیں ہوئے۔ ان تین برس میں حضرت ابو ہریرہؓ کو روایات احادیث میں وہ تحقیق وتدقیق حاصل ہوئی کہ جو ان لوگوں کو میسر نہیں ہوئی۔ جو تمام عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور رات دن میں کسی وقت آپ سے علیحدگی نہیں کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی چادر فراخ کرنے اور آنحضرت کے اس پر دم کرنے اور پھر ابو ہریرہؓ کے اسے سینہ پر ملنے کا قصہ مشہور ومعروف ہے پس اس شخص کی ذات پر کیوں کر انکار کیا جا سکتا ہے۔ جس نے حضرت ابو ہریرہؓ کی چادر میں امانت رکھی اور جو خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنایا گیا اس میں اسرار الٰہی کی امانت رکھی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لے گئے اور آپ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ ازاں بعد حضرت فاطمہ تشریف لائیں اور جناب سرور کائنات نے انہیں بھی چادر کے نیچے لے لیا۔ اسی اثناء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے آپ نے انہیں بھی چادر کے نیچے لے لیا جب یہ سب حضرات اسی طرح جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل بیت خدا تعالیٰ تمہیں پاک وصاف کرنا چاہتا ہے۔

کرامت کا مخفی کرنا اور چھپانا

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ:

" فرض اللہ تعالیٰ کتمان الکرامۃ علی اولیاء کما فرض علی انبیاء اظہار المعجزہ."

یعنی جس طرح خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر اظہار معجزہ فرض کیا ہے اسی طرح اولیاء پر کرامت کا چھپانا فرض کر دیا ہے پس اگر کوئی شخص اپنی کرامت ظاہر کرے گا وہ تارک فرض کہلایا جائے گا اور عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ سلوک کے سو درجے ہیں ان میں سترھواں درجہ کشف و کرامت کا ہے اگر سالک اس میں رہ جاتا ہے تو اسے باقی کے تراسی درجے طے کرنے نصیب نہیں ہوتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ عثمان حرب آبادی رحمتہ اللہ علیہ ایک نہایت بزرگ اور بلند رتبہ شخص تھے ان کی تصنیف سے ایک تفسیر بھی ہے۔ جو نہایت معتبر و قوی اقوال پر حاوی ہے وہ غزنین میں رہا کرتے تھے اور سبز ترکاری پکا کر بیچا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے اس غیبی عنایت کے بارہ میں جو انہیں میسر تھی یہ بیت زبان مبارک سے ادا فرمائی

حق بشبان تاج نبوت دہد ورنہ نبوت چہ شناسد شبان

یعنی خدا تعالیٰ چرواہوں کے سر پر تاج رکھتا ہے ورنہ چرواہے نبوت کو کیا پہچانیں۔ اگر کوئی شخص ان سے ترکاری خریدنے آتا اور کھوٹے دام لاتا تو آپ اس سے وہ درم لے لیتے اور اگرچہ آپ کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ درم کھوٹے اور نامروج ہیں لیکن آپ خریدنے والے کے سامنے کھوٹے کھرے ہونے کو کچھ ذکر نہ کرتے اس مساہلت سے مخلوق کو یقین ہو گیا تھا کہ شیخ عثمانؒ کھرے کھوٹے میں ذرا تمیز نہیں کرتے ہیں اس بنا پر اکثر لوگ آتے اور کھوٹے درم دے کر آپ سے ترکاری خرید کر لے جاتے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ خداوندا تجھے خوب معلوم ہے کہ لوگ مجھے کھوٹے درم دیتے تھے اور میں انہیں کھروں کی جگہ قبول کرتا تھا اور واپس نہ کرتا تھا۔ اگر مجھ سے کھوٹی طاعت ظہور میں آئی ہے تو وہی اپنے کرم و مہربانی سے اسے مجھ پر رد نہ کر بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایک صاحب دل درویش خواجہ عثمان کے پاس آیا اور کھانا طلب کیا شیخ عثمان نے جوں ہی کفگیر دیگ میں سے

نکالا تو موتی مروارید برآمد ہوئے۔ درویش بولا کہ انہیں میں کیا کروں مجھے تو کھانا درکار ہے شیخ عثمان نے دوسری دفعہ کفگیر ڈال کر نکالا تو سونا نکلا۔ اس پر درویش بولا کہ وہ سنگریزے اور ٹھیکریاں تھیں اور یہ پتھر۔ میرے لیے تو کوئی ایسی چیز دیگ میں سے نکالو۔ جسے میں کھا سکوں تیسری مرتبہ جو آپ نے کفگیر نکالا تو ترکاری سے بھرا ہوا نکلا۔ درویش نے جب یہ کیفیت دیکھی تو شیخ عثمان سے کہا کہ اب تمہیں یہاں رہنا نہ چاہیے۔ چنانچہ ان ہی دنوں میں شیخ عثمان انتقال کر گئے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب درویش کے کشف کی یہاں تک نوبت پہنچے تو اسے دنیا میں رہنا جائز نہیں ہے۔ خواجہ سنائی نے اسی مضمون کو نظم کے پیرایہ میں یوں ادا کیا ہے۔

ہیچ منمائے روئے شہر افروز   چوں نمودی برو سپند بسوز

(اپنا شہرافروز چہرہ کسی کو مت دکھا اور اگر دکھاتا ہے تو اس پر کالا دانہ جلا۔)

آں جمال تو چیست مستی تو   واں سپند تو چیست ہستی تو

(تیرا جمال تیری مستی ہے اور کالا دانہ تیری ہستی۔)

بعدہ فرمایا کہ بعض اولیا جو اپنا دلی راز ظاہر کر دیتے ہیں یہی ان کی مستی ہے۔ بخلاف انبیا کے وہ اصحاب صحو ہیں اور کبھی اپنی مخفی حالت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ خواجہ سنائی اسی کو مستی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی جب تو نے راز کو کشف کیا تو اب تجھے اس سے زیادہ میں تاخیر کرنی نہ چاہیے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

آں جمال تو چیست مستی تو
واں سپند تو چیست ہستی تو

ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جو شخص کامل ہے وہ کسی طرح اپنا راز ظاہر نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اسرار الٰہی کے لیے پورا پورا حوصلہ اور سعی درکار ہے اور جن لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہے انہیں اہل صحو کہتے ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سالک کے لیے کشف اور کرامت حجاب راہ ہے اس کے لیے استقامت بھی ہے کہ محبت رکھے اور کرامت کا ظاہر کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ ہاں روش اسلام برتنا سچائی و راستی سے کام لینا گدائے بیچارہ بننا بڑا کام ہے۔ ازاں بعد فرمایا خواجہ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ ایک روز دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے وہاں ایک ماہی گیر کو دیکھ کر فرمایا کہ تو دریا میں جال ڈال اور

مچھلیاں پکڑ۔ اگر میں صاحب ولایت ہوں گا تو فوراً جال میں مچھلی پھنس جائے گی اور دو ڈھائی من سے کم کی نہ پھنسے گی۔ چنانچہ مچھیرے نے پانی میں جال پھینکا فوراً مچھلی جال میں پھنس گئی اور وزن کیا تو اسی قدر نکلی جو آپ نے فرمایا تھا۔ جب یہ خبر شیخ جنید قدس اللہ سرہ العزیز کو پہنچی تو فرمایا۔ کاش جال میں کالا سانپ پھنستا اور ابوالحسن کو ڈس کر ہلاک کر ڈالتا حاضرین نے آپ کی یہ گفتگو سن کر عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں ارشاد کیا کہ اگر سانپ ڈس کر اسے ہلاک کر ڈالتا تو شہید مرتا۔ اور جب یہ بات میسر نہیں ہوئی تو میں نہیں جانتا کہ غرور کرامت کی وجہ سے اس کا خاتمہ کیوں کر ہوگا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ سعید الدین رحمتہ اللہ علیہ ایک نہایت جلیل القدر اور محترم و بزرگ پیر تھے مگر اس شہر کا حاکم ان کا معتقد نہ تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ آپ کی خانقاہ کے پاس سے ہو کر گذرا اور دربان کو یہ کہہ کر اندر بھیجا کہ اس صوفی بچہ کو باہر بلا لا دربان اندر گیا اور شیخ کو بادشاہ کا پیام پہنچایا آپ نے اس کی بات کی طرف ذرا التفات نہیں کیا اور مصروفِ نماز ہو گئے۔ دربان خانقاہ سے باہر آیا اور صورت حال عرض کی اگرچہ شیخ کی اس بے التفاتی کا ماجرا سن کر اول اول بادشاہ کو سخت غصہ آیا لیکن تھوڑی دیر میں تمام غصہ فرو ہو گیا سواری سے اتر کر شیخ کی خدمت میں آیا آپ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت شادمانی و خوشی سے ملاقات کی دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں خانقاہ کے متصل ہی ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا شیخ سعد الدین حمویہ نے کسی کو اشارہ کیا کہ تھوڑے سے سیب چن لائے چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور شیخ و بادشاہ دونوں ان کے تناول میں مشغول ہوئے۔ جس طباق میں سیب رکھے ہوئے تھے اس میں ایک بڑا سیب بھی تھا بادشاہ کے دل میں گذرا کہ اگر شیخ کو صفائی قلب حاصل ہے تو مجھے یہ سیب دے گا جوں ہی شیخ بادشاہ کے اس خطرہ پر مطلع ہوئے آپ نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا اور بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا اتفاق سے ایک شہر میں پہنچا شہر کے دروازہ پر دیکھتا ہوں کہ ایک جم غفیر جمع ہے اور ایک بازی گر اپنے کھیل اور کرتب دکھا رہا ہے بازی گر کے پاس ایک گدھا ہے جس کی دونوں آنکھیں کپڑے سے بندھی ہوئی ہیں اسی اثناء میں بازیگر نے اپنی انگوٹھی تماش بینوں میں سے ایک شخص کو دے دی اور سب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میرا گدھا انگوٹھی کا پتہ لگا لے گا چنانچہ گدھا تماشہ دیکھنے والوں کے حلقہ میں چاروں طرف ہر ایک کو سونگھتا پھرا اور سونگھتے

سونگھتے اسی شخص کے پاس جا کھڑا ہوا جس کے پاس انگوٹھی تھی بازی گر آیا اور اپنی انگوٹھی اس شخص سے لے لی۔ جب شیخ سعد الدین حمویہ یہ نقل بیان کر چکے تو بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی کرامت ظاہر کرے تو تم یوں کہو گے کہ اس نے اپنے تئیں اس گدھے کے مرتبہ میں قرار دیا اور اگر کرامت ظاہر نہ کرے تو تمہارے دل میں خطرہ گذرے گا کہ اس شخص میں صفائی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ہمارے تمام مشائخ قدس اللہ اسرارہم العزیز کا طریقہ ستر کرامت تھا جیسا کہ ان بزرگوں کے ذکر میں اپنی جگہ اس بات کو اپنی طرح بیان کیا گیا ہے۔ خواجہ سنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

من غلام گزیدہ مردانم — باد دائم فدائے شان جانم

(میں مردان راہ خدا کا مقبول و برگزیدہ غلام ہوں میری جان عزیز ان پر ہمیشہ قربان ہو۔)

قدر شان پیش امر بالیدہ — کشف را زیر کفش مالیدہ

(ان کی قدر و شان نہایت اعلیٰ مرتبہ کی ہے اور باوجود اس کے راز کو جوتے کے نیچے رکھتے ہیں۔)

کشف اگر ہند گرودت برتن — کشف راکفش ساز و برسر زن

(اگر تیرا کشف ظاہر وعیاں ہو تو اسے جوتی بنا کر سر پر مار۔)

حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے بندہ کاتب الحروف محمد مبارک علوی کرمانی کے نام معین ہونے اور سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہم العزیز کی خدمت میں ارادت و بیعت کرنے کا بیان

مریدانِ خوب اعتقاد حق پذیر واضح ہو کہ کاتب حروف مشائخ طبقہ مکرمہ حضرات خواجگان چشت رضی اللہ عنہم کے آسمان آسمان سائے کا بندہ اور بندہ زادہ ہے اور اس بندہ کے والد اور جد بزرگواران مشائخ کبار کے خدمتگاروں کے سلک میں داخل ہیں اور ان

پاک اور معزز حضرات کی بارگاہ سے دینی و دنیاوی نعمتوں کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بیچارگان عشق تو بر بوئ زلف تو — بر باد دادہ جان و دل و خان و مان خویش

از حضرت مشائخ دیندار یافتند — مطلوب ہر دو عالم و مقصود جان خویش

(عاشقوں نے تیری زلف کی خوشبو پر اپنا جان و دل اور خانماں قربان کر ڈالا۔ اپنا مطلب و مقصود مشائخ دیندار سے حاصل کیا ہے۔)

الغرض جب بندۂ کاتب حروف پیدا ہوا تو جد بزرگوار سید محمد کرمانی جو شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے سابقین اولین مریدوں میں تھے اور مولانا شمس الدین وامغانی جو کاتب الحروف کے نانا اور حضرت سلطان المشائخ کے ہم سبق تھے یعنی دونوں حضرات شمس الملک کی خدمت میں ایک ساتھ تحصیل علوم کرتے تھے۔ بندہ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں اس غرض سے لے گئے کہ آپ اپنی زبان مبارک سے کوئی نام تجویز کریں چنانچہ سید محمد کرمانی نے عرض کیا کہ اس بچہ کا نام حضور معین فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ بزرگ ہیں۔ لہذا آپ ہی تعیین نام کریں تو بہتر ہے۔ سید محمد کرمانی نے مولانا شمس الدین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ پھر آپ ہی کوئی نام تجویز کیجئے۔ مولانا شمس الدین نے جناب سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ ہم صرف اس لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں کہ اس بچہ کا نام مخدوم ہی تجویز کریں۔ اس وقت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور سید کو بھی محمد کہتے ہیں اور تمہارا نام بھی محمد ہی ہے بہتر ہے کہ اس بچہ کو بھی محمد کے نام سے پکارا جائے چنانچہ یہ دولت و سعادت باتفاق ان ولیوں کے جو مجلس میں حاضر تھے۔ کاتب حروف کو اول ہی نصیب ہوئی۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

بندہ را نام خویشتن نبود — ہرچہ مارا لقب کنند آنیم

(بندہ اپنا کوئی نام نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ جو کچھ وہ لقب دے اور جس اسم سے پکارے ہم وہی ہیں۔)

جب بندہ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچا تو والدہ بزرگوار (خدا ان پر رحم کرے) کی ان تھک کوششوں اور نانا مولانا شمس الدین وامغانی رحمتہ اللہ علیہ کی

شفقت و مہربانی کی وجہ سے حضرت سلطان المشائخ نظام الحق قدس اللہ سرہ العزیز کی شرف ارادت سے مشرف ہوا امیر خسرو فرماتے ہیں۔

سعادت ابدی در پئے ارادت تست　　چنانکہ عید مبارک زبعد ماہ صیام

(ہمیشہ کی سعادت و نیک بختی تیری ارادت میں ہے جیسا کہ ماہ رمضان المبارک کے بعد عید ہوتی ہے۔)

بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

ای دست تو دستگیر جان و دل من　　ای روئے تو حل عقدۂ مشکل من

خاک درتست افسر و تاج سرمن　　عشق رخ تست جملہ حاصل من

(تیرا ہاتھ میری جان و دل کی دستگیری کرتا اور تیرا رخ انور میری مشکل کو حل کرتا ہے۔ تیرے دروازہ کی خاک میرے سر کی تاج و افسر ہے اور تیرا عشق میری تمام کامیابی کا دیباچہ ہے۔)

جس وقت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے اس بندہ کے ہاتھ میں دست بیعت دیا ہے چاشت کا وقت تھا اور آپ جماعت خانہ کے کوٹھے پر حجرہ کے آگے مقام مقررہ میں قبلہ رخ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بر تخت نشستہ بود چو سلطان عاشقاں　　آن سرور مشائخ و برہان عاشقاں

در ہر شکست زلفش دلہاے عارفاں　　سر گشتہ باد گرد سرش جان عاشقاں

(عاشقوں کے بادشاہ کے مانند تخت پر جلوہ فرما تھے وہ مشائخ کے سردار اور عاشقوں کے برہان۔ ان کی زلف گرہ گیر نے عارفوں کے دلوں کو زخمی کر رکھا تھا اور عشاق کے جان و دل ان کے سر کے گردو پیش حیران و سرگرداں تھے۔)

اس وقت آپ گریہ وزاری میں مشغول تھے۔ سبحان اللہ یہ کیسا رونا تھا کہ اگر کسی وقت مسکراتے تو عین تبسم کے وقت بھی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

اسیر گریۂ تو ہر کہ دید یک نظرش　　غلام خندۂ تو عالم است اے سلطان

عجب تر آنکہ نگاہ تبسم از گریہ　　دو چشم روشنت از آب دائماً غلطاں

(جس شخص نے ایک نظر تجھے روتے دیکھا وہ تیرے گریہ کا قیدی ہو گیا اور تیرے خندہ کرنے میں وہ اثر ہے کہ اس کا ایک عالم غلام ہے۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تبسم کے وقت گریہ کی وجہ سے تیری دونوں روشن آنکھوں سے ہمیشہ پانی گرتا ہے۔)

مولانا شمس الدین بندہ کو اور بندہ کے ساتھ اس کے دو برادران سید لقمان اور سید داؤد کو سلطان المشائخ کے پاس لے گئے۔ مولانا شمس الدین کے لیے آپ کی چارپائی کے متصل کرسی بچھائی گئی اور مولانا اس پر بیٹھ گئے۔ مولانا فخر الدین زرادی مجلس میں پہلے ہی بیٹھے ہوئے علم طلب کے قواعد و اصول بیان کر رہے تھے لیکن وہ ہمارے جاتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کوٹھے سے اتر کر چلے گئے مولانا شمس الدین نے میرا اور میرے بھائیوں کا اس عبارت میں ذکر کیا کہ یہ لڑکے سید مبارک کے ہیں جو مخدوم زادوں کے دعا گو تھے یہ چاہتے ہیں کہ حضور کے غلاموں کے مسلک میں داخل ہوں اور شرف ارادت سے مشرف ہو کر سعادت دارین حاصل کریں حضرت سلطان المشائخ نے مولانا کی یہ گفتگو سن کر ایک نہایت ہی جوش مسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ مولانا یہ میرے فرزند ہیں۔ بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

این از کرمت سزد و لیکن گویم   ای کاش سگے باشم اندر رہ تو

(یہ تیرے کرم و مہربانی کے شایان و لائق ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ کاش میں تیری راہ کا کتا ہوتا۔) ازاں بعد آپ نے دست ارادت بندہ کمینہ کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کلاہ اس کے سر پر رکھی۔ مگر اس وقت سلطان المشائخ پر گریہ و رقت نے اس درجہ غلبہ کیا کہ آپ کچھ تلقین نہ کر سکے۔ غرضیکہ اس سعادت کے حاصل کرنے کے بعد یہ بندہ آپ کی دیوار کے سایہ میں اپنے آباؤ اجداد کی روش و طریقہ پر پرورش پاتا تھا بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

پرورش مے یافتم در سایۂ دیوار تو   من کہ باشم جملہ عالم پرورش مے یافتند

(میں تیرے دیوار کے سایہ میں پرورش پاتا تھا اور نہ صرف میں بلکہ ایک جہان۔)

اس کے بعد کبھی تو مولانا شمس الدین کی مصاحبت میں اور کبھی والدہ بزرگوار کے آدمی کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ کے جمال جہاں آرا اور دیدار دلکشا سے مشرف ہوا کرتا تھا بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

کسی کہ روئے تو دیداست اعتقاد من آنست | کہ او نجات ابد یافتہ است از رحمان
بدرد عشق تو ے میرم وہمی طلبم | کہ روئے خوب تو بینم کجاست این درماں

(میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ جس نے ایک دفعہ تیرا چہرہ دیکھ لیا اس نے ابدی نجات حاصل کی۔ اگرچہ میں تیرے عشق میں مرتا ہوں لیکن خواہش یہی رکھتا ہوں کہ تیرا خوبصورت چہرہ سیر ہو کر دیکھوں۔)

اگرچہ اس زمانہ میں معانی کا ادراک اور حقائق کا کشف چنداں میسر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی سلطان المشائخ کے وقت پاک یعنی نعمت دیدار اور مشاہدہ مجلس نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے مشابہ تھی نیز ذوق مجلس ارادت اور جناب سلطان المشائخ کے دست مبارک کے مساس نے جو گریہ کے ساتھ مقرون تھا خاطر خواہ دل میں اثر کر دیا تھا اور باطن میں متمکن ہو گیا تھا۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

از وقت تو وقت عالمے کوش گشتہ است | در عشق تو جان زاندوہ غم رستہ است
جانان زغمت دوکون پر شد آرے | باروئے تو عشق محکم بستہ است

(تیرے وقت سے تمام جہان کا وقت خوش ہے اور تیرے عشق میں جان اندوہ وغم سے خلاصی پا چکی ہے۔ تیرے غم سے دونوں جہان پر ہیں اور سب نے تجھ سے عشق مستحکم کیا ہے۔)

گریۂ تو کہ مایۂ عشقست | عاشقانِ جہاں بدیدہ خرند
پس ازان دیدہ خون دل چوں آب | بردرت عاشقاں زدیدہ برند

(تیرا گریہ کہ عشق کا سرمایہ ہے تمام دنیا کے عشاق آنکھوں سے اس کے خریدار ہیں۔)

چناں در خاطرم دادہ است جایت | کہ خواہم مردن اندر زیر پایت

الغرض جناب سلطان المشائخ کے مجلسی ذوق نے مجھ میں یہاں تک اثر کیا کہ جب میں سماع سنتا ہوں اور اس سے رقت پیدا ہوتی ہے تو اسے بھی اسی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ سلطان المشائخ کے اوصاف پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ روح پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے شاخ در شاخ ہو کر ایک عجیب وغریب حالت پیدا کرتے ہیں خواجہ حکیم سنائی فرماتے ہیں۔

بصحرائے محبت شو اگر نزہت ہمی یابد | کہ آنجا باغ در باغ است خوان در خوان داور را

(اگر تجھے نزہت وتفریح درکار ہے تو صحرائے عشق میں قدم رکھ کیونکہ وہاں طرح طرح کے باغات اور قسم قسم کے خوان موجود ہیں۔)

اب میری کیفیت یہ ہے کہ جو دینی و دنیاوی مہم مجھے پیش آتی ہے فوراً جناب سلطان المشائخ کی اس روح افزا اور مصفا صورت کا اپنے دل میں تصور کرتا ہوں جس کے مشاہدہ میں فلک اور جن و انساں سرگرداں و حیراں ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی صورت پاک کے تصور کی برکت سے میرا مقصود و مطلوب حاصل ہو جاتا ہے یہ ضعیف کہتا ہے۔

حاصل عشق تو در ہر دو جہان روئے تو بس | خانۂ اہل دلان گشتہ سرکوئے تو بس
ہر کسے سوئے کسے روز قیامت بنید | نظر دران روز ہمیں سوئے تو بس

(دونوں عالم میں تیرے عشق کا نتیجہ صرف دیدار کافی ہے اور اہل دلوں کے گھر کے لیے تیری گلی کافی ہے۔ ہر شخص قیامت کے روز ایک شخص کی طرف دیکھے گا اس روز میری نظر تیری ہی طرف ہونی کافی ہے۔)

تو بادشاہ جہانی ترا سزد نظرے | بحال ما کہ گدایان کوئے سلطانیم

(تو بادشاہ علم ہے تجھے ہم گدایوں اور اپنے کوچہ کے فقیروں پر نظر شفقت ڈالنی چاہیے۔)

خلاصہ یہ کہ جب حضرت سلطان المشائخ کی محبت نے اس بندہ کے دل میں اپنا گھر کیا اور آپ کے عشق والفت نے پورا پورا اثر ڈالا۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بسلطانے نشستی در دل و جان | نکو کردی تو اے سلطان خوبان

(تو میرے دل و جان اور رگ و پے کا مالک ہو گیا۔ ای سلطان خوبان یہ تو نے بہت اچھا کیا۔)

اے زعشقت خراب خانۂ دل | روشن از آفتاب خانۂ دل
چشمہا خون دل راواں کردند | دوست چوں شیشہ درمیانۂ دل

(تیرے عشق سے خانۂ دل خراب اور اس کی چمک سے روشن ہے آنکھوں نے خون کے آنسو بہانے شروع کیے۔ دوست مثال شیشۂ دل کے اندر ہے۔)

تو بیچارہ جان و دل کے ساتھ اس صاحب دلوں کے سردار کے ساتھ متعلق ہوا۔ علاوہ ازیں اس فقیر و گدا نے چند مرتبہ جناب سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا ہے۔

ہمہ دعای تو گویم بوقت بیداری ہمہ خیال تو بینم چو باشم اندر خواب

(جاگتے رہنے کی حالت میں ہمیشہ تیری دعا میں رہتا ہوں اور سوتے ہوئے تو ہی خواب میں دکھائی دیتا ہے۔)

اور خواب کے لیے جو اثر و ثمرہ پیدا ہے وہ ہر شخص پر ظاہر ہے بالخصوص ایسے بیچارہ عاشق مرید کا خواب جس کے دل میں بجز خیال دوست کے اور کوئی چیز دخل پذیر ہی نہ ہو۔

چنان فراخ نشستہ است یار در دل تنگ کہ ہیچ زحمت اغیار در نمے گنجد

(یار کی محبت کچھ اس طرح دل میں بیٹھی ہے کہ اغیار کے خیال تک کی اس میں گنجائش نہیں۔)

اور خاص کر ایسا مرید جس کا دل محبت پیر میں سرتاپا غرق ہو گیا ہو اور یہ ظاہر بات ہے کہ اس قسم کی محبت حق تعالیٰ کی محبت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ شیطان ملعون کا کیا حوصلہ ہے کہ دوستان حق کے خواب میں اپنی صورت بدل کر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی۔ یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوتا ہے اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ شیخ وقت پیغمبر کے قائم مقام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ فان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ یعنی شیخ اپنی قوم میں بالکل وہی مرتبہ رکھتا ہے جو پیغمبر اپنی امت میں رکھتا ہے تو جس طرح شیطان کو یہ قدرت میسر نہیں ہے کہ فخر رسل شاہ پیغمبران جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہو کر کسی کے خواب میں ظاہر ہو اسی طرح یہ بھی امکان نہیں کہ شیخ کی صورت میں ظاہر ہو۔

فیسقی المرید محفوظا یعنی مرید اپنے شیخ کی پناہ میں شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ پہلی دفعہ جو کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا۔ امیر خسرو کہتے ہیں۔

این توئی یا بخواب مے بینم یا بشب آفتاب مے بینم

(آپ بہ نفس نفیس موجود ہیں یا یہ خواب میں دیکھ رہا ہوں اگر خواب ہے تو رات کو آفتاب

دیکھتا ہوں۔)

تو اس صورت میں دیکھا کہ گویا آپ جماعت خانہ کے کوٹھے کے حجرہ میں قبلہ رخ چارپائی پر تشریف رکھتے ہیں اور حضور کے آگے ایک لکھنوتی بوریا بچھا ہوا ہے۔ بوریئے کے ایک کونے میں جبہ اور سفید عمامہ رکھا ہوا ہے۔ جوں ہی کمترین کی نظر جناب سلطان المشائخ کے جمال جہاں آراء پر پڑی تو میں نے فوراً زمین پر سر رکھا اور سربسجود ہوا خواجہ حکیم سنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

ہر کہ او سر برین ستانہ نہد   پائے برتارک زمانہ نہد

(جس نے تیرے دروازہ کی چوکھٹ پر قدم رکھا گویا اس نے تمام زمانے کے سر پر قدم رکھا۔)

جب اس کمترین نے زمین سے سر اٹھایا تو سلطان المشائخ میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جبہ پہن لو بندہ نے حضور کی نظر مبارک میں اس جبہ سے جسم کو آراستہ کیا اور وہ عمامہ سر پر باندھا اور دوبارہ سر زمین پر رکھ کر وہاں سے لوٹ آیا۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

پوشیدہ بندہ خلعت و سر بر زمین ناز   آن خلعت مبارک و آنجامۂ نیاز

(اس کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے کہ ہر دو جہان کے بادشاہ کا خلعت اس گدا کو ملے۔)

چگونہ شکر توان گفتن این کرامت را   کہ خلعت شہ عالم بدین گدا برسد

جب میں سلطان المشائخ کا عنایت کیا ہوا جبہ زیب جسم کر کے عمامہ مبارک کہ سر پر باندھ کر جماعت میں آیا تو نماز ظہر کا وقت تھا۔ سب یار و عزیز نماز کے لیے حاضر تھے اور جناب سلطان المشائخ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں مجھے خیال گذرا کہ میں ظہر کی نماز حضور کے پاس کھڑے ہو کر پڑھوں گا۔ اسی اثناء میں حضرت سلطان المشائخ نماز کے لیے نیچے تشریف لائے اور کمترین نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نیند سے چونک پڑا۔ اس کے بعد ایک اور مرتبہ میں نے حضرت سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا اور عجب شان وشوکت کے ساتھ دیکھا۔ صورت یہ ہوئی کہ جب بندہ کے بھائی سید عمادالدین امیر صالح رحمتہ اللہ علیہ اور سید نورالدین شیخ نصیرالدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز کی

شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو ان دونوں صاحبوں نے بندہ سے فرمایا کہ تم بھی شیخ محمود کی خدمت میں ارادت لاؤ اور ان کے دست مبارک پر بیعت کرو کیونکہ جس وقت تم نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بیعت کی تھی تو حضور نے تمہیں تلقین ارادت نہیں کی تھی میں نے عرض کیا کہ سلطان المشائخ قدس سرہ نے دست ارادت میرے ہاتھ میں دیا ہے اور کلاہ مبارک اس عاجز کے سر پر رکھی ہے اور اپنی بیعت وارادت میں قبول فرمالیا ہے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

کلاہ بر سر بندہ نہاد و کرد قبول قبول اوست بہ تحقیق نزد حق مقبول

(میرے سر پر کلاہ رکھی اور مجھے اپنی عنایت سے قبول فرمایا۔ آپ کا فرمانا جملہ اہل حق کا قبول فرمانا ہے۔)

غرضیکہ ان ایام میں مجھ میں اور سید عماد الدین اور سید نور الدین میں تلقین وارادت ہی کی گفت وشنید اور بحث ہوتی رہی ایک شب کو اس مسکین نے جناب سلطان المشائخ قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ گویا آپ جماعت خانہ کے بالاخانہ میں اس مقام پر تشریف رکھتے ہیں۔ جس طرف بڑ کا درخت ہے۔ یہ مقام لب دریا واقع ہوا تھا۔ یہاں سلطان المشائخ کی نشست کے لیے پردہ کی دیوار کھینچ دی گئی تھی اور بڑ کی ٹہنیاں اس طرف جھک آئی تھیں جن سے خاطر خواہ سایہ ہو گیا تھا۔ سلطان المشائخ اکثر اوقات اس سایہ میں بیٹھا کرتے اور جنگل و دریا کی سیر سے تفریح حاصل کیا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ جب بندہ نے اس دروازہ سے باہر کیا جہاں لوگ جماعت خانہ کے بالاخانہ پر آمد و رفت کیا کرتے تھے تو سلطان المشائخ کی نظر مبارک اس کمترین پر پڑی فدوی نے فوراً سر زمین پر رکھا۔

انیک بدرت نہادہ ام سر ای سرور عاشقان عالم

(اے عاشقانِ عالم کے سردار میں نے تیری چوکھٹ پر اپنا سر رکھا ہے۔)

اثنائے خواب ہی میں تلقین ارادت کی وہ گفت وشنید جو مجھ میں اور سید عماد الدین اور سید نور الدین میں ہوئی تھی دل میں گذری اور میں نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر تقریر نے یاری دی اور زبان نے وفا کی تو اس کی بابت سلطان المشائخ سے دریافت کروں گا۔ جب میں نے حضور کی چوکھٹ سے سر اٹھایا اور قدم بوسی سے فارغ ہو چکا تو سلطان المشائخ نے مجھے دیکھا اور ایسا ظاہر کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں دست بیعت دیتے ہیں لیکن کچھ زبان مبارک سے فرماتے نہیں شیخ

سعدی فرماتے ہیں۔

دست مے گیر کہ بیچارگی از حد بگذشت　　　سرِ من دار کہ در پائی تو ریزم جان را

(میری دستگیری کر کہ بیچارگی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور مجھے قبول فرما کہ میں تیرے قدموں ہی میں جان دوں۔)

میرے دل میں کہ سب کچھ عزم تھا لیکن سلطان المشائخ کی بے انتہا عظمت وہیبت سے کہ فلک آپ کی ہیبت سے کانپتا تھا میں اپنے مافی الضمیر کو عرض نہ کرسکا۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

فلک زہیبت تو دائم است سرگروان　　　چنانچہ عاشق مسکین زعشق مہ رویان

(آسمان تیری ہیبت سے دائم چکر میں ہے جیسے بیچارے مسکین عاشق مہ رویوں کے عشق میں آوارہ رہتے ہیں۔)

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اس خواب کی تعبیر اپنے دل میں یوں قرار دی کہ جب پیر دست بیعت دے چکے ہیں اور کلاہ ارادت سے سر کمترین کو زیب و زینت عطا فرما چکے ہیں تو یہ کافی ہے تلقین کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ مشائخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارادت مرید کا فعل ہے خود حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اگر مرید شیخ سے کہے کہ میں تیرا مرید ہوں اور شیخ کہے کہ تو میرا مرید نہیں ہے تو وہ مرید ہوگا اور اگر شیخ کہے کہ تو میرا مرید ہے اور مرید کہے کہ میں تیرا مرید نہیں ہوں تو وہ مرید نہیں ہوگا کیونکہ ارادت مرید کا فعل ہے خاص کر وہ مرید جو پیر کی جمال ولایت کی محبت میں ظاہر و باطن مستغرق و مخمور ہے اور رات دن پیر کے عشق و یاد میں زندگی بسر کرے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بنگر کہ چگونہ است ز اوصاف جمالش　　　عقل و دل بیچارہ عشاق تو مدہوش

(ملاحظہ فرما کہ تیری خوبی اور اوصاف حسن و جمال سننے سے عاشق بیچارہ کی عقل دل کیسی وارفتہ ہے۔)

اور یہ مسلم بات ہے کہ جو شخص پیر کے عشق و ذوق میں جس قدر زیادہ محبت و اعتقاد رکھے گا خدائی امور اور بجا آوری احکام شریعت میں زیادہ محکم و مضبوط ہوگا اور جب یہ ہے تو پیر کی محبت و اعتقاد میں مستحکم ہونا ہی گویا پیر کا تلقین کرنا ہے۔ جب یہ بات جو تمام سعادتوں کی جڑ اور اصل الاصول ہے مرید کو حاصل ہوتی ہے۔ تو اسے پیر کی محبت کا ضرور ناشائستہ اور قبیح کاموں سے

باز رکھے گی اور اسے حقیقت و شریعت کے طریقہ پر جمائے رکھے گی اور دم بدم اس کے دل میں باز گشت کی ندا دے گی اور اگر یہ بات حقیقت میں مرید کے دل میں محسوس نہ ہو گی تو وہ بے شک و شبہ دعوی ارادت و محبت میں جھوٹا ٹھہرے گا کیونکہ خود سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ تاوقتیکہ محبت دل کے غلاف میں ہے معصیت کا صدور وظہور ممکن ہے لیکن جس وقت وہ محبت دل کے اندر جگہ کر لیتی ہے تو پھر کبھی معصیت کا خیال اس کے اندیشہ میں نہیں گزرتا۔ الغرض اس خواب کے دیکھنے کے بعد بندہ کمترین نے اس جامہ متبرکہ کے آگے جس نے حضرت سلطان المشائخ کی صحبت پائی تھی خاص سلطان المشائخ کے روضہ مقدسہ کے سامنے تجدید بیعت کی اور اس نعمت کے شکریہ میں سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں چند صاحب ذوق و نیاز عزیزوں کے ساتھ بیٹھ کر سماع سننے میں مشغول ہوا۔ مجھے خدا تعالیٰ سے امید واثق ہے کہ جناب سلطان المشائخ کے دست مبارک کی برکت سے اس بندۂ ضعیف کا خاتمہ بخیر اور عاقبت محمود ہو اور نیز ان لوگوں کا انجام بخیر ہو جو اس دوامی سعادت کو پہنچے ہیں بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

ہر کہ سر بر جناب او مالید	سایہ حق بود برو محدود
ہر کہ رویت بدید یافت ز حق	عمر در خیر و عاقبت محمود

(جس نے اس کے آستانہ پر سر رکھا۔ پناہ خدا غیر محدود میں آ گیا جس نے تیرا رخ انور دیکھا اس کو درگاہ باری سے سعادت پر سعادت عمر میں خیریت اور عاقبت کی عافیت حاصل ہوئی۔)

یعنی جس نے اس کے دروازہ پر سر ملا اس پر خدا کا سایہ دراز ہو گا اور جس نے دیدار کا شرف پایا اس نے خدا کی طرف سے عاقبت محمود اور خاتمہ بخیر ہونے کی دولت حاصل کی۔ پھر تیسری دفعہ بندہ نے ایک اور خواب میں دیکھا یہ تیسری مرتبہ کا خواب ایک عرصہ دراز کے بعد دیکھا گیا یعنی پہلے خواب کے بعد پورے پندرہ سال گذر گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ نفس کا معاملہ جو حقیقت میں دشمن دینی ہے آنحضرت کے مطلوب کے موافق نہ تھا اور کوئی کام دل درویش کے مراد کے موافق نہ بر آتا تھا جوانی کے غلبہ اور شباب کے زور کی وجہ سے فطرت نے اس مدت میں چاروں طرف سے مزاحمت کی تھی اور میں شتر بے مہار نفس سے نہایت عاجز و تنگ آ گیا تھا۔

یا رب چہ خوش است این جوانی در یاب بخیر اگر توانی

یعنی یہ جوانی بہت اچھی چیز ہے اس میں جہاں تک بن پڑے نیکی و بھلائی کرنی چاہیے۔اس سے پیشتر جس وقت میں سلطان المشائخ کوخواب میں دیکھتا تھا آپ سے نزدیک ہونے کی مجال اپنے میں نہ پاتا تھااور یہ بات اس کے مناسب ہے جوحضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان گہر بار پر جاری ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

تو گدائی دور باش از بادشاہ   تانیاید بردل تو دور باش
گر وصال شاہ میداری طمع   از وصال خویشتن مہجور باش

اور اگر دور سے سلطان المشائخ کے جمال مبارک پرنظر پڑتی اور میں ارادہ کرتا کہ حضرت کے قریب جاؤں اور سعادت قدم بوسی حاصل کروں تو جولوگ اس موقع پر موجود ہوتے اس حصول دولت کو مانع آتے اور مجھ مسکین و بیچارے کے حسب حال کہتے

تو از کجاو سر زلف دلبران بکجا

یعنی تو کہاں ہے اور دلبروں کی زلف کا خیال کہاں لیکن جناب سلطان المشائخ کی محبت واعتقاد بازگشت ورجوع کا کوڑا نفس کے سرکش گھوڑے پر مارتا تھاامیر حسن کہتے ہیں۔

بازمے آیم و سر در قدمت میفگنم   میر بخشندہ توئی بندہ شرمندہ منم

الغرض ۲۳ ربیع الاول ۵۸ ے ھ جمعہ کی پچھلی رات کو میں نے سلطان المشائخ کوخواب میں دیکھا گویا ایک نہایت عظیم الشان مجلس آراستہ ہے اور نئے فرش سب طرف بچھے ہوئے ہیں۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

مجلس یارب چہ گویم چون بہشت آراستہ   راست گویم مجلسے چون مجلس پیغمبران

یعنی وہ مجلس کیا تھی بہشت کی طرح آراستہ تھی میں سچ کہتا ہوں کہ پیغمبروں کی مجلس جیسی مجلس تھی۔ حضرت سلطان المشائخ جالگی جبہ زیب جسم کیے ہوئے تھے اور ایک طرف صدر مجلس میں نہایت عظمت و وقار کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

بوستانیست صدر تو زنعیم   آسمانیست قدر تو زجلال

یعنی نعمت کی وجہ سے تیرا صدر ایک باغ ہے اور عظمت و جلال سے تیرا مرتبہ آسمان

ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک بڑی جماعت اس مجلس میں رونق افروز تھی جو اسی وقت اٹھ کر چلی گئی ہے اور صرف سلطان المشائخ اور آپ کے ساتھ دو پیر عزیز باقی رہ گئے ہیں جو جانے کے لیے تیار و آمادہ ہیں۔ میں اس موقع پر مجلس میں آیا اور اثناء خواب ہی میں میرے دل میں گذرا کہ سلطان المشائخ کی قدمبوسی حاصل کرنے کے بعد وہ التماس جو ایک مدت سے دل میں کھٹکی ہے عرض کروں گا جب میں سعادت قدمبوسی حاصل کر چکا تو قبل اس کے کہ مدعا دلی عرض کروں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ کیا تم تجدید بیعت کراتے ہو اس وقت میرا ہاتھ حضور اپنے دست مبارک سے پکڑے ہوئے تھے جوں ہی میں نے مخدوم جہاں کی زبان مبارک سے یہ بات سنی خوشی کے مارے بیخود ہو گیا اور گویا مردہ جسم میں جان پڑ گئی چنانچہ میں نے فوراً تجدید بیعت کی بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

چو دادی دست بیعت کردم از سر　　　که در عشقت دہم جان و دل و سر

یعنی جب تو نے ہاتھ دیا تو میں نے سر سے بیعت کی کہ تیرے عشق میں جان و دل اور سر دوں گا۔ اس کے بعد جناب سلطان المشائخ نے اس طرح تلقین کی کہ تو نے میرے اور میرے خواجگان کے ہاتھ پر بیعت کی الغرض جب میں نے حضرت سلطان المشائخ سے تجدید بیعت کی تو حالت خواب ہی میں مجھے بے حد خوشی غالب ہوئی اور ساتھ ہی گریہ وزاری کا غلبہ ہوا۔ امیر خسرو کیا خوب فرماتے ہیں۔

ہمہ شب گریہ انخفتن نداده است　　　که بوئے گل رخ من باصبا بود

یعنی تمام رات مجھے گریہ نے سونے نہیں دیا کیونکہ میرے گل رخ کی بو صبا کے ساتھ تھی۔

ان لوگوں کا بیان جو اپنے تئیں اہل تصوف کی طرف منسوب کرتے ہیں

کچھ لوگ اپنے تئیں ایک تصوف طرف منسوب کرتے ہیں لیکن در حقیقت معاملات میں ان سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہیں اور باوجودیکہ انہیں پیر نے مرید کرنے اور بیعت لینے کی اجازت نہیں دی ہے مگر جو بغیر اجازت لوگوں سے بیعت لیتے ہیں اور مشہور کرتے ہیں کہ ہم پیر کے اذن سے بیعت لیتے ہیں خدا تعالیٰ ان سے معاف فرمائے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ

مرید کو چاہیے کہ جب پیر کی مدد سے مقامات سلوک طے کرنے شروع کرے تو پیر کی خلافت اور لوگوں کے مرید کرنے کا خیال کبھی دل میں نہ آنے دے اور اپنے تئیں اس اہم اور نازک محل سے بچائے رکھے بلکہ صرف ان نعمتوں کو کافی ووافی سمجھے جو پیر کی شفقت ومہربانی کی وجہ سے حاصل کر چکا ہے پیر بننے اور کرامت کی ہوس کو اپنے دل میں جگہ نہ دے کیونکہ اس کی بھی استقامت وثبات قدمی کرامت ہے جیسا کہ کہا ہے کہ ''الکرامتہ ہی الاستقامہ علے الباب الغیب'' یعنی خدا تعالیٰ کے دروازہ پر استقامت وثبات قدمی کرنا ہی کرامت ہے اور اگر دشمن ذاتی یعنی نفس وہوا اس بات پر ابھاریں اکسائیں تو خدا تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مستقیم وثابت قدم ہے اور توکل مجاہدہ کے مقامات خون جگر کھا کر تو نے درست کر لیے ہیں اور جو کچھ مشائخ علیہم الرحمتہ نے اسباب میں بیان فرمایا ہے سب کو تو بجالایا ہے تو ہرگز ہرگز اس شیطانی وسوسہ کے ساتھ رحمانی کام میں جو حقیقت میں مشائخ کا فعل کا ہے اور وہ بزرگ خدا نیز شیخ کی طرف سے اس کے مجاز تھے ہاتھ پاؤں مارنے نہ چاہئیں اور کسی واہی تباہی کا حلیہ اور شفاعت وعنایت سے اس کام میں مشغول ہونا مناسب نہیں کیونکہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اپنا عزیز وقت ضائع و برباد کرتے اور دل کو منغص و پریشان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی نعوذ باللہ منہ خدا تعالیٰ سے مکابرہ کرتے ہیں دیکھو سلطان المشائخ کے اعلیٰ مریدوں میں سے جو بڑے درجہ کے یار تھے اور علم و زہد وورع وعشق وعقل فراست میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے چنانچہ ان کے مناقب وفضائل باب پنجم میں قدرے بسط وشرح کے ساتھ ذکر کیے جا چکے ہیں ان کے دلوں میں کبھی خلافت کا خیال اور مرید کرنے کا اندیشہ نہیں گذرا بلکہ ان بزرگان دین نے صرف سلطان المشائخ کی محبت وشفقت پر اکتفا کیا اور زمانہ نہایت اطمینان اور خاطر جمعی کے ساتھ عشق وذوق میں بسر کیا ایک بزرگ کہتے ہیں۔

بے یاد روزگار تو گر یک نفس زنم   تضیع عمر باشد و تعطیل روزگار

یعنی ''میں اگر کوئی ایسا ایک سانس لوں جس میں تیری یادگاری نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میری تمام عمر ضائع ہوگئی اور زمانہ بیکار گذرا'' ایسے لوگ کیا اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ چند آدمیوں کی وجہ سے جو ان کے اتباع کے سبب کسی مرتبہ کو نہیں پہنچتے قیامت کے روز مجرم وگناہ گار قرار دیے جائیں اور اپنے گناہوں کے بوجھ کے علاوہ ان کے گناہوں کے گٹھڑ گردن میں ڈال کر مزدوروں اور حمالوں کی طرح میدان قیامت میں انبیاء واولیاء کے روبرو پھرائے جائیں۔ مشائخ

کی کتب قدیمہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کے بے انصاف لوگوں کو جو اپنے پیر کے طریقہ پر نہیں چلتے اور اس دینی کام میں جو مردان خدا کا معاملہ ہے نفسانی خواہش اور دلی آرزو کے ساتھ دست اندازی کرتے ہیں قیامت کے روز انہیں مشہور و معذب کیا جائے گا اور ہر چہار طرف ندا کر دی جائے گی کہ ان لوگوں نے ہماری محبت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور مخلوق کو اس طریقہ سے فریب دیا تھا اور مشائخ کبار پر افترا باندھا تھا اس وقت یہ لوگ شرم و ندامت کے مارے گردنیں نیچے جھکا لیں گے اور کوئی جواب نہ دیں گے "ناکسوا روسھم" کے بھی یہی معنی ہیں۔ امیر خسرو نے فرمایا ہے۔

باش تا پردہ براندازد جہان از روئے کار　　　آنچہ امشب کردۂ فردات گردد آشکار

یعنی صبر کر کہ جہان پردہ الٹ کر حقیقت امر ظاہر کر دے اور جو کچھ تو نے آج کیا ہے اسے کل تجھ پر آشکار کر دے۔ نیز سلطان المشائخ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی جس غرض اور سبب کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہی غرض اس کی معبود ہوتی ہے اور جب بات یہ ہے تو پھر آدمی کو اپنی عمر عزیز کے چند روز معرض ہلاکت میں ڈالنے اور ایسے موقع میں کیوں بسر کرنے چاہئیں جہاں سلب ایمان کا خوف ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کاتب حروف شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں چلا جا رہا تھا اثناء راہ میں ایک شخص ملا جو اپنے تئیں حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں کی طرف منسوب کرتا تھا اور لوگوں کو مرید بھی کیا کرتا تھا اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا فلاں بزرگ کی خدمت میں جاتا ہوں۔ کہا جب تم وہاں پہنچو تو انہیں میری طرف سے پیام دینا کہ اس سے پیشتر میں نے حضرت سلطان المشائخ کا عرس کیا تھا مخدوم جہاں نے انتہا سے زیادہ لطف فرمایا تھا اور تشریف لائے تھے مگر نہ معلوم اب کیا ہوا کہ آپ تشریف نہیں لاتے اور شفقت و مہربانی نہیں کرتے۔ چونکہ تم بزرگ ہو اس لیے چھوٹوں کے حال پر ہمیشہ مہربانی کرنی چاہیے۔ ازاں بعد اس شخص نے کہا کہ تم یہ بھی عرض کرنا کہ میں دولت آباد میں خلق خدا کو مرید کرتا ہوں اور دست بیعت دیتا ہوں۔ اگرچہ شروع شروع میں مولانا شہاب الدین حضرت سلطان المشائخ کے امام نے مجھے اس کام سے منع کیا اور انکے کہنے کے مطابق میں نے چند دنوں تک اس کام کو چھوڑ بھی دیا۔ لیکن اتفاق کی بات ہے کہ انہیں ایام میں میرا لڑکا جس کی اٹھارہ برس کی عمر تھی دفعتہً مر گیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ حادثہ اسی وجہ سے پیش آیا ہے کہ میں نے خلق خدا کو اپنی ارادت سے محروم کر دیا ہے چنانچہ میں اس روز سے پھر اس کام میں مشغول ہو گیا۔ الغرض جب میں شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور سعادت

قدم بوسی حاصل کر چکا تو اس شخص کا پیغام پہنچایا شیخ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی وجہ سے وہ سلطان المشائخ کے جواب دہی کا ذمہ دار ہے اسے تیار و مستعد ہو جانا چاہیے کہ کل قیامت کے روز مجھے اس کا سلطان المشائخ کو جواب دینا پڑے گا۔ لیکن اس قدر میں جانتا ہوں کہ ایک درویش قصبہ کیتھل میں رہا کرتا تھا اور اپنے تئیں حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں کہلاتا تھا اور نہ صرف اس پر بس کرتا تھا بلکہ لوگوں کو مرید بھی کرتا تھا اور خلق خدا سے بیعت بھی لیتا تھا۔ جب یہ خبر سلطان المشائخ کو پہنچی تو فرمایا وہ ایمان سلامت نہیں لے گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بات اسی پر موقوف ہے تو یہ چند روزہ زندگی جو باقی رہی ہے ایک گوشہ میں مشغول ہو کر بسر کر دے اور اس طرح بسر کر دے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس پر مطلع نہ ہو اگر ایسا کرے گا تو امید ہے ایمان سلامتی کے ساتھ لے جا سکے لیکن یہ کام جو تو نے اختیار کر رکھا ہے اس حلوے کی مانند ہے جس میں زہر ملایا گیا ہو۔ بظاہر وہ شیریں معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ زہر ہلاہل اور سم قاتل ہے ذیل کا دوہرا جو حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ کی زبان مبارک سے نکلا ہے اس معنی کے ساتھ مناسب اور چسپاں تر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔

کنت نھو متین کار ری گانا ھت منائی
بس کند لے مسد ھن گھوریں لھد

خواجہ حکیم سنائی کہتے ہیں۔

چند ازین دیو بودن مستور	کائے تنت امر دیو را مامور
یکدم از غایت پشیمانی	دیدہ بکشائے در مسلمانی
دررہ دیۂ تو پردۂ تست	تابدانی کہ ہرچہ کردۂ تست
نرسد باطنت بکار خدائے	تاکند ظاہرت بظاہر رائے
نیست پوشیدہ شرم دار آخر	اے ہمہ باطنت سوے ظاہر
زرنۂ آتش زر اندودے	آتش درد دین نہ دودے
خرقہ کوتاہ دستگاہ دراز	راستی از تو کہ پسندد ماز
زہد کے جامۂ کبود بود	خرقہ کوتاہ کنی چہ سود بود
نیل بس بایزید بسطامی است	رنگ پوشیدن از زناکامی است

ترجمہ: (ای شخص کہ تو نے اپنی ہمت شیطان کا حکم ماننے پر وابستہ کی ہے کب تک اس طرح پوشیدگی سے کام چلے گا۔ شرمندہ ہو کر آنکھیں کھول تو کیسا مسلمان ہے۔ اور دیکھ کہ تو نے کیا کیا کیا ہے۔ تیری آنکھوں کے آگے حجاب تھا۔ جب تک تو ظاہر بینی کے ساتھ کام کرے گا۔ تیرا باطن حق سے مشغول نہ ہوگا۔ تیرا باطن تمام تر ظاہر کی طرف ہے اور یہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ کچھ تو شرم کر۔ تو درد دین کا مدعی ہے۔ لیکن غلط ہے دھواں کہاں ہے۔ تیری مثل وہی ہے کہ سونا نہیں مگر اس کے گلانے کے واسطے آگ اور کٹھالی کا فکر ہے۔ راستی تجھ سے کس حالت میں ہوگی کہ تیرا خرقہ کوتاہ اور خواہش زیادہ ہے اس حالت میں اگر خرقہ کوتاہ کرے کیا فائدہ رکھتا ہے۔ زہد نیلا کپڑا پہننا اور صورت بنانا محض ناکامی کی وجہ سے ہے۔ زاہد ایسا ہونا چاہیے جیسے بایزید بسطامیؒ تھے۔)





باب ہفتم

طہارت اور ماثورہ مقبولہ دعائیں

ذیل میں وہ اوراد وادعیہ درج ہیں جو حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین اور جناب سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہما العزیز سے منقول ہیں۔ کاتب حروف مریدان مشغول کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جو ماثورہ دعائیں اور وظائف واوراد کہ مشائخ کبار اور جمہور سالکان طریقت کے معمول بہا ہیں سب نہیں تو ان میں سے اکثر شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں مذکور ہیں لیکن کاتب حروف کا مقصود یہ ہے کہ جو اوراد مقبولہ اوراد عیہ ماثورہ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہیں اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ان ہی کو ذکر کرے ایک بزرگ کیا خوب فرماتے ہیں۔

مرا لبان تو باید شکر چہ سود کند بجاے مہر تو مہر دگر چہ سود کند

(مجھے تیرے لب چاہئیں شکر مطلوب نہیں۔ تیری محبت کے دوسرے کی مہر میرے کسی کام کی نہیں۔)

تاکہ ان دعاؤں کی برکت سے جو حضور کی زبان مبارک پر جاری ہوئی ہیں طالب اپنے مطلوب اور عاشق اپنے معشوق کی طرف بہت جلد پہنچ کر مقصد دلی پر کامیاب ہو۔

طہارت اور اس کے آداب

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ طہارت کے چار مرتبہ ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اپنے ظاہری جسم کو نجاست وحدث سے پاک وصاف کرے۔ دوسرے اعضاء کو گناہوں سے پاک کرے۔ تیسرے دل کو بری عادات اور رذیلہ اخلاق سے پاک کرلے۔ چوتھے سر کو بجز خدا تعالیٰ کے سب سے پاک صاف کرے آیۂ ''فیہ رجال یحبّون ان یتطھروا واللّٰہ یحب

المطھرین"۔ اصحاب صفہ کے بارے میں اتری ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد مسجد میں وہ مرد ہیں جو اپنے تئیں نجاستوں اور ناپاکیوں اور حدثوں سے پاک وستھرا رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ پاکوں کو دوست رکھتا ہے۔ کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ طہارت کے وقت بائیں ہاتھ سے ابتدا کرنی چاہیے یعنی اول سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی آستین چڑھائے اور موضع طہارت کو آدھ گز چوڑا گز بھر لمبا ہونا چاہیے اور گہرائی جس قدر ہو مناسب ہے مستعمل ڈھیلے کو جدا رکھے اور جس طرف نجاست لگی ہو وہ رخ زمین کی طرف رہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ وضو میں اس قدر احتیاط شرط ہے کہ دل کو اطمینان وتسلی ہو جائے اور بعض لوگ جو چند قدم شمار کر کے چلتے اور بعضے ٹہلتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ معنی مکان سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ زمان سے متعلق ہیں یعنی جس وقت دل میں اطمینان وسکون پیدا ہو جائے بس یہی کافی ہے نیز آدمی کو چاہیے کہ وضو کرتے وقت جس عضو کو دھوئے تو ساتھ ساتھ وہ دعا پڑھتا جائے جو اس عضو کے بارے میں آئی ہے۔ کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے الوضو مفتاح الجنة یعنی وضو جنت کی کنجی ہے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وضو الشتا یعدل غزاسنة یعنی جاڑے کے موسم میں وضو کرنا سال بھر کے جہاد کے برابر ہے۔ وفی الحدیث. لا یکن وضوء ک فی صفر ونحاس فان الملائکه تنفر من ریحهما۔ اے مومن پیتل اور کانسی کے برتن میں تیرا وضو نہ ہوگا کیونکہ فرشتے ان دونوں کی بو سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ ان عمر استاذن علی راهب لیلقاه فاغلق الباب والطاء فی الاذن قال الراهب وجدت فی الانجیل من توضا کان فی امان الله ورایت علیک اثر الشیطان فخفتک فتوضات وتوضأ اهل بیتی لیکون امنا منک وفی روایة لمّا کان الما رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔یعنی حضرت امیر المؤمنین جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ایک راہب سے ملاقات کرنیکی اجازت مانگی راہب نے دروازہ بند کر لیا اور آپ کو اندر آنے کی اجازت دینے میں تاخیر کی ازاں بعد راہب نے دروازہ کھول کر کہا کہ اے امیر المومنین میں نے انجیل میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص وضو کرتا ہے وہ خدا کی حفاظت وامن میں رہتا ہے۔ چونکہ میں نے تم میں برائی کا اثر محسوس کیا اس لیے تم سے خوف کر کے خود بھی وضو کیا اور گھر کے سب لوگوں کو وضو کرایا تا کہ میں اور میرے سب گھر کے لوگ تم سے امن وامان میں رہیں اور بعض

روایتوں میں آیا ہے۔ کہ یہ گذرنے والے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے نہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ کانت عائشة رضی اللہ عنها تعزل فسمعت الاذان فوضعت المعزل ولم تدخل مامدت وتوضات فقيل لها فی ذالک فالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل عمل یعمله العبد بعد الاذان فهو نصيب الشيطان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوت کات رہی تھیں کہ اتنے میں اذان کی آواز سنی فوراً سوت ہاتھ سے چھوڑ دیا اور جو دھاگہ نکالا تھا اسے بھی نہ لپیٹا بلکہ جھٹ اٹھ کر وضو کیا جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ اذان کے بعد جو کام کرتا ہے اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان الملائكة لتفرح بذهاب الشتاء رحمة للفقرا لتيسر بهم اسباع الوضو یعنی فرشتے جاڑے کا موسم گذر جانے سے خوش ہوتے ہیں۔ فقیروں پر شفقت ورحم کھانے کے سبب سے کیونکہ انہیں تازہ اور کامل وضو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ من لزم اربعة لم يفتقر هو وعياله ابدا القيام قبل الصبح والوضوء قبل الوقت والدخول فی المسجد قبل الاذان والسكوت بعد الوتر۔ یعنی جو شخص چار چیزوں پر مداومت وہمیشگی کرے گا وہ اور اس کی اہل وعیال کبھی محتاج نہ رہیں گے۔ (۱) صبح سے پیشتر اٹھنا۔ (۲) وقت سے پہلے وضو کرنا۔ (۳) اذان سے قبل مسجد میں جانا۔ (۴) وتر کے بعد خاموش رہنا۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ وفی الحدیث۔ ان للوضوء شيطانا يدعوه الى الاسراف فی صب الماء وهذاما يبتلى المريد ابتداء كما حكى ان السليمان الدارانی كان يتوضأ فی الشتاء ويعيد غسل الاعضاء فيقول العفو فسمع ها تفاً يقول العفو فی العلم ونوی يوما يصلی علی فضلة الغنم قيل له اتصلی علی النجا سته قال هذا مما اختلف العلماء فيه۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ وضو کے لیے ایک شیطان نامزد ہے جو متوضی کو پانی کے بکثرت بہانے اور اسراف کی طرف مائل کرتا ہے اور ایک یہ ایسی چیز ہے جس میں مرید اول اول مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سلیمان دارانی کی حکایت نقل کی جاتی ہے کہ جب وہ جاڑے کے موسم میں وضو کیا کرتے تھے تو اعضاء وضو کو مکرر دھویا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں بخشش وآمرزش چاہتا ہوں۔ ایک دن ہاتف کو یہ کہتے سنا کہ بخشش وآمرزش علم میں ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہی مسلمان دارانی بکریوں کے کھائے ہوئے

چارے اوران کی باندھنے کی جگہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے کسی نے ان سے کہا کہ کیا تم نجس مقام پر نماز پڑھتے ہو جواب دیا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔آپ نے یہ بھی تحریر فرمایاقال الشعبی کما ظهر من الاذن مغسول مع الوجه وماهو باطنه ممسوح مع الراس۔یعنی شعبی کا قول ہے کہ کان کا جوحصہ ظاہر ہے وہ منہ کے ساتھ دھویا جاتا ہےاوراس کا اندرونی اور باطنی حصہ کا سر کے ساتھ مسح کیا جاتا ہے۔آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کی جو یہ عادت ہے کہ وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو کو رومال وغیرہ سے خشک کرتے ہیں تو یہ کوئی بری عادت نہیں ہے۔قالت عائشته رضی الله عنها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرقة ينشف بها بعد الوضؤ و روى كان لعلقمة خرقة بيضاء يمسح بها وجهه وعن معاذ رأبت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأء مسح وجهه بطرف ثوبه و فى الحديث يوتى برجل يوم القيامة فيوزن اعماله فترجحت سيا ته على حسناته فيومى بخرفة التى كان يمسح بها وجهه و اعضاءهٗ فيوضع فى كفته حسناته فترو حجت حسناة ولهذا لم يكره ابو حنيفة مسح الوضوء بالخرقة۔یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس ایک کپڑا رکھتے تھے جس سے وضو کے بعد اعضاء وضو کو خشک کیا کرتے تھےاور روایت کیا گیا ہے کہ علقمہ ایک سفید کپڑا اپنے پاس رکھتے تھے جس سے منہ کو پونچھا کرتے تھے۔حضرت معاذ سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو کرنے کے بعد کپڑے کے کونے سے اپنا منہ مبارک پونچھا کرتے تھے۔حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص لایا جائے گا اور اس کے اعمال وزن کیے جائیں گے تو اس کی برائیاں بھلائیوں پر غالب آئیں گی۔اور بدیوں کا پلہ جھک جائے گا اتنے میں وہ کپڑا لایا جائے گا جس سے یہ دنیا میں اپنے منہ اور اعضاء وضو کو پونچھتا تھا فرشتے اس کپڑے کو نیکیوں کے پلے میں رکھ دیں گے اور نیکیوں کا پلہ جھک جائیگا یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اعضاء وضو کو کپڑے سے پونچھنا مکروہ نہ جانتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ کی قلم مبارک سے یہ بھی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص وضو سے فارغ ہو تو مصلے کے پاس آئے اور اول بایاں پاؤں جوتے سے نکالے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اذا انتعلتم فابدوا باليمنى واذا خلعتم فابدوا باليسرى یعنی جوتی پہنتے وقت اول دایاں پاؤں ڈالو اور نکالتے وقت

پہلے بایاں نکالو۔ ازاں بعد دایاں پاؤں مصلے پر رکھے اور جوتیاں قبلہ کی طرف نہایت احتیاط سے برابر لگا کر رکھے آبخورہ لوٹہ جو کچھ اپنے پاس ہوا پنے قریب رکھ دے۔ اس کے بعد سجدہ کے مقام پر نشان کر دے تا کہ سجدہ کی جگہ پائمال نہ ہو مصلے کے دونوں کنارے بائیں جانب زیادہ مائل ہوں اگر اس وقت کسی کو اپنے پاس بٹھائے تو سیدھے ہاتھ سے مصلی کھولے اور اپنے دائیں جانب بیٹھنے کو جگہ دے جب یہ سب کچھ کر چکے تو دوگانہ تحیۃ الوضوء ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے دونوں رکعتیں پوری کر کے جب سلام پھیرے تو یہ دعا پڑھے۔ اللھم ات نفسی تقوٰھا و زکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا و ناصر ھا و مولا ھا انت لی کما احب فاجعلنی لک کما تحب اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اللھم ارزقنی حسن الاختیار و صحتۃ الاعتبار و صدق الافتقار و صحبتۃ الاخیار۔ یعنی خداوندا میرے نفس کو پرہیز گاری کا حصہ عنایت کر اور اسے بہتر طریق پر پاک و ستھرا بنا تو اس کا کارساز اور مددگار اور مولا ہے۔ خداوندا تو میری تمنا و آرزو کے موافق نہیں بلکہ اپنی مرضی و پسندیدگی کے مطابق مجھے میرا حصہ عطا فرمایا الٰہی میرا باطن ظاہر سے بہتر کر اور میرا ظاہر نیک اور شائستہ بنا۔ خداوندا مجھے حسن اختیار اور صحت اعتبار اور صدق افتقار اور نیکوں کی صحبت نصیب کر۔ اس کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرے لیکن پیشتر بھوؤں میں کنگھی پھیرے کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من امر علی حاجبیہ المشط عو فی من الوباء یعنی جو شخص دونوں بھوؤں میں کنگھی پھیرے گا وباء سے محفوظ رہے گا۔ ازاں بعد مونچھوں کو کنگھی سے درست کرے۔ منقول ہے کہ جو شخص کنگھی کرتے وقت سورہ الم نشرح پڑھے گا اور اس پر ہمیشگی کرے گا اس پر روزی کا دروازہ فراخ ہو جائے گا۔ جب کنگھی کر کے تھیلی میں رکھے تو اس کی کشادہ و فراخ جانب اوپر کی طرف رہے چونکہ کنگھی پریشانی کا آلہ ہے اس لیے بہتر ہے کہ اسے ہمیشہ پوشیدہ رکھے۔ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ نے امیر خسرو کو لکھا تھا کہ ایک کنگھی تمہیں بھیجی گئی ہے اور وہ خیر و فلاح کا نشان ہے۔ آپ دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جب آئینہ دیکھے تو یوں کہے الحمد للہ الذی خلقتنی فاحسن خلقی و صورتی فاحسن صورتی اللھم کما احسنت خلقی فحسن خُلقی۔ یعنی سب تعریف اس خدا کو ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر میرے اعضاء خوب صورت اور سڈول بنائے اس نے میری صورت بنائی پھر اسے خوشنمائی و زیبائی عنایت کی خداوندا

جس طرح تو نے میری پیدائش کو عمدگی وزیبائی دی ہے۔ اسی طرح میری خلق و عادات کو بہتر و نیک تر کر۔ الغرض آدمی کو چاہیے کہ تحیتہ وضو اور تحیتہ مسجد پر مداومت کرے کیونکہ اس میں بہت سے اثر مخفی ہیں جو وقتاً فوقتاً حسب موقع ظہور کرتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک آدمی باوضو رہتا ہے اس کے گردو پیش کوئی آفت و بلا نہیں پھٹکتی۔ حضرت انسؓ صحابی سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے میں آٹھ سال کا تھا۔ آپ نے میری طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اے لڑکے جہاں تک تجھ سے بن پڑے باوضو اور پاک رہ۔ کیونکہ جس شخص کو اس حالت میں شیر اجل اور عقاب مرگ آدبوچتا ہے۔ اس کو خلعت شہادت عنایت کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ الوضوء سر من اسرار اللہ تعالیٰ یعنی طہارت و وضو خدا تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے کہتے ہیں کہ عذاب قبر اسی شخص کو زیادہ ہوتا ہے۔ جو آبدست اور وضو میں احتیاط نہیں کیا کرتا۔ جب آدمی کوئی سنت بجالانا چاہے مثلاً ناخن دور کرائے یا سر منڈائے یا اور کوئی کام کرے تو اسے پہلے وضو کر لینا چاہیے کیونکہ کل قیامت کے روز یہ ناخن اور بال اس سے حساب طلب کریں گے کہ تو نے ہمیں پلیدی و نجاست کی حالت میں کیوں دور کیا تھا۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ شیخ علیہ الرحمتہ چہار شنبہ کے روز حمام میں تشریف لے جایا کرتے اور وہاں سر کے بال اترواتے خط کی اصلاح کرایا کرتے تھے تو جو کوئی حلق کرائے اسے یہ کہنا چاہیے۔ اللھم اعطنی بکل شعرۃ طھارۃ فی الدنیا و نورا ساطعا یوم القیامۃ۔ یعنی خداوندا مجھے ہر ہر بال کی عوض دنیا میں پاکی اور عقبیٰ میں درخشاں نور عطا فرما۔ پنجشنبہ کے روز ناخن لے اور جو شخص ناخن اور لبیں لیتے وقت یہ کہے گا بسم اللہ و علی سنۃ محمد و ال محمد تو کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔ بغل کے بالوں کو سنت تو یہی ہے کہ انہیں موچنے وغیرہ سے اکھاڑے لیکن اگر استرے سے مونڈ لے گا بھی جائز ہے۔ قال الشافعی انی اعلم ان السنۃ النتف الا انی لا اطیق علی الوجع قال علیہ السلام اخفوا الشوارب و اعفوا اللحی و انتفوا الشعر الذی فی الانوف یعنی امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ ناک کے بال اکھیڑنے سنت ہیں مگر میں اس کے درد و تکلیف کی برداشت و طاقت نہیں رکھتا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مونچھوں کو ہلکا کرو۔ ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور ناک کے بال اکھیڑو۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ قال علیہ السلام نعم البیت ید خلہ المسلم الحمام اذا دخل یسال الخیر و استعاذ من النار۔ یعنی پیغمبر علیہ السلام نے

فرمایا کہ مسلمان کے لیے اچھا اور عمدہ گھر حمام ہے جب وہاں جائے تو خدا سے بھلائی مانگے اور دوزخ کی آگ سے پناہ طلب کرے۔ حمام میں داخل ہوتے وقت یوں کہے۔

اللھم انی اسئلکَ الجنة واعوذبک من النار. قال علیه السلام انما حرنار جھنم علی امتی مثل حر الحمام قال الحسن لا یصلح دخول الحمام الا بازارین ازار علی المین وازار علی العین۔ خداوندا میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور دوزخ کی آگ سے پناہ چاہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کو دوزخ کی آگ ایسی معلوم ہوگی جیسی حمام کی حرارت۔ حسن بصری کا قول ہے کہ حمام میں دو تہ بندوں کے ساتھ جانا مناسب ہے۔ ایک تو کمر میں ہو ایک سر پر۔ نیز حمام میں پختہ اینٹ سے پاؤں نہ ملے کیونکہ اس سے کوڑھ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ استعمال الاجر یورث البرص۔ محققوں کے نزدیک طہارت اعضاء کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے جوارح اور ہاتھ پاؤں کا ناشائستہ اور برے اخلاق سے پاک کرے اور طہارت عمل کا یہ مطلب ہے کہ جو کام کرے خلوص قلب کے ساتھ کرے نمود وریا کا ذرا دخل نہ ہو۔ جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ الحجامة علی الریق فیھا شفاء و برکة ویزید فی العقل وفی الحفظ فمن احتجم فیوم الخمیس والاحد و کذالک یوم الاثنین والثلثاء فانه الیوم الذی کشف اللہ عن ایوب البلاء واصابه یوم الاربعاء اولیلته الاربعاء ولا یبدوا باحد من الجزام والبرص الا فی یوم الاربعاء ولیلة الاربعاء کذالک. یعنی نہار منہ پچھنے لگانے میں شفاء وبرکت ہے ایسا کرنے سے عقل بڑھتی ہے۔ حافظہ قوی ہوتا ہے۔ پچھنے لگانے والوں کو چاہیے کہ جمعرات یا ہفتہ یا پیر یا منگل کو پچھنے لگائے کیونکہ منگل کا دن ایک ایسا دن ہے جس میں خدا تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی وہ بلا و مصیبت دور کردی تھی۔ جو انہیں بدھ کے روز یا بدھ کی رات کو پہنچی تھی۔ جزام اور کوڑھ کا مرض جس شخص پر ظاہر ہوا بدھ کے روز یا بدھ کی رات کو ظاہر ہوا۔ تو ہر آدمی کو اس رات دن سے پرہیز کرنا اور حذر لازم ہے۔

سلطان المشائخ قدس سرہ کے اوراد

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ صبح کے وقت ذیل کی تین آیتیں تین بار پڑھے خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض و عشیا وحین تظھرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا و کذلک تخرجون۔ان تین آیتوں کے پڑھنے کے بعد دو رکعت سنت بہ نیت صبح ادا کرے۔مگر پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے۔سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس پر مواظبت کرنے سے بواسیر بھی دفع ہو جاتی ہے۔یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ نماز فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کہنے سے ہر مشکل آسان ہوتی ہے۔آدمی جس مہم اور مطلوب کے لیے پڑھے گا فضل خدا سے مقصود حاصل ہوگا الغرض جب فجر کی سنتیں اس طرح ادا کر چکے تو اب فرض نماز جماعت سے ادا کرے جماعت سے فارغ ہونے کے بعد ننانوے اسماء حسنیٰ حضور دل سے پڑھے اور جو دعائیں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول ہیں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے۔ارشاد ہے کہ جو فجر کی نماز کے بعد ستر دفعہ یا وہاب کہے گا اس کے تمام دینی کام بن جائیں گے۔حضور یہ بھی فرماتے تھے کہ ذیل کی دعا نماز فجر کے بعد پڑھنا ہمارے خواجگان کا معمول ہے۔اللھم زد نورنا وزد سرورنا وزد معرفتنا وزد طاعتنا وزد نعمتنا وزد محبتنا وزد عشقنا وزد شوقنا وزد ذوقنا وزد حولنا وزد قوتنا وزد قبولنا وزد اُنسنا وزد علمنا وزد حلمنا برحمتک یا ارحم الراحمین۔نماز فجر سے طلوع آفتاب تک کا وقت نہایت ہی مبارک وقت ہے اسی طرح نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت آدمی کو چاہیے کہ انہیں بہت ہی غنیمت جانے اور جس قدر بن پڑے ورد و وظائف سے ان اوقات کو معمور رکھنے میں کوشش کرے۔جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جو شخص ان دونوں وقتوں کو غنیمت جان کر کوئی ورد یا وظیفہ پڑھے گا اس کے وہ تمام گناہ جو ان دونوں وقتوں کے مابین سرزد ہوئے ہوں گے معاف

بڑھ جائیں گے اوران اوقات کا حکم کا لطھر المتخلل بین الدمین کا حکم ہوگا۔ یہ کیفیت تو عوام کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ خواص کو چاہیے کہ شب و روز کی ہر ہر ساعت کو غنیمت جانیں اور وقت کو معمور رکھنے کی عادت ڈالیں کیوں کہ فقر کا خاصہ یہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ الفقیر ابن الوقت ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے

بردست فقیر نیست نقدے جز وقت — آن نیز کہ از دست رود وائے بُرد

یعنی فقیر کے پاس وقت کے سوا کوئی نقدی نہیں ہے پھر اگر یہ بھی فوت ہو جائے تو اس پر افسوس ہے۔ غرضیکہ دعائے مذکور پڑھنے کے بعد مسبعات عشر پڑھے اوراس کے بعد چھ بار کہے توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ۔ فرماتے تھے کہ جناب شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ مسبعات عشر کے بعد چھ مرتبہ آیہ توفنی الخ پڑھا کرو۔ حضرت سیدالسادات سید حسین رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ سے سنا ہے کہ مسبعات عشر کے بعد چھ دفعہ یوں کہنا چاہیے۔ اللھم اھدنی برفعتک ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یاران اعلیٰ میں سے ایک شخص نے جناب سلطان المشائخ سے پوچھا کہ سید حسین یوں روایت کرتے ہیں اوراس روایت کو حضور کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ سلطان المشائخ نے فرمایا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ ہاں میں نے یہ کہا ہے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے فرمایا ہے کہ مسبعات عشر کے بعد چھ دفعہ اللھم اھدنی برفعتک کہا کرو۔ حضور یہ بھی فرماتے تھے کہ ابراہیم تیمی جو ایک نہایت بزرگ واصلان خدا میں سے تھے کعبہ کے صحن میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملے اوران سے کسی بخشش کے طالب ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے مسبعات عشر کی تعلیم دی اور فرمایا کہ میں اسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں۔ فرماتے تھے کہ ایک شخص ہمیشہ مسبعات عشر پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ اسے سفر کا اتفاق پڑا صحرا میں چلا جاتا تھا کہ رہزنوں کا ایک گروہ اس کے ہلاک کرنے کو اٹھا اسی اثناء میں دس مسلح سوار ظاہر ہوئے جن کے سر ننگے تھے اس شخص نے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو۔ کہا مسبعات عشر یعنی وہ دس دعائیں ہیں جنہیں تو روز مرہ سات دفعہ پڑھا کرتا تھا اس نے پوچھا کہ سر برہنہ کیوں ہو جواب دیا کہ چونکہ تو دعا کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھا کرتا تھا اس لیے ہم سر برہنہ ہیں اس موقع پر لوگوں نے جناب

سلطان المشائخ سے پوچھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کون سے مقام پر کہنی چاہیئے فرمایا سورۃ کی ابتدا میں۔ پھر جب اشراق کا وقت ہو یعنی آفتاب ایک یا دو نیزے بلند ہو جائے تو نماز اشراق ادا کرے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ نماز اشراق کی کیفیت یہ ہے کہ اول دو رکعت شکر اللہ اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی یعنی اللہ لا الہ سے خالدون تک۔ اور اس دوسری رکعت میں امن الرسول سے آخر سورہ تک۔ اور آیۃ اللہ نور السموت والارض سے واللہ بکل شیء علیم تک پڑھے۔ پھر دو رکعت نماز استعاذہ باین طریق پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھے۔ ازاں بعد دو رکعت نماز استخارہ اس طور ادا کرے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔ جو جو دعائیں ان دوگانوں کے پیچھے پڑھنی آئی ہیں برابر پڑھتا جائے۔ اس نماز کے راوی کا بیان ہے کہ یہاں تک پہنچ کر حضور نے فرمایا کہ دو رکعتیں اور ہیں جن کی کیفیت میں آگے بیان کروں گا جوں ہی یہ کلمات آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے پرنم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں آپ رو رو کر فرماتے تھے کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اشراق کی تعلیم فرمائی ہے تو یہی چھ رکعتیں تھیں لیکن میں دیگر دو رکعتوں کی بھی تفصیل بیان کروں گا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے اوراد میں تحریر کرتے ہیں کہ ان دو رکعتوں کو استحباب کہتے ہیں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ واقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھے بعدہ نماز تسبیح میں مشغول ہو۔ صلاۃ تسبیح کی ہر رکعت میں ایک بار یہ دعا بھی پڑھے۔ سبحان اللہ ملاء المیزان ومنتھی العلم ومبلغ الرضا وزینۃ العرش۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ نماز تسبیح اور صلاۃ الصلات ایک ہی چیز ہے۔ کیونکہ تسبیح کی جگہ صلاۃ کا استعمال ہوا کرتا ہے۔ صلوٰۃ تسبیح دو رکعتیں ہیں خواہ دن کو پڑھے یا رات کو لیکن اشراق کے بعد اس نماز میں ایک خاص اثر اور عظیم الشان فائدہ ہے جس مہم کے لیے پڑھی جائے بر آئے جس مقصد کے لیے ادا کی جائے فوراً حاصل ہو حضور فرماتے تھے کہ دو رکعت شکر دن میں ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھے ازاں بعد ارشاد کیا کہ ہر دن طلوع آفتاب کے وقت ایک فرشتہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر باآواز بلند منادی کرتا ہے کہ اے مسلمانو اے محمد صلعم کی امتیو آج خدا تعالیٰ نے

تمہیں ایک نیا دن عنایت کیا ہے اور تمہارے لیے ایک روز شر پیش ہے یعنی قیامت کا روز تم آج اس دن میں اس روز کے لیے عمل کرو۔ دو رکعت نماز اس طرح ادا کرو کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھو۔ پھر جب رات ہوتی ہے تو وہی فرشتہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر چاروں طرف منادی کرتا ہے کہ اے مسلمانو۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک نئی رات مرحمت کی ہے اور عنقریب ایک ایسی رات درپیش ہے جس کی تاریکی میں تم بہت مدت تک رہو گے اور وہ قبر کی رات ہے تمہیں چاہیے کہ اس رات میں اس تاریک شب کے لیے عمل کرو اور دو رکعت نماز اس طرح ادا کرو کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پانچ دفعہ قل یا ایھا الکفرون پڑھو بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ جمال الدین ایک نہایت نتیجہ خیز اور پر معنی حدیث روایت کرتے تھے اگرچہ اس کے لفظ مجھے یاد نہیں لیکن مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اشراق کے بعد سو رکعت ادا کرنے کا ثواب حاصل کرنا چاہے تو سورہ فاتحہ کے بعد ایک دفعہ سورہ اخلاص پڑھے یا ورد میں مشغول ہو یا ذکر و عبادت میں مصروف ہو تاکہ متصل اور متواتر عبادت واقع ہو۔ الغرض اشراق سے فارغ ہونے کے بعد جب چاشت کا وقت آئے تو بارہ رکعت نماز ادا کرے اگر اس قدر نہ ہو سکے تو چار رکعت نماز پڑھے کیونکہ نماز چاشت کا اقل مرتبہ چار رکعتیں ہیں حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ نماز چاشت کی ان چار رکعتوں میں چار انا۔ یعنی انا فتحنا، انا ارسلنا، انا انزلنا، انا اعطینا، پڑھنا چاہیے اور ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھنے سے بہت فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سورہ والشمس واللیل والضحی الم نشرح یہ چاروں سورتیں بیچ کے چہارگانہ میں پڑھے یعنی ہر رکعت میں ایک سورت پڑھے۔ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ چاروں قل نماز چاشت کی آخری چہارگانہ میں پڑھے یعنی ہر ہر رکعت میں ایک ایک سورت جب نماز چاشت سے فارغ ہو تو دو رکعت صحت نفس کے لیے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور سورہ والشمس ایک مرتبہ اور سورت اخلاص پانچ دفعہ پڑھے دوسری رکعت میں امن الرسول اور والضحی ایک دفعہ سورہ اخلاص پانچ دفعہ پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد یوں کہے اللھم انی اسالک العفو والعافیۃ والمعافات فی الدنیا والاخرہ۔ یعنی خداوندا میں تجھ سے بخشش اور رنج و بلا سے سلامتی اور دنیا و آخرت میں عذاب سے امن مانگتا ہوں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس نے نماز چاشت ادا کی اس سے

چاشت کا غم اٹھالیا گیا۔ یعنی جو شخص چاشت کی نماز پڑھتا ہے خدا تعالیٰ اس کی معاش کا سامان خود تیار کر دیتا ہے۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ صلی الضحی اذا بزغت الشمس قال لا حتی یهز لسواء الارض اسمه الشمس فی اول النهار قبل ان تغلب ضوءُ ها مصفرة النیر لتقاصر شعاعها یعنی کیا میں چاشت کی نماز اس وقت پڑھوں جب کہ سورج طلوع ہوتا ہے جواب دیا کہ نہیں یہاں تک کہ اس کی روشنی تمام سطح زمین پر خوب پھیل جائے۔ اب جب فئی الزوال کا وقت آئے یعنی سایہ ڈھل جائے تو چار رکعت فئی الزوال پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار یا دس بار یا تین بار پڑھے اور اس وقت کو نہایت غنیمت شمار کر کے نصف شب جانے اور درود و تلاوت میں بدل مشغول ہو۔ فرماتے تھے کہ نماز ظہر کے پہلے چار سنتوں میں چاروں قل پڑھے اور فرض کے بعد کی دو سنتوں میں سے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری میں امن الرسول پڑھے۔ سلطان المشائخ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دس رکعتیں صلوٰہ الخضر پڑھے اور دسوں رکعتوں میں قرآن مجید کی اخیر کی دس سورتیں پڑھے۔ جو شخص یہ نماز پڑھے گا اسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنی نصیب ہوگی۔ جب عصر کی نماز کا وقت آئے تو چار سنتیں اس طرح ادا کرے کہ اول رکعت میں سورہ والعصر دس دفعہ دوسری میں تین دفعہ تیسری میں دو مرتبہ چوتھی میں ایک دفعہ پڑھے۔ فرماتے تھے کہ نماز عصر کی سنتوں میں سورہ والسماء ذات البروج پڑھنا نارو کے دفعیہ میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جناب سلطان المشائخ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ نماز عصر کی سنتوں میں اذا زلزلت الارض دوسری تین سورتوں سے ملا کر پڑھنا دافع نارو ہے۔ امیر حسن شاعر نے عرض کیا کہ حضور بندہ دنبل اور نارو کے دفعہ کے لیے عصر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورہ بروج اور اس کے بعد اذا زلزلت الارض پڑھا کرتا ہے فرمایا بہت اچھا ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تم کتنی دفعہ سورہ نباء پڑھتے ہو میں نے کہا ایک دفعہ فرمایا پانچ دفعہ پڑھا کرو۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اس میں کوئی بشارت ضرور مخفی ہوگی۔ ازاں بعد میں نے ایک معتبر و متداول تفسیر میں لکھا دیکھا کہ جو شخص نماز عصر کے بعد پانچ بار سورہ نبا پڑھے خدا تعالیٰ کی محبت کا اسیر و شیدا ہوئے اور اس کا نام اسیر محبت حق رکھا جائے میں نے معلوم

کرلیا کہ شیخ کا مقصود یہی تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص نماز عصر کے بعد سورہ النازعات پڑھے گا خدا تعالیٰ اسے صرف ایک وقت کی نماز کی مقدار قبر میں رکھے گا اس کلمہ پر پہنچ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمانے لگے کہ جو شخص قبر میں نہ رہے گا اس کا مرتبہ کس حد تک پہنچ جائے گا یہ مرتبہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کی روح کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ پس جب روح میں کمال پیدا ہو جاتا ہے تو وہ قلب کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور جب قلب درجہ کمال پر پہنچتا ہے تو قالب کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کے بعد مسبعا تعشر اسی ترکیب کے ساتھ پڑھے جیسا کہ صبح کی نماز میں پڑھ چکا ہے۔ فرماتے تھے جو شخص نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ذیل کے تین اسموں میں مشغول رہے گا۔ جس مہم و مطلوب کے لیے پڑھے گا خدا تعالیٰ اس مہم کو بہت جلد فتح کرا دے گا اور وہ تین اسم یہ ہیں۔ یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم انکا نام ایلیا ہے۔

فرماتے تھے جب نماز مغرب کا وقت آئے تو دو رکعت سنت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکفرون دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا مغرب کے فرضوں سے پیشتر دو سنتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں آیہ فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون آخر تک پڑھے اور دوسری میں سبحان ربک رب العزت سے آخر سورت تک پڑھے۔ فرضوں اور بعد کی سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد بیس رکعتیں ادا کرے اس تفصیل کے ساتھ ادا کرے جو کتب مشائخ میں وارد ہوئی ہے۔ جب سجدہ میں جائے تین دفعہ کہے۔ اللھم ارزقنی توبۃ یوجب محبتک فی قلبی یا محب التوابین ۔یعنی خداوندا مجھے توبہ نصیب کر جو تیری محبت میرے دل میں لازم کر دے اے توبہ کرنے والوں کو دوست رکھنے والے۔ فرماتے تھے کہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان اور چھ رکعتیں پڑھے بعض اہل ارادت نے ان ہی چھ رکعتوں کو صلاۃ الاوابین کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ چھ رکعتیں صلاۃ الاوامین کے علاوہ ہیں۔ ان میں سے دو رکعتیں تو ایمان کی حفاظت و نگاہداشت کے لیے پڑھے۔ جن کی کیفیت یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات دفعہ، قل اعوذ برب الناس ایک دفعہ پڑھے اور سجدہ میں جائے تو تین بار کہے یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ اس موقع پر آپ نے اس نماز کی برکت کے متعلق ایک حکایت بایں مضمون بیان فرمائی کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتے خواجہ احمد

سے سنا ہے جو نہایت ہی صالح و نیک بخت آدمی تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک لشکری میرا رفیق تھا۔ جو ہمیشہ یہ دو رکعتیں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم حدود اجمیرؒ میں تھے مغرب کی نماز کا وقت آن پہنچا اور اس مقام میں چوروں اور رہزنوں کا خوف نمودار ہوا ہم نے نہایت عجلت کے ساتھ دو رکعت سنت ادا کیں اور شہر کی جانب متوجہ ہوئے لیکن لشکری رفیق جو اس سفر میں ہمارے ساتھ تھا باوجود اس سخت تشویش اور خوف و خطر کے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دو رکعت نماز نگاہداشت ایمان کے لیے بے خوف و ہراس ادا کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد جب اس جوان کے انتقال کا وقت آیا تو مجھے خبر ہوئی اور اس کے احوال کی جستجو کے لیے گیا تلاش و دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے ایسا گیا جیسا جانا چاہیے تھا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ خواجہ احمد اس لشکری جوان کے انتقال کی حکایت یوں بیان کرتے تھے کہ اگر مجھے قضا و حکومت کی کرسی کے آگے لے جائیں تو میں صاف طور پر گواہی دوں کہ وہ جوان دنیا سے باایمان گیا۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں اور بھی ہیں جن کی نسبت آپ نے یہ حکایت نقل کی۔ ایک شخص مولانا تقی الدین نامی میرے ہم درس و یار تھے جو دانشمندی و نیک بختی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ ہمیشہ نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری میں والسماء والطارق جب ان کا انتقال ہو گیا میں نے انہیں خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ خدا نے کیسا برتاؤ کیا فرمایا جب میرا کام تمام ہوا اور روح قفس عنصری سے نکلی تو درگاہ خداوندی سے فرمان ہوا کہ ہم نے اسے ان دو رکعتوں کی برکت سے بخش دیا اس وقت حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور اسی کو صلاۃ النور کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں اسے صلاۃ البروج کہتے ہیں۔ جن دو رکعتوں میں سورہ انعام کی ابتدا کی چند آیتیں یعنی پہلی رکعت میں شروع سے یستھزؤن تک اور دوسری رکعت میں وہاں سے دوسری یستھزؤن تک پڑھی جائیں اسے صلوۃ النور کہتے ہیں۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ صلوۃ البروج اور صلوۃ النور کی چاروں رکعتیں بھی صلوۃ الاوابین کی بیس رکعتوں میں داخل ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ صلوۃ البروج کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ **اللھم انی استو دعک ایمانی و دینی فاحفظھما**۔ الغرض نماز مغرب و عشا کے درمیان چند رکعتیں سنتیں موکدہ ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے بہت سے مشائخ نے اس وقت کو غنیمت اور معمور

ہے اگر کسی کو مغرب و عشا کے مابین وقت کو معمور رکھنے اور روزہ کے درمیان جمع کرنا بن نہ آئے تو اس کے لیے اولی اور انسب یہ ہے کہ جب روزہ افطار کرے تو وقت افطار کو معمور رکھے اور اس میں مشغول بحق رہے۔ کیونکہ مشائخ کا قول ہے کہ صبح صادقان اور صبح عاشقان۔ صبح صادقان سے مراد صبح صادق ہے اور صبح عاشقان سے مراد نماز شام ہے۔ جب عشا کی نماز کا وقت آئے تو چار رکعت سنتیں ادا کرے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری میں آمن الرسول سے آخر تک تیسری میں آیہ شھد اللہ چوتھی میں آیہ قل اللھم مالک الملک پڑھے اور نماز عشا کے فرضوں کی چار سنتیں افضل ہیں ان چار رکعتوں میں بھی وہی قرأت پڑھے جو پہلی چار سنتوں میں پڑھی تھی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ چار رکعتیں صلوٰۃ السعادت ادا کرے ان کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس دفعہ اور دوسری میں بیس دفعہ اور تیسری میں تیس دفعہ اور چوتھی میں چالیس دفعہ پڑھے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ نماز عشا کے بعد دو رکعت نماز روشنائی چشم کے لیے ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ دفعہ انا اعطینا پڑھے اور جب یہ دو رکعتیں پڑھ چکے تو تین باریوں کہے **اللھم متعنی بسمعی و بصری و اجعلھما الوارث منی**۔ فرماتے تھے کہ اگر یہ نماز مغرب کے بعد ادا کرے اور دعا مذکور پڑھ پڑھ کر انگوٹھے پر پھونکے اور دونوں آنکھوں پر پھیرے۔ حضور نے فرمایا کہ اس نماز و دعا کی برکت سے نہایت باریک و منحنی خط کی کتاب میں عشا کے وقت اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ آنکھوں کی روشنی کے لیے دو مرتبہ لا الہ الا ھو الحی القیوم پڑھ کر دونوں انگوٹھوں پر پھونکے اور آنکھوں پر مل کر کہے۔ **الٓمّ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم** پھر انگوٹھوں پر دم کر کے آنکھوں پر ملے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ کھٰیٰعص حٰمٓعٓسٓق تین بار پڑھے۔ ان کے دس حرف ہیں۔ ہر حرف زبان سے نکالے اور ایک ایک انگلی بند کرتا جائے جب دسوں حرف کہہ کر دسوں انگلیاں بند کر چکے تو سب کو آنکھوں پر پھیرے انشاء اللہ صحت کلی پائے گا۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اس کے بعد چار رکعت صلاۃ العاشقین پڑھے اس سے تمام مہمات و مشکلات آسان ہوں گی اور دلی مقاصد و مطا... پر فتح پائے گا۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو دفعہ یا اللہ، دوسری میں سو

دفعہ یارحمٰن، تیسری میں سو دفعہ یارحیم، چوتھی میں سو دفعہ یاودود پڑھے۔ فرماتے تھے اس کے ساتھ ہی صلاۃ القربت بھی ادا کرنی چاہیے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ستر دفعہ سورہ اخلاص پڑھے اور جب نماز پڑھ چکے تو ستر بار استغفر اللہ کہے ازاں بعد یہ دعا پڑھے۔ اللھم ارزقنی عمل الذی یقربنی الیک۔ فرماتے تھے کہ شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ ہر رات ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کونسا درود ہے فرمایا آپ یوں پڑھا کرتے تھے۔ اللھم صل علی محمد عبدک و نبیک و حبیبک و رسولک النبی الامی وعلی آلہ۔ بعدہ فرمایا کہ میں نے بھی اسی درود کا اختیار کیا ہے۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ درود لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اللھم صلی علی محمد عدد البریٰ والثریٰ والوریٰ (البری التراب علی وجہ الارض والثری تحت البری) یعنی خداوندا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی اور خاک نمناک اور مخلوق کی تعداد کے مقدار درود بھیج۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ ہر روز ہزار بار درود اور ہزار بار سورہ اخلاص اور امام غزالی کی جوہر القرآن بقدر ڈھائی سیپارہ حزر یمانی اور حرز کافی پڑھا کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین اور ظہر کی نماز کے بعد انا ارسلنا یعنی سورہ نوح۔ عصر کی نماز کے پیچھے انا فتحنا۔ نماز مغرب کے بعد سورہ واقعہ۔ عشا کے بعد سورہ ملک پڑھنی چاہیے۔ اور ہر فرض کے بعد یہ دعا اللھم لک الحمد لا الہ الا انت رب خلقتنی ولم اک شیئا ورزقنی ولم املک شیئا وعلمتنی ولم اعلم شیئا رب انی ظلمت نفسی وارتکبت المعاصی وانا مقربذنوبی فان غفرتنی فلاینقص من الملک شیٔ وان عذبتنی لا یزید فی سلطانک شیٔ تجدمن تعذب غیری ولا اجد من یرحمنی غیرک فبعزتک وجلالک ان تغفرلی و تتوب علی انک انت التواب الرحیم وصل علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اس دعا پر مداومت کرے گا اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور آخر کار سعادت و کامیابی حاصل ہوگی۔ فرماتے تھے کہ ہر فرض نماز کے بعد متصل آیۃ الکرسی پڑھے اگر ہمیشہ ایسا کرتا رہے گا خدا تعالیٰ اس کی روح بیواسطہ ملک الموت قبض کرے گا۔ فرماتے تھے کہ اگر ہر فرض نماز کے بعد پانچ دفعہ قل اللھم مالک الملک بغیر حساب تک پڑھے گا خدا تعالیٰ قرض سے رہائی دے گا۔ پھر جب تہجد کا وقت آئے تو نماز

تہجد ادا کرے۔ احیاء میں لکھا ہے کہ نماز تہجد سنت موکدہ ہے اور وہ تین سلاموں کے ساتھ بارہ رکعتیں ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ تہجد۔ ہجود سے مشتق ہے اور ہجود تھوڑی دیر سونے کو کہتے ہیں۔ اہل لغت بولتے ہیں التہجد رفع الہجود۔ یعنی جب نیند آنے لگے تو بتکلف نماز ادا کرنے کے لیے اپنے تئیں بیدار رکھے۔ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ نے تہجد کی بارہ رکعتوں کی قرأت کی بابت یوں ارشاد فرمایا۔ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور سورہ اخلاص تین بار۔ دوسری میں امن الرسول اور اخلاص تین بار پڑھے۔ بارہ رکعتوں کو اسی طرح ادا کرے۔ اگرچہ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں دونوں رکعتوں میں آیۃ الکرسی پڑھنی آئی ہے۔ لیکن سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مجھے شیخ شیوخ العالم فرید الحق نے یوں ہی ارشاد کیا ہے کہ دوسری رکعت میں امن الرسول پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ باین الفاظ ارشاد فرمایا کہ مولانا نظام الدین نماز تہجد کی دوسری رکعت میں امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھا کرو۔ کیونکہ میں بھی یوں ہی پڑھتا ہوں۔ شب بیداری میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض مشائخ تو اول شب بیدار رہے ہیں اور پچھلی شب سوئے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آخر شب میں سونے سے تکان و ماندگی دفع ہو جائے گی اور اوقات ورد میں نیند مزاحمت نہ کرے گی اور بعض مشائخ اول نصف شب سو گئے ہیں۔ فرماتے تھے کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جب یک ثلث رات گذر لیتی تو خواب راحت سے بیدار ہوتے اسی وقت امام و موذن حاضر ہوتے اور آپ نماز عشا پڑھ کر صبح تک ورد و نماز میں مشغول رہتے۔ شیخ قطب الدین منور خلیفہ سلطان المشائخ کا بھی شب بیداری میں یہی طریقہ تھا اور بعض سلف ساری رات جاگتے رہے ہیں یہاں تک کہ چالیس تابعیون نے ایک وضو سے نماز عشا اور نماز فجر ادا کی ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور سعید بن میتب اور فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہم کی نسبت مشہور ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس مسجد میں یہ بزرگان دین مشغول بحق ہوتے تھے تمام رات جاگنے میں کاٹتے تھے لیکن جب موذن کے آنے کا وقت ہوتا تھا تو اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتے تھے کہ گویا سوتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے۔ قال لابی بکر متی توتر قال من اول اللیل وقال لعمر متی تواتر قال من آخر اللیل قال لابی بکر اخذت بالجزم وقال لعمر اخذت بالعزم الجزم لحذر

من الفوات والعزم عقد القلب۔ یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر تم کس وقت وتر پڑھتے ہو کہا اول شب فرمایا عمر تم کس وقت پڑھتے ہو جواب دیا آخر شب۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر تم نے جزم اور عمر تم نے عزم کا حصہ لیا دل پر بھروسہ ہونے کا نام عزم اور وقت کے فوت ہونے کا خوف کرنا جزم ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ بہت سے قائم اللیل مشکور اور بہت سے سونے والے مغفور رہتے ہیں یعنی جب تہجد گذار اپنے سوتے ہوئے بھائی کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے تو وہ مشکور ہوتا ہے یعنی اس کا شکر کیا جاتا ہے اور اس کی مغفرت ہوتی ہے۔

سلطان المشائخ نے امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یوں تحریر فرمایا کہ اعضاء و جوارح کی مخالفت کے بعد ان کاموں میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا چاہیے جو ناپسندیدہ شرع ہیں اور اوقات کی مراعات میں انتہا سے زیادہ کوشش کرنی مناسب ہے عمر عزیز کو غنیمت جانو جو تمام مرادوں اور کل مقصدوں کی تحصیل کا سبب ہے اور زمانہ کو بطالت میں مصروف نہ کرو۔

اوراد جو ہفتہ وار یا سالانہ پڑھے جاتے ہیں

سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ صبح سے پہلے دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سات بار سورہ فاتحہ اور اس کے بعد ایک بار قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سات دفعہ سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد ایک دفعہ سورہ اخلاص پڑھے۔ جب سلام پھیرے تو دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اشہد ان اللہ قد احاط بکل شی علما واحصی کل شی عددا۔ پڑھے پھر دس دفعہ درود دس دفعہ استغفار، دس دفعہ یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام۔ کہے بعد ازاں سر برہنہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہے۔ یا ارحم الراحمین۔ پھر سجدہ میں جا کر دس بار کہے۔ اغثنا یا غیاث المستغیثین۔ اس پر مداومت کرنے والا جس مطلب و مہم کے لیے پڑھے گا اس پر فتح پائے گا۔ بزرگان دین جمعہ کے دن میں نماز فجر کے بعد اوقات کو بہت ہی غنیمت شمار کرتے تھے۔ تمام دنیاوی مشغلوں سے دست برداری کرتے تھے۔ بعض سلف روز جمعہ اور شب جمعہ کو بالکل کھانا نہ کھاتے تھے۔ تاکہ ہمہ تن مشغول بحق رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جو پہلی بدعت لوگوں میں پھیلی وہ بے وقت جامع مسجد میں جانا تھا۔ جناب سلطان المشائخ شروع شروع میں جمعہ کے دن اشراق کے بعد کیلو کھڑی کی مسجد میں

تشریف لے جاتے تھے۔ جب نماز جمعہ کا وقت آتا تو غسل کر کے مسجد میں آتے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن ستر مرتبہ نماز جمعہ کے بعد یوں کہے۔ **اللھم اغننی بحلالک عن حرامک وبطاعتک عن معصیتک و بفضلک عمن سواک برحمتک یا ارحم الراحمین** ۔ جو شخص اس کو وِرد رکھے گا خدا تعالیٰ اسے کبھی مخلوق کا محتاج نہ کرے گا۔ ایک دفعہ امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہونے کی نسبت کوئی تاویل آئی ہے فرمایا کوئی تاویل نہیں آئی لیکن ہاں جو شخص غلام یا مسافر یا مریض ہو اگر وہ جمعہ میں نہ جا سکے تو جائز ہے۔ ان کے علاوہ جو شخص جانے کی طاقت رکھے اور نہ جائے تو وہ نہایت سخت دل ہے۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ نماز جمعہ ترک کرتا ہے اس کے دل پر ایک کالا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر دو دفعہ جمعہ میں شریک نہیں ہوتا دو کالے نقطے اس کے دل پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ اگر تین بار ترک ہو جاتے ہیں تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز ہر دن ایک دفعہ غسل کیا کرتے تھے۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہر فرض نماز کے وقت پانچ دفعہ غسل کیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کبیر فرید الحق والدین کو تین ایسی چیزیں میسر تھیں۔ جن پر میں عمل نہیں کر سکتا۔ اول یہ کہ آپ ہر روز غسل کیا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ آپ جوار خرید کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ سوم یہ کہ آپ صبح کے وقت کچھ نہ کھایا کرتے تھے اور میں کھایا کرتا ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ شب جمعہ سے روز جمعہ تک ہر ساعت میں سات لاکھ دوزخی بخشے جاتے ہیں اور جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو شخص اس میں جو کوئی چیز بھی خدا سے مانگے فوراً مراد پر کامیاب ہو گا۔ لیکن اس ساعت میں مشائخ وعلما کا اختلاف ہے بعضے فرماتے ہیں کہ وہ ساعت اقامت جمعہ کا وقت ہے بعضے فرماتے ہیں کہ عصر کے بعد سے غروب آفتاب کے وقت تک۔ حدیث میں آیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے روز ایک شخص کو صرف اس لیے معین فرماتیں کہ غروب آفتاب کے وقت سے آپ کو اطلاع کر دے۔ چنانچہ وہ شخص ایک بلند مقام پر کھڑا ہو جاتا اور جوں ہی غروب کا وقت ہوتا وہ آپ کو خبر کر دیتا۔ آپ فوراً دعا میں مشغول ہو جاتیں۔ سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا گیا ہے کہ جو شخص پیر کی شب کو دو رکعت صلاۃ السعادت ادا کرے گا ہر گز بد بخت نہ ہو گا۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار سورہ اخلاص تین بار پڑھے سلام کے بعد دس بار

درود دس بار استغفار پڑھے۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے خط مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ ہر مہینے کے پہلے روز یہ دعا پڑھے۔ اللھم لک الحمد علی الآئک و نعمائک مثل ماحمدت به نفسک و مثل ماحمدک به الحامدون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم والصابرون علی ما اصابهم والمقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناهم ینفقون واستغفرک مثل ما استغفرک المستغفرون الذین اذا فعلو ا فاحشة او ظلمو ا انفسهم ذکروا الله فاستغفرو الذنوبهم ومن یغفر الذنوب الا الله واتوب الیک مثل ماتاب جمیع التوابین والذین جعلت توبتهم مقبولة و علامة لنجاتهم واعذنی من کل سوء یا غیاث المستغیثین ومن کل مکروب یا من یجیب المضطرین اذا رجاک واکشف السوء وانت القادر علی کل شی ما انا فیه من الهموم والغموم انک انت الغفور الرحیم۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ آدمی کو اس دعا پر مواظبت کرنی چاہیے یعنی کم از کم روزمرہ ایک دفعہ پڑھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے کی غرہ کو ایک مرتبہ ضرور پڑھے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ نہایت قوی اور بابرکت دن ہے اس دن میں جس قدر ہو سکے کھانا پکائے اور محتاجوں کو تقسیم کرے۔ کچھ نقدی بھی اپنے مال سے جدا کر کے فقرا کو دے ڈالے اور ہر شخص سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے۔ فرماتے تھے کہ اس ضعیف کا تولد اسی روز ہوا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ رجب کے مہینے میں پچیس کو روزے رکھنے چاہئیں اگر ایسا کیا جائے گا تو روزہ دار کو اس نعمت سے حصہ ملے گا۔ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج عنایت ہوئی ہے۔ آپ اپنے یاروں کو رجب کے روزے رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد ہے کہ رجب میں ذیل کا استغفار ہزار مرتبہ پڑھے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسے شخص کو میں نہ بخشوں گا تو ''لست بربه'' گویا میں اس کا پروردگار نہیں ہوں تین دفعہ یہی کلمہ فرمایا ہے۔ استغفر الله ذا الجلال والاکرام من جمیع الذنوب والاثام۔ لیلۃ الرغائب کی نماز کی نسبت حضور فرمایا کرتے تھے کہ رغائب رغیب کی جمع ہے اور عطاء کثیر کو رغیب کہتے ہیں۔ آپ اس نماز کو جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اس نماز میں مصروف تھے جسم مبارک کو اس قدر گرمی پہنچی کہ حالت نماز ہی میں سارا پیراہن مبارک آپ کے عبیر آمیز پسینے سے بھیگ گیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ایک کونے میں تشریف لے گئے اور پیراہن مبارک اتار کر مولانا شہاب

الدین امام کو عنایت فرمایا یہ ابدی دولت اور ازلی سعادت اس رات کو مولانا شہاب الدین کو نصیب ہوئی۔ غرضیکہ آپ نے کچھ دم لے کر دوبارہ وضو کیا اور نماز عشا میں مصروف ہو گئے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ رجب کے مہینے میں خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی نماز ادا کرے اس نماز کے لیے کوئی شب مخصوص نہیں ہے خواہ تیسری چوتھی پانچویں شب کو پڑھے خواہ تیرھویں، چودھویں، پندرھویں رات کو۔ اس کے بعد حضور نے اس نماز کی بزرگی میں بہت کچھ مبالغہ کی اور بایں مضمون ایک حکایت بیان فرمائی کہ مدرسہ معزی میں ایک دانش مند عالم رہا کرتا تھا اس کے علم و فضل اور جودت ذہن کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ جس مسئلہ کی بابت اس سے دریافت کرتے فی البدیہہ جواب دیتا اور جواب شافی دیتا۔ مباحثہ کے وقت دانشمندانہ عبارت اور فاضلانہ الفاظ زبان سے نکلتے اور یہ معلوم ہوتا کہ نہایت تبحر کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہے۔ جب لوگوں نے اس کی تعلیم کا حال دریافت کیا تو جواب دیا میں نے نہ تو کچھ پڑھا ہے نہ کسی کی شاگردی کی ہے میرا ابتدائی زمانہ بالکل لہو ولعب اور جہالت میں گزرا لیکن جب میں بڑا ہوا تو ایک روز خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ خداوندا میں بوڑھا ہو گیا اور اب تک کچھ پڑھا پڑھایا ہے نہیں تو اپنے فضل و کرم سے مجھے علم عطا فرما خدا تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے میرے لیے علم کا دروازہ کشادہ کر دیا اور ہر قسم کے علوم و فنون فوج درفوج میرے دل میں القا کر دیے گئے۔ اب میرا یہ حال ہے کہ جس علم میں مباحثہ ہوتا ہے۔ میں اس میں اچھی طرح گفتگو کر سکتا ہوں اور نہایت خوبی وعمدگی کے ساتھ اسے انجام پہنچاتا ہوں۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ رجب کے مہینے میں ایک اور نماز آئی ہے جو درازی عمر کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ اس موقع پر آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ میں نے شیخ ضیاء الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید مولانا نظام الدین سے سنا ہے کہ شیخ بدرالدین غزنوی ہر سال یہ نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب ان کی زندگی کا آخری سال آیا تو اس سال کے ماہ رجب میں یہ نماز نہیں پڑھی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے امسال وہ نماز کیوں نہیں ادا کی فرمایا۔ اب میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے اور کوئی دم میں چھلکا ہی چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ اسی سال میں انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درازی عمر کے لیے آخر رجب میں یہ نماز پڑھے اپنی مراد پر کامیاب ہو۔ نماز یہ ہے۔ بارہ رکعتیں تین سلاموں کے ساتھ اس طرح ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔ جب سلام

پھیرے تو یہ دعا پڑھے۔

"یا اجل من کل جلیل ویا اعز من کل عزیز یا احد خیر من کل احد انت ربی لا رب لی سواک یا غیاث المستغیثین ورجاھم اغننی بفضلک و مد فی عمری مدا طویلا واعطنی من لدنک عمرا فی رضاک برحمتک یا کریم یا وھاب." سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مشائخ رحمہم اللہ نماز تراویح یعنی رمضان کی نماز میں ذیل کی تسبیحات کہا کرتے تھے۔ پہلی تراویح میں کلمۂ شہادت تین بار، دوسری میں درود تین بار، تیسری میں سبحان اللہ والحمد للہ آخر تک تین بار، چوتھی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ تین بار، پانچویں تراویح میں استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم، یا غفار الذنوب آخر تک تین بار۔ مولانا حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے ممتاز و معزز خلیفہ تھے ماہ رمضان کی راتوں میں یعنی تراویح کی نماز میں تین قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ ایک عزیز نے صرف ایک ختم میں ان کے ساتھ موافقت کی یعنی صرف ایک قرآن سنا بعدہ قاضی محی الدین کاشانی کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا حصول سعادت قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ حضور! نماز تراویح میں ایک ختم مولانا حسام الدین کی موافقت میں میں نے سنا ہے فرمایا تراویح میں ایک ختم سنت ہے لیکن ہم صرف سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔ کیونکہ کل قیامت کے روز لوگ گروہ گروہ اور جماعت جماعت میدان محشر میں حاضر ہوں گے۔ جن لوگوں نے حج ادا کیا ہے ان کا ایک گروہ ہوگا۔ جنہوں نے جہاد کیا ہے ان کی ایک جماعت ہوگی۔ جنہوں نے تراویح میں ختم سنا ہوگا ان کا ایک علیحدہ غول ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ کل قیامت کے دن شیخ کبیر قدس سرہ کے گروہ میں میرا نام پکارا جائے۔ ہمارے شیخ قدس سرہ چونکہ تراویح میں صرف سورۂ اخلاص پڑھتے تھے اس لیے ہم بھی وہی پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص دہلی سے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حصول سعادت قدم بوسی کے بعد آپ کے جماعت خانہ میں باین نیت آیا کہ تراویح میں ختم قرآن کرے۔ جب سلطان المشائخ سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا تو جان۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ارشاد کیا کہ اگر میں یہ کہوں کہ تراویح میں ختم قرآن نہ کر تو تارک سنت کہلاؤں اس لیے بظاہر سکوت وخاموشی کرتا ہوں۔ وہ شخص یہ سن کر باہر نکل آیا لیکن جب عشاء کا وقت ہوا تو اس نے تراویح میں قرآن پڑھنا چاہا۔ سورہ فاتحہ کے بعد چاہتا تھا کہ قرآن شروع کرے۔ زبان بند ہوگئی ناچار اس نے نماز کی نیت توڑ دی۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ تراویح میں جماعت سنت ہے لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا صحابہ کی۔ فرمایا صحابہ کی۔ اگر چہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق تین تین اور دوسری کے مطابق صرف ایک رات نماز تراویح پڑھی ہے لیکن اس کی نسبت مزید تاکید یا مشروعیت کے الفاظ نہیں فرمائے البتہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اس سنت پر مداومت کی اور جماعت کے ساتھ پڑھنا شروع فرمایا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت صحابہ کی سنت کو ہی سنت کہتے ہیں۔ فرمایا ہاں ہمارے مذہب میں اسے بھی سنت کہتے ہیں۔ لیکن امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ صرف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کو سنت کہتے ہین۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ رمضان میں ساٹھ ختم کیا کرتے تھے تیس نماز تراویح میں اور تیس تیس دن میں ازاں بعد امام صاحب نے چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے برابر ادا کی ہے۔ اس کے متصل ہی ارشاد فرمایا کہ بہت سے علماء اور دانشمند ایسے گذرے ہیں۔ جنہیں کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کب گذرے تھے شہرت کی چمک صرف حسن معاملہ کی وجہ سے پڑتی ہے اور اسی کو حیات معنوی سمجھنا چاہیے جسے آسانی کے ساتھ پانا بہت مشکل ہے۔ شبلی اور جنید کی شہرت جو دوزدور پھیلی ہوئی ہے اور جس سے لوگوں کے کان آشنا ہیں اور ہر زمانہ میں لوگ ان کی تعظیم وتوقیر کرتے آئے ہیں۔ یہ سب حسن معاملہ کا کرشمہ ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خانقاہ میں ایک درویش آیا شاید غرہ ماہ رمضان کی شب تھی درویش نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ نماز تراویح کی امامت میں کروں گا شیخ نے اسے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی اس نے تیس راتوں میں تیس قرآن ختم کیے شیخ کے حکم سے لوگ اس کے حجرہ میں ایک روٹی اور پانی کا ایک آبخورہ رکھ دیا کرتے تھے۔ جب وہ رمضان کی تیسوں راتیں پوری کر چکا اور ختم قرآن سے فارغ ہوا تو عید کے روز شیخ نے اسے رخصت کر دیا اس کے چلے جانے کے بعد لوگوں نے حجرہ کی تلاشی لی تو تیسوں روٹیاں سلامت پائیں۔ معلوم ہوا کہ صرف پانی آبخورہ پیتا تھا اور افطار کے وقت اسی پر اکتفا کرتا تھا۔ اسی طرح جناب سلطان المشائخ کے یاران اعلیٰ میں ایک شخص تھا جو رمضان کے آخر عشرہ میں معتکف ہونا چاہتا تھا ایک دن قاضی محی الدین کاشانی کے ساتھ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سلسلے میں گزارش کی۔ فرمایا کہ رمضان کے آخر میں اعتکاف بیٹھنا سنت موکدہ ہے۔ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

رمضان کے آخر عشرہ میں معتکف ہوا کرتے تھے ایک سال آپ جہاد میں تشریف رکھتے تھے اور اس وجہ سے آپ کا اعتکاف فوت ہو گیا۔ جب دوسرا رمضان آیا تو آپ نے اس کی قضا کی اور کامل بیس روز تک اعتکاف میں بیٹھے۔ لیکن بعض مشائخ رحمہم اللہ مریدوں کو اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے۔ کیونکہ درویش معتکف ہونے سے آدمیوں میں مشہور ہو جاتا ہے اور شہرت ایک ایسی قوی آفت ہے جس سے اس کا جانبر ہونا نہایت دشوار ہے۔ اس لیے درویش کو چاہیے کہ اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر مشغول بحق ہو اور اس بات کا دل میں تصور کر لے کہ میں معتکف ہوں۔

نماز کا بیان

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز ادا کی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ دوسری وہ جو سبب سے علاقہ رکھتی ہے۔ تیسری وہ کہ جو نہ وقت سے تعلق رکھتی ہے نہ سبب سے جو نماز وقت سے تعلق رکھتی ہے اس کی نسبت امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہ احیاء میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جو نمازیں اوقات کی پابندی کے ساتھ رات دن میں پڑھی جاتی ہیں وہ آٹھ نمازیں ہیں ان کے علاوہ چار نمازیں اور ہیں جو ہر سال میں ادا کی جاتی ہیں۔ رات دن میں جو آٹھ نمازیں پڑھی جاتی ہیں ان میں سے پانچ تو فرض نمازیں ہیں اور چھٹی نماز چاشت۔ ساتویں نماز مغرب کے بعد بیس رکعتیں آٹھویں نماز تہجد۔ سال کی چار نمازوں میں عیدین کی دو نمازیں ہیں اور تیسری نماز تراویح، چوتھی نماز براۃ ہے۔ علاوہ بریں ہفتہ میں ہر دن کی ایک نماز آتی ہے۔ اسی طرح ہر مہینے میں بیس رکعت نماز وارد ہوئی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے غرہ کو ادا کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ یہ تمام نمازیں وقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ رہی وہ نماز جو نہ تو وقت ہی سے تعلق رکھتی ہے نہ سبب سے نماز تسبیح ہے۔ جو بلا قید وقت ہر وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ امیر حسن رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عید الاضحیٰ کے روز مینہ کی کثرت کی وجہ سے اکثر لوگ عید گاہ میں نہ پہنچ سکے۔ انہوں نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اگر عید کے روز کسی مانع اور عذر قوی کے سبب نماز عید میسر نہ ہو تو دوسرے روز ادا کرنا درست ہے فرمایا ہاں اگر عید کے دن نماز میسر نہ ہو تو دوسرے روز پڑھنا

درست ہے۔ بلکہ عیدالاضحیٰ کی تو تیسرے روز بھی جائز ہے۔ البتہ عیدالفطر کی نماز اگر پہلے دن میسر نہ ہو تو دوسرے روز پڑھنا درست ہے۔ تیسرے روز نہیں۔ اسی اثناء میں آپ کی زبان مبارک پا جاری ہوا کہ اس عید کے روز میرے دل میں خطرہ گذرا تھا کہ اگر بارش کی کثرت ہوئی اور یہاں تک مینہ برسا کہ نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو ہم دوسرے روز عیدگاہ میں جا کر نماز پڑھیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے اسی دن میسر کرا دی۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ نماز ہمیشہ جماعت سے پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے عہد میں مسجد کے علاوہ کہیں نماز درست نہ تھی۔ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں یہ آسانی ہوئی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں تمام روئے زمین مسجد کے حکم میں ہے۔ ازاں بعد آپ نے جماعت کے بارہ میں بہت ہی تاکید و مبالغہ کیا اور فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں وہ بھی جماعت کریں بغیر جماعت الگ الگ نہ پڑھیں۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی جبرئیل علیہ السلام بالصلوۃ فی الجماعۃ حتی خفت ان لا تقبل صلاۃ الا بجماعۃ قال الدارانی مرت علی ثلثون سنۃ لم احتلم فترکت الجماعۃ لیلۃ بمکۃ فاحتلمت تلک اللیلۃ۔ یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم کیا۔ یہاں تک کہ خوف ہوا کہ بغیر جماعت نماز قبول نہیں ہوتی۔ دارانی کا قول ہے کہ مجھ پر تیس سال متواتر ایسے گذرے ہیں جن میں مجھے کبھی احتلام نہیں ہوا۔ ایک رات جو میں نے مکہ میں جماعت ترک کی تو اسی رات کو حاجت غسل ہو گئی۔ سلطان المشائخ سے لوگوں نے عرض کیا کہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد جو لوگ جگہ بدل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یعنی جہاں فرض پڑھ چکے ہیں۔ وہاں سنتیں و نوافل نہیں پڑھتے۔ بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا اگر امام تبدیل جگہ نہ کرے تو مکروہ ہے اور مقتدی اگر جگہ بدل کر نماز نہ پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ جگہ بدل لے۔ ازاں بعد فرمایا کہ جو شخص تبدیل جگہ کرنی چاہے اسے اپنے بائیں ہاتھ کی جانب جانا مناسب ہے تاکہ دائیں طرف قبلہ ہو۔ سلطان المشائخ سے سوال کیا گیا کہ نماز کی ہر رکعت کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا ہر سورت کے آغاز میں فرمایا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ صرف اول رکعت میں ایک دفعہ بسم اللہ کہنا کافی بتاتے ہیں لیکن اور آئمہ ہر رکعت کے شروع میں بسم

اللہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ بعدہٗ فرمایا کہ سفیان ثوری اور ایک اور بزرگ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ایک قسم کے دعویدار تھے اور ان سے بظاہر کچھ مخالفت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سفیان ثوری اور وہ بزرگ ایک مجلس میں جمع ہوئے اور امام اعظم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ سفیان ثوری اور اس بزرگ نے امام صاحب سے سوال کیا کہ نمازی بسم اللہ کب پڑھے۔ ہر رکعت کے ابتدا میں یا ہر سورۃ کے آغاز میں اور کئی دفعہ پڑھے۔ اس سوال سے ان کا مقصود یہ تھا کہ اگر آپ نفی کریں گے اور فرمائیں گے کہ نمازی کو بسم اللہ نہ کہنی چاہیے تو اس وقت آپ سے مواخذہ کیا جائے۔ الغرض جب ان لوگوں نے سوال کیا تو امام اعظم نے کمال تبحر اور نگاہداشت ادب کے ساتھ جواب دیا کہ ساری نماز میں ایک دفعہ بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم کا مقصود یہ تھا کہ صرف ایک دفعہ بسم اللہ کہنی مناسب ہے۔ جس موقع پر چاہیں تصور کریں خواہ سورۃ کی آغاز میں خواہ ہر رکعت کے شروع میں۔ ازاں بعد فرمایا کہ مقتدی کو چاہیے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے اور بسم اللہ کہے میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور نماز میں سورہ فاتحہ اور بسم اللہ پڑھتا ہوں جب آپ بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچے تو حاضرین نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ انگاروں سے بھر دیا جائے گا۔ فرمایا اگر میں اس حدیث پر نظر ڈالتا ہوں تو وعید لاحق ہوتی ہے اور اگر اس پر نظر کرتا ہوں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلٰوۃ لمن لم یقرا الفاتحۃ تو معلوم ہوتا ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس صورت میں مجھے وعید کا تحمل کرنا اور سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنی چاہیے تا کہ باجماع نماز جائز و درست ہو۔ اصول کا قاعدہ ہے کہ الاخذ بالاحوط والخروج من الخلاف اولی یعنی احتیاط پر عمل کرنا اور خلاف سے نکلنا اولیٰ ہے۔ فرماتے تھے کہ پہلا کمال نماز میں حضور دل ہے۔ یعنی جو کچھ نمازی پڑھے اس کے معانی دل میں اپنا نقش کریں ازاں بعد فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ کے مریدوں میں ایک باکمال مرید تھا جسے حسن افغان کہتے تھے یہ شخص صاحب ولایت اور نہایت بزرگ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حسن افغان ایک کوچہ میں گذر رہے تھے چلتے چلتے ایک مسجد کے دروازہ پر پہنچے نماز کا وقت تھا۔ آپ اندر گئے۔ موذن نے تکبیر پڑھی امام آگے بڑھا اور لوگ جماعت میں مل کر کھڑے ہوئے خواجہ حسن بھی وضو سے فارغ ہو کر آئے اور جماعت میں شریک

ہو گئے جب نماز تمام ہوئی اور سب لوگ چلے گئے تو خواجہ امام کے پاس آہستہ آہستہ چل کر آئے اور فرمایا اے خواجہ تو نے جب نماز شروع کی تو میں نے جماعت میں شریک ہو کر تیری اقتدا کی مگر افسوس تو نماز کو چھوڑ کر یہاں سے دہلی گیا اور چند غلام ولونڈیاں خرید کر واپس آیا پھر ان لونڈی غلاموں کو خراسان میں لے گیا اور وہاں سے ملتان آیا میں بھی تیرے پیچھے پیچھے نہایت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں پھرتا رہا آخر بتا تو یہ کس قسم کی نماز ہے۔ کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ المصلی ببدنه دون قلبه فهو داخل تحت قوله فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون. والمصلی ببدنه قلبه فهو داخل تحت قوله قد افلح المومنون الذين هم فی صلاتهم خاشعون وان السلف يجربون الرجل فی صلاته فان اتمها امنه الوعظ قال ابو القاسم من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنن و من تهاون بالسنن عوقب بحرمان الفرائض و من تهادون بالفرائض عوقب بحرمان التوحيد قال ابن المبارک الآداب من ثلثی العلم لان بالعلم يوقر و بالآداب يقرب و مامعنی ان الرکوع واحد و السجود سجدتان فان الرکوع ادعاء العبودية والسجدتان شاهداه وللمومنين فی السجود اشارة الی الحق والموت والبعث فی الاشارة بالسجدة الاولی الی الخلق منها خلقنکم والثانية الی الموت و فيها نعيدکم ورفع الراس الی البعث و منها نخرجکم تاره اخری وصف البراء السجود فبسط يديه ورفع عجزية و خوی وقال بکذا رايت رسول الله صلی الله عليه وسلم یعنی جو لوگ بدن سے نماز پڑھتے ہیں نہ دل سے وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ فویل للمصلین الخ اور جو بدن اور دل دونوں سے نماز پڑھتے ہیں وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہیں قد افلح المومنون۔ اور اگلے لوگ آدمی کا امتحان نماز سے کیا کرتے تھے۔ جو شخص نماز اچھی طرح پڑھتا تھا اور اس کے ارکان تمام وکمال ادا کرتا تھا اس میں وعظ ونصیحت کی قبول کرنے کی اہلیت دیکھتے تھے۔ ابو القاسم کا قول ہے کہ جو شخص ادب آداب کے بجالانے میں سستی کرتا ہے وہ سنن سے محروم رہنے کی وجہ سے سزا دیا جاتا ہے اور جو سنن کی بجا آوری میں سستی کرتا ہے وہ فرائض سے محروم رہنے کے سبب سے مبتلائے عذاب کیا جاتا ہے اور جو اس میں سستی کرتا ہے وہ توحید سے محروم رہنے کے باعث سزا دیا

جاتا ہے۔ ابن مبارک کا بیان ہے کہ ادب علم کے دو ثلث ہیں۔ کیونکہ علم کی بدولت انسان کی توقیر کی جاتی ہے اور ادب کی وجہ سے مرتبہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ نماز میں رکوع کے ایک اور سجدہ کے دو مشروع ہونے میں یہ حکمت ہے کہ رکوع بمنزلہ دعویٰ عبودیت اور دو سجدے اس کے دو شاہدوں کے قائم مقام ہیں۔ سجدے میں ابتداء آفرینش اور موت اور مرے پیچھے جی اٹھنے کی طرف اشارہ ہے۔ پہلا سجدہ تو ابتداء آفرینش کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ منہا خلقنٰکم اور دوسرا سجدہ موت کی طرف مشیر ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وفیہا نعیدکم۔ اور سجدہ سے سر اٹھانا میرے پیچھے جی اٹھنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری۔ حضرت براء نے سجدہ کی کیفیت ظاہر کرنے کے لیے سجدہ کیا اپنے دونوں پہلو پھیلا دیئے اور سرین کو زمین سے اونچا کرلیا اور دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے علیحدہ کرلیا اور کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ اذا اصلی الرجل قلیجوا الخ یعنی جب مرد نماز پڑھے تو اپنے دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھے یہاں تک کہ بیچ میں خاطر خواہ فرجہ واقع ہو لیکن عورت کو چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے رہے۔ حضرت ابوالدرداء نے ایک شخص کی پیشانی کو سجدہ کے اثر سے اونٹ کا گھٹنا جیسا دیکھ کر فرمایا کہ اگر اس شخص کی پیشانی میں یہ نشان نہ ہوتا تو بہت اچھا آدمی ہوتا اس نے عرض کیا کہ حضرت میں کیا کروں فرمایا جب تو سجدہ کرنے لگے تو پیشانی زمین پر ہلکے سے رکھ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا نے میری دو رکعتیں قبول کرلی ہیں تو میں نماز کا اس قدر کبھی اہتمام نہیں کرتا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اور اگر مجھے یہ معلوم کرا دیا جائے کہ میں متقی ہوں تو میں نے نجات حاصل کرلی کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثم ننجی الذین اتقوا۔ میں نے ایک دفعہ ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریوں کے ریوڑ کو چرا رہا تھا۔ جب وہ مصروف نماز ہوا تو ایک بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کرنے لگا۔ میں نے کہا بھیڑیئے نے کب سے بکریوں کے ساتھ صلح کرلی ہے جواب ملا کہ جب سے چرواہے نے اپنے پروردگار سے صلح کی۔ بھیڑیئے نے بکریوں سے صلح کی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کثرت سے نماز پڑھتا ہے تو اس کے تمام گناہ اس کی پیٹھ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ رکوع کرتا ہے تو بائیں مونڈھے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جب

سجدہ کرتا ہے تو سب زمین پر گر پڑتے ہیں۔ پھر خدا کو یہ شایان نہیں ہے کہ انہیں اس کی طرف لوٹا دے۔ حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے "قیل للخضری انت تقول الخ" یعنی خضری سے کہا گیا کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ بندہ سے شرعی تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں۔ کہا میں یہ نہیں کہتا بلکہ یوں کہتا ہوں کہ تکالیف کی کلفت ساقط ہو جاتی ہے اور کیونکر نہ کہوں حالانکہ مجھے رات دن اس بات کا تجربہ ہو رہا ہے کہ سالک کا مرتبہ اور قرب جوں جوں خدا کے نزدیک بڑھتا جاتا ہے اسے عبادت الٰہی کی طرف شوق و ذوق زیادہ ہوتا جاتا ہے اور یہی قبولیت کی علامت ہے۔ ہمارے شیخ ہر روز یہاں فرماتے ہیں کہ مجھے بہت دفعہ کہا گیا کہ نماز چھوڑ دے کیونکہ اب تو اس کا محتاج نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ترک نماز کی مجھے طاقت نہیں یہ تکلیف جو تو مجھے دیتا ہے میری طاقت سے باہر ہے۔ میں نے بعض جہال طریقہ کو دیکھا کہ بغیر اشارہ کے نماز ترک کر بیٹھے اور نافہموں کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے کہنے لگے کہ سالک کو ہمیشہ نماز میں غرق رہنا واجب ہے لیکن جب وہ اس حدیث سے درگذر کر کے معرفت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو عبادت کی تکلیف اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتا کہ نماز کے لیے قالب اور روح ہے یعنی جس طرح انسان کے لیے جسم اور روح ہوتی ہے اسی طرح نماز کے لیے بھی جسم و روح ہے اس کا قالب ارکان اور روح حضور ہے۔ پھر جس طرح انسان کی روح پر انسان کا اطلاق کرنا نادرست ہے۔ کیونکہ وہ کامل انسان نہیں ہے۔ بلکہ بعض انسان ہے۔ اور جب تک روح انسان کے بدن سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے انسان کہتے ہیں اسی طرح نماز کی روح کی کیفیت ہے کہ جب تک اس کا تعلق قالب کے ساتھ باقی رہتا ہے نماز کہلائی جاتی ہے۔ اور یہ تعلق انقطاع عمل تک باقی رہتا ہے یعنی جب تک آدمی کو موت نہیں آتی اس وقت تک عبادت الٰہی کے ساتھ مکلّف رہتا ہے۔ جیسا خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین"۔

ابوبکر وراق کا بیان ہے کہ میں بنی اسرائیل کے گھر میں تھا میرے دل میں خطرہ گذرا کہ علم شریعت علم حقیقت کے مخالف ہے۔ دفعتہً ایک شخص نے چیخ مار کر کہا اے ابوبکر جو حقیقت مخالف شریعت ہے وہ کفر ہے۔ اس کے بعد ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اگر کسی بات میں کوئی اشارہ یا کلام ہاتف یا ظہور خاطر صادر ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرتا وقتیکہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہو جائے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا۔ الغرض جب ابوبکر وراق کو

معلوم ہوا کہ یہ آواز خدا کی طرف سے ہے تو وہ عاجزی کرتے ہوئے خدا کے آگے گر پڑے اور اس ورطہ ہلاکت سے نجات پائی۔ ابو سلیمان کا قول ہے کہ جو خطرہ بھی میرے دل میں گذرا میں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا جب تک کہ دو گواہ۔ ایک کتاب اللہ میں سے دوسرا سنت رسول اللہ میں سے اس پر کھڑے نہ کر لیے۔ ایک عارف کامل کہا کرتا تھا خداوندا تو مجھے اپنی الوہیت کے ساتھ باقی نہ رکھ۔ بلکہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متابعت کے ساتھ باقی و دائم رکھ جب لوگوں نے اس سے اس کا مطلب پوچھا تو جواب دیا۔ پہلی صورت میں بندہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ عرش کے اوپر ہوگا یا ساتویں زمین کے نیچے اور یہ دونوں حالتیں اس کے لیے پر خوف اور خطرناک ہیں۔ محفوظ و مامون وہی شخص ہے۔ جسے توفیق نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی طرف کھینچ لیا۔ غرضیکہ بندہ تا دم مرگ تکلیف شرعیہ کے ساتھ مکلّف رہتا ہے اور دینی احکام کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جب کسی دوسرے نبی کی شریعت سے منسوخ نہیں ہو سکتی تو سالک کی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیونکر منسوخ ہو سکتی ہے۔ جو شخص گمان کرتا ہے کہ ریاضات و مجاہدات کا نتیجہ صرف دفع خطاب اور زوال عتاب ہے وہ پرلے درجہ کا جاہل و احمق ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے۔ "اعملوا ما شئتم" اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ جب طبیب بیمار کی صحت سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے تو اس کے ورثاء سے کہتا ہے کہ اسے جو چاہو دو یہی وجہ ہے کہ علماء سلف نے اس شخص کے بارے میں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوا اور جو بعد الحساب داخل ہوا اختلاف کیا ہے۔ ابن عطا نے دوسرے شخص کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے عتاب کی لذت چکھے ہوئے ہے یہاں تک اس عربی عبارت کا ترجمہ تھا جو خاص جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی ہے۔

نماز نفل کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ نفلی نماز جماعت سے پڑھنی بھی آئی ہے۔ بعض مشائخ اور اکثر گذشتہ بزرگوں نے نماز نفل جماعت سے ادا کی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شب برات تھی۔ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ نے مجھے ارشاد کیا کہ آج رات کو تم یہیں آ کر نماز پڑھنا چنانچہ میں رات کو حاضر ہوا۔ فرمایا تم ہی امامت کرو۔ حضور کے

ارشاد کی فوراً تعمیل کی گئی اور اس بات کی دلیل کہ نفلی نماز جماعت سے پڑھنی درست ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح حدیث ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا۔ اتفاق سے اس روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف رکھتے تھے۔ جب وہ ثلث رات گذر گئی تو حضور بیدار ہوئے اور بیٹھ کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ آیت پڑھی ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار آخر سورہ تک۔ ازاں بعد اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے میں نے بھی فوراً اٹھ کر وضو کیا اور آپ کی بائیں جانب آ کھڑا ہوا حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر سیدھی طرف کھڑا کر لیا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ پھر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے برابر کھڑا نہیں ہو سکا اور آپ کی نیت باندھ لینے کے بعد پیچھے آ کھڑا ہوا آپ نے سلام پھیر کر فرمایا تو پیچھے کیوں جا کھڑا ہوا۔ میں نے عرض کیا بھلا مجھ میں یہ طاقت ہے کہ رسول رب العالمین کے برابر کھڑا ہوں۔ یہ بات سن کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا حسن ادب خوش لگا اور ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی۔ اللھم فقہ فی الدین یعنی خداوندا اسے دین میں دانشمندی اور سمجھ عنایت کر۔ سلطان المشائخ سے لوگوں نے پوچھا کہ ایک شخص نماز نفل پڑھ رہا ہے۔ اور اس اثناء میں کوئی بزرگ وہاں پہنچے نمازی ترک نماز کر کے بزرگ کی طرف مشغول ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے فرمایا اسے اپنی نماز پوری کرنی چاہیے پھر عرض کیا کہ اگر کوئی شخص ثواب اور حصول سعادت کے لیے نماز پڑھ رہا ہے۔ اسی اثناء میں اس کا پیر وہاں پہنچ جائے اور وہ پیر کی قدم بوسی میں جو سعادت سمجھتا ہے دوسری چیز میں نہیں سمجھتا کیونکہ مریدان صادق کا اعتقاد ہے کہ پیر کی قدم بوسی میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے اس کا ثواب نفل کے ثواب سے صد گونہ زیادہ ہوتا ہے۔ فرمایا شرع کا حکم تو یہ ہے کہ نماز پوری کرے۔ ایک درویش نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ علماء دین اور آئمہ اسلام کا قول ہے کہ سنن روایت اور واجب و نفل سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ چیزیں مکمل فرائض ہیں۔ حضور ارشاد فرمائیں کہ اس تکمیل کی وجہ اور اس دعوی کی دلیل کیا ہے فرمایا اہم مقصد نماز سے ذکر حق ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری۔ اور فرماتا ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ذکر حضور دل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی ذکر میں تا وقتیکہ حضوری دل نہ ہو محض بیکار ہے۔ جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب اور دلی حضوری نماز میں اول سے آخر تک معتبر ہے۔ پس جو شخص فجر کی نماز

پڑھتا ہے اسے سوچنا چاہیے کہ فجر کی دو رکعت فرضوں میں کس قدر حضوری دل میسر ہوئی اگر اندازہ کے بعد معلوم ہو کہ ایک رکعت کے مقدار نماز میں حضوری حاصل ہوئی اور ایک رکعت کے مقدار غفلت تو اب اسے نفل نماز میں مشغول ہونا چاہیے اور اسمیں بھی حضوری دل کی تلاش و جستجو کرنی چاہیے پھر جس قدر حضور میں کمی دیکھے اس کے مقدار نفل نماز میں زیادتی کرے اور تاوقتیکہ فجر کی دونوں رکعتوں کے مقدار میں پورے طور پر حضوری دل حاصل نہ ہو لے سنن و نوافل میں مشغول رہے اس طریق سے نوافل و سنن مکمل فرائض ہیں۔ قاضی محی الدین کاشانی کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک بزرگ نے کتاب میں لکھا ہے کہ کہ دانشمند آدمیوں کو چاہیے کہ جس قدر نفل نماز پڑھیں ان میں قضاء فوایت یعنی فوت شدہ نمازوں کی نیت کریں اور گو فوت شدہ نماز کا علم نہ ہو اور آدمی کے خیال میں عمر بھر کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو تاہم ممکن ہے کہ کوئی نماز فوت ہو گئی ہو اور اسے اس کا علم نہ ہو۔ فجر کی پہلی دو سنتوں میں خدا کے اس حق کی نیت کرے جو اس پر ثابت ہے۔ اسی طرح ظہر کی پہلی چار سنتوں اور عصر و عشاء کی ان چار سنتوں میں خدا کے حقوق کی نیت کرے جو اس کے ذمے واجب ہیں۔ ان تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ایک اور سورت پڑھے۔ مغرب و وتر کی نماز میں بھی چار رکعت نفل ادا کر سکتے ہیں۔ مغرب و وتر کی تیسری رکعت میں قعدہ بجالائے اور وتر میں قنوت پڑھے۔ نفل ایک ایسا عام اور وسیع لفظ ہے جو نوافل وقت اور مطلق دونوں کو شامل ہے۔ نماز اشراق و چاشت اور تحیہ وضو تحیہ مسجد نوافل موقت ہیں جو ایک معین وقت میں ادا کی جاتی ہیں۔ یہاں تک پہنچ کر قاضی محی الدین نے عرض کیا کہ اس قید اور صفت کے ساتھ نوافل ادا کیے جا سکتے ہیں۔ کہ انہیں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ادا کیے جا سکتے ہیں کیونکہ یہ صفت اور یہ قید نفل کے مخالف و منافی نہیں ہے۔ جس قدر آدمی نفل پڑھے فوت شدہ نمازوں کی نیت سے ادا کرے اور انہیں قضاء فوائت میں مصروف کرے۔ آپ فرماتے تھے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسے کوئی مہم اور حاجت درپیش ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ جو کام مجھے درپیش ہے اس کے کرنے میں بھلائی ہے یا ترک میں تو دو رکعتیں نماز استخارہ ادا کرے جس کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل یا یہا الکافرون اور دوسری میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھے ان دو رکعتوں کے لیے اس بارہ میں بہت بڑا اثر ہے۔ ازاں بعد آپ نے اس کے مناسب ایک حکایت بایں مضمون بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے حالت سفر میں خادم سے پانی مانگا اور فوراً اس نیت سے استخارہ کیا کہ یہ پانی پینا چاہیے

کہ نہیں معلوم ہوا کہ اس پانی کے پینے میں خیر نہیں ہے خادم سے کہا کہ اس پانی پینے کی مجھے اجازت نہیں ہے اور پانی لانا چاہیے خادم نے عرض کیا کہ یہاں پانی کا دستیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ اس بزرگ نے دوسرے مرتبہ استخارہ کیا اس دفعہ بھی اجازت نہیں ہوئی۔ جب اس پانی کو پھینکا گیا تو سانپ کا بچہ نکلا۔ فرماتے تھے کہ جو استخارہ دن میں ادا کیا جاتا ہے۔ وہ اس روز کی خیریت کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر جمعہ کو تمام ہفتہ کی خیریت کے لیے بھی عمل میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح سارے سال کی خیرت کے لیے عید کے روز بزرگوں نے پڑھا ہے۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کی طرف یہ فقرے لکھے کہ جس کام کی نسبت تمہارے دل میں انشراح واقع ہو تو اس کے موافق عمل کرنا چاہیے اور اس دلی انشراح کے قدم بقدم چلنا بہتر ہے۔ کیونکہ طریقت میں اصل معتبر ہے۔ تمہیں مناسب ہے کہ تمام کاموں میں استخارہ کی رعایت مدنظر رکھو۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سفر میں جب منزل پر پہنچے تو پہلے جامع مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کرے پھر اپنے قیام گاہ میں آئے اور دو رکعت نماز ماں باپ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد چاروں قل پڑھے۔ فرماتے تھے کہ بعض لوگ جنازہ غائب کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ جائز ہے کیونکہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے حالانکہ وہ حبش میں مرا تھا۔ امام شافعی بغیر کسی تاویل کے اس قسم کی نماز جائز بتاتے ہیں۔ اگر میت کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا انگلی موجود ہو تو اس پر بھی علماء نماز ادا کرنا جائز رکھتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی نسبت یہ واقعہ مشہور کیا جاتا ہے کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ جناب شیخ جلال الدین تبریزی سے کوئی رنجش ہو گئی اور اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ شیخ جلال الدین کو ہندوستان کی طرف جلاوطن کر دیا یہ جب ہندوستان میں پہنچ کر بداؤں میں وارد ہوئے تو ایک دن دریائے سوتھ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے دفعتہً تجدید وضو کر کے حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے آؤ شیخ الاسلام دہلی کے جنازہ کی نماز پڑھیں حاضرین فوراً کھڑے ہو گئے اور جب نماز جنازہ ادا کر چکے تو موجودہ لوگوں کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اگر شیخ الاسلام دہلی نے ہمیں شہر سے نکالا تو کیا ہوا انہیں ہمارے شیخ نے جہان سے نکال دیا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک اور نماز ہے جو محافظت نفس کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ تم لوگ اسے اکثر پڑھا کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے باہر آنے لگے تو اسے دو رکعت نفل بہ نیت محافظت نفس ادا کرنی چاہیے۔ ازاں

بعد گھر سے باہر قدم رکھے اس نماز کی برکت سے راستہ کی تمام بلا و آفت سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔ اسی طرح جب گھر میں آنے لگے تو دوگانہ ادا کرے تا کہ جو بلا و آفت گھر سے اٹھے حق تعالیٰ اس سے نگاہ رکھے۔ اس دو رکعت نفل میں بہت سی خیر و سلامتی ہے ازاں بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گھر سے باہر جاتے اور آتے وقت یہ نماز ادا نہ کر سکے تو صرف آیۃ الکرسی ہی پڑھ لیا کرے۔ جو غرض اس سے حاصل ہوتی ہے۔ وہی اس سے حاصل ہوگی اور آیۃ الکرسی بھی نہ پڑھ سکے۔ تو یہ کلمات پڑھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس سے بھی وہی فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت آئے جس میں نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ مثلاً آفتاب طلوع ہو رہا ہے یا ٹھیک دوپہر کا وقت ہے یا سورج غروب ہو رہا ہے اور تحیتہ المسجد ادا نہیں کر سکتا تو اسے یہی مذکورہ چار کلمے کہنے چاہئیں جس قدر تحیتہ المسجد کا ثواب ملتا ہے وہی اس سے ملے گا۔ بعدہ آپ نے حاضرین مجلس کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ جو شخص اعلیٰ درجہ پر پہنچا اور برتر مقام پایا نیک اعمال کی وجہ سے پایا۔ گو خداوندی فیض ہر وقت نازل ہے۔ لیکن آدمی کو سعی و کوشش کرنی چاہیے یہاں تک پہنچ کر حضور نے ذیل کی رباعی زبان مبارک پر جاری فرمائی۔

گرچہ ایزد دہد ہدایت دین بندہ را اجتہاد باید کرد
نامۂ کان تحشر خواہد خواند ہم ازینجا سواد باید کرد

یعنی ہدایت اگرچہ خدا کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے مگر بندہ کو کوشش کرنی چاہیے اور جو نامہ اعمال حشر کے روز علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے گا اسے ابھی سے لکھ کر تیار رکھنا چاہیے۔ جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ کان عمر القعی و شیری فی الصلوۃ ای یلزم یدیہ الثری بین سجدتین لایفارق بھما الارض و ذالک فی التطوع وقت کہ سن۔ حکیم سنائی کی چند ابیات نماز کے بارے میں کیا ہی عمدہ نتیجہ خیز ہیں۔

براہ تا از حدث برون ناید پردہ غر نماز نکشاید
پائے اگر برنہی ببام فلک بادہ گر درکشی زجام فلک
تات چون خردریں مقام خراب شکم از نان پرست پشت از آب
کے ترا حق زلطف بر گیرد تا نمازت بطوع بپذیرد
سگ زدم جائے خود بروبد باز تو نروبی برائے جائے نماز

هرچہ جزحق بسوز غارت کن ہرچہ جز دین ازو طہارت کن
ورنہ ابلیس از درون نماز گوش گیرد برونت آرد باز
گرچہ پاک ہست ہرچہ بابت تست ہمہ در جب حق جنابت تست
تابجاروب لا نروبی راہ کے شوے در سرائے الا اللہ
چون تو باصدق در نماز آئی باہمہ کام خویش باز آئی
یک سلامے دو صد سلام ارزد سجدۂ صدق صد قیام ارزد
از خشوع دل ست مغز نماز ورنہ باشد خشوع ئیست نماز
ورنہ باشد خشوع دمسازی دیو بر سبلتش کند بازی

ترجمہ اشعار: بندہ جب تک حدث سے باہر نہیں آئے گا اسے اس وقت تک حلاوت نماز حاصل نہیں ہوگی۔ اگر تو فلک چہارم پر اپنا قدم رکھے جب تک اس دیر خرابات میں تیرا پیٹ روٹی اور پانی سے بھرا رہے گا لطف حق تیرا ہاتھ نہ پکڑے گا اور نماز میں حضور حاصل نہ ہوگا۔ کتا بھی اپنے بیٹھنے کے واسطے دم سے اپنے واسطے جگہ جھاڑ لیتا ہے لیکن تو نماز کے واسطے کچھ خیال نہیں کرتا۔ جو کچھ ماسوی اللہ ہے اس کو فراموش کر بھلا دے اور سوائے امور دین کے ہر شے سے پاکی اور بے تعلقی حاصل کر ورنہ ابلیس لعین نماز میں تیرا کان پکڑ کر اطمینان اور خضوع کی نماز سے باہر کر دے گا۔ اگر تو ماسوی اللہ سب سے فارغ ہے امان حق میں ہے۔ جب تک تو نفی کی جھاڑو سے اپنے دل کو صاف نہ کرے گا مقام اثبات میں نہ پہنچے گا جب تک تو کامل مکمل ہو کر نماز میں مصروف ہوگا۔ تیرا ایک سلام دو سو سلام اور ایک سجدہ صدق دو سو سجدوں کے برابر ہوگا دل کا خشوع نماز کا مغز ہے۔ جب تک خشوع حاصل نہیں نماز نہیں۔ جب تک تجھے نماز میں خشوع حاصل نہ ہو گا شیطان تیری مونچھیں مروڑتا اور ان کے ساتھ کھیلتا رہے گا۔

روزے کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام الدھر لا صام ولا افطر ۔یعنی جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے نہ تو روزہ ہی کا لطف اٹھایا نہ افطار ہی کا مزہ چکھا۔ مطلب یہ کہ اس کا روزہ رکھنا اور افطار کرنا

کسی شمار میں نہیں ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ من صام الدھر علیه جھنم ھکذا وعقد تسعین یعنی جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس پر جہنم اس طرح تنگ ہو جاتا ہے اور اپنے آپ نوے کے عقد کی طرف اشارہ کیا۔ سلطان المشائخ نے یہ دونوں حدیثیں پڑھ کر فرمایا کہ ان کے مضامین میں تعارض ہے۔ تطبیق یوں ہی ہو سکتی ہے کہ پہلی حدیث میں صام الدھر لا صام ولا افطر کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص ہمیشہ روزہ سے رہے حتیٰ کہ دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں بھی تو گویا اس نے نہ تو روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اور ان پانچ دنوں میں افطار کیا تو دوزخ اس پر اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ اسے کسی موقع میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملے گی یعنی ایسا شخص دوزخ میں نہ جائے گا۔ اب دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی۔ فرماتے تھے یہ بھی حدیث میں آیا ہے یعرض الاعمال علی الله یوم الاثنین و یوم الخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم ۔ یعنی پیر اور جمعرات کے روز خدا کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں سو میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے عمل ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے شیخ نجیب الدین متوکل سے سنا ہے کہ جو شخص پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ کے روز علی الاتصال روزہ رکھے اور تیسرے روز افطار کے وقت جو حاجت رکھتا ہو اس کی بابت دعا مانگے امید ہے کہ بہت جلد قبولیت کا جامہ پہنے۔ عوارف

میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صام ثلثة ایام من الشھر الحرام والجمعه و السبت بعد من النار سبع مائته ۔ یعنی جو شخص شہور حرام (ذیقعدہ۔ ذی الحجہ، محرم، رجب) میں تین تین روزے رکھے اور ساتھ ہی جمعہ اور ہفتہ کے دن بھی تو وہ سات سو سال کی مسافت دوزخ سے دور رہے گا۔ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا للصائم فرحتان فرحة عند الافطار و فرحة عند لقاء الجبار یعنی روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہو گی جب کہ خدائے جبار سے ملاقات ہو گی۔ پھر روزہ دار کو افطار کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کھانے پینے کی خوشی نہیں ہے بلکہ روزہ کے تمام ہونے پر یعنی جب روزہ مکروہات و مفسدات سے بچ کر پورا ہوتا ہے تو روزہ دار کو فرحت و انبساط حاصل ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ اس طاعت کی جزا

معین ہے اور وہ دیدار خداوندی ہے چونکہ روزہ کی جز نعمت دیدار ہے اس لیے روزہ دار تمام صوم کی وجہ سے باین وجہ خوش ہوتا ہے کہ اسے ایک روز نعمت دیدار میسر ہو گی۔ ازاں بعد آپ نے بالتصریح فرمایا کہ ہر ایک طاعت کی ایک معین جزا اور مقرر صلہ ہے روزہ کا صلہ نعمت دیدار ہے اسی اثناء میں اس حدیث کا ذکر ہوا کہ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ ایک شخص بول اٹھا کہ یہ حدیث یوں سنی گئی ہے الصائم لی وانا اجزی بہ۔ سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر انا اجزی کے کیا معنی ہیں اور یہ جملہ کس کے متعلق کہنا چاہیے۔ ازاں بعد آپ نے اس کی تقریر کی۔ یوں اصلاح کی کہ کبھی یہ لـــہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ممکن ہے کہ بیان بھی ایسا ہی ہو۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ الصوم نصف الصبر و الصبر نصف الایمان کہ روزہ نصف صبر اور صبر نصف ایمان ہے یہ فرما کر ارشاد کیا کہ روزہ نصف صبر کیوں کر ہے اس طرح کہ خواہش نفسانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خشم دوسرے شہوت۔ چونکہ روزہ سے شہوت مقہور ہوتی ہے اس لیے روزہ نصف صبر ٹھہرا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ درویش کو سال کا تیسرا حصہ یعنی چار مہینے روزوں میں بسر کرنے چاہئیں مثلاً محرم کے دس روز، ذی الحجہ کے دس روز۔ اسی طرح ہر مہینے کے دس روزے رکھے ایک دفع کا ذکر ہے کہ سلطان المشائخ کی مجلس میں عزیزوں کی ایک جماعت جیسے مولانا حسام الدین مولانا جمال الدین وغیرہ حاضر تھے تھوڑی دیر کے بعد کھانا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو لوگ روزہ سے نہیں ہیں کھانا تناول کریں۔ چونکہ ایام بیض کا زمانہ تھا۔ اس لیے اکثر عزیز روزے سے تھے ان میں سے کسی نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا آپ نے کھانا اٹھا کر ان دو شخصوں کے پاس بھیجا جو روزہ سے نہ تھے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب عزیزوں کی جماعت وارد ہو تو ان کے سامنے کھانا رکھ دینا چاہیے اور یہ پوچھنا نہ چاہیے کہ تم روزے سے ہو کیونکہ اگر ان میں سے کوئی کہے گا کہ میں روزہ سے ہوں تو ریا دخیل ہو گی اور اس کا نام ریا کاروں کے دفتر میں لکھا جائے گا اگر کوئی راسخ و صادق مرد ہو گا کہ اس پر ریا و نمود کا گذر نہیں ہوتا اور وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں تو گویا نمود و ریا کے الزام سے بری رہے گا لیکن تاہم اتنا ضرور ہو گا کہ اس کی مخفی طاعت کا حال علانیہ کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ الغرض اگر اس نے اپنا روزہ دار ہونا ظاہر کیا تو یہ خرابی لازم آئی اور اگر انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں روزے سے نہیں ہوں تو جھوٹ میں مبتلا ہوا اور اگر سکوت و خاموشی اختیار کی تو سائل کی تحقیر و توہین ہوئی اس لیے بہتر ہے

کہ بغیر دریافت کیے کھانا سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر روزہ سے ہوگا انکار کر دے گا ورنہ کھا لے گا۔ شیخ عزیز الدین جو سلطان المشائخ کے قریبی رشتہ دار ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا کہ میری طرف روئے سخن کر کے فرماتے تھے عزیز الدین! تم روزے رکھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا اگر حکم ہو تو رکھوں فرمایا تمہیں دل کا روزہ رکھنا چاہیے۔ یہ عزیز الوجود یعنی شیخ عزیز الدین کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں پہنچ کر دریافت کیا کہ سلطان المشائخ مجھے خواب میں دل کے روزہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں آپ ارشاد فرمائیے کہ دل کا روزہ کیا ہے۔ فرمایا حضور تمہیں مراقبہ کا حکم کرتے ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ طے کے عامل ہوتے اور بکثرت روزے رکھتے ہیں لیکن اس سے مقصود صرف عجب وریا ہوتی ہے۔ اس موقع پر آپ کی زبان مبارک پر ذیل کی بیت جاری ہوتی ہے۔

لنگہنت گر ترا کند فربہ سیر خوردن ترا زلنگہن بہ

یعنی اگر تجھے روزہ فربہ کرے تو اس روزے سے تجھے سیر ہو کر کھانا بہتر ہے۔ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز بہت کم افطار کیا کرتے تھے۔ گو صائم الدہر نہ تھے لیکن تاہم اکثر ایام روزوں میں بسر کیا کرتے تھے۔ گو آپ مبتلائے تپ ہوتے یا فصد وغیرہ کراتے لیکن افطار نہ کرتے بخلاف آپ کے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا نور اللہ مرقدہ بہت کم روزے رکھتے مگر طاعت وعبادت میں بکثرت مصروف رہتے اور یہ آیت اکثر پڑھا کرتے۔

کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ شیخ الاسلام ان لوگوں میں سے تھے جن کے حق میں آیۂ مذکورہ درست اور صادق آتی ہے۔ اس موقع پر حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آیۂ مذکورہ میں طیبات سے کیا مراد ہے اور اصحاب کہف کے قصہ میں بھی آیا ہے۔ ازکی طعاما اس سے کون سا کھانا مقصود ہے۔ فرمایا طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جن پر عام طبیعتیں فطری طور پر مائل ہوں اور ازکی طعاما سے چاول مراد ہیں۔ ازاں بعد فرمایا کہ مسافر کو میزبان کی بغیر اجازت روزہ رکھنا نہ چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نزل علی قوم فلا یصوم تطوعا الا باذنھم۔ یعنی جب کوئی شخص کسی قوم کا مہمان ہو تو اسے ان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا نہ چاہیے۔ میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ روزہ بدکار کے

لیے ڈھال اور نیک کار کے واسطے جنت ہے۔ ذوالنون سے منقول ہے کہ اگر تو چاہے کہ تیری سخت دلی مٹ کر نرم دلی پیدا ہو تو روزے پر مداومت کر اور قیام طول طویل کر اور جب نیک نام اور نامور بننا چاہے تو یتیموں پر شفقت و مہربانی کر۔

زکوٰۃ و صدقات کا بیان

حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک زکوٰۃ شریعت، دوسری زکوٰۃ طریقت، تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دوسو درہموں سے پانچ درہم خیرات کرے۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دوسو میں سے صرف پانچ درہم اپنے پاس رکھے باقی سب راہ خدا میں دے ڈالے۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ پاس ہو سب خدا کے نام پر دے دے۔ اور کچھ پاس نہ رکھے۔ بعدہ فرمایا کہ سخی اور جواد میں فرق ہے۔ سخی تو وہی ہے جسے میں ابھی بتا چکا اور جواد وہ ہے جو بکثرت بخشش کرے مثلاً دوسو میں سے صرف پانچ بچا رکھے اور باقی محتاجوں کو تقسیم کر دے۔ فرماتے تھے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بدکار علما! علم کی زکوٰۃ ادا کرو۔ یعنی اگر تم نے دوسو مسئلے سیکھے ہیں تو ان میں سے پانچ پر تو ضرور ہی عمل کرو اور دوسو حدیثیں پڑھی ہیں تو پانچ کو معمولبہا قرار دو۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم

مبارک سے لکھا دیکھا ہے۔ کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مامنع قوم من الزکوٰۃ الا حبس اللہ عنھم المطر ولو لا البھائم لم تمطر

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم زکوٰۃ ادا کرنے سے باز رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان سے بارش روک لیتا ہے اور اگر بھائم نہ ہوتے تو کبھی مینہ نہ برسایا جاتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک نوجوان پر ہوا جو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اتفاق سے کئی سال کے بعد پھر آپ کا گذر ہوا اور اسے اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا اس پر آپ کو بہت تعجب ہوا۔ اسی اثناء میں خدا نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ میں اس شخص سے راضی نہیں ہوں اور اس کی یہ نماز میری درگاہ میں مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اے موسیٰ

نماز اور زکوۃ توام ہے اور جب یہ ہے تو میں ایک کو بغیر دوسرے کے قبول نہیں کیا کرتا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک صدقہ ایک مروت۔ ایک وقایہ۔ صدقہ تو یہ ہے لوگ کسی محتاج اور فقیر کو کوئی چیز راہ خدا میں دے ڈالیں اور ایک دوست جو دوسرے دوست کو کچھ دیتا ہے تو اسے مروت کہتے ہیں۔ وقایہ یہ ہے کہ آدمی مال خرچ کر کے اپنی آبرو و عزت کی نگاہداشت کرے یعنی لوگوں کو اس لیے دے کہ ان کی زبان اور طعن و تشنیع اور سفاہت کی زخم سے اپنے تئیں بچائے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں باتوں پر عمل کیا ہے۔ اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں مولفہ قلوب کو کچھ دے دیتے تاکہ ان کے دل اس کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہوں لیکن جب اسلام قوی ہو گیا اور بہت سے مسلمان ہو گئے تو آپ نے اس مد کو موقوف کر دیا۔ ازاں بعد فرمایا کہ صدقہ میں پانچ شرطیں ہیں جب وہ شرطیں صدقہ میں پائی جائیں گی تو یقیناً جناب الٰہی میں قبولیت کا خلعت پائے گا۔ دو شرطیں جو صدقہ دینے سے پیشتر موجود ہوں یہ ہیں جو شے راہ خدا میں دی جائے وجہ حلال سے میسر ہوئی ہو۔ اور جس شخص کو دینا منظور ہو وہ صالح و نیک بخت آدمی ہو۔ دو شرطیں دینے کے وقت کی ہیں ایک یہ کہ دیتے وقت تواضع اور بشاشت و انشراح سے پیش آئے دوسرے یہ کہ چھپا کر دے۔ پانچویں شرط جو صدقہ کے بعد کی ہے یہ ہے کہ دینے کے بعد کبھی اس کا ذکر زبان پر نہ لائے۔ خاص کر اس شخص کے سامنے جسے صدقہ دیا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز بڑے مخیّر آدمی تھے اور بہت کچھ خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ

حدیث پڑھی کہ لاخیر فی الاسراف یعنی اسراف اور فضول خرچی میں بہتری نہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ لا اسراف فی الخیر۔ یعنی نیک کام میں جس قدر بھی خرچ کیا جائے اسے اسراف نہیں کہتے۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک دن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خطبہ پڑھا اثنائے خطبہ میں فرمایا مجھے کبھی یاد نہیں پڑتا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال صبح کو آیا ہو اور پھر اس میں آپ کے پاس شام تک رہا ہو۔ بلکہ آپ کا قاعدہ تھا کہ جس قدر مال آتا۔ قیلولہ کے وقت سے پہلے پہلے سب خیرات کر ڈالتے اور اگر بہت زیادہ ہوتا اور قیلولہ کے وقت سے پیشتر صرف نہ ہوتا تو اس کے بعد شام سے پہلے پہلے سب خرچ کر دیتے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب دنیا موافقت کرے اور آدمی کے ہاتھ تلے مال ہو تو جہاں تک بن سکے راہ خدا میں صرف کرتا رہے کیونکہ اس سے کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوگی اور جب دنیا پیٹھ موڑے اور اس

شخص پر افلاس ومحتاجی سایہ ڈالے تب بھی دیتا رہے۔ کیونکہ دنیا اب اس کے پاس نہ ٹھہرے گی اور دوسرے کے پاس چلی جائے گی اور جب یہ ہے تو اس کے جانے سے پیشتر خود اپنے ہاتھ سے صرف کر ڈالے۔ شیخ نجیب الدین متوکل نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔ "کہ چوں آبدیدہ کہ کم نیاید و چون میرود نگاہ مدار کہ نباید" یعنی جب دنیا متوجہ ہو تو اسے صرف کر ڈال کہ اس سے کم نہ ہو گی اور جب جانے لگے تو اس کی حفاظت نہ کر کیونکہ وہ تیرے پاس نہ ٹھہرے گی۔ فرماتے تھے کہ دنیا جمع نہ کرنی چاہیے بلکہ جو ہاتھ لگے فوراً خرچ کر ڈالے اور کل کے لیے اٹھا نہ رکھے ازاں بعد یہ بیت زبان مبارک پر جاری ہوئی۔

زر از بہر خوردن بودائے پسر　　زبہر نہادن چہ سنگ و چہ زر

پھر ارشاد کیا کہ خاقانی نے اسی کی مناسب کیا خوب کہا۔

چون خواجہ نخواہد راند از ہستی خود گاہے　　آن گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کاتب حروف اپنے نانا مولانا شمس الدین وامغانی کے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں گیا تھا اتفاق سے دنیاوی محبت کے بیان میں سلسلہ چھڑ گیا۔ مولانا شمس الدین وامغانی نے سلطان المشائخ کی خدمت مین خاقانی کی یہ بیت عرض کی۔

دوست از دست جہان در زیر پائ پیل دان　　ما زیر پائے دوستاں زر پیل بالا ریختہ

جوں ہی سلطان المشائخ نے یہ بیت سنی ایک طرح کا بسط شروع ہوا اولاً بہت کچھ تحسین کی اور مضمون بیت کی تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے مختلف طبیعتیں پیدا کی ہیں۔

ایک شخص کو پیدا کیا اور اس کی طبیعت میں یہ بات ڈال دی کہ اگر مثلاً دس درہم اسے پہنچائے گا تو تا وقتیکہ انہیں خرچ نہ کر ڈالے اور کسی مصرف میں نہ پہنچادے اسے کسی طرح قرار نہیں آتا اور ایک شخص کو پیدا کر کے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جس قدر زیادہ وصول ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ طلبی کی خواہش اس میں پیدا ہوتی ہے اور یہ کیفیت قسمت ازلی ہے کسی شخص کی قدرت واختیار کی بات نہیں ہے بعدہ ارشاد کیا کہ راحت زر وسیم کے خرچ کر ڈالنے میں ہے یہی وجہ ہے کہ مردان خدا جب تک زر وسیم خرچ نہیں کر ڈالتے کسی چیز سے راحت نہیں پاتے اس سے معلوم ہوا کہ راحت اسی میں ہے کہ جب کچھ آدمی کے پاس ہو فوراً خرچ کر ڈالے پھر فرمایا زر سیم کے جمع کرنے سے غرض یہی ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچے اسی اثناء میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائے

حال میں مجھے مال جمع کرنے کا ذرا خیال نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ میرے دل میں دنیا طلبی کا کبھی بھولے سے خطرہ نہیں گذرا پھر یہ کیفیت ہوئی کہ دونوں جہان میری نظر میں ہیچ معلوم ہونے لگے اور میں نے یکبارگی دنیا و مافیہا کو ترک کر دیا۔ ازاں بعد فرمایا اس سے پیشتر میرے وجہ معاش میں تنگی تھی اور بہت مشکل سے قوت حاصل ہوئی لیکن اس زمانہ میں میرا وقت بہت خوش گزرتا تھا اور میں نہایت عیش و راحت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بے وقت میرے پاس نیم تنکہ لایا۔ (تنکہ ہندی لفظ ہے جسے معنی سکہ نقرہ کے ہیں) میں نے اپنے دل میں کہا چونکہ یہ تنکہ بے وقت حاصل ہوا ہے اور جو حاجت تھی وہ پوری ہو چکی ہے لہذا اسے اب رکھ دینا چاہیے صبح کو خرچ کر دیا جائے گا۔ جب رات ہوئی اور میں مشغول بحق ہوا تو اس نیم تنکہ نے میرا دامن پکڑ لیا اور نیچے کی طرف کھینچنے لگا اس وقت میں نے کہا خداوندا کب صبح ہو اور میں اسے راہ حق میں خرچ کر ڈالوں۔

اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں ایک شخص نے آکر ایک شیخ کی حکایت بیان کی جو اس زمانہ میں بہت کچھ شہرت رکھتا تھا کہ وہ بے حد مال و زر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے خرچ کرنے کا خدا کی طرف سے مجھے حکم نہیں ہے۔ شیخ شیوخ العالم نے اس کی یہ بات سن کر تبسم کیا اور فرمایا کہ اگر وہ مجھے اپنا وکیل مقرر کر دے اور مال و زر کے خرچ کر ڈالنے کی اجازت دیدے تو میں تین روز میں اس کا سارا خزانہ خالی کر دوں اور ایک درم بے اذنِ خداوندی کسی کو نہ دوں۔ کاتب حروف نے سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے ذیل کی عربی عبارت لکھی دیکھی ہے۔ ملک علی باب من ابواب السماءِ ینادی من یقرض الیوم الخ یعنے ایک فرشتہ آسمانی دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر کھڑا ہو کر پکارتا ہے کہ کون ایسا شخص ہے جو قرض دے اور کل اس کا اچھا ثمرہ پائے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہر ولی کی جبلت اور سرشت میں سخاوت و حسن خلقی خمیر کر دی گئی ہے۔ ایک نیک مرد سے اس کے انتقال کے بعد خواب میں پوچھا گیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا کہا جب میرے اعمال وزن کئے گئے تو نیکیوں کا پلہ ہلکا رہا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت ایک فرشتے نے ایک مٹھی خاک اس میں ڈال دی۔ دفعۃً نیکیوں کا پلہ جھک گیا میں نے کہا یہ مٹھی بھر خاک کیسی تھی کہا گیا کہ یہ وہ خاک تھی جسے تو نے مسلمان کی قبر میں ڈالا تھا۔ عبداللہ بن ابی بکر نے ایک دفعہ دس ہزار

درم کو ایک لونڈی خریدی چند روز کے بعد لونڈی نے کہا کہ مجھے گھوڑے پر سوار کر کے شہر کی سیر کرا دیجئے آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب لونڈی گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلی تو ایک شخص نے باآوازِ بلند کہا کہ حضرت یہ تو میری بیٹی ہے۔ عبداللہ نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ اس لونڈی کو گھوڑے پر سوار کر کے لیجاؤ اور اس شخص کے گھر مع گھوڑے کے پہنچادو۔ ارشاد فرمایا کہ لطف و مہربانی کے ساتھ مال روک رکھنا ظلم و جفا کے ساتھ خرچ کرنے سے افضل ہے۔ ایک شخص نے عبداللہ بن المبارک سے سات سو درم مانگے آپ نے اپنے وکیل کو لکھا کہ اس شخص کو سات ہزار درم دیدو۔ جب یہ شخص وکیل کے پاس گیا اور کیفیت بیان کی تو اس نے دوبارہ آپ سے دریافت کیا کہ سائل نے تو سات سو درم مانگے ہیں اور آپ نے سات ہزار لکھ دئے ہیں اب جیسا ارشاد ہو تعمیل کی جائے لیکن یہ واضح رہے کہ خزانہ میں بہت کمی واقع ہو جائیگی آپ نے تحریر فرمایا کہ سائل کو سات ہزار درم دیدو گو خزانہ میں قلت و کمی ہو گی لیکن منعم میں کچھ کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ ارسطاطالیس نے ذوالقرنین کو وصیت کی کہ جب تو ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو تو دانشمندی اور فراست کے ساتھ بندوں پر حکومت کیجیو اور احسان و سخاوت کے ساتھ دلوں کا مالک بنیو۔ ایک بادیہ نشین نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ مروت کسے کہتے ہیں فرمایا اگر تیرا کسی پر گذر ہو تو اسے اپنی بخشش و سخاوت پہنچانے اور راحت و آسائش دینے میں کوشش کرے اور جب تو کسی پر گذرے تو اس کے بذل و کرم سے اپنے نفس کو بچائے رکھے کسی کے احسان کرنے سے خود احسان کرنا فضل اور احسان کے بعد اس کے ساتھ نیک سلوک کرنا مکافات اور اشارہ کے بعد احسان کرنا ظلم ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخیل کو اور اس سخی کو مبغوض رکھتا ہے جو موت کے وقت اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت مال خرچ کرنے کا حکم کرتا ہے۔ ابلیس کا قول ہے کہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض بدکار فاسق ہے اور سب سے زیادہ محبوب عالم بخیل ہے۔ خواجہ حکیم سنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

ہر چہ داری برائے حق بگذار کز گدایان ظریف تر ایثار
وزتن و جان و عقل و دل بگذار در رہِ او دلے بدست بیار
سید سر فراز آلِ عبا یافت تشریف سورہ ہل اتیٰ
زآن قرص جوین بے مقدار یافت درپیش سید آن بازرا

حج کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حج کی نیت سے گھر سے نکلے اور راہ میں انتقال کر جائے یا خانہ کعبہ سے واپس آتا ہوا راستہ میں مر جائے تو دونوں صورتوں میں ہر سال حج مقبول کا ثواب اس کے دفتر اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ کاتب حروف نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ من مات فی طریق مکۃ مقبلا او مدبرا فھو شہید۔ یعنی جو شخص مکہ کے راستہ میں آتے جاتے مر جائے اسے شہادت کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ بعض آدمی حج کو جاتے ہیں اور جب وہاں سے واپس آتے ہیں تو دن بھر اس کے ذکر میں مصروف رہتے اور مجلسوں میں بطریق حکایت بیان کرتے ہیں۔ یہ بات بہتر نہیں ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں چند عزیز بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں فلاں جگہ گیا اور فلاں فلاں شہروں میں پھرا اسی موقع پر ایک عزیز بول اُٹھا کہ اے عزیز یہ بات ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم کہیں بھی پھرے چلے نہیں۔ امیر خسرو شاعر بھی اس مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے مجھے ان لوگوں سے سخت تعجب ہے جو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیوند کر کے ادھر ادھر پڑے پھرتے ہیں۔ ملیح نامی ایک شخص نے جو میرا رفیق دیار ہے اس کے مناسب کیا ہی خوب بات کہی ہے جس وقت سے میں نے وہ بات ان کے منہ سے سنی ہے چونکہ مجھے ان سے غایت درجہ کا اعتقاد ہے اس کا اثر اس وقت تک میں اپنے دل میں محسوس پاتا ہوں وہ بات یہ ہے کہ حج کے ارادہ سے اسی شخص کو گھر سے نکلنا زیبا ہے جو پیر نہ رکھتا ہو۔ سلطان المشائخ نے جوں ہی یہ بات سنی آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور روتے ہوئے فرمایا حقیقت میں یہ بات بڑا وزن رکھتی ہے کیونکہ وہ راستہ کعبہ کی طرف جاتا ہے اور یہ دوست کی جانب ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ حج کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دل ذکر الٰہی اور مشغول حق سے اکتا گئے ہیں اس پر ملازمت و مداومت انہیں دوبھر ہو گئی ہے۔ اس قسم کے لوگ گھر کے گوشہ چھوڑ کر باہر نکلنے اور سیر و سیاحت سے اپنا دل بہلاتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ لاہور میں ایک واعظ تھا جسکے وعظ میں عجیب قسم کا اثر تھا۔ جو شخص اس کی نصیحت خیز باتوں کو سنتا اور توبہ کرتا اور عمل نیک میں مصروف ہو جاتا ایک دفعہ اس نے حج کا رادہ کیا اور دولت حج پر کامیاب ہو کر واپس آیا۔ جب

لاہور میں پہنچا اور اپنی عادت معہودہ کے مطابق وعظ کہنے لگا تو وہ لطافت وذوق اور اثر جو حج کے جانے سے پیشتر اس کے وعظ میں حاصل تھا اب نہیں رہا لوگوں نے اس کی وجہ اس سے دریافت کی تو جواب دیا کہ اس سفر میں دو وقت کی نماز مجھ سے فوت ہوگئی اس کا یہ اثر ہے کہ میرا وعظ بالکل بے اثر اور پھیکا ہوگیا۔ ازاں بعد حضور نے فرمایا کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سفر آخرت قبول کیا اور میرا دل بہت گھبرایا تو حج کا اشتیاق مجھ پر غالب ہوا لیکن میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کرلیا کہ اس سے پیشتر کہ سامان حج مہیا کروں۔ شیخ کی زیارت کر آوں اور ایک دفعہ اجودھن اور ہو آؤں۔ جب میں شیخ شیوخ العالم کی زیارت سے بہرہ یاب ہوا تو نہ صرف میرا دلی مقصود ہی حاصل ہوا بلکہ مع شے زائد دوسرے سال پھر وہی ہوس دامنگیر ہوئی اور اشتیاق کعبہ تازہ ہوا اس وقت بھی میں شیخ کی زیارت کو حاضر ہوا اور جو غرض منظورِ خاطر ہوئی خاطر خواہ میسر ہوئی اس کے متصل آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کئی دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین قدس سرہ کو حج کی آرزو دامنگیر ہوئی اور آپ اس ارادہ سے تشریف لے گئے لیکن اوچہ کی سرحد تک پہنچے تھے کہ دل مبارک میں خیال گذرا کہ جب میرے شیخ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے حج نہیں کیا تو مجھے پیر کی مخالفت میں کس طرح حج کرنا مناسب ہوگا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہیں پھر چلوں آپ واپس ہوکر اجودھن تشریف لے آئے کاتبِ حروف نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ العمرۃ فی الحج کالنافلۃ بعد الفریضۃ الخ یعنی ایام حج میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسا فرض کے بعد نفل ادا کرنا اور زکوٰۃ کے بعد صدقہ دینا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص پر جہاد فی سبیل اللہ یا حج یا عمرہ میں سورج چمکے گا اس پر دوزخ کی آگ ہرگز نہیں چمکے گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز مقام ابراہیم اور رکن یمانی اور حجر اسود تینوں جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کرینگے کہ حضرت! آپ ان لوگوں کی شفاعت کا فکر نہ کیجئے گا جو ہماری زیارت کر چکے ہیں کیونکہ ہم اپنے زائرین کی شفاعت کرائیں گے۔ امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ نے خانہ کعبہ کے طواف کے وقت فرمایا کہ خداوندا اگر میرے دفتر اعمال میں گناہ ہو تو اسے محو کردے کیونکہ تو جسے چاہتا محو کرتا اور جسے چاہتا برقرار رکھتا ہے اور تیرے پاس اصلی کتاب ہے۔ ایک عارف نے حج کے بعد یہ دعا کی کہ خداوندا اگر تو نے میرا حج قبول کرلیا ہے تو مجھے مقبولین کا ثواب عنایت کر اور اگر قبول نہیں کیا تو مصیبت زدوں کا

ثواب عطا فرما۔ فضیلؒ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اس وقت حج کیا جبکہ ابراہیم علیہ السلام ان کے پیٹ میں تھے۔ چنانچہ ان ہی ایام میں حضرت ابراہیم مکہ میں پیدا ہوئے آپ کی والدہ خانہ کعبہ کا طواف کرتی جاتی اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ میں خدا سے اپنے بچہ کیلئے دعا مانگتی ہوں کہ خدا اسے نیک مرد کرے اور نیک بخت لوگوں کے زمرہ میں شامل کرے ایک شخص نے ابن معاذ رازی سے کہا کہ میں صحرا میں رہنا چاہتا ہوں آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرے تو بہت اچھا ہے۔ فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ لوگ خانہ کعبہ کو دوبار تباہ و خراب کریں گے اور تیسری دفعہ جب اس کی تخریب کا ارادہ کریں گے تو فرشتے آسمان پر لیجائیں گے اور یہ حادثہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا۔ اس کے بعد قیامت برپا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دوبار خانہ کعبہ تباہ ہو چکا ہے جب قیامت نزدیک ہوگی تو لوگ بتوں کو آراستہ کر کے کعبہ میں رکھیں گے اور سوس نامی قبیلہ کی عورتیں آئیں گی اور ان بتوں کے سامنے ناچیں گی اس وقت فرشتے کعبہ کو آسمان پر لیجائیں گے۔

ضیافت و مہمانی کی فضیلت و بزرگی

سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار آپ کی خدمت میں آتے تھے جب تک کچھ نہ کچھ آپ کے پاس سے تناول نہ کر لیتے تھے۔ مجلس اقدس سے باہر نہ جاتے تھے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ مہتر ابراہیم نے ان سے دریافت کیا کہ اے جبرئیل آج کیا فرمان لائے سناؤ جواب دیا کہ آج مجھے رب العزت سے حکم ہوا ہے کہ خدا کے بندوں میں سے ایک برگزیدہ اور مقبول بندہ کو خلت و دوستی کا خلعت پہناؤں اور اس کے جسم مبارک کو خدا کی دوستی کے حلہ سے آراستہ کروں اور اس کے بعد اسے خلیل اللہ کا معزز خطاب دوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے بھی بتاؤ کہ وہ کونسا مقبول بندہ ہے تاکہ اس کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ تم ہو اور تمہاری ہی نسبت خداوندی ارشاد ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خوش خبری سے اس درجہ مسرور و خوش ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے اور جب بہت دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پوچھا جبرئیل! یہ اولوالعزم اور معزز منصب

کس عمل کی وجہ سے عنایت ہوا ہے جواب دیا تمہاری مہمانی اور بندگان خدا کو کھانا کھلانے کے سبب سے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ جب کھانا کھانا چاہتے تو مہمان کی تلاش میں گھر سے باہر نکلتے اور دو دو میل تک نکل جاتے اور جب تک مہمان نہ ملتا کھانا نہ کھاتے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ آپ کو ابو الضیفان کے ساتھ پکارا کرتے تھے گویا یہ آپ کا لقب یا کنیت تھی اور آپ کی صدق نیت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کہ اس زمانہ سے قیامت تک آپ کے دستر خوان کی شہرت باقی رہے گی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک مشرک آپ کا مہمان ہوا آپ نے جب دیکھا کہ وہ بیگانہ ہے اور ان کے دین و مذہب سے علیحدہ خدا کا نافرمان بلکہ اس کا دشمن ہے تو آپ نے اسے کھانا نہیں دیا فوراً حکم خداوندی پہنچا کہ اے ابراہیم ہم نے اسے جان دی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم اسے روٹی نہیں دے سکتے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے نفس سے مجادلہ کر رہا تھا بڑے تعجب اور حیرت کی بات تھی جو بات میں اس پر پیش کرتا تھا وہ اسے بے چون و چرا تسلیم کرتا چلا جاتا تھا نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب میں نے اس پر کھانا کھلانے اور ایثار و بخشش کا عمل پیش کیا تو اس نے جھٹ انکار کر دیا اور اس بارے میں میری موافقت نہیں کی بلکہ طرح طرح کے عذر و حیلے پیش کرنے لگا میں اسی وقت تاڑ گیا کہ خداوندی رضا اسی میں ہے چنانچہ میں نے اس روز سے یہی کام اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ سید صاحب کے خاندان میں اسی کام پر عمل ہوتا ہے یعنی وہ لوگ ایثار و بخشش بہت کچھ کرتے اور مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے دیگر اعمال و اوراد میں چنداں کوشش نہیں کرتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ بغداد میں ایک درویش تھا جس کے دستر خوان پر ہر روز ایک ہزار ایک سو بیس پیالے چنے جاتے تھے اور اس کام کے لئے تیرہ باورچی خانہ مقرر تھے۔ ایک دن اس نے اپنے خدمت گاروں کو جمع کر کے پوچھا کہ دیکھو تم کھانا دینے میں کسی کو بھولتے تو نہیں اور سب کو برابر کھانا پہنچاتے ہو خدمت گاروں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کسی کو نہیں بھولتے اور سب کو برابر پہنچاتے ہیں۔ شیخ نے دوبارہ تاکیداً فرمایا کہ شاید تم اس کام میں سستی کرتے ہو خبردار کوئی شخص باقی نہ رہنا چاہیے سب نے متفق الفاظ میں عرض کیا کہ ہم سے کبھی فروگذاشت نہیں ہوتی تعجب ہے کہ شیخ کو یہ خیال کس طرح پیدا ہوا اور ہماری سستی و کاہلی کو آپ نے کیونکر معلوم کیا اس پر شیخ نے فرمایا کہ آج متواتر تین روز ہوئے کہ تم نے مجھے کھانا نہیں دیا جب میری نسبت یہ کیفیت ہے تو تم دوسروں کو کس طرح فراموش نہ کرتے ہو گے اور یہ یوں ہوا کہ شیخ کے باورچی خانہ بہت

تھے بعض باورچیوں کو خیال ہوا کہ آپ کو دوسرے باورچی خانوں سے کھانا پہنچ گیا ہوگا اور ان کو یہ گمان ہوا کہ شیخ کو انہوں نے کھانا پہنچا دیا ہوگا جب تین روز اس طرح گذر گئے تو شیخ نے باورچیوں اور خدمت گاروں پر اس طلسم اور معمے کی پردہ کشائی کی۔ بعدہ سلطان المشائخ نے کھانا کھلانے کی فضیلت میں یہ حدیث بیان کی قال علیہ السلام ایما مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمہ اللہ من اثمار الجنۃ۔ یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا خدا اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فقیر گھر کو دوست رکھتا ہے۔ جناب سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ آدمی سے جہاں تک ہو سکے مہمان کی مدارات میں کوشش کرے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی زندہ کی زیارت کو جائے اور وہ اسے کچھ نہ کھلائے تو گویا اس نے مردہ کی زیارت کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ تین شخصوں سے قیامت کے روز حساب نہ ہوگا ایک وہ مسلمان بندہ جس نے بکثرت سجدے کئے ہوں گے اور اسکی پیشانی پر سجدہ کے نشان پڑ گئے ہوں گے۔ دوسرے وہ جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا ہوگا۔ تیسرے جو اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ الگ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوگا۔ آپ فرماتے تھے کہ کھانا دینا سب مذہبوں میں پسندیدہ بات ہے یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک درم خرچ کر کے کھانا تیار کرنا اور اسے یاروں کے سامنے رکھنا بیس درم خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ فرماتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک درم رفیقوں اور دوستوں میں خرچ کرے تو فقیروں کو دس درم دینے سے بہتر ہے اسی طرح رفقا میں دس درم صرف کرنا سو درم صدقہ دینے سے افضل ہے اور جس نے عزیزوں میں سو درم خرچ کئے گویا اس نے ایک بردہ آزاد کیا۔ فرماتے تھے کہ ایک درویش سفر میں تھا چند سال کے بعد جب اپنے وطن میں آیا تو پیر کی زیارت کو حاضر ہوا پیر نے دریافت کیا کہ تم نے کون کون سی عجیب وغریب چیزیں دیکھیں ہیں جواب دیا کہ قطب العالم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ فرماتے تھے کہ تمام جہان میں ڈیڑھ آدمی کامل ہیں جو شخص آسمان وزمین کے مابین ہوا میں مصلے بچھا کر نماز پڑھتا ہے وہ آدھا مرد ہے اور جو درویش کو اپنے حصہ میں سے ایک روٹی بانٹ کھاتا ہے وہ پورا مرد ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خواجہ ابو عثمان اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف دیکھی ہے جس میں دو سو حدیثیں درج ہیں اور حدیثیں بھی وہ جو سو شیوخ سے سنی گئی ہیں ہر شیخ سے دو دو حدیثیں سننے میں آئیں۔

ایک صحیحین کی دوسری غرائب الاخبار کی منجملہ ان کے ایک حدیث یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عبادت گذار تھا کامل ساٹھ سال تک خاص خدا تعالیٰ کی عبادت کی تھی آخر عمر میں ایک عورت پر فریفتہ ہو گیا اور اتفاق سے وہ عورت اس کے قبضہ میں آ گئی۔ چھ رات دن علی الاتصال اس کے ساتھ فسق میں مبتلا رہا اس کے بعد جب اس کا نشہ ہرن ہوا تو اپنی کرتوت پر سخت نادم ہو کر مسجد میں گیا اور روزہ کی نیت کر کے تین روزہ تک متواتر کچھ نہ کھایا چوتھے روز ایک مسلمان خشک روٹی لیکر آیا اس نے وہ روٹی لیکر رکھ لی جب افطار کا وقت ہوا تو اپنے دائیں بائیں دو درویشوں کو بیٹھا دیکھا آدھی روٹی دونوں درویشوں کو تقسیم کر دی اور خود کچھ نہ کھایا اسی حال میں اسکی حیات کا پیمانہ لبریز ہو کر فوراً چھلک گیا یعنی اجل آ گئی۔ ملک الموت نے فوراً اس کی روح قبض کی اور اس کی ساٹھ سالہ عبادت کو ایک پلڑا میں اور چھ روز کی معصیت کو دوسرے پڑے میں رکھ کر تولا تو شش روزہ معصیت کا پلڑا جھک گیا اور شصت سالہ عبادت کے پلڑہ پر غالب آیا۔ فرشتوں کو خداوندی حکم پہنچا کہ جو روٹی اس نے خیرات کی ہے اسے عبادت کے پلڑہ میں رکھو روٹی رکھی گئی تو وہ پلڑہ جھک گیا اور عابد نے نجات پائی۔ قاضی محی الدین کاشانی جب یہ حدیث بیان کر چکے تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے۔ علیکم بحدیث صاحب الرغیف یعنی تمہیں اس روٹی والے کی حکایت پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس حدیث کا شان نزول اور اس حدیث کا مضمون جو تم نے بیان کیا گو مآل کار کے اعتبار سے ایک ہے مگر الفاظ حدیث مختلف وارد ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے سالہا سال عبادت الٰہی میں بسر کیے تھے آخر کار ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور فتنہ میں پڑ کر اپنی سالہا سال کی عبادت کو غارت کر دیا یہ زاہد صاحب کرامات تھا منجملہ ان کی ایک کرامت یہ بھی کہ ہمیشہ ابر کا ٹکڑا اس کے سر پہ سایہ کئے رہتا تھا جب گناہ اس سے ظہور میں آیا تو وہ کرامت چھن گئی زاہد خجالت وشرمندگی کی وجہ سے بھاگا ہوا مسجد آیا جس مسجد میں زاہد نے پناہ لی تھی یہاں ایک صاحب خیر نے دس شخصوں کو ختم توریت کے لئے مقرر کر رکھا تھا اس کا قاعدہ تھا کہ آدمیوں کی تعداد کے موافق ہر روز دس روٹیاں بھیجا کرتا تھا اور ہر شخص ایک ایک روٹی لیتا تھا اتفاق سے اس روز روٹی کے تقسیم کرنے والے نے ایک روٹی اس زاہد کو دیدی اور ان دس میں سے جو ختم توریت پر مامور تھے ایک شخص کو روٹی نہیں پہنچی اس سے اس شخص میں وحشت پیدا ہوئی اور وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ میرا حصہ زاہد نے اینٹھ لیا۔ زاہد نے جب یہ سنا تو فوراً روٹی اس کے سامنے حاضر

کی اور اپنے نفس پر اسے ترجیح دے کر خود بھوکا سو رہا۔ اُٹھ کر دیکھتا ہے کہ وہی سابق کرامت حاصل ہے۔ ابر کا ایک بڑا ٹکڑا اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے اور چہرہ سے تروتازگی کے اثار نمایاں ہیں معلوم ہوا کہ اس کی توبہ نے قبولیت کا جامہ پہنا۔ اسی غنی کو حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے علیکم بحدیث صاحب الرغیف اس پر قاضی محی الدین کاشانی نے عرض کیا کہ عبدا للہ بن عباس جو اس حدیث سے لوگوں کو ترغیب دلایا کرتے تھے تو اس سے ان کی کیا مراد تھی اور کس چیز کے کرنے کی رغبت دیتے تھے فرمایا کھانا کھلانے کی ایثار و بخشش کرنے کی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں نے بی بی فاطمہ سام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے کہ صرف روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک آبخورہ پر کہ حاجتمند کو دیا جاتا ہے وہ دینی و دنیاوی نعمتیں عنایت کی جاتی ہیں جو لاکھ روزں اور لاکھ نمازوں کے عوض نہیں دی جاتیں۔ فرماتے تھے کہ شیخ ابواسحاق گاذرونی جن کا نام شہریار اور کنیت ابواسحاق تھی جولاہے تھے لڑکپن کے زمانہ میں ایک دن تانا تن رہے تھے کہ شیخ عبداللہ خفیف کا ان پر گذر ہوا آپ نے ان کی پیشانی پر سعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر فرمایا کہ آؤ میرے مرید ہو جاؤ ابواسحاق یہ سن کر حرت میں آ گئے اور بہت تامل کے بعد کہا کہ میں کیا جانوں مرید کس طرح ہوتے ہیں شیخ عبداللہ نے فرمایا تم میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھو اور کہو تمہارا مرید ہوتا ہوں ابواسحاق نے ایسا ہی کیا پھر پوچھا میں کیا کروں شیخ نے فرمایا جو چیز تم کھایا کرو اس میں سے کچھ دوسروں کو بھی دے دیا کرو چنانچہ ابواسحاقؒ اس پر عمل کیا کرتے تھے۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ تین درویش اس گاؤں میں گذرے جہاں ابواسحاق رہتے تھے۔ یہ اس وقت تین روٹیاں لے کر وہاں آ موجود ہوئے اور درویشوں کے سامنے رکھ دیں درویشوں نے بڑی خوشی کے ساتھ وہ روٹیاں تناول کیں بعدہ باہم ایک دوسرے سے بولے کہ اس شخص کے اس احسان کی کوئی تلافی کرنی چاہیے۔ ایک نے کہا میں نے اسے دنیا بخشی دوسرا بولا کہ دنیا کی وجہ سے یہ شخص فتنہ میں پڑ جائے گا لہذا میں نے اسے دین بخشا تیسرے درویش نے کہا کہ درویش جوانمرد ہوتے ہیں میں نے اسے دنیا و عقبی دوں بخشیں۔ الغرض ابواسحاق ان تینوں روٹیوں کی برکت سے شیخ کامل ہو گئے اور ان کے برکات و فیوض کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ خطیرہ مقدس میں اس قدر نعمتیں اور راحتیں ہیں جن کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔
سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ طاعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طاعت لازمہ دوسری طاعت متعدیہ لازمہ وہ ہے جسکی منفعت صرف طاعت کرنے والے کے نفس تک محدود

رہے یعنے اس کا فائدہ فقط مطیع ہی کو پہنچتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، اوراد، وغیرہ اور طاعت متعدیہ وہ ہے کہ تم سے دوسروں کو راحت و منفعت پہنچے اس طاعت کے ثواب کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہوتی۔ طاعت لازمہ میں اخلاص شرط ہے یعنے جب تک اخلاص نہ ہوگا درجہ قبولیت کو نہ پہنچے گی۔ بخلاف اس کے طاعت متعدیہ جس طریق پر کیجائے گی فاعل مثاب و ماجور ہوگا۔ فرماتے تھے کہ لوگوں نے شیخ ابوسعید ابوالخیر سے پوچھا کہ حق کی طرف کس قدر رستے گئے ہیں جواب دیا کہ موجودات کے ہر ذرہ کی گنتی کے موافق خدا کی طرف راہیں گئی ہیں۔ لیکن ہمارا تجربہ جہاں تک رہنمائی کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ نزدیک تر کوئی راہ نہیں ہے ہم نے جو کچھ پایا اسی راہ سے پایا اور اسی کی ہم وصیت کرتے ہیں۔ شیخ ابوسعید قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ آدمی کو دو کاموں میں مشغول ہونا چاہیے ایک یہ کہ جو چیز اسے راہ حق سے دور کرے اور باز رکھے اسے اپنے سامنے سے ہٹا دے۔ دوسرے لوگوں کو راحت و آسائش پہنچائے۔ جو شخص ان دونوں صفتوں کو بجا لائے گا راحت ابدی کو پہنچے گا ورنہ ہمیشہ پریشان و سرگردان رہے گا نہ دنیا ہی میسر ہوگی نہ دین ہی ہاتھ آئے گا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ بداؤن میں ایک دیوانہ تھا جسے مسعود نخاسی کہتے تھے خواجہ زین الدین ساکن مدرسہ مغری نے اس سے کہا کہ مسعود! ہمیں کچھ فائدہ پہنچاؤ اور کسی مفید بات کی نصیحت کرو کہا شراب لاؤ۔ خواجہ زین الدین نے فوراً غلام کو روانہ کیا او وہ ایک بوتل شراب لے آیا شراب دیوانہ کے سامنے رکھی اس نے کہا ہم دریا سوتھ کے کنارے بیٹھ کر شراب پئیں گے چنانچہ دریا کے کنارے بیٹھ کر دیوانہ نے خواجہ زین الدین کی طرف اشارا کیا کہ تم اٹھ کر ساقی بنو اور اپنے ہاتھ سے شراب پلاؤ چنانچہ خواجہ زین الدین اوٹھے اور اپنے ہاتھ سے ساغر میں شراب اُنڈیل کر دیوانہ کو دی اس نے یہاں تک شراب چڑھائی کہ مست ہو گیا عین حالت مستی میں بولا کہ ہم کپڑے اتار کر پانی میں جاتے ہیں۔ الغرض دیوانہ نہا دھو کر باہر آیا تو خواجہ زین الدین سے مخاطب ہو کر کہا بھائی پانچ خصلتوں پر محافظت و مداومت کرنی چاہیے۔ ایک یہ کہ اپنے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھ اور کسی شخص کو آمد و رفت کرنے سے مزاحمت نہ کر، دوسرے ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو خندہ پیشانی سے مل اور مہربانی اور بشاشت ظاہر کر تیسری جو کچھ میسر ہو تھوڑا یا بہت کسی سے دریغ مت کر چوتھے اپنا بار کسی شخص پر نہ ڈال، پانچویں لوگوں کا بار خود اُٹھا اور کبھی ملول یا رنجیدہ نہ ہو۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب مہمان آئے تو اس کے لئے کسی طرح کا تکلف کرنا نہ چاہیے اور جب تم کسی کو بلاؤ تو اس پر کسی قسم کا بوجھ نہ رکھو، آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ درویشی یہ ہے کہ ہر آنیوالے کیلئے سلام کے بعد طعام ماحضر پیش کیا

جائے اور اسکے بعد حدیث و حکایت میں مشغول ہونا چاہیے یعنی اول کھانا کھلائے پھر بات چیت کرے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا ابدؤا بالسلام ثم بالطعام ثم بالکلام یعنے سلام کے بعد کھانے سے ابتدا کرنی چاہیے اور جب کھانے سے فراغت پائے تو بات چیت میں مصروف ہو۔ فرماتے تھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک دوست کے مہمان ہوئے اس نے ضیافت و مہمانی کے سامان فراہم کرنے میں نہایت مستعدی کے ساتھ کوشش کی اور بہت سے کھانوں کے نام ایک کاغذ پر لکھ کر اپنی لونڈی کو دیئے اور کہا ان تمام کھانوں کو بہت ہی احتیاط اور اہتمام کیساتھ تیار کیجیو یہ کہہ کر خود کسی مصلحت اور مہم کے پورا کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد امام شافعی نے لونڈی سے کھانے کی فہرست طلب کی اور چند دیگر کھانے جو انہیں مرغوب و پسندیدہ تھے اس میں بڑھا دئے لونڈی نے وہ کھانے بھی تیار کر لئے جو امام شافعی نے بڑھائے تھے صاحب خانہ حاجت سے فارغ ہو کر مکان پر آیا کھانے کا دستر خوان بچھایا گیا تو لونڈی نے نہایت سلیقہ کے ساتھ کھانے چنے ان کھانوں کے علاوہ جن کی فہرست صاحب خانہ نے لونڈی کو لکھ کر دی تھی وہ کھانے بھی دستر خوان پر موجود تھے جو مہمان امام نے زیادہ کئے تھے میزبان نے یہ دیکھ کر لونڈی سے دریافت کیا کہ یہ کھانے کیوں پکائے گئے ہیں۔ لونڈی نے فوراً فہرست پیش کر دی اس نے جب امام شافعی کی قلم سے چند کھانے لکھے ہوئے اور اس کے مطابق دستر خوان پر تیار پائے تو بہت خوش ہوا اور لونڈی کو آزاد کر دیا۔ فرماتے تھے کہ بندہ جو طاعت کرتا ہے مالی یا بدنی یا خلقی ان میں سے جونسی جناب الٰہی میں قبول ہو جاتی بندہ اس کی پناہ میں ہر طرف سے کامیاب ہوتا اور فتح پاتا ہے اس وقت ارشاد فرمایا کہ قفلِ سعادت کی بہت سی کنجیاں ہیں آدمی کو تمام کنجیوں کے فراہم کرنے میں کوشش کرنی چاہیے کیونکہ فتحیابی کا قفل اگر ایک کنجی سے نہ کھلا دوسری کنجی سے ضرور کھلے گا۔ اور اگر دوسری سے نہ کھلا تیسری سے کھلے گا۔

کھانے کے آداب

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے چاہییں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من احب ان یکثر خیر بیتہ فلیوضا اذا حضر غداءہ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھر کی خیر و برکت بڑھانی چاہے اسے مناسب ہے کہ کھانے کے حضور کے وقت وضو کر لیا کرے۔ یہاں وضو سے وضو خفیف یعنے ہاتھ دھونا کلی کرنا مراد ہے

علاوہ ازیں چونکہ آدمی کے ہاتھ اکثر اوقات کام کاج میں مشغول رہتے ہیں اور اس وجہ سے آلائش وآسودگی سے خالی ہونا مشکل ہے لہٰذا کھاتے وقت ہاتھوں کا دھونا طہارت ونزاہت کے زیادہ قریب ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ کھانا کھانے سے صرف یہ مقصود ہوا کرتا ہے کہ اس سے دینی کاموں اور عبادات پر مدد ملے اور جب یہ ہے تو آدمی کو مناسب ہے کہ کھانے سے پہلے جس طرح ممکن ہو طہارت ونزاہت حاصل کر لے۔ فرماتے تھے سنت ہے کہ میزبان اپنے مہمانوں کے ہاتھ دھلائے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف لے گئے کھاتے وقت امام مالک اپنے معزز مہمان کے ہاتھ دُھلانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ امام شافعی نے منع کیا اور نہایت لجاجت کے ساتھ فرمایا کہ آپ جیسے بزرگ امام میرے ہاتھ دھلانے کھڑے نہ ہوں کیونکہ میرا مرتبہ اس سے کہیں نیچا ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ تمہیں اس وجہ سے مکدر اور ناخوش نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ مہمان کے ہاتھ دھلانے سنت ہیں۔ اس کے مناسب آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ہارون رشید نے ابومعاویہ ضریر کو مدعو کیا اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خود ہارون الرشید ان کے ہاتھ دھلانے کھڑے ہو گئے چونکہ ابو معاویہ نابینا تھے اس لئے ہارون الرشید نے کہا تم جانتے ہو کہ تمہارے ہاتھ کون دھلا رہا ہے جواب دیا کہ نہیں۔ ہارون رشید بولا کہ امیر المومنین۔ ابو معاویہ نے برجستہ فقروں میں کہا انما اکرمت العلم واجللة فاجلک الله و اکرمک کما اکرمت العلم۔ یعنی اے امیر المومنین آپ نے علم کی بزرگی کی ہے تو جس طرح آپ نے اپنے علم کی وقعت و بزرگی کی خدا آپ کی بزرگی و وقعت زیادہ کرے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میزبان جب مہمان کے ہاتھ دھلانے لگے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوئے اور ہاتھ دھلانے کا حکم پانی پلانے کے برخلاف ہے۔ یعنے جب کوئی مانگے تو پہلے اسے پلائے پھر خود پیئے ازاں بعد فرمایا کہ جو شخص ہاتھ دھلائے اسے کھڑے ہو کر دھلانے چاہییں بیٹھ کر نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے آگے پانی لایا تا کہ ہاتھ دھلائے جب شیخ ہاتھ دھونے لگے تو وہ شخص بیٹھ گیا اس کے بیٹھتے ہی شیخ کھڑے ہو گئے لوگوں نے جب اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا اسے کھڑے ہو کر ہاتھ دھلانے واجب تھے لیکن جب وہ بیٹھ گیا تو مجھے کھڑا ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں سلطان المشائخ موجود تھے صاحب مجلس نے کھانا پیش کیا تو سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا۔ عرب کا

دستور ہے کہ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد طشت و آفتابہ لاتے ہیں اور اسے ابوالیاس کہتے ہیں یعنے مایہ نومیدی چونکہ اس کے بعد کوئی کھانا نہیں لایا جاتا اور اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اب کسی قسم کے کھانے کی امید نہ رکھنی چاہیے اس لئے اسے ابوالیاس کہتے ہیں اس کے متصل آپنے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ ہندوستان میں ابوالیاس پان کو کہنا مناسب ہے کیونکہ پان دینے کے بعد کھانا نہیں لایا جاتا۔ ازاں بعد فرمایا کہ چونکہ عرب میں پان نہیں ہوتا اس لئے وہ لوگ طشت و آفتابہ کو ابوالیاس کہتے ہیں۔ علی ہذالقیاس نمک کو ابوالفتح اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے کھانے کی ابتداء ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ کھانے سے پہلے اور پیچھے نمک کھانا جذام سے امان کا باعث ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ جو لوگ انگلی کو پانی سے تر کر کے نمک لگا کر کھاتے ہیں یہ اس طرح نہیں آیا ہے۔ جب سلطان المشائخ نے سلسلہ کلام کو یہانتک پہنچایا تو امیر حسن شاعر رحمۃ اللہ علیہ نے ان فوائد کے شکریہ میں عرض کیا کہ خدا کا شکر ہے حق نمکی تازہ ہوا حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ خوب کہا۔ قاضی محی الدین کاشانی بھی اس وقت موجود تھے فرمانے لگے کہ ملح جملہ کہا سلطان المشائخ نے فرمایا کہ وہ ملوح ہے۔ فرماتے تھے کہ کھانے سے بیشتر دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا تو فرمایا کرتے اللھم بارک لنا فیما رزقتنا فاعذنا عذاب النار بسم اللہ جب کھانا کھانے لگے تو پہلے لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے لقمہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے اور باآواز بلند کہے تا کہ اور لوگ بھی اس کی متابعت کریں اور انہیں یاد ہو جائے۔ اگر کوئی شخص ہر لقمہ پر بسم اللہ کہے بہتر ہے یہ نہ ہو سکے تو اول بسم اللہ اور آخر الحمد اللہ کہے مگر افضل و بہتر یہی ہے کہ پہلے لقمہ پر بسم اللہ اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے۔ کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے خط مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کھانا سامنے رکھا جائے تو کھانے والا کہے بسم اللہ عنی و عن کل اُکل معی کاتب حروف نے مولانا فخر الدین زرادی حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ کو دیکھا کہ ہر لقمہ اُٹھاتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے تھے سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ نہایت محتاط اور پرہیزگار تھے جب کھانے کا لقمہ اُٹھاتے تو ہر لقمہ کے ساتھ فرماتے اخذ باللہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جب تم

گوشت کھاؤ تو ثرید کے ساتھ ابتداء کرو (شوربے میں بھیگے ہوئے ٹکڑوں کو ثرید کہتے ہیں) فرماتے تھے کہ کسی کے لقمہ کی طرف دیکھنا نہ چاہیے اور بہت بڑا نوالہ اٹھانا مناسب نہیں ہے جب کھانے بیٹھے تو لقمہ دوبارہ پیالہ میں نہ ڈبوئے ہاتھ اور منہ روٹی اور دستر خوان سے صاف نہ کرے روٹی پر ہڈی کا گودا جھاڑنے کے لئے زور سے نہ مارے کوئی چیز زبان پر نہ رکھے۔ فرماتے تھے کہ جب تک بن سکے دستر خوان پر پانی نہ پیئے اگر ضرورت ہو تو دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور اس کے پاس والی انگلی سے جو چکنی نہیں ہوئی ہیں آبخورہ پکڑے اور اسی ہاتھ سے پانی پئے پھر آپ اس کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن شیخ بدرالدین غزنوی کے ہاں لوگوں کی دعوت تھی کھانا سامنے رکھا گیا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ایک درویش نے ہاتھ دھونے سے پیشتر دستر خوان پر بیٹھے بیٹھے پانی کا آبخورہ لے کر پی لیا شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ اس سوء ادبی کی وجہ سے درویش سے مواخذہ کریں مگر قاضی منہاج الدین جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کی اور شیخ مواخذہ سے درگذرے ازاں بعد شیخ نے فرمایا کہ ہاتھ دھونے سے پیشتر پانی پینا ترک ادب ہے کیونکہ اگر آلودہ ہاتھ منہ سے آبخورہ میں پانی پیئے گا تو آبخورہ ضرور آلودہ ہوگا اور پھر جب دوسرا شخص اس آلودہ آبخورہ سے پانی پیئے گا تو اسے گھن آئے گی۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ آدمی کو پانی میں منہ کھولنا نہ چاہیے کیونکہ اس میں لعاب دہن مل جانے کا اندیشہ ہے ہاں اگر لعاب دہن نہ ملے تو مضایقہ نہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ خاموش بیٹھے ہوئے کسی فکر میں متامل تھے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے چند عربی لفظ پڑھ کر کہا کہ یہ حدیث ہے کہ جو شخص سیدھا ہاتھ بڑھا کر پانی پیئے وہ بخشا جاتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حدیث کی جو مشہور و معتبر کتابیں ہیں ان میں تو یہ حدیث ہے نہیں شاید کسی اور کتاب میں ہو۔ بعدہ ارشاد کیا کہ آدمی کو چاہیے کہ جب کوئی حدیث سنے تو یوں نہ کہے کہ یہ حدیث نہیں ہے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ جو کتابیں فن حدیث میں مدون ہوئی ہیں اور شہرت و اعتبار پا چکی ہیں ان میں یہ حدیث نہیں آئی ہے۔ فرماتے تھے کہ کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا چاہیے کیونکہ یہ آتش پرستوں کی عادت ہے۔ فرماتے تھے کہ کھانے کی تعریف و مذمت نہ کرے پیالے یا رکابی کو صاف کرتے وقت ہاتھ میں لے اور دستر خوان پر رکھ کر صاف کرے۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں کھانا لایا گیا لوگ کھانے پر بیٹھ گئے جب کھانا ہو چکا تو امیر خسرو رحمۃ

اللہ علیہ برتنوں کو پوچھ پوچھ کر چاٹنے لگے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ کیا کر رہے ہو عرض کیا حضور ایک بزرگ تھے جنہیں لوگوں نے خواجہ کاسہ لیس کے ساتھ شہرت دی تھی اور وہ اس نام سے پکارے جاتے تھے وہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ میں کاسہ لیس خواجہ ہوں۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ کھانے کو منہ سے نہ پھونکے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ النفخ فی لطعام یذھب البرکۃ یعنی کھانے میں پھونکنا برکت کو دور کرتا ہے۔ پھر کھانا کھاتے وقت چھوٹے لوگوں میں سے کسی کو کوئی لقمہ نہ دے مگر ہاں شیخ کو اگر کسی کو ولایت دینا منظور ہو تو اسے جائز ہے کہ کسی کو لقمہ دیدے اور جب بہت سے لوگ کھانا کھانے بیٹھیں تو تاوقتیکہ اور سب کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائیں خود کھانے سے ہاتھ نہ اُٹھائے اور جب تک دستر خوان نہ بڑھایا جائے آپ کھانے پر سے نہ اُٹھے دستر خوان پر کسی کے آگے روٹی کے ٹکڑا نہ رکھے اور چھری سے کوئی چیز کسی کے آگے نہ سرکائے کھانا کھانے کے اثنا میں نہ تو آنے والے کو سلام کرے نہ سلام کا جواب ہی دے۔ اس پر آپ نے ذیل کی حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوار پیر شیخ ابو القاسم نصیر آبادی علیہ الرحمۃ یاروں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے امام الحرمین کے والد بزرگوار اور امام غزالی کے اُستاد ابو محمد جوینی تشریف لے آئے اور بآوازِ بلند سلام کیا ابو القاسم نے اور ان کے ساتھ یارانِ مجلس نے انکی طرف ذرا التفات نہیں کیا اور سلام کے جواب کی طرف مشغول نہیں ہوئے کھانے سے فارغ ہوئے تو ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ میں نے آتے وقت سلام کیا لیکن آپ لوگوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس پر ابو القاسم نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص ہماری جماعت میں آئے اور وہ کھانے میں مصروف ہو تو آنے والا سلام نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے یا خود کھانے میں شریک ہو جائے جب لوگ کھانے سے فارغ ہوں تو اس وقت اسے سلام کرنا چاہیے۔ امام ابو محمد جوینی نے کہا کہ یہ تم کہاں سے کہتے ہو عقل سے یا نقل سے ابو القاسم نے جواب دیا کہ عقل سے۔ وجہ یہ کہ کھانا جو کھایا جاتا ہے تو صرف اس واسطے کھایا جاتا ہے کہ خدا کی طاعت وعبادت پر قوت حاصل ہو اور جب یہ ہے تو جو شخص اس نیت سے کھانا کھاتا ہے گویا وہ عین طاعت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے مثلاً نماز میں تو اسے سلام کے بعد جواب میں علیک کہنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ دستر خوان پر بیٹھنے والوں کو سلام کرنا گویا انہیں پریشانی میں ڈالنا ہے کیونکہ جب کوئی بزرگ اس مجلس میں وارد ہو گا

اور سلام کہے گا تو لوگ اس کے جواب کی طرف متوجہ ہونگے اور تعظیم کو اٹھیں گے اور یہ بات ممنوع ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان فی الصلوٰۃ الشغلا یعنی نماز کی حالت میں مشغولی ہوتی ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ مشغولی کی حالت میں سلام نہ کرنا چاہیے۔ فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ جب کھانا کھائیں تو متقی کا کھانا کھائیں اور اگر کسی کو کھانا دیں تو متقی کو دینا چاہیے۔ اسی اثنا میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ متقی کو کھانا کھلانا بہت مشکل ہے کیونکہ جب چند مہمان دستر خوان پر موجود ہوں تو صاحب خانہ کس طرح تمیز کر سکتا ہے کہ متقی کون ہے بعدہ فرمایا کہ مشارق میں ایک حدیث بایں مضمون آئی ہے کہ ہر شخص کو بلا تخصیص کھانا دو اور بلا استثنا ہر مسلمان کو سلام کرو۔ فرماتے تھے کہ سیری کی حالت میں کھانا کھانا بجز دو شخصوں کے تیسرے کو درست نہیں ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ ناوقت اس کے مکان پر مہمان اتر آئیں تو اگرچہ یہ شخص سیر ہو کر کھا چکا ہے لیکن پھر بھی مہمانوں کی خاطر سے ان کے ساتھ کھانا جائز ہے دوسرے وہ صالح شخص جو روزے رکھتا اور سحری کا کھانا نہ پاتا ہو۔ اگر بے وقت کچھ اس کے پاس پہنچ جائے اور کھالے تو درست ہے۔ فرماتے تھے اگر درویش کھانے میں لذت پائے تو جس لقمہ میں لذت پائے اسے حلق سے نیچے نہ اترنے دے بلکہ نکال کر پھینک دے کیونکہ وہ لقمہ یادِ حق میں ہوتا تو لذت و مزانہ دیتا شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر لذت ترک لذت بدانی وگر لذت نفس لذت بخوانی

کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ من اکل و تختم دخل الجنة المحتامة الشاقط علی الخوان یعنی جو شخص وہ کھانا چن کر کھائے گا جو دستر خوان پر جھڑتا ہے تو ایسا شخص ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ کے لئے آسمان سے کھانا اُترا ہے؟ فرمایا ہاں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اسلام میں مقلد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین کے کاموں میں غیر کا تابع ہو۔

دستر خوان بچھانے کے آداب

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب دستر خوان بچھایا جائے تو اول آستین چڑھائے اور سیدھے ہاتھ کی آستین سے ابتداء کرے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے الیمین لطھورہ وطعامہ یعنے وضو اور کھانے میں دائیں ہاتھ سے کام لے دستر خوان پر مل کر کھانا سنت ہے اور تنہا مکروہ اسی لئے کہ حدیث میں وارد ہے اجتمعوا علی طعامکم یبارک لکم فیہ یعنی جمع ہو کر کھانا کھاؤ اس میں برکت وزیادتی ہوگی الغرض جب دستر خوان بچھایا جائے اور کھانا چُن دیا جائے تو خادم آئے اور ہاتھ باندھ کر کہے۔ الصلوات یہ لفظ فقراء ومشائخ نے صحابہ سے استنباط کیا ہے کہ جب وہ یاروں یا عزیزوں کو کسی کام کے لئے جمع کرنا چاہتے تھے تو الصلوۃ جامعۃ کہ کر آواز دیتے تھے اس آواز پر سب لوگ جمع ہو جاتے تھے پھر جب دستر خوان پر بیٹھیں تو تاوقتیکہ کھانے سے فارغ نہ ہوں خادم کھڑا رہے اور کھانے والوں کی خدمت میں مصروف رہے جیسا کہ حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی وفد یا رفقا کی جماعت آتی تھی تو آپ خود کھڑے ہو کر ان کی خدمت میں مصروف ہوا کرتے تھے۔ صحابہ عرض کرتے کہ اے رسول خدا آپ تشریف رکھیں ہم ان کی خدمت کے لئے کافی ہیں فرماتے کہ نہیں یہ میرے معزز مہمان ہیں۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ خود ان کی خدمت کروں۔ جب لوگ کھانے سے فراغت پا کر دعا کریں تو چراغدان پر سے چراغ اُٹھا کر علیحدہ رکھے اور سقا آبخورہ لیکر حاضر ہو خادم برتن اور نمکدان اور ہڈیاں اور بچی ہوئی روٹیاں اُٹھا کر ایک طرف رکھے جو لوگ متاہل ہوں انہیں صبح کے وقت کھانا دے اور شام کو دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلائے اور مجردوں کو دونوں وقت دستر خوان پر جگہ دے اور یہ صفت اہلِ بہشت کی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد خلال دانی میں سے خلال لے تو بشرک اللہ بالجنۃ کہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے جو لوگ وضو اور کھانے میں خلال کرتے ہیں وہ بڑے مرتبہ کے لوگ ہیں۔ ازاں بعد خادم ہاتھ میں جھاڑو لیکر سب طرف سے جھاڑ دے لیکن سیدھے ہاتھ سے نہیں بلکہ بائیں ہاتھ سے پھر سیدھے ہاتھ کی آستین چڑھائے اور کھڑے ہو کر ہاتھ دھلائے۔ خادم ہاتھوں پر پانی ڈالتا جائے اور کہتا جائے طھرک اللہ من الذنوب ونزھک من العیوب یعنے خدا

تمہیں گناہوں سے پاک اور عیبوں سے مبرا کرے پھر جو میسر ہو اور سامان فراہم ہوں تو قوالوں سے سماع سنے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ کی مجلس مقدس میں دودھ یا شربت لایا گیا آپ نے اس میں سے کچھ پیا چونکہ آپ کے دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب بوڑھے بزرگ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس لئے آپ نے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو مجھے اجازت نہیں دیتا ہے کہ میں تیرا حصہ ان بوڑھے لوگوں کو دے دوں اس نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے تبرک کے بارہ میں اپنے نفس پر کسی کو اختیار نہیں کروں گا۔ غرضیکہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے دائیں جانب کی رعایت کر کے اول اسی کو عنایت فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی پیاسے کو پانی پلائے گا خدا اسے جنت کی شراب پلائے گا۔ جب چراغ کو جلتا دیکھے تو نور اللہ قلبکلبہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ کھانا کھانے کے بعد تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا بھی آیا ہے یہ تکبیر حمد کے معنی میں ہے اور نعمت کے شکرانہ کو حمد کہتے ہیں بعدہ فرمایا کہ ایک دفعہ جناب نبی عربی ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ کل قیامت کے روز تم چوتھائی اہلِ جنت ہو گے یعنے تین حصہ اور تمام لوگ ہونگے اور ایک حصہ تم۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس نعمت کے شکرانہ میں چیخ کر تکبیر کہی پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ایک ثلث اور تمام اُمتیں دو ثلث ہونگی یعنی اگر تمام جنتیوں کی تعداد حساب میں لائی جائے گی تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر میرے زمانہ سے پیشتر تک کی جس قدر اُمتیں ہونگی سب دو ثلث اور تم ایک ثلث نکلو گے۔ صحابہ نے یہ سن کر بڑی خوشی کے ساتھ کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا ازاں بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے تمام بہشتیوں میں نصف تم اور نصف دوسری تمام امتیں ہونگی۔ صحابہ نے پھر خوشی کے ساتھ زور سے تکبیر کہی یہاں تک کہ ساری مسجد گونج اُٹھی۔ یہ حدیث بیان کر کے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایسے موقع پر تکبیر کہنی حمد اور شکر کے قائم مقام ہے اور یہ بالکل درست ہے لیکن بعض لوگ جو ہر مرتبہ اور ہر مصلحت کے متعلق کہتے ہیں اور تکبیر کو تکیہ کلام بناتے ہیں یہ کہیں نہیں آیا ہے۔ کاتب حروف نے جامع الاصول فی احادیث الرسول میں لکھا دیکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اذا ارتفعت اصوات التکبیر ات بعد ارتفاع السفر ۃ حلت ما عقدت الافلاک یعنی جب دسترخوان اُٹھائے جانے کے بعد تکبیرات کی آوازیں بلند ہوتی ہیں تو افلاک سے گزر کر عرش تک پہنچ جاتی ہیں۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ گھر کو مکڑیوں کے جالوں

سے پاک کرنا چاہیے کیونکہ وہ دیوؤں کا مسکن ہے۔ پاؤں دبانے کی شرط یہ ہے کہ زانو سے اوپر ہاتھ نہ لے جائے اور انگلیوں سے غمز نہ کرے بلکہ ہتھیلی سے ملے۔ جن مریدوں کے دماغ غرور و تکبر سے پر ہوں انہیں پائخانہ کہ خدمت سپرد کرنی چاہیے۔

تھوڑا کھانے کے فوائد

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ میرا ایک لقمہ کم کھا کر تمام رات سوتا رہنا سیر ہو کر کھانے اور رات بھر شب بیداری اور تہجد گذار سے بہت بہتر ہے۔ فرماتے تھے کہ شیطان کہتا ہے جو خوب سیر ہو کر نماز کو کھڑا ہوتا ہے میں اس سے معانقہ کرتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر آتا ہے تو اچھی طرح محسوس کرتا ہے کہ میرا غلبہ اس پر کسی درجہ تک ہے اور جو بھوکا رات بھر پاؤں پھیلائے سوتا ہے میں اس سے بھاگتا ہوں اور جب یہ نماز میں مصروف ہوتا ہے تو اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ میری نفرت اس سے کہاں تک ہے فرماتے تھے کہ درویشی میں تمام و کمال راحت و آسائش ہے اور تمام آسمانی و زمینی آفات سے بے خوفی و بے ایمنی سختی و مصیبت میں درویشی کی انتہا فاقہ کشی ہے اور جس شب درویش کو فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کے حق میں معراج کی رات ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ درویش کو پے در پے تین دن کا فاقہ کرنا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ درویش کو سیر ہو کر نہ کھانا چاہیے اور بہت دیر سونا مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ ہمیشہ روزہ افطار کرتا اور سحری کھاتا رہے مگر روزے اسی قدر رکھے کہ نفس جو راہ حق کا مرکب ہے بالکل عاجز و زبوں ہو جائے۔ فرماتے تھے کہ آدمی کا کمال چار چیزوں میں ہے تھوڑا کھانے میں۔ کم بات کرنے میں لوگوں کی صحبت میں بہت کم نشست و برخاست کرنے میں تھوڑا سونے میں۔ فرماتے تھے حضرت ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ملکوت کا دروازہ وہی لوگ کھلواتے ہیں جو بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ فرماتے تھے مولانا علاؤالدین اصولی ایک بہت ہی بزرگ آدمی تھے انکی یہ کیفیت تھی کہ تین تین روز بھوکے رہتے یہاں تک کہ سبق پڑھاتے وقت منہ میں جھاگ بھر آتے آپ سحری کے وقت صرف اس قدر کھانا تناول فرماتے جس پر کھانے کا اطلاق ہو سکتا تھا۔ فرماتے تھے جب تک آدمی تنگی اور سختی اختیار نہ کرے گا آسائش نہ پائے گا اور تاوقتیکہ اچھا کھانے اچھا پہننے میٹھی نیند سونے سے پرہیز نہ کرے گا کوئی بات حاصل نہ کر سکے گا

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

خوردن برای زیستن وذکر کردن است | تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ میں نے صائم الدہر رہنے کو اس لے پسند کیا ہے کہ مختلف قسم کے متعدد لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے متفقہ الفاظ میں یہی جواب دیا کہ بھوکا رہنا اور تھوڑا کھانا سب چیزوں سے بہتر ہے چنانچہ جب میں نے اطبا سے سوال کیا کہ تمام دواؤں میں مفید اور نافع تر کون سی دوا ہے تو انہوں نے جواب دیا بھوک اور قلت طعام عباد سے پوچھا کہ عبادتِ خداوندی میں کون سی چیز زیادہ نفع پہنچانے والی ہے تو کہا بھوک اور تھوڑا کھانا۔ زہاد سے دریافت کیا کہ تمام چیزوں میں کون سی چیز زیادہ قوی ہے۔ جواب دیا کہ بھوک اور کم کھانا۔ جب علماء سے پوچھا کہ حفظ علم میں کون سی چیز افضل ہے کہا بھوک اور قلتِ طعام۔ بادشاہوں اور حکام سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ ابوطالب مکی کا قول ہے کہ مومن کی مثال نفیری جیسی ہے کہ جب تک اس کا جوف اور باطن صاف اور مجلا نہیں ہوتا عمدہ اور اچھی آواز پیدا نہیں ہوتی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو تم ان پیٹوں سے بھلائی طلب کرو جو پہلے سیر ہوتے پھر بھوکے رہتے ہیں کیونکہ ان پیٹوں میں ہنوز کرم باقی ہے۔ اور ان پیٹوں سے خیر و بھلائی نہ طلب کرو جو اول بھوکے رہتے ہیں پھر سیر ہوتے ہیں۔ کس لئے کہ ابھی تک ان میں ملامت باقی ہے بھوک خدا تک پہنچانے کی سواری ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسے اکثر بھوکا رکھتا ہے۔ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بھوکے کا ہنسنا پیٹ بھر کے رونے سے بہتر ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ ہم نے اپنے گھر میں کبھی ایک دن رات کا کھانا جمع نہیں رکھا اور جب سے اسلام میں داخل ہوئے ہیں کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ سیری کفر کے ساتھ کنایہ کی جاتی ہے۔ حماد بن ابی حنیفہ کا قول ہے کہ میں داؤد طائی کے پاس گیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بند ہے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے بقولات کی فرمائش کی میں نے تجھے بقولات کھلائے پھر تو نے کھجور کی خواہش کی لیکن یہ خواہش تیری پوری نہیں ہوئی میں نے تجھے منع کیا کہ کھجور ہرگز نہ کھا۔ جب میں مکان کے اندر داخل ہوا تو معلوم ہوا وہاں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ اپنے نفس سے خطاب کر رہے تھے۔ مالک ابن دینار کا بیان ہے کہ لوگوں کا قول ہے کہ جو شخص چالیس روز

گوشت کھانا چھوڑ دیتا ہے اس کی عقل میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ میں نے کامل بیس برس سے گوشت نہیں کھایا لیکن خدا کے فضل سے میری عقل ویسی ہی کامل رہی۔ بلکہ دن بدن زیادہ ہوتی گئی۔ حضرت شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس سرہ العزیز بیشتر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ان ارذل الناس من اشغل بالاکل و اللباس

یعنی جو شخص صرف کھانے پہننے میں مصروف رہتا ہے اور اس کی ہمت رات دن اسی فکر میں غرق رہتی ہے وہ تمام لوگوں سے زیادہ ذلیل ورذیل ہے۔ خواجہ حکیم ثنائی نے بہت ہی خوب فرمایا ہے:

هر کش امروز قبله مطبخ شد وانکه فرداش جا بدوزخ شد
آدمی را درین کهن برزخ هم ز مطبخ دریست در دوزخ
بهر کم خوردان هست بی آبی دہن هند نطق اعرابی
چون خوری بیش پیل باشی تو کم خوری جبرئیل باشی تو
خور اندک فزون کند حکمت خور بسیار کم کند علمت
لقمهٔ گر کنی زخوردن بیش هیضه آرد کلید گلخن بیش
هاضمه چون بدو نپردازدؤ ارزیخ گلخنے دگر سازد

خلاصہ ابیات یہ ہے کہ جس کا قبلہ آج مطبخ ہوا کل اسکی جگہ دوزخ میں ہوگی اس پرانے برزخ میں بھی آدمی کے لئے مطبخ سے دوزخ کا ایک دروازہ ہے۔ کم کھانے اور پانی نہ پینے سے ہندی زبان اور اعرابی نطق حاصل ہوتا ہے۔ اگر تو زیادہ کھائے گا تو ہاتھی ہو جائے گا۔ کم کھانے کی عادت ڈالیگا تو جبرئیل ہو جائے گا۔ تھوڑا کھا کہ حکمت زیادہ ہو بہت کھائے گا تو علم کم ہوگا۔ اگر عادت سے لقمہ زیادہ کھائے گا تو تخمہ و ہیضہ پیدا ہوگا اور جب قوت ہاضمہ اسکی طرف متوجہ ہوگی تو مہلک مرض اٹھ کھڑا ہوگا۔

اہلِ تصوف کا لباس

کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ سفید کپڑا تمام کپڑوں سے بہتر واولیٰ ہے کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے خیر ثیا بکم البیض یعنے جو کپڑے تم پہنتے ہوان میں سے بہتر سفید کپڑے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ البسوا الثیاب الابیض فانها اطهر و اطیب و کفنوا فیها موتا کم یعنے سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ بہت پاک اور طیب ہیں اور مرنے والے مردوں کو ان ہی میں کفنایا کرو۔ مشائخ رحمهم الله جو مریدوں کے لئے نیلا لباس پسند کیا ہے اسکی کئی وجہیں ہیں ایک یہ کہ جلد میلا نہ ہو گرانی نرخ کی وجہ سے اس کا وقت مشوش و پریشان نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ نیلا لباس مصیبت زدوں کے ساتھ مخصوص ہوا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک درویش جو انتہا درجہ کی مشغولی رکھتا تھا۔ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب آیا نہایت میلے کچیلے اور بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے آیا جب چندروز اس کی یہی کیفیت دیکھی گئی تو جناب شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ تم ان کپڑوں کو دھو کر صاف کیوں نہیں کرتے چونکہ درویش مشغول بحق تھا لہذا بالفعل اسبات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن جب شیخ نے باصرار دریافت کیا کہ تم اپنے کپڑوں کو کیوں نہیں دھوتے تو اس نے عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا کہ مخدوما مجھے اس قدر فرصت کہاں میسر ہوتی ہے کہ دریا پر جاؤں اور کپڑے دھوؤں یہاں تک پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے اس درویش کا وہ لجاجت آمیز جواب اور مسکنت و عجز سے بھرا ہوا فقرہ یاد آتا ہے تو ایک عجیب طرح کی مسکنت و عجز اور نرم دلی مجھ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مشائخ نے جو مریدوں کیلئے نیلے کپڑے پسند کئے ہیں اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ رنگین کپڑے پہننے مشائخ کی عادت ہے اور اس سے وہ اس امر کی فال لیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے ظاہری لباس رنگین اختیار کیا ہے ہمارا باطن انوار مشاہدات سے رنگین ہو۔ اور یہ بات اپنے موقع پر دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ نفس کئی رنگوں کے ساتھ رنگین ہے اور سب رنگوں سے نیلے رنگ کو غلبہ ہے لیکن نفس مطمئنہ کا رنگ نیلا نہیں ہے بلکہ اس کا رنگ سیاہ ہے۔ وجہ یہ کہ اس میں نور ذکر کی گہری آمیزش ہے اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہی وسفیدی کے ملنے سے نیلا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ نفس کے انوار کبھی تو نیلے ہوتے ہیں اور گاہے سبز اور قلب کے انوار

کبھی سفید ہوتے ہیں کبھی زرد کبھی نیلے کبھی سرخ تو صوفیہ نے ان تمام رنگوں میں نیلے رنگ کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ جس قدر اس میں اظہار عجز ہے اس قدر اور کسی رنگ میں نہیں۔ اس وجہ سے بعض عرفا نے کہا ہے کہ اگر ابن منصور کو کما حقہ معرفت حاصل ہوتی تو وہ بجائے انا الحق کے انا التراب کہتے۔ پھر مشائخ نے سیاہ لباس کو چھوڑ کر نیلا لباس جو اختیار کیا ہے حالانکہ مذکورہ بالا اوصاف سیاہ لباس میں بدرجہ اولیٰ واکمل پائے جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو اس لباس میں عباسیہ کا احترام لازم آتا ہے دوسرے کفار عتابیہ کی تشبیہ سے اجتناب واحتراز حاصل ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی مجلس شریف میں ایک شخص کسم کے رنگے ہوئے سرخ کپڑے پہنے آیا آپ نے فرمایا اگر تیرے یہ کپڑے گھر کے تنور میں ہوتے یا ہنڈیا کہ تلے جل جاتے تو بہت اچھا ہوتا۔ یہ شخص فوراً گھر آیا اور کپڑوں کو اتار کر تنور میں جھونک دیا ازاں بعد پھر مجلس اقدس میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تو نے وہ کپڑے کیا کیے عرض کیا کہ حضور کے فرمانے کے مطابق تنور میں جلا دیے۔ فرمایا میری غرض یہ نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ اسے فروخت کر کے آٹا خرید کر روٹی پکاتا یا لکڑیاں خرید کر ان سے کھانا تیار کرتا یا اپنی گھر کی عورتوں کو دے دیتا۔ لیکن مریدوں کے واسطے جو یہ لباس تجویز کیا گیا ہے اسی وقت تک تجویز کیا گیا ہے کہ وہ اپنے نفس سے مامون ونڈر نہ ہوں کیونکہ جب سالک کو نفس سے امن واطمینان حاصل ہو جائے تو اسے اختیار ہے جیسا چاہیے لباس پہنے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی سرخ لباس پہنا ہے چنانچہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ کو سرخ حلہ میں دیکھا اور وہ لباس آپ پر ایسا پھب رہا تھا کہ میں نے کبھی ان کپڑوں میں ایسا حسین ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا اس دن آپ کے جسم کو سرخ حلہ چھپائے ہوئے تھا اور سیاہ عمامہ سر مبارک پر رکھا ہوا تھا جس کا شملہ مونڈھے پر ایک عجب دلربایانہ شان سے لٹک رہا تھا۔ صوف کا جبہ پہننا سنت ہے دحیہ کلبی نے جناب نبی عربی ﷺ کو دو جبے ہدیہ بھیجے آپ نے نہایت خوشی سے انہیں زیب بدن کیا اور جب تک پھٹے نہیں پہنے ہی رہے اور ایک رویات میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا انتقال صوف کے جبہ میں ہوا جس میں گیارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات صوف کے کپڑے میں ہوئی جس پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی صوف کے کپڑوں میں ہوا۔ اور اس میں تیرہ پیوند موجود تھے۔ عمامہ کا

شملہ کبھی آگے اور کبھی پیچھے لٹکانا دونوں جائز ہیں۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دونوں طرح دیکھا ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے ٹوپی پر عمامہ باندھا ہے۔

خزینہ سلطان خوارزم شاہی میں یوں بھی لکھا ہے اور اسی طرح ہم تک پہنچا ہے۔ پائجامہ شرم گاہ کا چھپانے والا ہے۔ طریقت میں یہ بات نہایت ہی نازیبا اور قبیح ہے کہ غیر شخص کی نظر شرمگاہ پر پڑے۔ طریقت کبھی اس کی اجازت نہیں دیتی جب پائجامہ پہنے تو پہلے سیدھا پاؤں ڈالے اور جب اوتارے تو اول بائیں پاؤں سے اتارے۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز سے منقول دعائیں

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جاگتے اور سوتے وقت دعا کرنے کو غنیمت جانو کیونکہ ان اوقات میں دعا قبولیت کے ساتھ مقرون ہوتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں رب العزت جل جلالہ کو دیکھا اور ذیل کی دعا تعلیم حق کے واسطے سیکھی خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ کب تک تو فضول اور بیہودہ حاجتیں مانگتا رہے گا ابراہیم نے عرض کیا کہ خداوندا میں اپنی حاجتیں تیری جناب میں کیونکر پیش کروں اور دلی آرزوئیں کس طرح طلب کروں۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کر الھی رضنی بقضائک و صبر نی علی بلائک واوزعنی شکر علی نعمائک و اسألک تمام نعمتک و دوام عافیتک اللھم حببنی فی قلوب المومنین یعنی خداوندا مجھے اپنی قضاء قدر پر راضی کر دے اور اپنی دی ہوئی بلاؤں پر صبر کرنے کی توفیق عنایت فرما اور اپنی نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق دے۔ میں تجھ سے تیری پوری نعمت اور ہمیشگی کی عافیت مانگتا ہوں۔ الٰہی مسلمانوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ جسے کوئی حاجت یا مہم پیش آئے تو مہینے کی پندرہویں شب کو قبلہ رخ بیٹھے اور انیس ہزار دفعہ واللہ المستعان کہے اور ایک ہزار دفعہ کہ چکے تو سجدہ میں جائے اور تین دفعہ کہے آمین آمین آمین۔ جب انیس ہزار مرتبہ واللہ المستعان کہہ چکے اور سجدے تمام کر چکے تو اپنی حاجت کے

متعلق سوال کرے حق تعالیٰ اس کی مہمات کو پورا کردے گا اور بے شک وشبہ پورا کردے گا۔
حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ نے ذیل کی دعا تعلیم کی اور اس کے بہت سے فوائد و خواص بیان فرمائے دعا یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد الله على الاسلام و الحمد لله على سنة والجماعة الحمد لله الذى علمنا علمانا فعاولم يتركنا عميان القلوب الحمد لله على الصحة والسلامة الحمد الله الذى اذهب عنا الغضب و الحزن و لم يجعلنا من المغضوبين عليهم الحمد للهِ بكل نعمة دينى و دنيوى الحمد لله على التوفيق و الحمد لله على كل حال الحمد لله على نعماء فى السرو العلانية . الحمد لله رب العالمين الحمد لله الذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفورٌ شكور الحمد لله الذى احلنا دار المقامة من فضله

آپ فرماتے ہیں مجھے شیخ شیوخ العالم نے ذیل کی دعا پر انضباط کا تاکیدی حکم فرمایا۔ اللھم ادخل فی قلبی السرور واذہب عنا الھم والحزن۔ فرماتے ہیں میں نے شیخ شیوخ العالم کو فرماتے سنا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی بیشتر اوقات زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ پھر حضرت اس کی جلا کس طرح ہوتی ہے فرمایا موت کے یاد کرنے سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب بندہ خدا کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ انہیں مایوس پھیرے۔

فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم نے یہ دعا بھی تعلیم کی تھی۔ ربنا آمنا بما انزلت وتبعنا الرسول فكتبنا مع الشاهدين اللهم اجعل من بين ايدينا نورا و من خلفنا نور او اجعله فائدا و ضياء و دليلا الى جناتك النعيم و دارك دار سلام مع الذين انعمت عليهم من النبيين و الصديقين و الشهداء و الصالحين و حسن اولئك رفيقا فرماتے ہیں مجھے شیخ شیوخ العالم نے اس دعا کے بھی پڑھنے کی وصیت کی ہے بسم الله الرحمن الرحيم اللهم ات نفسى تقوٰها و زكها انت وليها و مولها فاغفرها واقبل معذرتها اللهم انت لى كما احب فاجعلنى لک كما تحب اللهم اجعل سريرتى طاهرة و خيرا من علانيتى طاهرة و صالحة اللهم ارزقنى

حسن الاختیار و صدق الافتقار و صبحة الاخیار و الا برار یا خالق الجنة و النار فرماتے ہیں ذیل کہ مناجات بھی شیخ شیوخ العالم نے سکھائی ہے۔ الٰھی ضاقت المذاھب الا الیک و خابت الامال الالدیک و انقطع الرجال الا عنک و بطل التوکل الا علیک . رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین و بحق انزلناه و بحق نزل و بحق کھیعص و حمعسق و صلے اللہ علیٰ محمد و آلہٖ اجمعین ۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ سے سنا ہے کہ مناجات کے وقت حضرت صمدیت سے یہ تین چیزیں مانگنی چاہییں۔

از حضرت تو سہ چیز بخواہم من   وقت خوش و آب دیدہ و راحت دل

یعنی مبارک وعمدہ وقت آنکھ کی رونق دل کی راحت۔ فرماتے تھے مجھے اگلی دعا بھی شیخ شیوخ العالم نے تعلیم فرمائی۔ اللھم ان دخل الشک فی ایمانی بک و لم اعلم به تبت عنه و اقول لا اله الا الله محمد رسول الله اللھم ان دخل الشرک فی توحیدی بک و لم اعلم به تبت عنه و اقول لا اله الا الله محمد رسول الله اللھم ان دخل الشبھة فی معرفتی ایاک و لم اعلم به تبت عنه و اقول لا اله الا الله محمد رسول الله اللھم ان دخل النفاق فی قلبی و لم اعلم به تبت عنه و اقول لا اله الا الله محمد رسول الله ولا قوة الا بالله العلی العظیم و صلی الله علی خیر خلقه محمد و آلہٖ اجمعین O

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول دعائیں

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ بندہ کو چاہیے کہ دعا کرتے وقت نہ تو اس گناہ کو پیشِ نظر رکھے جو گذشتہ زمانہ میں اس سے ظہور میں آیا ہے اور نہ کسی طاعت ہی کا دل پر خطرہ گذرنے دے کیونکہ اگر اس وقت اپنی طاعت پر نظر کرے گا تو عُجب پیدا ہوگا اور معجب کی دعا کبھی قبول کا جامہ پہنتی نہیں۔ علی ہذا القیاس اگر معصیت و گناہ کو پیشِ نظر رکھے گا تو اس سے دعا میں

سستی وکاہلی پیدا ہوگی لہذا داعی کو چاہیے کہ دعا کے وقت صرف خدا کی رحمتِ خاص پر نظر ہو اور یقین وتصدیق کے ساتھ دعا مانگے اگر ایسا کرے گا تو دعا مقبول ہوگی۔ دعا کرتے وقت دونوں ہاتھ متصل رکھنے چاہئیں اور مناسب ہے کہ خوب بلند کرے اور ایسی صورت بنانی چاہیے کہ گویا اسی وقت اس کی منہ مانگی مراد حاصل ہو جائیگی اور جس چیز کی بابت سوال کر رہا ہے وہ ابھی اس کے ہاتھوں میں ڈالدی جائے گی۔ اسی اثناء میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دعا صرف دل کی تسکین کے لئے ہے ورنہ خدائے عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس کے حق میں کیا چیز سزاوار ہے اور کس میں اس کی مصلحت موقوف ہے۔ فرماتے تھے کہ دعا آفتوں اور بلاؤں کے نزول سے پیشتر کرنی چاہیے کیونکہ جب بلا اوپر سے نیچے آتی اور دعا نیچے سے اوپر چڑھتی ہے تو ہوا میں دونوں یکجا جمع ہوتی اور باہم معارضہ ومقاتلہ کرتی ہیں پھر اگر دعا میں قوت ہوتی ہے تو وہ بلا کو واپس کر دیتی ہے وگرنہ خود نیچے اتر آتی ہے۔ ازاں بعد آپ نے اسی کے مناسب ایک حکایت نقل فرمائی کہ جب نیشاپور کے باشندوں پر نزول بلا کے آثار نمایاں ہوئے تو وہاں کے حاکم نے کسی شخص کو شیخ فریدالدین عطار کے پاس بھیجا کہ آپ دعا میں مصروف ہوں۔ شیخ نے جواب دیا کہ دعا کا وقت گذر گیا اب تو رضا کا وقت ہے اس کے بعد حضور نے ارشاد کیا کہ نزول بلا کے بعد بھی دعا کرنی چاہیے گو بلا دفع نہیں ہوتی لیکن سختی اور بلا کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ بعدہ فرمایا کہ جس وقت بلا نازل ہو تو اس سے کراہت ونفرت نہ کرنی چاہیے فرمایا کہ متکلمین اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص کو کوئی مکروہ اور خلافِ طبیعت بات پہنچے اور اسے اس سے کراہت نہ ہو لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ قول غلط ہے اور اس کے کئی جواب ہیں اول یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص راستہ طے کرتا ہے اور اثناء راہ میں اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے اور خون ٹپکنے لگتا ہے لیکن اسی طرح عجلت کے ساتھ قدم اُٹھائے چلا جاتا ہے اور اس کا دل ایک ایسی چیز کی طرف مشغول ہوتا ہے کہ پاؤں میں کانٹا چبھنے اور خون ٹپکنے کی اسے بالکل پروا نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص جنگ میں مشغول ہوتا ہے اور اس کے بدن میں زخم لگتے ہیں مگر وہ لڑائی میں ایسا مشغول ہوتا ہے کہ اس زخم کی اسے بالکل خبر نہیں ہوتی البتہ جب وہ اپنے قیام گاہ میں پہنچتا اور میدان جنگ سے واپس آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں مقام پر میرے زخم لگا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کسی اتہام

میں گرفتار کیا گیا اور حاکم وقت کی عدالت سے اسے ہزار بیدوں کے مارے جانے کا حکم صادر ہوا جب لوگوں نے اسے یہ سزا دی اور ہزار بیدیں ماریں تو اس نے ذرا بھی جزع فزع نہیں کی اور کسی طرح کا الم و درد ظاہر نہیں کیا دریافت کیا گیا تو اس نے جوب دیا کہ جس وقت مجھ پر بید پڑتی تھی میرا معشوق میری آنکھوں تلے پھر جاتا تھا اور اس کا سماں مجھے نظر آجاتا تھا اس کے سامنے مجھے ضرب کا کوئی الم محسوس نہ ہوتا تھا۔ ازاں بعد فرمایا کہ جب استغراق کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور صاحب معاملہ اپنے خیال میں محو ہو جاتا ہے تو اسے کسی درد و تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اور جب ان لوگوں پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو جو لوگ مشغول بحق ہوتے ہیں ان پر بطریق اولیٰ طاری ہونی چاہیے اور وہ اسکے بہت ہی لائق و سزاوار ہیں۔ اب ہم وہ دعائیں نقل کرتے ہیں جو حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ العزیز سے منقول ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بعض یاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں تم سے پوچھتا ہوں مقالید السمٰوات والارض یعنے آسمان و زمین کی کنجیاں کہ جس سے آسمان و زمین کے تمام خزانے کھلتے ہیں کیا ہیں۔ سنو وہ دس تسبیحیں ہیں۔ ایک لا الہ الا اللہ وحدہ، آخر تک دوسرے سبحان اللہ و الحمد للہ آخر تک، تیسرا سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ آخر تک، چوتھی سبحان الملک القدوس سبوح قدوس رب الملائکۃ و الروح، پانچویں۔ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اسالہ التوبۃ، چھٹے اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد ما قضیت ولا ینفع ذالجد منک الجد، ساتویں لاالہ الا اللہ الملک الحق المبین، آٹھویں بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ رب الارض و السماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئی فی الارض و لا فی السماء و ھوا السمیع العلیم. نویں درود۔ اللھم صلی علیٰ محمد عبدک و نبیک و حبیبک آخر تک دسویں رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون. ان دسوں تسبیحوں کو مقالید السموات والارض یعنے آسمان و زمین کی کنجیاں کہتے ہیں۔ جو شخص انہیں دن میں دس دفعہ پڑھے گا سو دفعہ پڑھی جائیں گی اور جس نے سو دفعہ پڑھا گویا ہزار بار پڑھا۔ فرماتے تھے کہ اسم اعظم عربی زبان میں یا حی یا قیوم ہے اور سریانی میں ''اھیا اشر اھیا'' اور فارسی زبان میں ''امید امیدواران'' ہے۔

فرماتے تھے کہ لوگوں نے خواجہ ابراہیم ادہم سے پوچھا کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے تو ہمیں بھی بتائیے۔ جواب دیا کہ حرام لقمہ سے معدے کو پاک رکھو دنیا کی محبت سے دل کو دور کرو پھر جس اسم سے خدا کو پکارو گے وہی اسمِ اعظم ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جو شخص ذیل کے کلمات پچیس دفعہ پڑھے گا خدا تعالیٰ کے نزدیک منجملہ چالیس ابدالوں کے ایک ہوگا۔ الھم اغفر امة محمد اللھم ارحم امة محمد اللھم اصلح امة محمد اللھم فرج امة محمد اللھم تجاوز عن امة محمد۔ قاضی محی الدین کاشانی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ محمد حاجی راستہ میں ملکر مجھ سے کہنے لگا کہ جس روز سے میں سفر حج سے آیا ہوں گھر میں کسی طرح کا آرام نہیں پاتا ہوں ہمیشہ دل بے قرار رہتا اور ایک قسم کی خلش چلی جاتی ہے اس وجہ سے کبھی ارادہ ہوتا ہے کہ یہاں سے سفر کر جاؤں کبھی خیال آتا ہے کہ عزیزوں اور دوستوں کی مفارقت اچھی نہیں ہے تو میری گذارش یہ ہے کہ آپ اس بارے میں جناب سلطان المشائخ کے باطن مبارک سے استمداد دعا کیجئے اور اس سے میری اور کوئی غرض نہیں ہے صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس بات میں اللہ کی مرضی ہو اس پر عمل درآمد کروں اگر سلطان المشائخ کی زبان فیض ترجمان سے خدا کی مرضی و نامرضی کی بابت کوئی بات معلوم ہو جائے تو میرے دل میں نہایت درجہ کا فرحت و انبساط پیدا ہو۔ تو حضور اس کی یہ التماس تھی جو میں نے جہان آرا کے سامنے پیش کی۔ سلطان المشائخ نے میری یہ گفتگو سن کر فرمایا کہ محمد حاجی سے کہ دینا چاہیے کہ آیہ ھو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیز دادوا ایمانا مع ایمانهم ولله جنود السموات والارض و کان الله علیماً حکیما ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔ داہنا ہاتھ سینہ پر رکھ لے چند روز تک اس پر مداومت کرے جو شکایت رکھتا ہے اس سے خلاصی پائے گا۔

دوائے درد منست این سخن کہ میگوئی ۔۔۔ بگوئی ہر چہ تو گوئی موجہ است و[illegible]

فرماتے تھے کہ تنگی معیشت کے دفعیہ کے لئے جمعہ کی ہر شب کو سورہ جمعہ پڑھنی چاہیے۔ جناب شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر ہر شب جمعہ کو یہ سورت پڑھا کرتے تھے اور میں بھی پڑھا کرتا ہوں لیکن اپنے لئے کوئی بہتری فلاحِ دنیا نہیں چاہتا۔ وجہ یہ کہ خدا کو جسے جس حال میں رکھنا منظور ہوتا ہے وہ اسی میں رہ سکتا ہے۔ اسی اثناء میں آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ ایک

جماعت پر میرا گذر ہوا جو صوفیوں کے لباس میں تھی ان سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے فلاں خواب دیکھا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ یہ خواب نہایت مبارک اور نیک ہے زمانہ تیرے موافق ہوگا۔ اور تمام اسباب تیری مرضی کے مطابق مہیا ہونگے میں نے جب اس کی یہ گفتگو سنی تو دل میں آیا کہ کہدوں۔ اے خواجہ جس لباس میں تو ہے اس لباس کے آدمی اس قسم کی تعبیر خواب نہیں بیان کرتے پھر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی جواب نہ دینا چاہیے چنانچہ میں نے کچھ نہ کہا اور وہاں سے عبور کر گیا۔ فرماتے تھے میں نے سنا ہے کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے فرزند رشید نور اللہ مرقد ہما کو ایک دعا تعلیم کی ہے طلب و جستجو کرنے کے بعد وہ دعا مجھے حاصل ہو گئی اس دعا میں یا مسبب الاسباب کا لفظ بھی تھا جب میں نے دیکھا کہ دعا مذکور میں محض اسباب کا لفظ بھی موجود ہے تو شیخ شیوخ العالم کے خرقہ کی حرمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر اس دعا کی خواہش میرے دل میں ذرہ برابر باقی نہیں رہی۔ شیخ صدر الدین نے شیخ الاسلام بہاؤالدین قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پوچھا کہ ذیل کی دعا کس وقت پڑھنی چاہیے فرمایا ہر فرض نماز کے بعد اور سونے کے وقت پڑھے دعا یہ ہے۔ اللھم انک تعلم سریرتی و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سوالی و تعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسألک ایمانا یبا شر قلبی و یقینا صادقا حتی اعلم انک من یعیبنی الا ما کتبت لی و رضا بما قسمت لی یا ذاالجلال و الاکرام ۔ امیر حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ لوگ اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ پڑھتے ہیں اس سے میری غرض یہ ہے کہ اس جملہ میں غیر حق سے معاونت و مدد طلب کی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور سے طالبِ مدد ہونا بظاہر منع معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ گذشتہ مشائخ اور لوگوں نے یہ دعا پڑھی اور وہ اس میں عباد اللہ مخلصین مسلمین کے الفاظ مضمر مانتے ہیں اگر اب یہی لوگ اسے پڑھیں جائز ہے کیونکہ پہلے بزرگوں نے پڑھی ہے۔ شیخ نجیب الدین متوکل اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس سرہ کو خواب میں دیکھا فرماتے تھے کہ اے نظام تم اس دعا کو ہر روز سو بار پڑھا کرو۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علیٰ کل شی قدیر. جب میں بیدار ہوا تو اس دعا پر ملازمت کی اور اپنے دل میں کہا کہ شیخ کے اس فرمانے میں کوئی مقصود اور

بھید ضرور ہوگا۔ بعدہ میں نے کتب مشائخ میں لکھا دیکھا کہ جو شخص ہر روز سو دفعہ اس دعا کو پڑھے گا اور ہمیشہ پڑھے گا وہ بغیر اس کے کہ دنیاوی سامان اس کے پاس مہیا ہوں نہایت خوشی اور سرور کی حالت میں زندگی بسر کرے گا اس وقت میں نے معلوم کرلیا کہ شیخ کا مقصود یہی تھا۔ ازاں بعد آپ نے حاضرین میں ایک شخص کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اس دعا کا دس دفعہ پڑھنا بھی آیا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دس دفعہ اس دعا کو پڑھے گا گویا اس نے دس بردے آزاد کیے۔ فرمایا ایک اور مرتبہ میں نے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں نظام! تم عصر کے بعد سورۃ نبا کتنی دفعہ پڑھتے ہو میں نے عرض کیا ایک بار فرمایا کہ نہیں پانچ بار پڑھا کرو (اور اس کی تفصیل اورادروز کے تحت میں گذر چکی وہاں سے دیکھنا چاہیے) ازاں بعد فرمایا کہ جو طاعت اور ورد کہ صاحب نعمت کے نفس سے قبول کیا جاتا ہے اس کے ادا کرنے میں ایک دوسری راحت ہے۔ فرماتے تھے کہ کئی ورد ایسے ہیں جنہیں میں نے اپنی طرف سے واجب کرلیا ہے اور بہت سے ورد وہ ہیں جو اپنے خواجہ سے حاصل کیے ہیں۔ ان دونوں وردوں میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ فرماتے تھے کہ حاجات کے برآنے اور مقاصد پر کامیاب ہونے کے لئے مسبعات عشر کو علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ جو شخص نوافل ادا کرنے کے بعد گوشہ میں بیٹھے اور خلوت و تنہائی میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ سو دفعہ یارب کہے جو چیز خدا سے مانگے پائے اور اگر ہزار دفعہ کہے مقصد پر بہت جلد کامیاب ہو۔ فرماتے تھے کہ جس شخص کو کوئی حاجت پیش آئے اسے تکبیر بہت کہنی چاہیے اگر بہت دفعہ نہ کہہ سکے تو سو بار ضرور کہے اور جو شخص خواب سے بیدار ہو تکبیر کہہ کر اپنی حاجت خدا سے مانگے انشاء اللہ فوراً مقرون باجابت ہوگی اور مقصد پر فتح پائے گا۔ فرماتے تھے۔ جعفر خالدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نگینہ تھا جس پر ایک دعا کندہ تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ کشتی میں سوار ہوئے اور جب ملاح کو کچھ دینے کے لئے کپڑا کھولا تو وہ نگینہ دریا میں گر پڑا اس سے آپ کو بہت صدمہ ہوا انجام کار آپ نے اس مجرب دعا کو جو اس پر کندہ تھی پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے اثناء مطالعہ میں کتاب کے اوراق جو الٹے تو وہ نگینہ اوراق میں پایا گیا۔ اس پر آپ بے حد مسرور ہوئے اور دعا یہ ہے۔ یا جامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علی ضالتی۔ اس دعا کی خاصیت ہے کہ گم ہوئی چیز کے لئے اگر پڑھے تو فوراً دستیاب

ہو جائے۔ فرماتے تھے جس شخص کو کوئی مہم پیش آئے وہ سر بسجود ہو کر یہ دعا پڑھے اللھم الا تستضحک بام یحیی بن زکریا یا مالک یوم الدین ایاک نعبدو ایاک نستعین ہر نماز کے بعد چند ساعت تک سجدہ میں یہ دعا پڑھے انشاء اللہ بہت جلد مقصد پر کامیاب ہو اور اس کی مہم انجام کو پہنچے۔ فرماتے تھے جب آدمی دشمن کے مقابلہ میں ہوں اور ان کے سامنے جائیں ذیل کے بزرگ نام پڑھیں خدا چاہے دشمن مغلوب و مقہور ہو گا۔ اسماء یہ ہیں۔ یا سبوح یا قدوس یا فخور یا ودود۔ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے مجھے یہ دعا لکھ کر عنایت کی اللھم انی اسالک ان لا اسالک سواک اور فرمایا کہ بدھ کے روز ظہر و عصر کی نماز کے درمیان اس دعا کو پڑھا کرو اسی اثناء میں ایک عزیز نے سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ حضور بندہ کو طول طویل دعا کی طرف رغبت نہیں ہے اگر کوئی مختصر دعا بتائیں تو اس پر مداومت کروں فرمایا یہی پڑھا کرو میں نے بھی اور تمام دعاؤں کو چھوڑ کر اسی پر اکتفا کیا ہے فرماتے تھے کہ شہر میں ایک عالم اور دانشمند شخص رہا کرتا تھا اور بہت ہی بزرگ اور کامل تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کے لڑکے سے کوئی قصور سرزد ہو گیا اور بادشاہ وقت نے اسے پکڑ بلوایا جب اس دانشمند نے سنا کہ لوگ میرے لڑکے کو بادشاہ کے سامنے پکڑ کر لے گئے ہیں تو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں صحیحین لیکر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے فرزند کی نجات اور سرخروئی حضرت رب العزت سے طلب کی قرآن و حدیث کی برکت سے اس کے فرزند نے بادشاہ کے دربار میں سرخروئی پائی۔ فرماتے تھے کہ جو شخص سورہ یوسف یاد کرے اور ہزار بار پڑھے خدا تعالیٰ کی نعمت کے دروازے اس پر کھل جائیں۔ فرماتے تھے مولانا جمال الدین ہانسوی کے فرزند رشید دیوانہ ہو گئے تھے کبھی کبھی ہوشیارانہ باتیں کہتے اس وقت ان کی لیاقت اور دانشمندی کے جوہر ظاہر ہوتے۔ واقعی بات یہ ہے کہ نہایت اہلِ علم اور قابل آدمی تھے ہانسی میں کوئی روز تک مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن میں نے انہیں ہوشیا ر پا کر دریافت کیا کہ یہ کیفیت تمہیں کب سے عارض ہوئی ہے فرمایا جب سے میرے والدِ بزرگوار شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت سے رخصت ہو کر ہانسی میں تشریف لائے اور سورہ یوسف کا ورد اپنے ساتھ لائے ہیں میں نے پوچھا کیا پوری ہزار دفعہ پڑھنی چاہیے۔ فرمایا یہاں اور اس کا اثر یہی مرتب ہو گا جو تم دیکھتے ہو فرماتے تھے کہ جناب سید کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد ﷺ نے امیر المومنین حضرت امام حسن

وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے یہ تعویذ لکھنے کا حکم فرمایا۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان و ھامۃ و عین لامۃ اس وقت قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ تعویذ گردن میں لٹکانا آیا ہے فرمایا نہیں بلکہ بازو کے متصل باندھنا چاہیے لٹکانا اور معلق کرنا روا نہیں آیا بعدہ آپ نے یہ حدیث ارشاد کی ان النبی ﷺ نہی عن التمائم والتولیت۔ یعنے آنحضرت ﷺ نے تمائم اور تولیت سے منع فرمایا جو منکے اور مہرے گردن میں لٹکائے جاتے ہیں انہیں تمائم کہتے ہیں اور جو تعویذ عاشق و معشوق کے لئے لکھتا یا عورت کا دوست مرد کے لئے اور مرد کا دوست عورت کیلئے لکھتا ہے اسے تولیت کہتے ہیں۔ پیغمبر ﷺ نے ان دونوں قسموں سے ممانعت فرمائی ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ نے شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں عرض کیا کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ لکھ کر دوں یا نہ دوں شیخ قطب الدین نے فرمایا کہ لکھنا تیرے ہاتھ میں ہے نہ میرے ہاتھ میں تعویذ خدا کا نام ہے پس لکھ اور لوگوں کو دے۔ فرماتے تھے شروع شروع میں بارہا میرے دل میں گذرا کہ شیخ کبیر سے تعویذ لکھنے کی اجازت طلب کروں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا بدالدین اسحاق جو تعویذ لکھا کرتے تھے موجود تھے اور اتفاق سے اس وقت بہت سی مخلوق تعویذ لینے کے لئے اُمنڈ آئی تھی شیخ کبیر نے مجھے تعویذ لکھنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں نے تعویذ لکھنے شروع کئے اور اس قدر لکھے کہ تھک گیا۔ شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم تعویذ لکھتے لکھتے تھک گئے میں نے عرض کیا کہ حضور کو سب معلوم ہے فرمایا آج سے میں نے تمہیں تعویذ لکھنے اور لوگوں کو دینے کی اجازت دی۔ ازاں بعد فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ پھیرنے میں بھی بہت بڑا اثر ہے۔ فرماتے تھے کہ صبح کا وقت نہایت متبرک اور عمدہ وقت ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اولاد کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے اور استغفار کا درود پڑھا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا سوف استغفر لکم ربی یعنے جب انکی اولاد نے اپنی خطا معاف کرانی چاہی تو آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے صبح کے وقت دعا کروں گا چنانچہ صبح کے وقت اٹھے وضو کر کے کھڑے ہوئے اور اپنی ساری اولاد کو اپنے پیچھے کھڑا کیا تا کہ وہ آمین کہتے جائیں جب آپ نے ان کے لئے خدا سے بخشش چاہی تو حکم ہوا کہ میں نے ان کی خطا معاف کی اور انبیاء کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ فرماتے تھے خواجہ حکیم ترمذی نے ہزار دفعہ رب

العزت کو خواب میں دیکھا اور ہر بار عرض کیا کہ میں دنیا میں کون سی دعا پر مداومت کروں حکم ہوا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا بدیع السموٰتِ و الارض یا ذالجلال و الاکرام اسالک ان یحیی قلبی بنورِ معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ خواجہ حکیم ترمذی نے جناب باری سے عرض کیا کہ مجھے زوال ایمان کا بہت اندیشہ اور خوف ہے ارشاد ہوا کہ نماز فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اس دعا کو اکتالیس بار پڑھا کرو۔ فرماتے تھے کہ صبح کے وقت ہمیشہ ذیل کی دعا سات دفعہ اور تمام اوقات مرجوعہ میں حسبِ موقع پڑھنی چاہیے کیونکہ میں نے اس دعا کو بغیر کسی واسطے اور وسیلہ کے رب العزت سے حاصل کیا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ اللھم احینی محبًا لک و امتنی محبًا لک و القنی فی تحت اقدام کلاب احبائک. حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللھم انی اسلک حب من احبک الخ فرماتے تھے میرے ہمسایہ میں ایک شخص رہا کرتا تھا جو چند سال سے مریض تھا اس کے جسم میں نارو بکثرت نکلا کرتے تھے۔ یہ شخص نہایت بیمار تھا کہ اسی زمانہ میں میرا عزم مصمم ہو گیا کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی زیارت کو جاؤں چلتے وقت میرے پڑوسی نے کہا کہ جب تم شیخ کبیر کی خدمت میں پہنچو تو میرے لئے ایک تعویذ کی استدعا کرنا چنانچہ جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے پڑوسی کی ساری کیفیت عرض کی اور اس کے لیے تعویذ مانگا شیخ نے فرمایا کہ تمہی لکھو سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر شیخ کے دست مبارک میں دے دیا شیخ شیوخ العالم نے تعویذ کو ملاحظہ فرما کر مجھے دے دیا اور ارشاد کیا کہ یہ تعویذ اپنے پڑوسی کو دے دینا۔ جب میں آپ سے رخصت ہو کر شہر میں آیا تو وہ تعویذ اپنے پڑوسی کو دے دیا پھر زندگی بھر اس کے جسم میں نارو نہیں نکلا حاضرین میں سے ایک عزیز نے عرض کیا کہ حضور اس تعویذ میں کیا لکھا تھا فرمایا اللّٰہ الشافی اللّٰہ الکافی اللّٰہ المعافی فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دن میں ایک مرتبہ یہ لفظ کہے گا جزی اللہ عنا محمداً ما ھو اھلہٖ خدا تعالیٰ ہزار صبح تک ستر فرشتے اس کی نیکیاں لکھنے کو بھیجے گا۔ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مرتبہ جبرئیل میرے پاس آئے انہوں نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا تاکیدی حکم فرمایا۔ اللّٰھم ارزقنی طیبا واستعملنی صالحاً میں نے جناب سلطان المشائخ کے خط مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ

جناب نبی عربی ﷺ کے پاس جبرئیل نے آ کر کہا کہ خدا تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ جو شخص صبح دس مرتبہ لاحول ولا قوة الا باالله کہے گا اور دس دفعہ پانی پیتے وقت دس دفعہ سوتے دس دفعہ جاگتے وقت یہ کلمات کہے گا تو میں ان سے دنیا کی مصیبت شیطان کا مکر اور اپنا غضب اُٹھا لوں گا۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص کسی عابد کے پاس آ کر کہنے لگا کہ خدا سے میرے لئے دعا کیجئے عابد نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا اللهم ارحمنا به ولا تعذبه بناری یا خلاص ولا تعذبه بریاء ینا فی الاعمال. فرماتے تھے کہ عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پیشتر ایک دفعہ نو دو نہ نام پڑھنے چاہیے اس کے پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ فرماتے تھے کہ جب کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو ہر فرض نماز کے بعد ستر دفعہ کہے یا شفیق یا رفیق نجنی من کل ضیق ۔ خدا چاہے تو اسکی حاجت فوراً برآئے گی۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص ان کلمات کو سوتے وقت پڑھے گا مجھے خواب میں دیکھے گا۔ اللهم رب البیت الحرام و الشهر الحرام والرکن و المقام اقراء روح محمد منی السلام ۔ فرماتے تھے حاجت کے برآنے مشکل کے حل ہونے مقاصد پر فتح مند ہونے کے لئے ذیل کی دعا پڑھنی مفید ہے جس غرض کے لئے پڑھی جائے فوراً حاصل ہو یا حی یا حلیم یا عزیز یا کریم سبحانک یا کریم لو کنی کار صعب را سلیم بحق ایاک نعبدو ایاک نستعین سلطان المشائخ کے خادم خواجہ اقبال کہتے ہیں کہ میں نے ایک نہایت سخت مہم اور مشکل کے وقت تین سو دفعہ یہ دعا پڑھی خدا تعالیٰ نے میری مشکل آسان کر دی۔ خواجہ علی زنبیلی نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی سے سنا ہے اور وہ شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہما العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ دفع آفات اور قضائے حاجت کے لئے دو رکعت نماز تجدید وضو کے ساتھ پڑھے اور جو کچھ پڑھے قرآن مجید میں سے پڑھے نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانچ سو دفعہ درود پڑھے۔ ازاں بعد سیدھا زانو پکڑے اور اس زانو پر رخسار رکھ کر تھوڑی دیر بالکل ساکت و خاموش بیٹھا رہے اور زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ اس نیت پر بیٹھا رہے جو دل میں رکھتا ہے خدا تعالیٰ اس کی حاجت فوراً روا کر دے گا۔ شیخ بدرالدین غزنوی نے فرمایا کہ مجھے ایک حاجت در پیش تھی جب میں نے ایسا کیا تو میری

حاجت روا ہو گئی۔ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ بیان کرتا تھا کہ میں نے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ڈبہ پایا اس پر ایک چمڑے کا ٹکڑا چسپاں تھا جس کی پشت پر یہ عبارت لکھی تھی ھذا شفاء من کل غم بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ اندھیری رات میں دو رکعت نماز ادا کرے اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم ان ذا النون عبد ک و نبیک دعا ک من ضرار اصابہ و ناداک من بطن الحوت فانک قلت فاستجبنا لہ و نجینہ من الغم و کذالک ننجی المومنین اللھم فانی عبد ک وعبد ک و امتک ناصیتی بیدک ادعوک بضر اصابتی و اقول کماقال یونس علیہ السلام لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجب لی کما استجبت لیونس فانک لا تخلف المیعاد وانت علی کلِ شیءٍ قدیر اس سے اس کے تمام اندوہ وغم اور حزن ورنج جاتے رہیں گے فرماتے تھے قبولیت نماز کے لئے یہ دعا پڑھے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذوالجلال و الاکرام سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہر نماز ودعا کی فضیلت و بزرگی جو ارشاد ہوئی ہے یہ جناب نبی کریم ﷺ سے سنی گئی ہے یا صحابہ کرام سے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جن نمازوں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور ان میں سورتوں کو معین اور دعاؤں کو مقرر کیا ہے اس کی سند کہاں سے آئی ہے۔ فرمایا کہ یہ بات الہام سے ظہور میں آتی ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ اس سے پیشتر جب میں دہلی سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں آجودھن جایا کرتا تھا تو رستہ چلتا جاتا اور یہ تین اسماء مبارکہ پڑھتا جاتا تھا۔ یا حافظ یا ناصر یا معین حالانکہ ان اسماء کا ورد اور حفاظت ونصرت کے لئے ان پر مداومت کرنا میں نے ابھی تک کسی سے سنا نہیں تھا خود بخود میرے دل میں آگیا تھا کہ شیخ کی خدمت میں جاتے وقت اور خدا تعالیٰ سے نصرت و یاری چاہتے وقت ان تینوں اسماء کو پڑھنا چاہیے چنانچہ میں ایک مدت تک ایسا ہی کرتا رہا ایک دراز مدت کے بعد ایک عزیز نے مجھے یہ دعا لکھ کر بھیجی۔ یا حافظ یا ناصر ویا معین یا مالک یوم الدین ایاک نعبدو ایاک نستعین۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کوئی دعا خدا کی طرف سے بندہ کے دل میں القا کی جاتی ہے۔ فرماتے تھے کہ صلاۃ اوابین کے بعد استقامت توبہ کے لئے سجدہ کی حالت میں تین بار یہ دعا پڑھے۔ اللھم ارزقنی توبۃ تو جب محبتک فی قلبی یا محب التوابین۔ سلطان المشائخ سے استقامت کے لئے

دعا بھی منقول ہے۔ اللھم ارزقنی خیر وار مع القرنیة والاخلاص والا ستقامة برحمتک یا ارحم الراحمین فرماتے تھے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ اگر تو خدا کی قربت اور نزدیکی چاہتا ہے تو یہ بیت پڑھا کر تجھے قرب خداوندی میسر ہوگا۔

بے یاد تو من قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد

گر برتنِ من زبان شود ہر موئ — یک شکر تواز ہزار نتوانم کرد

یعنی تیری یاد بغیر مجھے قرار و چین نہیں آسکتا اور میں تیرے احسان کو کسی طرح شمار میں نہیں لاسکتا اگر میرے بدن کا ہر ہر رونگٹا زبان بن جائے تو بھی تیرے ہزاروں شکروں میں سے ایک شکر ادا نہیں کر سکتا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ خواجہ موئد الدین عمر انصاری فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں میں نے جناب سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پیوند حاصل کیا تھا تو میرے اور میرے ساتھ ان چند حضرات کے دل میں جو رات دن میرے اہتمام میں مصروف تھے کچھ دنیاوی تعلق کی آمیزش باقی تھی اور جیسا کہ چاہیے ذوق وشوق اور مشغولی حق حاصل نہ تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی اور یہ دعاگو سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے ہم دونوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم غلاموں کے دل دنیاوی علائق کی طرف کچھ نہ کچھ ملتفت رہتے اور مشغولی میں چنداں ذوق وشوق نہیں پاتے ہیں کوئی ایسا ورد وظیفہ ان غلاموں کے نامزد ہونا چاہیے کہ تھوڑا سا تعلق جو برائے نام باقی رہا ہے وہ بھی حضور کے نفس مبارک کی برکت سے دفع ہو جائے۔ سلطان المشائخ نے قاضی محی الدین کاشانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا قاعدہ تھا کہ ہر سال بارہ ہزار دینار فقراء مکہ کو عنایت فرمایا کرتے تھے جب آپ کا انتقال ہو گیا تو فقراء مکہ نے آپ کے فرزند اکبر حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سے وہ بارہ ہزار دینار طلب کیے اگرچہ آپ نے بلجاجت ان سے فرمایا کہ آج خلافت کی باگ معاویہؓ کے ہاتھ میں ہے ان سے طلب کرنے چاہییں۔ لیکن فقراء مکہ نے آپ کو معذور نہیں رکھا اور بالحاح کہا کہ ہمارا یہ وظیفہ آپ کے والد بزرگوار نے مقرر کر رکھا تھا یا تو آپ اپنے پاس سے دیں یا معاویہؓ کو لکھیں کہ وہ بھیج دے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ معاویہؓ کو اس بارے میں تحریک کرنی چاہیے کاغذ قلم لیکر بیٹھے جوں ہی لکھنا شروع کیا قلم کی نوک ٹوٹ گئی اس پر امیر المومنین حضرت امام حسنؓ نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بات پر آگاہی

ہے کہ مجھے معاویہؓ کی طرف کچھ نہ لکھنا چاہیے چنانچہ آپ نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور کاغذ پھاڑ ڈالا لیکن نہایت رنجیدہ و مغموم ہوئے رات کو جناب نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ اے فرزند تم اس قدر رنجیدہ و مغموم کیوں ہو۔ آپ نے عرض کیا اے رسول خدا صلعم میں مغموم کیوں نہ ہوں بات ہی ایسی پیش آئی ہے والدِ بزرگوار جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہر سال فقراء مکہ کو بارہ ہزار دینار عنایت کیا کرتے تھے اب جب ان کا انتقال ہو گیا تو وہ ہم سے طلب کرتے ہیں اور مجھے اتنی قدرت ہے نہیں کہ ان کا سوال پورا کروں یہ سن کر جناب رسول کریم ﷺ نے تھوڑی دیر تامل کیا اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ جس کسی کو دینی و دنیاوی حاجت پیش آئے اور اس کا کام جاری نہ ہو تو اس دعا کا ورد کرے فوراً حاجت روا ہو جائے گی۔ دعا یہ ہے اللھم اقذف فی قلبی رجاک و قطع رجائی عمن سواک حتی لا ارجو احدا غیرک آنحضرت ﷺ نے تین دفعہ یہ دعا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خواب میں تعلیم فرمائی۔ اسی اثناء میں ایک تھیلی آسمان سے آئی اور حضرت امام حسن کے ہاتھ میں پڑی آپ اس خواب کی ہیبت سے چونک پڑے دیکھتے ہیں کہ دینار کی ایک تھیلی ہاتھ میں موجود ہے کھول کر جو گنا تو پورے بارہ ہزار دینار تھے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے فقراء مکہ کو بلایا اور ان کا وظیفہ انہیں عنایت فرمایا۔ جب سلطان المشائخ یہ حکایت تمام کر چکے تو میری طرف یعنے خواجہ موئد الدین کی جانب روئے سخن کر کے فرمایا کہ خواجہ موئد الدین تم ذیل کی بیت کا ورد کرو تا کہ جو تھوڑا بہت دنیاوی تعلق تمہارے دل میں باقی ہے بالکل یہ دفعہ ہو جائے۔

آمد کہ آنکہ عہد ہائے تازہ کنم ۔۔۔ شد آنچہ بدائے صنم گذشت آنچہ گذشت

یعنی اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں قدیم عہد کو تازہ کروں اے صنم جو تھا گیا اور جو گزرا گزر گیا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی کمال عظمت و کرامت کو دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں بزرگواروں سے ہر ایک کو وہ بات تعلیم کی جو اس کے مناسب حال اور لائق معاملہ تھی کیونکہ قاضی محی الدین کا شانی علمی تبحر اور کامل تقویٰ کے ساتھ آراستہ تھے اور خواجہ موئد الدین کمال عشق و ذوق اور محبت سے پیراستہ تھے کاتب حروف نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ جناب ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ فلاں قبیلہ میں جا کر ایک عورت کو دیکھو جو ایسی صورت ایسی شباہت رکھتی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے اپنی خدمت میں رکھوں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جوں ہی میری نظر اس عورت پر پڑی فوراً میرے ہفت اندام میں آگ ٹپک گئی اور میں زار قطار روتی ہوئی واپس آنے لگی ایک بدوی راستہ میں ملا اور اس نے میرے قریب ہو کر کہا کیا تو اس عورت کا مرنا چاہتی ہے میں نے کہا ہاں ہاں۔ کہا شب کو اُٹھ کر دو رکعت نماز پڑھو پہلی رکعت میں فاتحہ اور سورہ اذا زلزلت دس بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ عادیات دس دفعہ پڑھو۔ سلام کے بعد لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیءٍ قدیر سو بار درود اور ستر بار یا غیاث المستغیثین اغثنی کہو۔ ازاں بعد قبیلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر یامن لیس کمثلہ شیء یا من لا یشھد شیء یا کافی کل شی اکفنی من کل شی ء یا ذالجلال و الاکرام اس قبیلہ کی طرف پھونکو۔ جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے ایسا ہی کیا۔ صبح نہ ہونے پائی تھی کہ وہ عورت ناگہانی موت سے مر گئی بعد کو جب یہ واقع جناب نبی کریم ﷺ سے بیان کیا گیا تو فرمایا اے عائشہ وہ بدوی جبرئیل علیہ السلام تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص ذیل کی دعا پڑھ کر سیدھے ہاتھ پر پھونکے اور ہاتھ کو کمر سے اتارتا ہوا نیچے تک لے جائے خدا کے فضل و کرم سے بواسیر کی زحمت و تکلیف سے شفا پائے دعا یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم و عنت الوجوہ للحی القیوم سلام علی نوح فی العالمین سلام علی ابراھیم قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراھیم سلام علی موسی و ھارون سلام علی آلِ یاسین ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق الم اللہ لا الہ الا ھوا لحی القیوم استمسک ھیا بحق نام بزرگ خدا و بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از مقعد من برود۔ چند دفعہ اسیطرح کرے اور ہر روز پڑھے خدا کے فضل سے بہت جلد نجات پائے۔

قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ خدائے عزوجل کی کتاب میں چار چیزیں ہیں عبارت، اشارت، لطائف، حقائق عبارت تو عوام الناس کا حصہ ہے اور اشارت خواص کا لطائف سے اولیاء اللہ دلچسپی لیتے ہیں اور حقائق سے انبیاء علیہم۔ السلام فرماتے تھے کہ قرآن پڑھتے وقت معانی کا نقش دل پر کرتا جائے اور چاہیے کہ پڑھنے والے کا دل خدا کے ساتھ متعلق ہو اس کا جلال وعظمت دل پر جلوہ گر ہو اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ بھی تو پہلی ہی شق میں داخل ہے یعنے دل کا تعلق خدا کے ساتھ رکھنا اور حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا دل پر جلوہ گر ہونا ایک ہی بات ہے فرمایا نہیں دونوں میں فرق ہے پہلی بات ذات حق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری صفات سے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ قاری کو تلاوت قرآن کے وقت چاہیے کہ انکسار اور حیا کے آثار نمایاں طور پر اس میں معلوم ہوں اور یہ دولت ہم جیسوں کے لائق نہیں ہے اور یہ سعادت ہم ایسوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر قاری قرآن کو یہ بات میسر نہ ہو تو اسے اس بات کا تصور کرنا چاہیے کہ میری تلاوت کے مقابل میں خدا تعالیٰ موجود ہے اور وہ لفظ لفظ کو کان لگائے سن رہا ہے جو اس کی کماحقہٗ جزا دے گا۔ اس موقع پر حضرت امیر حسن سنجری نے عرض کیا کہ جب میں قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتا ہوں تو اکثر اوقات قرآن کے معانی وتفسیر دل پر گذرتے اور حضورِ خداوندی میسر ہوتا ہے۔ اثناء تلاوت میں اگر مجھ سے کوئی وسوسہ یا اندیشہ پیدا ہوتا ہے تو میں فوراً اپنے دل میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا اندیشہ اور وسوسہ ہے چنانچہ پھر دل کو قرآن مجید کی تفسیر و معانی کی طرف مشغول کرتا اور حضور خداوندی کے حاصل ہونے میں کوشش کرتا ہوں۔ اتفاق سے میں اس وقت کسی ایسی آیت ومضمون پر پہنچ جاتا ہوں جو اس وسوسہ اور اندیشہ کو مانع ہوتا ہے جو دل میں خطور کرتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ بات اچھی ہے اسے خوب نگاہ رکھنا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ قرآن مجید ترتیل اور ترویدکے ساتھ پڑھنا چاہیے حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور تردید کیا ہے فرمایا اگر پڑھنے والے کو کسی آیت میں ذوق و رقت پیدا ہو تو اسے مکرر اور بار بار پڑھنا چاہیے اور اسی کو تردید کہتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے قرآن میں سے کچھ پڑھنا چاہا ابھی حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی

تھی کہ دل مبارک میں رقت اور عجیب ذوق وشوق پیدا ہوا چنانچہ آپ نے مکرر سہ کرّ اسی کو دوہرایا میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز چاشت میں مصروف تھیں اور یہ آیت پڑھ رہی تھیں فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم میں سن رہا تھا کہ آپ بار بار اسی آیت کو پڑھے جاتی تھیں جب کچھ عرصہ ہو گیا تو میں اُٹھ کر بازار چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کر کے واپس آیا تو آپ اسی آیت کو دہرا رہی اور زار قطار روتی جاتی تھیں۔ فرماتے تھے کہ جو شخص سارا قرآن ایک دن میں ختم کرے گا گو جلدی بڑھا جائے گا لیکن برکت سے خالی ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ تین روز میں ختم کرے یہ طریقہ نہایت بہتر اور بابرکت ہے مگر جو شخص تین روز میں ختم نہ کر سکے اسے ہفتہ میں ختم کرنا چاہیے اور جن لوگوں سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ مہینہ بھر میں ایک ختم کریں۔ فرماتے تھے کہ دیکھ کر پڑھنے میں اور بھی زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ مصحف مقدس کے چھونے اور مس کرنے کی دولت بھی میسر ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ سکون واطمینان علیحدہ علیحدہ حروف کر کے ایک سیپارہ پڑھنا ان پندرہ پاروں سے بہتر ہے جو جلد جلد پڑھے جائیں گو رواں اور جلد پڑھنے میں بھی نور و برکت حاصل ہوتی ہے لیکن آہستگی اور وقار کے ساتھ پڑھنے میں نور تلاوت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ فرماتے تھے قرآن پڑھتے وقت دل کو حاضر رکھنا اور خطروں اور خیالوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ اور جو شخص کلام الٰہی کے معانی وتفسیر سے واقف ہو اسے پڑھتے وقت ان معانی وتفسیر کا نقش دل پر جمانا مناسب ہے ایسی حالت میں اگر خطرے اور خیالات بھی دل میں گذریں گے تو اچھا ہو گا لیکن جو لوگ معانی وتفسیر پہ مطلع نہ ہوں اور خواطر و خیالات سے مسلم رہیں انہیں خشوع وخضوع اور تضرع و عاجزی سے پڑھنا بہتر اور موثر ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص بول اُٹھا کہ آپ روزانہ کس قدر تلاوت کرتے ہیں۔ فرمایا ایک پارہ فرماتے تھے کہ امام احمد حنبل نے ہزار بار حضرت رب العزت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خداوندا حضور کے مقربان درگاہ جن چیزوں سے قرب ونزدیکی حاصل کرتے ہیں ان میں سب سے بہتر وعمدہ کون سی چیز ہے ارشاد فرمایا کہ میرا کلام پڑھنا۔ امام نے پوچھا کہ سمجھ کر یا بغیر سمجھے حکم ہوا کہ جس طرح ممکن ہو۔ فرماتے تھے کہ شیخ جنید نور اللہ قبرہ کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ ہم تمہیں تمہارا وہ مرتبہ دکھاتے ہیں جو تم رکھتے ہو چنانچہ شیخ سے حجاب اُٹھا دیا گیا اور ان کا موعود مرتبہ ان پر ظاہر کیا

گیا۔ شیخ نے اپنا مرتبہ دیکھ کر خدا کی بے حد تعریف کی اور حمد وثناء کا راگ ایک عجیب موثر اور دلکش لہجہ میں گایا اور حد سے زیادہ مسرور وشادان ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک اور مرتبہ جوان کے مرتبہ سے زیادہ بلند اور اونچا تھا نظر پڑا حیران ہو کر عرض کیا کہ خداوندا تو نے جو کچھ اس بندہ کو عنایت فرمایا ہے وہ محض تیری بخشش ورحمت ہے میں اس کے شکر سے کسی طرح عہدہ برا ہو نہیں سکتا لیکن گذارش یہ ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ اس مرتبہ ودرجہ کا کون شخص مالک ہے اور اس نے کس وجہ سے یہ درجہ پایا ہے ارشاد ہوا کہ جنید یہ مرتبہ حافظ کا ہے اگر تو حافظِ قرآن ہوتا تو یہ درجہ بھی تجھے دیا جاتا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک عزیز نے حضرت سلطان المشائخ سے قرآن یاد رہنے کی درخواست کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔ تم نے کس قدر یاد کر لیا ہے عرض کیا ثلث کے قریب یاد کر چکا ہوں۔ فرمایا تھوڑا تھوڑا یاد کرو اور پڑھے ہوئے کو بہت دہراؤ ازاں بعد آپ نے فرمایا میں نے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب ہی میں دیکھا اور اسی حالت میں درخواست کی کہ میرے لئے فاتحہ پڑھئے تا کہ قرآن یاد ہو جائے شیخ نے خواب ہی میں فاتحہ پڑھی جب صبح صادق ہوئی تو میں ایک عزیز کی ملاقات کو گیا اس سے مل کر گذشتہ رات کا خواب بیان کیا اور فاتحہ کی درخواست کی اس نے بھی فاتحہ پڑھی اور یہ نکتہ بتایا کہ جو شخص ہر رات کو سوتے وقت ذیل کی دو آیتیں پڑھے گا اسے مرتے دم تک قرآن یاد رہے گا۔ **والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النھار و لفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا و بث فیھا من کل دابۃ و تصریف الریاح و السحاب المسخر بین السماء و الارض لا یات لقوم یعقلون۔** ایک عزیز کو قرآن مجید کے یاد کرنے کا عزم ہوا اس نے اسباب میں جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کسی قاری سے پڑھنا چاہیے اور ابو عمرو کی قرآت یاد کرنی بہتر ہے اول سوہ یوسف پڑھنا پھر الحمد سے شروع کرنا۔ میں نے سلطان المشائخ کی قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام جناب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت آپ بنی غفار کے قبیلہ میں تشریف رکھتے تھے جبرئیل نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن مجید اپنی امت پر سات طریقوں سے پڑھیئے۔ فرماتے تھے کہ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر قدس سرہ قرآن مجید کے یاد کرنے

لیے فرماتے تھے کہ اول سورہ یوسف پڑھنی چاہیے تا کہ اس کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارے قرآن کے حفظ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ فرماتے تھے کہ جناب نبی عربی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی نیت قرآن مجید کے یاد کرنے کی ہو اور اپنی نیت و مقصد پر کامیاب نہ ہو اور اسی نیت میں دنیا سے سفر کر جائے تو جب قبر میں رکھا جائے گا ایک فرشتہ آ کر بہشتی ترنج اس کے ہاتھ میں دے گا۔ یہ شخص ترنج کو نگل جائے گا اور قرآن مجید فوراً یاد ہو جائے گا۔ قیامت کے دن لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے تو یہ حفاظ کے گروہ میں مبعوث ہو گا۔ فرماتے تھے کہ ایک رویات میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب حافظ قرآن قبر میں رکھا جاتا ہے تو خدا زمین کو وحی کرتا ہے کہ اس کا گوشت پوست نہ کھائیو۔ فرماتے تھے کہ ختم قرآن کے بعد سورہ اخلاص جو قرآن کا تہائی حصہ ہے تین دفعہ اس لئے پڑھتے ہیں کہ اگر ختم قرآن میں کوئی نقص ہو جائے تو اس کا تین دفعہ پڑھانا اس نقص کو دور کر دیتا ہے اور ختم قرآن کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ فرماتے تھے کہ ختم قرآن کے بعد سورہ فاتحہ اور سورۃ بقر کی چند آیتوں کے پڑھنے کا بھی دستور ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ کسی شخص نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہتر کون لوگ ہیں فرمایا الحال والمرتحل حال اس شخص کو کہتے ہیں جو منزل میں اتر کر فروکش ہو اور مرتحل وہ ہے جو منزل سے چل پڑے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے تو ختم کے بعد گویا پھر روانہ ہو جاتا ہے۔ پس سب آدمیوں میں بہتر وہ آدمی ہے کہ جب قرآن ختم کر چکے تو پھر شروع کر دے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا سارے قرآن مجید میں صرف دس چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے آٹھ چیزیں سورہ فاتحہ میں ہیں وہ دس چیزیں جو سارے قرآن میں مذکور ہیں یہ ہیں ذکر ذات، ذکر افعال، ذکر صفات، ذکر معاد، ذکر تزکیہ، ذکر اولیا، ذکر اعداء کفار کے ساتھ محبت کرنے کا بیان، احکام شریعت، ان میں سے آٹھ چیزیں سورہ فاتحہ میں موجود ہیں یہ ہیں۔

ذکر ذات جس کا بیان لفظ الحمد للہ میں ہے، ذکر افعال اور اسکا بیان رب العالمین میں ہے ذکر صفات یہ الرحمن الرحیم میں مذکور ہے، ذکر معاد اس کا بیان مالک یوم الدین ایاک نعبدو ایاک نستعین میں مذکور ہے۔ تزکیہ کا بیان اھدنا میں اور تخلیہ کا الصراط المستقیم میں، اولیا کا بیان صراط الذین انعمت علیھم میں ہے اور اعداء کا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں مذکورہ بالا آٹھ چیزیں سورہ فاتحہ میں مذکور ہیں البتہ کفار کے ساتھ محبت کرنی اور احکام شریعت کا اس میں ذکر نہیں ہے۔

فرماتے تھے کہ صاحب کشاف نے الحمد للہ میں لکھا ہے کہ حسن بصری کی قرآت الحمد اللہ کسر دال سے ہے اور وہ اس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ لِلہِ لام مکسور ہے لہذا اس کی جاورت اور ہم نشینی کا سبب دال کو مکسور پڑھنا کسرہ دینا مناسب ہے لیکن ابراہیم نخعی کی قرآت میں الحمد کی دال اور للہ کی لام کو پیش ہے یعنے الحمدُ لُلہِ اور یہ قرأت حسن بصری کی قرأت سے احسن و بہتر ہے کیونکہ حسن بصری لام کے کسرہ کی وجہ سے دال کو بھی یہ مکسور پڑھتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ لِلہِ کا لام کسرہ پر مبنی ہے اور ابراہیم الحمد کی دال کو مجاورت و ہم نشینی کے سبب سے للہ کے لام کو پیش سے پڑھتے ہیں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ دال کی حرکت عامل کے سبب سے ہے اور جو حرکت کہ عامل کی وجہ سے مختلف و متغیر ہوتی ہے وہ مبنی کی حرکت سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اسکے بعد سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مقام سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ الحمد کی دال اس شخص کے مشابہ ہے جس کا کوئی پیر ہو اور وہ اسے حکم فرماتا ہو کہ ایسا کرنا چاہیے اور للہ کا لام اس آدمی کے مشابہ ہے جسکا کوئی پیر نہ ہو بلکہ مطلق لعنان ہو کہ جو چاہے کرے اور قول و فعل میں کسی کا پابند نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید میں فال دیکھنا چاہے تو قرآن کے دائیں طرف والے صفحہ میں ساتویں سطر پر نظر ڈالے اگر دائیں صفحہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا ہفت اسم ہوں اسے اپنے حق میں بہتر جانے اس صورت میں آیت رحمت کے ساتھ تمسک کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ فرماتے تھے جب قرآن مجید فال لینے کیلئے کھولیں تو سیدھے ہاتھ سے کھولیں اور بائیں ہاتھ سے ذرا مدد نہ لیں۔ امیر حسن علاء حسن سنجری نے سلطان لمشائخ سے پوچھا کہ لشکر میں قرآن مجید کس طرح لے جا سکتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر اس کی محافظت بہت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا لے جانے میں کچھ مضایقہ نہیں۔ ازاں بعد فرمایا کہ شروع شروع میں جب جناب نبی کریم ﷺ لشکر کے ساتھ تشریف لے جاتے تو قرآن مجید کو بایں خوف ساتھ نہ رکھتے کہ مبادا مسلمانوں کو شکست ہو اور قرآن کفار کے ہاتھوں میں پڑ جائے۔ لیکن جب اسلام قوی ہو گیا تو آپ بلا کھٹکے جہاد کے وقت قرآن اپنے ہمراہ لیجانے لگے۔ امیر حسن نے دوبارہ عرض کیا کہ ڈیرہ خیمہ میں قرآن مجید کا حفاظت سے رکھنا دشواری سے خالی نہیں فرمایا کچھ مشکل نہیں پاک جگہ اپنے سرہانے رکھ لینا چاہیے اس پر آپ نے یہ حکایت نقل فرمائی کہ سلطان محمود کو وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا کہا مجھے خدا نے قرآن مجید کی تعظیم کی بدولت بخش دیا۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک رات میں نے اپنے خواب گاہ میں سونے کا ارادہ کیا وہاں ایک طاق تھا جس میں قرآن مجید رکھا ہوا تھا میں نے اپنے دل میں کہا

کہ قرآن مجید یہاں سے اُٹھا کر باہر کے درجہ میں رکھ دینا چاہیے۔ لیکن پھر فوراً دل میں خیال آیا کہ اپنی آسائش کے لئے قرآن مجید کو علیحدہ کرنا کسی طرح مناسب نہیں چنانچہ تمام رات جاگتا رہا اور ساری رات بیٹھے بیٹھے گذار دی۔ جب میرے انتقال کا وقت قریب ہوا اور لوگوں نے بعد انتقال قبر میں دفن کیا تو اسی تعظیم قرآن کی بدولت میری بخشش ہوئی۔ ذیل کی ابیات کسی نے کیا ہی خوب فرمائی ہیں۔

تخنش را زبس لطافت و ظرف — صدمت صوت نے و رحمت حرف
بہر نا محرماں بہ پیش جمال — بستہ از مشک پردہ ہائے جلال
داند آنکس کہ وے بصر دارد — بردہ از شاہ کے خبر دارد
کس چہ بیند مگر بصورت نغز — مغز داند کہ چیست اندر مغز
حرف را زاں نقاب خود کردہ ست — کہ ز نامحرمے تو در پردہ ست
حرف قرآن ز معنی قرآن — ہمچنانست کز لباس تو جان
حرف را بر زبان توان راندن — جان قرآن بجان توان خواندن
باش آگہ کہ صبح دین بدمد — شب وہم و خیال کین بدرد
ستر قرآن تراچہ بنماید — پردہ ہائے حروف بکشاید
خاک اجزائے خاک را بیند — پاک باید کہ پاک را بیند
پاک شوتا معانی مکنون — آید از پردۂ حروف برون
تا نماید بتو چو مہرو چو ماہ — روئے خوبی خود از نقاب سیاہ
چون عروسی کہ از لباس تنک — بدر آید لطیف روح بنک
در بن چاہ جانت را وطن است — نور قرآن بسوئے این رسن است
خیز خودرا رسن بچنگ آور — تابیابی نجات خویش مگر
زاد مردان رسن بدل دارند — تابران جان خود بدست آرند
تو رسن را برآن ہمی سازی — تاکنی بہرنان۔ رسن بازی
رسن از درد ساز و دلو از راہ — یوسف خویش را برآر از چاہ
بہر یکشت کو دل از و سواس — باشد اغیار کردۂ وا خماس
گہ بعلم خودش کنی تقریر — گہ برائے خودش کنی تفسیر

زیں ہوس شرم شرع و سنت باد　　تا اجل با خرد قرنیت باد
باشد از روز عرض بر یزدان　　کلہ جان تو کند قربان
کہ بسے لاف زوزدعوی ما　　پس ندآنست قدرِ معنی ما
سوئ میدان خاص اسپ بتاخت　　روئ ما از نقاب خود بشناخت
گرچہ ماندہ بنزد مانامش　　نیست ماندہ شروع احکامش

فوت شدہ ورد کا ذکر

سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی ورد یا وظیفہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اگر زحمت و بیماری کی وجہ سے فوت ہو جائے اور کبھی پڑھنے کی نوبت نہ آئے تو یہ ورد و وظیفہ اس کے دفتر معاملہ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ اگر کسی کا ورد بلاوجہ معقول فوت ہو جاتا ہے تو اسے تین ناگوار چیزوں میں سے ایک چیز ضرور پیش آتی ہے یا تو اسے شہوت کی طرف میلان ہو جاتا ہے یا بے موقع اور غیر محل پر غصہ کرتا ہے یا کوئی آفت و بلا پہنچتی ہے۔ ازاں بعد آپ نے اس کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز الدین زاہد ایک روز گھوڑے پر سے گر پڑے جس کی وجہ سے بازو اتر گیا لوگوں نے انکی کیفیت دریافت کی تو فرمایا میں ہر روز سورہ یاسین پڑھا کرتا تھا چونکہ آج ترک ہوگئی اس لے یہ صدمہ پہنچا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آج میں نے ایک نہایت خطرناک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا تیری عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے جلد توبہ کرو اور خدا کی جناب میں رجوع لا۔ جب یہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو ایک صوفی آپ کی خانقاہ میں سے آیا اور وہی خواب بیان کیا جو آنیوالے شخص نے بیان کیا تھا۔ شیخ صوفی کا خواب سنکر سخت متحیر ہوئے اور دل میں کہا کہ اگرچہ دونوں کے خواب یکساں ہیں جن سے ثابت ہو گیا کہ دونوں کی موت نزدیک ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا وقوع کیونکر ہوگا۔ آنے والے شخص کی نسبت تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ لشکری آدمی ہے ممکن ہے جنگ میں قتل کیا جائے مگر یہ صوفی بالکل صحیح و سالم ہے ماندگی و ملالت کا کوئی اثر تک نہیں معلوم ہوتا اسے میں کیونکر کہہ دوں کہ تو عنقریب مرنے

والا ہے آپ اسی شش وپنج میں تھے کہ لوگوں نے خبر دی کہ لشکری مار ڈالا گیا اور صوفی کی نماز فجر قضا ہوگئی اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ دیکھو مشائخ نے صوفی کی نماز کے فوت ہونے کو برابر رکھا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ تھے جنہیں امیر گرامی کہتے تھے۔ ایک درویش کو ان کی زیارت کی آرزو دامن گیر ہوئی اور وہ اپنے مقام سے ان کی زیارت کے قصد سے چلا اس میں یہ کرامت تھی کہ جیسا خواب دیکھتا ویسا ہی وقوع میں آتا۔ چونکہ اسے امیر گرامی کی ملاقات کا بے حد شوق تھا اور اشتیاق زیارت کی آگ دل میں بھڑک رہی تھی اس لئے نہایت عاجلانہ حرکت کے ساتھ سفر طے کر رہا تھا راستہ میں ایک منزل پر پہنچا وہاں خواب دیکھا کہ امیر گرامی فوت ہوگئے بیدار ہونے کے بعد سخت افسوس کیا کہ جس شخص کی خواہش ملاقات میں میں نے اس قدر راہ طے کی وہ فوت ہوگیا اب مجھے وہاں جانا نہ چاہیے لیکن پھر خیال آیا کہ گو امیر گرامی کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی نہ سہی چل کر ان کی قبر ہی کی زیارت کرنی چاہیے یہ سوچ کر وہاں سے آگے بڑھے۔ جب امیر گرامی کے شہر میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ امیر گرامی کی قبر کہاں ہے۔ جس سے دریافت کیا جاتا وہ جواب دیتا تھا کہ وہ تو زندہ ہیں۔ درویش یہ سن کر حیران رہ گیا اور دل میں کہا کہ میرا خواب تو جھوٹا نہیں ہوتا یہ معاملہ کیا ہے الغرض جب امیر گرامی کی خدمت میں پہنچا سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیکر فرمایا خواجہ تیرا خواب سچا ہے اصل بات یہ ہے کہ میں ہمیشہ مشغول بحق رہتا تھا جس شب کو تو نے خواب دیکھا ہے اس رات کو میں غیر حق کی طرف مشغول تھا چنانچہ اسی رات کو تمام عالم میں ڈونڈی پیٹ دی گئی تھی امیر گرامی مر گیا۔ اسی اثناء میں حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت! اس حدیث کے کیا معانی ہیں صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون فرمایا کہ یہ حدیث اہلِ کتاب کے بارے میں ہے اور اسکی کیفیت یہ ہے کہ لوگوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ فلاں یہودی ورد پڑھا کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ صاحب الورد ملعون یعنے اس قسم کا آدمی جو ورد پڑھتا ہے ملعون ہے۔ اسکے چند روز بعد پھر عرض کیا گیا کہ فلاں یہود نے ورد کو ترک کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا تارک الورد ملعون ازاں بعد جناب سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ حدیث عام ہے اور اس کی تاویل یوں ہی ہو سکتی ہے۔ کہ مثلاً ایک شخص کسی قوم کا سردار ہے اور مخلوق شب و روز اسکے پاس آمد و رفت

کرتی ہے مسلمانوں کی بہت سی مصلحتیں اس کے بولنے اور ان سے گفتگو کرنے پر موقوف ہیں مگر حال یہ ہے کہ وہ اوراد وظائف اور نوافل میں مشغول ہے ایسے شخص کو صاحب ملعون کہتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ شیخ المشائخ شیخ کبیر کا مذہب وطریقہ تھا کہ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جو کچھ کسی کو کہنا سننا ہوتا تھا آپ کہہ سن لیتے تھے اور حاجتمندوں کی حاجتیں ان ہی کی زبان سے آپ کے حضور میں پیش ہوتی تھیں جب ان تمام باتوں سے فراغت پا لیتے تھے تو اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جب محتاج اور ضرورت مند لوگ بر سر وقت موجود ہوں اور یہ شخص ورد میں مشغول ہو تو ایسی حالت میں صاحب ورد اپنے ورد میں کیا ذوق وشوق پا سکتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ گذشتہ مشائخ کا طریقہ تھا کہ نماز فجر اور نماز ظہر کے بعد کسی کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملتا تھا اور وہ آنے جانے والوں کو ممانعت کر دیتے تھے کہ ان وقتوں میں کوئی شخص ہمارے پاس آنے نہ پائے لیکن میرا یہ طریقہ نہیں ہے بلکہ جو شخص جس وقت چاہے بے کھٹکے چلا آئے۔ اسی اثناء میں آپ کی زبان مبارک سے ذیل کی بیت جاری ہوئی۔

در کوئ خرابات و سرائے اوباش معنے نہ بود بیاد بنشین و بباش

اسی وقت ایک عزیز نے عرض کیا کہ اگر کسی کو کوئی ایسا مشغلہ یا عذر پیش آئے جس کی وجہ سے اس کا ورد شب فوت ہو جائے تو وہ کیا کرے۔ فرمایا کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے۔ اگر دن کا ورد فوت ہو جائے تو شب میں پڑھ لے اور اگر شب کا وظیفہ فوت ہو جائے تو دن کو پڑھ لے کیونکہ دن رات کا خلیفہ اور رات دن کا خلیفہ ہے۔

ظاہر و باطن کی مشغولی اور مراقبہ اور ذکر خفی

حضرت سلطان المشائخ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آدمی کے باطن سے جو سانس باہر نکلتا ہے وہ ایک ایسا نفیس اور بے بہا گوہر ہوتا ہے جس کا بدل قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ رات دن سال و ماہ گرمی جاڑہ برسات یوں ہی گذرتے جاتے ہیں۔ لیکن انسان کو کبھی اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ میں نے رات دن کی ساعتوں میں کتنے کام اچھے کئے اور کس قدر برے کئے مناسب

ہے کہ ہر آدمی ہمیشہ تامل کرے میں نے دن میں کیا کیا اور رات کو کون کون سی بات عمل میں لایا۔ اسی طرح آدمیوں کو مناسب ہے کہ تمام اوقات عبادت میں مستغرق نہ رہیں گر ایسا کریں گے تو ملالت وکسل عارض ہو جائے گی اور ملالت کا انجام کار عبادت کی طرف بے رغبتی کا سبب بن جائے گی بلکہ عبادت بھی کریں آرام بھی لیں نیکوں کی صحبت میں بھی آمد و رفت کریں کیونکہ جب صاحب ورد بہ نیت عبادت قدرے آرام میں مصروف ہوتا یا کسی نیک آدمی کے پاس بیٹھتا ہے تو یہ بھی عبادت میں شمار کیا جاتا ہے ہاں اگر نیت نہ ہو تو دونوں فعل ضائع و برباد ہیں اور آیہ "و اذا الموءدة سئلت بای ذنب قتلت" کے معنی محققوں کے نزدیک ایسے ہی شخص پر صادق آتے ہیں یعنے انفاس میں سے جو نفس کہ غیر یاد حق اور غفلت میں گذارا ہے قیامت کے دن اس کی بابت صاحب انفاس سے سوال ہوگا۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

قدرے شب و روز عاقبت بشناسی یک روز چنان شود کہ تا شب نکشی

یعنی انجام کار تجھے رات دن کی قدر معلوم ہوگی کیونکہ ایک روز ایسا آنے والا ہے جس کی شب بھی میسر نہ ہو سکے گی۔ اس مجلس میں ایک درویش بھی موجود تھا جس نے نہایت برجستہ بالبداہہ یہ بیت پڑھی

میرود از جوہریان کہربا ہر جوئے سنگے بمعنی کیمیا

سلطان المشائخ نے یہ بیت سن کر اس کی بہت ہی تحسین کی اور شاباش و آفرین کہی فرماتے تھے کہ مشغولی کے سات وقت ہیں تین دن میں اور چار رات میں دن کے تین یہ ہیں صبح اشراق تک۔ اشراق سے چاشت تک ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک اور رات کے چار وقت یہ ہیں۔ مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک عشا کی نماز سے تہجد کی نماز تک تہجد کی وقت سے وقتِ سحر تک سحر سے صبح کے وقت تک۔ فرماتے تھے کہ حدیث میں تین ایسی چیزیں وارد ہوئی ہیں جو اپنے عامل کو بہشت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد جس قدر مشغول بحق رہے گا اسی قدر اسے قیامت کے روز جنت میں جگہ دیں گے اور ظاہر بات ہے کہ جنت کے ایک کوڑے اور تازیانہ کی مقدار دنیا و مافیہا سے کئی گنے زیادہ ہے۔ دوسرے اس شخص کو بشارت جنت کی دی گئی ہے جو نماز ظہر کے بعد مشغول بحق رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جو رباط میں رہتا ہے اور رباط خانقاہ کو کہتے ہیں۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

عبادت کے لیے مسجدیں اور مشغولی کے لئے خانقاہیں ہیں اور تالیف قلوب کے لئے گھر ہیں اور خانقاہ کے معنی ہیں بیت العبادت یعنے عبادت کا گھر سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ جو مشغولی کے وقت زانو اُٹھا کر اور اپنے تئیں کسی چیز سے باندھ کر اور تکیہ نہ لگا کر بیٹھنا اور سر زانو پر رکھنا درست ہے۔ شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر اور مولانا بدرالدین اسحاق اکثر اسی ہیت سے بیٹھتے تھے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ جناب سلطان المشائخ نے اسی بارہ میں یہ رباعی ارشاد کی ہے۔

معشوق چو خورشید گزینی اے دل　　　او بر فلک و تو بر زمینی اے دل
سر بر زانو بسے نشینی اے دل　　　اورا چو بر خویش نہ بینی اے دل

یعنی اے دل خورشید جیسا معشوق تو نے اختیار کیا ہے وہ فلک پر اور تو زمین پر ہے جب تو اسے اپنے پاس نہیں دیکھتا تو تو سر زانو پر رکھ کر اکثر بیٹھا کر۔ فرماتے تھے کہ مشغولی کے وقت گو مربع بیٹھنا بھی آیا ہے لیکن چونکہ اس میں کوئی یقینی و تحقیقی روایت وارد نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے مربع بیٹھنے سے اطمینان اور دل میں سکون و آسائش نہیں پیدا ہوتی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مربع بیٹھنا ایک طرح جائز بھی ہے اور ایک طرح ناجائز بھی۔ جائز تو جوگیوں کی ہیت کے خلاف بیٹھنا ہے یعنے دونوں قدم دونوں زانوں کے نیچے رہیں ایسے بیٹھک سے باطن مجتمع ہوتا ہے اور ناجائز بیٹھک یہ ہے کہ ایک قدم یا دونوں قدم ران کے اوپر نکال لیں اور یہی جوگیوں کی نشست ہے کوئی پیغمبر مربع نہیں بیٹھا۔ فرماتے تھے ایک درویش کسی موقع پر تنہا بیٹھا ہوا تھا ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں تجھے یہاں تنہا دیکھتا ہوں درویش نے برجستہ جواب دیا کہ تیرے آنے کے سبب میں تنہا ہو گیا ہوں ورنہ میں تنہا نہ تھا ازاں بعد آپ نے یہ قطعہ زبان مبارک پر جاری فرمایا۔

جائے خالی بود حاجتہای خود گفتمش　　　اے نصیحت گوئے بے حاجت چرا تو آمدی
سر بزانو بود درویشے یکے اندر رسید　　　گفت تنہائی بگفت آرے شدم تا آمدی

فرماتے تھے کہ آدمی شروع شروع میں طاعت و عبادت کا زیادہ بوجھ اُٹھا لیتے ہیں لیکن جب وہ گراں گذرتی ہے تو سخت مشکل پڑ جاتی اور نہایت ناگوار گذرتی ہے لیکن جب کوئی

شخص صدق نیت سے شروع کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسے توفیق ارزانی فرماتا ہے اور مشکل کام بھی اس پر آسان ہو جاتا ہے بعدہ فرمایا کہ جب کوئی شخص دنیاوی اشغال سے منہ موڑ کر مشغول بحق ہو جاتا ہے اور اسی صورت سے چند روز تک بفراغت گوشہ نشینی اختیار کرتا اور غوغائے خلق سے تنگ ہو کر خلوت میں اوقات کو معمور و آباد رکھتا ہے اور ساتھ ہی مراقبہ و مشاہدہ میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے تو اس کی ہمت اور قصد اسی میں منحصر ہو جاتا اور وہ لوگوں کی آنکھوں سے مستور ہو جاتا ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ بعض مشائخ نے ہمیشہ خلوت میں رہنے کو پسند کیا ہے جیسے ابو یعقوب، یوسف ہمدانی اور بعض نے دو خلوتوں میں فصل کرنے کو پسند کیا ہے جیسے ابو النجیب سہروردی پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے **احب الاعمال ادو مہا وان اقل** یعنے تمام عملوں میں وہی عمل بہتر ہے جس پر ہمیشگی ہو اور فرمایا **یا فلان لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل ثم ترک قیام اللیل** یعنے اے فلاں تو اس شخص جیسا نہ ہو جائیو جس شب کو قیام اکیلا کرتا تھا پھر قیام لیل ترک کر بیٹھا۔ اور دوسرے فریق کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ غار حرا میں ایک ہفتہ یا دو ہفتہ خلوت کرتے تھے اور یہ بھی آیا ہے کہ **ان لنفسک علیک حقا** یعنے تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ خلوت میں ایسا کمال پیدا کرے کہ یہ خلوت دن بدن بلکہ ساعت بساعت ترقی پذیر ہو اور اس کا موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے راجح و غالب ہو۔ یہ معاملہ انبیاء علیہم السلام کو میسر تھا کہ ان کا ہر موجودہ زمانہ گذشتہ سے نمایاں ترقی کر جاتا تھا اور جب انہیں یہ کیفیت میسر ہوئی تو دوسروں کو بھی حاصل ہونا ممکن ہے۔ اس تقریر پر دو وجہ سے اعتراض وارد ہو سکتا ہے ایک یہ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا موجودہ وقت گذشتہ اوقات سے افضل اور بزرگ نہیں ہوتا بلکہ بیشتر اوقات انہیں ترقی سے پستی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پہلی حالت عزت اور دوسری مذلت کی ہے حالت عزت ذلت کی حالت کے مساوی نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ جناب نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں مقام خداوندی حاصل کیا اور نہایت اعلیٰ درجہ کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے اور یہ معلوم ہے کہ جو رفعت و بزرگی حضور کو اس شب میسر ہوئی دوسری راتوں میں کب حاصل ہو سکتی ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ذلت کی حالت میں جو قیمتی جواہر اور

وزنی فضل مخفی ہیں وہ عدم ذلت کی حالت میں نہیں اور جو عظمت و کرامت خاکساری و ذلت کے مرتبہ میں انسان کو میسر ہوتی ہے وہ عزت کے مرتبہ میں بہت کم میسر ہوسکتی ہے۔ حالت ذلت ہی میں آدمی کو ندامت، انکسار افتقار جن میں سے ہر ایک بڑی بڑی نعمتوں کا سرچشمہ اور فضائل کا منبع ہے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ گنہگار معصیت کی حالت میں تین ایسی صفتوں کا آئینہ ہوتا ہے جس کی روشنی سے اس کا تمام باطن منور ہو جاتا ہے ایک یہ کہ وہ جانتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ نیک اور اچھا نہیں ہے۔ دوسرے اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کے کام کو خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اسے ندامت انکساری عجز و تواضع حاصل ہوتی اور غفلت سے ہوشیاری میسر ہوتی ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شب معراج کے علاوہ اور راتوں میں جناب رسول اکرم ﷺ کو جو قرب حاصل تھا وہ شب معراج سے کسی قدر کم نہ تھا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے بہت زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ شب معراج صرف شہرت کی وجہ سے لوگوں پر روشن و ظاہر ہوگئی اور دیگر راتیں خلق سے مخفی و مستور رہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا فخر الدین زرادی نے سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول ہونا بہتر ہے یا ذکر میں فرمایا جو لوگ ذکر پر مداومت کرتے ہیں انہیں وصول بہت جلد حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے زوال کا بھی خوف و اندیشہ ہوتا ہے بخلاف اس کے کلام اللہ کی تلاوت کرنے والے کو گو وصول دیر میں حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے زوال کا چنداں خوف نہیں ہوتا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے بنی اسرائیل میں سے جو شخص خدا کی طرف بدل رجوع کرتا اور کامل ساٹھ سال تک خدا کے احکام و قوانین کے آگے گردن تسلیم خم کیے رہتا اور اس کے فرمان کی بجا آوری میں نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتا اسے جناب الٰہی سے خلعت رسالت عطا ہوتا اور ان ساٹھ سال کے گذر جانے کے بعد اسے وحی یا الہام ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص بارہ سال تک مشغول بحق رہتا اسے ولایت کا مرتبہ میسر ہوتا اور جب وہ ولیوں میں شمار کیا جاتا تو حکم خدا سے ایک سفید ابر کا ٹکڑا اس کی قد و قامت کے مقدار ہمیشہ سر پر چھایا رہتا۔ فرماتے تھے کہ مشغول کی کئی قسمیں ہیں ایک فارغ مشغول اور یہ وہ شخص ہے جس کا ظاہر تو مشغول بحق ہو لیکن باطن مختلف

خیالات اور متعدد خطرات سے مشوش و پراگندہ ہو۔ دوسرے مشغول فارغ یہ وہ شخص ہے جو ظاہر میں مخلوق کے بوجھ کو برداشت کرے اور باطن میں مشغولِ بحق ہو خدا تعالیٰ کے علاوہ سب سے فارغ اور دنیاوی تعلقات سے متنفر ہو۔ سالک کو مکڑی سے کم نہ ہونا چاہیے۔ فرماتے تھے کہ مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے اور بعضوں کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں اور ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جس کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہوتا ہے وہ عبادت گذار اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں عبادت تو بہت کرتے ہیں لیکن دل دنیا میں مشغول رہتا ہے۔ اور جس فریق کا باطن اچھا اور ظاہر خراب ہوتا ہے یہ وہ مجنون اور دیوانے لوگ ہیں جن کا دل ہمیشہ مشغول بحق رہتا ہے اور ظاہر میں بے سروسامان رہتے ہیں۔ جس گروہ کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں وہ عوام الناس ہیں اور جن لوگوں کا ظاہر و باطن آراستہ رہتے ہیں وہ مشائخ کا فرقہ ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں لکھتے ہیں کہ میں نے شام کے مشائخ سے دریافت کیا کہ حقیقت کسے کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اس سے پیشتر جہاں میں ایک گروہ تھا جو بظاہر پراگندہ اور متفرق معلوم ہوتا تھا لیکن حقیقت میں جمع تھا اب ایک ایسی مخلوق ہے جو ظاہر میں جمع اور باطن میں پراگندہ ہے چنانچہ آپ اسی مضمون کو نظم کے پیرایہ میں یوں ادا کرتے ہیں۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل ۔۔۔ بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی

گرت مال وجاہ ست وزرع وتجارت ۔۔۔ چو دل باخدا ایست خلوت نشینی

فرماتے تھے کہ عمرو نامی ایک درویش تھا جو کہا کرتا تھا کہ جو شخص میرے پاس آکر باطن میں مشغول بحق ہوتا ہے چالیس روز کے بعد واصلانِ خدا میں سے ہو جاتا ہے اسی اثنا میں حاضرین مجلس میں سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ حضور اس بارہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا مشغولی باطن کا حکم دیتا ہوں اور یہ ان مشاغل کے خلاف ہے جس کی نسبت مشائخ رحمہم اللہ نے ارشاد فرمایا ہے مشائخ کو چاہیے کہ اول مشغولی ظاہر کا حکم فرمائیں تاکہ ظاہر سے باطن کی طرف سرایت کرے۔ کاتب حروف نے اس تقریر سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ مشغولی ظاہر بمنزلہ عشق مجازی کے ہے اور مشغولی باطن عشق حقیقی کے قائم مقام اور یہ مقدمہ بدلائل ثابت ہو چکا

ہے کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنے مجاز حقیقت کا پل ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف پہنچ سکتے ہیں اسی طرح مشغولی ظاہر سے مشغولی باطن کی طرف پہنچ سکتے ہیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شروع ہی سے مشغولی باطن کی تعلیم دینا نہایت نازک اور خطرناک بات ہے لیکن ایک درویش سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ وہ ابتدا سے ہی مشغولی باطن کی تعلیم دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اصل کام مراقبۂ دل ہے اور یہ ایسی عبادت ہے جو تمام اعضا کی عبادت پر راجح و غالب ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی نے سلطان المشائخ سے پوچھا کہ نمازی یا ذاکر جب حضور میں ہو اور مذکر مولی کا باطن مشغول بحق ہو تو اس وقت اسے مراقب کہہ سکتے ہیں کہ نہیں اور مراقبہ متحقق ہوتا ہے یا نہیں فرمایا باعتبار لغت تو مراقبہ یہی ہے لیکن مشائخ طریقت کی اصطلاح میں دل کا جمال حق کو مشاہدہ کرنا اور خدائے ذوالجلال والاکرام کو دیکھنا مراقبہ ہے۔ اور دل کا عمل مخفی و پوشیدہ ہے یہاں تک کہ کوئی شخص اس کے عمل پر واقف نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خوب جانتا ہے کہ میں کیا کرتا ہوں اور کیا جانتا ہوں اور کیا دیکھتا ہوں۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ وہ بیکار ہے حالانکہ وہ کام میں مشغول ہے بعدہ ارشاد فرمایا کہ ذکر خفی مراقبہ سے بالاتر ہے ستر درجہ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا مراقبہ ہے اور ذکر خفی ذاتِ خداوندی کے علم کو کہتے ہیں وہ علم جو بندہ کے ظاہر و باطن پر شروع کرے یہاں تک بندہ کو اس رویت اور اس علم کا شعور ہو جاتا ہے اور اسی کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ دوبارہ قاضی محی الدین کاشانی نے دریافت کیا کہ مرید کا مراقبہ خدا تعالیٰ کیلئے اور جناب نبی کریم ﷺ کے لئے اور شیخ کے لئے علیحدہ علیحدہ چاہیے یا سب کے لئے دفعۃً واحدۃً درست ہے۔ فرمایا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک کے لئے الگ الگ مراقبہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب کیلئے ایک ہی دفعہ کیا جائے لیکن جب کوئی شخص سب کیلئے ایک دفعہ مراقبہ کرنا چاہے تو یوں کرے کہ منہ کے آگے خدا کو حاضر تصور کرے اور دائیں طرف پیغمبر خدا ﷺ کو اور بائیں جانب شیخ کو حاضر جانے اور جو حرکت و سکون ظہور میں آئے اور جو خطرہ دل میں خطور کرے اسے حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھے اور اسی کی طرف سے جانے۔ فرماتے تھے کہ ایک دن خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ مقام مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایسے سکون و وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بدن کا ایک بال بھی جنبش نہ کرتا تھا لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ مراقبہ کس سے سیکھا فرمایا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے دیکھا بلی چوہے کے سوراخ میں اس طرح بیٹھی تھی کہ اس کے جسم کا ایک بال بھی جنبش نہیں کرتا تھا اور جو لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے اسے ذرا خوف و

ہراس نہ تھا بلکہ ان کے ہونے نہ ہونے کی خبر تک نہ تھی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایک بے عقل حیوان صرف ایک ذلیل اور مختصر لقمہ کے طمع میں کس طرح مسکون ووقار سے بیٹھا اور اپنے اعضاء وجوارح کو کس درجہ حاضر رکھا ہے انسان باوجود عقل ومعرفت کے اگر ایسا نہ کرے تو اس پر سخت افسوس ہے اور اس کا مرتبہ بلی سے بہت نیچے ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ زمانہ میں دو شخص نہایت متقی وپرہیزگار تھے۔ ایک مولانا تقی الدین محبوب۔ یہ نہایت دانشمند اور صالح آدمی تھے اور خیرات ونیکیوں کی طرف از حد حریص تھے۔ آنے جانے والوں کی بہت خدمت کرتے اور مہمانوں سے ہمیشہ مسلوک رہتے تھے یہاں تک کہ لوگ ان کے بہت ہی شکر گذار اور قدردان تھے۔ دوسرے شیخ تقی الدین کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ یہ شخص صاحب حال ووجد تھے مراقبہ میں ہمیشہ مستغرق رہتے اور ان پر اس درجہ محویت غالب تھی کہ کسی چیز کی خبر نہ رکھتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ آج کون سا دن ہے یا کون سا مہینہ ہے۔ غرضیکہ ہر وقت مشغول رہتے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی مشغولی رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص ان کے پاس کاغذ کا ٹکڑا لایا اور عرض کیا کہ شیخ اپنا نام اس پر تحریر کر دیں آپ نے قلم اُٹھایا اور حیرت زدہ ادھر ادھر دیکھنے لگے خادم نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر معلوم کر لیا کہ شیخ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ عرض کیا کہ شیخ کا نام محمد ہے چنانچہ اس کے جتانے اور یاد دلانے سے اپنا نام کاغذ پر تحریر فرمایا۔ اسی طرح ایک اور دن کا ذکر ہے کہ آپ جامع مسجد تشریف لے گئے اور مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر متحیروں کی طرح کھڑے ہو گئے آپ کے ساتھ جو خادم تھا اسے معلوم ہو گیا کہ شیخ اپنے دائیں پاؤں کو بھول گئے اور اسی وجہ سے حیران وپریشان کھڑے ہیں چنانچہ اس نے شیخ کے سیدھے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ شیخ کا سیدھا پاؤں یہ ہے اس وقت شیخ نے سیدھا پاؤں مسجد میں داخل کیا اور اندر تشریف لے گئے۔

کاتب حروف عرض کرتا ہے میں نے جناب شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسہ محترم خواجہ عزیز الدین سے سنا ہے جن کے مناقب وفضائل شیخ شیوخ العالم کے نواسوں کی فہرست میں ذکر ہوئے ہیں شیخ زادہ عالم یعنے خواجہ عزیز الدین فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھتا ہوں کہ آپ چارپائی پر قبلہ رخ بیٹھے اور [illegible] مبارک اوپر کی طرف کئے ہوئے ہیں۔ آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں اور دیدار جمال الٰہی میں مستغرق ہیں۔ میں آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت پچھتایا اور ڈرا کہ ایسے نازک اور خطرناک موقع میں میرا آنا کسی طرح جائز نہ تھا اب میں ایک عجب کشمکش میں تھا نہ تو مجھے

واپس آنے کا یارا تھا نہ وہاں کھڑے ہونے کی قوت تھی لیکن مجھے بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ دفعۃً سلطان المشائخ سر سے پاؤں تک کانپ اُٹھے اور آپ کا سارا جسم مبارک تھر تھر کانپنے لگا۔ آپ عالم خودی میں آئے اور مبارک آنکھوں کو ہاتھوں سے مل کر پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کمترین عزیز۔ آپ نے نہایت مہربانی فرمائی اور کمال شفقت فرمائی اور ادھر ادھر کی باتیں دریافت فرمانے لگے مولانا علی شاہ جاندار خلاصۃ اللطائف میں لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ مخدوم سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرۂ العزیز کو مراقبہ میں دیکھا اور عجیب کیفیت میں دیکھا۔ ایک دن آپ کی مجلس میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا دیکھتا ہوں کہ آپ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہیں اور بدن مبارک کا کوئی جز و کوئی رونگٹا جنبش میں نہ تھا آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے تھوڑے عرصہ کے بعد مجھ سے ارشاد فرمایا تم کون ہو۔ میں نے جب حضور کی یہ کیفیت دیکھی تو الٹے پاؤں پلٹ آنے کا ارادہ کیا آپ نے میری جانب آنکھیں کیں بلکہ میری طرف توجہ کی اور مجھے اچھی طرح پہنچان کر فرمایا کہ بیٹھ چنانچہ میں مودب بیٹھ گیا آپ مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے اور آنکھیں بالکل اسی طرح گردش کر رہی تھیں جیسے مست اور نشہ والے کی گردش کرتی ہیں۔ ازاں بعد حضور نے فرمایا تم اپنے گھر میں کیا شغل رکھتے ہو۔ عرض کیا جو حضور کا حکم ہو اس پر عمل کروں فرمایا مشغول بحق رہو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا فقیر کو لائق و سزاوار ہے کہ اپنے دل میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اس بات کا تصور کرے کہ میں خدا اور رسول کے آگے بیٹھا ہوں اور اسی پر مداومت کرے۔ پھر مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور اپنے دوستوں کی جماعت میں جا کر بیٹھ جاؤ کیونکہ میں مشغول بحق ہوتا ہوں۔ ایک دفعہ چند عزیزوں نے سلطان المشائخ سے پوچھا کہ سب عملوں میں سے کون سا عمل زیادہ افضل و بزرگ ہے فرمایا پیر کی مراعات کرنی۔ ظاہر میں مجلس اور باطن میں مراقبہ میں مشغول ہونا۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ **یا ایھا الناس احتسبوا اعمالکم فان احتسب عملہ کتب لہ اجر عملہ حسبہ الاحتساب من الحسب کا لا عتداد من العد قبل احتساب العمل ان تووی بہ حسبۃ اللہ و الحسبۃ من الاحتساب کا لعدہ من الاعتداد** یعنے لوگو! اعمال کی نگرانی میں بہت کوشش کرو کیونکہ جو شخص حسبۃً للہ کوئی عمل کرتا ہے اس کے عمل کا اجر لکھا جاتا ہے احتساب حسب سے مشتق ہے جس طرح اعتداد عد سے۔ بعضے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمل میں حسبۃ بعد

نیت کرنے کو احتساب العمل سے تعبیر کرتے ہیں اور حسبۃ احتساب سے ماخوذ ہے جیسے عدۃ اعتداد سے۔ فرماتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ان کتابوں کے مطالعہ کرنے میں مشغول ہوا جو میں نے طالب العلمی کے زمانے میں پڑھی نہیں دفعۃً ایک وحشتناک تاریکی مجھ میں پیدا ہوئی اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ میں کہاں سے کہاں جا پڑا۔ ازاں بعد فرمایا کہ جب شیخ ابوسعید ابوالخیر عروج کمال کو پہنچے تو ان کتابوں کے بستے ایک گوشہ میں رکھ دیے جو آپ نے پڑھی نہیں ایک دن آپ نے مکان کے گوشہ میں سے کوئی کتاب اٹھا کر مطالعہ کیا اسی اثناء میں ہاتف نے آواز دی کہ اے ابوسعید ہمارا عہد نامہ واپس کر دو کیونکہ تم ہمارے غیر کی طرف مشغول ہو گئے۔ سلطان المشائخ جب اس حکایت پر پہنچے تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور رو کر فرمانے لگے۔

تو سایہ دشمنی کجا در گنجی جائیکہ خیال دوست دشمن باشد

یعنی جس جگہ کتب فقہ اور احکام شرع واجب ہوں وہاں دوسری چیزوں کی کیا ہستی ہو سکتی ہے۔ فرماتے تھے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ نے باطنی صفائی کا ایک نہایت ہی مفید نسخہ تجویز کیا ہے فرماتے ہیں کہ باطنی صفائی حاصل ہونے کے لئے پانچ چیزوں پر مداومت و مواظبت کرنی چاہیے ایک یہ کہ ہمیشہ مسواک کیا کرے۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت پر مداومت کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو قل ہو اللہ پڑھا کرے۔ تیسرے یہ کہ روزوں پر مواظبت کرے اور اگر ہمیشہ روزہ سے رہنا ممکن نہ ہو تو ایام بیض پر مداومت کرے۔ چوتھے قبلہ رخ بیٹھنے کی عادت ڈالے۔ پانچویں ہمیشہ باوضو رہے۔ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت سلطان المشائخ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا آپ فرما رہے تھے کہ بہت نماز پڑھنا اور اوراد و وظائف میں بکثرت مشغول رہنا، قرآن مجید کی تلاوت میں بہت مصروف رہنا یہ کام چنداں مشکل نہیں ہیں ہر باہمت شخص کر سکتا ہے بلکہ ایک ضعیف بڑھیا بھی کر سکتی ہے۔ روزہ پر مداومت کر سکتی، تہجد گذاری میں مصروف رہ سکتی ہے۔ قرآن شریف کے چند پارے پڑھ سکتی ہے۔ لیکن مردانِ خدا کا کام کچھ اور ہی ہے اور وہ کل تین باتیں ہیں۔ اول کھانے کپڑے کا غم دل میں نہ آنے دے جس درویش کے دل میں کھانے پہننے کا غم گذرتا رہتا ہے اس کی کوئی غرض کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ دوسرے خلا ملا اور ظاہر و باطن میں خدا کی طرف مشغول رہے اور یہ تمام مجاہدوں کی جڑ ہے۔ تیسرے اس نیت و قصد سے کوئی بات منہ سے نہ نکالے کہ مخلوق کے دل اس کی طرف مائل ہوں اور اگر وعظ و نصیحت کرے تو اس میں کسی غرض کی آمیزش اور نمود و

ریا کا دخل نہ ہو بلکہ محض اخلاص اور حسبۃً للہ ہو جب درویش یہ معاملہ اختیار کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے اپنی درگاہ کے ان تمام بزرگوں کا مخدوم و مطاع بنا دیگا جو اس زمانہ میں موجود ہوں گے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص ذکر کرنے بیٹھے تو اول تین دفعہ لا الہ الا اللہ کہے چوتھی مرتبہ محمد رسول اللہ اور پانچویں دفعہ پھر لا الہ الا اللہ کہے، چھٹی بار محمد رسول اللہ ساتویں بار لا الہ اللہ آٹھویں بار محمد رسول اللہ نویں بار لا الہ اللہ، دسویں بار محمد رسول اللہ کہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے ذکر کے وقت لا الہ الا اللہ کا ورد اختیار کیا ہے لیکن شیوخ کے نزدیک لا الہ الا اللہ مختار و پسندیدہ ہے اور شیخ ابو سعید ابوالخیر نے صرف اللہ پسند کیا ہے۔ ذیل کی عبارت بھی سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھی دیکھی ہے۔ من اراد ان یکون القصور مسکنہ والجنان ماواہ فلیقل دائماً بلا عجب اشہد ان لا الہ الا اللہ ہو یعنے جو شخص اپنا مسکن جنت کے محلوں میں بنانا چاہے اور جنتوں کو اپنا ٹھکانا بنانا چاہے اسے بغیر عجب و ریا اشہد ان لا الہ الا اللہ پر مداومت کرنی چاہیے۔ شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھے اور لا الہ الا اللہ کہے۔ اس وقت سر کو جنبش دے اور جب کلمہ لا الہ الا اللہ دل سے نکلے تو سر بائیں جانب لے جائے اور یہ تصور کرے کہ جو چیزیں خدا تعالیٰ کے علاوہ ہیں سب کو دل سے باہر نکال ازاں بعد دائیں طرف سر کو جنبش دے اور کسی قدر قوت اور زور کے ساتھ الا اللہ کہے اس لفظ کے کہتے وقت یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ مجھ میں جلوہ گر ہے اور اس کے سوا سب چیزیں دل سے نکل گئی ہیں اسی طرح اس وقت تک ذکر میں مشغول رہے جب تک اچھی طرح اپنے دل کے کانوں سے اس ذکر کی آواز نہ سن لے جو دل سے نکلتی ہے بعض درویش ایسے بھی ہیں کہ انکی زبان تو خاموش اور ساکت رہتی ہے مگر دل ذکر حق میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ جو آواز دل سے نکلتی ہے اسے وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ شیخ نصیر الدین محمود سے لوگ نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ذکر کے تین طریقے ہیں ایک یہ کہ قبلہ رخ بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر رکھے اور یہ تصور کرے کہ حق تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور میرے ساتھ موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ذاکر تصور کرے کہ خدا تعالیٰ میرے دل میں موجود ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ یہ طریقہ حلولی مذہب والوں کے مشابہ ہے اور حلول کے صاف معنی یہ ہیں کہ آدمی اس بات کا تصور کرے کہ خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے اور میرے دل میں بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ ذاکر اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائے رکھے۔ دونوں آنکھوں کو کھلا رکھے اور مشغولی کے وقت یہ تصور کرے کہ میری روح قالب سے پرواز کر کے اول آسمان پر اور اول سے

دوسرے پر دوسرے سے تیسرے پر یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچ گئی اور حق تعالیٰ کے دیدار مشاہدہ میں مشغول ہے اگر کوئی ذاکر اس آخر الذکر ذکر کے طریقے پر استقامت کرے گا تو چند روز کے بعد ایک ڈورا اسے نظر پڑے گا اور اسے یہ معلوم ہوگا کہ ڈورے کا ایک سرا آسمان کی طرف اور ایک سرا دل میں موجود ہے۔ ذاکر کے سب مرتبوں میں یہ طریقہ اعلیٰ مرتبہ کا ہے اور مشائخ رحمہم اللہ جسے مشغولی باطن کہتے ہیں وہ یہی طریقہ ہے۔ حکیم ثنائی کیا خوب فرماتے ہیں:

این همه علم جسم مختصر است ۔ علم رفتن بسوئے حق دگر است
روئی سوئی جهان می گردن ۔ عقبیٰ وجاه زیر پے کردن
جاه وحرمت ز دل رہا کردن ۔ پشت درخدمتش دوتا کردن
تنقیه کردنِ نفوس از بد ۔ تقویت کردن روان بخرد
رفتن از منزل سخن کوشاں ۔ بر نشستن بصدر خاموشاں
رفتن از فعل حق سوئے صفتش ۔ درصفت این مقام معرفتش
آنکه از معرفت بعالم راز ۔ پس رسیدن بآستان دراز
در درونِ تو نفس دل گردد ۔ زین همه کرده ها خجل گردد
خانمانش همه بر اندازد ۔ در رهِ امتحانش بگذارد
در تن تو چو نفس تو بگداخت ۔ دل بتدریج کار خویش بساخت
پس از و حق نیاز بستاند ۔ چون نیازش نماند حق ماند
پس زمانے که راز مطلق گفت ۔ راست منصور کو اناالحق گفت
راست گفت آنکه گفت از سرِ حال ۔ گفت دع نفسک بسر و تعال
ز تو تا دوست نیست ره بسیار ۔ ره توئی پس بزیر پاے دراز
تابه بینی بدیده لاهوت ۔ خطه ذی الملک و خطهٔ ملکوت
با نیاز آن گهے که گشتی یار ۔ دل بر آرد ز نفس تیره دمار
کے بود ما زما جدا مانده ۔ تو و من رفته و خدا مانده



باب ہشتم

محبت، شوق، عشق اور اللہ تعالیٰ کا دیدار

کاتب حروف محمد مبارک علوی المدعو با میر خورد عرض کرتا ہے کہ سالک کو چاہیے کہ اپنے پیر کے جمال ولایت کا عاشق رہے اور اس کی محبت واشتیاق میں ہمیشہ غرق رہے اگر ایسا کرے گا تو تھوڑے عمل اور کثرت نیاز کی وجہ سے اس اصلی مقصد پر بہت جلد پہنچ جائے گا جو اس راہ کے طالبوں کا مقصود اعظم ہے اور اگر اس بارہ میں اسے حظ نہ ہو اور اس کی جبلت وفطرت میں نقصان واقع ہو تو سالہا سال خدا تعالیٰ کے کام میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرے اور روزے شب بیداری عبادت گزاری تہجد سے اپنے نفس کو جلائے اور نہایت خونِ جگر کے ساتھ اس راہ میں سعی کرے اور ان سب باتوں کے علاوہ دوست حقیقی سے باخلاص اور عجز وانکسار کے ساتھ پیش آئے اگر ایسا کرے گا تو آہستہ آہستہ اس عالم کی روشنی کا دروازہ اس پر کھل جائے گا اور اپنے مطلب ومقاصد پر فتح پائیگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے۔

عمرے باید دراز و صبر در پیش کنم　　　تا با تو رسم و حکایت خویش کنم

یعنی مجھے ایک دراز عمر تک صبر اختیار کرنا چاہیے تا کہ تجھ تک پہنچوں اور اپنا قصہ بیاں کروں اور اس غم کی دولت اور اندوہ وعشق کی سعادت ہر کس وناکس کو نہیں دیتے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

غم و درد آمد نصیب دلے　　　کہ در عشق او بشگفد چون گلے

غمت خاصۂ آدمی راست و بس　　　ندادند این چاشنی را بکس

یعنی غم ودرد اسی دل کو نصیب ہوتا ہے جو عشق میں پھول کی طرح شگفتہ رہتا ہے تیرا غم و درد صرف آدمی کا خاصہ ہے اور یہ چاشنی ہر کس وناکس کو نہیں دی جاتی۔ عشق کا خلعت ہر مخلوق پر درست نہیں آیا اور بجز حضرت آدم علیہ السلام اور انکی بعض اولاد کے اور کسی مخلوق کو میسر نہیں ہوا۔

تاج ریزہ کہتے ہیں۔

خلعتے یارب چہ گویم چون عروس آراستہ راست بر بالائے شاہ راستین آوردہ اند

عشق کے گراں بہا جوہر کو صرف گوہر انسانی کے لئے پیدا کیا تا کہ اسے لباس محبت سے آراستہ اور جوہر عشق سے مزین کر کے میدان عرصات میں جلوہ دین۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

ہیچ کس دریں جہاں نرسید جوہر عشق او مگر مارا

یعنی اس جہان میں اس کا جوہر عشق بجز ہمارے اور کسی کو نہیں پہنچا ایک اور شاعر عرض کرتا ہے:

جز من ہر کہ کند دعوی عشق تو خطاست زانکہ عشق تو نصیب دل دیوانہ است

یعنی میرے علاوہ جو شخص تیرے عشق کا دعوی کرے وہ خطا پر ہے کیونکہ تیرا عشق صرف ہمارے ہی دل کا حصہ ہے اس کے مناسب حاجی محمد کی وہ حکایت نہایت مناسب اور چسپاں تر ہے اور جو اوراد کے باب نکتہ ادعیہ ماثورہ میں قدرے بسط اور تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی محمد نے قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ سلطان المشائخ سے عرض کریں کہ جب سے میں حج کر کے آیا ہوں دل میں قرار و اطمینان نہیں پاتا ہوں آپ میری خاطر حضرت سے کوئی دعا پوچھ دیجئے تا کہ میرے دل کی بیقراری اور پریشانی دفع ہو۔ چنانچہ قاضی محی الدین کاشانی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا ایسے شخص کو دو کام کرنے چاہییں یا تو کسب وحرفت میں مشغول ہونا چاہیے جس سے وجہ معاش حاصل ہو یا عبادت و گوشہ نشینی میں کچھ زمانہ بسر کرنا چاہیے۔ سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ عبادت میں مشغول ہونا اس وقت نیک نتیجہ پیدا کر سکتا ہے جب کہ دردِ عشق کی چاشنی حاصل ہو چکی ہو (بندہ) ضعیف عرض کرتا ہے۔

دلی کہ در غم عشقت نسوخت باز نیافت بماند بے دل و حیران کہ روئ یار نیافت

یعنی جو دل تیرے غم عشق میں سوختہ نہیں ہے اس نے کچھ نہ پایا بلکہ بے دلی اور عالم تحیر میں رہا کہ دیدارِ یار حاصل نہیں ہوا اور نہ دونوں قسموں میں عمل جوارح مشترک ہے وجہ یہ کہ وجہ معاش اور نماز اور تلاوت اور ذکر عمل جوارح کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ ازاں بعد حضور نے یہ شعر زبان مبارک پر جاری فرمایا۔

طاعت ابلیس را اگر چاشنی بودے زعشق　　در خطاب اسجدوا بے شک مسلمان آمدے

یعنی شیطان کی طاعت میں اگر عشق کی چاشنی ہوتی تو وہ اسجدوا کے خطاب کے وقت ضرور گردن تسلیم کر دیتا۔ اسی اثناء میں قاضی محی الدین کاشانی نے عرض کیا کہ حضور وہ تو عشق و محبت کا مدعی ہے اور نہ صرف مدعی ہی ہے بلکہ اپنے تئیں عاشق صادق جانتا اور اس کی محبت و دوستی میں مخلص شمار کرتا اور کہتا ہے۔ صدق محبت کے یہ معنے ہیں کہ عاشق معشوق کے علاوہ کسی کی تعظیم نہ کرے بلکہ بجز اس کے اور کسی کو موجود نہ جانے اور جب یہ ہے تو خدا کو چھوڑ کے آدم کو کیوں سجدہ کرنے لگا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

دعوی عشق میزنی لاف دروغ میکنی　　عشق ہمہ تواضع است کار تو نیست جز منی

یعنی تیرا دعوی عشق بالکل دروغ اور جھوٹا ہے کس لیے کہ عشق تواضع و عجز کا نام ہے اور تیرا کام بجز خودی اور تکبر کے اور کچھ نہیں۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ملائکہ کو محبت و عشق کا حصہ نہیں دیا گیا ہے اور وہ اس کی چاشنی سے محظوظ نہیں ہوئے ہیں شراب محبت صرف جوہر انسانی کا حصہ ہے درد کے نام تک سے واقف نہیں اور جب یہ ہے تو شیطان بدرجہ اولیٰ عشق و درد سے محروم و بے نصیب ہے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابلیس ملائکہ کی جنس سے تھا تو بھی اس کا یہ دعویٰ چل نہیں سکتا کیونکہ ملائکہ عشق و درد سے عاری ہیں۔ علماء کا اختلاف ہے کہ ابلیس فرشتوں کی جنس میں سے ہے یا جنوں کی جس میں سے بعض اول بات کے قائل ہیں اور بعض ثانی کے لیکن صاف اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ شیطان کا فرشتوں کی جنس میں سے ہونا صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وکان من الجن ففسق عن امر ربه** یعنے شیطان جنوں میں سے تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے رب کے حکم سے نکل بھاگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کے بارے میں علما کا قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے بعض تو اسے جنس ملائکہ سے بتاتے ہیں اور اس پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں **فسجد الملائکه کلهم اجمعون الا ابلیس** اور کچھ لوگ اس کے جنی ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن دونوں استدلالات پر نظر غائر ڈالی جاتی ہے تو ابلیس کا گروہ ملائکہ میں سے ہونا زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیہ **فسجد الملائکة کلهم اجمعون الا ابلیس** میں ابلیس کو الملائکۃ سے استثنا کیا گیا ہے اور اصل استثنا میں یہی ہوتا ہے کہ وہ اور مستثنیٰ منہ ایک جنس سے ہوا کرتا ہے یہی قول منصور

کا بھی ہے۔ رہی یہ بات کہ آیہ و کـان مـن الـجـن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنی تھا تو اس کی تاویل یہ ہے کہ ملائکہ کو بھی جن کہا جاتا ہے کیونکہ جن اجتنان سے مشتق ہے اور اجتنان کے معنی پردہ میں ہونے کے ہیں۔ چونکہ فرشتے بھی لوگوں کی آنکھوں سے مخفی اور پردہ میں ہیں اس لیے انہیں جن کہا گیا یا یوں سمجھ لیجیے کہ فرشتوں کے ایک گروہ کا نام جن ہے۔

محبت اور اس کے غوامض و دقائق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا فخر الدین مروزی کو ایک رقعہ بایں مضمون لکھا (مولانا فخر الدین کے حالات اور مناقب وفضائل پیچھے اس نکتہ میں نہایت بسط وشرح کے ساتھ ذکر کیئے گئے ہیں جہاں یاران اعلیٰ کے فضائل تحریر ہوئے ہیں) کہ اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس پر اتفاق ہے بشری بناوٹ اور انسانی خلقت سے بڑا مطلوب اور اہم مقصود محبت رب العالمین ہے یعنی بشر کے پیدا کرنے سے خدا کا بڑا مقصود یہ ہے کہ وہ اسے محبوب رکھے اور اس کی محبت و عشق میں غرق ہو جائے اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک ذاتی دوسرے صفاتی۔ ذاتی محبت کسب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ خدا کا عطیہ ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور صفاتی محبت کسب کو بھی دخل ہے پس وہبی محبت میں بندہ کے عمل اور کسب کو کسی طرح کا تعلق نہیں البتہ صفاتی محبت میں فی الجملہ دخل ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ محبت حاصل کرنے کا طریقہ ہر وقت اور ہر آن ذکر الٰہی پر مداومت کرنا ہے۔ بشرطیکہ خدا کے ماسوا سے دل فارغ و خالی ہو اور دوام ذکر کے لئے فارغ البالی شرط ہے اور اس فراغ بالی کیلئے چار چیزیں مزاحم و مانع ہے۔ خلق، دنیا، نفس، شیطان اور قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز مانع شرط ہے وہ مانع مشروط ضرور ہے پس پہلے مانع یعنی خلق کے دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر عزلت اور گوشہ نشینی اختیار کرے اور دنیا کے دفع کرنے کا طریق قناعت وصبر کرنا ہے۔ نفس و شیطان کے دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ساعتاً فساعتاً اور آناً فاناً خدا کی درگاہ میں التجا کرے۔ فرماتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ہر روز سورج نکلتے وقت فرمایا کرتے تھے خداوندا جس روز محمد کو خدائے محمد کے ساتھ نئی طرح کا قرب و نئی قسم کی طلب حاصل نہ ہو اس دن کے آفتاب کے نکلنے میں کوئی برکت نہ ہو پس درگاہ لم یزلی کے

محبوں اور بارگاہ بے نیازی کے عاشقوں پر واجب ہے کہ ہر روز ایک نئے درد اور نئے سوز کے حاصل کرنے میں کوشش کریں تا کہ ہر روز ترقی وزیادتی حاصل ہوتی جائے اور اس ترقی وزیادتی سے بدنی عبادت اور جسمانی طاعت مقصود نہیں ہے بلکہ نیا عشق نیا درد نیا ذوق نیا شوق مراد ہے اور درجات مشاہدات کی ترقی دنیا وآخرت میں کوئی حد اور نہایت نہیں رکھتی۔ اسی طرح قابلیت بھی انتہا نہیں رکھتی ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

از دولت حسنت بمن ارزانی باد   داغی نو سوزے نو درد نوو تازہ

یعنی تری دولت حسن سے مجھے ہمیشہ نیا داغ، نیا سوز، نیا اور تازہ درد میسر ہوتا رہے۔

کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

درد نو سوز نو و عشق ہر روز   بر جان و دل شکستگان افزوں باد

ازدست خیال تو کہ درجان منست   تا روزِ قیامت دلِ من پر خون باد

یعنی ہر دن نیا درد اور نیا سوز اور نیا عشق عاشقوں کی جان ودل پر زیادہ ہوں اور تیرے دست خیال سے جو میرے دل میں ہے قیامت کے روز تک میرا دل پر خون رہے۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہر عضو کو ایک کام کیلئے پیدا کیا ہے جب وہ عضو اس کام سے بیکار ہو جاتا ہے تو بیمار ہو جاتا ہے چنانچہ دل خاص محبت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

ولے کہ در غم عشقت نسوخت خام بماند   چو مرغ خانگی اندر میان دام بماند

یعنی جو دل تیرے غم عشق میں نہ جلا خام رہا جیسے خانگی مرغ جال میں مقید رہتا ہے۔ کل قیامت کے دن ایسے دل کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور تاوقتیکہ آدمی خدا کے دربار میں سلامت دل نہ لے جائے گا اسے کوئی چیز کچھ نفع نہ دے گی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم** یعنی قیامت کے روز کسی کو مال اور نہ اولاد کام آئے گی لیکن جو خدا کے پاس قلبِ سلیم لیکر حاضر ہوا وہ ان چیزوں سے متمتع ہوگا۔

کاتب حروف عرض کرتا ہے:

سلامتی دل عشاق از محبت تست   وگرنہ ایں دل پر خون چہ جائے منزل تست

یعنی عشاق کے دلوں کی سلامتی صرف تیری محبت کی وجہ سے ہے ورنہ یہ دل پر خون تیری منزل گاہ بننے کا ہرگز سزاوار نہیں۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ میں نے محبت کے بارے

میں دو حدیثیں اور گیارہ کلمے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھے دیکھے ہیں چنانچہ اس مقام پر انہیں درج کرتا اور ہر کلمہ کے تحت میں اس کا ترجمہ بھی لکھتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں المحبة ایثار ماتحب لمن تحب یعنی اپنے محبوب اور دل پسند چیز کو اس شخص پر فدا و قربان کر ڈالنا جس سے محبت کرتا ہے۔ محبت ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان عظیم الشان لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنے جب تک تم اپنے محبوب چیز کو خرچ نہ کرو گے بھلائی کو ہرگز نہ پہنچو گے۔ خواجہ حکیم ثنائی فرماتے ہیں۔

گر بخواہی کہ دوست ماند دوست　　　آن طلب زو کہ طبع و طالع اوست

آستین گر زیچ خواہی پرُ　　　از صدف مشک جوئی و آہو دُر

یعنی اپنا ظاہر و باطن رضائے دوست میں مصروف رکھ بلکہ کلیۃً اپنے تئیں دوست کے ہاتھ میں سپرد کر تا کہ مباینت و اختلاف اُٹھ جائے اور معیت حاصل ہو اور جب معیت حاصل ہوئی غرض پوری ہوئی و قیل المحبة التی تظهر الصادق من الکاذب یعنے اصل میں محبت وہ محبت ہے جو مردوں کو نامردوں سے اور سچوں کو جھوٹوں سے ممتاز کر دے یعنے اگر یہ شخص محبّ صادق ہے تو دوست کی بلا اور اپنی وفا پر صبر کرے گا اور اپنی تمام عمر اسی میں بسر کر دے گا اور ذرہ برابر دوست کی متابعت سے تجاوز نہ کرے گا بلکہ صدق محبت سے اس دروازے کو کھٹکھٹائے گا اور اس حرف پر مستقیم و ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ شخص ایسا کرے گا تو اس طرف سے بھی صدق محبت ظاہر ہوگی اور دمبدم عشق کی نیرنگیاں اور عجائبات اس کثرت سے عالم غیب سے ظہور میں آئیں گے کہ ان کی نہایت نہ ہوگی۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

ہر زبان از درد عشقت ذوقہا گیرم از انکہ　　　کین سعادت ہر دمے از غیب تو نو حاصل است

یعنی میں ہر وقت تیرے دردِ عشق سے اس لئے ذوق و شوق حاصل کرتا ہوں کہ یہ سعادت ہر وقت عالم غیب سے نئے نئے رنگ میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جو شخص دولت محبت سے ہم آغوش ہونا چاہے تا وقتیکہ اپنی عزیز جان و تن کو رضاء دوست کے لئے مصیبت و بلا میں نہ رکھ دے ہرگز اس سعادت کو نہ پہنچے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ تین شخص متفق ہو کر خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے ایک قاضی بلخ کا فرزند دوسرے بلخ کے شیخ الاسلام کا لڑکا تیسرے ایک درویش یہ تینوں آدمی باہم مل کر زیارت خانہ کعبہ کیلئے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں تینوں شخصوں نے دل

میں سوچا کہ جب پہلے پہل کعبہ پر نظر پڑے جو اجابت دعا کا وقت ہے اس وقت ہر شخص کو کیا مانگنا چاہیے۔ قاضی بلخ کے فرزند نے خیال کیا کہ میں بلخ کی قضاۃ مانگوں گا اور شیخ الاسلام کے لڑکے نے شیخ الاسلامی کی دعا دل میں ٹھانی لیکن درویش نے دل میں خیال کیا کہ میں خدا تعالیٰ سے اس کی محبت مانگوں گا۔ الغرض جب یہ تینوں کعبہ کے متصل پہنچے اور کعبہ پر نظر پڑی تینوں شخصوں نے اپنی ان ہی حاجات کا ذکر کیا جنہیں پہلے سے دل میں جما رکھا تھا خدا کے حکم و تقدیر سے درویش کے علاوہ دونوں شخص اپنی مراد کو پہنچے اور انکی دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے یعنے قاضی کا فرزند اپنے باپ کی جگہ قضاۃ پر مامور ہوا اور شیخ الاسلام کا فرزند شیخ الاسلامی کے معزز عہدہ سے ممتاز ہوا لیکن درویش کی دعا کا جب کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تو اس نے جناب الٰہی میں دعا کی خداوندا ہم تین آدمی ایک وقت ایک موقع پر خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے تھے اور ایک جگہ تینوں نے اپنی اپنی حاجت کی درخواست کی تھی لیکن تعجب ہے کہ وہ دونوں اپنی مرادوں پر کامیاب ہوئے اور مجھے ابھی تک اپنے حال کی خبر نہیں۔ اسی اثناء میں درویش کو مرض اکلہ حادث ہوا اور روز بروز تکلیف بڑھتی گئی۔ ایک دن اس درویش نے اپنے دل میں کہا خداوندا میں نے تو تیری محبت تجھ سے مانگی تھی اور تو نے مجھے یہ زحمت و تکلیف دی۔ ازاں بعد ہاتف سے آواز دی کہ یہی زحمت تکلیف ہی تو ہماری محبت کی ابتداء اور بیت عشق کا پہلا دروازہ ہے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

دریں رہ جان بدہ یا ترک ما گیر   بریں در سر بنہ یا غیر ما جوئے

یعنی اس راہ میں جان دے یا ہمارا خیال ترک کر اس رستہ میں سر رکھ دے یا ہمارے غیر کو ڈھونڈھ۔ اب میں پھر مقصد اصلی کی طرف رجوع کرتا اور محبت و عشق کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ اگر یہ مدعی دعوی محبت میں جھوٹا ہے تو ہمیشہ دوست کے مخالف باتیں کرے گا اور اسکے جفا سے بھاگ کر نفاق کی حالت میں زندگی بسر کرے گا اور ہمیشہ اسی تصور میں رہے گا کہ میں محبّ اور مقبول خدا ہوں حالانکہ مشائخ رحمہم اللہ نے شقاوت کی ایک یہ بھی علامت لکھی ہے کہ آدمی مبتلاء معصیت ہو کر امیدوار ہے کہ میں مقبول خدا ہوں اور اس کا محبّ و دوست ہوں ازاں بعد سلطان المشائخ تحریر فرماتے ہیں المحبۃ عدم النوم و العزلۃ من القوم یعنی قوم سے عزلت اور گوشہ نشینی اختیار کرنے اور نہ سونے کو محبت کہتے ہیں مطلب یہ کہ محبّ صادق کے آگے رات دن یکساں ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ محبوب کی محبت میں مضطرب و بے قرار رہتا ہے۔ شیخ جنید کے پیر خواجہ

سری سقطی قدس اللہ سرہما العزیز نے اس بارہ میں خوب فرمایا ہے۔

ما فی النہار ولا فی اللیل لی فرح فما ابالی اطال اللیل ام قصر

یعنی نہ تو مجھے دن ہی میں فرحت وراحت ہے نہ رات ہی کو چین پڑتا ہے اور جب یہ ہے تو مجھے رات کے بڑھنے گھٹنے سے کچھ پرواہ نہیں۔ بلکہ جب ذرا غور سے دیکھا جاتا ہے تو مشاقوں کے مشاہدات کی ترقی اور محبوں کے درجات کی تحصیل اور ان کے راز و نیاز اور ذوق وگریہ کو رات سے زیادہ تعلق معلوم ہوتا ہے پس جو شخص اس قسم کی نعمتوں کا امیدوار ہوا سے کب نیند آسکتی ہے اور کس پہلو پر قرار و چین آسکتا ہے۔ امیر خسرو کہتے ہیں:

خواب ز چشم من بشد چشم تو بست خواب من تاب نماند در تنم زلف تو برد تاب من

یعنی میری آنکھ سے نیند جاتی رہی اور تیری امید وانتظاری نے میری نیند کو کھودیا میرے جسم میں توانائی نام کو باقی نہیں رہی اور تیری زلف میری تاب لے گئی۔ الغرض جب محبِّ صادق کا کام اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا باطن ہمیشہ بے قرار اور ظاہر حسن اخلاق سے آراستہ ہوتا ہے اور چہرہ سے بشاشت و شادمانی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں یہی مقام حقیقتِ عزلت کا ہے کیونکہ خلق سے منہ موڑ کر مشغول بحق ہونے کو عزلت کہتے ہیں اور وجود خلق سے مشغول بحق ہونا حقیقیت عزلت ہے لیکن یہ مرتبہ انبیاء اور اولیاء کا ہے۔ کاتب حروف کہتا ہے۔

بردرِ دل رشتہ اینک پردہ داری میکنم تا بجز سلطان عشقت کس نیاید اندر و

و قیل المحبۃ طائر لا یلتقط الاحبۃ القلوب یعنی محبت ایک ایسا پرندہ ہے جو دلوں کے دانوں کو چن لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس وقت محبت دل میں متمکن ہو جاتی ہے تو اس پرندہ کی روزی مغز دل ہو جاتی ہے پھر جس قدر وہ پرندہ اشتیاق کی چونچ سے مغز دل کو اُٹھاتا ہے مشاہدات کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور محبوب کا جمال وکمال و مبدم جلوہ گری کرتا ہے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

بخوبی درجہان چو تو دگر نیست کدامی دیدہ کز عشق تو تر نیست
عجب مرغیست آن طوطی عشقت کہ قوت او بجز خونِ جگر نیست

یعنی حسن وخوبصورتی میں تجھ جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی آنکھ ایسی نہیں جو تیرے عشق سے تر نہیں تیرا طوطی عشق ایک ایسا عجیب وغریب مرغ ہے جس کی خوراک بجز

خونِ جگر کے اور کچھ نہیں۔ قال علیه السلام لو ان عبدین تحا بافی الله احد هما فی الشرق و الآخر فی الغرب یجمع الله بینهما یوم القیامة و یقول هذا الذی کنت تحبه یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں دو بندوں میں خاص خدا کیلئے محبت ہو گی۔ اور ان میں سے ایک شخص مشرق میں دوسرا مغرب میں ہوگا تو حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کل قیامت کے روز ان دونوں شخصوں کو جمع کر دے گا تا کہ باہم ایک دوسرے کی ملاقات سے محظوظ ہوں ازاں بعد ارشادِ خداوندی ہوگا کہ اس وقت جو تم دونوں ایک دوسرے کی ملاقات سے مشرف ہوئے یہ تمہاری اس محبت کا ثمرہ ہے جو دنیا میں خاص میرے لئے رکھتے تھے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے جو یہ صادر ہوا ہے کہ لو ان عبدین تحاباً الخ تو اس سے پوری امید بندھتی ہے اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب مخلوق کی محبت کا یہ نتیجہ ہے کہ دو محبت کرنے والے کل قیامت کے روز ایک جگہ جمع ہوں گے اور یہ محبت ایک دوسرے کی شفاعت کا سبب ہوگا تو جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ محبت میں قدم رکھے گا اور اس راستہ میں سالک ہوگا اور صدق راستی کے ساتھ اس نازک راہ میں قدم ڈالے گا امید ہے کہ اپنے مقصد اصلی پر کامیاب ہوگا اور اس محبت کے بڑے بڑے نتیجے دیکھے گا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے المتحابون فی الله علی عمودٍ.......... الحدیث یعنے جو لوگ باہم خدا رسول کے لئے محبت والفت رکھتے ہیں وہ قیامت کے روز سرخ یاقوت کے ایک ایسے ستون پر ہونگے جس کے کنارے پر ستر ہزار بالا خانے ہونگے جب یہ لوگ بہشتیوں کو جھانک کر دیکھیں گے تو انکے چہروں کی درخشانی اہلِ بہشت کو اس طرح روشن و منور کردیگی جس طرح خورشید سے اہلِ دنیا روشن ہوتے ہیں۔ اور اس وقت بہشتی لوگ کہیں گے کہ اے فرشتو ہمیں ان لوگوں کے دروزاہ تک پہنچا دو جو باہم دوستی رکھتے تھے اور صرف خدا کیلئے رکھتے تھے تا کہ ہم انکے جمالِ جہاں آرا کو سیر ہو کر دیکھیں الغرض جب اہلِ بہشت ان کے جمال و خوبصورتی کو دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے خدا کے لئے دوستی کرنے والوں کے جسم حریر حریر اور نہایت بیش قیمت ریشمی لباس چھپائے ہوئے ہوگا اور چاروں طرف سبز حریر کا فرش بچھا ہوا ہو گا۔ یہ لوگ اس پر نہایت ناز و نعمت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہونگے اور فرشتے باآوازِ بلند کہہ رہے ہوں گے۔ هؤلاء المتحابون فی الله یعنی وہ لوگ ہیں جو خدا کیلئے باہم محبت رکھتے تھے۔

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ الحب حرفان الحاء من الروح والباء من البدن اے اخرج منہما یعنے محبت حب سے مشتق ہے اور حب دو حرفوں سے مرکب ہے ایک ح سے جو روح کا پہلا حرف ہے دوسرے ب سے جو بدن کا اول حرف ہے۔ مطلب یہ کہ دوستی جان وتن سے برآمد ہوئی ہے یعنے محبّ کو چاہیے کہ من سے محبوب کی خدمت کرے اور اس کے فرمان واحکام کو نہایت خوش دلی سے بجالائے اور جان سے اس میں اخلاص کرے۔ کاتب حروف نے ان دونوں حرفوں کے مضمون پر ذیل کی رباعی عرض کی ہے۔

تن بخدمت دادم وجان برسر آن کردہ ام   درد خودرا از دوائے دوست درمان کردہ ام
از برائے آنکہ باشم زیر پائے دوستان   نفس کافر کیش را نیک مسلمان کردہ ام

یعنی میں نے اس کی خدمت میں جسم وجان قربان کر ڈالی اور اپنے درد کا علاج دوست کی دوا سے کیا ہے۔ دوستوں کے پاؤں کے نیچے میں نے اپنے تئیں ڈالا اور کافر کیش نفس کو اب مسلمان کیا وقیل من احب اللہ لا یعرفہ الناس یعنی جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے اسے لوگ نہیں پہچانتے اور اس کی مصداق وہ حدیث ہے جسے جناب نبی کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ سے حکایت کی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے دوستوں کو بجز میرے اور کوئی نہیں پہچانتا اور یہ مرتبہ اولیا اللہ کی کمالیت کا ہے۔ خواجہ اویس قرنی جو اجلہ تابعین اور اس قوم کے سردار اور تاج ہیں فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنی محبّ کا مرتبہ اور قدر ومنزلت دنیا میں مخفی ومستور رکھا آخرت میں بھی پوشیدہ رکھے گا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب بہشتی بہشت میں داخل ہو چکیں گے تو جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ اپنے محل رفیع سے نکل کر باہر تشریف لائیں گے اور اس طرح تشریف لائیں گے کہ گویا کسی کو ڈھونڈتے ہیں۔ فرمان خداوندی پہنچے گا کہ تم کسے تلاش کرتے ہو حضور فرمائیں گے اویس قرنی کو آواز آئے گی کہ جس طرح دنیا میں تم انہیں نہ دیکھ سکے یہاں بھی نہ دیکھو گے۔ حضور ﷺ فرمائیں گے خداوندا وہ ہیں کہاں ارشاد ہوگا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر آنحضرت ﷺ سے بھی مروی ہے کہ حق تعالیٰ اویس قرنی کی صورت میں ہزار فرشتوں کو پیدا کرے گا تاکہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ ہو کر عرصات قیامت میں آئیں اور بہشت میں چلے جائیں اور کوئی مخلوق ان سے واقف نہ ہو۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ جو محبان درگاہ الٰہی کے بادشاہ اور سرتاج تھے اگرچہ آپ

کی محبت ایک عالم پر آفتاب کی طرح روشن و ہویدا تھی اور حضور کی ذات مبارک جو محبت کی مجسم تصویر تھی اہلِ جہان پر ظاہر تھی لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی عظمت اور جلال کو تاہ نظروں کی آنکھوں سے پردۂ کرامت میں مستور رکھا تھا یہاں تک کہ ہر شخص نے اگر چہ اپنی قابلیت کے موافق اس راہ میں قدم رکھا اور آپ کی محبت میں شور و شغب آسمان پر پہنچایا مگر آپ کا جمال و کمال کما حقہ نہ پایا شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔

درخت میوۂ مقصود ازان بلند تر است　　　که دست ہمتِ کوتاه مابدان برسد

یعنی میوہ مقصود کا درخت اس وجہ سے زیادہ اونچا ہے کہ ہم جیسے کوتاہ ہمتوں کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

مرا حاجت از عشق تو روئے تست　　　ہمہ میل دل جانب سوئے تست

ہمہ شورو غوغائے این عاشقاں　　　بگرد سرائے سر کوئے تست

قال علیه السلام ان الله یحب حفظ الود القدیم یعنے خواجہ انبیا ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قدیم دوستی کی محافظت کو دوست رکھتا ہے۔ الست بربکم کی محبت ہوا نفسانی کی اتباع اور شیطانی القا کی وجہ سے پردہ حجاب میں ہے جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ کی درافشان زبان پر جو ایک مرتبہ ذیل کی بیت گذری اس سے یہی مضمون پیدا ہوتا ہے:

آن نافه که مے جستی ہم با تو در گلیم است　　　تو از سیه گلیمی بوئے ازان نداری

یعنی جس نافہ کی تو تلاش میں ہے وہ تیرے پاس تیری ہی کملی میں ہے لیکن تو اپنی سیاہ کاری کی وجہ سے اسکی خوشبو نہیں سونگھتا ہے۔ مگر جب محبّ اپنے دل کے آئینہ کو محبت کی صیقل سے روشن و منور کرتا ہے تو الست بربکم کی محبت کا آفتاب اس کی روح کے تابدان سے طلوع کرتا اور عالم مشاہدات میں جلوہ گری کرتا ہے۔

از دردل بمنظر جان آئی　　　بتماشائے باغ جانان آئی

اور آدمی اس مرتبہ پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک راہِ خدا تعالیٰ میں پورا پورا کمال حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب تک کسی کے کمال پر تمام ساکنان زمین اور باشندہ آسمان شہادت نہیں دے لیتے وہ شخص ہرگز ولایت حق کا مستحق نہیں ہوتا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک شخص نے خدا تعالیٰ کی محبت کی درخواست کی اور جب

بہت الحاح کیا تو جواب پایا کہ فرشتے تیرا معاملہ لکھتے اور تیرے سامنے رکھتے ہیں مگر تو اس میں دیکھتا نہیں اگر دیکھ لیتا تو ہماری محبت کی تمنا نہ رکھتا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ سلطان المشائخ کے اس فرمان کے یہ معنی ہیں کہ جب تیرا باطن کدورات بشریہ کے ساتھ آلودہ ہے اور تیرے چہرے کو خواہش کی غبار نے چھپا رکھا ہے تو اچھی طرح معلوم کر لے کہ ایسی جگہ بادشاہوں کے مقام کے لائق نہیں ہے۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

خیالت دردلم بنشستہ ہر دم عذر میخواہم　　　چہ جائے تست اے سلطان دریں ویرانہ بنشستن

اوران مذکورہ آفات کے دفع کرنے کے لئے جو مجرب اور مفید نسخہ تجویز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بخشوع وخضوع التجا کرے اور آناً فاناً مشغولی باطن میں مصروف ہو جیسا کہ سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے معدہ میں درد ہو تو دوا کھائے امید ہے کہ مفید موثر پڑے گی بخالف اس شخص کے کہ درد تو معدہ میں ہو اور دوا کا لیپ ظاہری جسم پر کرے۔ واضح ہے کہ ظاہر جسم سے دوا کیا اثر کرے گی یہی مثال بعینہ درویشوں کے مراقبہ دل کی ہے جو محبان خاص کا خاصہ اور عاشقوں کا وظیفہ ہے اور جسے وہ تمام عبادات پر مقدم رکھتے ہیں۔ یا یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص بڑے وسیع اور لق ودق جنگل کو صاف کرنا چاہتا ہے اور صرف اپنے ہاتھ سے اس مشکل کام کو انجام دینا چاہتا اور تمام درخت کاٹنے میں مشغول ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس شخص کو بہت دن گذر جائیں گے اور غرض حاصل نہ ہوگی ہاں اگر دفعتہً جنگل میں آگ لگا دے گا تو وہ درخت بہت تھوڑے عرصہ میں جل جلا کر خاک ہو جائیں گے اور تمام جنگل صاف ہو جائے گا یہی کیفیت بعینہ مشغولی باطن کی ہے کہ سالک کے دل میں یکبارگی آتش محبت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے تمام اخلاق رذیلہ اور عادات ذمیمہ اس آگ سے جل کر خاک ہو جاتے اور خاطر خواہ صفائی پیدا ہو جاتی ہے اس وقت سالک اس بات کے لائق وسزاوار ہوتا ہے کہ محبت خداوندی کے میدان میں قدم رکھے اور اس صفائی کی بدولت محبت کے کھلے میدانوں میں ترقی کرے۔

تانسوزی بر نیاید بوے عود　　　پختہ داند این سخن باخام نیست

قیل لیحییٰ بن معاذ الرازی متی یصل العبد الی حلاوۃ الحب قال اذا کان لہ الجفاء شکرا و الفقر عسلا و الحزن رطبا یعنی لوگوں نے یحییٰ بن معاذ رازی

سے پوچھا کہ بندہ دوستی کی حلاوت کو کب پہنچتا ہے فرمایا کہ جب کہ اس پر جفاو ظلم شکر اور فقر تنگی شہد اور رنج چھوہارے کی مانند ہو جائیں اس وقت جناب سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئی۔

ہر کہ مارا یار نبوذ ایزد او را یار باد   و انکہ مارا رنجہ دارو راحتش بسیار باد

ہر کہ اودر راہ مارا خارے نہد از دشمنی   ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بیخار باد

یعنی جو شخص ہماری یاری و مددگاری نہ کرے خدا اس کا یار ہو اور جو ہمیں رنج دے اسے بے انتہا راحت پہنچے جو کوئی دشمنی کی وجہ سے ہماری راہ میں کانٹے بچھائے۔ اس کے باغ عمر سے جو پھول کھلے بیخار ہو۔ والفقر عسلا کا مطلب یہ ہے کہ افلاس و تنگی کی سختی اس کے نزدیک شہد جیسی معلوم ہو یعنے اپنا ذاتی نفع فقر ہی میں دیکھتا ہو بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

تا ترا فقر اختیار ے نیست   عشق را با تو ہیچ کارے نیست

پیش معشوق پادشاہ صفت   جز ہمین عاجزی وزاری نیست

یعنی جب تک تجھے فقر وافلاس پسندیدہ نہ ہوگا عشق کو تجھے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ بادشاہ صفت معشوق کے سامنے صرف یہی عاجزی وزاری کرنی چاہیے۔ اور والحزن رطبا کا یہ مطلب ہے کہ غم واندوہ چھوارے کے مانند لذیذ اور خوشگوار غذا کے قائم مقام ہو جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

من بغمہائے تو ام زندہ وگرنہ در حال   مردہ باشم کہ نماند ز وجودم اثرے

قال الکحال الشبلی ولہ رمد الخ یعنے ایک دفعہ شبلی کی آنکھوں میں درد اُٹھا تو کحال نے ان سے کہا کہ آؤ میں تمہاری آنکھوں میں سرمہ ڈالوں تا کہ درد جاتا رہے اور خلق کو دیکھ سکو اس کے جواب میں شبلی نے فرمایا کہ اے کحال تو میرے پاس آ کہ تیری آنکھ میں سلائی ڈالوں تا کہ تو اندھا ہو کر بیٹھے اور خلق کو نہ دیکھ سکے بجائے اس کے حق کو دیکھے۔ قال رجل لیوسف الخ ایک شیخ نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں فرمایا میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص خدا کو چھوڑ کر مجھے دوست رکھے۔ وجہ یہ کہ میرے والد نے جب مجھے دوست رکھا تو انکی دوستی نے مجھے کنوئیں میں ڈالا۔ عزیز کی عورت نے مجھے دوست رکھا تو اسکی دوستی نے مجھے سالہا سال قید خانہ میں رکھا۔ رایت رجلاً نام فی الثلج الخ یعنے میں نے

ایک شخص کو برف میں سوتا دیکھا اس سے دریافت کیا کہ برف میں کیونکر سوتا ہے اور اس ٹھنڈک میں تجھے کس طرح چین پڑتا ہے اس نے جواب دیا کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنی طرف مشغول کر لیتی ہے اس میں گرمی و سردی ذرا اثر نہیں کرتی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ خواجہ احمد معشوق عین چلے کے جاڑے میں اپنے مقام سے نکل کر باہر آئے اور بہتے دریا میں کود پڑے بہتے بہتے موضع تھلکہ میں پہنچے اور یہاں ٹھہر کر جناب الٰہی میں دعا کی خداوندا جب تک تو مجھے یہ معلوم نہ کرا دے گا کہ میں کون ہوں یہاں سے ہرگز نہ نکلوں گا۔ آواز آئی تو وہ شخص ہے کہ کل قیامت کے روز بہت سے گنہگار آدمی تیری شفاعت کے سبب دوزخ سے خلاصی پائیں گے۔ شیخ احمد نے دوبارہ عرض کیا کہ میں اس پر اکتفا نہیں کرتا مجھے یہ معلوم کرا دینا چاہیے کہ میں کون ہوں آواز آئی کہ ہم حکم کر چکے ہیں کہ تمام درویش اور عارف ہمارے عاشق ہیں اور ہم تیرے۔ یہ بات سن کر خواجہ احمد دریا سے نکل کر باہر آئے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے پھر تو یہ کیفیت تھی کہ جو شخص سامنے سے آتا تھا باوازِ بلند کہتا تھا السلام علیک یا احمد معشوق۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ حضرت وہ نماز نہیں پڑھتے تھے فرمایا ہاں نماز کے پابند نہ تھے جب بہت سے لوگوں نے باصرار کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے فرمایا نماز پڑھنے کو تیار ہوں لیکن سورۃ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ نماز ہی کیا جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ جواب دیا کہ اچھا سورہ فاتحہ بھی پڑھوں گا لیکن ایاک نعبدو و ایاک نستعین نہ پڑھوں گا۔ حاضرین نے کہا کہ نہیں یہ بھی پڑھنا ہوگا۔ غرضیکہ بہت گفت وشنید کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی جب ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے تو ان کے ایک ایک عضو کے ہر ہر رونگٹے کے نیچے سے خون جاری ہو گیا اس وقت اپنے حاضرین جلسہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں حائضہ عورت ہوں اور حائضہ کو نماز پڑھنی درست نہیں۔ یہ حکایت بیان کر کے جناب سلطان المشائخ نے فرمایا ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے خواجہ احمد غزالی سے سنا قیامت کے دن سارے صدیق تمنا کریں گے کہ کاش ہم خاک ہوتے اور کسی دن خواجہ معشوق اس پر قدم مبارک رکھ کر چلتے۔

قال الحکیم لا یجوز فی دور القلب ولا فی ترکیب الطبائع و لا فی القیاس ولا فی الوھم ولا فی الحس و لا فی الممکن ولا فی الواجب ان یکون

محبا ولیس لمحبوبه الیه میل وود ۔ یعنے ایک حکیم کا قول ہے کہ کسی دل کے نزدیک جائز نہیں ہے اور نہ ترکیب طبائع میں نہ قیاس میں نہ وہم میں نہ حس میں نہ ممکن میں نہ واجب میں بلکہ درست ہے کہ تو کسی شخص کو دوست رکھے اور محبوب کا تیری طرف میل وخواہش نہ ہو۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں:

چونست من بوصل تو مشتاق و تو ملول　　　آخر نہ دل بدل رود انصاف من بدہ

اور یہ بھی کہا ہے القلوب مع القلوب فنشاهد یعنے دلوں کو دلوں کے ساتھ کشش ہوتی ہے اور یہ جملہ اس کلام کے مطابق ہے جو سلطان المشائخ نے سالکوں کے جواب میں فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضور سے دریافت کیا کہ محبّ کا قلق واضطراب محبوب پر کس طرح روشن وہویدا ہوتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا اس وجہ سے کہ دونوں کے دلوں میں ایک طرح کی کشش پیدا ہو جاتی ہے اور محبوب کی طرف سے ایک خاص قسم کی کشش ظہور میں آتی ہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک بزرگ کا بیان ہے۔ ابتداء حال میں تمام روحیں ایک ہی تھیں بعد کو تعدد اشخاص کی وجہ سے متعدد ہو گئیں۔ قیل للمحب لو ادخلک الله النار مایفعل قال اطوف فی طباق النار و اقول هزا جزاء من احبه یعنے دوستان خدا میں سے ایک دوست سے کسی نے پوچھا کہ اگر خدا تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے تجھے دوزخ میں ڈال دے تو تو کیا کرے گا کہا دوزخ کے ساتوں طبقوں کا طواف کر کے کہوں ہذا اجزاء من احبہ یعنے یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ الحب حرم نومی و استحل دمی کذالک فی الحب تحریم و تحلیل فبا تته لیلی کان العین صومعه ولانسا نها راهب و الدمع قندیل یعنے تیری دوستی نے مجھ پر خواب حرام کر دیا ہے اور میری خونریزی حلال کر دی ہے یہی کیفیت دوست کی شریعت میں تحریم و تحلیل کی ہے پس میرے دوست یعنے اس کے خیال و جمال نے میرے ساتھ شب باشی کی اس کا صومعہ میری آنکھ اور صومعہ کا راہب میری آنکھ کی پتلی تھی اور آنسو جو میری آنکھوں سے ٹپکتے ہیں اس صومعہ کی قندیل تھی۔ ولما ماتت لیلی دخل المجنون فی مقبر تها جعل یشم تراب قبر لیلی فقال شعرا رادا فعر قبر ها عن محبة.

قطب تراب القبر دل علی القبرا. فاخذ من ذالک التراب بکفه و شم و صاح صیحة و مات فدفن عند قبرها یعنے جب لیلیٰ نے انتقال کیا تو مجنوں لیلیٰ لیلیٰ کہتا ہوا ہر

طرف دوڑتا پھرا اور لیلیٰ کی قبر ڈھونڈ ھنے لگا اور ہر قبر کی مٹی اٹھا کر سونگھنے لگا یہاں تک کہ لیلیٰ کی قبر پر پہنچا اور لیلیٰ کی خوشبو سے اس کی قبر پہچان کر زار و قطار رونے لگا اور انتہاء گریہ میں شعر مذکور پڑھتا جاتا اور قبر کا طواف کرتا جاتا تھا اس وقت لیلیٰ نے زبان سے اس بیت کے ساتھ جواب دے

اگر تو بر گل گورم گزر کنی روزے بوئے چوں بشناسی کہ این کدام گل است

ازاں بعد مجنوں نے تھوڑی سی خاک لیلیٰ کی قبر سے اٹھا کر سونگی اور فوراً جان دیدی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ کل قیامت کے روز بارگاہِ خداوندی سے فرمان ہوگا کہ جو لوگ دنیا میں ہماری محبت کا دعویٰ کرتے تھے سب کو حاضر کیا جائے۔ فرشتے فوراً اس کی تعمیل کریں گے اور اس قسم کے سب لوگوں کو حاضر دربار کریں گے جب سب جمع ہو جائیں گے تو حکم ہوگا جو لوگ ہماری محبت لیلیٰ مجنوں کی محبت سے کم رکھتے تھے انہیں عرصات قیامت میں سزا دو۔ حضور یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگوں نے مجنوں کو خبر دی کہ لیلیٰ مرگئی تو اس نے نہایت حسرت ناک لہجہ میں کہا افسوس میں ایسے شخص کو کیوں دوست رکھتا ہوں جس پر موت طاری ہوتی ہے یعنے اصل میں معتبر خدا تعالیٰ کی محبت ہے جو ازل سے ابد تک دائم و قائم ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ اسی مضمون کے مناسب ایک بیت جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک پر جاری ہوئی تھی۔

رودل بکسے دہ کہ نمردنا تو از درد فراق او نگری بارے

اذا احب الله عبد الم یضره ذنبه یعنی جب خدا تعالیٰ بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔ سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے ایسے آدمی گذرے ہیں جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں نہایت ناشائستہ اور قبیح کام کئے ہیں لیکن آخر کار عنایت ازلی ان کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ تمام نازیبا اور برے کاموں سے باز آ گئے۔ اس کے بعد زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے۔

نازاں خودی مگرد گرد درما یا چاکر خویش یا چاکرِ ما

پھر فرمایا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مالک بن دینار نے ایک جوان کے لیئے بدعا کرنی چاہی جوان کے ہمسایہ میں رہتا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی اس نے آپ کو ستایا تھا۔ جب آپ نے بدعا کرنے کا ارادہ کیا تو ہاتف نے آواز دی یا مالک لا تدع علی الفتی فان هذا

الفتی من اولیائی یعنے اے مالک اس نوجوان کیلئے بدعامت کر کیونکہ یہ ہمارے دوستوں میں سے ایک مخلص دوست ہے مالک بن دینار یہ سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور نہایت ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنے ارادہ سے باز آئے صبح ہوئی تو اس جوان کے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا جوان نے دریافت کیا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ فرمایا معذرت کیلئے چونکہ جوان نے بھی شب کو ایک عجیب و غریب واقع دیکھا تھا لہذا اپنے اہلِ خانہ کو رخصت کرنے کیلئے گھر میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آ کر کہنے لگا میں تمہارے ساتھ شہر میں چلتا ہوں یہ کہ کر صحرا کی طرف متوجہ ہوا۔ مالک بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے ایک عرصہ کے بعد اس جوان کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء حق کے آثار نمایاں طور پر اس کی پیشانی سے ظاہر تھے اور خدا کے دوستوں کی علامت اس کی پیشانی سے چمک رہی تھی۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ اس جوان نے ابتدائی زمانہ میں محبت کی چاشنی چکھی تھی اور عشق کی بو اس کی حیات میں خمیر کر دی گئی تھی وہی ابتدائی چاشنی اس سعادت کے باعث ہوئی اور محبت کی برکت سے گذشتہ زمانہ کی بے عنوانیاں اس کے حق میں مضرت دہ ثابت نہیں ہوئیں۔ مولانا حسام الدین ملتانی نے جو حضرت سلطان المشائخ کے معزز خلیفہ تھے ایک دفعہ فرمایا کہ ہر شخص کو اپنے اندازہ کے موافق خدا تعالیٰ سے درخواست کرنی چاہیے اور اپنے حوصلہ سے باہر ہرگز قدم رکھنا نہ چاہیے اور جب یہ ہے تو خدا تعالیٰ کی محبت ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک کوئی شخص مقامات میں خوب مستقیم اور ثابت قدم نہ ہو اسے خدا تعالیٰ کی محبت کی درخواست کرنا نہایت دشوار و محال ہے۔ جب یہ بات جناب سلطان المشائخ کے گوش مبارک میں پہنچی تو فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ بندہ کو ہر وقت خدا تعالیٰ سے اس کی محبت مانگنی چاہیے اور ذیل کی دعا ہمیشہ بکثرت پڑھنی چاہیے **اللھم انی اسلک حبک و حب من یحبک و العمل الذی تادی الی حبک اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی وما لی من الماء البارد للعطشان** یعنے خدا تعالیٰ میں تجھ سے تیری دوستی کی درخواست کرتا ہوں اور اس شخص کی دوستی مانگتا ہوں جو تجھے دوست رکھتا ہے اور اس کام کا سوال کرتا ہوں جو تیری دوستی کی طرف پہنچا دے۔ خدایا تو اپنی دوستی کو میری ذات میرے خویش و اقربا میرے مال کی نسبت ٹھنڈے پانی سے میری طرف دوست تر کر دے یعنے جس طرح پیاسے لوگ ٹھنڈے پانی کو دوست رکھتے ہیں اس طرح میں تیری محبت کو دوست رکھنے لگوں۔ یہ دعا

آنحضرت ﷺ سے مروی ہے اور میں نے شیخ الاسلام شیخ معین الدین سنجری کے ملفوظات میں لکھی دیکھی ہے۔ شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ محبت غالب ہے یا شوق۔ جواب دیا محبت۔ چونکہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

اشتیاق اور شوق کا بیان

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے من اشتاق الی اللہ اشتاق الیہ کل شیءٍ یعنے جو شخص خدا کا مشتاق ہوتا ہے اس کی ہر چیز مشتاق ہوا کرتی ہے۔ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ اے داؤد بنی اسرائیل کے نوجوانوں سے کہ دو کہ تم اپنی جانوں کو میرے غیر کی طرف کیوں مشغول کرتے ہو حالانکہ میں تمہارا مشتاق ہوں اور جب یہ ہے تو یہ جفا و ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ شیخ ابو القاسم قشیری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ جب اشتیاق کی آگ مشتاق کے باطن میں بھڑک اُٹھتی ہے تو اس نور کی روشنائی سے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب چمک اٹھتے ہیں۔ اور جو دل کہ نور الٰہی سے منور ہوتا ہے حضرت ذوالجلال کا مشتاق ہو جاتا ہے اس وقت رب العزت اس شخص کو تمام ملک و ملکوت پر جلوہ دیتا اور کونین میں منادی دیتا ہے کہ جس قوم کے دل ہمارے نور اشتیاق سے منور ہوئے ہیں اور وہ ہماری بارگاہ کے مشتاق ہیں تم گواہ رہو کہ میں ان سے زیادہ ان کا مشتاق ہوں اولیاء اللہ میں سے ایک شخص نے کیا خوب کہا ہے:

ما من شیٔ عند الرحمان اعلیٰ منزلۃ من الشوق والتشوق المحمود

یعنے خدا کے نزدیک شوق اور پسندیدہ اشتیاق سے اعلیٰ درجہ کی کوئی چیز نہیں۔ میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ للمومن عشرۃ انوار الخ یعنے مومن کے لئے دس نور ہیں۔ نور روح، نورِ عقل، نورِ معرفت، نورِ علم، نورِ یقین، نورِ توفیق نورِ بصر نورِ حیا، نورِ محبت اور نورِ شوق

شوقی الی وجنات و جھک سیدی شوق المریض الی اسباب العافیۃ

یعنے اے میرے سردار مجھے تیرے چہرے کے رخساروں کا بالکل ایسا ہی شوق ہے جیسے بیمار کو عافیت کے دروازہ کا۔

عشق کا بیان

سلطان المشائخ قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ العشق آخر درجات المحبة و المحبة اول درجات العشق یعنے عشق محبت کی آخری سیڑھی اور محبت عشق کی پہلی چوکھٹ ہے۔ فرماتے تھے کہ عشق عشقہ سے مشتق ہے اور عشقہ ایک قسم کے گھاس کا نام ہے جو باغ میں اگتی ہے اور بیل کی طرح درخت پر چڑھتی ہے اول اپنی جڑ زمین میں سخت اور مستحکم کرتی ہے پھر شاخوں پر چڑھ کر سارے درخت کو لپیٹ جاتی ہے اور درخت کو اس طرح شکنجہ میں کھینچتی ہے کہ اس کی رگوں میں ذرا بھی تری اور نمی باقی نہیں چھوڑتی۔ تھوڑے دنوں میں اسے بالکل خشک کر دیتی ہے اور جو ہوا پانی اور ترائع ساتھ لیکر اس درخت تک پہنچتی ہے اسے غارت کر دیتی ہے یہاں تک کہ درخت چندروز میں سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے اور کھوکھلا ہو کر ایک دن دھڑام سے گر پڑتا ہے۔

آن دل کہ بود وقتے گوئے نبود تارا　　　تاراج خوبروئی در ملک جان درآمد

اسی طرح عشق جب آدمی کو لپیٹتا ہے تو پھر اس سے جدا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انسانیت کو باطل کر کے چھوڑتا ہے۔ جس طرح عشقہ گھاس درخت پر لپٹ کر اسے خشک کر دیتی ہے اسی طرح عشق آدمی کو سکھا کر کانٹا کر دیتا ہے اولیاء اللہ میں سے ایک ولی نے فرمایا:

عشق و تجلا و صبر و سکوت　　　ما اظفر با لمراد والعمر یفوت

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں جب مخلوق کا عشق عاشق کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے تو یہیں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم کے عشق کا کیا اثر پیدا ہوگا۔ اس لئے مناسب ہے کہ جہاں تک بن پڑے تم اس دروازہ کی کنڈی ہلاؤ۔ اگرچہ مشائخ نے بیان کیا ہے کہ عشق وہبی ہے نہ کسبی۔ یعنے عطیہ خداوندی ہے تعلیم اور سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن آدمی کو اسمیں جہد و اجتہاد اور سعی و کوشش کرنا چاہیے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:

حیف بود مردن بے عاشقی　　　تا نفسی داری نفسی بکوش

یعنی بغیر عشق کئے دنیا سے اٹھ جانے والے پر سخت افسوس ہے جب تک دم باقی ہے دم

بھر کیلئے بھی اس میں کوشش کرو۔ خواجہ حکیم ثنائی کہتے ہیں۔

بخ بخ ای عاشقان خوش رفتار   خہ خہ ای عارفان شیریں کار
در جہاں شاہدے دما غافل   در قدح جرعہ و ما ہشیار
پس ازین دست ما و دامن دوست   بعد ازیں گوش ما و حلقہ یار

الغرض انسان کو چاہیے کہ اس کوچہ سے غافل نہ رہے۔ عاشقانِ خدا کی خاکِ پا کو آنکھوں کا سرمہ اور عاشق صادق کے دامن کو نہایت کوشش سے پکڑنا چاہیے۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں:

فتراک یکے ز عاشقان گیر   پس تیغ برآور د جہان گیر

یعنی کسی عاشق کے فتراک کو مضبوطی سے پکڑ لے اگر ایسا کرے گا تو جہانگیر تیغ جمال چمکائے گا۔ ذیل کی بیت بھی جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کی تصنیف سے ہے۔ حضور کی زبان مبارک پر اکثر جاری تھی:

با عاشقان نشین و غم عاشقی گزین   با ہر کہ نیست عاشق کم کن ازو قرین

اگر اس پر عمل درآمد ہوگا تو عاشقان الٰہی کے گلستان عشق کی معطرکن خوشبو تم بیچاروں کے دلوں کی کلی کو شگفتہ کرے گی۔ امیر خسرو ترک کیا خوب کہتے ہیں۔

صبا نسیم تو آورد تازہ شد دل خسرو   گلے چنین نشگفتہ است ہیچ باد صبارا

یعنے جب صبا تیری خوشبو لائی تو خسرو کا دل تر و تازہ ہو گیا۔ اور اس طرح کھل گیا کہ کسی باد صبا سے کبھی کوئی پھول ایسا نہیں کھلا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ تحریر فرماتے ہیں کہ تمہیں آنحضرت ﷺ کا وہ قصہ جو زینب بنت جحش کے ساتھ پیش آیا اور جو روح الارواح میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ لکھا ہے دیکھنا چاہیے اس سے خود معلوم ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے عاشق کے بارہ میں کیسے کیسے احسان و کرم کئے اور کس کس طرح کی ترغیبیں دی ہیں اللھم ارزقنا حلاوت الحب فی محبۃ اللہ اس قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ شبِ معراج میں آسمانوں پر تشریف لے جانے لگے تو دنیائے غدار لباس و زیور سے خوب آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کے سامنے آئی اور کہا اگر سید عالم مجھے ایک بار دیکھ لیں تو میرا سارا عیب ہنر سے بدل جائے اور زہر شکر ہو جائے اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے حقیر و کمینہ دنیا یہ کیسی خام طمع

ہے۔ اس رات میں فردوس اعلیٰ کو یہ طاقت نہیں ہے کہ ہمارے سراپردۂ عزت کے گرد پھر سکے۔
اے درویش عجیب بھیدِ خداوندی ہے کہ معراج کی رات کو ملک ملکوت کی زینت حضور کو پیش کی گئی
لیکن آپ نے ذرا التفات نہیں کیا اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا لیکن جب زید کے گھر
میں تشریف لے گئے تو عجیب وغریب شور پیدا ہوا۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت
ﷺ زید کی زیارت کے لیئے ان کے گھر تشریف لے گئے زینب بنت جحش جو زید کی منکوحہ تھیں
ان پر آپ کی اتفاقیہ نظر پڑ گئی اس وقت کھڑی ہوئی تھیں حضور کو ان کا اس طرح کھڑا ہونا بہت پسند
آیا اور زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے **سبحان اللہ مقلب القلوب** زینب ان لفظوں کو سنتے
ہی فرش پر بیٹھ گئیں۔ جب زید گھر میں آئے تو زینب نے ان سے سارا قصہ بیان کیا زید یہ واقعہ
معلوم کر کے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا مجھے حکم دیجئے کہ
زینب کو طلاق دوں کیونکہ وہ نہایت متکبر عورت ہے اور زبان پر جو الفاظ آتے ہیں میری نسبت
استعمال کرنے میں خوف نہیں کرتی آپ نے فرمایا کہ **امسک علیک زوجک** یعنے
زید! تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھو طلاق نہ دو لیکن آپ کے دل مبارک میں اس کے
علاوہ اور جواب تھا جسے آپ نے زید پر ظاہر نہیں کیا بلکہ مخفی رکھا مگر حق تعالیٰ نے اسے برملا کر دیا اور
کھلم کھلا صاف بیان کر دیا پھر اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ ایک یہ کہ جناب نبی کریم ﷺ
نے اپنے دلی ارادہ کو زید سے اس لیے مخفی رکھا کہ جب زید زینب کو طلاق دے دے تو میں اسے
اپنے نکاح میں لے آؤں گا پھر ظاہر کرنے کی کیا حاجت۔ دوسری یہ کہ خدا تعالیٰ نے جناب
رسالت مآب ﷺ کو اول ہی وعدہ دیا تھا کہ زینب بنتِ جحش آپ کے سلسلہ ازواج میں داخل ہو
گی مگر چونکہ آپ کو لوگوں کے طعن و تشنیع کا خوف تھا اس لئے ظاہر نہیں کیا کہ میں زینب کو نکاح میں
لانا چاہتا ہوں اس پر خداوندی حکم ہوا **واللہ احق ان تخشاہ** یعنے خدا سے ڈرنا چاہیے اور وہی
اس کا زیادہ حقدار ہے۔ الغرض جب زید نے زینب کو طلاق دیدی تو حضور نے زید کو بلا کر فرمایا
جاؤ زینب کو بلا لاؤ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہم نے زینب کو تیری تزویج میں دے
دیا ہے زید گئے اور دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی حضرت زینب بولیں کون ہے۔ جواب دیا میں زید
ہوں۔ زینب نے کہا کہ جب تو مجھے طلاق دے چکا تو اب کیا چاہتا ہے کہا مجھے رسول کریم ﷺ
نے تمہارے پاس بھیجا ہے زینب نے کہا کہ رسول کریم ﷺ پر مرحبا۔ ازاں بعد زینب سجدہ شکر
بجالائیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت زینب آخر عمر تک تمام ازواج مطہرات پر اس

بات کا فخر کرتی رہیں کہ تمہیں تمہارے باپوں نے آنحضرت کے نکاح میں دیا ہے اور مجھے حق تعالیٰ نے آپ کی تزویج میں دیا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ زید کے گھر تشریف لائے اور زینب پر آپ کی نظر پڑی اور یہ پہلی نظر تھی جس پر آدمی کا مواخذہ نہیں ہوتا لیکن اس پہلی ہی نظر میں آپ کے صبر کا خرمن برباد ہو گیا اسی وقت غیب سے ندا ہوئی کہ اے محمد ﷺ تمہاری یہ نظر جو ہمارے غیر پر پڑی ہے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس خطرہ کو تمہارے سراپردہ دل کے میدان اور آنکھ سے اٹھا لیں لیکن چونکہ اس میں راز اور لطیفہ ہے اس لئے ہم ایسا نہیں کرتے اور لطیفہ یہ ہے کہ اس میں مفلسوں اور شکستگوں کا دل خوش کرنا منظور ہے تا کہ وہ اس واقعہ کو یاد کر کے کہیں جب پیغمبر علیہ السلام باوجود جلالت رسالت اور قوت نبوت کے اپنے دل کی نگرانی نہ کر سکے تو بیچارے غریبوں سے کب ہو سکتا ہے کہ دل و دیدہ کی نگہداشت کر سکیں جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

نظر بر نیکواں رسمے است معہود ۔۔۔ نہ این بدعت من آوردم بعالم
حدیثِ عشق اگر گوی گناہ است ۔۔۔ گناہ اول ز حوا بود و آدم
اگر دعوی کنی پرہیز گاری ۔۔۔ مسلم دارمت واللہ اعلم
اگر گوئی کہ میل خاطرم نیست ۔۔۔ من این دعوی نمیدانم مسلم

یعنے خوبصورت لوگوں پر نظر کرنا قدیم رسم ہے کچھ میں نے ہی یہ بدعت دنیا میں ایجاد نہیں کی ہے۔ حدیثِ عشق کو ظاہر کرنا گناہ ہے لیکن سب سے پہلے حوا اور آدم سے گناہ ظہور میں آیا اگر پرہیز گاری کا دعویٰ کیا جائے تو ہم اسے کر سکتے ہیں لیکن اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ میری طبیعت کا میلان کسی طرف نہیں ہے تو ہم اسے کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ کاتب حروف نے ایک عزیز مسافر سے سنا ہے کہ تبریز میں ایک دیوانہ تھا اس کی عادت تھی کہ جب کسی خوبصورت آدمی کو دیکھتا ٹھہر جاتا اور گھور کر دیکھتا اور جب اس کے رخ دلفریب کو ایک نظر دیکھ چکتا تو روتا ہوا وہاں سے گذر جاتا۔

این چہ نظر بود کہ خونم بریخت ۔۔۔ دین چہ نمک بود کہ ریشم بخست

یعنی یہ کیسی نظر تھی جس نے مجھے خون خون رلایا اور یہ کیسا نمک تھا جس نے میرے زخم میں ٹھیسیں لگا دیں یہ بیت بھی اسی عاشق صادق کی ہے۔

سر شک یار کہ در میرسد از عالم غیب ۔۔۔ بر دل ریش عزیزان نمک مے پاشد

ذیل کا قطعہ بھی اسی صاحب دل کا ہے۔

در تو اے خواجہ اگر صبر و شکیبائی ہست — درمن انیست کہ صبرم زنیکورویان نیست
اے کہ مطبوع بہ بینی و تامل نکنی — گرترا قوت آن ہست مرا امکان نیست

سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جو کسی خوبصورت چیز کو دیکھتے ہیں تو اس سے ہماری غرض صنعت خدا میں نظر کرنی ہوتی ہے نہ معشوق کے مصنوعی اور بناوٹی حسن میں لیکن مجھے اس میں کلام ہے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے داماد عراقی کا قول ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی صنعت و کاریگری میں نظر کرتے ہین اور کسی خوبصورت چیز کو دیکھنے میں ہماری یہی غرض ہوتی ہے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

مرد باریک نظر در ملخ و مور کند — آن تامل کہ در زلف و بناگوش کنی

اصل بات یہ ہے کہ عشق ورع واحتیاط کو پوشیدہ نہیں کرتا اور اس نظر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ہاں جب ورع اُٹھ جاتا ہے تو عشق کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص لڑکوں کی صحبت میں رہا وہ اس راہ سے عاجز رہا اور جو شخص اس راہ سے عاجز رہا وہ عورتوں کی صحبت سے عاجز رہا۔ فرماتے تھے درویش کو چاہیے کہ درد کی چاشنی حاصل کرے اور یہ اندازہ ہمیں خوب میسر ہے۔ کہ جب کوئی تکلیف یا بیماری عارض ہوتی ہے تو سارا جہاں اور جہان کی تمام چیزیں فراموش ہوجاتی ہیں۔ بعدہ فرمایا لیس یصادق فی دعواہ من لم یتلذذ و یضرب مولاہ یعنے وہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا نہیں ہے جو آقا کے مارنے پر لذت حاصل نہ کرے۔ امام ابولقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایک دفعہ ابوسعید خراز نے ابلیس علیہ اللعنۃ کو خواب میں دیکھ کر فرمایا "ذرا اور ے آ" ابلیس نے جواب دیا مجھے تم سے کیا کام کیونکہ تم نے اپنے نفس سے اس چیز کو دور کر دیا ہے جس کے ساتھ میں لوگوں کو فریب دیتا ہوں ابوسعید خراز نے فرمایا وہ کیا چیز ہے جواب ہے دنیا۔ یہ کہ کر پیٹھ موڑ کر چلتا بنا۔ تھوڑی دور پہنچ کر میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا ابھی ایک لطیفہ تم میں باقی ہے جس سے میں تم سے موافقت کرسکتا ہوں فرمایا وہ کون سا لطیفہ ہے کہا لڑکوں کی صحبت ہے۔ ازاں بعد امام قشیری لکھتے ہیں کہ اس طریق میں سب سے زیادہ آفت لڑکوں کے ساتھ صحبت رکھنا ہے۔ جو شخص اس میں مبتلا ہوا وہ باتفاق مشائخ ایک ایسا غلام جسے خدا تعالیٰ نے ذلت وخواری میں گرفتار کیا ہے۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ فتح موصلی کا بیان

ہے کہ میں تمیں مشائخ کی خدمت میں پہنچا اور سب نے رخصت کرتے وقت متفقہ الفاظ میں کہا کہ نوعمر لڑکوں کی صحبت سے بچو۔ جو شخص اس بارے میں القا کرتا ہے اسی حالت میں فسق و عشق کہنا چاہیے کیونکہ یہ بلائے روح ہے پھر وہ اسباب میں سے بہت سے شواہد اور مشائخ کی حکائتیں نقل کرتا ہے اور بات بتانے کے لئے بہت کچھ کوشش کرتا ہے بہتر ہے کہ ایسے شخص کی مزخرفات اور آفات پر نظر نہ کریں۔ امام قشیری لکھتے ہیں کہ نوعمر لڑکے پر نظر ڈالنا شرک ہے۔ خواجہ ثنائی کہتے ہیں۔

شاہدے ہیچ ہیچ راچہ کنی ای کم از ہیچ ہیچ راچہ کنی
چہ کنی یاد خوبیِ خوبان عمر خود ہرزۂ نکو رویان
شاہدانِ زمانہ خرد و بزرگ چشم را گوسفند دل را گرگ
گر چہ از چشم عالم افروزند از مژہ دل برند و جان سوزند
آن نگارے کہ موئے او نگری اودلت برد از تو در دبری

الغرض سالک پر واجب ہے نوعمر لڑکوں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کرے شیخ سعدی فرماتے ہیں:

خدنگ غمزۂ خوبان خطا نمے افتد اگر چہ طائفۂ زہد را اسیر کند

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ معشوق کو چاہیے کہ بادشاہ اور عاشق کو بادشاہ ہمت فقیر ہونا چاہیے۔ اگر چہ بادشاہوں اور فقیروں میں کچھ مشابہت نہیں ہے لیکن عاشق نظر بازی میں دلیر ہوتا اور اپنے مقصد پر فتحیاب ہونے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اسی مضمون کے مطابق حضرت سلطان المشائخ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے میرے والد شیخ محمد اجمل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے سلسلہ میں داخل تھے میں نے ان سے سنا۔ فرماتے تھے کہ شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سفر حج میں اپنے ہمراہ چالیس یاروں کو لے گئے تھے جب اثناءِ راہ میں کوئی غرقاب دریا پیش آتا تو آپ اور آپ کے ساتھ آپ کے ہمراہی دریا کی سطح پر قدم رکھتے اور جس طرح زمین پر چلتے ہیں اسی طرح پانی پر سے گذر جاتے تھے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آخر میں بھی تو خواجہ محمد اجل کے یاروں میں سے ہوں پھر یہ بات مجھے اور دیگر مریدوں کو کیوں نہیں میسر ہوئی اور اگر ہم پانی پر عبور نہیں کر سکتے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ہمارے شیخ ہی میں کچھ نقصان ہے یا ہمیں اس کی قابلیت نہیں ہے۔ الغرض میرے والد نے ایک دن موقع پا کر اپنا مافی الضمیر خواجہ محمد اجل کے روبرو ظاہر کیا اور عرض

کیا کہ خواجہ بایزید بسطامی کے مرید پانی پر چلتے تھے ہمیں یہ بات کیوں نہیں نصیب ہوتی خواجہ نے جواب دیا کہ شیخ بایزید قدس اللہ سرہٗ العزیز کے یار کرامت سوار تھے اور ہمارے یار بادشاہانِ ہمت ہیں لیکن خواجہ اس اشارہ سے ہمارے والد کو شاہانِ ہمت کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اور وہ اس رمز کو نہیں سمجھے یہاں تک کہ دہلی میں آئے اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں حاضر ہوئے اور قاضی صاحب کی نظروں سے بچ کر مسجد کے ستون کی آڑ میں بیٹھ گئے چونکہ یہ خطرہ اس کے دل میں ہمیشہ کھٹکتا رہتا تھا۔ اس لئے ایک کاغذ پر یہ لفظ لکھ کر کہ شاہانِ ہمت کون لوگ ہیں قاضی حمید الدینؒ تک پہنچایا۔ قاضی صاحب نے کاغذ کو دیکھ کر ہاتھ رکھ لیا اس وقت میرے والد صاحب نے اپنے دل میں کہا کہ میری یہ سیاہ ڈاڑھی تمہارے پاؤں کے نیچے ہو شاہانِ ہمت کون لوگ ہیں ب مجرد اس خطرہ کے قاضی صاحب ممبر پر سے بول اُٹھے کہ میری یہ سفید ڈاڑھی تیرے تلوں کے نیچے ہو شاہانِ ہمت وہ لوگ ہیں جو گلخن تابی میں مصروف رہتے ہیں اور بادشاہوں کے عشق کا خیال ان کے سروں میں بھرا ہوتا ہے۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

شاہانِ ہمت اند ہمہ دوستان ما ‌ ‌ ‌ اندر خرابہ ساکن و مالک جہان بدست

روح الارواح میں لکھا ہے کہ زمانہ سابق میں ایک بادشاہ زادہ تھا جو انتہائی خوبصورتی اور نہایت لطافت وملاحت میں بے نظیر زمانہ تھا جیسا کہ کسی شخص نے کہا ہے۔

گوئے ملاحت ربو دزلف تو در دلبری ‌ ‌ ‌ نہبد اگر ملک حسن زیرِ نگین آوری

لالہ رخ ونوش لب وخوب خط ومشک خال ‌ ‌ ‌ سرو قد راستین عشوہ دہِ دلبری

حسن وخوبی کے علاوہ یہ شاہزادہ سواری وچالاکی میں بھی بے نظیر عصر تھا۔

تو برین شوخی و چالاکی و شکالی و ناز ‌ ‌ ‌ قوبدین غمزہ دلدوز و شکارے انداز

قصد جان کردہ و دل دوختہ و دین بردہ ‌ ‌ ‌ گشتہ تاراج ز تو جملہ مسلمانا باز

جیسے بادشاہ زادوں اور امیر زادوں کی اولاد کا قاعدہ ہوتا ہے کہ گاہے گاہے میدان میں گیند بلا کھیلنے کیلئے جاتے ہیں یہ شاہزادہ بھی کبھی کبھی صحرا میں کھیلنے کیلئے جایا کرتا تھا اور عشاق کے دلوں کی گیند کو اپنے زلف کے خم چوگان میں پہنا لیتا تھا آخر کار ایک درویش عارف کی نظر اس بادشاہزادہ کے جمال جہاں آرا پر پڑی اور نظر پڑتے ہی بے قابو ہو گیا جیسا ایک شیریں سخن کہتا ہے:

اے متقی کر اہل دلی نوید ہا بدوز کیناں بدل ربودن مردم مقیداند
بر برقعے بچشم تامل فرو گداز یا دل بنہ کہ پردہ زکارت برافگنند

اس درویش جانباز کا یہ دستور ہو گیا کہ ہر روز گیند بلا کھیلنے کیلئے میدان میں جاتا اور اپنے دلربا کی زد میں کھڑا ہو کر اس آشوب دل کو دیکھا کرتا لیکن جب بادشاہزادہ کھیلنے میں مصروف ہوتا اور بلا لگاتا ہوا اس کے قریب آتا تو درویش اس کی غایت لطافت سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا اور ہوش میں آنے کے بعد یہ دعا کرتا اور یہ بیت پڑھتا۔

گوئی برتن زخم از چوگان خورد این فدائے دل شدہ بر جان خورد

شیخ سعدی فرماتے ہیں:

در حلقہ صولجان زلفش بیچارہ دلم فتاد چون گوست
مے سوزد و ہمچنان نکو خواہ مے بردو ہمچنان دعا گوست
خون دل عاشقان مسکین در گردن و دیدہ بلا جو است

الغرض جب اس درویش کی حکایتِ عشق فاش ہوئی اور عام و خاص میں یہ خبر پھیل گئی اور یہ مسلم بات ہے کہ جو عشق کا آفتاب سوختہ دلوں اور عارفوں پر چمکتا ہے اسے صبر کا پردہ چھپا نہیں سکتا جیسا کہ امیر خسرو ترک کہتے ہیں۔

سر پنجۂ عقلم را پیچیدو بروں شد دل ای صبر ہمین بودہ است بازوئے توانائی

رفتہ رفتہ یہ خبر شہزادہ کے یار و دوستوں اور محرموں کو بھی پہنچ گئی انہوں نے شہزادہ کے کان میں ڈالی اس نے اول تو تبسم کیا اور پھر کرشمۂ و ناز کے ساتھ اغماض فرمایا دوسرے دن جب شہزادہ میدان چوگان میں جانے لگا تو اپنے محرموں سے کہا کہ میں اس درویش کو نہیں پہچانتا ذرا مجھے دکھا دو کہ وہ گردن زدنی کون ہے جو جان سے ہاتھ اُٹھا کر مجھ جیسے سے عشق و تعلق رکھتا ہے۔ یاروں نے کہا کہ حضور وہ ایک مسکین ہے جس کی پیشانی پر عاشقوں کا نور چمکتا رہتا ہے۔ جب حضور میدان میں پہنچیں گے تو ہم اسے دکھا دیں گے شہزادہ نے یہ بات دل میں ٹھان کر اپنی آراستگی کی عمدہ اور بیش قیمت پوشاک جسم نازنین پر سجائی اور شاہی تاج سر پر رکھا زرین پٹکا کمر میں باندھا اور مرصع چھڑی ہاتھ میں لے کر سوار ہوا۔ جناب شیخ العالم فرید الحق قدس اللہ سرہٗ کی زبان مبارک پر ایک روز ذیل کی چند بیتیں جاری ہوئیں جو اس حکایت کے بہت ہی مناسب

ہیں آپ فرماتے ہیں:

قبا ایش را شدم بندہ کہ چون بکشاد بنشیند ۔ ولے خصم کمر بندم کہ چون بر پشت برخیزد
من سرورا قبانہ شنیدم کہ کمر بست ۔ بر فرق آفتاب ندیدم کلاہ را
گر صورتے چنین بقیامت بر آورند ۔ فاسق ہزار بار بگوید گناہ را
قبا را باز پوشیدی بصد ناز ۔ برآن بندی کمر بستی باعزاز
کلاہ نازنین بر سر نہادی ۔ ترانہ بد کہ داد حسن دادی
بدورآن کلہ دلہا ست گردان ۔ فدائی آن کمر جانہائی مردان
خیال جعد پیچاپیچت ای یار ۔ بگرداگرد دل پیچید چون مار
ددودیدہ منتظر دارم براحت ۔ فتادہ در میانِ خاک راہت
مگر وقتے نہد بردیدہ ہا پائے ۔ سمند نازنین باد پیمائے

خلاصہ یہ کہ وہ شہزادہ بن سنور کر اس درویش کی جان شکار کرنے کی قصد سے میدان دلربائی کی طرف روانہ ہوا اور جب میدان میں پہنچا تو گیند بلا کھیلنے میں مشغول ہوا اور جو ہنر و کرتب اس کھیل میں اور دن دکھاتا تھا اس روز بہت زیادہ دکھائے۔ اسی اثناء میں ہم جولیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ وہ اجل رسیدہ درویش کہاں ہے جواب دیا کہ نظارگیوں کے غول میں وہ جو فلاں زرد رنگ جوان گدڑی پوش انگشتِ حسرت دانتوں میں دبائے ہوئے تفکر و تدبر کا پتلا بنے ہوئے کھڑا ہے وہی درویش ہے شہزادہ نے جب اپنا شکار معلوم کر لیا تو اسکی طرف سے تغافل کیا امیر خسرو فرماتے ہیں:

تغافل کردن بے فتنہ نیست ۔ فریبِ مرغ باشد خواب صیاد

تھوڑی دیر تک تو شہزادہ کھیل میں مشغول رہا مگر بعد کو زخم چوگان سے درویش کی طرف گیند پھینکی اور جب گیند اس کی قریب پہنچی تو شہزادہ نے نہایت چستی اور چالاکی کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ کی اور ایک ہی دوڑ میں گیند کے قریب پہنچ کر جانستان کرشمے اور دلدوز تیر عشوہ سے درویش کی طرف اشارہ کیا کہ یہ گیند مجھے اٹھا دو جانباز درویش فوراً آگے بڑھا اور زمین سے گیند اٹھا کر نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ شہزادہ کے آگے رکھی شہزادے نے اپنے ید بیضا اور ساعدِ سیمین سے درویش کے ہاتھ سے گیند لی لیکن جوں ہی شہزادہ نے ہاتھ بڑھا کر گیند لی درویش نے

جو پہلے ہی سے اپنی جانِ عزیز کی گیند میدان عشق میں قربان کردی تھی فوراً جان دی اور دفعۃً مر گیا۔

بسیم ساعدت جانا بجز کالائی جانم را　　　تو سیم از آستین برکش من از تن برکشم کالا

جب شہزادہ نے دیکھا کہ درویش نے میرے عشق میں جان دیدی تو سمندِ ناز سے اترا اور اپنے عاشقِ صادق کا سر مبارک جو بظاہر درویش لیکن حقیقت میں بادشاہِ دین تھا اپنی گودی میں رکھ لیا جیسا کہ ایک عزیز کہتا ہے۔

جز تو درین زمانہ فلک با ہزار چشم　　　ہرگز نہ دیدہ است کہ درویش بادشاہ

شہزادے کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اسکی غریبی پر سخت افسوس کرنے لگا اور بہت حسرت و افسوس کے بعد اپنے لوگوں کو حکم کیا کہ اس شہیدِ عشق کو جو دراصل بادشاہِ دین ہے ہمارے آبا و اجداد کے خطیرہ میں دفن کردیں جو بادشاہِ دنیا تھے تاکہ وہ سب کے سب اس کی برکت سے بخشے جائیں۔ کاتبِ حروف عرض کرتا ہے کہ عاشق کو چاہیے جہاں تک بن پڑے معشوق کے اسرار و راز کو جو بطریق رموز و اشارات مابین آئے ہوں ظاہر نہ کرے اگر ایسا کرے گا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ معشوق کے اسرار کا سزاوار اور محرمیت کے لائق ہوگا۔ اگرچہ عشق میں یہ بات آسان نہیں ہے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

گر بگویم کہ مرا با تو سروکارے نیست　　　در و دیوار گواہی بدہد کارے ہست

عشق سعدی نہ حدیثے ست کہ پنہاں ماند　　　داستان است کہ بر ہر سرِ بازارے ہست

مگر عشق کا کمال مرتبہ وہ ہے جس کی طرف جناب سلطان المشائخ نے اشارہ فرمایا ہے کہ عشق میں وسیع حوصلہ چاہیے تاکہ دوست کے اسرار کے لائق ہو۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے من عشق و عف و کتم و مات فقد مات شہیدا یعنے جو فریفتہ ہوا اور عفت و پرہیزگاری اختیار کی اور حتی الامکان عشق کو چھپایا پھر اسی حالت میں مر گیا تو شہید مرے گا اور کاملوں کا درجہ واصلوں کا مرتبہ پائے گا۔ خواجہ فرید عطار فرماتے ہیں:

گرمی وصلش چو دریا در کشد　　　مست و لایعقل مشو مخمور باش

کنج وحدت گیر چون عطار پیش　　　پس بکنجے در شوو مستور باش

جو شخص دوست کے اسرار میں سے کوئی سر ظاہر کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھولے۔

حکایت: عین القضاۃ ہمدانی کو ایک دفعہ تجلی خاص واقع ہوئی انہوں نے اسی حالت میں مناجات کی کہ میری آرزو ہے کہ لوگ مجھے آگ میں جلائیں اور تو میری اس حالت کو دیکھے۔

من خس را کہ سوزند بکویت غم نیست   غمم انیست کہ پیش در تو درد کنند

عین القضاۃ رفتہ رفتہ اس حالت پر پہنچے کہ لوگوں نے بد اعتقادی کی طرف منسوب کیا اور حاکم وقت سے درخواست کی گئی کہ عین القضاۃ کے عقیدہ میں خلل پڑ گیا ہے اس پر خواجہ احمد غزالی نے ان سے کہا کہ تم اعتقاد میں ایک مختصر سا رسالہ لکھ دو تا کہ اس الزام سے خلاصی پاؤ۔ جواب دیا کہ میں نے یہ دن بہت دعاؤں سے پایا ہے اور میری دلی آرزو ہے کہ لوگ مجھے آگ میں جلائیں اور میرا محبوب اس حال میں مجھے دیکھے اس وقت عین القضاۃ قدس اللہ سرہ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ انجام کار لوگون نے انہیں آگ میں ڈال دیا عین جلنے کی حالت میں انہوں نے ایک سرد آہ نکالی اس پر لوگوں نے کہا تم تو کہتے تھے کہ میں نے یہ دن بہت دعاؤں اور آرزوں سے پایا۔ اب یہ آہ کیسی ہے۔ کہا میں جلنے کی تکلیف سے آہ نہیں کرتا بلکہ اس وجہ سے کرتا ہوں کہ جلد جلتا ہوں۔ بندہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

غمم از سوز تنم نیست ازان مے سوزم   کہ من سوختہ پیش تو روان مے سوزم

سوختن نبود آن گونہ کہ ساکن سوزی   تا بہ پیش رخ تو شعلہ زنان مے سوزم

لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب عین القضاۃ قدس سرہ کو جلا چکے تو ان کی جگہ سے ایک ڈبہ نکلا مہر لگا ہوا۔

مسکین دلم کہ حقۂ راز نہاں تست   ترسم کہ باز در کفِ نا محرم افتد

الغرض وہ ڈبہ کھولا گیا ایک کاغذ نکلا جس پر یہ رباعی لکھی ہوئی تھی:

ما مرگ شہیدی ز خدا خواستہ ایم   از حق دو سہ چیز کم بہا خواستہ ایم

گر یار ہمان کند کہ ماخواستہ ایم   ما آتش و نفت و بوریا خواستہ ایم

یعنے ہم نے شہادت کی موت خدا سے مانگی ہے۔ حق تعالیٰ سے دو تین کم قیمت چیزیں مانگی ہیں اگر دوست ہماری آرزو کی مراد بر لائے تو بہت بہتر ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اس سے آگ اور روغن نفت بوریا مانگا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بورے میں لپیٹ کر آگ میں ڈالے گئے اور آگ بھڑکانے کے لیے نفت چھڑکا گیا اور آگ میں جلا دیا گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری

فرماتے ہیں:

ابجد عشقت چو بیاموختم پیرہن محنت و غم دوختم
حاصل عشق این سہ سخن بیش نیست سوختم و سوختم و سوختم

روح الارواح میں لکھا ہے کہ جب منصور حلاج قدس سرہ کو لوگوں نے قتل کیا تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے اسی رات حق تعالیٰ سے مناجات کی اور صبح تک سجدہ میں پڑا کہتا رہا خدا وندا منصور تیرا مومن موحد بندہ تھا اور اولیا کا معتقد بلکہ ان کے سلسلہ میں شمار کیا جاتا تھا یہ کیا بلا تھی کہ جو اس پر پڑی اس کے بعد مجھے نیند آگئی خواب کی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا میرے کان میں پہنچی کہ هذا عبد من عبادنا اطلعنا علی سر من اسرار نا فافشاه فانزلنا به ماتری یعنے منصور ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جسے ہم نے اپنے اسرار پر مطلع کیا لیکن اس نے ہمارے اسرار کو برملا کر دیا اور جب افشاء راز اس سے ظہور میں آیا تو ہم نے اس پر بلا نازل کی جسے تو دیکھ رہا ہے۔

گر زبان تو راز دارستی تیغ را با سرت چہ کارستی

خواجہ منصور کو جو حالت پیش آئی اس کا پورا فوٹو اس رباعی میں خوب کھینچا گیا ہے۔ جو حضرت شیخ شیوخ العالم کی زبان مبارک پر جاری ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

از نور جلال مطلق خیزد وزشوق خدا نگرچہ رونق خیزد
این خاطر مردان چہ عجایب بحریست چون موج زند ہمہ اناالحق خیزد

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک نماز صلاۃ العاشقین بھی آئی ہے جس میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ذکر ہے یعنے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سو دفعہ یا اللہ دوسری رکعت میں سو بار یا رحمٰن تیسری رکعت میں سو دفعہ یا رحیم چوتھی رکعت میں سو بار یا ودود پڑھے۔ ایک نماز درود بھی ہے جو نماز تسبیح کے مانند ہے یعنے تسبیح کی جگہ درود پڑھا جاتا ہے یہ نماز حاجت برآری کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ قاضی حمید الدین ناگوری جو عاشقان الٰہی کے مقتدا اور اولیاء اللہ کے سرتاج تھے اپنی بعض تالیفات میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے اسے تازہ غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے اور جب نماز پڑھ چکے تو کہے الٰہی اس ساعت کی حرمت سے جس میں تو نے خواجہ احمد نہاوندی سے صلح کی

ہے میری یہ حاجت روا کر۔ اگر کسی شخص کی اس عمل کے بعد حاجت روانہ ہو تو کل قیامت کے روز اس کا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔ اور خواجہ احمد نہاوندی کا قصہ یہ ہے کہ بادشاہِ عراق نے خواجہ ابو احمد اسحاق کو اپنا قاصد اور فرستادہ مقرر کر کے نہاوند کی طرف روانہ کیا اس وقت ملک نہاوند کی باگ ایک عیسائی عورت کے ہاتھ میں تھی جو درویشوں کے لئے آفت دین اور عشاق کی غارتِ ایمان تھی یہ پری جمال اور حسین عورت مردوں کی طرح اساس ملکداری اور قوانین سلطنت سے خوب واقف تھی اور نہایت دانشمندی کے ساتھ حکومت کرتی تھی خواجہ ثنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

زنگیان زلف او چوتاب دہند — چینیان نقش خود برآب دہند
حلقۂ زلف او معما گوئی — نقش سودائے او ہویدا جوئے
قد او در دو دیدۂ دلجوئے — ہم چو سرو در دانست بر لب جوئے
عاشق از دست آن لب خندان — سر انگشت ماندہ در دندان

الغرض جب خواجہ ابو احمد اسحاق نہاوند میں پہنچے اور دربار میں باریابی ہوئی تو وہ ملکۂ جہان آشوب صفۂ ناز پر بیٹھی ہوئی تھی اور آگے ایک زرتار پردہ پڑا ہوا تھا اس نے نہایت عزت و توقیر کے ساتھ شیخ کو طلب کیا اور جب سنا کہ شیخ اہلِ صلاح اور نیک بختوں کے زمرہ میں سے ہے تو اپنے خدام کو حکم کیا کہ پردہ درمیان سے اُٹھادو تا کہ بالمشافہ شیخ سے گفتگو کروں چنانچہ اس کی فوراً تعمیل ہوئی شیخ سعدی کہتے ہیں۔

روئے کشادہ اے صنم طاقت خلق میبری — چون پس پردہ میشوی پردۂ صبر میدری

جب خواجہ ابو احمد مجلس میں آئے اور ان کی نظر ملکہ کے جمال دلفریب اور حسن آشوب دین و دنیا پر پڑی۔

ای بسا غارت دین کردہ نمیدانم چیست — چشم شوخ تو کہ از مستی خود بے خبر است

تو خواجہ کی عقل جاتی رہی مبہوت و حیرت زدہ ہو گئے اور دل قابو سے جاتا رہا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

عقلش ز دست رفت ہمانجا نشستہ ماند — آن شیخ باکرامت و آن صاحب نفس

جب اس ماہ وش پری پیکر کو یہ قصہ معلوم ہوا کہ شیخ مجھ پر مفتون و عاشق ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ اے شیخ تجھے ہم سے عشق کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تو دین مسلمانی رکھتا ہے۔ اور ہم مذہب عیسی کے پابند ہیں اگر تو ہم سے محبت کرنا چاہتا ہے تو کلیسا میں آ۔ اور عیسائیوں کی عادت

وقانون کے مطابق ناقوس بجا۔

روزی بکلیسائ رویم بنی ناقوس بہ بنی و بہوسی دستم

شیخ نے اس کی یہ گفتگو سن کر دل کو اس کی موافقت پر راضی کیا دین اسلام سے مرتد ہو گیا اور زنارِ کفر کمر میں باندھا اور معشوق کے دین میں داخل ہو گیا۔

مجنون عشق را دگر امروز حالت است کا نسلام دین لیلیٰ دیگر ضلالت است

القصہ جب خواجہ ابو احمد نے اسلام کو خدا حافظ کہہ کر دین عیسوی اختیار کیا تو ملکہ نہاوند کی طرف سے شادی کا ایک وقت مقرر ہوا اور شیخ کو وعدہ دیا کہ فلاں تاریخ تمہارا ملکہ سے نکاح ہو جاوے گا۔ شیخ کے ہمراہ جس قدر مرید تھے سب اس وقعہ سے حیران و ششدر تھے اور ان کی خواجگی سے منکر ہو گئے تھے لیکن شیخ کی زبان پر ہر وقت یہ بیت جاری رہتی:

گر ہمہ دین عاشقان دارید بعد ازان پیش سمت نماز کنید

انجام کار شیخ کی اس حرکت سے سب مریدوں نے جدائی اختیار کی اور یک لخت علیحدہ ہو گئے اور شیخ کو نہاوند میں چھوڑ کر ادھر اُدھر چل دیے۔ شیخ سعدی کہتے ہیں:

منکر حال عارفان سر سماع شود زمزمۂ بیار خوش تا بروند نا خوشاں

لیکن ایک مرید جو اعتقاد میں نہایت پکا اور ثابت قدم تھا شیخ کے ساتھ رہا اور ان سے ایک دم جدائی پسند نہ کی لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تو اور مریدوں کے ساتھ جو نہیں گیا اور شیخ سے علیحدہ نہیں ہوا تو کونسی ایسی بات دیکھی جو اس سے مانع ہوئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اس پیر کو اس کے پیر کی نظر میں دیکھا تھا اور اسی وقت معلوم کر لیا تھا کہ نظر بے اثر نہیں ہے اس کا انجام بخیر ہو گا کیونکہ پیروں کی نظر میں عجیب وغریب اثر ہونے میں اور ان کے شجرہ قبول ضرور بار آور اور صاحب ثمر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ جب عقد کا وعدہ قریب آ گیا اور گویا صبح کو مجلس عقد منعقد ہونے کا اعلان دے دیا گیا تو اس شائستہ اور راسخ الاعتقاد مرید نے شب کو جناب نبی عربی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ ابو اسحاق کی خدا کے ساتھ صلح کرواؤں جب خواب سے بیدار ہوا تو دیکھتا ہے کہ ابو اسحاق نے عیسائیانہ لباس جسم سے علیحدہ کر کے عاشقان الٰہی کی پوشاک سے بدن کو آراستہ کیا اور عہدِ ایمان از سرِ نو تازہ کر کے

رجوع لایا ہے والحمد للہ علی ذالک ایک عارف نے کیا خوب کہا ہے۔

گر توی یار مرا من نکنم یار دگر — گوشہ گیرم و در گوشہ نہم کار دگر

نقش زیبائے تو آوردہ مرا بردر تو — فارغم کرد ز نقش در ودیوار دگر

اسی کے مناسب ایک اور حکایت حضرت سلطان المشائخ نے بایں الفاظ بیان کی ہے کہ ایک درویش تھا۔ اتفاق سے ایک دن اس کی نظر ایک شہزادی پر پڑی اس کی نظر کا اثر سمجھنا چاہیے کہ شہزادی کو بھی اس سے دلی میلان پیدا ہو گیا کیونکہ درویشی اور بادشاہی کے عشق میں زیادہ تعلق ولگاؤ نہیں ہے۔ الغرض دونوں میں محبت وعشق کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ایک دن شہزادی نے درویش کے پاس پیام بھیجا کہ تو فقیر محتاج آدمی ہے تجھے تیری مواصلت بہت دشواری سے میسر ہو سکتی ہے بلکہ میرے خیال میں ناممکن اور محال ہے۔ ہاں ایک صورت ہے اگر تو اس پر عمل درآمد کرے تو ممکن ہے کہ میں تجھ تک پہنچ سکوں اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے تئیں عبادت گذار مشہور کر اور مسجد میں بیٹھے رہنے کو اپنے اوپر لازم کر اور طاعت وعبادت میں مشغول ہو جب تیری شہرت شہر میں پھیل جائے گی تو میں اپنے والد سے اجازت لیکر تجھے دیکھنے کے لئے آؤں گی اور اس طریقہ سے میری تیری ملاقات ہو جائے گی درویش نے اپنی معشوق کے حکم سے ایسا ہی کیا ایک مسجد میں جا بیٹھا اور خدا تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں مصروف ہو گیا لیکن جب اس نے طاعت کا ذوق پایا تو یک لخت دنیا سے منہ موڑ کر دلی توجہ کے ساتھ ہمہ تین مشغول بحق ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت وزہادت کا چرچا عام لوگوں میں پھیل گیا شہزادی اس موقع کی منتظر تھی جب سارے شہر میں خوب شہرت ہو گئی تو اس نے اپنے والد سے اجازت لی اور درویش کی زیارت کو مسجد میں آئی مگر یہاں آ کر کیفیت ہی اور دیکھی وہی درویش وہی خوبصورتی و جمال لیکن کسی طرح کا میلان اور خواہش درویش سے ظاہر نہیں ہوئی جب شہزادی نے اس کی طرف سے کوئی حرکت اور میلان نہیں دیکھا تو بولی کہ اے درویش تجھے کیا ہو گیا کہ میری طرف التفات تک نہیں کرتا میں نے ہی تو تجھے یہ تدبیر بتائی تھی اور اپنے وعدہ کے مطابق تیرے پاس آئی ہوں۔ تعجب ہے کہ تو میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ہر چند کہ شہزادی نے اس قسم کی بہت سی باتیں کہیں مگر درویش کیطرف سے بجز اس کے کوئی جوب نہیں دیا گیا کہ میں نہیں جانتا تو کون ہے اور اسکی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ جناب سلطان المشائخ جب یہ حکایت بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو

ڈبڈبا آئے اور روکر فرمایا کہ جو شخص یہ ذوق پاتا ہے وہ غیر سے کس طرح الفت و محبت کر سکتا ہے بندۂ کاتب الحروف عرض کرتا ہے:

کسے کہ روئ تو بیند حدیث گل نکند　　　کسی کہ مست تو باش حدیث مل نکند

یعنے تیرے دیدار پر کامیاب ہونیوالا گل کی حکایت نہیں بیان کرتا اور جو تیری شراب عشق سے مست ہوا تو وہ ساغر کا قصہ نہیں چھیڑتا۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ عبداللہ مبارک قدس سرہ ایام جوانی میں ایک عورت پر عاشق ہو گئے تھے ان کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ معشوق کی دیوار کے نیچے اول رات سے کھڑے ہو کر صبح تک باتیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوتی اور عبداللہ کو خیال ہوتا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے لیکن جب غور سے دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ صبح کی آذان ہوئی ہے۔

موذن حی علی گویان من از بہر بتے درخون　　　نمازے اینچنین آلودہ یعنی ہم روا باشد

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عبداللہ حسب دستور معشوقہ کی دیوار کے نیچے کھڑے تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے عبداللہ تو ایک عورت کے عشق میں اول شب سے صبح تک بیدار رہتا ہے بھلا کسی رات حق تعالیٰ کیلئے بھی بیدار رہا ہے؟ جوں ہی عبداللہ نے یہ غیبی ندا سنی فوراً توبہ کی اور عبادت خداوندی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ انوار المجالس میں جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے نواسہ خواجہ محمد قدس اللہ سرہ العزیز حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں اور خود سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ شہر بدایون میں کوتوال کا ایک لڑکا تھا نہایت حسین و خوبصورت اور نازک اندام اس کے حسن و جمال کا شہرہ تمام بداؤن میں پھیلا ہوا تھا جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا تو بہت سی مخلوق اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتی ان ہی ایام میں میں بھی بدایوں میں تھا اور ایک دفعہ میں نے بھی اسے دیکھا تھا حقیقت میں خدا تعالیٰ نے اسے ایسا ہی جمال دیا تھا کہ جو کوئی دیکھتا بے قابو ہو جاتا اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں خاص اس ارادہ سے گھر سے نکلا کہ اسے دیکھوں اتفاق سے اس روز اس سے ملاقات نہیں ہوئی میں دل میں یہ منصوبہ گانٹھ کر واپس چلا آیا کہ جب وہ بازار میں نکلے گا اس وقت آکر ملاقات کروں گا میں اپنے قیام گاہ پر چلا تو آیا لیکن دل میں اس درجہ بے قراری پیدا ہوئی کہ کسی عنوان مجھے چین نہیں پڑا چنانچہ میں پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی ملاقات کا عزم کر کے گھر سے باہر نکلا اور

جب وہ بازار میں نہیں ملا تو اسکے گھر کی طرف روانہ ہوا وہاں بھی اس کا سراغ نہ ملا میں نے پھر خیال کیا کہ اب گھر واپس چلنا چاہیے اور جب وہ بازار نکلے تو اس سے آکر ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں واپس چلا آیا اور اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ بیتاب و بیقرار ہوا میرے اور اس لڑکے کے مکان میں چار پانچ میل کا فاصلہ تھا گو مسافت بہت تھی لیکن میں اس درجہ مضطرب تھا کہ تیسری دفعہ پھر اس سے ملاقات کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا اور اُفتاں خیزاں اس کے مکان تک پہنچا مگر اس مرتبہ بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ الغرض میں پھر وہاں سے لوٹا اور لوٹتے وقت معلوم ہوا کہ بہت تھک گیا ہوں کیونکہ اس آمد و رفت میں قریب بیس میل کا سفر کر چکا تھا گھر آیا تو ضعف اور ماندگی کی وجہ سے نیند آ گئی آفتاب غروب ہونے کو تھا کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا جب میں بیدار ہوا تو ایک بیخودی کی سی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مضطربانہ ادھر ادھر پھرنے لگا یہیں سے مجھے اس قول کا بھید واضح ہوا جو مشائخ نے بیان کیے ہے کہ نماز عصر کے بعد سونا نہ چاہیے۔ غرض کہ جب میری والدہ علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا تو وہ میرے پاس تشریف لائیں اور نئے کپڑے مجھے پہنائے۔ مجھ پر اس نوجوان کی بے حد محبت نے ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا کر دی اور ایک ایسا ولولہ اور جوش دل میں اُٹھا جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ دوسرے روز میں راستہ میں چلا جاتا تھا کہ ایک مقام پر پہنچ کر دفعتاً ایک ایسی خوشبو پیدا ہوئی جس نے میرے دماغ کو معطر کر دیا میں نے خیال کیا کہ یہاں تو کہیں عود بھی جل نہیں رہا ہے پھر یہ خوشبو کیسی لیکن پھر فوراً مجھے یاد آیا کہ یہ وہی کوچہ ہے، جہاں میں نے اور اس محبوب نے کھڑے ہو کر باتیں کیں تھیں یہ خوشبو اس کے وصال ملاقات کی علامت ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک مدت تک میں اس کا شیفتہ و فریفتہ رہا جب وہ گھر سے برآمد ہوتا تو عاشقوں کی ایک جماعت اس کے پیچھے ہوتی اور میں بھی ان میں موجود ہوتا۔

کس نیست نہانے نظرے با تو ندارد — من نیز برآنم کہ ہمہ خلق بر آنند

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نوجوان نے مجھ سے مل کر کہا کہ اے شخص گو اس قدر لوگ مجھ پر فریفتہ ہیں اور بے انتہا مخلوق مجھے زحمت پہنچاتی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں تجھ پر مائل ہوں۔ اس کی اس بات سے مجھے نہایت فرحت و مسرت ہوئی اور محبت میں ایک اور جوش و ترقی پیدا ہوئی۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سید مبارک محمد علوی کرمانی سے سنا ہے غیاث پور

میں ایک دانشمند تھا اسے لوگ مولانا یمنی خطاط کہتے تھے کہ شخص علم فقہ کے علاوہ فن خوشنویسی میں بھی اس درجہ کمال رکھتا تھا کہ بڑے بڑے خوشنویس اس کے زورِ قلم اور لطافتِ خط سے رشک کرتے تھے اور عطارد جو دبیر فلک کہلاتا ہے باوجود اپنی اس شان وشوکت وحشمت و وقار کے اس کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھا:

عطاردے کہ دبیرے فلک ہمیگویند   بہ پیش خط تو گشتہ است عاجز و ملجا
از خون دو چشم خویش ہر دم   نقش خط تو بدل نویسم

کاتب حروف کے سب چچا اور اکثر خوشنویس اس کے شاگرد تھے اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید تھا۔ مولانا یمنی خطاط کے پاس ایک نہایت حسین وخوبصورت لونڈی تھی جس سے وہ کچھ تعشق رکھتے تھے اتفاق سے کوئی ایسی وجہ درپیش ہوئی کہ مولانا نے اس کنیز کو بیچ ڈالا لیکن فروخت کرنے کے بعد اس کا عشق ایسا دامنگیر ہوا کہ مولانا بے چین وبے قرار ہو گئے اور اسکی یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ اس شخص کے پاس گئے جس کے ہاتھ کنیز فروخت کی تھی اور وہ چند سہ چند قیمت پر اسکے طالب ہوئے لیکن جب اس شخ نے ان کی مزید خواہش اور کنیز کو نہایت حسین و خوبصورت پایا تو اس قیمت پر راضی نہیں ہوا چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

مایوسف خود نمی فروشیم   تو قلب سیاہ خود نگاہ دار

الغرض کنیز کی قیمت بڑھتے بڑھتے ایک سے دس گنی تک پہنچی لیکن مالکِ کنیز جب بھی راضی نہیں ہوا۔ مولانا عاجز ومجبور ہو گئے اور تلاش وجستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص بھی جناب سلطان المشائخ کے مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہے اور آپ کا معتقد ہے۔ جب مولانا کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں فی الجملہ تسکین ہوئی اور خیال کیا کہ اس درد کی دوا پیدا ہو گئی ہے کبھی نہ کبھی حضرت شیخ المشائخ کو یہ کیفیت معلوم ہوگی اور وہ اس کا علاج کر دینگے ہر چند کہ مولانا کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو گئی تھی اور کچھ تسکین وتسلی بھی ہو گئی تھی لیکن پھر سلطان عشق کے غلبہ سے اپنے دل میں دعویٰ کیا کہ افسوس راہِ محبت میں مجھے کب جائز تھا کہ دوست کو سیم سیاہ کے عوض فروخت کروں۔ الغرض محبوب کے غلبۂ شوق اور وصال یار کے اشتیاق نے مولانا کو صبر شکیبائی کے گھر سے نکلا دیا اور دن بدن بلکہ ساعت بساعت ان کا ایک حال دوسرے حال سے بدلتا گیا یہاں تک کہ کھانا پینا سب چھوٹ گیا اور نیند آنکھوں سے اُچٹ گئی گریہ و نالہ اور آہ وزاری غالب ہوئی اور کام دیوانگی تک پہنچا۔

روئے مپوش اے قمر خانگی تانکشد عقل بدیوانگی

آخر مولانا کو یاد آیا کہ میرے درد کی دوا تو میرے مرشدِ برحق کے پاس موجود ہے وہاں چل کر علاج کرنا چاہیے چنانچہ آپ زار و قطار روتے اور کپڑے پھاڑتے جناب سلطان المشائخ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جس وقت مالکِ کنیز میرے پاس آئے تم بھی آنا مولانا یہ ارشاد سن کر جناب سلطان المشائخ کے آستانہ مبارک پر معتکف ہو گئے اور اس کے انتظار میں چند روز بیٹھے رہے۔

رقیب گفت بریں در چہ مکینی شب و روز چہ میکنم دل گم گشتہ باز مے جویم

اگر نصیحت دل میکنم کہ عشق مباز سیاہی تن زنگی بآب مے شویم

القصہ مالکِ کنیز ایک دن جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سعادت قدمبوسی کی حاصل کرنے کے بعد مودب بیٹھ گیا مولانا یمنی خطاط تو اس موقع کے منتظر تھے فوراً حاضر خدمت ہو کر سر زمین پر رکھا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا مولانا سر اٹھاؤ امید ہے کہ تمہاری مراد بر آئے اور اطمینان کلی حاصل ہو مالکِ کنیز فوراً تاڑ گیا کہ سلطان المشائخ پر میرا بھید کھل گیا ہے اسی اثنا میں جناب سلطان المشائخ نے روئے مبارک اس کیطرف کیا اور حکایت بیان فرمانی شروع کی کہ ایک شخص کے پاس ایک کنیز تھی اور وہ اس سے پلے درجہ کی محبت رکھتا تھا اتفاقاً کسی وجہ سے اس نے کنیز کو فروخت کر ڈالا لیکن اس کے بعد کنیز کے عشق کی آگ اس کے دل میں بھڑک اُٹھی اور اس کا عشق اس درجہ غالب ہوا کہ آپے سے باہر ہو گیا مجبور ہو کر خریدار کنیز کے پاس پہنچا اور جس قدر اس کے سامنے عجز و زاری پیش کی اور قیمت بڑھائی کوئی بات پیش نہ گئی اور اپنے مطلب پر کامیاب نہیں ہوا۔ جب وہ اپنے دوست سے مایوس ہو گیا اور کسی طرح اس سے ملنے کی امید نہیں رہی تو تن کے کپڑے پھاڑ ڈالے منہ کالا کر کے سر پا خاک ڈال کر بازار میں آیا اور یہ صدا لگاتا کہ مسلمانو! جو شخص اپنے محبوب کو زر و سیم کے عوض فروخت کرتا ہے وہ یہی سزا پاتا ہے جوں ہی سلطان المشائخ نے یہ حکایت پوری کی مالک کنیز فوراً زمین پر گر پڑا اور دست بستہ عرض کیا کہ میں نے اس کنیز کو حضور پر سے صدقہ کر کے اس مولانا کو بخشا۔ سلطان المشائخ بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعائے خیر کی چنانچہ وہ شخص گھر گیا اور کنیز کا ہاتھ پکڑ کے مولانا کے ساتھ کر دیا اور مولانا اپنے مقصود پر فتحیاب ہوئے۔ الحمد اللہ علی ذالک

ولولہ اور جوشِ عشق کا بیان جو اس بندۂ ضعیف کے باطن میں جناب سلطان المشائخ کی طرف سے موجود ہے

اگر چہ یہ دعویٰ کرنا کہ میں سلطان المشائخ کا عاشق ہوں چھوٹا منہ بڑی بات ہے اور اس وقت یہ مثل مجھ پر اچھی طرح صادق آتی ہے کہ چڑیوں کا پوتا ہاتھیوں کے لقمے کی گنجائش نہیں رکھتا ما العصفور و لحمه و ما لیق فشحمه یعنے کیا چڑیا کیا چڑیا کا گوشت اور کیا مچھر اور کیا مچھر کی چربی۔

لاف و فات میزنم ور قدم سگان تو　　خاک چرا نمیشوم خاک برین وفائے من

یہ واقعی بات ہے کہ میں اگر اس کا دعوی کروں تو سراسر جھوٹا خیال کیا جاؤں لیکن خدا علیم اور دانا ہے کہ کیا حالت سماع اور غیر سماع میں دل میں گذرتا ہے کہ سوز عشق سے ننگ و ناموس کی خان و مان میں آگ لگا دوں اور اس راز کو طشت از بام کردوں شیخ سعدی فرماتے ہیں:

روزے بدر آیم من ازیں جامۂ ناموس　　ہر جا کہ بتے چون تو بہ بینم بپرستم

اکثر ذہن میں آتا ہے کہ اس تمام سروسامان سے گذر کر خان و مان میں آگ لگا دوں اور صحرا و جنگل کی راہ اختیار کر کے ایک شرر بار شور سینے سے نکالوں

چند پنہان غم عشق تو خورم طاقت نیست　　وقت آن شد کہ برون آیم و صد شور کنم

تا داشت دلم طاقت صبر بودم بشکیبائی　　چون کار بجان آمدن زین پس من و رسوائی

صحرا و جنگل میں شور مچاؤں اور بیابان عشق میں سر رکھوں:

صد بیابانِ عشق خوش بخورد تیر او　　سر نتواند کشید پائی از زنجیر او

خواہم از آسیب عشق روئے بعالم نہم　　عرصہ عالم گرفت حسن جہانگیر او

اور اسی پر بس نہ کروں بلکہ تمام بیابانوں اور صحراؤں کو اپنے شور انگیز آنسوؤں سے دریا بناؤں

خوشا آب دو چشم من ہمہ روئے زمین گیرد　　بناید گرد غیرے دامن آن نازنین گیرد

اور پھر اس دریا کو سینہ کی آہ شرر بار سے خشک بیابان بناؤں امیر خسرو کہتے ہیں:

دریاز آہ سینۂ من خشک شد چنانکہ ہر گز بچشم خویش نہ بیند کسے نمی

اور جب ان تمام کاموں سے فارغ ہو جاؤں تو سلطان المشائخ کے کتوں کی زنجیریں اپنی گردن میں باندھوں۔ امیر خسرو فرماتے ہیں۔

زنجیر سگان خود بر سر من بند اکنون سراین نیست کہ دستار بہ بندم

ازاں بعد اپنی عمر عزیز کا باقی حصہ جو حقیقت میں عاشقوں کا اصل سرمایہ ہے بغیر مزاحم غیرے جناب والد کی یاد میں بسر کر دوں

عمرم ہمانست انچہ کنم یاد روی تو جانم ہما نست انچہ نہم زیر پائے تو

اور گذشتہ عمر کو حضور کی محبت کے ذریعہ اصلی زندگی کا خلعت پہناؤں اور اسی میں ہمیشہ مستغرق رہوں ممکن ہے کہ آخری سانس آپ کی یاد و محبت میں نکلے اور میں دولتِ سرمدی حاصل کروں:

اگر جنازۂ سعدی بکوئی دوست برند زہے حیات نکو و زہے کمال سعادت

عشق کی حقیقت

دلبر جان ربائے عشق آمد سر بسر رہنمائی عشق آمد
عشق با سر بریدہ گوید راز زانکہ داند کہ سر بود غماز
خیز و بنمائے عشق را قامت کہ بوقت ست گفت قد قامت
عشق گویندۂ نہان سخن است عشق پوشندۂ برہنہ تن است
آب آتش فروز عشق آمد آتش آب سوز عشق آمد
عقل مردے ست خواجگی اموز عشق دردے است بادشاہی سوز
خطۂ خاک لہو و بازی ماست عالم پاک پاکبازی ماست
نیست در عشق خطۂ موجود عاشقان را چہ کار بامقصود
عشق مقصود کار می باشد عشق راخود نگار محابا شد
عشق را رہنما ورہ نبود در طریقش سرو کلہ بنود
عشق با عقل نا تمام بود عشق با کفر و دین کدام بود

پیش آنکس کہ عشق بہرہ اوست — کفر و دین ہر دو بندۂ رہِ دوست
ہر چہ در کائنات خزدو کل اند — در رہِ عشق طاق ہائے بلند
ہر چہ از تو دور گردون است — از سر ضرب عشق بیرون است
عشق بر تر ز عقل و زجان است — لی مع اللہ وقت مردان است
دل خریدار نیست جرحم را — آن نشیندہ تخت آدم را
عز علمش سوئے جنان آورد — باز عشقش بخاکدان آورد
چون رہِ خلد رفت عریاں شد — چون رہِ عشق رفت سلطان شد
گر چہ جانت ز عقل فرزانہ است — عقل بگذار کو ہم از خانہ است
قدم عقل نقد خالی دان — شعلۂ عشق لا أبالی دان
بالغ عقل را بسے یابی — بالغ عشق کم کسے یابی
عشق را جان بو العجب داند — زانکہ شیون شہید لب داند
ہر کجا عشق چہرہ بنماید — دل و جانش بجملہ بُربابد
چون بترسی ہمی زمردنِ خویش — عاشقی باش تا نمیری بیش
عاشقان سر نہند بر سردار — تو برآنی کہ چون بری دستار
صفت عاشقان زمن بشنو — ورنہ ندانی تو اپنی مرا بدوجو

خلاصہ مذکورہ بالا ابیات کا یہ ہے کہ عشق ایک ایسی چیز ہے جو عاشقوں کا دلبر اور جانز با ہے اور سراسر رہبر و رہنمائی کرتا ہے وہ اپنا بھید اسی شخص سے کہتا ہے جو سر کاٹ کر آگے دھر لیتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ سر میں غمازی کی صفت موجود ہے وہ پوشیدہ بات کہنے والا اور برہنہ تن کو ڈھکنے والا ہے وہ پانی میں آگ لگانے والا اور آگ کو پانی سے روشن کرنے والا ہے۔ جس شخص میں خواجگی آموز عقل ہے اس میں بادشاہی سوز عشق ضرور موجود ہے خطۂ خاک ہمارا بازی گاہ اور عالم قدس ہماری پاکبازی ہے جہاں کہیں عشق کا وجود نہ ہو وہاں عاشقوں کے رہنے کا کچھ کام نہیں عشق عین مقصود مراد ہوتا ہے اور وہ اپنے لئے خود نگار ہوتا ہے۔ عشق کا کوئی رہنما نہیں ہوتا اور اسکی راہ میں سر و کلہ کی گنجائش نہیں ہوتی عشق کبھی عقل کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اور اسکے ہوتے ہوئے کفر و دین کا کوئی تعلق نہیں رہتا جسے عشق کا حصہ حاصل ہوتا ہے کفر و دین دونوں اس کے غلام بن

جاتے ہیں۔ دنیا میں جس قدر چھوٹی بڑی چیزیں ہیں سب رہِ عشق میں طاق و چالاک ہیں یہ جو آسمان ہر وقت دورِ گردش میں ہے صرف اس سبب سے ہے کہ عشق کی ضرب سے باہر ہے وہ عقل اور جان سے برتر اور خدا سے ملانے کا ذریعہ ہے دل غم عشق کے علاوہ کسی چیز کا خریدار نہیں ہے یہ ہی تو وہ ہے جس نے آدم کو تختِ جنت پر جلوہ گر کیا تھا ان کا علم کشان کشان جنتِ میں لے گیا پھر عشق وہاں سے دنیا میں لایا آدم جب بہشت کی راہ چلے برہنہ ہو گئے اور جب راہِ عشق میں قدم فرسائی کی بادشاہ بن گئے اگر چہ تیری جان و عقل کی وجہ سے فرزانہ ہوئی ہے لیکن اس سے ہاتھ اُٹھا لے کیونکہ یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے کامل العقل پا سکتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص دستیاب نہیں ہو سکتا جو عشق میں کامل ہو جہاں کہیں عشق اپنا چہرہ دکھاتا ہے فوراً عشاق کے دل و جان کو اُچک لیتا ہے۔ اگر تو مرنے سے ڈرتا ہے تو عاشقی کر کیونکہ عشق سے بہت دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اہلِ عشق دار پر سر رکھنے کو فخر سمجھتے ہیں اور تو اس فکر میں رہتا ہے اسے دستار سے آراستہ کرے عاشقوں کی صفت مجھ سے سُننی چاہیے کیونکہ میں اس سے خوب ماہر ہوں۔

عشق کی ترغیب اور عشاق کی معذرت کا بیان

خدا وندا بخود ده آشنائی نمیرانم چراغے روشنائی
بعشق خود دلم معمور گردان زنور دوستی پر نور گردان
بزلف و خال خوبان داده پیوند دلِ عشاق را لطف خداوند
برو ایجان بکار عشق میکوش زجام عشق خونہا دمبدم کوش
اگر خواہی حیات جاودانی براہِ عشق میر ار می توانی
شہید عشق را مرده نگویند براہِ عشق جز زنده نگویند
دریں عالم ز ایجادِ تو مقصود رضای حق تعالیٰ دوستی بود
وگرنہ من کجائی آنکہ جانرا دہم از دیده دل نیکو ان را
بعشق زلف شان گردم ہو سناک کنم دل را زغم ہا چاک در چاک
تو ای زاہد ز عشق خوبرویان مشو منکر مرو لاحول گویان
شدی غافل ز درد درد موشان گدا محروم شدا از عشق سلطان
کرشمہ کردن خوبان نظر کن بعشق شکل شان جان در خطر کن

بکنج مسجدے منشین گرفتار
بکار خود پرستی نیک ہوشیار
زمانے صنع حق رادر نظر آر
حیات بے نظر را ہیچ مشمار
کمال زاہدان از عشقبازی ست
نشان عاقبت در جان گدازیست
صلوۃ عاشقان از دیدہ بگذار
نماز زاہدان را خشک انگار
نظر کردن بخوبان مذہب ماست
مرا از ہر دوعالم این تمناست
کہ من بارے ز مذہب برنگردم
اگر گردم ازیں مذہب نہ مردم
بہ لعل دل فریب خوبرویان
بر غبت میکنم انیک دل و جان
بزاری میکنم زان لب گدائی
تو اے زاہد درین معنی کجائی
ترا گر عقل ہست اے مرد ہشیار
ہمیں جاگیر ذوقے از لب یار
کہ فردا ذوق لب ہر گز نیابی
اگرچہ جنت الفردوس یابی

حق سبحانہ تعالیٰ کے دیدار مقدس کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب خمسین تصنیف کی ہے جو اربعین سے کسی قدر مختصر ہے، میں نے اس کی چند وہ باتیں نقل کی ہیں جنھیں بعض اہلِ تصانیف نے بدلیل ثابت کیا ہے اور بعض نے محض قلم فرسائی کی ہے منجملہ ان کے ایک مسئلہ رویت باری تعالیٰ کا اثبات عقلی دلیل پر موقوف و منحصر نہیں ہے اور ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہے اور عقلی دلیل سے رویت کا اثبات کیا ہے وہ کسی طرح درست اور صحیح نہیں۔ ابو منصور کی تقریر کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جسم مرئی اور محسوس ہے اور جس طرح وہ خود مرئی ہے اسی طرح اس کی حرکت بھی مرئی ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ رویت ایک ایسی صفت ہے جو جسم اور حرکت میں مشترک ہے علی ہذا القیاس رویت جواز کی علت بھی مشترک ہے۔ جب یہ تمہید ذہن نشین ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ جو چیز جسم و حرکت میں مشترک ہے وہ وجود ہے حدوث کے ساتھ اور حدوث تو اس کے لائق نہیں کیونکہ حدوث کہتے ہیں اس وجود کو جو سابق میں معدوم ہو اور عدم نہ تو خود علت ہونے کے لائق ہے نہ غیر علت ہونے کے قابل اور اگر یہ دونوں شقین باطل ہیں تو رویت حق تعالیٰ کے جواز علت کے لیے وجود ہی متعین ہوا اور حق تعالیٰ عین وجود ہے پس ان مقدمات کی ترتیب سے صاف یہ نتیجہ نکل آتا ہے کہ حق تعالیٰ

مرئی ہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ کی اس تقریر پر مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعتراض ہے کہ مخلوقیت بھی جسم وحرکت میں مشترک ہے اور اس سے کہ وہ مخلوق یقین ہو۔ یہ نکتہ اور یہ اعتراض نہایت محکم اور لاجواب ہے جس کا اس وقت تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ بعدہ ابو منصور فرماتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت نے اس مسئلہ میں یوں تاویل کی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فان استقر مکانہ فسوف ترانی یعنے اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو اے موسیٰ تو مجھے اپنے قریب دیکھ سکے گا اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اپنی رویت کو استقرار جبل کے ساتھ معلق کیا ہے اور استقرار جبل ممکن ہے۔ اور جو چیز ممکن کے ساتھ معلق ہوتی ہے وہ حقیقت میں ممکن ہوتی ہے۔ مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بھی ایک نہایت لطیف اور قوی اعتراض کیا ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ جواز رویت جو استقرار جبل کی شرط کے ساتھ معلق ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے کونسا استقرار مراد ہے یعنے جواز رویت استقرار جبل کی حالت میں معلق ہے یا تحویل جبل کی حالت میں اگر استقرار کی حالت میں ہے تو ظاہر بات ہے کہ جو چیز شرط ہے وہ ثابت اور متحقق ہے اور جو چیز تحقیق کے ساتھ معلق ہے متحقق وثابت ہے لیکن فی الحال متحقق نہیں ہے اور اگر تحویل جبل کی حالت میں معلق ہے تو استقرار جبل حالت تحویل میں ممتنع ہے اس سے صاف واضح ہو گیا کہ یہ نکتہ حقیقۃً ضعیف ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جو سوال رویت اور جواب لن ترانی کے بعد قرآن مجید میں واقع ہوا ہے فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا یعنی جب موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی اور اسے روشن ومنور کیا تو پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر ڈالا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے تو میری گذارش یہ ہے کہ پہاڑ نے خدا کو دیکھا کہ نہیں فرمایا ظاہر آیت تو اسی پر دلالت کرتی ہے کہ پہاڑ کو دولتِ دیدار میسر ہوئی ہو اور یہ جو مفسروں نے تفسروں میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے تجلی کرنے اور پہاڑ کو منور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اسے ملکوت نے تجلی کے ظاہر کے خلاف اور بے ضرورت آیت کے الفاظ سے عدول ہے کیونکہ اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کی رویت فی الجملہ جائز ہے۔ لان کون الباری سبحانہ و تعالیٰ مرئیا للنفس و یغیرہ من صفات الکمال و جل جلالہ موصوف بجمیع صفات الکمال اگر کہا جائے کہ دلیل سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ دنیا میں کسی شخص کو دیدار حاصل نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے کیونکہ جس قول سے رویت

حق تعالیٰ کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے اس کا دنیا میں کسی نے نشان نہیں دیا ہے تو میں جواب میں کہوں گا کہ یہ حکم جنس انسان کی نسبت وارد ہوا ہے۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس پہاڑ کو جس پر حق تعالیٰ نے تجلی کی تھی دیدار میسر نہیں ہوا ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں قوت پیدا کر دی ہو اور آنکھ کان عقل عنایت کیے ہوں تا کہ وہ اس شرف ابدی سے معزز و ممتاز ہوا ہو اور دیکھنے کے بعد نیست و نابود ہو گیا ہو احتمال بقا کی اس میں طاقت نہ رہی ہو اور ہیبتِ خداوندی سے پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ ہو گیا ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اندازہ کام پر متنبہ ہو کر سوال سے باز رہے ہوں۔
جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جو لوگ حق تعالیٰ کے دیدار کے منکر ہیں نہیں معلوم کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو لوگ خوش اعتقاد ہیں وہ کل قیامت کے روز وعدۂ دیدار کی امید میں نہایت خوش اور مسرور ہیں دیدار خداوندی کی حلاوت ہر شخص کو اس کے اندازۂ شوق کے مطابق حاصل ہوتی ہے تاوقتیکہ اس قسم کا ذوق شوق نہ ہو گا کیا ذوق ولذت پائے گا۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو دیدار الٰہی کے مشتاق دنیا سے جاتے ہیں اور بعضوں کو وہاں جا کر شوق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ وہیں اس ذوق کو پاتے ہیں لیکن دنیا سے اشتیاق کی حالت میں اُٹھنا اعلیٰ درجہ کی کرامت اور خوبی کی بات ہے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے یہ اشکال پیش آیا کہ جو لوگ دنیا سے اُٹھ کر عالمِ قدس میں پہنچے کیا انہیں بہشت میں جانے سے پیشتر دیدار الٰہی میسر ہو جاتا ہے یا نہیں میں اسی خیال میں محو تھا کہ ایک رات کو شیخ نجیب الدین متوکل کے خادم رئیس نامی کو خواب میں دیکھا اور حالت خواب ہی میں یہ اشکال اس کے سامنے پیش کیا اس نے جواب دیا کہ یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا اور ساتھ ہی نہایت قوی استعجاب واستبعاد ظاہر کیا اور خواب کے دیکھنے سے میں اور مشکل میں پڑ گیا اور اب میرے اس خیال میں پہلے سے زیادہ ترقی ہو گئی یہاں تک کہ ایک رات ایک عورت زیبا نام کو اس کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا یہ عورت نہایت پاک دامن اور عفت مآب تھی اور مجھے اپنا بھانجا کہا کرتی تھی میں نے جب اس سے یہ ماجرا بیان کیا تو اس نے کہا بعض آدمی بہشت میں داخل ہونے سے پیشتر بھی دیدار الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں چنانچہ میں اس وقت تک دوبار اس دولت پر کامیاب ہو چکی ہوں میں نے پوچھا کہ خالہ جان تمہیں یہ ابدی دولت کون سے عمل سے حاصل ہوئی۔ کہا اصل بات یہ ہے کہ میں ہر روز چند روٹیاں اپنے آقا سے پاتی تھی اور ان میں سے ایک روٹی درویشوں کو دے ڈالتی تھی سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک درویش تھا جو ہر وقت اپنے خرقہ میں سر ڈالتا اور باہر نکالتا تھا اور یہ

بات کہتا تھا تعجب کی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو باوجود کمال نبوت کے خدا کا دیدار میسر نہیں ہوا اور اس کے دیکھنے کی طاقت نہ پائی یہاں ہر وقت وہ اپنے دیدار سے محظوظ کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ جسے وہ اپنا جلوہ دکھانا چاہتے ہیں وہ اسے دیکھ لیتا ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پورے ہزار بار حضرت عزوجل کو خواب میں دیکھا بعد ازاں پوچھا کہ خداوند بندہ اس دولت پر کسی عمل سے کامیاب ہو سکتا ہے فرمایا قرآن مجید کی تلاوت سے عرض کیا معنی سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر معنی سمجھے ہوئے ارشاد ہوا جس طرح پڑھا جائے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی قدس اللہ سرہٗ العزیز چالیس برس تک شب کو نہیں سوئے ایک رات خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور اس ابدی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے پھر تو انکی یہ کیفیت ہوئی کہ جہاں جاتے بستر ابغل میں دبائے پھرتے اور جس جگہ موقع پاتے اس غرض سے سو جاتے کہ اس دولت دیدار کو دوبارہ خواب میں حاصل کریں یہاں تک کہ ایک دن ایک آوز آئی اے شجاع یہ دولت ان بیداریوں کا ثمرہ تھا جن پر تو چالیس برس تک عامل رہا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ قوت القلوب میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام علی موفق قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں گیا ہوں چلتے چلتے جب دور تک نکل گیا تو خطیرہ قدس میں پہنچا وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص عرش کے پردوں کو کھولے ہوئے حضرت عزوجل کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے اور پلک سے پلک نہیں جھپکاتا میں نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے کہا گیا خواجہ معروف کرخی ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کو دوزخ کے خوف سے نہیں، جنت کی طمع سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی دوستی اور شوق دیدار کیلئے عبادت کی ہے یہاں خدا تعالیٰ نے اس عبادت کے صلے میں انہیں اپنا دیدار مباح کر دیا ہے وہ اسی طرح قیامت تک اس دولت سے محظوظ رہیں گے۔ لوگوں نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے فرمایا اس میں علماء کا بہت اختلاف ہے لیکن مختار اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ معراج کی شب کی رویت میں کوئی تحقیق نہیں ہے اور قطعی طور پر کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر صاحب نے خدا کو نہیں دیکھا اس پر سائل نے دلیل پیش کی کہ ابو درداء صحابی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ سے جب لوگوں نے پوچھا رایت ربک قال انی راہ یعنے کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا فرمایا ہاں میں نے اسے دیکھا ہے۔ سلطان المشائخ نے سائل کے جواب میں فرمایا کہ ہاں یہ حدیث میں آیا ہے لیکن اور بہت سی حدیثیں اس کے خلاف میں وارد ہوئی ہیں اور جب یہ ہے تو رویت

شب معراج قطعی اور تحقیقی نہیں ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو حضرت علیکرم اللہ وجہہ کی اولاد میں ہیں اور جناب امیر المومنین مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خرقہ کا ایک شعبہ انکی طرف سے بھی چلتا ہے نہایت بزرگ اور دانشمند آدمی تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ مجھے خدا کو دکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا تو جانتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو انہیں عذاب الٰہی نے ہلاک کر دیا آسمانی بجلی سے سب کے سب تباہ ہو گئے جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں انکے حال سے خبر دیتا ہے قالوا ارنا اللہ جهرة فاخذ تهم الصاعقة اور موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو جواب لن ترانی سنا تو تو اتنی بڑی جرأت اور گستاخی کیوں کرتا ہے۔ سائل نے کہا کہ حضرت وہ عہد موسوی تھا اور یہ زمانہ محمدی ﷺ ہے۔ جناب پیغمبر صاحب کے کمترین چاکروں میں ایک بایزید تھے وہ کہا کرتے تھے لَیسَ فی جُبتی سویٰ اللہ یعنی میرے جبے میں حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں اور اسی طرح اس شخص نے اور بھی کئی نظیریں پیش کیں امامؓ نے اپنے غلاموں سے فرمایا اسے پکڑ کر دریا میں غرق کر دو چنانچہ آپ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور اسے دریا میں ڈال دیا گیا لوگ غوطہ پر غوطہ دیتے تھے اور وہ برابر چلاتا کہ یا ابن رسول اللہ الغیاث الغیاث بزرگ امام فرماتے تھے کہ اسے برابر غوطے دیئے جاؤ یہاں تک کہ اس نے کہا الٰہی الغیاث جب اس کے منہ سے یہ لفظ نکلے تو حضور نے فرمایا اے غلامو اب اسے چھوڑ دو جب انہوں نے چھوڑ دیا تو وہ پانی میں سے باہر نکل کر آیا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے سر زمین پر رکھ کر کہا حضرت مجھے دیدار الٰہی کا معائنہ ہو گیا فرمایا کس طرح معائنہ ہوا عرض کیا کہ میں نے آپ سے بار بار فریاد کی درخواست کی لیکن آپ میری فریاد کو نہیں پہنچے تب میں نے مجبور ہو کر دل میں کہا کہ اب خدا تعالیٰ سے فریاد کرنی چاہیے اسی وقت میرے سینے میں ایک روزن ہویدا ہوا جس سے میں نے وہ چیز دیکھی جس کی درخواست کرتا تھا۔ یہ حکایت بیان کر کے سلطان المشائخ نے فرمایا واہ کیا خوب اس شخص کا سوال تھا اور کیا عمدہ امام جعفر صادقؓ کا جواب تھا دیکھو آپ نے کمال عقل سے اسے کس طریق کے ساتھ جواب دیا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حرم محترم جناب صیفورا ایک دن آپ کے پاس آکر فرمانے لگیں کہ مجھے آپ کے جمال مبارک کے دیکھنے کی آرزو ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اسے دیکھ نہ سکو گی جس قدر آپ منکر ہوتے تھے اسی قدر حضرت صیفورا اصرار کرتی تھیں آپ نے ناچار ہو کر چہرہ مبارک سے برقع اُلٹ دیا امیر خسرو کہتے ہیں۔

برون آاز درون دیوانہ گردان ہوشیاراں را ولیکن خسروِ دیوانہ را دیوانہ تر گردان

جوں ہی حضرت صفورا کی نظر اس جمال جہاں آرا پر پڑی نابینا ہو گئیں آپ نے تین مرتبہ اور بقولِ بعض ستر مرتبہ برقعہ کو اُٹھایا جوں جوں آپ برقع کو اُٹھاتے جاتے تھے صفورا نابینا ہوتی جاتی تھیں لیکن اس اصرار سے باز نہ آتی تھیں۔ انجام کار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انہوں نے دوبارہ بینائی پائی اور اس وقت ہاتف نے آواز دی کہ اے موسیٰ تمہیں حائضہ سے محبت کا سبق پڑھنا چاہیے کہ اتنی مرتبہ نابینا ہوئی اور پھر برابر دیدار کی درخواست کرتی رہی اور تو ایک دفعہ میں چیخ پڑا اور مضطربانہ کہہ اُٹھا انی تبت الیک یعنے میں نے توبہ کی تیری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس ندا سے سخت حیرت پیدا ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب اہلِ بہشت، بہشت میں جمع ہوں گے تو سب مل کر پروردگار ذوالجلال لا یزال کے دیدار کی تمنا کریں گے حکم ہوگا کہ سب دار الضیافت میں جمع ہوں چنانچہ بہشتی یہ مژدہ سن کر بیت الضیافۃ میں اکھٹے ہوں گے فوراً ایک سفید ابر ان کے گرداگرد چھا جائے گا اور بہشتی محلوں کو جو موتی اور جواہر سے جڑاؤ اور مکمل ہوں گے گھیر لے گا دیکھتے دیکھتے ابر سے مشک و کافور برسے گا اور بہشت کی ہوا کافور و مشک بن جائے گی۔ اس کے بعد حضرت ذوالجلال اپنے جمال جہاں آرا سے پردہ اُلٹ دے گا اور دیدار سے جنتیوں کو محظوظ فرمائے گا بہشتی اسی ہزار برس تک اس لذتِ دیدار میں مستغرق و محو رہیں گے۔ یوم یقوم الناس لرب العالمین کے یہی معنی ہیں یعنی اس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تفسیر حقائق میں لکھا ہے کہ یہ لوگ تخت رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے کہ خطاب ہوگا کہ اے میرے بندو دنیا دارِ تکلف تھی اور تم نے وہاں میرے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کماحقہ قیام کیا جنت تکلیف کا گھر نہیں ہے لہذا بیٹھ کر ہمارے جمال ذوالجلال کا مشاہدہ کرو لیکن بہشتی رعایتِ ادب کریں گے اور بیٹھنے کو ترکِ ادب سمجھ کر ویسے ہی کھڑے رہیں گے حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا اور بہشتی ان پر ٹیک لگا کر کھڑے رہیں گے اور حضرت عزت کے دیدار میں محو ہوں گے جب اسی طرح ایک مدت گذر جائے گی تو بہشتی اپنے ماں باپ کے دیکھنے کی آرزو کریں گے خدا تعالیٰ فوراً انہیں جمع کر دے گا اور یہ ان سے وہ ان سے ملیں گے اسی طرح ہر جمعہ کو تمام بہشتی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے ملیں گے اور ملاقات کیا کریں گے۔ الغرض اس کے بعد ارشاد خداوندی ہوگا کہ اب تم کیا چاہتے ہو جو تمہیں

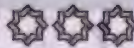
خواہش ہو شوق سے بیان کرو لکم فیھا ما تشتھیہ الانفس و تلذالاعین و انتم فیھا خالدون یعنے یہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جسے تمہارے جی چاہیں اور آنکھیں لذت حاصل کریں اور تم اس بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اللھم ارزقنا لقائک بکرمک خداوندا ہمیں اپنے فضل وکرم سے اپنا دیدار نصیب کر شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

شادی بروز گار گدایان کوئے اوست　　بر خاک رہ نشستہ بر امید رویت اند

ایک دفعہ امیر حسن شاعر نے جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ دیدار الٰہی کی نعمت جس کے حصول کا وعدہ ایمانداروں سے کیا گیا ہے اور جو قیامت میں انہیں حاصل ہو گی تو اس کے بعد وہ کونسی نعمت سے سرفراز و معزز ہوں گے حضور کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے کہ امیر حسن سخت کوتاہ نظری اور قصور ہمتی ہے کہ اس کے بعد دوسری چیز کی طرف نظر کریں امیر حسن شاعر نے دوبارہ عرض کیا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں

افسوس برآن دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است　　یا دیدہ کہ بعد از تو بروئے نگریدہ است

جناب سلطان المشائخ نے اس بیت کی بہت تعریف کی اور فرمایا شیخ نے خوب کہا ہے۔
کاتب حروف نے حضرت شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ملفوظات میں لکھا دیکھا ہے کہ بزرگانِ طریقت میں سے ایک شخص جو اہلِ عشق سے تھا اپنی مناجات و دعا میں یوں کہا کرتا تھا الٰہی اگر تو مجھ سے ستر سال کا حساب کتاب طلب کرے گا تو میں تجھ سے ستر ہزار سال کا حساب طلب کروں گا کیونکہ پورے ستر ہزار سال ہوئے ہیں جو تو نے الست بربکم کی ندا دی تھی اور تمام مخلوق کو شور وفغاں میں لایا تھا یہ کہ کر وہ بزرگ اچھلنے کودنے لگا اور پکار پکار کر کہنے لگا کہ یہ تمام شور وشغب جو زمین و آسمان میں پڑا ہوا ہے اسی الست کے شوق سے ہے ابھی کہ اس بزرگ نے اپنی مناجاب تمام نہ کی تھی جو ندا آئی سُن اور اچھی طرح سن۔ جب قیامت برپا ہوگی تو میں تیرے ہفت اندام کو ذرہ ذرہ کردوں گا اور ہر ہر ذرے سے دیدار ظاہر کر کے کہوں گا کہ ان ستر ہزار سال کا یہ حساب ہے اور یہ ان کا کفارہ ہے۔



باب نہم

سماع، وجد اور رقص وغیرہ کا بیان

سماع کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں۔ حلال، حرام، مکروہ اور مباح۔ اگر صاحبِ وجد کو حق کی طرف زیادہ میل ہے تو اس کے حق میں سماع مباح ہے اور اگر اس کا میلان طبیعت مجاز کی طرف بیشتر ہے تو سماع اس کے حق میں مکروہ ہے لیکن جب دل کا میل بالکل مجاز ہی کی طرف ہو تو اسے سماع حرام ہے اور جب میلانِ طبع بالکل حق کی طرف ہے تو حلال ہے۔ پس اس کام والے کو چاہیے کہ حلال و حرام اور مباح و مکروہ کو اچھی طرح پہچانے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سماع کے لیے چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب وہ چیزیں مہیا ہوں تو سماع مباح ہوتا ہے ایک مسمع۔ دوسرے مستمع، تیسرے مسموع چوتھے آلہ سماع۔ مسمع یعنے گانے والا مرد کامل ہونا چاہیے نہ تو لڑکا ہو نہ عورت۔ اور مستمع یعنے سننے والے کیلئے یہ شرف ہے کہ یادِ حق سے خالی نہ ہو اور مسموع یعنے جو چیز گائی جائے اور کہی جائے وہ فحش اور تمسخر سے خالی ہو اور آلہ سماع مزامیر ہے۔ جیسے چنگ اور رباب وغیرہ۔ یعنے سماع میں یہ چیزیں موجود ہوں۔ پس جو سماع ان شرطوں کے ساتھ پایا جائے گا حلال ہے ورنہ نہیں۔ سماع حقیقت میں موزوں آواز کو کہتے ہیں اور یہ کسی طرح حرام نہیں ہے آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ سماع علی الاطلاق نہ تو حلال ہی ہے نہ حرام ہی بلکہ بعض وقت میں حلال اور بعض وقت میں حرام۔ چنانچہ لوگوں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ سماع کیا چیز ہے فرمایا سماع سننے والا کون شخص ہے اگر محتاط اور متقی ہے اور سماع ممنوعات سے خالی ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے سامنے سماع کی حرمت و حلت میں جو قدیم سے علماء میں اختلاف چلا آتا ہے مذکور ہوا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ایک شخص جل کر خاکستر ہو گیا اور دوسرا

ہنوز اختلاف کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

آتش اندر پختگان افتاد و سوخت خام طبعان ہم چناں افسردہ اند

نیز شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز سے منقول ہے کہ السماع یحرک قلوب المستمعین و یو قد نارا لشوقِ فی صدور المشتاقین یعنے سماع ایک ایسی موزوں اور مناسب آواز ہے جو سننے والوں کے دلوں کو جنبش میں لاتی اور مشتاقوں کے سینوں میں آگ بھڑکاتی ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مشائخ کے ایک گروہ نے سماع حالت بے اختیار میں جائز رکھا ہے اور جب سننے والے اختیار میں ہوں تو سماع کو معلول بتایا ہے۔ مولانا علامۃ الوریٰ شیخ فخر الدین زرادی حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ رسالہ اباحت سماع میں امام غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ سماع کا پہلا درجہ فہم مستمع ہے یعنے سننے والے کے دل میں معنے اور مطلب واقع ہوتا ہے جو سماع سے پیدا ہوا ہے۔ اس فہم کا ثمرہ یہ ہے کہ سننے والے پر وجد طاری ہوتا ہے اور وجد کا نتیجہ یہ ہے کہ اعضا میں جنبش و حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بات سننے والے کے مختلف احوال کی حیثیت سے واقع میں مختلف ہوتی ہے اور سننے والے کے چار احوال ہیں ایک یہ سماع اس کے حق میں ایک طبعی بات ہو یعنے اس ے بجز اس کے اور کوئی لذت و حظ میسر نہ ہو کہ الحان و نغمات سے مزہ لیتا ہے اور یہ سماع مباح ہے لیکن اس میں دوسرے حیوانات بھی شریک ہیں۔ دوسرے یہ کہ سننے والا سماع کو مخلوق معین یا غیر معین کی صورت پر حمل کرے اور یہ سماع جوانانِ دنی شہوت کا ہے یہ محض حرام ہے کیونکہ باطنی خبث و دناءت کی خبر دیتا ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرتے۔ چوتھے یہ کہ سننے والا سماع کو اپنے نفس کی کیفیات واحوال پر عمل کرے یا ان احوال پر محمول کرے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اور یہ سماع مریدوں کا ہے۔ اور خاص کر ان مریدوں کا جنہوں نے ابھی ابھی اس راہ میں قدم رکھا ہے کیونکہ مریدوں کو ضرورتاً ایک مراد مقصود ہوتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ان کا مراد خدا تعالیٰ کی معرفت اور وصول الی الحق ہے۔ نیز مریدوں کو سلوک کی حالت میں بہت سے احوال پیش آتے ہیں جیسے قبول، رد، وصل، ہجر، طمع، ناامیدی وغیرہ۔ پس جب وہ اشعار سنتا ہے تو انہیں ان احوال پر محمول کرتا ہے۔ چوتھے یہ کہ

سننے والے کا سماع عین حق ہو یہاں تک کہ حالت سماع میں عین شہود میں اپنے تئیں دیکھے اور دنیا و مافیہا کی ذرا خبر نہ رہے۔ جیسا کہ ان عورتوں کا حال تھا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدہ میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اور اس مشاہدہ میں اس قدر محو ہو گئی تھیں کہ اپنے آپ تک کی خبر نہیں رہی تھی لیکن یہ مرتبہ ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو کامل واصل ہوتے ہیں۔

آدابِ سماع کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ سماع کے لیے چند چیزیں مہیا ہونی چاہییں۔ ایک وقت خوش اور اچھا کہ اس میں دل فارغ اور مطمئن ہو اور کسی طرح کا تردد نہ ہو، دوسرے مکان دلکش اور خوبصورت جس کے دیکھنے سے راحت پیدا ہو، تیسرے اہلِ مجلس ہم جنس اور ہم عقیدہ ہوں یعنی جس قدر لوگ وہاں حاضر ہوں سب اہلِ سماع اور معتقد سماع ہوں اور جب سماع کے وقت مجلس میں بیٹھے تو خوشبو کا استعمال کرے کپڑے پاکیزہ پہنے۔ مولانا فخر الدین زرادی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ سماع کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ گوش ہوش سے سُنے کسی طرف التفات نہ کرے اور سننے والوں کی طرف نظر نہ کرے کھنکارنے اور جمائی لینے سے تا بمقدور باز رہے اور جب تک مجلس سماع میں بیٹھے اس طرح بیٹھے کہ سر جھکائے رہے فکر میں مستغرق رہے اور تالیاں بجانے رقص کرنے اور دیگر حرکات نامناسب کرنے سے دل پر قابو رکھے اسی طرح سماع کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب تک بن پڑے اُٹھے نہیں اور زیادہ آواز سے روئے نہیں۔ لیکن یہ ادب اس وقت تک ملحوظ رہ سکتا ہے جب تک ضبط نفس پر قدرت حاصل ہو ورنہ حالت بے اختیاری میں اسے رقص و گریہ کرنا مباح ہے اگر ریا کا قصد نہ ہو کیونکہ گریہ دلی حزن و رنج کو دور کرتا ہے اور رقص تحریکِ سرور کا موجب ہوتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ مرید سالک کے لئے تمام سرور مباح و جائز ہیں۔ سماع کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھڑے ہونے میں اہلِ مجلس کی موافقت کرے یعنے اگر حاضرین میں سے کوئی شخص وجد صادق کی وجہ سے کھڑا ہو جائے یا وجد کی اظہار کی نیت سے کھڑا ہو تو اس کی موافقت میں کھڑا ہو جانا ضرور ہے۔ جب شیخ بدالدین سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ انتقال کر گئے تو لوگوں نے انہیں سنکولہ میں دفن کیا۔ تیسرے روز سلطان المشائخ تشریف لے گئے مجلس عالی منعقد ہوئی اور سماع چھیڑ دیا گیا۔ سلطان المشائخ بھی اُٹھ

کھڑے ہوئے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ میں اور ان میں تو بعد مسافت ہے تو آپ کو بیٹھ جانا چاہیے اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مجلسکی موافقت شرط ہے۔ کاتب حروف نے والدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ شیخ بدر الدین سمرقندی بڑے بزرگ شخص تھے شیخ سیف الدین باخرزی کے ممتاز خلیفہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے ہم صحبت تھے۔ سید زائر الحرمین اور حافظ و دانشمند تھے ۔ الحق وہ شخص بڑا ہی صاحبِ کمال ہے جس میں اس قدر فضائل موجود ہوں آپ سماع میں غلو تمام رکھتے اور بے سلطان المشائخ کے سماع نہ سنتے علاوہ ان فضائل خاص کے ظاہری خوبصورتی اور نیک سیرتی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ سماع کا ایک ادب یہ ہے کہ ایسے شخص کو رقص نہ کرنا چاہیے جو قوم پر گراں اور ناگوار گزرتا ہو کیونکہ اس سے ان کے دل پریشان ہوں گے اور سماع میں خاک حظ نہ آئے گا۔ عوارف میں اسی طرح منقول ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ سماع کو برا جانتے ہیں فرمایا نہیں میں اسے برا نہیں جانتا لیکن وہ لوگ بہت کم ہیں جو سماع کا آغاز و اختتام قرآن کے ساتھ کرتے ہوں یعنے اگر مجلس سماع میں اول آخر کچھ قرآن پڑھ لیا جائے تو ایسا سماع برا نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور لوگ مجھے ایذا دیتے اور اس بارے میں زبان درازیاں کرتے ہیں فرمایا اے ابو علی تو اس کو برداشت کر کیونکہ وہ تیرے یار اصحاب ہیں۔ ممشاد علیہ الرحمۃ ہمیشہ فخراً بیان کیا کرتے تھے کہ میری یہ کنیت خاص آنحضرت ﷺ نے رکھی ہے۔

ان الفاظ کی تفسیر و توضیح کا بیان جو مصطلح شعرا ہیں اور معشوق کے اوصاف میں مستعمل ہوتے ہیں

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ زلف کے لفظ کو قرب خداوندی پر محمول کرنا چاہیے اور یہ لفظ سن کر قولہ تعالیٰ لیقربونا الی اللہ زلفی کا تصور کرنا مناسب اور لفظ نون سے جنت، چشم سے نظرِ رحمتِ خدا۔ قرآن میں آیا ولتصنع علی عینی شاعر لوگ زلف کو کافر باندھتے ہیں اس لیے کہ کفر کے معنے پوشیدہ ہونے کے آتے ہیں چونکہ زلف بھی دانۂ خال کو چھپا لیتی ہے اس سبب سے اسے زلف کہتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

کافر نشوی قلندری کار تو نیست

یعنے تاوقتیکہ تو مدعی ہستی کا ہے اور اعمال صدق تجھ پر پوشیدہ نہ ہوں تیرا عشق کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے ہاں عشق کا مدعی اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ نفس سے مرتد ہو کاتب حروف نے مولانا فخرالدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ میں جسے آپ نے سماع کے بارہ میں تالیف کیا ہے لکھا دیکھا ہے کہ وقت سے مراد وہ چیز ہے جو بندہ اور خدا تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری کے درمیان حائل ہو اور بیاض وجہ سے مقصود نور ایمان اور سواد خال سے ظلمت معصیت اور وہ معانی مطلوب ہیں جو مقام وحال کے نقصان پہنچانے والے ہیں پس الفاظ اوصاف کا محمول کرنا اس شخص کا حق ہے جو مستقل فہم رکھتا ہو اور ظاہری الفاظ سے ان چیزوں کی طرف انتقال ذہن کر سکتا ہو جو الفاظ کے مناسب ہوں یعنے امورِ حق تعالیٰ پس الفاظ اشعار الفاظ مثالی کی مانند ہیں اور ان امثال سے وہی چیز مقصود و مطلوب ہے جو ان کے مناسب ہیں پھر مطالب کا اظہار مثالوں کے پیرایہ میں صرف اس وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ یہ طریقہ نفوس میں بہت جلد موثر ہوتا اور دلوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے نقوش جماتا ہے کیونکہ جو باتیں وہمی اور خیالی ہوتی ہیں وہ اس طریقہ صورتِ تحقیق میں ظاہر ہوتی ہیں اور جن چیزوں تک فکر و وہم کی مشکل سے رسائی ہوتی ہے وہ معرض یقین میں دکھائی دیتی ہیں اور غائب لباس حاضر میں جلوہ گر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس یعنی قرآن مجید اور سابق کی کتب منزلہ میں مثالیں بکثرت بیان کی ہیں اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کلام میں بیشتر مثالوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہے کہہ وتلک الامثال نضربها للناس یعنے ہم لوگوں کیلئے بکثرت مثالیں بیان کرتے ہیں وما یعقلها الا العالمون اور انہیں وہی سمجھتے ہیں جو عالم اور دانا لوگ ہیں۔ علی ہذا القیاس اور بہت سی آیتیں اسی مضمون کی وارد ہیں۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ سماع کی حالت میں جو حرف میرے کان میں پڑتا ہے گویا وہ حق تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت کا لباس پہن کر میرے کان میں پہنچتا ہے اور یہ ایک ملکہ ہے جو مجھے خدا کی طرف سے حاصل ہوا ہے یہاں تک کہ جب کوئی لفظ میں سنتا ہوں تو اسے شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر فرید الحق والدین کے اوصاف حمیدہ پر حمل کرتا ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز کی حیات میں میں ایک مجلس میں موجود تھا۔ قوال سے یہ بیت سنی۔

مخرام بدین صفت مبادا کز چشمِ بدت رسد گزندے

اس بیت کے سننے کے ساتھ مجھے شیخ کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف مقبولہ اور آپ کی کمال بزرگی اور غایت لطافت یاد آ گئی اور اس قدر متاثر ہوا کہ اس حرف پر پہنچ کر آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اس کے بعد بہت عرصہ نہ گذرا کہ حضور کا وصال ہو گیا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ کل قیامت کے روز صوفیوں اور اہل سماع کو فرمانِ الٰہی پہنچے گا کہ جو بیت تم سنتے تھے اسے ہمارے اوصاف پر حمل کرتے تھے یہ لوگ کہیں گے ہاں ہم ایسا کرتے تھے۔ حکم ہو گا کہ تمام اوصافت تو حادث تھے اور ہماری ذات قدیم۔ پھر حادث اوصاف کا حمل قدیم پر کیونکر جائز ہو سکتا ہے وہ کہیں گے۔ خداوندا ہم غایت محبت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے ارشاد ہو گا کہ جب تم ہماری محبت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے تو ہم نے تمہیں معاف کیا اور اپنی رحمت کا مینہ تم پر برسایا۔ ازاں بعد سلطان المشائخ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ جب ایسے شخص پر عتاب ہے جو محبت حق میں ہمیشہ مستغرق و محو ہے تو اوروں کے ساتھ نہ معلوم کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اس موقع پر امیر حسن شاعر نے عرض کیا حضور بندہ کو جیسا کہ سماع میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے ویسا کسی وقت نہیں ہوتا۔ فرمایا انتخاب محبت اور مشتاقوں کا یہی تو وہ ذوق ہے کہ جو انہیں آگ میں بھی مزا اور لطف دیتا ہے یہ فرما کر آپ چشم پر آب ہوے اور سینہ مصفا سے ایک آہ سرد نکالی اور فرمانے لگے کہ مجھے ایک روز خواب میں عالمِ غیب سے کوئی چیز ظاہر ہوئی اس وقت میں نے یہ مصرع پڑھا

اے دوست بدست انتظارم کشتی

اور پھر خواب ہی میں اس مصرع کو یوں بدل کر پڑھا۔

اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی

لیکن جب میں بیدار ہوا تو مجھے یاد آیا کہ مصرع تو یوں ہے۔

اے دوست بزخمِ انتظارم کشتی

میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ اکثر اوقات سالک ایک مچھر کی بھنبناہٹ سنتا اور اس سے کوئی عمدہ مضمون استنباط کر کے ذوق شوق سے محظوظ ہوتا ہے اسی طرح مکھی اور پرندوں کی آواز سے کلام مفہوم اخذ کرتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ناقوس کی آواز سن کر حاضرین سے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے جواب دیا نہیں فرمایا کہتا ہے۔

سبحا ن اللہ حقا حقان المولیٰ قد یبقی۔

اہلِ سماع کے وجد کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ باری تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام واجد بھی ہے اور یہ واجد بمعنی بخشندۂ وجد سے مشتق ہے اور کبھی اس کے معنی صاحب وجد کے بھی آتے ہیں لیکن یہ دوسرے معنی خدا تعالیٰ کے حق میں چسپاں نہیں ہوتے اور جب یہ ہے تو واجد کے معنے وجد کا دینے والا درست ہیں مولانا فخر الدین زرادی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ عثمان مکی وجد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عبارت از وجد ممکن است کیونکہ وجد اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے عند المومنین الموقنین یعنے وجد ایک ایسا سر الٰہی ہے جو صاحبِ یقین مومنوں کے نزدیک خدا نے رکھا ہے۔ ابو سعید خراز فرماتے ہیں کہ رفع حجاب اور مشاہد رقیب اور اساس مقصود وغیرہ کو وجد کہتے ہیں۔ حکماء کا قول ہے کہ وجد اس دلی لطیفہ کا نام ہے جسے لفظوں میں ادا کرنا اور نطق کا جامہ پہنانا دشوار ہے البتہ نفس اسے الحانات ونغمات کے ساتھ باہر لاتا اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو سرور اور اعضا میں حرکت خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔

اس احوال کا بیان جو حالتِ سماع میں پیدا ہوتا ہے

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ سماع کی حالت میں جو احوال وارد ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ایک انوار، دورے احوال، تیسرے آثار اور یہ تینوں چیزیں تین طریقوں سے اترتی ہیں۔ عالمِ ملک سے، عالمِ ملکوت سے، عالمِ جبروت سے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سماع کی حالت میں عالم ملکوت سے ارواح پر انوار نازل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں عالمِ جبروت سے دلوں پر احوال اُترتے ہیں پھر عالم ملک سے وہ چیزیں نازل ہوتی ہیں۔جن سے اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور انہیں آثار کہتے ہیں۔فرماتے تھے ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ کسی جہاد سے لوٹ کر دولت خانہ میں تشریف لائے اور فرمایا کوئی ایسا ہے کہ دف بجائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دف اُٹھالیا اور بجانا شروع کیا اور ساتھ ہی یہ شعر بار بار پڑھا۔

اتینا کم اتینا کم فحیونا و حیا کم　　اتینا کم اتینا کم یحیونا یحییکم

ولوا لا التمرۃ الحمراء ما کنا لوادیکم　　ولو لا دعوۃ الرحمن ما کنا ابوایکم

آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ عائشہ یہی کہے جاؤ۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ یاروں میں تشریف رکھتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر آئے واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق آنحضرت ﷺ اس آیت کو سنتے ہی وحشت کی وجہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور پاؤں کے بل کود کر بیٹھ گئے آپ کو اس قدر فرحت و سرور حاصل ہوا کہ اس میں چادر مبارک کندھے سے مجلس میں گر پڑی۔ اور یہ مشہور بات ہے کہ اس مجلس میں بہت سے صحابی جمع تھے سبھوں نے چادر مبارک کا ذرا ذرا سا ٹکڑا تقسیم کرلیا اور تبرکاً اپنے پاس رکھا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص تھا جسے کعب زہیر کہتے تھے اس نے زمانہ جاہلیت میں آنحضرت ﷺ کی ہجو میں چند بیتیں کہی تھیں۔ اور آپ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ جب مکہ کے پہاڑوں پر اسلامی جھنڈا اگڑ گیا اور جناب رسول عربیؐ نے مکہ فتح کیا تو یہ شخص بھی وہاں موجود تھا۔ لوگوں نے اسے خبر دی کہ پیغمبر صاحب نے صحابہ کو حکم فرمایا ہے کہ زہیر کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ زہیر نے یہ خبر پاتے ہی صحابیوں کے خوف سے عورتوں کا لباس پہن کر اور منہ کو کپڑے سے چھپایا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آموجود ہوا اور فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر شعر پڑھنے شروع کیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کون ہے کہا میں کعب بن زہیر ہوں آپ کے اصحاب کے خوف سے عورتوں کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں زمانہ جاہلیت میں میں نے ساٹھ شعر آپ کی ہجو میں کہے تھے اب اس سے دو چند ایک سو بیس شعر حضور کی مدح میں کہہ کر لایا ہوں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اچھا وہ اشعار پڑھ اس نے پڑھنے شروع کیے اور پڑھتے پڑھتے جب اس شعر پر پہنچا

نبست اَن رسول اللہ اوعدنی　　و العفو عند رسولِ اللہِ مامول

مجھے خبر لگی ہے کہ رسول اللہ نے میرے لئے سزا کا حکم دے رکھا ہے حالانکہ مجھے امید ہے کہ رسول خدا کے نزدیک عفو بخشش بہت پسندیدہ ہے۔ تو جناب پیغمبر ﷺ نے اسے بار بار اس شعر کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ سماع کی حالت میں جو ایک چیز کا بار بار اعادہ ہوتا ہے اس کا ماخذ اور اصل یہی حدیث ہے۔ الغرض کعب بن زہیر جب اپنا قصیدہ پورا کر چکا تو آنحضرت ﷺ نے

اسے اپنا کپڑا عنایت فرمایا (یہی وجہ ہے کہ درویش سماع کے وقت قوالوں کو خرقہ عطا کرتے ہیں) آنحضرت کی وفات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا کہ اگر تو مجھے پیغمبر ﷺ کا عطا کیا ہوا کپڑا دیدے تو میں تجھے اس کے صلہ میں سو اشرفیاں دوں گا مگر کعب نے انکار کیا یہاں تک کہ دس ہزار اشرفیوں تک نوبت پہنچی لیکن کعب نے اسے اپنے پاس سے جدا نہیں کیا قصہ گیا گذرا ہوا جب حضرت معاویہؓ تخت خلافت پر جلوہ آرا ہوئے تو کعب بن زہیر کا انتقال ہو گیا تھا انہوں نے ایک شخص کو اس کے فرزندوں کے پاس بھیجا اور بیس ہزار اشرفیوں کے عوض وہ کپڑا لینا چاہا چنانچہ کعب کے فرزندوں نے وہ چادر خلیفہ کے حوالہ کر دی اور خلیفہ نے نہایت احتیاط سے اپنے پاس تبرکاً رکھی۔ شیخ شیوخ العالم عوارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ چادر مبارک خلیفہ ناصر الدین کے زمانہ تک اس کے خزانہ میں موجود رہی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ابو موسیٰ اشعری کو حکم فرمایا کہ تم باغ کے دروازہ پر جا بیٹھو اگر کوئی اندر آنا چاہے تو ہماری اجازت بغیر اسے اندر نہ آنے دو اس باغ میں ایک کنواں تھا آنحضرت ﷺ کنویں میں پاؤں مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے سب سے پہلے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق تشریف لائے ابو موسیٰ نے کہا آپ یہیں تشریف رکھیے میں پیغمبر علیہ السلام سے اجازت لے لوں چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنے کا حال بیان کیا فرمایا انہیں آنے دو ابو بکرؓ آئے اور آنحضرت ﷺ کی داہنی جانب کنویں پر بیٹھ گئے اور جس طرح پیغمبر ﷺ نے کنویں میں پاؤں لٹکا رکھے تھے ابو بکر صدیقؓ نے بھی لٹکائے۔ ازاں بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ابو موسیٰ شعری نے انکی بابت بھی آنحضرت ﷺ سے اجازت لیکر اندر داخل ہونے کی بشارت دی آپ آنحضرت ﷺ کی بائیں طرف آ بیٹھے۔ اور کنویں میں پاؤں لٹکا لئے۔ اتنے میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ تشریف لائے اور اجازت حاصل ہونے کے بعد آپ بھی اسی ہیت پر آنحضرت کے سامنے بیٹھ گئے جس طرح اور سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے بعدہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور آپ بھی اجازت پانے کے بعد باغ میں داخل ہوئے اور اسی ہیت پر بیٹھ گئے جس طرح سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے بعدہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آج جس طرح ہم چاروں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اسی طرح موت کے بعد بھی ایک جگہ رہیں گے اور اسی طرح

قبروں سے بھی ایک ساتھ اُٹھیں گے۔ حضرت کے اس ارشاد سے سب پر ایک عجیب وغریب حالت طاری ہوئی بعدہ' حضرت سلطان المشائخ قدس الہ سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ اہلِ دل درویشوں کو جو حالت طاری ہوتی ہے اس کی اصل یہیں سے ملتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی چیز سے متوحش ہوتے تھے تو ان کا عصا تسبیح کرنے لگتا تھا اور آپ اس سے اُنس حاصل کرتے تھے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ احمد غزالی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے شرف مکالمت سے مشرف ہو چکے تو اس کے بعد جس شخص کی نظر آپ کے جمال مبارک پر پڑتی تھی جل جاتا تھا ارشاد خداوندی ہوا کہ موسیٰ اپنے چہرہ پر برقع ڈال لو چنانچہ آپ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی لیکن وہ نقاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کے نور سے جل گئی آپ نے پشم کی نقاب بنا کر منہ پر ڈالی وہ بھی جل گئی بعد ازاں لوہے کی نقاب بنا کر ڈالی وہ بھی جل گئی اب موسیٰ علیہ السلام حیران تھے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے نبی اللہ آپ اپنے لئے وہ کپڑا تلاش کیجئے جسے درویش حالت طاری ہونے کے وقت اپنا خرقہ بناتا ہے ایسا کپڑا تلاش کرو اور اسکی نقاب بناؤ موسیٰ علیہ السلام نے ایسے کپڑے کی جستجو کی معلوم ہوا کہ فلاں مقام پر درویش رہتے ہیں اور ان کے پاس اس قسم کا کپڑا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس گئے اور کپڑا لے کر نقاب بنائی۔ پھر جو منہ پر ڈالی تو جلنے سے محفوظ رہی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر حال غالب تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک روز ایک آہ کی اور آپ کی ٹوپی جل گئی سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ حالت سماع میں بعض لوگوں پر ایسا حال غالب ہوتا ہے کہ ان میں تمیز باقی نہیں رہتی اور بعضوں پر اگرچہ حالت قوی طاری ہوتی ہے لیکن وہ مغلوب نہیں ہوتے اور ان کے ہوش و حواس سب بجا رہتے ہیں اور کمال یہی ہے کہ سماع کی حالت میں مغلوب نہ ہو۔ بعض لوگ حالت سماع میں اس درجہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور اپنی ہستی سے اس قدر بے خبر ہو جاتے ہیں کہ اگر انکے پاؤں میں لوہے کی کیل بھی ٹھونک دی جائے تو انہیں کچھ خبر نہیں ہوتی اور بعض لوگ حالتِ سماع میں خدا کے ساتھ اس قدر حاضر رہتے ہیں کہ اگر پھول کی پنکھڑی بھی ان کے پاؤں تلے ہوتی ہے تو وہ فوراً محسوس ہو جاتی ہے یہ مرتبہ حال کمال کا ہے اور اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس راہ میں کمال عروج کو پہنچ چکا ہے۔ فرماتے تھے کہ شیخ بدر الدین غزنوی نے جناب شیخ شیوخ العالم فرید

الحق والدین قدس سرہ العزیز سے سوال کیا کہ اہلِ سماع پر جو بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے شیخ نے جواب دیا کہ ان کے کانوں میں الست بربکم کو جو ندا پڑ چکی ہے یہ اسی کا اثر ہے۔ اور اسی ندا کے اثر سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ نے سب کو جمع کر کے فرمایا الست بربکم تو اس دلکش صدا سے بے ہوش ہو گئے اور وہ بے ہوشی ان میں مرکوز رہی اب جب مجلس سماع میں حاضر ہوتے ہیں تو وہی بیہوشی ان میں اثر کرتی ہے اور انکی حرکات میں حیرت پیدا ہو جاتی ہے سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سماع کی دو قسمیں ہیں ایک ہاجم دوسری غیر ہاجم، ہاجم سماع وہ ہے کہ جو سننے والے پر ابتدأ یعنے سماع سے پیشتر ہی ہجوم لاتا ہے اور وہ شخص بے اختیارانہ حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ یہ قسم اس قدر وسیع ہے جن کی کوئی شرح ہو نہیں سکتی غیر ہاجم اسے کہتے ہیں جس کا اثر سننے والے پر بعد کو پڑے اور وہ غزل وقصائد کے ہر ہر جملہ کو اوصاف خداوندی یا اپنے پیر کی ذات پر یا جو اس کے دل میں سمایا ہوا ہے اس پر محمول کرے فرماتے تھے کہ فارابی حکیم جو اپنے زمانہ میں حکمت میں بیمثل اور بے نظیر تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عجیب صورت سے حاضر ہوا مختصر سے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور نہایت حقیر صورت بنائے ہوئے تھا۔ جب خلیفہ کے سامنے سماع شروع ہوا تو اس نے چنگ اُٹھالیا اور بجانا شروع کیا۔ اس حکیم نے سماع کو تین قسم پر منقسم کیا اول مضحک یعنے ہنسی پیدا کرنے والا دوسرے مبکی یعنے رولانے والا تیسرے مغمی یعنی بے ہوشی لانے والا۔ الغرض جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا تو اول ساری مجلس قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ دوسری دفعہ جو چنگ بجایا تو سب رو پڑے تیسری دفعہ بجایا تو سب پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ تمام اہل مجلس بے ہوش ہو گئے ہیں تو ایک جگہ یہ الفاظ لکھ کر چل دیا۔ فارابی قد حضر ھھنا و غاب یعنی یہاں فارابی حاضر ہوا تھا۔ اور تمہیں بے ہوش پا کر چلا گیا۔ اہلِ مجلس نے ہوش میں آنے کے بعد جو مذکورہ الفاظ لکھے دیکھے تو معلوم کیا کہ وہ چنگ بجانیوالا حکیم فارابی تھا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہی وہ فارابی تھا جس نے خلیفہ کو بد عقیدہ کر دیا تھا لیکن بعد کو شیخ شہاب الدین نے خلیفہ کو اس مذہب وعقیدہ سے لوٹا کر مذہب اہلِ سنت و جماعت میں داخل کیا چنانچہ اس کی پوری تفصیل دسویں باب میں آئی ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دن خواجہ خضر علیہ السلام شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت درویشوں نے مجلس سماع گرم کر رکھی تھی اور شیخ شیوخ العالم مصلے پر بیٹھے

ہوئے تھے۔ دفعۃً آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اونچے کئے اور یہ بیت بلند آواز سے پڑھی۔

صد گریہ زار زیر ہر خندہ خویش — صاحب دردے کجاست تا بنمایم

فرماتے تھے میں نے شیخ ضیاء الدین رومی سے سنا ہے ارشاد فرماتے تھے کہ میرا ایک رفیق تھا جسے سماع کے وقت نہایت ذوق وشوق حاصل ہوا کرتا تھا۔ جب انتقال کر گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ایک بلند مقام پر موجود ہے لیکن کچھ مغموم اور اداس ہے میں ان کے اس مرتبہ پانے اور اس کامیابی پر پہنچنے سے بہت خوش اور مبارکباد کہنے کو اس مقام پر گیا اور پوچھا کہ برادرتم مغموم کیوں ہو اس نے ایک غمزدہ آواز میں کہا کہ گو میں نے عنایت خداوندی سے یہ مرتبہ پایا ہے اور ہر طرح آسایش و آرام سے ہوں لیکن جو لذت اور ذوق مجھے سماع میں حاصل ہوتی تھی وہ یہاں نہیں پاتا ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جنید نام ایک قوال تھا میں نے اس سے سنا کہ شیخ شرف الدین کرمانی ساکن قصبہ سرستی ایک بڑے بزرگ اور اپنے زمانہ کے فرد درویش تھے انہوں نے سماع کی حالت میں یہ بیت سنی اور فوراً جان دیدی

زنہار براہ دوست در باز مرا — ہر روز دہد جان من آواز مرا

شیخ شرف الدین نے جونہی یہ بیت سنی ایک نعرہ مارا اور کہا در باختم و جان دادم فوراً گر پڑے اور گرتے ہی جان دیدی اور معشوق تک پہنچ گئے الحمد للہ علی ذالک سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ قاضی حمید الدین ناگوری سے ہمیں پہنچا ہے کہ ایک مقام پر مجلس سماع گرم تھی اور کامل قوال موجود تھے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ سماع کا کسی پر اثر نہ پڑتا تھا جب بہت دیر ہو گئی اور مجلس میں کسی پر سماع کا اثر نہ پڑا تو صاحب خانہ نے کہا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اہلِ مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں جو باہم رنجش رکھتے ہوں آؤ ان میں صلاح اور صفائی کر دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور سب نے صفائی کر دی لیکن پھر بھی سماع کا کوئی اثر نہیں پڑا اور مجلس بدستور سرد رہی۔ صاحب خانہ بولا ممکن ہے کہ مجلس میں کوئی بیگانہ اور اجنبی شخص ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایک شخص کو ٹٹولا مگر کوئی شخص بھی مجلس میں بیگانہ اور اس طریقہ کا منکر نہ تھا انجام کار مجلس سماع بند کر دی گئی اور سب کے سب استغفار میں مشغول ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک درویش یہاں پہنچا اور برجستہ یہ بیت پڑھی۔

اے جان جہان مثل تو در روئے زمین است — کس را چو تو معشوق مبارک پے نیست

اس بیت کے سنتے ہی سب لوگوں پر بہت بڑا اثر ہوا یہاں تک کہ ایک عزیز نے اسی

مجلس میں جان دی یہ حال دیکھ کر حاضرین نے درویش کو منع کیا کہ اب دوبارہ اس بیت کو نہ کہنا مبادا کوئی اور عزیز بھی جان دے کہ مجلس درہمی برہمی کا باعث ہو۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خانقاہ میں چند عزیزوں نے محفلِ سماع برپا کی قوال یہ بیت کہہ رہا تھا:

عاشق ہموارہ مست و مدہوش بود وزیاد محبّ خویش بیہوش بود
فردا کہ ہمہ بحشر حیران باشند نام تو درون سینۂ و گوش بود

ان دونوں بیتوں نے اس مجلس پر بہت بڑا اثر ڈالا اور ایک ہی دفعہ سب کو تڑپا دیا۔ درویش ایسے بہوش اور بدمست ہوئے کہ ان کا خرقہ تو برقرار رہا اور وہ خود غائب ہو گئے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ بدالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی منہاج الدین جورگانی کو بلایا اور یہ دوشنبہ کا روز تھا قاضی نے وعدہ کیا کہ میں وعظ سے فارغ ہو کر خدمت شیخ میں حاضر ہوں گا چنانچہ اپنے وعدہ کے مطابق قاضی صاحب تشریف لے گئے اور وہاں مجلس سماع شروع ہوگئی۔ قاضی منہاج الدین پر اس بیت نے بہت کچھ اثر ڈالا۔

نوحۂ میکرد برم من نوحہ گر در مجمعی در دِلِ سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

اور جو خرقہ پہنے ہوئے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے دونوں کو پرزے پرزے کر ڈالا امیر خسرو کیا خوب فرماتے ہیں۔

خوش آن حالے کہ باشم گرد کویت رخ پر خون گریبان پارہ پارہ

حضور فرماتے تھے کہ قاضی منہاج الدین صاحب ذوق شوق تھے۔ دوشنبہ کے روز میں ان کے وعظ میں جایا کرتا تھا ایک دن میں وعظ میں شریک تھا کہ آپ نے یہ رباعی پڑھی:

لب بر لب دلبران ہوش کردن آہنگ سرِ زلف مشوش کردن
امروز خوش است ولیک فردا خوش نیست خود راچو خسے طعمہ آتش کردن

میں یہ بیت سن کر بے خود ہو گیا اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آیا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد کے دروازے پر دیکھا کہ جوتیاں پہنے کھڑے ہیں تھوڑی دیر سکوت کیا پھر جوتیاں اُتار کر ہاتھ میں لیں اور مسجد میں تشریف لے گئے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی اور ایسی ہیت پر بیٹھے کہ میں نے کسی کو نماز کے وقت اس ہیت پر

بیٹھے نہیں دیکھا۔ ازاں بعد آپ ممبر پر تشریف لے گئے ایک خوش الحان قاری وہاں موجود تھا جس نے نہایت خوش آوازی سے قرآن کی ایک آیت پڑھی۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین ابو المؤید نے کہنا شروع کیا کہ میں نے اپنے بابا کے قلم سے لکھا دیکھا ہے ابھی تک بات پوری نہ ہوئی تھی کہ اسی ناتمام کلمہ نے حاضرین مجلس میں اس درجہ اثر کیا کہ سب بیتاب ہو گئے اس وقت آپ نے یہ دو بیتیں پڑھیں:

نہ از تو نہ از عشق تو حذر خواہم کردہ　　جان از غمِ تو زیر و زبر خواہم کرد
پردرد ولے بخاک در خواہم شد　　پر عشق سرے زگور برخواہم کرد

یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے سماع سننا چاہا قوال اس وقت موجود نہ تھا۔ آپ نے مولانا بدالدین اسحاق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے جو خط بھیجا ہے اسے لاؤ۔ مولانا بدرالدین نے خطوط کے خریطہ میں سے تلاش کر کے وہ خط نکالا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ جونہی خریطہ میں ہاتھ ڈالا پہلی ہی دفعہ میں وہی خط ہاتھ میں آ گیا۔ جب مولانا یہ خط شیخ کے پاس لائے تو حکم ہوا کہ اسے پڑھو مولانا بدرالدین نے کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کیا اس میں لکھا تھا کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا جو درویشوں کا کمترین بندہ اور انکے خاکِ قدم کا سرو دیدہ ہے عرض رسان ہے ابھی تک مولانا بدرالدین اسحاق یہیں تک پہنچے تھی کہ حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کو ان کلمات کے سنتے ہی ایک حال اور ذوق پیدا ہوا اس کے بعد اس مکتوب میں یہ رباعی لکھی ہوئی تھی جسے مولانا نے نہایت عمدہ طور سے ادا کیا۔

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد　　وان روح کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال　　وان دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر کی خدمت مبارک میں عریضہ لکھا تھا جس کے عنوان میں یہ رباعی درج کی تھی۔

زان روئے کہ بندہٗ تو دانند مرا　　بر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت کہ عنایتے فرمودہ است　　ورنہ کیم وچہ ام چہ خوانند مرا

اس کے بعد جب میں شیخ شیوخ العالم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے وہ رباعی پڑھی اور فرمایا تم نے جو رباعی مجھے لکھ کر بھیجی تھی وہ میں نے یاد کر لی۔ فرماتے تھے کہ ایک

دفعہ شیخ شیوخ العالم نے یہ بیت پڑھی

نظامی این چہ اسرار است کز خاطر عیان کردی
کسی سرش نمیداند زبان درکش زبان درکش

شیخ یہ بیت بار بار پڑھنے لگے اور جس مرتبہ زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوتی تھی ایک نیا تغیر پیدا ہوتا دن بھر یہ کیفیت رہی اور رات کو بھی اکثر اوقات یہی بیت پڑھتے رہے اور آپ کی حالت و کیفیت بدلتی رہی سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ سیف الدین باحرزی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں حکیم ثنائی کی اس بیت کا مسلمان کیا ہوا ہوں۔ایک عزیز حاضر تھا اس نے ایک بیت پڑھ کر کہا کہ یہ وہی بیت ہے۔

عشق میر ولن ترانی رابدین خواری مجو بر سر طور ہوا طنبور شہوت میزنی

اس کے بعد سلطان المشائخ نے یہ بیت پڑھی۔

بر کفِ دستِ عروس مہد عماری مجو خاکپائی راہ عیاران این در گاہ را

اس پر امیر حسن شاعر نے عرض کیا کہ حضرت عماری کیا چیز ہے فرمایا اس سے وہی عماری مراد ہے جسے لوگ عماری کہتے ہیں۔ایک شخص کا نام عمار تھا اس نے یہ عماری بنائی تھی۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ سیف الدین باحرزی کہا کرتے تھے کہ کاش لوگ مجھے وہاں پہنچادیں جہاں ثنائی کی قبر ہے تا کہ میں ان کی قبر کی مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں۔فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا نے وصیت کی کہ فخری نامہ یاد کریں کیونکہ اس میں بے حد فوائد مندرج ہیں یہ بھی فرماتے تھے کہ بداؤن میں ایک بزرگ تھا اور ایسا بزرگ تھا کہ اس وقت اس جیسا دوسرا نہ تھا وہ کہا کرتا تھا افسوس نامہ بڑھاپے کی حالت میں مجھے میسر ہوا اگر جوانی کے زمانہ میں میسر ہوتا تو قوت کے ساتھ بڑے بڑے عجیب وغریب اور مہتم بالشان کام کرتا۔

رقص کرنے اور کپڑوں کے پھاڑ ڈالنے کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ جو تحریک یادِ حق کی جانب ہو مستحب ہے اور اگر فساد کی طرف طبیعت کا میلان ہو تو محض حرام ہے۔ جو شخص سماع کی حالت

میں رقص وتحریک کرتا اور کپڑا پھاڑتا ہے اگر وہ مغلوب الحال ہے تو ماخوذ نہ ہوگا اور جو شخص ریا ونمود اور اظہارِ درویشی کیلئے اپنے اختیار سے کوئی حرکت یا رقص کرے گا تو ضرور ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ حرام ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب درویش سماع کی حالت میں ہاتھ مارتا ہے تو ہاتھ کی شہوت جھڑ جاتی ہے اور جب پاؤں زمین پر مارتا ہے تو جو شہوت پاؤں میں ہوتی ہے نکل جاتی ہے۔ اسی طرح جب نعرہ مارتا ہے تو اندر کی شہوت باہر نکل پڑتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جناب رسالتِ مآب ﷺ امیر المومنین حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو یہ کلمات کہہ کر رقص میں لاتے تھے حرقه حرقة عين لعنة حرقه شئ صغير۔ فرماتے تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بے خبری کی حالت میں اہلِ سماع قوال کی ضرب پر کس طرح رقص کرنے لگتے ہیں سو اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی نفس کے خیالات اور شہوت کی خواہشوں سے دور ہو جاتا ہے تو اسے قرب حاصل ہوتا ہے اور اس سے اس قسم کی حرکات کا صدور ہی قرب کی علامت ہے۔ فرماتے تھے جب خدا تعالیٰ نے بنی آدم کو جمع کر کے الست بربکم فرمایا تو سب نے اس کے جواب میں بلٰی کا لفظ کہا لیکن بعض نے زبان سے کہا اور بعضوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بعض نے سر کے اشارہ سے کہا۔ یہی وجہ ہے کہ سماع کی حالت میں آدمی سے اس قسم کی حرکتیں ظہور میں آتی ہیں مولانا فخر الدین زرادی اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ جو لوگ قوال کی صرف آواز والحان پر رقص کرتے اور بالطبع اس آواز پر حرکت اطراف ان سے ظہور میں آتی ہے کوئی ہاتھ ہلاتا ہے کوئی پاؤں زمین پر مارتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب میں فرمایا اسے عشقِ عقلی کہتے ہیں اور یہ اس کے کرشمے ہیں کیونکہ عشق عقلی معشوق کی بات کہنے اور حکایت کرنے کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس کا تبسم اور ملاحظہ اور آنکھ اور بھوؤں سے حرکات لطیفہ اور اشارات طریقہ ہی کفایت کرتے ہیں۔ اور ان حرکات کو نواطق روحانی کہتے ہیں۔ امیر خسرو کیا خوب کہتے ہیں۔

آن چشم سخن کو نگر و آن لب خاموش وان تلخی گفتار و شکر خندہ چو یوسف

یعنی میں نے بھوؤں کے اشارے سے کہا اور آنکھ کے اشارے سے سنا۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے:

اشارات تو پنہاں نیست ای یار دل و جان مے بری جاناں بگفتار
بچشم نازنین کردی حکایت بخون ریزی ما دادی روایت

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شہر بدایون میں ایک واعظ تھا اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم

سماع اور رقص کے بارہ میں کیا کہتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں بجز اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ صاحب سماع گرم توے اور جلتے ہوئے کڑھاؤ پر بیخودی کی حالت میں کودتا ہے۔ فرماتے تھے کہ مولانا بدرالدین اسحاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ فریدالحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز تھے اور اپنا دستِ مبارک میرے مونڈھے پر رکھا تھا (اس جملہ کو مولانا نہایت فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے) محمود پٹوہ شیخ شیوخ العالم کے مریدوں میں تھا آپ نے مجلس سماع کے گرم ہونے سے پیشتر اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اے محمود تو زندہ ہے یا مردہ۔ یہ اشارہ پاتے ہی محمود رقص میں آیا۔ کاتب حروف نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ جس تاریخ سے جناب شیخ شیوخ العالم کے فیض بخش نفس سے خواجہ محمود پٹوہ کی نسبت یہ کلمات نکلے اس تاریخ سے آخر عمر تک خواجہ محمود ہر مجلس سماع میں سب سے پہلے موجود ہوتے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اب سے تھوڑے زمانہ کا عرصہ ہوا کہ اجودھن میں ایک قاضی تھا جو ہمیشہ جناب شیخ شیوخ العالم سے سماع کے بارے میں بے جا جھگڑا کیا کرتا تھا اور اس کے اس فضول اور بے نتیجہ خصومت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ ملتان میں جا کر وہاں کے اماموں اور مفتیوں سے مل کر کہا کہ بھلا جو شخص مسجد میں بیٹھے اور صوفیوں کے جرگے میں شمولیت کا دعویٰ کرے اسے یہ کب جائز ہے کہ سماع سنے اور کبھی کبھی رقص بھی کیا کرے ان لوگوں نے اس کے جواب میں کہا کہ تو یہ واقعہ کس شخص کا بیان کر رہا ہے کہا شیخ شیوخ العالم کا اس پر سب نے متفق اللفظ الفاظ میں کہا کہ ہم ان کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ منقول ہے کہ محمد بیرم نام ایک قوال تھا جس کا گانا شیخ اوحدالدین کرمانی قدس اللہ سنا کرتے تھے۔ ایک دن شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ مجلس سماع مرتب کریں چنانچہ فوراً ارشاد کی تعمیل ہوئی اور قوال گانے لگے شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی رقص میں آئے۔ قوال خواجہ نظامی کا یہ قصیدہ گا رہے تھے۔

ملامت کردن اندر ز عاشقی راست   ملامت کے کند آنکس کہ بینا ست

زہر تردامنے را عشق زیبد   نشانِ عاشقان از دور پیداست

نظامی تا توانی پار سا باش   کہ نور پارسائی شمع دلہاست

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ چند مسافروں نے شیخ شیوخ العالم سے بیان کیا کہ شیخ بدرالدین تو بہت بوڑھے ہو گئے ہیں پھر وہ کس طرح رقص کرتے ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ رقص نہیں کرتے بلکہ عشق رقص کرتا ہے جو شخص

مبتلائے عشق ہے وہ رقص میں ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ بدرالدین باوجود یہ کہ بڑھاپے کی وجہ سے جنبش کرنے تک کی طاقت نہیں رکھتے تھے لیکن سماع کے وقت ایسا رقص کرتے تھے کہ گویا کوئی دس سالہ لڑکا رقص کر رہا ہے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ بدرالدین نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آؤ میں تمہیں سماع کا اجازت نامہ لکھ دوں میں نے کہا کہ مجھے اس قدر لیاقت نہیں ہے۔ اور میں یہ مرتبہ نہیں رکھتا ہوں کہ میرے لئے سماع کا اجازت نامہ آپ تحریر فرمائیں جو بات مجھ میں تھی شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرۂ العزیز نے دیکھ لی اور اس کے مطابق و مناسب جو کچھ تھا مجھے تلقین فرما دیا اور جس کے میں قابل نہ تھا اس کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اس بنا پر میں محض نا قابل ہوں اور یہ خود میری تقصیر ہے میرا یہ جواب شیخ بدرالدین کو کسی قدر ناگوار معلوم ہوا اس کے بعد میں گھر آیا اور دوسرے روز شیخ شیوخ العالم کی زیارت کو گیا۔ فرماتے تھے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ سماع کے وقت کبھی سب سے پہلے میں اُٹھا ہوں لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک جلسہ میں شریک تھا وہاں سماع شروع ہوا اور مجھ میں اس قدر اثر کیا کہ بالکل بے خود و بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے تئیں زمین پر پڑا ہوا پایا۔ جو شخص سماع کی مجلس میں اول اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تو جو کچھ اس سماع میں ہو گذرتا ہے سب کی اس سے باز پرس ہوتی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

رقص آن نبود کہ ہر زمان بر خیزی — بے درد چو گرد از میان بر خیزی

رقص آن باشد کز دو جہان بر خیزی — دل پارہ کنی وز سر جان بر خیزی

میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت سماع میں مجلس میں پیٹھ کے بل گرے تو اسے اپنا جامہ فدا کرنا چاہیے۔ پھر کوئی شخص اہلِ مجلس میں سے اس جامہ کو خرید لے تا کہ یہ شخص شکرانہ میں پھر اس جامہ کو خریدے اور اگر کوئی شخص اپنے تئیں آگ میں ڈال دے یا اوپر سے نیچے پھینک دے تو اگر اس کا یہ سماع حقیقی ہو گا اسے کچھ ضرر نہ پہنچے گا اور اگر بناوٹ اور تکلف سے ایسا کیا ہے تو اس کا جل جانا اور مردہ ہو جانا بہتر ہے۔ فرماتے تھے کہ کافور نام خواجہ سرا ایک شخص تھا جو دہلی میں سکونت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ دو تنکہ چاندی میرے پاس لایا میں نے اسے قبول کیا پھر اس نے کہا مجھے بادشاہ کا حکم ہے کہ ہر جمعہ کو سلطان غیاث الدین بلبن کی روح کو ثواب پہنچاتا رہوں۔ چنانچہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں اگر حضور کا

ارشاد ہو تو ہر جمعہ کو کچھ جناب کی خدمت میں بھی غیاث پور میں پہنچا دیا کروں میں نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ اس کے بعد سے وہ ایسا ہی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جمعہ کے دن مجلس سماع گرم تھی اور ایک بیت نے مجھے تڑپا رکھا تھا آخر کار میں رقص میں آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اونچے کر دیے فوڑا دل میں خیال گذرا کہ تو کیا خاک رقص کرتا ہے حالانکہ ہر جمعہ کو دو تنکہ معین تیرے پاس پہنچتے ہیں اور دامن طمع پھیلا ہوا ہے جوں ہی میرے ذہن میں یہ خیال گذرا میں فوڑا وہاں سے لوٹ کر اپنی جگہ پر آ کھڑا ہوا اور توبہ کی کہ اس کے بعد اس سے وہ دو تنکہ قبول نہ کروں گا۔ ازاں بعد میں مجلس سماع میں آیا۔ شیخ سعدی خوب فرماتے ہیں:

رقص وقتے مسلمت باشد کاستین کز دو عالم افشانی

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ رقص میں آئے اور ہاتھ اونچے کیے اسی وقت سلطان المشائخ نے امیر خسرو کو اپنے پاس بلا کر فرمایا چونکہ تم دنیا سے تعلق رکھتے ہو اس لیے تمہیں یہ لائق نہیں کہ ہاتھ اونچے کر کے رقص میں آؤ۔ امیر خسرو نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اور مُٹھیاں باندھ کر رقص کرنے لگے۔ کاتب حروف نے بہت دفعہ یہ بات امیر خسرو میں دیکھی ہے کہ جب رقص کرتے تھے اسی طرح مٹھیاں باندھ کر رقص کرتے تھے۔

رقص گر ہمیکنی رقص عارفانہ کن دنیا زیر پائے نہ دست بر آخرت فشان

فرماتے تھے کہ رقص مستحسن نہیں ہے مگر اسی وقت کہ آدمی بیقرار ہو کہ اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور سلطان عشق یہاں تک غلبہ کرے کہ اگر وجد نہ کرے تو مضرت پہنچے۔ شیخ الشیوخ جناب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز عوارف میں نقل کرتے ہیں کہ بعض سچے اور راستباز صوفیوں نے بغیر اظہار وجد اور حال کے صرف الحان و آواز پر رقص کیا ہے اور اس سے انکی غرض صرف فقرا کی موافقت ہوتی تھی اس صورت میں ان کا رقص از قبیل مناجات ہوگا اور عبادت میں داخل جیسا کہ اپنی اہل و اولاد کے ساتھ ملاعبت اور بازی کرنا قبیل عبادت سے ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ رقص ناموزوں درویشوں میں عیب ہے قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہٗ العزیز سماع کی مجلسوں میں ایک شخص کو خاص اس خدمت پر معین فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رقص میں ناموزونی اور بے اصولی برتے اسے فوڑا میرے گھر سے نکال دیا جائے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجلس سماع گرم تھی اور ایک شخص رقص ناموزوں اور بے اصول

کرنے لگا وہ شخص آیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر رقص کرنے سے باز رکھا۔ جب سماع کی مجلس برخاست ہوئی تو وہ شخص جو بے اصول رقص کر رہا تھا انصاف طلبی کے لئے اُٹھا اور قاضی حمید الدین ناگوری کی خدمت میں آ کر بیان کیا کہ حضور سماع نے مجھ پر بہت بڑا اثر ڈالا تھا آسمان کے دروازے کھل گئے تھے میں پاؤں رکھ چکا تھا اور اندر جانے ہی کو تھا کہ فلاں شخص آیا اور مجھے روک لیا افسوس میں اس نعمت سے محروم و بے نصیب رہا۔ قاضی حمید الدین نے اس بے اصول رقاص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بہشت بے اصولوں کی جگہ نہیں ہے۔

سماع سننے اور رقص و گریہ کرنے کا بیان

حضرت سلطان المشائخ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ مجلس سماع منعقد کرتے اور اس میں شریک ہونے کیلئے آپ سے استدعا کرتے تو آپ دو روز پہلے اس مقرر اور معین کھانے میں کمی کرتے جو افطار کے وقت ہمیشہ آپ کے سامنے لایا جاتا تھا اور کھانا روزمرہ آپ کے لیے لایا جاتا تھا اس کی مقدار نکتہ مجاہدہ کے ذیل میں معلوم ہو چکی ہے یعنے آپ ہمیشہ جو کھانا تناول فرمایا کرتے تھے وہ نہایت ہی قلیل المقدار ہوتا تھا الغرض جب مجلس سماع کا دن ہوتا تو نماز اشراق ادا کر کے مجلس سماع میں تشریف لاتے اور صدر مجلس میں عشق و محبت کے مصلے پر جلوہ آرا ہوتے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

فیا حسن الزمانِ وقد تجلی　　　　بھذا العز ولا قبال صدرہ

یعنے اے حسین زمانہ جب کہ تو اس عزت و اقبال اور جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ آرا ہو تو تیرا مقام صدرِ اعلیٰ تک ہونا چاہیے اس مجلس میں اس زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ جیسے شیخ ضیاء الدین رومی اور مولانا شمس الدین وامغانی کاتب حروف کے نانا اور مولانا حسام الدین اندرپتی اور مولانا نظام الدین پانی پتی اور شیخ علی زنبیلی اور تمام سجادہ دار اور حیدریوں اور قلندریوں کے سردار و مقتدا اور بحر و بر کے تمام وہ مسافر جو شہر میں موجود ہوتے سب حاضر ہوتے اور اس موقع کو بہت ہی مغتنم سمجھتے ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے

طوبیٰ لا عین قوم انت بینہم　　　　فھو من نعمۃ من وجھک الحسن

یعنے اس قوم کی آنکھوں میں ٹھنڈک اور خوشی ہے جس میں تو موجود ہے پس وہ خوشی اور ٹھنڈک تیرے حسین چہرے سے پیدا ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب صبح کا ناشتہ صرف ہو چکتا اور سب لوگ کھا پی کر اطمینان وتسلی سے بیٹھ جاتے تو خوش گو اور خوش الحان قوال جو حضور کے ملازم خاص تھے جیسے حسن پہدی جو حقیقت میں صوفیوں کی سیرت وصورت سے آراستہ تھا اور صامت قوال مجلس میں نوبت بہ نوبت اور یکے بعد دیگرے حاضر ہوتے اور نہایت خوش الحانی سے سماع میں مصروف ہوتے۔ حسن پہدی عجیب قوال تھا اور اس کے گانے میں وہ اثر تھا کہ بمجرد شروع کرنے کے عشاق کے دلوں میں آگ بھڑک اٹھتی اور سنگ دل سے سنگ دل لوگ بھی بے اختیارانہ حرکتیں کرنے لگتے اور یہ معلوم ہوتا کہ کوئی چکی پھر رہا ہے کسی بزرگ نے فرمایا

از صوت خوش تو خرقہ پوشان چون صبح دریدہ اند گریبان

حسن کے بعد صامت کا نمبر آتا ہے یہ قوال بھی ناطق معانی تھا اور علم موسیقی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ سماع میں نہایت عمدہ اور پر معانی بیتیں کہا کرتا تھا۔ الغرض گانا شروع ہوتا تو حضرت سلطان المشائخ میں اس کا بہت بڑا اثر پیدا ہوتا لیکن آپ کبھی صاحب سماع نہ بنتے جیسا کہ نکتہ رقص میں لکھا جا چکا ہے البتہ کوئی مسافر عزیز جو اس کام سے خوب ماہر ہوتا صاحب سماع مقرر ہوتا اور دوسرے درویش وعزیز رقص میں آتے۔ جناب سلطان المشائخ اپنی جگہ سجادہ کرامت پر ایک ساعت کھڑے ہو کر مصروف گریہ ہوتے اور اس قدر آنسو بہتے کہ رومال وآستین ان سے بھیگ جاتا۔ آپ کے کھڑے ہوتے ہی ہنگامہ سماع برپا ہو جاتا۔ تمام لوگ آپ کی موافقت کے لئے نہات سکوت وخاموشی کے ساتھ کھڑے ہو جاتے سلطان المشائخ رقص میں آتے اور دور عاشقانہ کر کے پھر اپنی اصلی جگہ جا کھڑے ہوتے اور اس قدر گریہ غلبہ کرتا کہ تین چار گز کا رومال آنسوؤں سے بھیگ جاتا لیکن حضور آنسو اس طرح پوچھتے کہ کوئی شخص ایک قطرہ بھی آپ کی آنکھوں مبارک سے ٹپکتا نہ دیکھتا البتہ رومال بھیگا ہوا نظر آتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ہتھیلی مبارک سے آنسو پوچھتے جاتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ حضور پر گریہ غالب ہے۔ چنانچہ خود حضرت سلطان المشائخ نے اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے توریت میں فرمایا ہے اے ابن آدم جب تیری آنکھوں سے آنسو بہیں تو اپنے کپڑے سے نہ پوچھ بلکہ ہتھیلی سے پاک کر۔ کیونکہ وہ آنسو نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں آب رحمت ہے اور جب یہ ہے تو اسے اپنے اعضا سے ملنا

چاہیے۔ نہ کپڑے سے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو دوزخ کی آگ سے خلاصی پائے گا۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

زعشق چشمِ تو از چشم من شد چشمہ پیدا　　　ولے زان چشمہ ہا دائم روان خونِ جگر باشد

اور یہ تعجب کی بات ہے کہ جب سلطان المشائخ پر گریہ غالب ہوتا تو اس سے آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ تغیر واقع نہ ہوتا جیسا کہ لوگوں میں محسوس ہوتا ہے۔ اور کبھی نعرہ اور آہ کی آواز برآمد نہ ہوتی تھی البتہ سرد آہ حضور کے سینہ مصفا سے نکلتی اور کسی قوال کی مجال نہ ہوتی کہ اس مجلس میں جس جگہ سماع شروع کیا ہے وہاں سے ذرا بھی جنبش کر سکے لیکن جب کوئی سوختہ درویش انتہائی شوق اور غایت ذوق سے قوال کو چمٹ جاتا تو وہ مجبوراً اپنے مقام سے جنبش کرتا اور جنبش کے ساتھ ہی رونے لگتا۔

زذوق عشق تو درجملہ ذوق عشق گرفت

بیشتر اوقات آپ کی مجلس میں بعض وہ فقہا اور دانشمند علماء بھی حاضر ہوتے تھے جو سماع کے منکر تھے اور حضور کے ذوق گریہ سے کمر محبت باندھ کر جناب سلطان المشائخ کے قدموں میں گر پڑتے۔ شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

ہمہ سرو ہارا بباید خمید　　　کہ در پائے آن سرو بالا رود

اور اپنے اس انکار کو چھوڑ کر جس پر ہمیشگی کی تھی لب اقرار سے حضور کی زمین بوسی کرتے تھے۔

سر کہ نہ درپائے عزیزان رود　　　بار گران ست کشیدن بدوش

امیر خسرو فرماتے ہیں۔

خسرو از بخت خوشت یاری کند آنجا رسی　　　ہم بر زمین نہہ دیدہ را گستاخی با ما کن

اور اگر عین سماع اور حال میں چاشت کا وقت ہو جاتا تو آپ فوراً مجلس سے باہر نکل آتے اور دلی توجہ اور باطنی خشوع کے ساتھ نماز چاشت ادا کرنے میں مصروف ہو جاتے نماز سے فارغ ہوتے تو پھر مجلس سماع میں تشریف لاتے آپ کی مجلس مبارک میں اکثر ایسا ہوا کرتا ہے کہ سماع کے وقت بہت سے عزیز اپنے کپڑے اور عمامے قوالوں کو دیتے اور پھر ان سے واپس نہ کرتے لیکن قوالوں کی مجال نہ تھی کہ ان عماموں اور جبوں کو مجلس سے باہر لائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جناب سلطان المشائخ کے عمامہ مبارک کے چند پیچ کھل گئے آپ فوراً کھڑے ہو گئے

اور عمامہ سر سے لپیٹ لیا۔ جناب سلطان المشائخ کا اکثر عطیہ یہ ہوا کرتا تھا کہ جو کپڑا یا دستار چہ آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتا اسے قوال کو مرحمت فرماتے۔ یہ کیفیت آپ کی مجلس میں ہوتی لیکن جب گھر میں تشریف رکھتے تو شب و روز سماع الست اور گریہ میں مشغول رہا کرتے۔

عشق را مطرب از درون باشد

شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

عشق را آغاز ہست انجام نیست مطر بان رفتند و صوفی در سماع

اگر کبھی آپ کے دل مبارک میں خطیرہ یا باغ یا کسی اور جگہ جانے کی خواہش پیدا ہوتی تو آپ وہاں تشریف لے جاتے امیر خسرو فرماتے ہیں:

بر ہر گلے وگرنہ کرایاد باغ بود رفتم بسوی باغ و بیادت گریستم

اثناء راہ میں اقبال خادم اور عبداللہ کوئی ایک دائیں اور ایک بائیں دونوں طرف چلتے اور بیچ میں جناب سلطان المشائخ کا ڈولہ ہوتا اور عجیب طرز سے چلتے کہ نرم اور رقت آمیز آواز میں جیتیں پڑھتے ہوئے یا جگر سوزان گریہ کنان آہستہ آہستہ قدم رکھتے چلے جاتے اور حضرت سلطان المشائخ مست کی طرح جھومتے جھامتے اور زار و قطار روتے ہوئے ڈولہ میں چلے جاتے تھے۔

آپ کے سماع میں عجیب حیرت انگیز تاثیر ہوتی تھی آپ جو شعر جس طریق اور جس آواز سے سماع اور ذوق میں ادا کرتے تھے وہ آواز اور وہ شعر بہت عرصہ تک خلق میں مشہور رہتی اور عوام و خواص کی زبان زد ہو جاتی چھوٹے بڑے وضیع و شریف تمام مجمعوں اور محفلوں اور گلی کوچوں میں آپ کی بدولت ذوق و شوق حاصل کرتے اور انتہا درجہ کا حظ اُٹھاتے اور اس وجہ سے عشق و محبت کی دنیا میں خوب رونق اور گرم بازاری ہو جاتی شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

عارفان در سماع ہا یا ہوئے بادشاہاں بگنج و جند خوش اند

اس زمانہ میں مخلوق کو حکایت سماع اور اخلاص اور نیاز مندی اور شفقت و تسلی و دلجوئی اور اہل دلوں کے پاؤں میں سر رکھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ دنیا کے ذہین اور طباع لوگ جیسے بے نظیر و بے مثل شعراد لپذیر حکایت گو نوجوان لطیفہ گو سب کے سب حضرت سلطان المشائخ کے آستاں پر سر رکھے ہوئے تھے اور آپ کے عالیشان دربار سے ہر ایک شخص اپنی طبیعت کے اندازہ کے مطابق جس فن سے تعلق رکھتا تھا عجیب و غریب ذوق اپنے سینہ میں محسوس پاتا تھا۔ خوشگو اور

خوش آواز قوال جو حضور کے ملازم تھے اوران کے علاوہ شہر کے تمام قوال کہ اس بادشاہِ عشق کی لطافت طبع کی وجہ سے علم موسیقی کے واضع وموجد ہو گئے تھے۔ دمبدم نئی غزل نئی آواز ولہجہ میں گاتے اوراس فن خاص کوعلوم علوی کے انتہائی مرتبہ تک پہنچاتے تھے۔کاتب حروف عرض کرتا ہے۔

مطربان در سماع ہر سوئے — خلق شادی کنان بہر کوئے
از خوشی خویش را صرف کردہ — زہرہ بنگر بدست دف کردہ

الحاصل یہ ثمرہ جناب سلطان المشائخ کے اس ذوق ومحبت کا تھا جوآپ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ کی بعض مجالس سماع کا بیان

مجلسِ اول

کاتب حروف نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ ایک دن جناب سلطان المشائخ گھر کی دہلیز میں تشریف رکھتے تھے اور صامت قوال حضور کے سامنے کوئی غزل کہہ رہا تھا فوراً اس کا اثر آپ پر پڑا۔ اور گریہ وحال غالب ہوا لیکن چونکہ عزیزوں اور یاروں میں سے کوئی ایسا شخص وہاں موجود نہ تھا کہ رقص میں آئے اسلئے حاضرین جلسہ متفکر تھے اسی اثناء میں ایک شخص باہر سے آیا اور سر بسجود ہونے کے بعد رقص کرنے لگا۔ حضرت سلطان المشائخ نے بھی رقص کرنے میں اس کی موافقت کی اور تھوڑی دیر تک ذوق سماع حاصل کیا۔ جب سماع بند ہوا اور مجلس برخاست ہوئی تو وہ شخص باہر گیا۔ سلطان المشائخ نے حاضرین کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اس غیبی شخص کو بلالو فوراً کئی آدمی اس عزیز کی طلب جستجو میں باہر آئے اور دائیں بائیں ادھر ادھر سب طرف تلاش کرنے دوڑے مگر اس کا سراغ نہ ملا۔

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ یہ شخص مردانِ غیب سے تھا جب کوئی محب اور عاشق دریائے محبت میں غرق ہو کر چاہتا ہے کہ دوست کی یاد میں دریائے آشنائی میں غوطہ لگائے اور ہاتھ پاؤں مارے اورانوار تجلی کے ساتھ مخصوص ہووے تو غیب سے ایک شخص اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔

دوسری مجلس

کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک دن بھائی سید حسین کے اس مکان میں جو چار ستون نام کے ساتھ شہرت رکھتا تھا مجمع ہوا۔ اطراف واکناف کے بہت سے لوگ جمع تھے اور مجلس نہایت رونق پر تھی۔ سلطان المشائخ بھی اس مجمع میں تشریف رکھتے تھے قوال چکری جو ایک نہایت مشہور و معروف قوال تھا اور مولانا وجیہہ الدین کی خدمت میں بہت روز ملازم رہ چکا تھا نہایت رقت آمیز آواز اور درد خیز لحن میں کچھ گا رہا تھا میرا ظن غالب یہ ہے کہ یہ قوال چکری (بینا بن بھا جی ایسا سکھ لیکن پاسون) کہہ رہا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ پر اس ہندی دوڑہ نے بہت کچھ اثر ڈالا اور جب آپ پر اثر سماع ظاہر ہوا تو فوراً ایک عزیز صاحب سماع ہوا۔ سلطان المشائخ رقص میں آئے اور آپ پر گریہ کے ساتھ حال غالب ہوا۔ جب تھوڑی دیر تک یہی کیفیت رہی تو سماع بند کر دیا گیا۔ لیکن حضرت سلطان المشائخ کے سر میں ہنوز گریہ باقی تھا اور آپ کی آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے قوالوں نے جب یہ کیفیت دیکھی فوراً وہی غزل گانی شروع کر دی اور پھر وہی مجلس سماع گرم ہوگئی۔ اس اثناء میں حضرت سلطان المشائخ نے اپنی انگلی زانوئے مبارک پر اس طرح چلائی جیسے کوئی قلم چلاتا ہے۔

کاتب حروف کے والد اور ملک السادات سید کمال الدین احمد عم بزرگوار اور اقبال خادم اور امیر خسرو ملک الشعرا اس وقت سلطان المشائخ کے سامنے کھڑے تھے سید کمال الدین احمد نے حضور کا یہ اشارہ پا کر اقبال سے فرمایا کہ جناب سلطان المشائخ دوات قلم کاغذ طلب فرماتے ہیں چنانچہ اقبال نے فوراً ایک نفیس کاغذ کا ٹکڑا اور قلم دوات پیش کی آپ نے ادھر تو کاغذ قلم ہاتھ میں لیا اور ادھر حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کے نواسہ خواجہ محمود کو رقص کرنے کا اشارہ کیا۔ خواجہ محمود آپ کا یہ اشارہ پاتے ہی رقص کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان المشائخ نے اس کاغذ کو اُونچا کیا گویا کسی کو دے رہے ہیں لیکن یہ کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک سے کاغذ لے لے یوں رقص آگے نہ بڑھا اور کاغذ لینے پر جرأت نہ کی۔ ناچار اقبال آگے بڑھے اور آپ کے دست مبارک سے کاغذ لے لیا۔ جو لوگ سلطان المشائخ کی مجلس میں وقعت وقدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور عزت وعظمت رکھتے

تھے۔ خواجہ اقبال کے مزاحم ہوئے اور کہنے لگے دکھاؤ سلطان المشائخ نے اس کاغذ پر کیا لکھا ہے۔ چونکہ اقبال سلطان المشائخ کے فیض اثر نظر سے کامل حصہ پا چکے تھے اور نہایت پختہ و تجربہ کار ہو چکے تھے لہذا انہوں نے کسی کو بھی سلطان المشائخ کے سر سے واقف نہیں کیا اور جھٹ وہ کاغذ منہ میں رکھ کر نگل گئے۔ بعض لوگ خواجہ اقبال سے روایت کرتے ہیں کہ اس کاغذ میں یہ مصرع لکھا ہوا تھا۔

از دست تو بستدم و بدست تو دہم

لیکن جب مولانا شمس الدین دامغانی کاتب حروف کے نانا جو سلطان المشائخ کے یار غار تھے ایسے ملاقات کرنے آئے تو بعض یاروں نے سلطان المشائخ کے سماع اور کاغذ کی تمام کیفیت آپ سے بیان کی اور التماس کی کہ یہ مشکل بجز آپ کے اور کسی سے حل نہ ہو سکے گی آپ کو چاہیے کہ سلطان المشائخ سے اس کاغذ کی کیفیت دریافت کیجئے۔ جب مولانا شمس الدین سلطان المشائخ سے ملاقی ہوئے تو مولانا نے سماع اور اس کاغذ کی کیفیت دریافت کی۔ سلطان المشائخ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور سینہ مبارک سے ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ مولانا۔

نامہ نوشتن چہ سود چون نرود سوئے دوست

تیسری مجلس

کاتب حروف نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ ایک دن جناب سلطان المشائخ حجرۂ قدیم میں چبوترہ کے متصل ایک چھوٹے سے ستون سے لگے بیٹھے ہوئے تھے مقام خلوت تھا صامت قوال نے سماع آغاز کیا۔ سلطان المشائخ عالمِ بسط میں ہوئے اور جو کچھ گھر میں تھا سب بندگانِ خدا کو لٹا کر تختِ تجرید پر جلوہ آرا ہوئے۔ سب سے پیچھے کاتب حروف کے والد آئے چونکہ سلطان المشائخ گھر کی تمام چیزیں صرف کر چکے تھے اس لئے آپ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ کچھ ہو تو کاتب حروف کے والد کو عنایت کریں۔ ایک چمڑے کا دستر خوان دیوار کی کھونٹی میں لٹکا ہوا نظر پڑا۔ فقیر کے والد سے فرمایا کہ باورچی خانہ سے جا کر چند گرم گرم روٹیاں لاؤ۔ والدِ بزرگوار نے سلطان المشائخ کے اس ارشاد کی فوراً تعمیل کی اور روٹیاں لے آئے حضور نے فرمایا یہ روٹیاں اس دستر خوان پر رکھو اور روٹیاں مع دستر خوان کے تم لے جاؤ۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ

جب ولی عاشق اپنے ذوق سے کوئی نعمت کسی درویش کو عنایت کرتا ہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ نعمت اس کے خاندان میں باقی رہے اور نسلاً بعد نسل اس کی اولاد کو پہنچے۔ یہ ضعیف عرض کرتا ہے۔

دین ذوقہائے غیبی در خاندان ماست ایں نعمتے ست دینی و دنیا طفیل آن

ایں یاد دوست مونسِ جان وزدان ماست ہر روز نعمتے و بہر لحظہ راحتے

چوتھی مجلس

کاتب حروف نے اپنے والدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ ملک قیر بک جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت لایا اور قصد کیا چند روز کے بعد محلوق ہونے کی آرزو دامنگیر ہوئی ایک عالیشان مجلس مرتب کی اور نیت یہ کی کہ وہاں حضرت سلطان المشائخ کو بلائے اور حضور کے سامنے محلوق ہو چنانچہ آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ اگر حضور بندۂ خاکسار کے غریب خانہ کو اپنے نور سے روشن و منور فرمائیں تو اس کمترین و بیچارہ کو سلف و خلف کا شرف حاصل ہو۔ سلطان المشائخ نے اول اول بہت انکار کیا لیکن قیر بک کی عجز و بیچارگی اور بے انتہا منت کی وجہ سے بغیر انشراح خاطر قبول کیا قبر بک نے شہر کے تمام مشائخ وصدور کو جمع کیا اور ایک اعلیٰ درجہ کی مجلس مرتب کی جب سلطان المشائخ وہاں تشریف لے گئے تو کھانے کا دسترخوان بچھایا گیا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجلس سماع گرم ہوئی اور قوالوں نے سماع چھیڑ دیا اگر چہ انہوں نے ہر طرح کی غزلیں گائیں اور اصول وقواعد سے گائیں لیکن اس کا ایک شخص پر بھی اثر نہیں پڑا اور مجلس اسی طرح بستہ تھی انجام کار حسن پھدی نے جو ایک مشہور و معروف قوال تھا یہ بیت پڑھی اور نہایت خوبی وعمدگی کے ساتھ پڑھی۔

بگذار مرا بامن ہر سو مکن افسانہ در کلبۂ درویشی در محنت بیخویشی

اس بیت کا پڑھنا تھا کہ سلطان المشائخ میں ایک فوری اثر محسوس ہوا اور ساتھ ہی گریہ وحال غالب ہوا۔ مجلس میں جس قدر عزیز درویش موجود تھے سب پر حضرت سلطان المشائخ کے ذوق سے ایک عجیب وغریب ذوق اور حالت طاری ہوئی اور مجلس کا رنگ ایسا جما جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ خلاصہ یہ کہ جو بات سلطان المشائخ کی خاطر مبارک میں گذری تھی وہی بات عالم غیب سے اس بیت نے پردہ سے ظاہر کردی۔

پانچویں مجلس

کاتب حروف کو یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں ایک دفعہ مجلس منعقد ہوئی۔ یہ مجلس سلطان المشائخ کے جماعت خانہ کے کوٹھے پر مرتب ہوئی اور اس میں تمام یاروں اور عزیزوں کی جماعت حاضر ہوئی امیر خسرو کھڑے ہوئے تھے اور حضرت سلطان المشائخ زحمت اور ہجوم کی وجہ سے چارپائی پر تشریف رکھتے تھے حسن پھدی سعدی کی یہ بیت گا رہا تھا اور نہایت خوش لحنی اور دلفریبی کے ساتھ گا رہا تھا۔

سعدی تو کیستی کہ در آئی درین کمند چندان فتادہ اند کہ ماصید لاغریم

اس بیت نے سلطان المشائخ پر اس قدر اثر ڈالا کہ مستغرق گریہ ہو گئے خواجہ اقبال خادم آپکی چارپائی کے پاس کھڑے تھے اور ایک باریک دستارچہ کو پھاڑ پھاڑ کر آپ کے دست مبارک میں دیتے جاتے تھے۔ سلطان المشائخ اس سے آنسو پونچھتے اور حسن پھدی قوال کے آگے ڈالتے جاتے تھے شیخ سعدی کیا خوب فرماتے ہیں۔

ناودان چشم رنجوران عشق گر فرو ریزند بخون آمد بجوی

جب تھوڑی دیر بعد اسی طرح مجلس کا رنگ جما رہا اور عزیزوں پر بہت ہی گریہ غالب ہوا تو سماع بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد امیر خسرو کے فرزند رشید امیر حاجی نے ایک نئی طرح کی غزل پڑھنی شروع کی اور جب پڑھتے پڑھتے اس بیت پر پہنچے۔

خسرو تو کیستی کہ در آئی درین شمار کین عشق تیغ برسر مردان دین زدہ است

اس بیت کے سنتے ہی جناب سلطان المشائخ کو وہی حال و ذوق پیدا ہوا امیر حاجی نے یہ بیت بار بار پڑھنی شروع کی جس مرتبہ اس بیت کو دہراتے سلطان المشائخ ایک دستارچہ امیر حاجی اور ایک دستارچہ امیر خسرو کے سامنے ڈال دیے اور حسن قوال نے جب سلطان المشائخ کا یہ حال دیکھا تو شیخ سعدی کی مذکورہ بالا بیت پڑھنی شروع کی سلطان المشائخ پر اور بھی گریہ وحالت غالب ہوئی اور اسی اثناء میں آپ نے مولانا بدر الدین اسحاق کے فرزند جناب شیخ شیوخ العالم کے نواسہ خواجہ موسیٰ کو رقص کرنے کا اشارہ کیا خواجہ موسی نے پہلے زمین بوسی کی سعادت حاصل کی پھر

رقص کے لئے اٹھے اور جب تھوڑی دیر تواجد کر چکے تو سر زمین پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلطان المشائخ اسی طرح گریہ اور ذوق سماع میں مصروف رہے اور قریبا نصف دن بیخودی کی حالت آپ پر طاری رہی خداوندا وہ کیا وقت اور کیا حال تھا جو ذوق وشوق کاتب حروف کے دل مین اس مجلس سے پیدا ہوا مرتے دم تک جانیوالا نہیں اور امید واثق ہے کہ اس ذوق کی آرزو میں جو اس مجلس میں سلطان المشائخ سے معاینہ کیا ہے حضور کی یاد میں انشاء اللہ جان دیگا اور جب قبر میں داخل ہوگا تو یہ ذوق ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا اور قیامت تک ساتھ دے گا۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے

دل بزلف تو نہم عشق ابد در یابم　　　جان بیاد تو دہم زندگی از سر یابم

چھٹی مجلس

کاتب حرف کو یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت سید السادات سید خاموش عم بزرگوار کے مکان میں ایک روز ایک مختصر سی جماعت رونق افروز تھی (سید خاموش کاتب حروف کے عم بزرگوار وہی شخص ہیں جنکی مناقب وفضائل نکتہ سادات میں بربط وشرح کے ساتھ مذکور ہو چکے ہیں) اس مجلس مبارک میں جناب سلطان المشائخ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حسن پھدی قوال شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل نہایت خوش لحنی اور رقت آمیز آواز سے گا رہا تھا جب اس بیت پر پہنچا

گفتی از اں دیگران اوحد شدی دایم کنون　　　تا مہر تو بر جان بود اوحد کیائی دیگر ان

تو جناب شیخ سلطان المشائخ پر بے حد اثر پڑا گریہ غالب ہوا اور آپ انتہا ذوق کی وجہ سے رقص میں آئے۔ مجلس خوب جمی ہوئی تھی کہ زوال کا وقت ہو گیا لوگوں نے سماع بند کر دیا اور ہر شخص سکوت و خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ لیکن حضرت سلطان المشائخ کے سر مبارک میں ابھی تک ذوق سماع موجود تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ مست طافح کی طرف جلوہ آرائے مجلس تھے تھوڑی دیر گذری تھی کہ امیر خسرو نے اپنی ایک غزل پڑھنا شروع کی جس کا مطلع یہ تھا۔

رخ جملہ وا نمود مرا گفت تو مبین　　　زین ذوق مست بے خبرم کین سخن چہ بود

جوں ہی یہ بیت سلطان المشائخ کے گوش مبارک میں پہنچی حضور نے گوشہ چشم سے جو حقیقت میں محبت کا ایک پاکیزہ مصفا چشمہ تھا امیر خسرو کی طرف دیکھا اور پھر وہی گریہ وہی حال وہی استغراق

وہی محویت آپ پر غالب ہوئی۔ الغرض کئی مرتبہ امیر خسرو نے اس بیت کو دوہرایا حسن پھدی قوال نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر معلوم کیا کہ حضرت سلطان المشائخ کو اس وقت سماع میں ذوق شوق انتہا درجہ کا حاصل ہے چنانچہ اس نے شیخ اوحد کرمانی کی وہی بیت جو پہلے گا رہا تھا بری خوش لحنی کے ساتھ گائی جس نے سلطان المشائخ میں بہت کچھ تاثیر کی یہاں تک کہ جو عزیز اور درویش اس مجلس میں حاضر تھے آپ کے صدقہ میں دولتِ ذوق سے متمتع ہوئے۔ خدائے علام الغیوب شاہد ہے کہ جس وقت کاتب حروف کے دل میں سلطان المشائخ کے اس سماع کا ذوق جو اس مجلس میں آپ کو حاصل تھا گذرتا ہے تو جمال ولایت پیر یعنی سلطان المشائخ کے جمال شوق کی آگ بھڑک اٹھتی اور سر سے لیکر پاؤں تک تمام جسم کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

جان را بسوئ زلف تو خواہم داد ز آتش شوق تو دل خواہم سوخت

کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ بندہ نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ شیخ مجد الدین بغدادی شہادت کے وقت یہ بیت لگاتار پڑھ رہے تھے

وین جان خراب عمارت مے کن گہ گہ دل پر خون شدہ غارت میکن

وانگہ سر خاک شان زیارت مے کن بے ہیچ گناہ عاشقان رامے کش

شیخ مجد الدین کی شہادت کا واقعہ ایسا مشہور و معروف واقعہ ہے جس سے تمام لوگ واقف ہیں اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ شیخ مجد الدین بغدادی حضرت نجم الدین کبری قدس سرہ کے مرید تھے اور سماع میں غلو تمام رکھتے تھے یہاں تک کہ سماع بغیر انکی زندگی مشکل تھی۔ انکی قبولیت عامہ تمام لوگوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس زمانہ کے تمام لوگ مطیع و مرید تھے اور ایک اشارہ پانے پر اپنی جانیں آپ پر فدا کرنے کو تیار تھے۔ خوارزم شاہ جوان و نوبن تختِ حکومت پر متمکن تھا۔ شیخ مجد الدین بغدادی کی اس شہرت عامہ اور خلق کی مطیع و فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اسے اپنی زوالِ حکومت کا سخت اندیشہ ہوا اور وہ کسی حیلہ کا متلاشی تھا۔ ادہر شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ انہیں کثرت سماع سے بہت روکتے اور منع کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ مجد الدین سماع میں مصروف تھے۔ شیخ نجم الدین نے خادم سے فرمایا کہ شیخ مجد الدین کو بلالاؤ خادم آکر دیکھتا ہے کہ آپ عین سماع میں رقص کر رہے ہیں اس نے شیخ نجم الدین کا پیام دیا لیکن چونکہ آپ ذوق

میں مشغول تھا خادم کیطرف ملتفت نہیں ہوئے اور اس کے ساتھ شیخ کی خدمت میں جانے سے انکار کر دیا۔ خادم خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ پھر جاؤ اور اسے سماع سے باز رکھو اور ہاتھ پکڑ کر یہاں لے آؤ خادم آیا دیکھا تو آپ اسی طرح سماع میں مستغرق ہیں اور یہ مصرع بار بار کہہ رہے ہیں۔

باز بالا آمدیم و باز بالا میر ویم

خادم نے شیخ مجد الدین کا ہاتھ پکڑا اور بہتیرا چاہا کہ سماع سے باز رکھے لیکن وہ اپنے اس مقصد پر کامیاب نہیں ہوا اور واپس جا کر شیخ سے تمام ماجرا بیان کیا اور اس مصرع کا بھی ذکر کیا جو شیخ مجد الدین حالتِ رقص میں کہہ رہے تھے۔ شیخ نجم الدین نے یہ کیفیت سن کر فرمایا کہ ہم نے اسکے حق میں وہی بات مقرر کر دی جو وہ مجلسِ سماع میں کہہ رہا تھا الغرض جب شیخ مجد الدین سماع سے فارغ ہوئے اور عالم ہوشیاری میں آئے تو انہیں اپنے اس فعل پر سخت ندامت ہوئی اور دل میں کہا کہ میں نے بہت ہی برا کیا کہ شیخ کی نافرمانی میں قدم رکھا اب اس حرکت کی سزا یہ ہے کہ ایک طشت آگ سے بھر کر سر پر رکھو اور خدمت پیر میں حاضر ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے آگے جوتیوں کی صف میں آ کھڑے ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ الغرض سلطان خوارزم شاہ جو اس عہد کا بادشاہ بڑے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت کا تھا۔ چھ لاکھ مسلح سوار اس کی فوج میں تھے۔ ترکستان اور خراسان اور اصفہان سے لیکر عراق تک اور ہندوستان سے لیکر سندھ تک تمام ملک اس کے قبض و تصرف میں تھے اس بادشاہ کی ماں سلاطین خنچاق کی اولاد میں سے تھی جو ملک رانی اور انتظام سلطنت میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی اس زمانہ کے لوگوں نے اسے خداوندِ جہان کا خطاب دیا تھا اور اسی نام سے ہر طرف اس کی شہرت پھیلی ہوئی تھی شاہ خوارزم اور اس کی ماں دونوں شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے اتفاقاً دونوں کے دل میں خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق بھڑکا اور دونوں نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں اگر مخدوم شفقت و مہربانی فرما کر اپنے یاروں میں سے کوئی یار ہمارے حال کے نامزد فرمائیں تا کہ وہ ہمارے ساتھ چلے اور ہم اس کی وجہ سے امن و حفاظت میں رہیں تو محض کرم و عنایت ہوگی اور اس کی برکت سے ہمارا حج قبولیت کا جامہ پہنے گا۔ شیخ نجم الدین نے بعد تامل اور فکر کے شیخ مجد الدین کو انکے ہمراہ کیا۔ جب یہ مختصر سا

قافلہ دریا کے کنارے پہنچا تو سلطان محمد خوارزم شاہ اور اس کی والدہ کے لئے ایک خاص جہاز تیار ہوا۔ لیکن ان دونوں نے چاہا کہ شیخ مجد الدین بھی اسی جہاز میں سوار ہوں چنانچہ شیخ ان دونوں کی خواہش اور التماس سے اسی جہاز میں سوار ہوئے۔ شیخ مجد الدین جمال وخوبی اور ملاحت و صباحت میں بینظیر تھے اور اس زمانہ میں خوبصورتی اور ملاحت میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے اتفاق سے خوارزم شاہ کی والدہ کی نظر آپ کے جمال با کمال پر پڑ گئی فوراً بے خود ہو گئی اور ایک بے اختیار جوش کے ساتھ شیخ کے شور انگیز جمال پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئی۔

ترا خود ہر کہ بیند دوست دارد گناہے نیست بر سعدی مسکیں

لیکن شیخ مجد الدین کی یہ کیفیت تھی کہ حق تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ محو تھے کہ کسی کی ذرا بھی خبر نہ رکھتے تھے پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ خوارزم شاہ کی والدہ اور اس کے عشق ومحبت سے خبردار ہوتے جب خوارزم شاہ اس راز سے واقف ہوا تو اس کے غرور سلطنت اور قومی حمیت نے اس بات پر آمادہ کیا کہ شیخ کو ہلاک کرے تا کہ یہ شورش عشق جو ہلچل اٹھی ہے فوراً دب جائے چنانچہ اس نے شیخ مجد الدین کو بے جرم وخطا شہید کر ڈالا اور آپ کے سر مبارک کو ایک پر تکلف طشت میں رکھ کر ہزار اشرفیوں کی تھیلی کے ساتھ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ شیخ مجد الدین سعادت شہادت کو پہنچے ان کا سر خدمت مبارک میں حاضر ہے اور ہزار اشرفیاں انکے خون بہا کی موجود ہیں۔ خوارزم شاہ کا جب یہ پیام شیخ نجم الدین کبریٰ کو پہنچا تو فرمایا شیخ مجد الدین کی دیت اور خون بہا صرف ہزار اشرفیاں نہیں ہیں بلکہ خود خوارزم شاہ اور اسکی ماں اور اس کی ساری مملکت ہے۔ جب یہ بات شیخ نجم الدین کبریٰ باری کی زبان مبارک پر جاری ہوئی تو اسی وقت آپ نے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ آہ ہم اپنے سانس کو باہر نکالنا نہیں چاہتے اور کوئی بات زبان پر قصداً نہیں لاتے۔ شیخ مجد الدین کی شہادت کو کچھ ہی عرصہ نہ گذرا تھا کہ چنگیز خان نے چین کی جانب سے نو لاکھ خونخوار اور جرار سواروں کے ساتھ خروج کیا اور آکا فاناً خوارزم شاہ کی مملکت میں آدھمکا یہاں کے وزرا امرا محض غافل و بے خبر تھے کہ دفعۃً بیابان سے گھوڑوں اونٹوں اور بکریوں کے گلے نمودار ہوئے اور ساری مملکت میں عام بے چینی و پریشانی پھیل گئی چنگیز خان کے لشکر نے خوارزم شاہ کی تمام مملکت خراب و ویران کردی اور خوارزم شاہ اور ہزار ہا علماء اولیا اور دیگر مخلوق تہ تیغ ہوئی چھوٹے بڑے مرد عورت اس قدر قتل ہوئے جن کی گنتی شمار

میں نہیں آسکی خوارزم شاہ اور اس کے اعوان وانصار کا نشان تک روئے زمین پر باقی نہ رکھا۔ اور اس خاندان کا نام دنیا سے مٹا دیا جیسا کہ طبقات ناصری میں اس کی مفصل کیفیت مذکور ہے۔ الغرض شیخ نجم الدین کبریٰ کے نفس مبارک کی تاثیر قبول سے اس زمانہ میں قہر الٰہی نازل ہوا خوارزم شاہ مع اپنی مملکت کے تباہ وغارت ہو گیا چنگیز خان جب خوارزم میں پہنچا تو ترک برہنہ تلواریں لئے ہوئے حضرت شیخ نجم الدین کبری کی خانقاہ میں گھس آئے دیکھا کہ شیخ مصلے پر نہایت وقار واطمینان کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھے ہیں ان وحشیوں نے چاہا کہ ایک ہی وار میں شیخ کا کام تمام کر دیں لیکن تلواریں اُٹھ نہ سکیں اور یہ لوگ حیران وششدر کھڑے رہ گئے۔ شیخ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اپنے چالیس مریدوں کو چالیس حجروں میں بٹھا رکھا ہے سینتیس روز تو گذر گئے ہیں صرف تین روز باقی ہیں ان تین دن کے گذرنے کے بعد انہیں قرب خداوندی حاصل ہوگا پس جب تک چالیس روز پورے نہ ہوں گے تم مجھ پر ذرا بھی غلبہ اور قابو نہ پاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو لوگ آپ کو شہید کرنے کو آئے تھے عاجز ہو کر چلے گئے اور کسی کو آپ پر قابو نہ ہوا۔ جب چالیس روز پورے ہو گئے تو چالیسوں اولیاء اللہ کو جو ہنوز نو نیاز تھے مع ان کے غلاموں اور لونڈیوں کو شہید کر ڈالا۔ شیخ فرید الدین عطار کی شہادت کا واقعہ بھی اسی خروج کفار کے زمانہ میں ہوا یعنے ان کی شہادت کی تاریخ بھی اسی زمانہ میں ثابت ہوئی ہے اس زمانہ میں آپ نیشاپور میں موجود تھے کہ چنگیز خان کا ستمگار لشکر وہاں پہنچا اور شیخ کو شربت شہادت پلایا چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب کفار نیشاپور میں پہنچے تو اول شیخ فرید الدین عطار کے یاروں ہی کو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور شہر نیشاپور کا قتل ان ہی سے شروع ہوا شیخ کے مظلوم رفقا شہادت پاتے جاتے تھے اور آپ کہتے جاتے تھے کہ یہ کیا جباری اور کیا قہاری ہے لیکن جب آپ کی نوبت پہنچی تو فرمایا یہ کیسی ترکیب کرم اور کیا بخشش ہے اور کیسا لطف ہے انجام کار اسی حالت میں شہید ہوئے قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

بعض مجالس کے فوائد کا بیان

حضرت سلطان المشائخ سماع کے بارہ میں فرماتے تھے کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمید الدین ناگوری نے بٹھایا ہے رحمۃ اللہ علیہ والسعۃ لیکن قاضی منہاج الدین جرجانی جب

منصب قضاۃ مامور ہوئے تو ان سے اس کام نے استقامت پائی گویا قاضی حمید الدین ناگوری اس عمارت کے بانی اور قاضی منہاج الدین جرجانی اس عمارت کے سجانے والے اور قائم کرنے والے ہوئے باوجود اس کے کہ قاضی حمید الدین کے ساتھ مدعی اور منکران سماعت بہت کچھ منازعت ومخاصمت کرتے تھے لیکن وہ ہمیشہ اس پر ثابت قدم رہے اور ان کے اس خیال میں کبھی تذبذب نہیں آیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوشک سفید کے متصل ایک شخص کے ہاں دعوت تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز بھی اس دعوت میں تشریف رکھتے تھے اور دیگر عزیز بھی موجود تھے مولانا رکن الدین جو بہت بڑے مدعی اور سماع کے سخت مخالف تھے خبر پا کر بہت سے خدمت گاروں اور متعلقوں کو ہمراہ لے کر گھر سے نکلے تا کہ یہاں آکر سماع کی ممانعت کریں قاضی حمید لدین کو جب اس کی خبر ہوئی تو اپنے مالکِ خانہ سے فرمایا کہ کہیں جا کر چھپ جا اور یہاں تک کہ لوگ تجھے ڈھونڈیں اپنا پتہ نہ دے صاحبِ خانہ نے ایسا ہی کیا ازاں بعد قاضی حمید الدین نے فرمایا کہ گھر کا دروازہ بند کر دو اور سماع چھیڑ دو چنانچہ مجلس سماع گرم ہوگئی اتنے میں رکن الدین سمرقندی اپنی جمیعت کو ساتھ لیے ہوئے اس گھر کے دروازے پر آپہنچے اور پوچھا کہ صاحبِ خانہ کہاں ہے لوگوں نے تلاش وجستجو بہت کی مگر اس کا کہیں سراغ نہ چلا آخر کار لوگ مایوس ہو کر واپس آئے اور عرض کیا کہ صاحبِ خانہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا مجبور ہو کر مولانا رکن الدین واپس چلے گئے۔ حضرت سلطان المشائخ اس پر تبسم کر کے فرماتے ہیں کہ فی الواقع قاضی حمید الدین نے خوب تدبیر سوچی کہ صاحبِ خانہ کو چھپا دیا کیونکہ جب صاحبِ خانہ نہ تھا تو مولانا رکن الدین بے اجازت اندر نہ آسکتے تھے اور اگر آتے تو ان سے مواخذہ ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بجریوں نے بھی قاضی حمید الدین ناگوری سے جھگڑا کیا تھا اور آپس سے ان سے سخت مخالفت تھی یہاں تک کہ ایک دفعہ مولانا شرف الدین بجری بیمار ہوئے قاضی حمید الدین اس وجہ سے کہ درویشوں کے مزاج میں ہمیشہ صفائی رہتی ہے انکی عیادت کو تشریف لے گئے دروازے پر پہنچے تو مولانا شرف الدین کو خبر دی گئی کہ قاضی حمید الدین تشریف لائے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جو شخص خدا کو معشوق بتاتا ہے میں اس شخص کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا اس مجلس میں امیر حسن شاعر بھی موجود تھے عرض کیا کہ معشوق سے یہی مراد ہے کہ وہ محبوب ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس بارے میں بہت بحث وگفتگو ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے علم کے مطابق ایک بات کہتا ہے لیکن جو شخص اپنے گھر کی

چار دیواری میں بیٹھ کر کچھ کہتا ہے اسے آدمی کیا کریں بعدہ فرمایا کہ جب قاضی حمید الدین کے سماع کی شہرت بہت کچھ پھیلی تو اس وقت کے مدعیوں نے فتویٰ کرایا اور جواب لئے اور بڑے زور شور سے لکھا کہ سماع حرام ہے۔ ایک فقیہ قاضی حمید الدین کے پاس اکثر اوقات آمد و رفت رکھتا تھا شاید اس بارہ میں اس نے بھی کچھ لکھا تھا۔ یہ خبر قاضی حمید الدین کو بھی پہنچی اسی اثناء میں وہ فقیہ قاضی صاحب کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا جن مفتیوں نے میری مخالفت میں جواب لکھا ہے وہ میرے نزدیک ہنوز اپنی ماؤں کے پیٹ میں ہیں لیکن تو پیدا تو ہو گیا ہے مگر ابھی بچہ ہے اس مجلس میں ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس زمانہ میں بعض ان درویشوں نے جو حضور کے آستانہ دار ہیں ایک ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور مزامیر تھا رقص کیا ہے۔ فرمایا یہ اچھا نہیں ہے جو چیز نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ ازاں بعد ایک شخص نے کہا کہ جب یہ لوگ اس مجمع سے باہر آتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے کیا بے نتیجہ حرکت کی اس مجلس میں تو مزامیر اور لہو و لعب کے سامان موجود تھے پھر تم نے کس طرح سماع سنا اور کیوں رقص کیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم سماع میں اس درجہ مستغرق و محو تھے کہ یہ بالکل معلوم نہیں ہوا کہ وہاں مزامیر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب بھی کوئی چیز نہیں ہے اگر یہی ہے تو تمام معصیتوں اور گناہوں میں یوں ہی کہہ سکتے ہیں۔

اسی اثناء میں امیر حسن شاعر نے عرض کیا کہ صاحب مرصاد العباد اس بارہ میں خوب لکھتے ہیں اور یہ دو مصرے عرض کئے

گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع   گر بر تو حرامست حرامت بادا

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بیشک بہت ٹھیک ہے اور یہ رباعی زبان مبارک سے ادا کی۔

دنیا طلبا جہان بکامت بادا   وایں جیفۂ مردار بدامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام ست سماع   گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر امیر حسن نے عرض کیا کہ اگر علماء دین اس مسئلہ میں بحث کرتے اور سماع کی نفی میں دلائل قائم کرتے ہیں وہ بظاہر اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن جو بات خانہ فقیر میں ہے اس کی نفی کیوں کر کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک سماع حرام ہے تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خود نہ سنے اور دوسرں سے خصومت نہ کرے کیونکہ درویشوں کو خصومت کرنا اور جھگڑے میں پڑنا اچھا نہیں ہے۔

یہ سن کر سلطان المشائخ نے تبسم کیا اور اس کی مناسب ایک نہایت معنی خیز حکایت بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ بہت سے علماء ایک موقع پر موجود ہیں اور کچھ نہیں بولتے ایک جاہل ہے کہ وہ اس میں غور کرتا ہے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک طالب العلم نے امامت کی اور علماء کی ایک جماعت اس کی مقتدی بنی مقتدیوں کی جماعت میں ایک جاہل بھی تھا جس نے اس امام کی اقتدا کی تھی اتفاقاً اس طالب علم کو پہلے قعدہ میں سہو ہوا اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں کھڑا ہو گیا۔ چونکہ امام دانشمند تھا اسے خوب معلوم تھا کہ نماز کو کس طرح تمام کرنا چاہیے اور یہی وجہ تھی تمام علما بھی ساکت و خاموش کھڑے تھے لیکن اس جاہل شخص نے اس قدر شور وغل مچایا اور اتنے مرتبہ سبحان اللہ کہا کہ اپنی نماز باطل کر دی سلام پھیرنے کے بعد دانشمند طالب العلم نے اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے احمق نادان اس قدر معتبر علماء نماز میں موجود تھے اور کسی نے خاموشی کے علاوہ کچھ نہیں کیا تو کون ایسا فاضل اجل ہے کہ اس درجہ شور وغل مچایا اور اپنی نماز کو برباد و ضایع کر دیا پھر امیر حسن نے عرض کیا کہ منکرین سماع کو بندہ خوب جانتا اور انکے مزاج پر تمام و کمال وقوف رکھتا ہے وہ جو سماع نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ ہم اسوجہ سے سماع سننے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ شرع میں محض حرام ہے تو میں قسم تو نہیں کھاتا لیکن سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا تو بھی وہ ضد کے مارے نہیں سنتے۔ سلطان المشائخ اس پر خوب ہنسے امیر حسن کہتے ہیں۔

در ایام چو تو شکر لبی تا کے کشم تلخی　　بزن یک خندہ و دامان عیشم شکرین گردان

اور فرمایا سچ ہے جب ان میں ذوق نہیں ہے تو کیونکر سنتے اور کس بنا پر سنتے۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ منکر سماع تین حال سے خالی نہیں یا تو سنن و آثار سے جاہل ہے یا اپنے نیک اعمال پر مغرور و معجب ہے یا ایسا شخص ہے کہ اس کی طبیعت منقبض و بستہ ہے۔ کہ اس وجہ سے ذوق نہیں رکھتا۔ فرمایا ہے کہ ایک شخص صرف اپنی خوش لحنی سے چند بوجھ سے لدے ہوئے اونٹوں کو دور دراز منزل پر پہنچا دیتا تھا ایک دن جب اس نے اپنی خوش آوازی اونٹوں کو نہیں سنائی تو وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر فرمائے

شتر را کہ شور و طرب در سراست　　اگر آدمی را نباشد خراست

جز خداوندانِ معنی را نغلطاند سماع　　دولت مغزی بباید تا برون آید ز پوست

اسی مجلس میں ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ کے سامنے تقریر کی کہ اس وقت فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے ہیں اور مزامیر اور محرمات میں مبتلا ہیں سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر دیا ہے کہ مزامیر و محرمات سماع میں نہ ہونے چاہییں اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو اچھا نہیں کیا۔ پھر آپ نے اس بارہ میں بہت کچھ غلو کیا یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر امام نماز میں ہو اور اس کے پیچھے بہت سے مقتدیوں کی جماعت میں عورتیں بھی ہوں پس امام کو سہو وقع ہو تو جو مردوں کی جماعت اس کی اقتدا میں ہے ان میں سے ایک کو مناسب ہے کہ سبحان اللہ کہہ کر امام کو اس کے سہو پر آگاہ کرے۔ اور اگر کوئی عورت امام کے سہو پر واقف ہو تو اسے سبحان اللہ کہہ کر امام کو آگاہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسے مرد کو اپنی آواز سنانی مناسب نہیں ہے البتہ پشت دست ہتھیلی پر مار کر اطلاع دے۔ ہتھیلی پر ہتھیلی مار کر نہیں کیوں کہ اس میں لہو کی مشابہت پائی ہے۔ پھر جب اس درجہ تک شرع میں ملاہی وغیرہ سے پرہیز کرنا آیا ہے تو سماع میں بطریقِ اولیٰ یہ بات ہونی چاہیے۔ یعنے جب ہتھیلی بجانے میں اس قدر احتیاط آئی ہے تو سماع میں مزامیر و ملاہی بطریق اولیٰ منع ہے بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ اور اس طریقہ کے اہل لوگوں نے سماع سنا ہے جو شخص کہ درد و ذوق رکھتا ہے اسے پڑھنے والے کے منہ سے صرف ایک بیت سن کر رقت پیدا ہو جاتی ہے مزامیر درمیان میں ہوں یا نہ ہوں لیکن جو لوگ عالمِ ذوق سے بے خبر ہیں اگر ان کے آگے اچھے اچھے گانے والے ہوں اور تمام مزامیر موجود ہوں لیکن جب ان میں درد نہ ہو تو بے سود ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کام درد سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مزامیر سے۔ پھر فرمایا کہ آدمیوں کو سب دن حضور میسر نہیں ہو سکتا اگر دن میں کوئی وقت خوش اور عمدہ میسر ہو گیا تو اس دن کے تمام اوقات متفرقہ اس وقت کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ساری جماعت میں ایک صاحبِ نعمت اور صاحبِ ذوق ہوتا ہے تو مجلس کے تمام اشخاص اس ایک شخص کی پناہ میں چلے آتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ جنید فرمایا کرتے تھے اگر مجھے معلوم بھی ہو جائے کہ نماز نفل مجلس سماع سے بہتر ہے تو بھی میں نماز نفل میں مشغول نہ ہوں اور سماع سنوں۔ فرماتے تھے مولانا برہان الدین بلخی کو باوجود علم و فضل کے کمال صلاحیت بھی خدا کی طرف سے عنایت ہوا تھا چنانچہ وہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ خدائے عزوجل کسی کبیرہ گناہ کی بابت سوال کرے گا۔ یہاں تک سلطان المشائخ پہنچ کر مسکرائے فرمایا کہ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ البتہ ایک کبیرہ ایسا ہوا ہے جس کی بابت وہ ضرور

سوال کرے گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کبیرہ گناہ کونسا ہے فرمایا سماع چنگ کہ میں نے چنگ بہت سنا ہے اور اب بھی ہو تو سنے بغیر نہ رہوں۔ اس کے بعد مولانا برہان الدین بلخی کی فضیلت و بزرگی میں ذکر چھڑ گیا اور آپ نے فرمایا مولانا برہان الدین بیان کرتے تھے کہ ابھی میں بہت کم عمر یعنی قریباً پانچ چھ سال یا اس سے کچھ کم و بیش کا ہوں گا کہ اپنے والد کے ساتھ باہر نکلا میں اور میرے والد دونوں چلے جاتے تھے کہ مولانا برہان الدین عمر عینانی صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ سامنے سے نمودار ہوئے میرے والد ان سے ایک کنارہ ہو کر دوسری راہ سے چلے گئے اور وہاں کھڑا چھوڑ گئے۔ جب مولانا برہان الدین مرعینانی کا کو کہ میرے نزدیک پہنچا تو میں نے ذرا آگے بڑھ کر سلام کیا مولانا نے مجھے تیز نگاہ سے دیکھ کر فرمایا کہ میں اس لڑکے میں نور علم تاباں دیکھتا ہوں میں نے ان کی بشارت سنی تو سواری کے آگے روانہ ہوا تھوڑی دور چل کر پھر مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ مجھ سے خدا کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا اپنے زمانہ میں علامہ عصر اور یگانۂ روزگار ہوگا۔ میں نے ان کی یہ بھی بشارت سنی اور اسی طرح آگے آگے چلنے لگا تھوڑی دور چل کر پھر مولانا برہان الدین عمر عینانی نے فرمایا خدا مجھ سے کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا ایسا بزرگ ہوگا کہ بادشاہوں کی گردنیں اس کے دروازے پر جھکیں گی بڑے بڑے اولوالعزم سلاطین اس کے دروازے پر حاضر ہوں گے اور باریابی نہ پائیں گے۔ الغرض میں پھر مقصد اصلی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ ایک دفعہ مجلس سماع مرتب ہوئی جس میں بہت سے درویش و عزیز موجود تھے شیخ بدرالدین سمرقندی خلیفہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہما بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ لوگوں نے چنگ پر سماع شروع کیا شیخ بدرالدین نے سماع میں رقص کیا اور انتہا ذوق و شوق میں اس کی یہ بات سن کر ذیل کی ابیات پڑھیں۔

فردا بکشی خمار کہ امشب مستی　　مارا بزدی و چنگ ما بشکستی

بدارکین طرف آواز چنگ مے آید　　بذوق چند دعاہا بلند خواہی خواند

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ نجم الدین کبری قدس اللہ کا قول ہے کہ جس قدر نعمتیں بشر کو ممکن ہیں سب خدا تعالیٰ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سہروردی کو مرحمت ہوئی ہیں۔ مگر ایک ذوق سماع عنایت نہیں ہوا۔ فرماتے تھے ایک دفعہ شیخ اوحد کرمانی شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہما کے پاس آئے شیخ نے اپنا مصلیٰ لپیٹ کر زانو کے نیچے رکھ لیا اور یہ مشائخ کے نزدیک

غایت درجہ کی تعظیم و توقیر ہے۔ جب شام ہوئی تو شیخ اوحد کرمانی نے سماع کی خواہش ظاہر کی شیخ شہاب الدین نے فوراً قوالوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ مجلس سماع مرتب ہو اور مجلس کے تمام لوازمات نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مہیا کیے جائیں یہ کہہ کر آپ ایک گوشہ میں تشریف لے گئے اور طاعت و ذکر میں مشغول ہوئے صبح ہوئی تو خانقاہ کا خادم شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ حضور چونکہ رات کو سماع تھا اس لیے ان لوگوں کے لیے صبح کا کھانا تیار ہونا چاہیے۔ شیخ نے فرمایا کیا آج رات سماع رہا ہے۔ خادم نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا مجھے مطلق خبر نہیں یہاں تک پہنچ کر سلطان المشائخ نے فرمایا۔ شیخ شہاب الدین کے اس استغراق کو دیکھنا چاہیے کہ ذکر میں اس قدر مشغول ہوئے کہ غلبۂ ذکر کی وجہ سے سماع کی مطلق خبر نہیں ہوئی لیکن جس وقت اہل مجلس سماع بند کر کے قرآن مجید پڑھتے تھے تو شیخ قرآن سنتے تھے اور جب سماع ہوتا تھا تو باوجود اس شور و غل اور غلبہ کے نہیں سنتے تھے۔ دیکھو ان کی مشغولی کس حد تک پہنچ گئی تھی۔

کاتب حروف نے مولانا شمس الدین دامغانی سے سنا ہے جو میرے نانا ہوتے ہیں کہ جب شیخ اوحد کرمانی نے شیخ شہاب الدین کی خدمت سے رخصت ہونا چاہا تو اسی مجلس میں شیخ شہاب الدین نے اپنا ایک پائجامہ شیخ اوحد کرمانی کے آگے رکھا۔ شیخ اوحد کرمانی نے اسے قبول کیا اور درمیان میں سے دو ٹکڑے کر کے کرتے پر پہن لیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کی جانب سے نکال کر شیخ شہاب الدین کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ ہمارے شیخ کا اسفل عمل ہے۔ اس کے بعد میں پھر اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک عزیز تھا جسے عبداللہ رومی کہا کرتے تھے وہ شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں ایک دن شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر تھا اور سماع کر رہا تھا شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ جب ہمارے شیخ نے سماع سنا ہے تو ہمیں بھی سننا چاہیے بعدہ عبداللہ کو حجرہ کے دروازے پر ٹھہرا دیا اور رات تک وہیں رکھا جب رات ہوئی تو فرمایا عبداللہ اس کے ایک یار کو حجرہ کے اندر لے جاؤ لیکن ان دو شخصوں کے سوا تیسرا آدمی نہ ہو۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ لوگ مجھے اور ایک اور شخص کو حجرہ کے اندر لے گئے رات ہوئی تو لوگوں نے نماز پڑھی شیخ نماز سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لائے۔ یہاں صرف ہم دو ہی شخص تھے شیخ بیٹھ گئے اور اوراد میں مشغول ہوئے قرآن کے آدھے سیپارے کی مقدار پڑھا پھر حجرے کی کنڈی لگا کر مجھ سے فرمایا کہ اب

کچھ کہو میں نے سماع شروع کیا ایک ساعت گذری ہوگی کہ شیخ میں ایک جنبش و تحریک پیدا ہوئی آپ نے اٹھ کر چراغ بجھا دیا حجرہ تاریک ہو گیا اور اسی طرح سماع میں مصروف رہے اور اندھیرے میں اور تو کچھ معلوم نہ ہوتا تھا مگر میں اتنا ضرور جانتا تھا کہ شیخ حجرہ میں پھر رہے ہیں جب آپ میرے پاس آتے تھے تو آپ کے کرتے کا دامن مجھے چھو جاتا تھا اس وجہ سے مجھے معلوم تھا کہ شیخ کو جنبش ہے لیکن یہ نہ جان سکتا تھا کہ شیخ ضرب پر ہیں یا نہیں الغرض جب سماع تمام ہوا تو شیخ نے حجرے کا دروازہ کھول دیا اور اپنے مقام پر تشریف لے گئے میں اور وہ عزیز جو میرے ساتھ تھا وہیں رہ گئے ہمیں نہ تو کھانا ہی پہنچا نہ پانی ہی دیا۔ یہاں تک کہ جب رات آخر ہوئی تو صبح کو ایک خادم ایک کپڑا باریک اور بیس تنکہ ہمارے پاس لایا اور کہا کہ یہ شیخ نے تمہیں بھیجا ہے۔

جناب سلطان المشائخ کے ساتھ سماع کے بارے میں بحث و مناظرہ ہونے کا بیان

کاتب حروف محمد مبارک علوی المدعو بامیر خورد عزیزان صاحب سماع کی ضمیر شفقت پذیر پر عرض کرتا ہے۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانہ میں جس قدر علماء شہر تھے سب سماع کے بارے میں ان کے ساتھ خصومت رکھتے اور عدم سماع کے مدعی تھے۔ ان میں سے اکثر نے تو سماع کی حرمت اور سننے والوں کے کفر پر سوال لکھے اور بہت سے علماء نے حرمت سماع پر جواب لکھے۔ کاتب حروف نے ان سوالوں کو دیکھا ہے اور اصل بات یہ ہے لوگ جیسا سوال کرتے ہیں مفتی ویسا ہی جواب دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ نے قاضی حمید الدین ناگوری کو عشق کامل اور علم وافر اور کرامت ظاہری عنایت کی تھی ان کے خیالات اور عقیدہ میں اس شور و غوغا سے ذرا بھی تذبذب واقع نہیں ہوا۔ باوجود اس کے اس زمانہ کے صدر جہاں یعنی قاضی منہاج الدین جرجانی جو علم و فضل اور لطافت طبع میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے صاحب سماع تھے اور قاضی حمید الدین ناگوری اور دیگر بزرگوں کے ساتھ جو عشق و محبت میں چور تھے سماع سنا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کی قدرے کیفیت نکتہ اہل سماع میں بیان کی جا چکی ہے۔ غرضیکہ ان چند در چند وجوہ سے اس وقت کے مدعیوں کو سماع کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے سننے کی مجال نہ تھی لیکن جب حضرت

سلطان المشائخ کی دولت وکرامت اور عظمت و جبروت کا آفتاب اہل جہاں پر چمکا اور اس زمانہ کے ان علما فضلا صدور و اکابر وضیع وشریف کے دلوں میں شوق سماع کی آگ بھڑکی جن کی جبلت میں روز اول سے عشق کی چاشنی رکھی گئی تھی اور اس کا ایک عالم میں غلغلہ پڑا اور ان کے دلون مین ولولہ عشق نے تحریک و جنبش کی تو عاشقی اور عشق بازی اور سماع کی رونق جہاں میں از سر نو تازہ ہوئی اور عالم بوستان ہو گیا جیسا کہ خواجہ ثنائی کہتے ہیں۔

زینجا نفیر ریزد و زانجا نوائے نائے — آنجا خروش عاشق و اینجا نشاط یار
بر ہر طرف بہشتی و در ہر بہشت حور — در ہر چمن نگارے و در ہر نگار یار
روئی زمین از شاہد گل پر زرو پر نگار — شاخ شجر چوگوش عروسان شاہوار
مرغے بہر درخت ونوائے بہر طرف — نشاہے بہر طریق و عروسے بہر کنار

جب سماع کی یہ رونق بازاری ہوئی تو مدعیوں کے حسد کا کانٹا جو ہمیشہ سے پنہاں تھا از سر نو چبھنا شروع ہوا۔ یہ لوگ دل میں اس درجہ تعصب رکھتے تھے کہ اسے دیکھ نہ سکتے تھے بندۂ ضعیف عرض کرتا ہے۔

مرا زین عشق فرو زیست مطلق

اور چونکہ منکرین سماع دیکھتے تھے کہ اکثر اکابر اور علماء اور صدور اولیاء اور امرا اور بادشاہ وقت کے مقرب جناب سلطان المشائخ کے غلام اور معتقد ہیں۔ اس لیے انہیں دم مارنے کی مجال نہ تھی چنانچہ وہ خود ہی خود منہ بند دیگ کی طرح جوش کھاتے تھے اور ہمیشہ اس فکر میں لگے رہتے تھے کاش بادشاہ وقت اس بارہ میں کوئی ایسی مجلس قائم کرے جس میں مناظرہ و مباحثہ ہو تاکہ حسد کے جراحت کو نوک زبان سے چھیڑ دیں۔ اللھم اجعلنی من المحسودین ولا تجعلنی من الحاسدین. یعنی خداوندا تو ہمیں محسود بنا حاسد نہ بنا گویا یہ دعا جو جناب رسول رب العالمین کی زبان مبارک پر گذری باوجود اس قدر علوم کے ان کے کانوں تک نہ پہنچی تھی۔ الغرض سلطان علاؤ الدین اور شیخ الاسلام قطب الدین علیہما الرحمۃ کے عہد میں ان مدعیون اور متعصبوں کا اندیشہ کارگر نہیں ہوا۔ لیکن جب تخت حکومت پر سلطان غیاث الدین تغلق انار اللہ برہانہ جلوہ آرا ہوئے۔ شیخ زادہ حسام الدین فرجام نے جنہوں نے غریبی کا پاقابہ سلطان المشائخ کے گھر میں کھولا اور حضور کی تربیت وشفقت میں پرورش پائی تھی شہرت کا جھنڈا بلند کرنا چاہا اور اس

شہرت کے خیال سے ۔ بہت کچھ مجاہدے اور سختیاں جھیلیں مگر چونکہ ان میں عشق کا ذوق وشوق نہیں رکھا گیا تھا اس لیے شہرت نصیب نہیں ہوئی انجام کار انہوں نے اس بہانہ کو ذریعہ شہرت سمجھا اور اس مجلس مناظرہ کے شور وغوغا میں اپنے مطلب براری کی فکر کی ۔

بارے چو فسانہ میشوی اے بے خرد افسانہ نیک شونہ فسانۂ بد

قاضی جلال الدین سوانجی جو حاکم مملکت کا نائب تھا اہل عشق کے ساتھ تعصب کرنے میں مشہور تھا اس نے اور دیگر ظاہر یعلماء نے شیخ زادہ حسام الدین کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ بادشاہ کے پاس جا کر بیان کریں کہ شیخ نظام الدین محمد جو اس زمانہ کے مقتدا اور عوام وخواص کے مرجع ہیں سماع سنتے ہیں حالانکہ سماع امام اعظم علیہ الرحمتہ کے مذہب میں حرام ہے۔ پھر مشکل یہ ہے کہ نہ صرف خود اس حرام فعل کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ ہزار ہا مخلوق اس کام میں جو شرعاً ممنوع ہے۔ ان کی متابعت کرتی ہے شیخ زادہ کو چونکہ قرب سلطانی حاصل تھا۔ موقع پا کر یہ بات سلطان کے کان میں ڈال دی۔ سلطان غیاث الدین کو سماع کی حلت وحرمت کا علم نہ تھا یہ بات سن کر حیران وششدر رہ گیا اور افسوس سے کہنے لگا کہ ایسا بزرگ جو مقتدائے عالم ہو نامشروع فعل میں کیوں کر مبتلا ہو سکتا ہے نعوذ باللہ عما یقول الظالمون ۔ سلطان غیاث الدین بھی اسی ششش وپنج میں تھا کہ مدعیوں نے ان سوالوں اور فتوؤں کو پیش کیا جو قاضی حمید الدین نا گوری کے وقت میں ہوئے اور ساتھ ہی کتب شرعیہ کی بہت سی روایتیں سنائیں۔ سلطان نے فرمایا کہ چونکہ علماء دین نے حرمت سماع کا فتوی دیا ہے اور اس کام کے مزاحم ہوئے ہیں اس لیے سلطان المشائخ کو حاضر کریں اور تمام علماء شہر اور صدور واکابر کو طلب کر کے ایک مجلس مناظرہ مرتب کریں تا کہ جو حق اور درست بات ہو اس جلسہ میں ظاہر ہو جائے ایک بزرگ کہتے ہیں ۔

اخترانے کہ بشب در نظر ما آیند پیش خورشید محال است کہ پیدا آیند

ہم چنین پیش وجودت ہم خوباں عدم اند گرچہ در چشم خلائق ہمہ زیبا آیند

غرضیکہ جناب سلطان المشائخ کے معتقدوں نے یہ ماجرا حضور کی خدمت میں عرض کیا مگر چاہیے کہ سلطان المشائخ کو بمقابلہ اس کثیر جماعت کے کسی طرح کا ہراس ہوتا ذرا بھی اندیشہ نہ تھا۔

جہاں اگر ہمہ دشمن شود بدولت عشق خبر ندارم از ایشان کہ در جہاں ہستند

لیکن جو علماء کہ اپنے وقت کے تمام علماء سے اعلیٰ تھے اور حضور سلطان المشائخ کی خدمت کی طرف منسوب کیے جاتے تھے جیسے مولانا فخر الدین زرادی اور مولانا وجیہہ الدین پائلی وغیرہ ہما اباحت سماع کے بارے میں جو قرآنی آیتیں وارد ہیں آپ کے سامنے بیان کرتے اور حضور کی مجلس میں بابت دلائل اباحت قائم کرتے تھے اور اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ مناظرہ سے پیشتر یہ دلائل آپ کو خوب مستحضر ہو جائیں اور مناظرہ کے وقت کسی طرح لغزش آپ سے ظاہر نہ ہو۔ سلطان المشائخ جن کا باطن مبارک علم لدنی سے آراستہ تھا دریا کی طرح موج مارتے اور ان کی کسی بات کی طرف ذرا التفات نہ فرماتے تھے اور اس بارے میں کوئی بات زبان سے نہ نکالتے تھے۔ یہ لوگ بظاہر متحیر و پریشان تھے لیکن جناب سلطان المشائخ کے تبحر اور علم و فضل پر پورا اعتقاد رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو مناظرہ کی طرف سے بالکل اندیشہ نہ تھا اور آپ کی اس بے التفاتی سے بہت خوش تھے الغرض جب حضرت سلطان المشائخ بادشاہ کے دربار میں بلائے گئے تو آپ نہایت استقلال و اطمینان کے ساتھ تشریف لے گئے اور تنہا تشریف لے گئے اپنے یاروں میں سے کسی کو بجز ساتھ نہیں لیا مگر قاضی محی الدین کاشانی جو وفور علم سے آراستہ اور استاد شہر اور علامہ عصر تھے اور مولانا فخر الدین زرادی جو ایک بزرگ زادے اور قاضی صاحب سے بھی زیادہ کریم الطبع تھے اور قطع نظر اس کے تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے آپ کی بغیر طلب اور بدوں خواہش کے آپ کے ساتھ بادشاہ کی متعین کردہ مجلس میں آگئے۔ ابھی مناظرہ شروع نہیں ہوا تھا کہ قاضی جلال الدین نائب حاکم نے سلطان المشائخ کو بطریق نصیحت کچھ کہنا شروع کیا اور بعض وہ باتیں بھی جو تعصب سے بھری ہوئی تھیں اور جو جناب سلطان المشائخ کے مجلس کے لائق نہ تھیں طنز و تشنیع کے لہجہ میں کہیں جناب سلطان المشائخ نے حلم و تحمل سے کام لیا اور نہایت ضبط کے ساتھ بیٹھے رہے لیکن جب اس کی سختیوں کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ اگر اسکے بعد تم نے مخلوق کو دعوت دی اور سماع سنا تو سمجھ لیا جائے گا کہ میں حاکم شرع ہوں آپ کے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا اور سخت تکلیف پہنچاؤں گا اس وقت سلطان المشائخ بے خود ہو گئے اور انتہائے غیظ و غضب میں ارشاد فرمایا کہ جس شغل اور منصب کی قوت پر تو یہ چہ میگوئیاں کر رہا ہے۔ اس سے معزول ہو۔ چنانچہ اس واقعہ کے بارہ دن بعد قاضی جلال الدین منصب قضا سے معزول ہو گیا اور

اس کے بہت تھوڑے عرصہ بعد سفر کر گیا۔ خلاصہ یہ کہ جب یہ مجلس مناظرہ قائم ہوئی اور شہر کے تمام علماء فضلا اکابر صدور اور امرا ملوک جمع ہو گئے تو شیخ زادۂ حسام الدین مقابلہ میں آئے اس وقت بادشاہ اور تمام امرا کی توجہ و مہربانی جناب سلطان المشائخ کی جانب تھی۔ شیخ حسام الدین نے جناب سلطان المشائخ کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ تمہاری مجلس میں سماع ہوتا ہے اور تم رقص کرتے اور آہ ونعرہ کی بلند آوازیں نکالتے ہو اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں اس قسم کی چیخ چیخ کر کہیں جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکے تو سلطان المشائخ نے ان کی طرف روئے مبارک کر کے کہا کہ اتنا شور نہ مچاؤ اور اس قدر طویل باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ سماع کے کیا معنی ہیں۔ شیخ زادہ حسام الدین نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں جانتا کہ سماع کسے کہتے ہیں۔ لیکن علماء بیان کرتے ہیں کہ سماع حرام ہے۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب تم سماع کے معنی تک نہیں جانتے ہو تو اس بارہ میں میرا روئے سخن تمہاری طرف نہیں ہے اور نہ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں شیخ زادہ حسام جو اصل میں مدعی تھے ملزم ہوئے اور شکستہ خاطر ہو کر بہت چیں بجبیں ہوئے۔

تر است حجت قاطع بدست یعنی علم چگونہ پیش رود دعویٰ من نادان

بادشاہ کے کان حضرت سلطان المشائخ کی دل پذیر تقریر پر لگے ہوئے تھے اور وہ آپ کا ایک ایک لفظ بغور سن رہا تھا جب لوگ بحث کے وقت شور وغل مچاتے اور بلند آواز کرتے تھے تو بادشاہ کہتا تھا غلبہ نہ کرو اور سنو شیخ کیا فرماتے ہیں۔ اس مناظرہ میں جہاں اور بہت سے علماء حاضر تھے مولانا حمید الدین اور مولانا شہاب الدین ملتانی بھی موجود تھے لیکن یہ دونوں حضرات بالکل ساکت وخاموش تھے کوئی وحشت آمیز بات ان دونوں عالمان زمانہ کے منہ سے نہیں نکلی بلکہ مولانا حمید الدین نے نہایت انصاف سے فرمایا کہ سلطان المشائخ کی مجلس کی جو کیفیت مدعی بیان کرتے ہیں۔ حقیقت میں ایسی نہیں ہے بلکہ بالکل بر خلاف ہے چنانچہ میں نے اس امر کا خوب معائنہ کیا ہے اور آپ کی مجلس میں بہت سے پیروں اور مشائخ اور درویشوں کو دیکھا ہے اسی اثناء میں قاضی کمال الدین بول اٹھے کہ میں نے ایک جگہ یہ روایت دیکھی ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں السماع حرام والرقص فسق یعنی سماع حرام ہے اور رقص فسق۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ لفظ خاص امام اعظمؒ کی زبان مبارک سے نہیں نکلے ہیں اور قطع نظر اس کے اس

روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام ہمام نے سماع سے منع کیا ہے اس بحث کے اثنا میں مولانا علیم الدین شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا کے پوتے تشریف لائے بادشاہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم بھی دانشمند عالم ہو اور اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہو۔ آج میرے سامنے مسئلہ سماع کے متعلق بحث ہو رہی ہے لیکن ابھی تک کوئی امر منقح نہیں ہوا۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ سماع سننا حرام ہے یا حلال۔ مولانا علیم الدین نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام مقصدہ ہے اور سماع کی حرمت وحلت میں جو دلائل آئے ہیں اس رسالہ میں جمع کر دیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ سماع دل سے سنتے ہیں انہیں مباح ہے اور جو نفس سے سنتے ہیں ان کے لیے حرام۔ ازاں بعد بادشاہ نے مولانا علیم الدین سے دریافت کیا کہ تم بغداد، روم، شام میں پھرے ہو وہاں کے مشائخ سماع سنتے ہیں کہ نہیں اور جو لوگ سنتے ہیں انہیں کوئی مانع ہوتا ہے یا نہیں۔ مولانا علیم الدین نے فرمایا میں نے تمام اسلامی شہروں میں بزرگوں اور مشائخ کو سماع سنتے اور بعض کو دف اور شبانہ کے ساتھ سنتے دیکھا ہے۔ لیکن وہاں کوئی شخص انہیں اس سے منع نہیں کرتا اور قطع نظر اس کے اگر غور سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ میں جو سماع رائج ہوا ہے وہ شیخ جنید اور شبلی کی میراث ہے جب بادشاہ نے مولانا علیم الدین سے اس قسم کی باتیں سنیں تو خاموش و ساکت ہو گیا اور کچھ نہ کہا۔ اس وقت مولانا جلال الدین نے بڑے زور سے کہا کہ بادشاہ کو چاہیے کہ حرمت سماع کا حکم کرے اور اس بارے میں امام اعظم علیہ الرحمتہ کے مذہب کی رعایت کرے لیکن سلطان المشائخ نے بادشاہ سے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ آپ اس بارے میں حکم صادر کریں اور تاوقتیکہ کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو جائے باضابطہ حکم نافذ نہ ہو۔ بادشاہ نے حضرت سلطان المشائخ کے اس حکم کو قبول کیا اور اس بارہ میں کوئی فیصلہ نہ دیا۔ پھر اس بارہ میں دو روایتیں آئی ہیں ایک وہ جو مولانا فخر الدین زرادی جناب سلطان المشائخ کے خلیفہ نے رسالہ اباحت سماع میں بیان کی ہے یہ رسالہ مولانا فخر الدین کی تالیف سے ہے جس کا نام کشف القناع من وجوہ السماع ہے اور یہی روایت اصح ہے کیونکہ یہ بزرگ اس مجلس مناظرہ میں شریک تھے اور قاضی کمال الدین صدر جہاں سے آپ ہی نے بحث کی تھی اور وہ روایت یہ ہے۔ وما قال المخالف من الا دلة فی تضلیل من یقول بالتحلیل لما کان ظاهر البطلان رجع البحث الی الحرمة والحل ثم الی اولویة الترک والفعل و کان من اول

الضحی الی اوان القیٔ ثم قام اھل المجلس من عند السلطان ۔یعنی مخالف نے اس شخص کی تھلیل کے دلائل جو قائل باتحلیل ہے بیان کیے مگر چونکہ وہ ظاہر البطلان تھے اس لیے بحث نے علت وحرمت کی طرف رجوع کیا پھر اس بات کی طرف توجہ کی گئی کہ ترک وفعل میں کس کو اولویت ثابت ہے اور یہ مجلس مناظرہ چاشت سے قائم ہو کر زوال کے وقت تک برپا رہی پھر اہل مجلس بادشاہ کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے دوسری روایت یہ ہے کہ بادشاہ نے صاف لفظوں میں حکم دیا کہ سلطان المشائخ سماع سنیں اور کوئی انہیں مانع نہ ہو۔ ہاں دوسرے فرقے جیسے قلندریوں کا گروہ، حیدریوں کی جماعت اور ان کے علاوہ جو لوگ ہوائے نفس سے سنتے ہیں انہیں بے دغدغہ منع کرنا چاہیے لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی اس مجلس میں موجود نہ تھے صحیح اور معتبر وہی روایت ہے جو مولانا فخر الدین زرادی سے منقول ہے۔ واللہ اعلم

اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ شاید بادشاہ کی طرف سے حکم ہو گیا ہے کہ مخدوم جس وقت چاہیں سماع سنیں کیونکہ وہ آپ کو حلال ہے۔ حضور نے فرمایا اگر حرام ہے تو کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو سکتا اور اگر حلال ہے تو کسی کے کہنے سے حرام نہیں ہو سکتا۔ اصل میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف سماع کو بلکہ اس کے ساتھ دف اور شبانہ کو بھی مباح کہتے ہیں۔ برخلاف ہمارے علماء کے اور اب حکم حاکم ہے۔ جیسا حکم کرے الغرض جب مناظرہ کی مجلس برخاست ہوئی تو بادشاہ نے حضرت سلطان المشائخ کو نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ رخصت کیا۔ مگر مولانا ضیاء الدین برنی اپنے حیرت نامہ میں لکھتے ہیں کہ جب جناب سلطان المشائخ مناظرہ سے فارغ ہو کر مکان پر تشریف لائے تو ظہر کی نماز کے وقت مجھے اور مولانا محی الدین کاشانی اور امیر خسرو شاعر کو طلب کیا۔ ہم لوگوں کو جب سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی تو فرمایا۔ دہلی کے علماء میری دشمنی وعداوت سے پر تھے انہوں نے میدان فراخ پایا اور عداوت سے بھری ہوئی بہت سی باتیں کہنی شروع کیں اور ایک نہایت تعجب اور حیرت کی بات آج یہ دیکھی گئی کہ محل حجت میں جناب نبی کریم کی صحیح حدیثیں سننے سے انہوں نے صاف انکار کر دیا وہ لوگ بڑی جرأت اور بے باکی سے کہتے تھے کہ ہمارے شہر میں روایت فقہ حدیث پر مقدم ہے اور اس قسم کی باتیں وہی لوگ کہتے ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر اعتقاد نہیں ہوتا ہے۔ جس وقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث مذکور

ہوتی تھی وہ لوگ غلبہ کرتے اور منع سے پیش آتے اور کہتے تھے کہ یہ حدیث شافعی کی متمسک ہے اور وہ ہمارے علماء کا دشمن ہے ہم ایسی حدیثیں ہرگز نہیں سنتے اور نہیں جانتے اب دیکھو کہ وہ احادیث صحیحہ کے معتقد ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں اعتقاد نہیں ہے کیونکہ ایک حاکم اور اولی الامر کے سامنے مکابرہ سے پیش آتے اور احادیث صحیحہ کو منع کرتے ہیں اور میں نے کسی عالم کو دیکھا سنا نہیں کہ اس کے سامنے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں روایت کی جائیں اور وہ کھلم کھلا کہے کہ میں نہیں سنتا اور نہیں جانتا یہ کیسا زمانہ ہے۔ تعجب ہے کہ جس شہر میں اس درجہ مکابرہ کیا جائے اور اس درجہ عناد و حسد برتا جائے اور وہ پھر آباد و معمور رہے یہ شہر تو اس قابل ہے کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے اور بالکل تباہ و برباد کر ڈالا جائے۔ جب بادشاہ اور امرا اور خلق۔ شہر کے قاضی اور نامور علماء سے یہ سنیں کہ اس شہر میں حدیث پر عمل نہیں ہے تو ان کا اعتقاد احادیث پیغمبر علیہ السلام پر کیونکہ راسخ و ثابت ہو سکتا ہے اور جبکہ انہوں نے حدیث کا روایت کرنا قطعاً منع کر دیا ہو تو مجھے پورا اندیشہ ہے کہ اس بداعتقادی کی نحوست کی وجہ سے جو علماء شہر سے معائنہ کی گئی آسمان سے بلا اور جلاوطنی اور قحط اور وبا کی سزا شہر پر برسے اور یہ شہر بہت جلد غارت کر دیا جائے۔ جب ان باتوں کا مسئلہ یہاں تک پہنچا تو آپ خاموش ہو گئے اور اٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چوتھے سال تمام وہ علماء جو اس مناظرہ میں شریک تھے اور ان کے علاوہ اور سب لوگ دیوگیر کو جلاوطن کر دیے گئے اور اکثر علماء اپنی مرضی سے دیوگیر کی سکونت پر راضی ہو گئے۔ مہلک قحط و وبا شہر پر پڑے اور برسوں تک یہ مصیبتیں اور آفتیں بالکلیہ دفع نہیں ہوئیں۔ سبحان اللہ جو بات حضرت سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر گذری تھی اس کا اسی طرح معائنہ و مشاہدہ ہوا۔ واللہ اعلم۔

اہل زمانہ کے سماع سننے کا بیان

صاحب دلان عالم کو واضح ہو کہ مبتدی مریدوں کو سماع میں غلو کرنا نہ چاہیے یعنی تا وقتیکہ وہ اپنے نفس کو ریاضتوں سے مہذب نہ کر لے اور سخت سخت مجاہدوں سے اپنے تئیں نہ جلا لے جیسا کہ مجاہدات مشائخ کے نکتہ میں درج ہو چکا ہے اس وقت تک وہ سماع سننے کے لائق نہیں ہے۔ سماع سننے کے قابل وہ شخص ہے جس کی نظر میں خلق کی ذرا عظمت و وقعت نہ ہو ورنہ سماع

اسے فتنہ میں ڈال دے گا اور اصل کام سے باز رکھے گا۔ نفس وہ غوغا اور شور اٹھائے گا کہ سر او نچا نہ کر سکے گا اور حرص کے میدان و جنگل میں رشتہ تسبیح گردن میں ڈال کر صحرا و بیابان میں پھرا آئے گا اور ایسا شخص ایک ساعت بھی اپنے آپے میں نہ آئے گا۔ اہل سماع کی ذات اسی میں ہے کہ رات دن سماع کو جو مردان خدا کا معیار اور مجاہدان الٰہی کا میدان معرکہ ہے گمراہی کا رستہ بنا کر رقص کرنے میں مشغول رہے اور آسمان پر شور و شغب پہنچائے اور اس ذریعہ سے اپنے تئیں مشہور کرے۔

حلحلت اندر چراغ چیست تری اسہ، شقشق اندر سماع چیست بریست
در طریقہ کہ شرط جائے سپری است نعرۂ بے ہدہ تری دخری است

اور اس کے ساتھ ہی اگر کسی مجلس سماع میں پہنچے تو صلحا کے گریہ کو جو دلی درد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور ان کے نعرہ کو جو شوق حق سے اٹھتا ہے اور ان کے شور و رقص کو پریشان و درہم برہم کرے اور خود جوانان رقاص کی طرح وہ رقص کرے جو نظارہ کرنے والوں کو ہنسائے اور خندہ و قہقہہ میں لائے اور اس لغو اور بیہودہ شہرت کو اپنی قوت کا سرمایہ بنائے خواجہ حکیم ثنائی کہتے ہیں۔

اے ہواہائی تو خدا انگیز وائے خدایا کہ تو جدائی ازان
سماع ای برادر بگویم کہ چیست اگر مستمع رابدانم کہ کیست
اگر برج معنی پرد طیراو فرشتہ ماند از سیراو
اگر مرد لہو ست و بازی و لاغ قوی تر شود دیوش اندر دماغ

ایسا شخص اپنے مقتداؤں اور پیروں کی روش چھوڑ کر نفسانی خواہشوں کی طرف چلتا اور پھر امید رکھتا ہے کہ ان حرکات ناپسندیدہ کی وجہ سے کسی مرتبت و منزلت کو پہنچے واللہ ثم واللہ ایسا شخص ہرگز کسی مرتبہ پر نہ پہنچے گا۔ ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

ہرگز نرسی بکعبہ ای اعرابی کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

حسبعہلہ ہمارے ان مشائخ کے طبقہ معظمہ کے مناقب و فضائل اور راہ و روش میں نظر کرو اور خوب نظر کرو جن کے احوال اس کتاب کی ابتدا میں تحریر ہو چکے ہیں کہ انہوں نے آغاز عمر سے آخر تک کس قدر تکالیف اور مجاہدات اختیار کیے ہیں انہوں نے بارہا صرف خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے غایت مجاہدہ اور باطنی مشغولی کی وجہ سے اپنے تئیں معرض تلف اور محل

ہلاکت میں ڈال دیا ہے اور مخلوق میں سے کوئی شخص ان پر مطلع نہیں ہوا ہے۔ جب ان کی یہاں تک انتہا پہنچی ہے کہ کام جان تک اور چھری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے اس وقت سماع میں مشغول ہوئے اور آشنائی کے دریا میں ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔

دست و پائے بزنم گرچہ نکو میدانم　　　کہ ترا ابنیم واز دست غمت جان نہ برم

میں نے جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ آپ عوارف سے نقل کرتے ہیں سماع مریدوں اور معتقدوں اور اصحاب ریاضت کا حق ہے۔ جب نفس اور تن دونوں ہلاک ہو جائیں تو اس نص کی بنا پر ''ان لنفسک علیک حقا'' یعنی تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ جب تھوڑی دیر سماع سے آرام پاتے ہیں تو پھر اسے اس کے کام کی طرف لگا دیتے ہیں۔ الغرض جب بات یہ ہے تو اس راہ کے چلنے والے کو چاہیے کہ ان بزرگوں کا اتباع کرے جو دنیا سے بالکل بے تعلق اور علیحدہ رہے ہیں جس کا ظاہر چرب اور شیریں اور باطن زہر ہلاہل ہے اس بات کو ہر وقت پیش نظر رکھے کہ مجھے عنقریب یہاں سے جانا اور مشائخ قدس اللہ سرہم کی نظر میں گزرنا اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دینا ہے۔ یہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ اس کام میں جس طریق سے آؤ گے خدا تمہارے اسرار و ضمائر پر مطلع ہے اور تمام احوال پر شاہد آج تمہیں چاہیے کہ اپنے پیروں اور بزرگوں کے طریقہ پر زندگی بسر کرو تا کہ کل ان کے زمرہ میں شمار کیے جاؤ۔ جناب سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔

گر نیک آیم مرا ازیشان گیرند　　　ور بد باشم مرا بدیشان بخشند

کاتب حروف نے یہ چند کلمے نہایت سچائی اور اخلاص اور دردمندی کے ساتھ قلم بند کیے ہیں اگر عقلا کی کیمیا اثر نظروں میں منظور و مقبول ہوں گے تو میں جانوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی اگر کوئی شخص ان کلمات کو پسند کر کے اس کاتب بیچارہ ضعیف کو جو نفس و خواہش اور ہوائے شیطانی کے اغوا کی وجہ سے مبتلائے گناہ ہے۔ دعائے خیر کرے تو اس کی عاقبت بخیر ہو۔

آنجا کہ منم خصومتے نیست　　　در ہست میان تست من بیگنہم

ما نصیحت بجائے خود کردیم　　　روز گارے درین بسر بردیم



باب دہم

حضرت سلطان المشائخ کے بعض ملفوظات و مکتوبات

اس باب میں وہ باتیں بیان ہوں گی جو ماسبق کے ابواب میں بیان نہیں ہوئی ہیں اور یہ بیچارہ اپنے فہم و علم کے مطابق بیان کر کے سامعین والا تمکین کو خوش کرتا ہے۔

علم و علما کا بیان

میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ علم اکتسابی ہے اور عقل فطری۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرف یوں تو کہتے ہیں۔ عالم و معلم و متعلم فی العلم۔ مگر یوں نہیں بولتے۔ عاقل و معقل و متعقل فی العقل۔ ایک دفعہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے مکحول شامی کو لکھا ہے کہ تو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزیز و گرامی قدر رہا اب تو اس پر عمل کرتا کہ خدا کے نزدیک عزیز و گرامی قدر ہووے۔ عثمان مغربی نے امام شافعی کے سامنے ذکر کیا کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم الابدان اور دوسرے علم الادیان۔ حقائق و معرفت کے علوم کو علم الادیان کہتے ہیں اور ریاضت و مجاہدہ کے علوم کو علم الابدان کہتے ہیں۔ ابن مبارک کا قول ہے کہ جب میں نے علم دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اخروی علم مٹا دیا اس لیے میں نے اسے بالکل ترک کر دیا۔ محمد بن حسن کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا کہا مجھے علم کی بدولت بخش دیا۔ اسی طرح ابو یوسفؒ سے ان کے انتقال کے بعد خواب میں دریافت کیا گیا انہوں نے یہی جواب دیا کہ خدا نے مجھے علم کے وسیلہ سے بخش دیا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا میں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل کیا گیا جن پر خدا نے اپنا انعام کیا یعنی نبی و صدیق و شہید کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن لوگوں کے مجمع میں یہ حدیث بیان کی۔ من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر و لا ید

خل الحمام الی ابشرہ بالجنۃ ۔ یعنی جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا اور حمام میں داخل نہیں ہوتا ہے میں انہیں جنت کی خوشخبری دیتا ہوں میں نے اسی شب کو خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اتباع سنت کی وجہ سے بخش دیا اور تجھے لوگوں کا امام بنایا کہ وہ تیری اقتدا کریں گے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ جواب دیا کہ میں جبرائیل ہوں اور خدا کی طرف سے تمہیں یہ پیام دینے آیا ہوں حسن بن زیاد نے مباحثہ کے بعد ابو یوسف سے کہا کہ خلیفۂ وقت کے کھانے نے تیرے ذہن کو پلید کر دیا ہے اب تو اپنے گھر کے کھانے کی طرف رجوع کرتا کہ تیرا ذہن تیری طرف رجوع کرے۔ لقمان علیہ السلام کا قول ہے کہ لوگو! تم علماء کے علم کی اقتدا کرو۔ ان کے فعل کی اقتدا مت کرو۔ اور زاہدوں کے زہد کی تقلید کرو ان کے بناوٹی حیلوں کی تقلید نہ کرو۔ ایک حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے روز بدکار علما موروں اور بندروں کی صورتوں میں اٹھیں گے۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم کا مقام ایک عالی اور بلند مقام ہے چنانچہ ایک بزرگ کہتے ہیں بجل مقادیر اھل العلوم قد اوجب اللہ تعالیٰ اجلا لھا یہی وجہ ہے کہ عالم جس وقت ایک مشکل حل کرتا ہے تو اس قدر حلاوت اور مزا پاتا ہے کہ بادشاہ اپنی بادشاہی میں وہ حلاوت نہیں پاتا لیکن چونکہ علما کثرت سے ہیں اس واسطے لوگ ان کی عظمت وقدر سے بے خبر ہیں۔ اسی طرح درویش کو ایک ایسا وقت نصیب ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادت سے اس قدر حلاوت ودلچسپی اٹھاتا ہے جو علماء کسی مشکل مسئلہ کے حل کرنے میں پاتے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو درویش کو بعض وقت اپنی عبادت میں وہ حلاوت میسر ہوتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا جہان کی حلاوتیں گرد ہو جاتی ہین اور جب یہ ہے تو درویش کے حال وصفت کی کوئی انتہا نہیں پائی جاتی اور وہ بیان میں نہیں آسکتی۔ سلطان المشائخؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ ابوالموئد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ ورثۃ الانبیاء اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ جواب دیا کہ یہی علماء جنہیں تم دیکھتے ہو۔ خواجہ ابوالموید نے کہا حاشا وکلا یہ علماء ورثۂ انبیا میں نہیں ہیں کیونکہ ان کا علم اکتسابی ہے اور انبیا کا علم اکتسابی نہ تھا۔ جواب دیا الحمدللہ جن کلمات کا اظہار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوا وہی کلمات ہمارے ایک بادشاہ کی زبان پر جاری ہوئے۔ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص علم حاصل کرنے میں سرگرمی کرتا ہے تو وہ بہت جلد مشہور ہو جاتا ہے اور علم کی تحصیل

درویشی سے بہت آسان ہے۔ اگر دو شخص جن میں ایک عالم دوسرا جاہل ہو ایک درویش کے پاس جائیں اور درویش جاہل شخص کے لوح دل پر نقش ڈالے تو وہ فوراً عالم ہو جاتا ہے اور اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جہاں عالم بہت دیر اور انتہائی کوششوں کے بعد پہنچ سکتا ہے لیکن جو شخص جاہل ہوتا ہے۔ وہ کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز جس زمانہ میں عوارف تصنیف کر رہے تھے فرماتے تھے کہ اگر عقلا اور علماء نہ ہوتے تو تحصیل علم کا رستہ بند ہو جاتا اور خدا تعالیٰ کی معرفت لوگوں کو مشکل سے حاصل ہوتی لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ حضرت عزت کے ساتھ مشغول ہیں وہ ان علوم کی طرف مشغول نہیں ہو سکتے مشائخ سلف ہمیشہ اپنے مریدوں کو تحصیل علم کا حکم کرتے اور اس وقت تک ان کے لیے ترک علم جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کا باطنی حال خود انہیں علم سے باز رکھے لیکن جو لوگ ابراء کے مقام پر قناعت کریں ان کے لیے ضرور ہے کہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور دینی علوم کے درس و تدریس کا شغل جاری رکھیں۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا برہان الدین نسفی نام ایک نہایت دانش مند کامل الحال تھے اگر کوئی شاگرد ان سے کچھ پڑھنے آتا تو وہ فرماتے اول مجھ سے تین شرطیں کر لے اگر ایسا کرے گا تو میں تجھے تعلیم دینے سے دریغ نہ کروں گا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا ایک وقت کھایا کرتا کہ علم کا ظرف خالی رہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ سبق ناغہ نہ کر۔ اگر تو ایک روز سبق ناغہ کرے گا تو میں دوسرے روز سبق نہیں پڑھاؤں گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب تو راہ میں میرے سامنے آئے تو صرف سلام علیک کرتا ہوا گزر جا۔ ہاتھ پاؤں چومنا اور بہت تعظیم کرنا کچھ نہ ہو۔ کیونکہ میں اس بات کو کبھی پسند نہ کروں گا۔ فرماتے تھے قدیم زمانہ میں چار شخص ہم نام تھے یعنی چاروں کا نام برہان تھا جو دہلی میں وارد ہوئے ایک کا نام برہان الدین بلخی تھا۔ دوسرے کا نام برہان الدین کاشانی۔ تیسرے اور چوتھے کی سکونت مجھے یاد نہیں رہی۔ الغرض ان چاروں شخصوں میں کامل محبت اور پوری موافقت تھی یہاں تک کہ چاروں آدمی ایک ہی جگہ کھانا کھاتے ایک ہی مقام پر پانی پیتے۔ ایک ہی موقع پر سکونت رکھتے تھے اور اتفاق وقت سے ایک ہی استاد سے تحصیل علوم کرتے تھے۔ اول اول جو اس شہر میں آئے تو ان دنوں شہر کے قاضی نصیر الدین نامی ایک نہایت علم دوست شخص تھے انہوں نے برہان الدین کاشانی سے محفل میں ایک مسئلہ دریافت کیا۔ برہان الدین کاشانی ایک ترک اور پست قامت آدمی تھا جب اس نے

اس مسئلہ کا بیان کرنا اور اس کے نکتہ کا اظہار کرنا شروع کیا تو طالب علموں نے کہا یہ ریزہ کیا بیان کرے گا۔ چنانچہ وہ ریزہ ہی کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ الغرض یہ شخص آخر میں ابدالوں سے ہوئے اور بڑے مرتبہ پر پہنچے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے ان بزرگ کو دیکھا ہے وہ روزمرہ صبح کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر آیا کرتے تھے اور باوجودیکہ سو سے زیادہ خدمت گار رکھتے تھے لیکن کبھی کسی خدمت گار کو اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے انکا ایک لڑکا تھا نور الدین نام اس نے ایک دن اپنے والد سے کہا کہ حضرت یہاں ہمارے بہت سے دشمن ہیں اور آپ ہیں کہ ہر روز تنہا گاؤں سے باہر نکل جاتے ہیں اگر کوئی غلام اپنے ساتھ لے جایا کریں تو بہتر ہو اس سے اتنا تو فائدہ ہو گا کہ وقت پر پانی کا آبخورہ دے دے گا۔ اس پر مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ بابا نور الدین جہاں میں جاتا ہوں وہاں غلام و خدمت گار کا کچھ دخل نہیں ہے بلکہ تجھے بھی نہیں لے جانا چاہتا۔ حالانکہ تو میرا فرزند محبوب ہے۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے تین درویش صفت عالموں کو دیکھا ہے ایک مولانا شہاب الدین کو۔ دوسرے مولانا احمد حافظ کو۔ تیسرے مولانا احمد کیتھلی کو۔ مولانا احمد حافظ باخدا مرد اور بڑے نیک دل تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کا عزم کیا۔ سرسہ کی حدود میں میری ان سے ملاقات ہوئی مجھ سے فرمایا کہ جب تم شیخ کے روضہ متبرکہ پر پہنچو تو میری طرف سے انہیں سلام پہنچاؤ۔

روئے صبا وسلام بر آستانش رسان　　　بصحن منظر و دیوار و نردبانش رسان

اور یہ بھی کہنا کہ میں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں اس کے طالب جہاں میں بہت ہیں علی ہذا القیاس عقبی کا بھی خواستگار نہیں ہوں میں صرف چاہتا ہوں توفنی مسلمۂ والحقنی بالصالحین۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے مولانا کیتھلی کی حکایت بیان کی کہ وہ ایک بوڑھے بابرکت شخص تھے اگرچہ کسی سے پیوند اور بیعت نہ رکھتے تھے۔ مگر بہت سے مردان حق کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے پہلی ملاقات میں جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیبت اور تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ وہ واصلان خدا میں سے ایک نہایت برگزیدہ اور مقبول شخص ہیں۔ میرے دل میں کچھ یوں ہی سا خطرہ گزرا اور میں نے چاہا کہ اس کی بابت ان سے دریافت کروں لیکن میرے ظاہر کرنے سے پیشتر انہوں نے اس خطرہ کا جواب دے دیا اور فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔

یہاں تک پہنچ کر حضرت سلطان المشائخ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور فرمایا کہ اگر میں اس دقیق اور باریک مسئلہ کو سو عالموں سے پوچھتا تو بھی حل نہ ہوتا آپ ان کے اخلاق کی بھی ایک حکایت بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میرے پاس تشریف لائے تھے اس وقت بہت سے خدمتگار میرے پاس جمع تھے ان میں سے ایک شخص نے کسی قسم کی بے ادبی کی اور دوسرے نے بھی اسے ایک لکڑی کھینچ ماری۔ مولانا کیتھلی اس درجہ روئے کہ گویا لکڑی کی ضرب ان ہی کو لگی ہے۔ بعد کو ایک نہایت افسوس ناک لہجہ میں فرمایا کہ افسوس میری نحوست اور شومیت سے اسے یہ تکلیف و درد پہنچا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ مجھے ان کی اس رقت و شفقت سے سخت تعجب ہوا اور دل میں ایک عجیب حیرت پیدا ہوئی۔ بعدہ حضور سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حدود سرسی میں پہنچا وہاں میں نے سنا کہ کل اسی گاؤں کے نزدیک رہزنوں نے راستہ لوٹا اور چند مسلمانوں کو مار ڈالا ان میں ایک عالم بھی تھا جسے مولانا کیتھلی کہتے تھے۔ وہ قرآن پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔ میں یہ تعجب خیز واقعہ سن کر دوسرے روز وہاں گیا اور مقتولون کو تلاش کرنا شروع کیا حقیقت میں وہی مولانا کیتھلی شہید ہوئے پڑے تھے جن کی طرف میرا خیال تھا خدا انہیں بخشے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو خلق نے امام احمد بن حنبل کی طرف رجوع کی۔ یہ کیفیت دیکھ کر امام شافعی متحیر ہوئے امام احمد حنبل ایک دن امام شافعی کے مکان پر تشریف لے گئے اس روز سے مخلوق کی رجوع امام شافعی کی طرف ہوگئی۔ اس تدبیر سے امام احمد حنبلؒ نے لوگوں سے پیچھا چھوڑایا اور خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوئے۔ فرماتے تھے کہ مولانا فخر الدین رازی شافعی مذہب رکھتے تھے۔ لیکن ان کا قاعدہ تھا کہ جس بار امام اعظم کا ذکر ہوتا تھا رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے۔ ایک دن خواجہ محمد سرزی نے فرمایا کہ اے مولانا تم نے قرآن پڑھا ہے اور اگر میں کسی آیت کی فرمائش کروں تو اسے پڑھ سکتے ہو۔ مولانا فخر الدین نے جواب دیا کہ ہاں پڑھ سکتا ہوں۔ اور میں نے کئی کتابیں مختلف علوم میں تصنیف کی ہیں۔ خواجہ محمد نے کہا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیہ۔ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ تابعین کے حق مین ہے۔ فرمایا ہاں اور امام اعظم تابعین میں سے ہیں۔ بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے سات صحابیوں کو پایا تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ گذشتہ خلفاء میں سے ایک خلیفہ نے ملک

الموت کوخواب میں دیکھ کر پوچھا کہ میری عمر کس قدر باقی رہی ہے اور کتنی ہو گی ملک الموت نے پانچ انگلیوں کی طرف اشارہ کیا صبح کو جب وہ خلیفہ بیدار ہوا تو شہر کے تمام تعبیر دانوں اور حکما وعلما کو بلایا ہر ایک نے اپنے فہم وعلم کے مطابق ایک ایک بات کہی۔ کسی نے پچاس سال کی تعبیر دی کسی نے پانچ سال کی کسی نے پانچ روز کی۔ لیکن خلیفہ کو کسی بات پر اطمینان نہیں ہوا۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ ملک الموت نے جو پانچ انگلیوں کا شارہ کیا ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ پانچ چیزوں کو کوئی شخص نہیں جانتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے **ان اللہ عندہ علم الساعہ و ینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام و ماتدری نفس ذا تکسب غداو ما تدری نفس مافی ارض تموت** ۔یعنی خدا ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی اتارتا ہے مینہ کو اور جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے نر یا مادہ کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ میں کل کیا کماؤں گا اور کس سرزمین میں مروں گا۔ محترم و بزرگ امام نے فرمایا کہ ان پانچ چیزوں سے تمام خلائق کا علم کوتاہ ہے اور کوئی نہیں جان سکتا کہ ان چیزوں کا کب اور کہاں وقوع ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان چیزوں کی اضافت اپنی ذات مقدس کی طرف کر کے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ خدا کے علاوہ اور کوئی شخص ان چیزوں کو نہیں جان سکتا۔ سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں چند آدمی ایسے موجود ہوتے ہیں جن کی برکت سے تمام عالم قائم رہتا ہے۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بے شک میں نے ایسا فرمایا ہے اس پر اس بزرگ نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں وہ کون شخص ہے جس کی برکت سے آسمان وزمین قائم ہے۔ فرمایا محمد ادریس شافعی۔

کوفی اندر طریق دین کافی   شافعی درد جہل را شافی

آن قریشی زاصل و آن کوفی   او بہمت فقیہ و این صوفی

ہمہ نیک اند بے حکومت تو   تو بدی و سبک خصومت تو

فرماتے تھے لوگ مولانا مجد الدین حاجری سے روایت کرتے ہیں کہ مولانا فخر الدین زرادی کے خدمتگار ہر رات کو ان کے پاس سفید کاغذ کے تختوں کے تین جزو دوات قلم رکھ دیتے تھے اور صبح کو لکھے اور تصنیف کیے ہوئے پاتے تھے۔ ان تین جزون میں بہت جگہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی

شرح لکھی ہوتی تھی۔ مولانا شہاب الدین ادھمی جن کا ذکر یاران اعلیٰ کے مناقب میں لکھا ہوا ہے اس موقع پر موجود تھے کہا میں نے ایسا سنا ہے کہ قاضی برہان الدین بلخی کے کتب خانہ میں اربعین رازی کا ایک نسخہ مصنف کے خط سے لکھا ہوا موجود ہے۔ اس نسخہ کے دو صفحوں میں برابر اول سے آخر تک لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جس وقت مولانا یہ کتاب لکھ رہے تھے اس وقت آپ پر خدا تعالیٰ کا ذکر غالب و مستولی تھا اور اس غلبہ کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جب کچھ لکھنا چاہتے تھے تو یہ کلمہ لکھا جاتا تھا۔ بعدہ فرماتے تھے کہ جب آدمی تحصیل علم کرے تو اسے چاہیے وہ علم کو مہذب اور باقیمت بنائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علم میں بہت بڑی سعادت اور نیک بختی ہے۔ اور جب صاحب علم علم کے مطابق طاعت کرے تو بہت ہی بہتر اور نیک نتیجہ ہے لیکن چاہیے کہ علم و عمل دونوں سے آنکھیں بند کر لے تاکہ عجب اور رعونت و تکبر میں مبتلا نہ ہو۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ پچھلے زمانہ میں ہزاروں علماء اور دانش مند گزرے ہیں لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کون تھے البتہ جس چیز کو بقا و دوام ہے اور جس بات کا عام چرچا پھیلا ہوا ہے وہ آدمی کا حسن معاملہ ہے اور یہی ایک چیز ہے جسے حیات معنوی تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو بہت آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکتی ہے۔ شبلی اور جنید کو باوجودیکہ انتقال کیے ہوئے بہت زمانہ ہو گیا لیکن ان کا نام مبارک اس وقت تک زندہ ہے۔ فرماتے تھے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اول شب انتقال فرمایا ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ آخر رات میں پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ خاقانی اسی معنی ہیں فرماتے ہیں۔

چوں فلک عہد ثنائی در نوشت — آسمان چوں من سخن گستر نزاد
بو حنیفہ اول شب نقل کرد — شافعی آخر شب از مادر بزاد

حکیم ثنائی علم کے بارہ میں کہتے ہیں۔

علم رہ جانب الہ برد — جہل رہ سوئے نفس و جاہ برد
جان بے علم تن بمیراند — شاخ بے برگ میوہ گیراند
حکم از علم نیک پے گردد — سنگ بے اصل لعل کے گردد
عدلم دان خاصۂ خدا آمد — علم خوان شرح مصطفیٰ آمد
کشت بے آب بار و بر ندہد — تخم بے مغز بس ثمر ندہد
درد بے علم تخم در شور ست — علم بے درد سنگ ہر گور ست

علم کز بہر حشمت آموزی | نیست جز رنج و محنت روزی
بد بخوانی ولے بتر گردد | ور بود نیک نیک تر گردد
سوئے عالم بہ ست از سوئے ظن | دانش جان بہ از تو آتش تن
برگ دہ دوست را و دشمن را | علم جان را بہ عمل تن را
گاو یکسالہ را بہا دو درم | عالم یک لحظہ را بہا عالم
عالمان خود کمند در عالم | بار عامل میان عالم کم

خلاصہ ان ابیات کا یہ ہے کہ علم خدا کا رستہ بتا تا اور جہل آدمی کو نفس و جاہ کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ جو روح صفت علم سے آراستہ نہیں ہوتی وہ جسم کو مردہ کر دیتی ہے جیسا کہ شاخ بے برگ پھل دار نہیں ہوتی۔ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے حکم نیک ہوتا ہے کیونکہ بے اصل پتھر لعل کبھی نہیں بنتا عالم کا خاصان خدا میں شمار ہوتا ہے۔ اور علم پڑھنے والے کو شرح مصطفیٰ کہتے ہیں۔ کھیتی میں اگر پانی نہ دیا جائے تو وہ پھولتی پھلتی نہیں ہے اور جس بیج میں مغز نہ ہو وہ پھل نہیں لاتا ہے۔ علم بے درد ایسا ہے جیسا زمین شور میں بچھیا قبر کا پتھر۔ اگر علم حشمت کے لیے سیکھا جائے تو محنت و رنج کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر علم بد ہے تو آدمی بدتر ہو جاتا ہے۔ اور نیک بخت ہے تو نیک ہوتا ہے یکسالہ گائے کی قیمت دو درم ہوتی ہے اور ایک لحظہ کے علم کی قیمت ایک عالم ہوتا ہے۔ عام لوگ دنیا کی کمند ہیں اور عالم کا درجہ عامل سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آنحضرتؐ کو جو معراج ہوئی وہ کس طرح ہوئی۔ فرمایا مکہ سے بیت المقدس تک اسراء اور بیت المقدس سے آسمان اول تک معراج اور اول آسمان سے قاب قوسین تک اعراج تھا۔ سائل نے کچھ اور زیادہ کر کے پوچھا کہ قلب اور قالب و روح کو بھی کیوں کر معراج ہوئی تھی۔ سلطان المشائخ نے اس کے جواب میں یہ مصرعہ زبان مبارک پر جاری فرمایا۔

فظن خیراً ولاتسأل الخیر

یعنی اس بارہ میں گمان نیک کر۔ اور نیکی کو مت پوچھ۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ اس

واقع پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی تحقیق و تفتیش میں غلو نہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا بیان ہے کہ مجھے معلوم نہیں شب معراج کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے جہاں عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ ہے یا یہ چیزیں وہاں لائی گئیں جہاں آپ تشریف رکھتے تھے اگر پچھلی صورت مراد لی جائے تو آنحضرت کا مرتبہ بہت بلند ثابت ہوتا ہے کوئی شاعر کہتا ہے۔

برنہادہ زبہر باغ ارم	پائی بر فرق عالم و آدم
دو جہاں پیش ہمتش بدوجو	سر "مازاغ و ماطغیٰ" بشنو
باز کردش سوئے معراج پرواز	گفتہ وہم شنیدہ آمد باز
جسم جان کردہ در خزانہ راز	پیش محراب ابروانش نماز
منہج صدق درد و ابر و داشت	کشش عشق درد و گیسو داشت
غرتش لانبی بعدی گوئی	ہمتش الرفیق اعلیٰ جوئی
قبہ بر فرق آفتاب زدہ	راہ او جبرئیل آب زدہ
کے توان زد زرے و رحمت بیم	ایں چنین نوبتے بدورِ کلیم

جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر

سلطان المشائخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہر پیغمبر کو انتقال کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا میں رہنا پسند کرے چاہے آخرت اختیار کرے۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ خیال گذرا کہ کیا اچھا ہوا گر جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند روز اصحاب میں تشریف رکھیں اور عالم بقا میں تشریف نہ لے جائیں یہ خیال دل میں آتے ہی بی بی عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے لگیں آپ نے فوراً زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری فرمائے مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ یعنی اے عائشہ میں اپنے بھائی نبیوں اور صدیقوں اور شہدا کی رفاقت پسند کرتا ہوں سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ ربیع الاول کو دار فنا سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا اور آپ کے

یاروں نے نو روز تک آپ کو دفن نہیں کیا نو حرم محترم میں سے ہر دن ایک حرم نے اللہ کھانا دیا اور دسویں روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قدر کھانا خیرات کیا کہ مدینہ کی تمام خلق کو پہنچا اور سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ منقول ہے کہ صحابۂ کرام نے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہا تو سب کے سب متفکر و متحیر ہوئے کہ حضرت کو کپڑوں سمیت غسل دینا چاہیے یا کپڑے اتار کر اتنے میں ایک آواز آئی کہ کپڑے اتار کر غسل دو لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ابھی توقف کرو اور جلدی مت کرو۔ دوسرے مرتبہ ایک اور آواز آئی کہ لوگو پیغمبر صاحب کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ اور اس آواز کی ذرا پروانہ کرو جس میں تمہیں کہا گیا ہے کہ کپڑے اتار کر غسل دو۔ کیونکہ وہ آواز شیطان لعین کی تھی اور یہ آواز خضر علیہ السلام کی۔ خواجہ ثنائی کہتے ہیں۔

ور ترنم تبارک اللہ گو — بود مشتاق درگہ حضرت
رحمہا خورد رحمہا کردہ — عاقبت رفت در پس پردہ
چون دم از حضرت شہود زدہ — آتش اندر ہمہ وجود زدہ
طوطی جانش چون قفس بشکست — رفت بر فرق جبرئیل نشست
آنکہ در پیش خلق زار نہفت — زان ہمی الرفیق اعلی گفت
تنش نالاں و جانش فرخندہ — ازدرون سوز و از برون خندہ

عقل کے بارے میں بیان

میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ **العقل نور فطری یزید بالسمع والکسب وقال رسول اللہ علیہ السلام العقل فی القلب الخ** یعنی عقل ایک فطری نور ہے جو سننے اور تجربہ حاصل کرنے سے بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقل دل میں ہوتی ہے اور شفقت و مہربانی جگر میں اور رافت تلی میں۔ لڑکا چودہ سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے اور عقل و تمیز کو پہنچتا ہے۔ اور اس کا بلوغ چوبیس سال کی عمر میں منتہی ہوتا ہے۔ اور عقل اٹھائیسویں برس میں کامل ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ اے امیر المومنین میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا قوام قلیل اور زاد کثیر ہے اور ایک دوسرے شخص کو دیکھا جس کا قوام کثیر اور زاد قلیل ہے فرمایئے ان دونوں میں آپ کو کون سا شخص زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ فرمایا جس بات کا سوال تو نے مجھ سے کیا ہے میں نے

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بات پوچھی تھی آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص عقل میں زیادہ اور افضل ہے وہ میرے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے۔ پیغمبروں کو اعلیٰ درجہ کی عقل اور قلوب سماویہ وملکوتیہ اور نفوس اور ابدان ارضیہ وملکیہ جناب الٰہی سے عنایت ہوتے ہیں۔ اور یہ اخیر کی دونوں چیزیں نور اور اول کی دونوں باتیں ظلمت سے ہوتی ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ خداوندا موت سے تین روز پیشتر میری عقل کو تاریک کر دیجیو جب لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مبادا اس نازک دور کڑے وقت میں میری زبان پر کوئی ایسی بات جاری ہو جائے جس کی وجہ سے شقاوت پر میرا خاتمہ ہو اگر ایسے وقت میں مجھ میں عقل نہ ہو گی تو قلم مجھ سے اٹھائی جائے گی یعنی میرے کوئی کردار و گفتار نامۂ اعمال مین درجن نہ ہو گی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کا دشمن عقل مند ہو۔ خواجہ حکیم ثنائی کہتے ہیں۔

ہرچہ در زیر چرخ نیک و بداند — خوشہ چیناں خرمن خرداند
عقل وہم گوہراست وہم کان است — درتن مرد عقل سلطان است
عقل طرار و حیلہ گو نبود — عقل غماز و کینہ ور نبود
عقل جز خواجۂ محقق نیست — نفس جز کافر و منافق نیست
عقل ہرگز بکذب راضی نیست — عقل ہرگز وکیل قاضی نیست
وانکہ راضی بکذب وسالوسی است — آنکہ غماز و آنکہ ناموسی است
آنکہ او آبرو ونان طلب است — وانکہ امی و آنکہ بوالعجب ست
آنہمہ عقل ہاے عاریتی است — کزپۓ مال و جاہ وتربیتے است
درگذر این کیا ست اوباش — عقل وین جوے وپس رواو باش
عقل دین جزا و عطا نکند — تا نبردہ است بجق رہا نکند
دایۂ زیر این کہن بنیاد — نیست کس راچو عقل مادر زاد
پدر و مادر و حیات لیطف — نفس گویا شمار عقل شریف
زین دو جفت شریف طاق مباش — واندرین ہر دو اصل عاق مباش

دنیا اور ترک دنیا کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ دنیا کی کئی قسمیں ہیں۔ایک تو یہ کہ صورتاً اور معناً دنیا ہے۔ دوسرے یہ کہ صورتاً تو دنیا ہے لیکن معناً دنیا نہیں ہے۔ ازاں بعد حضور نے ان تینوں قسموں کی توضیح میں فرمایا کہ صورتاً اور معناً دنیا کی مثال زائد از کفاف اور معصیت ہے اور جو صورتاً و معناً دنیا نہیں ہے اس کی مثال اخلاص کے ساتھ طاعت خداوندی میں مصروف ہونا اور جو صورتاً تو دنیا نہیں ہے لیکن معناً دنیا ہے اس کی مثال نمود وریا کے ساتھ احکام خداوندی بجا لانا یعنی مضرت کے دفع کرنے اور منفعت کے حاصل کرنے کے لیے طاعت خداوندی میں مشغول ہونا ہے رہی وہ صورت جو ظاہراً تو دنیا ہے لیکن حقیقتاً دنیا نہیں ہے اس کی مثال اپنی حرم کا حق ادا کرنا ہے۔ یعنی اپنی بی بی سے ہم بستر ہونا اس نیت سے کہ اس کا حق ادا کرتا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ اصل دانائی یہ ہے کہ انسان تا بہ امکان دنیا سے پرہیز کرے اور ہمیشہ الگ تھلگ رہے اگر کسی شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا تہائی مال میرے مرنے کے بعد ایسے شخص کو دیا جائے جو تمام لوگوں سے عقل و دانائی میں زیادہ ہو تو اس کا ثلث مال تارک دنیا کو دیا جائے گا کیونکہ وہ سب سے زیادہ عقل مند اور دانا ہے۔ اس موقع پر حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور جب ایک شخص تارک دنیا ہے تو وہ اس تہائی مال کو کیوں کر قبول کر سکتا ہے۔ فرمایا یہ دوسرا مسئلہ ہے اس میں بہت کچھ گفتگو ہے۔ جس کا حکم بعد کو بیان کیا جائیگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ چاندی، سونا اور گھوڑے اور اسباب وغیرہ دنیا نہیں ہیں۔ بلکہ ان چیزوں کے ساتھ تعلق و محبت کرنا دنیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان چیزوں کا مالک ہو کر ان سے تعلق و محبت نہ رکھے تو اسے بھی تارک دنیا ہی کہیں گے۔ بعدہ فرمایا کہ اے مخاطب تیرا پیٹ بھی تیری دنیا ہے اگر کم مقدار کھانا کھائے گا تو تیرا شمار تارکان دنیا میں ہوگا اور اگر سیر ہو کر کھائے گا تو دنیا دار کہلائے گا۔ ازاں بعد فرمایا ایک بزرگ پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے خداوندا تیرا خضر بندہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق نصیب کر کہ وہ اس گناہ سے توبہ کرے۔ اسی اثنا میں حضرت خضر آموجود ہوئے اور کہا اے بزرگ وہ کونسا کبیرہ گناہ ہے جس کا میں مرتکب ہوتا ہوں۔ اس بزرگ نے فرمایا کیا تم جنگل میں درخت لگا کر اس کے سایہ میں نہیں

بیٹھتے اوراس سے آسائش وآرام حاصل نہیں کرتے اور پھر یہ نہیں کہتے کہ یہ درخت میں نے خدا کے لیے اگایا ہے۔ حضرت خضر نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا یہی تو ریا ہے جسے کبیرہ گناہ کہا گیا ہے خضر علیہ السلام نے اسی وقت توبہ کی اور اپنے اس گناہ سے جناب الٰہی میں بخشش چاہی اس کے بعد اس بزرگ نے حضرت خضر سے ترک دنیا کے بارے میں ایک نکتہ بیان کیا اور نصیحتانہ فرمایا کہ تم بھی اسی طرح زندگی بسر کرو جس طرح کہ میں کرتا ہوں۔ حضرت خضر نے کہا بھلا تم کیوں کر زندگی بسر کرتے ہو۔ اور کیا عمل کرتے ہو فرمایا کہ میری یہ کیفیت ہے کہ اگر تمام دنیا کا ڈھیر لگا کر مجھ سے کہیں کہ اسے قبول کر لے اور اس کی بابت کل تجھ سے حساب کتاب نہ ہوگا اور یہ بھی کہیں کہ اگر تو اسے قبول نہ کرے گا تو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تاہم میں کبھی دنیا کو قبول نہ کروں گا اور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھوں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا ایسی صورت میں تم دنیا کو کیوں نہ قبول کرو گے۔ جواب دیا کہ میں ہرگز قبول نہ کروں گا کیونکہ دنیا خدا کی مبغوض ہے اور جس چیز کو خدا دشمن رکھے میں بجائے اس کے دوزخ کو قبول کرنا بہت اچھا اور عمدہ سمجھتا ہوں۔ وجہ یہ کہ اس صورت میں دنیا کے قبول کرنے سے دوزخ کا قبول کرنا آسان ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں نے جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے خدا تعالیٰ دنیا اور اہل دنیا کو اس کے قدموں میں لا ڈالتا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس بندہ کو خدا تعالیٰ عزیز رکھتا ہے اس کی نظر میں دنیا کو خوار و ذلیل کر دیتا ہے اور جسے ذلیل و بے مقدار کرنا چاہتا ہے اس کی نظر میں دنیا کی وقعت و عزت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ترک دنیا یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے تئیں برہنہ رکھے لنگوٹہ باندھ کر پھرے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ خود بھی کھائے پہنے اوروں کو بھی کھلائے پہنائے، مفلسوں شکستہ دلوں اور مستحقوں کو نفع پہنچائے۔ لیکن دلی تعلق دنیا کے ساتھ وابستہ نہ رکھے اور ہمت بلند و نظر عالی رکھے۔ نفسانی خواہشوں سے ہاتھ اٹھائے۔ اور دلی چاؤ پر نہ چلے بعدہ جناب سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر مصرعہ جاری ہوا۔

یک لحظہ ز شہوتے کہ داری بر خیز

ازاں بعد فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جو ذلیل و خسیس کام سے دل برداشتہ ہو کر شریف و عزیز کام پر اقدام نہ کرے گا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ تمام گناہ اور معصیتیں

ایک کوٹھری میں بند ہیں جس کی کنجی حب دنیا ہے اور تمام طاعتیں اور نیکیاں ایک حجرے میں ہیں جس کی کنجی محبت فقر ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک صاحب دل کو اس کے باپ کی میراث سے بہت سا مال ہاتھ لگا اس نے جناب الٰہی میں مناجات کی کہ خداوندا اگر میں اس کی حفاظت کروں گا تو دل کا اس سے ضرور تعلق پیدا ہو جائے گا۔ لہذا میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں اور یہ التجا کرتا ہوں کہ جب مجھے حاجت ہو اور جس قدر حاجت ہو اس وقت یہ میرا مال مجھے مل جائے اور میری حاجت رفع ہو جائے یہ کہہ کر سارا مال درویشوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔ بعدہ جس قدر مال کی اسے حاجت پڑتی فوراً اس کے پاس آ جاتا گویا اس نے اپنا مال خدا کے پاس امانت رکھ دیا تھا اور وہ اس کیضرورت وحاجت کے وقت اس کی امانت ادا کرتا تھا اس موقع پر محی الدین کاشانی نے یہ آیت پڑھی۔ رب المشرق و المغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا۔ یعنی وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی قابلپرستش نہیں تو اسی کو کارساز بنانا چاہیے۔ حضرت سلطان المشائخ کو یہ بات بہت پسند آئی اور آپ نے تجسس فرما کر مسرت ظاہر کی۔

یکے مردِ حکیم پیش پسر داد چندین ہزار بدرہ زر

یعنی ایک دانشمند نے اپنے لڑکے کے سامنے کئی ہزار اشرفیوں کی تھیلیاں درویشوں اور محتاجوں کو خیرات کر دیں۔ ایک دن لڑکے نے اپنے باپ سے کہا۔

گفت بابا نصیبۂ من کو گفت ای پور در خزانہ ہو
قسم تو بے وصی و بے انباز من بحق دادم او دہد بتو باز
او بجز کار ساز جانہا نیست بکند ظلم باتو زانہا نیست

یعنی لڑکے نے کہا کہ بابا ہمارا حصہ کہاں ہے۔ دانش مند نے جواب دیا کہ اے فرزند تیرا حصہ میں نے خزانہ الٰہی میں جمع کر دیا ہے میں نے بغیر وصی و بغیر شرکت کے تیرا حصہ خدا کو سونپ دیا ہے جو تجھے وقت پر واپس کر دے گا اس کا کام بجز کارسازی کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ خیال کرنا کہ وہ تجھ پر ظلم کرے گا ہرسزاوار نہیں ہے کیونکہ ظلم کا قاعدہ اس کے ہاں جاری نہیں ہوتا ہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک درویش کو اختیار دیا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے چاہے تو اسے پسند کر لے یا جو کچھ عقبیٰ میں تیرے لیے مہیا کیا گیا ہے اسے پسند کر لے لیکن اس درویش نے دنیا کی طرف نظر نہیں کی اور عقبیٰ کو پسند کر لیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکات تمام

کی تو حضرت امیر المومنین جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زار قطار رونے لگے صحابہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جس درویش کی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اس سے خود آپ کی ذات مبارک مراد ہے یعنی خدا نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو دنیا و مافیہا کو پسند کر لو چاہو آخرت کی نعمتیں اختیار کرو۔ پیغمبر علیہ السلام نے آخرت کی نعمتوں کو پسند کیا۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص دنوں کو روزوں میں راتوں کو تہجد میں گذارے خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ مدینہ طیبہ کی مجاورت کرے لیکن اس کے دل میں دنیا کی محبت ہو تو کسی کام کا نہیں ہے۔ یہ تمام کام اسی وقت مقبول ہوتے ہیں جبکہ اس کے دل میں دنیا کی دوستی نہ ہو۔ ازاں بعد فرمایا جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت و دوستی ہو وہ دنیا پرست ہے۔

چہ کنی بار بار فرسنگ — بار بسیار بر سر خرلنگ
خرلنگ و ضعیف و بارگراں — منزلت سنگ لاخ تو حیران
راہ تاریک و چراغ بے روغن — باد صرصر تو باد خانہ مکن
ہر صور کز وجود طاؤس است — باد مسعود پائے منحوس است
ہست نقش ریا چو صورت شمع — شمع اوراست تابش اندر جمع
ہست در نقش و شکلہ گردو نعم — شکل ابلیس ابلہ و ابکم
نفس اعجاب ہست در سینہ — قبۂ بیرحم در آئینہ
ہمہ در نفس ناسپاس تواند — ہمہ در پردۂ حواس تواند
باش تاروئے بند بکشاید — باش تابا تو در حدیث آید
تاکیان را نشاندۂ بردر — از پئے پنج روزہ راہ گذر
گر بمیری نکشتہ ایشان را — کم کنی ملک و ملک خویشان را

فقر و غنا کا بیان

غنا پر فقر کو بزرگی و ترجیح حاصل ہے۔ میں نے جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ قبل الفقر الانس بالمعدوم والوحشۃ بالمعلوم الخ یعنی کہا گیا ہے کہ معدوم کے ساتھ انس اور معلوم کے ساتھ وحشت اختیار کرنا فقر ہے۔ دنیا میں فقر اختیار

کرنا آخرت کے حق میں غنا کے دروازہ کی کنجی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ ایک درہم و دینار تک نہ چھوڑے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور ان کے فقر و مشقت اور خوش دلیوں کو دیکھ کر فرمایا کہ اے اصحاب صفہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اس مشقت و رنج پر جو آج تم میں محسوس ہوتا ہے آخر عمر تک باقی رہا بشرطیکہ اس پر راضی اور خوشدل رہا تو وہ قیامت کے دن میرے رفیقوں اور ہم نشینوں میں ہوگا۔ جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز سے نقل کرتے ہیں کہ علماء کا طبقہ تمام لوگوں سے زیادہ شریف ہے اور سب شریفوں سے بڑھ کر شریف فقرا کا گروہ ہے۔ فقیر علماء میں ایسا ہے جیسا آسمانی ستاروں میں سے چودھویں رات کا چاند۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جو درویش خداوندی طاعت وعبادت میں مشغول و مصروف ہو اس کے لیے بیت المال میں کچھ حق نہیں ہے۔ درویش کو اپنی زنبیل سے روٹی کھانی چاہیے لیکن سخت افسوس ہے کہ اس زمانہ مین مشائخ کی زنبیل کو جنبش وحرکت نہیں ہے حالانکہ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا کہ جناب شیخ شیوخ العالم کی زنبیل سارے اجودھن میں گشت کرتی تھی۔ فرماتے تھے کہ فقر وغنا کی فضیلت کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ خواجہ جنید اور ابراہیم خواص اور اکثر علماء تو اس بات کے قائل ہیں کہ صبر کرنے والا فقیر جو فقر کی شروط پر دائم و قائم ہے اس دولت مند شاکر سے افضل ہے جو شکر کی شرطیں بجالاتا اور ان پر قائم رہتا ہے لیکن ابوالعباس بن عطا ان لوگوں کے مخالف تھے اور کہتے تھے کہ مالدار شاکر فقیر صابر سے افضل ہے وہ اپنے اس دعویٰ پر خدا تعالیٰ کا یہ قول ووجدک عائلا فاغنی پیش کر کے کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے برگزیدہ اور مقدس بندہ یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتایا ہے۔ کہ ہم نے تجھے فقیر پایا تو غنی اور دولت مند کر دیا اور جب یہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر غنا اور دولتمندی افضل نہ ہوتی تو خدا تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام پر احسان نہ رکھتا۔ اور حضرت جنید اور ابراہیم خواص وغیرہ اپنے دعوی پر اس حدیث کو دلیل گردانتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص کے لیے ایک خرقہ ہے میرا خرقہ فقر اور جہاد ہے جو شخص فقیروں کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ جب ابوالعباس نے اس مسئلہ میں شیخ جنید کی بہت ہی مخالفت کی تو انہوں نے ان کے حق میں بددعا کی حق تعالیٰ نے

ابوالعباس کو کثرت تمول میں مبتلا کیا چنانچہ وہ اپنے یاروں سے کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے جو مجھے اس بلا میں گرفتار کیا ہے تو یہ جنید کی بد دعا کا اثر ہے چنانچہ آخر کار انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کی اور حضرت جنید کی موافقت اختیار کی۔ فقر و غنا کے بارہ میں صدر اول میں بھی اختلاف تھا لیکن اس زمانہ میں اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ خلق کے پیشتر اموال حلال تھے مگر اس زمانہ میں اکثر اموال ایسے ہیں جن میں حرمت اور شبہ یقینی ہے اور جب یہ ہے تو فقر غنا سے بہر حال افضل ہے بلا اختلاف۔ کاتب حروف نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ لوگوں کے چار طبقے ہیں۔ ایک طبقہ تو ایسا ہے جو دنیاوی و دینی دونوں حظوظ حاصل کرتا ہے اور باقی کے تین طبقے مختلف ہیں یعنی کوئی صرف دنیاوی حظوظ حاصل کرتا ہے کوئی صرف دینی حظوظ لیتا ہے پہلا طبقہ علی الاطلاق سعید و نیک بخت ہے اور دوسرا محض شقی و بد بخت اور باقی کے دونوں طبقے بعض وجہ سے سعید اور بعض وجہ سے شقی ہیں۔ و نبینا علیہ السلام لقولہ تعالی لو لاک لما خلقت الافلاک سید الانبیاء و الانبیاء من خلقہ افضل ممن سواہ فان قیل الیس الجمع بینہما کما لسلیمان علیہ السلام لانہ اطاعۃ الجن والانس و الریح و نبینا قال علیہ السلام الفقر فخری و ان اللہ خیر قلنا للملک صورۃ و حقیقۃ الاستغناء و القدرۃ و ہما کانافی نبینا علیہ السلام خیر فرد قال لو لا الدعوۃ و القدرۃ احلبا لا صبح موسقا اشتکی عن صورۃ الملک و الجمع بینہما علی قسمین احد ہما ان یکون طرف اخرتہ ارجح علی دنیا ہ و الثانی علی العکس ولسلیمان من الثانی ولنبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الاول ما قال لسلیمان علیہ السلام من الدنیا کان علی سبیل السعۃ لان اللہ خلق الدنیا لاجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعبر عنہا بالخیر و العافیۃ کقولہ الحج عرفہ۔

امت محمدیہ کے طبقات کا ذکر

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے اور ہر طبقہ کی مدت چالیس سال ہو گی۔ پہلا طبقہ اہل علم اور مشاہدہ کا ہے اور وہ صحابہ کرام تھے جو صفت علم اور مشاہدہ کے ساتھ بوجہ اتم

موصوف تھے۔ دوسرا طبقہ پرہیز وتقویٰ کا ہے اور وہ تابعین ہیں۔ تیسرا طبقہ تواصل اور تراحم کا ہے تو اصل ان لوگوں کی صفت ہے کہ جب دنیا ان کی طرف پیش قدمی کرتی ہے تو وہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور اگر دنیا ان میں مشترک ہوتی ہے تو وہ دنیا کی پرواہ نہ کر کے دوسروں کو حصہ دیتے ہیں اور خود اس سے الگ تھلگ رہ جاتے ہیں اور تراحم کے یہ معنی ہیں کہ جب دنیا صرف ان ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو وہ اسے بے دریغ صرف کر ڈالتے ہیں اور خدا کی راہ میں اچھے اور عمدہ مصارف میں خرچ کرتے ہیں۔ چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہے تقاطع کا یہ مطلب ہے کہ اگر دنیا لوگوں کی طرف بطریق مشارکت متوجہ ہوتی ہے تو وہ قطع رحمی اور خصومت و دشمنی سے اوروں پر غالب آتے ہیں اور اگر خاص ان سے تعلق رکھتی ہے تو وہ سب سمیٹ لیتے اور دیگر مخلوق سے بے پروائی کرتے اور حق داروں کو ان کا حق نہیں دیتے تھے۔ بلکہ کسی مستحق کو بھی دینا گوارا نہیں کرتے اور تدابر بھی اسی سے قریب قریب ہے۔ پانچواں طبقہ ہرج مرج کا ہے یعنی ایک زمانہ ایسا ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کے گوشت پوست میں پڑیں گے اور بعض لوگ بعضوں کے قتل کرنے اور اموال کی غارت گری میں حریص ہوں گے۔ ان پانچوں طبقوں کی کل مدت دو سو سال ہوگی اور دو سو سال کے بعد زمانہ کی رنگت بالکل بدل جائے گی۔ جب سلطان المشائخ اس حرف پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور فرمایا کہ "یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بعد دو سو سال میں پورا اور تمام ہو گیا اب اس زمانہ حادثہ زا کی نسبت آدمی کیا قیاس کر سکتے ہیں۔

نیت کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ آدمیوں کو سب سے پیشتر نیت کرنی چاہیے۔ کیونکہ خلق کی نظر تو عمل پر ہوتی ہے۔ لیکن خدا کی نظر نیت پر ہوتی ہے اور جب خدا کی نظر صرف نیت پر ہو تو ترک عمل پسندیدہ ہے۔ نیت کے یہی معنی نہیں ہیں کہ آدمی دل میں کہہ لے کہ میں ایسا کام کرتا ہوں یا یہ کام کروں گا اسے حدیث نفس کہتے ہیں۔ بلکہ حقیقت میں نیت وہ چیز ہے جو خود بخود دل سے اٹھ کر آدمی کو کسی کام پر برانگیختہ اور آمادہ کر لے اور وہ چیز خواہ دینی ہو خواہ دنیاوی قائم مقام فتوح کے ہے یعنی الہام خداوندی کے قائم مقام ہے۔ جو بعضوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر جس شخص کا دل دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے اسے یہ بات میسر نہیں ہوتی اور بھلائی و نیکی کے

کام اس سے بمشکل صادر ہو سکتے ہیں بعدہ آپ ایک تمثیلی حکایت بیان فرمائی کہ دمشق کی جامع مسجد میں مال وقف بہت کچھ تھا اور اس مسجد کا متولی بڑا فارغ البال اور قوی الحال تھا گویا شہر کا دوسرا بادشاہ تھا یہاں تک کہ اگر بادشاہ وقت کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو متولی مسجد سے قرض لے کر مصرف میں لاتا۔ الغرض متولی مسجد کا یہ تمول ور دولت مندی دیکھ کر ایک درویش کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے اوقاف مسجد کی طمع میں اس غرض سے طاعت وعبادت شروع کی کہ شہر میں عام طور پر اس کی شہرت پہنچ جائے اور لوگ اسے مقدس اور بزرگ شخص خیال کر کے مسجد کی تولیت اس کے سپرد کر دیں۔ غرضیکہ یہ درویش ایک مدت تک طاعت وعبادت میں مشغول رہا لیکن کسی شخص کی زبان پر اس کا نام تک جاری نہیں ہوا حتی کہ ایک رات اپنی اس نمود وریا کی عبادت سے سخت پشیمان ہوا اور خدا سے عہد واثق کیا کہ اب میں خاص تیرے ہی لیے عبادت کروں گا اور کسی غرض اور طمع کی ملونی اس میں ہرگز نہ ملاؤں گا۔ چنانچہ یہ عہد کر کے اس ریائی عبادت کو یک لخت ترک کر دیا اور نیک نیتی اور عزم صادق کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول ہوا ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کی عبادت اور تقدس کا چرچا سارے شہر دمشق میں پھیل گیا اور وہاں کے معزز لوگوں نے اس سے درخواست کی کہ آپ اس مسجد کی تولیت قبول فرمائیں مگر درویش نے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں نے اسے ترک کر دیا میں اسے ترک کر چکا ہوں اول اول بے شک میں اس کی طلب اور خواہش میں سرگرم تھا اس وقت مجھے کسی نے اس پر مامور نہیں کیا اور جب میں اس کا خیال دل سے نکال چکا تو اب لوگ مجھے اس کے قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ درویش بہت عرصہ تک اسی طرح طاعت الٰہی میں مصروف رہا اور دمشق کی جامع مسجد کی تولیت کے مشغلہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

صبر اور رضا کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ صبر اسے کہتے ہیں جب آدمی کو کوئی مکروہ اور ناخوشی کی بات پہنچے تو اس پر صبر کرے اور تحمل وسہار سے کام لے۔ کسی طرح کی جزع وفزع اور گریہ وزاری نہ کرے اور رضا یہ ہے کہ جو بلا ومصیبت پہنچی ہے اس سے ذرا رنجیدہ اور ناخوش نہ ہو اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کبھی کوئی بلا اور مصیبت پہنچی ہی نہ تھی لیکن متکلمین

اس معنی کے منکر ہیں جیسا کہ ماثورہ دعاؤں میں منقول ہے۔ میں نے سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے نیز آپ بارہا زبان مبارک سے فرمایا بھی کرتے تھے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا میں تجھ سے صلح اور امانت اور حسن خلق مانگتا ہوں اور اس بات کی بھی دعا کرتا ہوں کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے اور جو شخص لوگوں کی رضامندی کا خواہاں ہوتا ہے تو خدا اس سے ناخوش ہوتا ہے۔ لوگ بھی ناراض رہتے ہیں۔ نیک بخت اور صالح مومن و کافروں میں بہت تھوڑے ہیں جو صالح اور نیک دل لوگ مومنوں میں کم۔ اسی طرح صادق اور راست باز لوگ صالحوں میں کم اور قضاء الٰہی پر راضی رہنے والے صابروں کے زمرہ میں بہت کم ہیں تو تم لوگ قضاء الٰہی پر راضی رہنے والوں کو ڈھونڈو اور ان کی صحبت بہت ہی غنیمت جانو۔ ابو عثمان مغربی سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث اسالک الرضا بعد القضا کے کیا معنی ہیں۔ جواب دیا کہ رضا بعد القضاء۔ عین خدا کی رضا ہے۔ گذشتہ انبیا میں سے ایک نبی نے کہا کہ خداوندا مسکین اور ابتر لوگ تجھ سے کیوں کر راضی ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میری ملاقات اور دیدار سے۔ ابو حامد کا بیان ہے کہ ایک اندھے کو یہ کہتے سنا الٰہی جو شخص میرا ہاتھ پکڑ کر میرے مکان تک پہنچا دے اسے اپنے فضل و کرم سے بخش دے اور اس کے تمام گناہ آب عفو سے دھو ڈال۔ میں نے نابینا کی یہ دعا سن کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تمہارا مکان کہاں ہے اور تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو اس نے کہا بیت اللہ جہاں لوگ حج کو جاتے ہیں۔ اس وقت مجھ پر رضا بقضاء اللہ کے معنی کھل گئے اور میں پہچان گیا کہ اس جملہ کا یہ مطلب ہے پھر میرے سر میں ندا کی گئی کہ اگر تو میری قضاء پر راضی نہ ہوگا اور جو معاملہ میں تیرے ساتھ برتوں اسے خوشی سے قبول نہ کرے گا تو میرے بعد کوئی اپنا کارساز نہ پائے گا۔

باش در حکم صولجانش گوئی — ہم سمعنا و ہم اطعنا گوئی

بر در حق باش دور مگرد — کہ بزاری شوی درین رہ مرد

نہ بوئے لیک نیست در کارے — تو کئی اندرین میان بازی

آن دوئی مکن ستیزہ باو — گر گریزی ازو گریزہ باد

قدرتش را بچشم خویش بہ بین　　خواجہ آزادگی مباش ہمیں
جان و اسباب خویشتن در باز　　بر رہ سیں درود خانہ مساز
چند پرسی کہ بندگی چہ بود　　بندگی جز فگندگی نہ بود
آنکہ دلہائی آشنا داند　　دل زخوردن چرا جدا ماند

امید و بیم کا ذکر

میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ جب بندہ کے جسم پر خوف الٰہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے سوکھے پتے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور سے بھی خوف واندیشہ رکھتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ ہاں میں اس شخص سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ اے رسول خدا ایمان دار آدمی گناہ کے وقت ایماندار رہتا ہے فرمایا ہاں مومن رہتا ہے اور اس کا خوف خدا اس کے ایمان کی پکی دلیل ہے۔ شاہ کرمانی سے کسی نے پوچھا کہ خوف خداوندی اور خشیۃ الٰہی کا کیا ثواب ہے۔ جواب دیا کہ قیامت کے روز اسے حساب دینے کا ذرا خوف نہ ہوگا۔ ایک شخص نے کسی عارف سے کہا کہ میں فلاں شخص سے ڈرتا ہوں اس نے جواب دیا کہ اس سے مت ڈر۔ جبرئیلؑ نے حضرت میکائیل سے کہا کہ اس شخص سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ خدا نے اسے اور نہ صرف اس سے پہلے تمام مخلوق کو پیدا کیا ان کی اچھی اور عمدہ صورتیں بنائیں طرح طرح کی نعمتیں اور برکتیں عنایت فرمائیں اور وہ ہے کہ لوگوں کو اپنے سے خوش رکھنے کے لیے خدا کی معصیت و نافرمانی میں ڈوب جاتا ہے حالانکہ اس نافرمانی سے خدا کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور تعجب پر تعجب یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس کے خدا انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ میکائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں بے شک یہ تعجب کی بات ہے۔ جناب سلطان المشائخ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ مرجئ لوگ کون ہیں۔ اور ناجی کون۔ فرمایا ناجی وہ ہے جو صرف رجا اور امید پر بھروسہ رکھتے ہیں اور مرجیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مرجئ خالص، دوسرے مرجئ غیر خالص۔ مرجئ خالص وہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ سب چیزیں رحمت سے ہیں۔

نمود وریا کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے اور نیز میں نے ان کے قلم مبارک سے بھی لکھا دیکھا ہے کہ ریا کو نہ تو خدا تعالیٰ ہی نظر قبول دیکھتا ہے نہ خدا نے اس کی توصیف وتعریف کرنی ہے۔ حضرت فضیل کا بیان ہے کہ ہم سے پہلے لوگ ایسے نہ تھے جو لوگوں کو اپنی عملی کارروائیاں دکھاتے تھے اور آج وہ ہیں جو کرتے تو کچھ نہیں مگر نمود وریا بہت کچھ کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر چھڑ گیا کہ گذشتہ زمانہ میں جامع مسجد میں ہمیشہ شب بیدار رہتا اور تمام رات تہجد گزاری میں بسر کر دیتا اور اس عبادت سے اسکی غرض یہ تھی کہ لوگ اس کی شہرت عبادت سن کر شیخ الاسلامی کے معزز منصب پر ممتاز کریں اس بارہ میں آپ نے ایک عجیب مسرت افزا حکایت بیان فرمائی کہ ایک بقال کامل بیس سال تک روزے سے رہا اور کسی کو اس کے حال پر اطلاع نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس کی بیوی کو بھی معلوم نہ تھا کہ وہ روزے سے رہتا ہے کیونکہ جب وہ گھر میں رہتا تو ایسا ظاہر کرتا تھا کہ شاید دوکان سے کچھ کھا کر آیا ہے اور جب وہ دوکان پر جاتا تھا تو یہ ظاہر کرتا تھا کہ گھر سے کچھ کھا کر آیا ہے۔

توکل کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ آدمی کو خدا تعالیٰ پر پورا اعتقاد اور کامل بھروسہ رکھنا چاہیے مخلوق پر ذرا نظر نہ کرنی چاہیے۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کمال کے درجہ پر نہیں پہنچتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کی نظر میں اونٹ کی مینگنی جیسی نہیں آتی اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سفر حج میں گئے ہوئے تھے اثناء راہ میں ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ صاحبزادے تم کہاں جاتے ہو جواب دیا کہ کعبۂ محترمہ کا قصد ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ تمہارا زاد و راحلہ کہاں ہے۔ لڑکے نے کہا کہ اے ابراہیم جو خدا بندہ کو بے اسباب زندہ رکھ سکتا ہے کیا وہ مجھے بے زاد و راحلہ کعبہ تک نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر لڑکا آگے ہولیا ابراہم خواص جب کعبہ معظمہ میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا ان سے پہلے کعبہ مکرمہ میں پہنچا ہوا ہے اور

نہایت جوش کے ساتھ طواف میں مصروف ہے جوں ہی لڑکے کی نظر حضرت ابراہیم خواص پر پڑی ایک بے تابانہ جوش کے ساتھ کہا کہ اے ضعیف الیقین تو نے جو کچھ مجھ کو رستہ میں کہا تھا اس سے توبہ کر۔ دیکھ لے کہ خدا نے مجھے بغیر زاد و راحلہ کس طرح یہاں پہنچا دیا اور تجھ سے پہلے پہنچا دیا اسی حکایت کے ذیل میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ ایک نباش یعنی کفن چور خواجہ بایزید کی خدمت میں آیا اور اس ناشائستہ فعل سے توبہ کی خواجہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنے مردوں کے کفن اتارے ہیں کہا ہزار مردوں کے پھر خواجہ نے پوچھا کہ بھلا ان مردوں میں سے کتنوں کے منہ قبلہ کی طرف پائے اور کتنے لوگوں کے رخ قبلہ سے پھرے ہوئے دیکھے۔ کہا حضرت میں نے دو شخصوں کے منہ تو قبلہ کی طرف دیکھے اور دو کم ہزار آدمیوں کے رخ قبلہ سے پھرے ہوئے دیکھے۔ حاضرین مجلس نے خواجہ بایزید سے عرض کیا کہ جناب صرف دو شخصوں کے رخ قبلہ کی طرف ہونے اور باقی لوگوں کے منہ قبلہ کی طرف سے پھر جانے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا ان دو شخصوں کا خدا پر پورا بھروسہ تھا اور دوسرے لوگ خدا پر توکل نہ رکھتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک رزق کی چار قسمیں ہیں۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک۔ رزق موعود۔ آدمی کو روزانہ اس کی ضرورت کے موافق جو کھانا پانی پہنچتا ہے اسے رزق مضمون کہتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعنی زمین میں کوئی چوپایہ اور جاندار ایسا نہیں ہے جس کے رزق کا خدا ذمہ دار نہ ہو اور رزق مقسوم وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کے لیے روز اول لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور اس کی قسمت میں مقدر کر دیا ہے۔

ز دنیا رزق ما غم خوردن آمد نشاید خورد الا رزق مقسوم

رزق مملوک وہ ہے جو آدمی کے لیے درم و دینار اور معیشت کے ساز و سامان مہیا او رذخیرہ ہوں۔ رزق موعود اسے کہتے ہیں جس کا وعدہ حق تعالیٰ نے بندہ سے کر لیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے نکلنے کی جگہ آسان کر دیتا ہے اور وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ ازاں بعد فرمایا کہ توکل صرف رزق مضمون میں ہوتا ہے اور دیگر رزقوں میں نہیں ہوتا کیونکہ جو رزق مقسوم ہوتا ہے اس میں تو توکل کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ وجہ یہ کہ جب خدا اس کا ذمہ دار ہے اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے تو اسے ہر حالت میں پہنچ کر

رہے گا جس کا اسے فی الجملہ اطمینان ہے اور جب یہ ہے تو پھر توکل کے کیا معنی۔ رہا رزق مملوک اس میں بھی توکل نہیں ہوتا اور موعود رزق میں تو کچھ بھی توکل کا شائبہ نہیں پایا جا سکتا۔ وجہ یہ کہ جس چیز کا وعدہ ہوا ہے وہ یقیناً اور قطعاً پہنچے گی۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ توکل کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دعوے کے سرسبز ہونے کے لیے ایک وکیل کھڑا کیا جو موکل کا دوست بھی ہے اور عالم بھی۔ پس اس وقت یہ موکل مطمئن اور ایمن ہو جائے گا کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں جو سوال و جواب میں بھی دانا ہے اور مجھ سے دوستی بھی رکھتا ہے اس صورت میں توکل بھی ہے اور سوال بھی۔ یہی وجہ ہے کہ موکل کبھی کبھی وکیل سے کہتا ہے دعویٰ میں یہ کہہ اور یوں جواب دہی کر۔ اور وہ قانون پیش کر کہ تمام باتیں فیصل ہو کر مقدمہ طے ہو جائے۔ توکل کا دوسرا مرتبہ اس شیر خواہ بچہ کی مشابہ ہے جسے اس کی ماں گاہ و بیگاہ دودھ دیتی اور ہر وقت نگرانی رکھتی ہے۔ اس صورت میں صرف توکل ہو گا اور سوال نہ ہو گا یعنی بچہ ماں سے یہ نہیں کہتا کہ مجھے دودھ دے بلکہ اس کے دل میں ماں کی شفقت و مہربانی پر بھروسہ ہوتا ہے۔ توکل کے تیسرے مرتبہ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے مردہ غسال یعنی مردہ شو کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ کہ ذرا حرکت اور تصرف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ نہلانے والے کے بس میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے الٹ پلٹ کرتا ہے اور جہاں چاہتا ہے بدن دھوتا ہے اور توکل یہی مرتبہ سابق کے دونوں مرتبوں سے ارفع و بلند ہے۔

حلم و عفو اور غضب و حیا کا بیان

جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلم و تحمل میں بہت مشہور تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نجاشی نے آپ کو کوئی بات کہی گویا کسی عیب کے ساتھ طعنہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے نہایت تحمل اور خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا کہ اے خواجہ جس قدر مجھ میں عیب بھرے ہوئے ہیں ان میں سے تجھے بہت ہی سہل اور آسان چیز معلوم ہوئی ہے۔ مجھ میں تو اس سے بہت زائد اور بڑے عیوب موجود ہیں۔ ازاں بعد ارشاد فرمایا کہ امام عاصم علیہ الرحمتہ جو قرأت میں مشہور امام گزرے ہیں ایک دفعہ صحرا کی طرف چلے جاتے تھے ایک سفیہ اور بیوقوف نے راستہ میں

آپ کے ساتھ سفاہت اور بے شرمی کی باتیں کرنی شروع کیں امام عاصم نے کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ جب شہر کے نزدیک پہنچے اور وہ شخص اسی طرح امام عاصم کو برا کہتا رہا اور امام کے دوست آشنا اور معتقدان سے ملاقاتیں کرنے کو نزدیک ہوئے تو امام عاصم نے اس سفیہہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بھائی اب تجھے میری برائی سے زبان بند کرنی چاہیے کیونکہ یہاں میرے دوست آشنا بہت ہیں اگر تو ان کے سامنے مجھے برا کہے گا تو وہ تجھے رنج پہنچائیں گے اور تعجب نہیں کہ تیرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں۔ میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ علم عالم کا معین و مددگار اور حلم اس کی زینت ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم نے فرمایا کہ خداوندا علم کے ساتھ میری مدد کر اور حلم سے مجھے زینت عطا کر اور آپ نے اپنی دعا میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اے کریم میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں خداوندا اگر تو ہمیں عذاب کرے تو ہم اس کے لائق و سزاوار ہیں اور اگر ہمیں معاف کر دے تو تو صاحب عفو ہے۔ جب آپ یہ دعا کر چکے تو جناب الٰہی سے پیام آیا کہ قد عفوت عنکم یعنی میں نے تمہیں معاف کر دیا اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ساتھ بدی کر کے معافی چاہتے ہیں تو ہم انہیں وہی کہتے ہیں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ **لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین** یعنی آج تم پر کچھ سرزنش نہیں خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ایک دانشمند کا قول ہے کہ جب تجھے غصہ آئے تو اول آسمان کو دیکھ۔ پھر زمین کی طرف نظر کر۔ ازاں بعد آسمان و زمین کے خالق کو دیکھ۔ تجھ سے فوراً غصہ جاتا رہے گا۔ حیا بھی انسان کے لیے اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کے بہت کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں۔ اور حیا کے درجے ہیں۔ **حیاء الرب من الکرم و حیاء السائل من الندم** یعنی حق تعالیٰ کا کرم سے حیا کرنا اور سائل کا ندامت سے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ **العفو خیر من الکظم** یعنی غصہ کے پی جانے سے معاف کر دینا بہت بہتر ہے کیونکہ جو شخص غصہ پی جاوے اور معاف نہ کرے تو ممکن ہے کہ اس کے دل میں حقد اور کینہ جڑ پکڑ جائے اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عرصۂ قیامت میں خدا تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ندا دیں گے کہ جو شخص ہم پر کوئی حق رکھتا ہے وہ آ کر اپنا حق ہم سے لے لے پہلے تمام انبیا علیہم السلام

یہ ندا سنیں گے اور سر جھکائے ہوئے خاموش کھڑے رہیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں حق رکھتا ہوں جب کسی طرف سےبجز سکوت و خاموشی کے کوئی جواب نہ ملے گا تو یہ ندا دی جائے گی کہ جو لوگ عاجز اور زیر دستوں کو معاف کر دیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ ہر روز بندہ کے ستر گناہ معاف کرتا ہے۔ اسکے بعد بھی اگر بندہ اپنی بدی سے نہیں چونکتا اور گناہ پر جرأت کرتا ہے تو یہ گناہ اس کے اعمالنامہ میں لکھا جاتا ہے۔ اگر آدمیوں میں اس کی نظیر دیکھی جائے تو بہت کم ملے گی۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو کسی شخص کے گناہ اور خطا معاف کرتے ہوں۔ میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اپنی لونڈی غلاموں کو مت مارا کرو کیونکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے جیسا تمہارے لیے۔

حضرت سلطان المشائخ کے جماعت خانہ میں لوگوں نے ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھ کر پکڑ لیا اور سخت مواخذہ کیا۔ سلطان المشائخ کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے لوگوں کو ایسے ایذا دینے سے روک دیا اور اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تو اس بات کا عہد و پیمان کر لے کہ اس کے بعد ایذا نہ پہنچاؤں گا اس نے اقرار کیا تو آپ نے خدام کو حکم دیا کہ اسے کچھ خرچ دے کر روانہ کر دیں۔ ازاں بعد حضرت سلطان المشائخ نے خصومت کے بارہ میں فرمایا ظلم و جفا کا تحمل اور ستم کی برداشت کرنا اس کی مکافات و پاداش دینے سے بہت بہتر ہے۔ بعدہ حضور کی زبان مبارک پر یہ رباعی جاری ہوئی۔

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد   وانکہ مارا خوار دارد ایزد اورا یار باد
ہر کہ او خارے نہد در راہ من از دشمنی   ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بیخار باد

یعنی جو شخص ہم سے رنج رکھے اسے بے انتہا راحت پہنچے اور جو ہمیں ذلیل و خوار رکھے خدا اس کا مددگار ہو جو ہماری راہ میں دشمنی کی وجہ سے کانٹا رکھے خدا اس کے باغ عمر کا ہر پھول ہمیشہ تازہ و شگفتہ رہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جو شخص تیرے راستہ میں کانٹے بچھائے اور اس کی مکافات میں تو بھی اس کی راہ میں کانٹے بوئے تو یہ کوئی تعریف کی بات نہیں ہے بلکہ اصل میں کانٹے ہی بوئے ہیں اسی اثناء میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمیوں میں یہ بات یوں ہی جاری ہے یعنی وہ ظلم کی پاداش میں ظلم کرتے ہیں مگر درویشوں کے طریقہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ درویش

بھلوں کے ساتھ تو بھلائی کرتے ہیں لیکن بدوں کیساتھ بھی بھلائی کرتے ہیں۔ کاتب حروف نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز سے اسی بارہ میں ذیل کی رباعی سنی ہے۔

گیرم کہ نماز ہائے بسیار کنی وز روزۂ دہر بیشمار کنی
تادل نہ کنی زغصہ و کینہ تہی صد من گل برسریک خار کنی

یعنی میں فرض کرتا ہوں کہ تو بہت سی نمازیں پڑھتا اور بے انتہا روزے رکھتا ہے۔ لیکن تاوقتیکہ دل کو غصہ اور کینہ سے خالی نہ کرے گا تحمل و بردباری کی فضیلت و میسر نہ ہوگی۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ آدمی میں ایک نفس ہوتا ہے اور ایک قلب پس جس وقت کوئی شخص نفس سے پیش آئے دوسرے شخص کو قلب سے پیش آنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ نفس خصومت و دشمنی اور فتنہ و غوغا سے لبریز ہوتا ہے اور قلب سکونت و اطمینان اور مہربانی و رضا سے پر ہوتا ہے تو جب کوئی آدمی نفس سے پیش آتا ہے اور دوسرا اس کے مقابل میں قلب سے پیش آئے گا تو پہلے شخص کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے اور اگر یہ بھی نفس کے مقابلہ میں نفس سے پیش آئے تو دشمنی و عداوت اور فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی درمیان میں آپ نے تحمل و حلم کی بزرگی میں یہ بیت زبان مبارک پر جاری فرمائی۔

زہر بادے چوکاہے گرنہ لرزی اگر کوہے بکاہے مے نیرزی

یعنی اگر تو ہر ہوا سے گھاس کی طرح جنبش کرے گا تو گو پہاڑ ہوگا لیکن اگر اس کے برابر بھی قیمت نہ رکھے گا حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت بعض لوگ تو ایسے ہیں جو آپ کو ممبر پر بیٹھ کر اور بعضے دوسرے موقعوں پر برا کہتے ہیں اور ان لفظوں سے یاد کرتے ہیں جن کے سننے کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں نے ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا ہمارا شیوہ یہ نہیں ہے کہ کسی کی عداوت میں مشغول ہوں جس نے مجھے برا اور ناسزا کہا ہے میں نے تو اسے معاف کر دیا اور تمہیں بھی لائق ہے کہ ان لوگوں کو معاف کر دو اور اس قسم کی باتیں دوبارہ میرے سامنے بیان نہ کرو۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا۔ ایک شخص چھجو نام ساکن اندرپت مجھے ہمیشہ برا کہا کرتا اور میری برائی چاہا کرتا تھا برائی اور بدی سے یاد کرنا اس قدر زبون نہیں ہے جس قدر کہ بدخواہی زبوں تر ہے۔ الغرض جب وہ مر گیا تو تیسرے روز

میں اس کی قبر پر گیا اور اسکے حق میں دعائے خیر کی جناب الٰہی میں مناجات کی کہ خداوندا اس شخص نے جس قدر میرے ساتھ برائی کی اور بدزبانی سے پیش آیا میں نے اسے سب معاف کر دیا تو بھی اپنے فضل وکرم سے اسے بخش دے۔ اسی موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر دو آدمیوں میں باہم رنجش ہو تو صفائی کا بہتر طریق یہ ہے کہ یہ شخص اپنی طرف سے اپنا دل بالکل پاک وصاف کرے اور جب یہ شخص اپنا دل عداوت سے پاک وصاف کرے گا تو ضروری بات ہے کہ دوسرے شخص کی طرف سے آزاد بہت کم ظہور میں آئے گا اور رفتہ رفتہ باہم صلح ہو جائے گی بعدہ فرمایا آدمیوں کو اس قسم کی بدگوئیوں اور برائیوں سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے حالانکہ لوگوں نے کہا ہے کہ اصل میں صوفی وہ شخص ہے جس کا مال وقف اور خون مباح ہو اور جب یہ ہے تو پھر اسے کسی بدگوئی اور غیبت سے کیا خوف ہو اور کسی سے خصومت وعداوت کیوں رکھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بہت سے سفیہ اور پریشان گو میرے پاس آئے اور بہت سی ناسزا اور بیہودہ باتیں میری نسبت میرے ہی منہ پر کہیں لیکن میں نے ان کی ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا انجام کار انہیں بھی کہنا پڑا کہ اس قسم کا تحمل اور برداشت تمہارا ہی کام ہے۔ بعدہ فرمایا کہ خلق کے معاملہ کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس شخص سے دوسری کو کسی طرح نہ خیر ومنفعت ہی پہنچے نہ نقصان ومضرت ایسا شخص جماد کا حکم رکھتا ہے۔ دوسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جن سے دوسروں کو منفعت تو پہنچتی ہے مگر ضرر کسی طرح کا نہیں پہنچتا۔ یہ قسم پہلی نوع سے بہتر ہے تیسری قسم جو پہلی کی دونوں شقوں سے بہتر اور خوشتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے دوسروں کو ہمیشہ منفعت پہنچتی رہتی ہے۔ اور اگر لوگ اسے مضرت پہنچاتے ہیں تو وہ اس کی پاداش ومکافات کا خیال نہیں کرتا بلکہ نہایت خوش دلی کے ساتھ تحمل کرتا اور ایذاؤں کو سہتا ہے اصل میں یہ کام صدیقوں کا ہے۔ ازاں بعد فرمایا ایک بادشاہ تھا جسے لوگ تارنی کہتے تھے۔ لوگوں نے بلوا کر اسے قتل کر دیا اور اسے شیخ سیف الدین باخرزی کے ساتھ سخت عقیدت ومحبت تھی جب لوگوں نے اس کی جگہ دوسرا بادشاہ تخت پر بٹھا دیا تو ایک چغل خور اس کا مقرب بنا جو شیخ سیف الدین باخرزی سے نہایت عداوت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس چغل خور نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میرا ملک وسلطنت برقرار رہے اور میں ایک عرصہ تک تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوں تو شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا کام تمام کر دینا چاہیے کیونکہ ملک کی تحویل وتبدیل اس کی وجہ سے ہوتی ہے بادشاہ نے اس چغل خور کی یہ بات سن

کر کہا کہ تو ہی اس کام کا بیڑا اٹھا اور جس طرح مناسب سمجھ شیخ کو دربار میں حاضر کر یہ چغل خور گیا اور شیخ کے ساتھ بڑی بے ادبی گستاخی سے پیش آیا اور نہایت سختی کے ساتھ ان کی گردن میں دستار ڈال کر یا کسی اور ذلت کے ساتھ بادشاہ کے پاس گھسیٹتا ہوا لے گیا شیخ جب بادشاہ کے تخت کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے اور بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی نہ معلوم اسے کیا دکھائی دیا کہ فوراً تخت سے نیچے اتر آیا اور معذرت پیش کی شیخ کے قدموں کو بوسہ دیا اور ہاتھ چومے اور بہت سی خدمت سے پیش آ کر معذرت کی کہ میں نے اسے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ کو اس ذلت و خواری کے ساتھ لائے۔ الغرض شیخ علیہ الرحمۃ بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر تشریف لائے دوسرے روز بادشاہ نے اس چغل خور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ کی خدمت میں بھیج دیا اور نہایت ادب سے کہلا بھیجا کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ فوراً سزائے قتل دی جائے اب میں اسے شیخ کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ جس طرح مناسب سمجھیں اسے قتل کریں شیخ نے جوں ہی اسے پابہ زنجیر دیکھا فوراً کھڑے ہو گئے اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور اپنے جسم کے لباس سے اس کا بدن ڈھانکا اور فرمایا کہ آج میرا وعظ ہے وہاں میرے ساتھ چل وہ پیر کا دن تھا اور اس روز شیخ ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے تھے آپ مسجد میں تشریف لائے اور اس ساعی کو اپنے ہمراہ لائے ممبر پر بیٹھکر پہلے یہ بیت پڑھی۔

آنہا کہ بجائے مابدی ہا کردند گردست رسد بجز نکوئی نکنم

یعنی جو لوگ ہمارے ساتھ برائیاں کرتے ہیں ہم سے جہاں تک بن پڑتا ہے ان کے ساتھ نیکی کے علاوہ اور کسی چیز کے پیش نہیں آتے۔ اس حکایت کو ختم کرنے کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ بندہ سے جو بھلائی برائی ظہور میں آتی ہے۔ سب کا خالق و فاعل خداوند تعالیٰ ہے پس جو کچھ بندہ کو پہنچتا ہے اس کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اور جب یہ ہے تو کسی سے رنجیدہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ازاں بعد اس کے مناسب آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ابوسعید ایک دن کہیں چلے جاتے تھے راستہ میں ایک سفیہ نے پیچھے سے ایک چانٹا مارا شیخ ابوسعید ابوالخیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سفیہ بولا کہ شیخ مجھے کیا دیکھتے ہو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ جو کچھ ہمیں پہنچتا ہے خدا کی طرف سے پہنچتا ہے۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ ہاں بات تو یہی ہے۔ مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ کام کس شقی اور بدبخت کے نامزد کیا ہے۔

صحبت کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ صحبت کے لائق وہ شخص ہے کہ جب آدمی اس کی مصاحبت اختیار کرے۔ تو اس کی صحبت کا کسی قدر اثر اپنے باطن میں محسوس کرے اور اسی بارہ میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز سفر میں تھے ایک لق و دق صحرا میں آپ نے ایک درویش کو پایا اور اس سے پوچھا کہ آدمی ایک ایسے شخص کو پاتے ہیں جو ہیت ولباس صلحا اور نیکوں کا رکھتا ہے مثلاً محلوق ہے۔ مصلیٰ کندھے پر ڈالے ہوئے ہے صلاحیت اور نیکی کا شعار رکھتا ہے لیکن جب خوب تحقیق کیا جاتا ہے تو اس کا باطن شیطان سے بدتر دیکھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی اصل حقیقت اور باطنی کیفیت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ فرمایا بے شک اکثر ایسا ہوتا ہے آدمی کو اس وقت اپنے باطن میں سیر کرنا چاہیے یعنی اپنے باطن کو بغور ملاحظہ کرے کہ اس سے ملاقات کرنے کے بعد باطن میں کون سی کیفیت پاتا ہے جو کیفیت دل میں پائے وہی اسکی حقیقت حال کی حکایت کرنے والی ہے بعدہ زبان مبارک پر یہ بیت جاری فرمائی۔

با ہر کہ نشستی و نشد شاد دلت وز تو نرمید زحمت آب و گلت
با او منشین جان عزیزم زنہار زیرا کہ کند جان عزیزان بحلت

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ اخوت کی تین قسمیں ہیں۔ اخوت دوست، اخوت نسبت، اخوت دین۔ ان سب میں دینی اخوت زیادہ قوی ہے کیونکہ اگر دو حقیقی بھائی ہوں اور دونوں مذہبی اختلاف رکھتے ہوں۔ ایک مسلمان ہو اور ایک کافر تو یہ ظاہر بات ہے کہ کافر کی میراث مسلمان بھائی کو نہیں پہنچے گی اور جب یہ ہے تو کھلی بات ہے کہ اس قسم کی اخوت نہایت ضعیف ہے۔ اور دینی اخوت قوی ہے کیونکہ جو پیوند اور تعلق اور دینی بھائیوں میں ہوتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں میں برقرار رہتا ہے اسی اثناء میں آپ نے یہ آیت پڑھی الاخلا یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین یعنی قیامت کے دن دوست باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ مگر پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والے اپنے ان یاروں کے قطع دوستی نہ کریں گے جن سے دنیا میں تعلق رکھتے تھے بلکہ جہاں تک بن پڑے گا انہیں تکلیف و رنج سے چھڑانے میں کوشش کریں

گے۔ بعدہ آپ نے فرمایا کہ صلحا کی صحبت میں پورا اور کافی اثر ہے پھر حضور نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب خلافت کی باگ جناب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچی اور آپ کو بادشاہ عراق کے ساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا تو بادشاہ عراق مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ مسلمانوں نے اسے آپ کے سامنے پیش کیا جناب فاروق اعظم نے فرمایا کہ اماالاسلام واماالسیف۔ یعنی اسلام قبول کر ورنہ ابھی تلوار سے تیرا سر کاٹتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اپنے خدام کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تلوار لاؤ اور جلاد کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دو۔ یہ بادشاہ بڑا عقلمند اور صاحب سیاست تھا۔ یہ حال معائنہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ میں پیاسا ہوں حکم ہو کہ تھوڑا پانی مجھے مل جائے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے لیے پانی لاؤ۔ چنانچہ شیشہ کے گلاس میں پانی لایا گیا مگر بادشاہ عراق نے یہ پانی نہ پیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ بادشاہ ہے اور چاندی سونے کے برتنوں میں پانی پیتا ہے لہذا سنہری آبخورے میں پانی دینا چاہیے۔ چنانچہ آپ کے اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور سونے کے گلاس میں پانی حاضر کیا گیا لیکن بادشاہ نے اس میں بھی پانی نہیں پیا۔ ازاں بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا مٹی کے آبخورے میں پانی دو ایسا ہی کیا گیا جب پانی سامنے رکھا گیا تو بادشاہ نے حضرت عمرؓ کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں بہت دیر سے پیاسا ہوں حکم ہو کہ پانی مجھے دیا جائے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے پانی دو جب خادم پانی آگے لے گیا تو اس نے کہا آپ مجھ سے عہد کیجئے کہ جب تک یہ پانی پی کر فارغ نہ ہو لوں مجھے قتل نہ کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک تو یہ پانی پی نہ لے گا قتل نہ کروں گا۔ بادشاہ نے وہ کوزہ زمین پر دے پٹکا پانی بکھر گیا او رکوزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس وقت بادشاہ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ جس پانی کے پینے پر آپ نے عہد کیا تھا میں نے وہ پانی نہیں پیا لہذا اب میں امن وامان میں ہو گیا اور آپ کو اس عہد کے موافق مجھے قتل کرنا نہیں پہنچتا۔ حضرت عمرؓ اس کی دانائی اور کیاست پر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تجھے امان دی بعدہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں فکر کیا اور اس کی صحبت میں ایک صحابی کو متعین کیا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ یہ صحابی پلہ درجہ کے نیک بخت تھے اور انتہا درجہ کی صلاحیت ان میں موجود تھی۔ دیانت وامانت میں شہرۂ آفاق تھے جب بادشاہ عراق ان صحابی کے گھر گیا اور چند روز تک صحبت گرم رہی تو ان کی نیک صحبت نے اس میں فوری اثر کیا اور اس کی

طبیعت صلاحیت پر آ گئی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس طلب کیجیے تاکہ میں ایمان لاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بلایا۔ اور اسلام پیش کیا۔ بادشاہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ اس کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں اپنی طرف سے تجھے ملک عراق دیتا ہوں جا اور وہاں کی سلطنت کر بادشاہ نے کہا کہ ملک عراق میرے کام کا نہیں اور نہ میں حکمرانی کا خواہش مند ہوں۔ مجھے عراق کا ایک مختصر سا گاؤں دے دیجیے کہ اس سے میری اور میرے متعلقین کی قوت بسری ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی اس التماس کو قبول کیا اور فرمایا بھلا کون سا گاؤں دوں۔ بادشاہ نے کہا مجھے ایک خراب اور اجڑا ہوا گاؤں دے دینا چاہیے تاکہ میں خود اسے آباد کروں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو عراق کی طرف روانہ کیا لیکن ہزار تلاش و جستجو کے بعد بھی کوئی خراب گاؤں نہ ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بادشاہ سے فرمایا کہ عراق میں کوئی اجڑا گاؤں نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ امیر المومنین اس سے میرا مقصود یہ تھا کہ میں نے تمام ملک عراق آباد کیا۔ آپ کے سپرد کیا ہے اب اگر کوئی موضع خراب اور غیر آباد ہو جائے گا تو کل قیامت کے روز اس کی جواب دہی آپ کے ذمہ ہو گی۔ یہاں تک پہنچ کر حضرت سلطان المشائخ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور آپ نے رو کر بادشاہ عراق کی کیاست و دیانت کی بے انتہا تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب سلطان قطب الدین سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے یہ حدیث اس سے بیان کی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مامن صاحب یصحب صلاحبة ولو ساعة من لیل او نهارِ الایسال اللـه عن صحبة هل اديت فیها حق الله ام لا. یعنی جو شخص کسی صالح اور نیک آدمی کی صحبت میں بیٹھے گا اگر رات دن کی جملہ ساعات میں ایک ساعت ہی بیٹھا ہو گا تو خدا تعالیٰ اس صالح سے سوال کرے گا کہ تو نے اپنی صحبت کا حق ادا کیا یا نہیں اور جب یہ ہے تو اے بادشاہ کل قیامت کے روز تجھ سے اور نیز مجھ سے سوال ہونا ہے کہ تم دونوں نے حق صحبت کیا ادا کیا اور پوچھا جائے گا کہ تمہاری صحبت کس نیت سے تھی اور حقوق صحبت کی کس طرح رعایت کی۔ اور فرماتے تھے کہ شیخ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا وجدت ربی فی سکک المدینة۔ یعنی میں نے اپنے پروردگار کو مدینہ کی گلیوں میں پایا لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں خدا کو مدینہ کے کوچوں میں کس طرح پایا فرمایا ایک دن کا ذکر ہے کہ میں مدینہ کے بازار میں چلا جا رہا

تھا کہ چند شکست دلوں کو دیکھا جن کی شکستہ دلی کی کیفیت مجھ سے بیان نہیں ہو سکتی۔ مجھے ان پر بے انتہا رحم آیا اور دل میں عزم کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ رہوں اور ان سے موانست اختیار کروں چونکہ میں ان کی صحبت میں تھا اس لیے میں نے خیال کیا کہ اللہ شکستہ دلوں کے ساتھ ہے اور حق بات بھی یہی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **انا عند المنکسرۃ قلوبھم** یعنی میں شکستہ دلوں کے پاس رہتا ہوں۔ خواجہ حکیم ثنائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

آنکہ خود را شکستہ دل بیند ۔۔۔ اوست شایستہ خدائے کریم

مردم از زیر کان ورم نشود ۔۔۔ مہر گر عقل بود کم نشود

مہر و جاہل وچو مہرہ گردان است ۔۔۔ مہر کز عقل بود مہران است

تو توئی و منم نزدیک انست ۔۔۔ تو چنان من چنین سر جنگ است

با خودی بردو دیوش باشیم ۔۔۔ بے من و تو من و تو خوش باشیم

دوستی تا فگندہ اورا باش ۔۔۔ ماکن یا چو کردی اورا باش

دوستان گنج خانہ وا دارند ۔۔۔ رنج بردار و گنج بردارند

باید آن حکمت از علی آموخت ۔۔۔ دوست نادان بود باید سوخت

تا نباشی حریف بے خردان ۔۔۔ کہ نکو کار بد شود زبدان

ہیچ صحبت مباد با عامت ۔۔۔ کہ چو خود مختصر کند نامت

ہر کہ تنہا روی کند عادت ۔۔۔ ہم چو خورشید شب کند غارت

جفت باشی خدائے بدہد یار ۔۔۔ فرد باشی خدائے باشد یار

گرد توحید گرد با تفرید ۔۔۔ چہ کنی صحبت کہ این تقلید

بیدی از تو اندر آویزد ۔۔۔ پس بیاری کہ از تو بگریزد

این زبان دوستاں بہ اینسانند ۔۔۔ ہمہ از بیم جان ہراسانند

من بعالم درون نمیدانم ۔۔۔ دوستی زاں ہمیشہ میرانم

محاسن واخلاق کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا حسن الخلق ان لایتاثر القلب بجفاء الخلق بمطالعة فعل الحق ۔ یعنی نیک خلق یہ ہے کہ دل خلق کی جفا سے متاثر نہ ہو فعل حق دیکھنے کی وجہ سے ۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ حسن بصری حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین باتیں حسن خلق میں داخل ہیں ۔ (۱) لوگوں سے خندہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ ملاقات کرنا ۔ (۲) کسب حلال سے روزی تلاش کرنا ۔ (۳) بندگانِ خدا پر توسع اور فراخی کرنا ۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو کندھے پر چڑھائے ہوئے اونٹ کی سی بولی بولتے ہوئے گھر کے صحن میں گشت لگاتے پھرتے تھے ۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہ کیفیت معائنہ کر کے کہا عجب حسن خلق ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ نعم الجمل لھما یعنی امام حسن وحسین کے لیے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اونٹ ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قل لھما نعم الراکبان انتما یعنی اے علی تم حسن وحسین سے کہو کہ تم دونوں اچھے سوار ہو ۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بوعلی سینا نے ایک دن باہم ایک دوسرے سے ملاقات کی اور جب ایکدوسرے سے جدا ہوئے تو بوعلی نے اس صوفی سے کہا کہ جو ہمیشہ شیخ کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہ جب میں شیخ کی خدمت سے علیحدہ ہو کر چلا جاؤں تو اس بات کا خیال رکھنا کہ جو بات شیخ میرے حق میں فرمائیں اسے مجھ تک پہنچا دینا یہ کہہ کر شیخ بوعلی سینا لوٹ آئے شیخ ابوسعید ابوالخیر نے بوعلی کا کوئی ذکر زبان پر جاری نہیں کیا ۔ نہ ہی ان کی نیکی ہی بیان کی نہ بدی سے یاد فرمایا جب اس پر بہت زمانہ گزر گیا تو ایک روز اس صوفی نے شیخ سے پوچھا کہ بوعلی سینا کیسا شخص ہے شیخ نے فرمایا حکیم ہے ۔ طبیب ہے ۔ علم بہت کچھ رکھتا ہے ۔ لیکن مکارم اخلاق نہیں رکھتا ۔ صوفی نے یہ تمام تقریر بجنسہٖ بوعلی کو لکھ بھیجی ۔ بوعلی نے شیخ کی خدمت میں خط لکھا اور اس کے ضمن میں بھی تحریر کیا کہ میں نے مکارم اخلاق کے بارے میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں تعجب ہے کہ شیخ میری نسبت فرماتے ہیں کہ بوعلی مکارم اخلاق نہیں رکھتا ۔ جب یہ خط شیخ کے پاس پہنچا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ بوعلی مکارم اخلاق نہیں جانتا البتہ یہ کہا ہے کہ وہ مکارم اخلاق نہیں رکھتا ۔

فتوح کے قبول ورد کا ذکر

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ بعض مشائخ ایسے بھی گزرے ہیں کہ انہوں نے کسی کی نقدی پر نظر نہیں ڈالی ہے اور جب لوگوں نے روپیہ پیسہ ان کی نذر کیا ہے تو انہوں نے رد کر دیا ہے۔ لوگوں سے تحفے لینے اور انہیں خرچ کرنے میں بہت سی شرطیں ہیں سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ لے حق سے لے۔ اسی بارہ میں آپ نے یہ تمثیل بیان فرمائی۔ مثلاً ایک شخص کچھ نقدی کسی کے پاس لاتا ہے اور وہ لینے والے کو علوی خیال کرتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ فرزند رسول ہے لیکن لینے والا اصل میں علوی نہیں ہے پس ایسے شخص کو فتوح کا لینا حرام ہے جو شخص ایسا ہو کہ کسی سے کچھ لینا نہ چاہتا ہو نہ زبان سے مانگتا ہو نہ اس بات کا اندیشہ رکھتا ہو اور اس کے پاس کچھ پہنچ جائے تو رد نہ کرے اسی معنی میں آپ نے ایک تمثیلی حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو کوئی چیز دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول خدا یہ چیز میرے پاس موجود ہے۔ آپ کسی اور شخص کو جو اس کا محتاج ہے عنایت کیجیے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر جو چیز تمہیں بغیر مانگے پہنچے اسے لے کر اپنے تصرف میں لاؤ۔ اگر محتاج ہو ورنہ صدقہ کر دو۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر شیخ ابوسعید تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے اسی سبب سے خود ان پر اور ان کے یاروں پر کئی کئی روز کا فاقہ گزر جاتا تھا جب دو دن کا فاقہ گزر لیتا تو آپ خربوزہ اور ہندوانہ سے روزہ افطار کرتے اتفاق سے آپ کی یہ کیفیت بادشاہ عہد کو معلوم ہوئی اس نے کچھ فتوح شیخ کی خدمت میں روانہ کی مگر شیخ نے اسے فوراً رد کر دیا جب بادشاہ کے پاس حاجب واپس گیا اور عرض کیا کہ شیخ نے آپ کا بھیجا ہوا تحفہ نظر قبول سے نہیں دیکھا۔ تو بادشاہ نے فرمایا کہ اس فتوح کو لے جا اور شیخ کے خادم کے سپرد کر دے لیکن اس طرح سپرد کر کہ شیخ کو ذرا معلوم نہ ہو۔ خادم کھانا پکا کر شیخ کو کھلا دے گا۔ چنانچہ حاجب نے ایسا ہی کیا خادم نے شیخ کے لیے کھانا تیار کیا اور افطار کے وقت حاضر کیا شیخ نے تناول کیا اور عبادت میں مصروف ہوئے لیکن اس رات عبادت کا ذرا مزہ نہ آیا۔ انجام کار اپنے خادم کو بلا کر پوچھا کہ افطار کے وقت جو کھانا تم نے کھلایا تھا وہ کہاں سے لائے تھے چونکہ خادم کو شیخ سے

جھوٹ بولنے کی مجال نہ تھی اور وہ اصلی واقعہ چھپانے کی قدرت نہ رکھتا تھالہذا سارا قصہ اول سے آخر تک بیان کر دیا۔ شیخ نے فرمایا جو حاجب تیرے پاس نقدی لایا تھا اس کے قدم جہاں جہاں پڑے ہیں وہاں کی مٹی کھود کر باہر پھینک دے۔ خادم نے فوراً ارشاد کی تعمیل کی ازاں بعد شیخ نے خادم کو اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا خواجہ ثنائی کہتے ہیں۔

میوۂ ایں و آن چو درختان میوہ دار　　دست در کرد درخت خویش دار

ہمت کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے ان اللہ یحب معالی الامور و یبغض صفافھا یعنی خدا تعالیٰ اوالوالعزم اور بزرگ کاموں کو دوست رکھتا ہے اور ارذل و پست کاموں سے ناخوش ہوتا ہے۔ آدمی کو انسانیت میں عالی ہمتی چاہیے تاکہ مرد رجولیت و مردمی کے مرتبہ کو پہنچے خصوصاً عالم کو ابتدا تحصیل علوم میں عالی ہمت رہنا چاہیے تاکہ درجہ حکمت پر پہنچے۔ ہمت کی اصل وحقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک روح کو اس کے فعل کے لائق ایک خاصیت اور اہلیت عطا فرمائی ہے اور اس میں بھید یہ رکھا ہے کہ ہر ایک روح اس اہلیت و قابلیت کے مطابق قبول حق کے لیے آمادہ و مستعد و تیار ہو جائے اور نیز حقوق ارواح میں سے ہر حق کے لیے ایک غایت ہے۔ آدمی جب تک اس غایت کو نہ پہنچے گا۔ سعادت کا مرتبہ نہ پائے گا۔ پس جب خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ آدمی اپنے منصب کی غایت کو پہنچے تو اس کی تعداد طلب کی مدد کرتا ہے اور اس مدد کی قوت کے اثر سے اپنے طلب غایت میں حرکت کرتا ہے۔ اگر اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی حکم صادر ہوتا ہے۔ تو اسے توفیق کہتے ہیں۔ اور جب آمی طلب میں ثابت قدم رہتا ہے تو اسے ہمت کہتے ہیں اور ہمت راہ سعادت کی کنجی ہے۔ اگر کوئی شخص عالم دنیا میں طالب ہو اور ولایت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہو مگر شب و روز نعمت اور حصول مال کی فکر میں مشغول ہو تو اسے صاحب ہمت نہیں بلکہ حریص کہتے ہیں۔ ہمت درحقیقت اہل علم اور اصحاب عہد کو مسلم ہے کہ وہ اپنے مایۂ عمل اور حقیقت علم میں ثابت قدم رہتے اور ہمیشہ طالب ہمت عالی ہوتے ہیں انہیں خدا تعالیٰ سے زیادہ عزیز کوئی نہیں پس طالبان جمال اور عالمان وجود علائق نفسانی سے ہمیشہ مجرد اور علیحدہ رہتے ہیں اور یہ مرتبہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ اور اس کے بعد اولیاء کرام کا درجہ

ہے۔ بعدہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہمتیں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک بزرگ بڑے صاحب کمال تھے ان کی خدمت میں ایک ان کا لڑکا اور ایک غلام رہا کرتا تھا غلام میں صلاحیت ورشاد کا مادہ بہت کچھ تھا ایک دن اس بزرگ نے دونوں کو سامنے بٹھا کر اول اپنے فرزند سے پوچھا کہ تیری ہمت کس میں ہے اس نے جواب دیا میری ہمت اس میں ہے کہ میرے پاس بہت طرح کا اسباب ہو اور شائستہ و نیک غلام خدمت میں رہیں۔ ازاں بعد غلام سے دریافت کیا کہ تیری ہمت کس چیز میں ہے۔ اس نے کہا میری ہمت اس میں ہے کہ جس قدر غلام میرے پاس ہوں سب کو آزاد کر دوں اور آزادوں کو غلام بنالوں۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ آدمیوں کی ہمتیں طرح طرح کی ہوتی ہیں اور خود آدمی قسم قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شخص کی ہمت دنیا طلبی میں ہوتی ہے ایک شخص ایسا عالی ہمت ہوتا ہے کہ خواہش دنیا اس کے گرد نہیں پھٹکتی۔ ان دونوں قسموں میں وہ شخص بہتر ہے کہ اگر اسکے پاس کوئی چیز پہنچے تو خوش ہو جائے نہ پہنچے تو صبر کرے۔ غرضیکہ دونوں حال میں خوش رہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے دنیا میں سے کچھ نہیں چاہیے وہ اچھا نہیں کرتا۔ بلکہ جو چیزیں اچھی اور شائستہ ہیں ان کی اسے ضرورت اور سخت ضرورت ہے۔ ایسی چیزوں کی درخواست کرنے سے خدا خوش ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں فرزندان مشائخ میں سے ایک عزیز نے جناب سلطان المشائخ کی خدمت میں ذکر کیا کہ فلاں شخص ہمت عالی رکھتا ہے دوسو چاندی کے تنکہ میرے پاس لایا اور نذر کیے جب دو تین مرتبہ اسی طرح کا ذکر کیا تو حضرت سلطان المشائخ کے دل پر اس کی یہ بات گراں گزری آپ نے اسی بارے میں ایک تمثیلی حکایت بیان کی کہ گذشتہ زمانہ میں ایک بادشاہ تھا نہایت جلیل القدر اور بہت بزرگ مخیّری اور فراخ حوصلگی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اور کرم و بخشش میں شہرۂ آفاق تھا ہر ہفتہ میں دو تین دفعہ دعوت کا سامان مہیا کرتا اور تمام علما اور مشائخ اور درویشوں کو بلاتا اور طرح طرح کے مکلّف ولذیذ کھانے کھلاتا جب لوگ کھانے سے فراغت پا کر چلنے لگتے تو ہر ایک کو کپڑے میں بندھے ہوئے روپے علی حسب مراتب دیتا اور ہفتہ میں دو تین مرتبہ اس قسم کی مجلس مرتب کرتا ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ کی حرم نے اسے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ شہر کے تمام علما اور مشائخ کی دعوت کرتے ہین اور درویشوں کو طرح طرح کی خدمت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن ایک درویش جو سالہا سال سے آپ کے پڑوس میں رہتا ہے اسے آپ کبھی نہیں بلاتے اور وہ ہے کہ اپنے فقر و فاقہ میں صابر و قانع ہے اور اپنی بیش قیمت زندگی ہمیشہ غربت میں بسر کرتا ہے یہ آپ کو کب جائز ہے کہ ایک پڑوسی

کو نہیں بلائیں اور دوسروں کی خدمت کریں۔ بادشاہ نے اپنی حرم کی یہ گفتگو سن کر کہا بے شک تو سچ کہتی ہے۔ مجھ سے سخت غفلت و غلطی ہوئی اب جو دعوت ہوگی تو میں اسے ضرور بلاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی عادت کے مطابق درویشوں کو جمع کیا تو اس درویش کو بھی بلایا اور درویش نے کہلا بھیجا کہ مجھے معذور رکھیے کیونکہ میں اپنے گھر سے نکل کر کہیں جانا پسند نہیں کرتا ہوں۔ بادشاہ نے پیام دیا کہ یہ گھر بھی آپ ہی کا ہے میں نے اپنا گھر آپ کو بخشا۔ درویش نے کہا اس ضعیف کے نزدیک بے متاع و اسباب کے اور بے چاندی سونے کے بادشاہ کا گھر کسی کام کا نہیں۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ میں نے اپنا گھر اور اس کا سارا مال و اسباب جو کچھ اس میں ہے سب تم کو بخش دیا۔ درویش نے کہا کہ تملیک میں قبضہ شرط ہے اگر مجھے ان تمام چیزوں کا مالک بناتے ہو تو قبضہ دیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم یہ گھر مع تمام املاک و اسباب کے اپنے قبضہ میں لے جاؤ۔ میں نے اس کا قبضہ بھی تمہیں دے دیا۔ یہ سن کر درویش اس گھر میں گیا اور سارا بخشا ہوا مال و اسباب اپنے قبضہ میں لے آیا بادشاہ اور اس کی بیوی تنہا اپنا دم لے کر اس گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور سب لوگوں کے سامنے کھلم کھلا کہہ دیا کہ اس بیوی کے علاوہ جو کچھ اس مکان میں ہے سب اس درویش کی ملک ہے جب درویش نے دیکھا کہ بادشاہ کی بیوی خالی ہاتھ بے سروسامانی کی حالت میں گھر سے باہر کھڑی ہوئی تو وہ نہایت عجلت کے ساتھ وہاں سے اٹھا اور کہا یہ گھر اور جو کچھ اس میں موجود ہے خواہ اسباب خواہ نقد روپیہ اشرفی غرضیکہ جو چیز مجھے بادشاہ نے عنایت کی ہے میں نے سب اس حرم محترم کو بخشی یہ کہہ کر بادشاہ کے محل سے باہر آیا اور پھر اپنے اس چبوترے میں جا پڑا جب اس حکایت کو ختم کر کے سلطان المشائخ نے اس عزیز کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ درویش کو بلند ہمت اور عالی حوصلہ ہونا چاہیے یہاں تک کہ دنیا جہاں اور عقبیٰ میں نظر نہ کرے۔

ظلم اور عدل کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کا معاملہ جو مخلوق کے ساتھ ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ عدل اور فضل۔ لیکن مخلوق کے باہمی معاملہ کی تین قسمیں ہیں۔ عدل، فضل اور ظلم۔ اگر خلق اس میں ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرے گی تو حق تعالیٰ ان میں ضرور عدل و انصاف سے کام لے گا اور جس کے ساتھ خدا تعالیٰ عدل و انصاف برتے گا وہ اس

کے عذاب سے رہائی پا نہیں سکتا بلکہ یقیناً عذاب میں مبتلا ہوگا اگرچہ پیغمبر وقت ہی کیوں نہ ہو۔
اس موقع پر ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کل قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں بھی ڈال دے تو یہ بھی اس کا عدل ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ حدیث ہے اور صحیح حدیث ہے۔ تمام عالم خدا تعالیٰ کا مملوک اور مخلوق ہے اور جو شخص اپنی ملک میں تصرف کرے خواہ وہ کیسا ہی تصرف ہو اسے ہرگز ظالم نہیں کہتے۔ اصل میں ظالم وہ ہے جو غیر کی ملک میں تصرف کرتا ہے۔ ازاں بعد جناب سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اشعری کا مذہب ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈال دے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رکھے اور کافر کو بہشت میں داخل کرے اور ابدالاباد تک جنت کی ناز و نعمت میں رکھے تو جائز ہے اور اس کے اس فعل پر کسی طرح کی حرف گیری نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سب کا مالک و خالق ہے اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کا تصرف کرنا درست ہے۔ مگر چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لیے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ کافر و مومن میں تمیز ہوگی۔ اور بدکار و نیک کار کو جدا جدا صلہ ملے گا۔ اس کی دلیل خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دانا اور نادان اندھا اور سوانکھا برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اور بہت سی آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جن سے یہی مضمون ثابت ہوتا ہے۔ الغرض جب ان دونوں مقدموں میں غور کیا جاتا ہے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ مومن کو دوزخ میں ڈال دے۔ لیکن ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھے کیونکہ وہ حکیم ہے اور تمام کام اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے اس میں اس بات کی ضرور قدرت ہے کہ جس طرح چاہے اور جس کیفیت سے چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کرکے چاہے تو ایماندار کو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رکھے لیکن یہ بات اس کی حکمت سے بعید ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایماندار توبہ کیے بغیر دنیا سے اٹھے تو اس کے بارے میں تین احتمال ہو سکتے ہین۔ جائز ہے کہ خدا تعالیٰ ایمان کی برکت سے اسے بخش دے اور کچھ اس کے جرم کی سزا نہ دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اسے دوزخ میں ڈال دے اور بقدر اس کے گناہوں اور جرموں کے عذاب کرکے جنت میں داخل کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دواماً دوزخ میں رکھے۔

روح اور نفس کا ذکر

جناب سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ روح کی کوئی خاص صورت اور ہیت نہیں ہے۔ لیکن جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو دکھانا چاہتا ہے اور اسے مکاشف روح بنانا چاہتا ہے تو کسی نہ کسی صورت میں اس پر ظاہر کر دیتا ہے اور وہ کسی صورت میں اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

روح انسان عجائب است عظیم　　آدم از روح یافت این تعظیم
جان پاکان خزینہ فلک است　　چشم نیکان نشیمن ملک است

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دانشمند کا قول ہے کہ ابتدا میں تمام روحیں ایک ہی روح تھی بعد کو اجسام واشخاص کی تعداد کے مطابق متعدد ہو گئی۔ فرماتے تھے کہ نفس کی یہی کیفیت ہے کہ اس کی بھی خاص صورت نہیں مگر کبھی کبھی کوئی صورت اختیار کر کے آدمی کی نظروں میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنی ہیت وصورت پر اپنے گھر میں مصلیٰ پر ایک شخص کو بیٹھے دیکھا بہت متعجب ہوا کہ یہ شخص کون ہے۔ جو میری ہی صورت رکھتا ہے اور میرے ہی گھر میں مصلیٰ پر بیٹھا ہے۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ جواب دیا کہ میں تیرا نفس ہوں۔ اس شخص نے کہا یہاں کیوں آیا ہے اور کیا کر رہا ہے؟ کہا مجھے تیری طرف سے سخت تکلیف پہنچی ہے اس شخص نے کہا میں تو تیرے مارنے کی فکر میں ہوں اور ابھی تجھے جان سے مارتا ہوں۔ اس نے کہا میرا اس طرح سے مارنا تجھے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ میرا مارنا تو بس یہی ہے کہ تو میرا مخالف رہ اور جو میں کہوں ہمیشہ اس کے برعکس کر یہ کہا اور ناپید ہو گیا۔

نفس حین بخوردن ار زا نیست　　غذائی جان زخوان یغما نیست
بس ربیعے بصورت بنگر　　نیست درگل کفن چو ں تو دگر
چہ کنی پیش مدبرے پر درد　　در چنین کنج گنج باد آورد
کلبہ ہمچو دیوکس نرود　　گرد از عکس روئے زلا برود
این بود بعد وخلق امیرانرا　　کہ اسیران کند اسیران را
این چہ حالست کہ از جہان بین است　　گفت خود حالم از جہان اینست
کہ عمارت سرائے رنج بود　　درخرابہ مقام گنج بود

جائے گنج استِ موضعِ ویران | برد اورا بجائے آباد ان
کشورش روز و شب فراینده | اووہرچہ اندرو ست پاینده
ہرچہ در حصر اومکان دارد | یا بسنگ و کلوخ جاں دارد
جان اگر گوئمش کہ سر خدائے | جائے جان است وجان ندارد جائے
اجل از دست آن بلب خندان | سر انگشت ماند در دندان
مرکبے گوبزیر ران دارد | آخر از راه کشتگان دارد
جان ما والۂ جلالت او | بدرکس نکشتہ حالت او
عشق در کوئی غیب حالت او | صدق در راه دین مقالت او
روح را کرده از جواہر نور | گوش وگردن چوگوش وگردن حور
نیست بے رنج راحت دنیا | خنک آنکس کہ کرد ہر دورہا

الہام اور وسوسہ کا ذکر

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ الہام ووسوسہ میں بجز اس کے اور کوئی شخص فرق نہیں کرسکتا جس کا لقمہ غیب سے ہو یعنی ان دونوں میں فرق محسوس کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ البتہ جس کا لقمہ غیب سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ ان دونوں میں فرق کر لیتا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ خناس ایک نہایت سرکش شیطان ہے جو بنی آدم کے دل پر بیٹھتا ہے اور جس کا کام یہی ہے کہ ہمیشہ وسوسہ میں مبتلا رکھتا ہے۔ جس وقت آدمی ذکر خداوندی میں مشغول ہوتا ہے تو وسوسہ دفع ہو جاتا ہے اور اس وقت خناس کا کچھ قابو نہیں رہتا بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ مولانا علاؤالدین ترمذی نوادرالاصول میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حوا علیہا السلام تنہا بیٹھی ہوئی تھیں کہ شیطان یعنی ابلیس آیا اور اپنے ساتھ خناس کو بھی لایا پہلے ادب سے کھڑا ہو کر سلام کیا پھر کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اسے پاس رکھیے یہ کہہ کر چلا گیا اتنے میں حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور حوا سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہا ابلیس چھوڑ گیا ہے اور کہہ گیا ہے کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اسے اپنے پاس رکھو۔ حضرت آدم نے فرمایا کہ تم نے اس کی یہ التماس کیوں قبول کی اور خناس کو اپنے پاس کیوں رکھا۔ یہ تو ہمارا جانی دشمن ہے یہ کہہ کر حضرت آدم نے خناس کے چار ٹکڑے کر ڈالے اور

ایک ایک ٹکڑا چار پہاڑوں پر رکھ دیا ابلیس نے یہ واقعہ سنا تو یا خناس کہہ کر آواز دی اور وہ اسی شکل و صورت کے ساتھ جو پہلے رکھتا تھا موجود ہوا ابلیس پھر حضرت حوا کے پاس خناس کو چھوڑ کر چلا گیا اور جب حضرت آدم تشریف لائے تو خناس کو حوا کے پاس بیٹھا دیکھ کر کہا کہ اب یہ کہاں سے آیا حضرت حوا نے ساری کیفیت بیان کی۔ اس مرتبہ حضرت آدم نے خناس کو قتل کر کے جلا دیا اور دریا میں بہا کر چلے آئے۔ حضرت آدم جب چلے گئے تو پھر ابلیس آیا اور حوا سے دریافت کیا کہ خناس کو کیا ہوا؟ حضرت حوا نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اسے جلا کر پانی میں بہا دیا۔ ابلیسنے خناس کو آواز دی اور وہ فوراً پورے جسم کے ساتھ چلا آیا اس مرتبہ بھی ابلیس اسے حوا کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔ اب جو حضرت آدمؑ آئے تو پھر خناس کو حوا کے پاس بیٹھا دیکھا آپ نے اسے قتل کر کے بھون لیا اور کھا گئے ابلیس نے آ کر جو آواز دی تو خناس بولا کہ میں آدم کے دل میں ہوں اس پر ابلیس نے کہا کہ بس میرا مقصود حاصل ہوا۔ تو آدم کے دل ہی میں رہ۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سب سے پہلا درجہ خطرہ ہے۔ یعنی آدمی کے دل میں سب سے پیشتر جو چیز گزرتی ہے اسے خطرہ کہتے ہیں اس کے بعد عزیمت کا مرتبہ ہے جس کا سبب خطرہ و فعل کا لباس پہن کر ظاہر ہوتا اور قوۃ سے فعل وجود میں آتا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ عوام کے خطرہ پر پکڑ نہیں ہوتی اور جب تک وہ اسے فعل کے ساتھ مقروں نہیں کرتے یعنی جوارح و اعضاء سے اس کا اثر ظاہر نہیں ہو لیتا اس کا ان سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ البتہ خواص کا خطرہ بھی عزیمت ہے اور وہ اس پر ہی پکڑے جاتے ہیں آدمی کو چاہیے کہ ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہے اور ہر وقت اس سے پناہ مانگے کیونکہ خطرہ اور عزیمت دونوں اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اس موقع پر چند لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت مجرد رہنا بہتر ہے یا متاہل یعنی اہل و عیال میں رہنا۔ فرمایا مجرد رہنا عزیمت ہے اور رخصت تو تاہل کی بھی ہے۔ اگر کوئی شخص تاہل کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے اس طرح مشغول بحق ہونا چاہیے کہ احوال میں سے کوئی چیز کبھی دل میں نہ گزرے اگر ایسا کرے گا تو جوارح سے بھی اثر ظاہر ہوگا اور جب نیت دگرگوں ہوگی تو اعضا سے وہی اثر نمایاں ہوگا میں نے حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے کہ خطرہ الہامیہ کو نفس قبول کر لیتا ہے اور شیطان طوعاً و کرہاً اس کے آگے گردن جھکا دیتا ہے اور خطرہ قلبیہ اور روحیہ اور ملکیہ ابتدا میں باہم ایک دوسرے سے متغیر نہیں ہوتے البتہ خطرہ نفسانیہ ایک شے کا معین و مددگار ہو جاتا ہے اور تاوقتیکہ اچھی طرح استیفاء شہوت حاصل نہیں

ہو لیتی۔ اسے سکون نہیں ہوتا اور شیطانی خطرہ کو اس دل میں کبھی سکون نہیں ہوتا۔ جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب شیطان جو انسان کا دشمن قدیم ہے مایوس و نا امید ہو جاتا ہے تو پھر انسان سے الگ ہو جاتا اور وسوسہ ڈالنے سے باز رہتا ہے اور اس بارہ میں وہ ماثورہ دعائیں اور مقبولہ اوراد کافی و شافی ہیں جن کا بیان طہارت کے بیان میں ہو چکا ہے میں نے جناب سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے قال اللہ تعالیٰ یا یتھا النفس المطئنة الآیه. صیقل عن الطبع و الطبع فیه حقیقة القلب کانت نفسا فصارت قلبا۔

ایک مکان کو دوسرے مکان پر اور ایک زمانہ کو دوسرے زمانہ پر فضیلت حاصل ہونا اور زمان و مکان کی حقیقت واصلیت

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ہر روز ایک مقام دوسرے مقام سے زبان مقال سے نہیں بلکہ زبان حال سے پوچھتا ہے کہ آج تجھ پر کسی ذاکر یا غمناک کا گزر ہوا ہے اگر وہ جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ مجھ پر آج ذاکر یا کوئی غمناک گزرا ہے تو یہ مقام اس مقام سے فخر کرتا ہے جس پر کوئی ذاکر یا غمناک گزرا نہیں ہے۔ اسی معنی کے مناسب حضرت سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے ذیل کی بیت لکھی دیکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

آسمان سر بنہد پیش زمینے کہ برو یک دو کس بہر خدا یک نفسے بنشیند

اسی طرح ایک زمانہ دوسرے زمانہ سے خصوصیت خاص رکھتا ہے۔ مثلاً عید کا روز تمام دنوں کی بہ نسبت زیادہ خصوصیت و بزرگی رکھتا ہے۔ بہت سے عوام ایسے ہیں کہ انہیں ایک مقام پر وہ راحت و آسائش میسر ہو سکتی ہے۔ جو دوسرے مقام میں حاصل نہیں ہو سکتی لیکن درویشوں کی حالت بالکل انوکھی اور الگ ہوتی ہے وہ زمان و مکان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے اور ان سے بالکل باہر رہتے ہیں انہیں نہ تو کسی طرح خوشی و شادمانی سے مسرت حاصل ہوتی ہے نہ کسی غم سے غمگینی اثر کرتی ہے گویا کہ ملک دنیا سے بالکل باہر اور بے تعلق ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہ ایک دفعہ عربستان میں جا رہے تھے چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے اترے اور سر برہنہ کر کے بیٹھ گئے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! اس میں کیا

بھید ہے فرمایا کہ ایک بزرگ اس درخت کے نیچے بیٹھے تھے جب ان کی نظر اس درخت پر پڑی تو سر برہنہ کر کے بیٹھے ہیں اس درخت کے نیچے اس لیے اترا ہوں اور اس لیے سر برہنہ کیا ہے کہ شاید اس بزرگ کی نظر فیض اثر کی بزرگی و برکت سے مجھے بھی کوئی حصہ ملے۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ایک روز جناب سلطان المشائخ کے تمام یار شہر میں دعوت میں گئے لوٹتے وقت راہ میں ایک باغ پڑا۔ یہ سب لوگ تھوڑی دیر ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے اور باغ کے سرسبز و شاداب تختوں کے نظارہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اسی اثناء میں انہیں ایک عجیب ذوق پیدا ہوا جس سے وہ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ سماع و رقص میں مصروف ہو گئے اور بے اندازہ فرحت و بسط حاصل ہوا۔ جب یہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت مبارک میں پہنچے تو ساری کیفیت عرض کی فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی صاحب دل کا گزر اس باغ میں ہوا ہے اور وہ اس درخت کے سایہ میں بیٹھا ہے یہ اسی کی تاثیر تھی جو اس وقت ظہور میں آئی۔ اس وقت حضرت سلطان المشائخ کی زبان درفشاں پر ذیل کی بیت جو اس حکات کے بہت ہی مناسب ہے گزری۔

وتجنی کل ارض سر کونہا کانہم فی بقاع الارض امطار

یعنی ہر زمین اپنی پوشیدہ ہونے کا میوہ دیتی ہے اور درویش زمین کے مقامات اور بقعوں میں ایسے ہوتے ہیں گویا کہ وہ مینہ ہیں۔ میں نے جناب سلطان المشائخ کے قلم مبارک سے یہ بھی لکھا دیکھا ہے۔ الحمد للہ الذی لا انہ لمکانہ ولا حین لزمانہ۔ یعنی سب حمد و ثنا اس خدا کو ثابت ہے جس کے لیے کوئی مکان اور زمان نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب. ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون. و نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد جب تم سے میرے بندے میری نسبت دریافت کریں کہ میں کہاں ہوں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں ان سے بہت ہی نزدیک ہوں اور میں اپنے بندہ کی طرف بنسبت تمہارے زیادہ نزدیک ہوں لیکن تم دیکھتے نہیں اور میں اپنے بندہ سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ جس چیز تک انسان کا وہم پہنچتا اور عقل میں اس کا تصور ہوتا اور خیال اسے پاتا اور فہم اس کا ادراک کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اس سے منزہ پاک ہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ تجھ سے تیری شہ رگ کی بہ نسبت بہت ہی زیادہ قریب ہے۔ اور جس قدر تیری بینائی کو آنکھ سے اور دانائی کو عقل سے

قرب ومعیت ہے اور سماعت کان سے قریب اور گویائی زبان سے متصل ہے خدا اس سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہے۔ حقیقی قرب خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور جو اس کی صفت ہے وہ اس کی عین حقیقت ہے۔ قرب حقیقی کے یہ معنی ہیں کہ کسی حال اور کسی وقت اس میں بعد و دوری نہ ہو اور یہ بات بجز خدا کے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے کہ وھو معکم اینما کنتم اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور مایکون من نجوی ثلثۃ الآیہ۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں تم ہوتے ہو۔ دوسرے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم بندہ سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تیسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ جہاں کہیں تین آدمی سرگوشی کرتے ہیں خدا ان میں چوتھا ہوتا ہے۔ ان آیات اور دوسری آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ موجودات کے مابین موجود ہے اور ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہے لیکن اس کی معیت نہ تو وہ معیت ہے جو اجسام کو اجسام کے ساتھ ہوتی ہے۔ بلکہ وہ معیت ہے جو روح کو جسم کے ساتھ ہوتی ہے یعنی جس قسم کی معیت روح کو جسم کے ساتھ ہے۔ اسی قسم کی معیت خدا تعالیٰ کو تمام کائنات کے ساتھ ہے مگر نہ تو وہ قالب سے خارج ہے نہ داخل نہ متصلہ ہے نہ منفصل۔ وہ اجسام پر عوارض کی طرح طاری نہیں ہے۔ لیکن باوجود اس کے قالب انسانی کا کوئی ذرہ اس سے خالی نہیں ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے یہی معنی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ گو ہم ظاہر کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کسی مکان میں ہے مگر ہم اس مکان کی حقیقت بیان نہیں کر سکتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ جو مکان اس کے لائق ہے وہ اس میں ہے اور وہ اس بات کا ثبوت کہ خدا تعالیٰ کی نسبت جانب مکان کے جائز ہے اور ہمیں یہ کہنا روا ہے کہ وہ ایک ایسے مکان میں ہے جو اس کے لائق و سزاوار ہے بہت سی حدیثوں کے مضمون سے ملتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ و عزتی و جلالی و وحدانیتی و حاجۃ خلقی الی وعلم عرشی و ارتفاع مکانی انی استحی من عبدی و امتی اشیبان فی الاسلام ثم اعذ بھما یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال اور اپنی وحدانیت کی قسم اور مخلوق کے میرے طرف محتاج ہونے اور اپنے اونچے عرش اور اپنے بلند مکان کی قسم مجھے اپنے ان لونڈی غلاموں کو عذاب کرتے شرم آتی ہے جنہوں نے اسلام میں اپنی ساری عمر گزاری

اور اس میں بوڑھے ہوئے۔ حضرت علی اور ثوبان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ خداوندا کیا تو قریب ہے کہ میں تجھے چپکے چپکے پکاروں یا دور ہے کہ بلند آواز سے ندا کروں۔ بیشک میں تیری خوش آوازی محسوس کرتا ہوں مگر تجھے دیکھا نہیں تو تو مجھے بتا دے کہ تو کہاں ہے خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ میں تیرے آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف ہوں میں اپنے بندہ کا ہم نشیں ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ واضح ہو کہ مکان کی تین قسمیں ہیں ایک مکان جسمانیات۔ دوسرے مکان روحانیات۔ تیسرے مکان خدا تعالیٰ کا۔ پہلے مکان یعنی جسمانیات کی تین شاخیں ہیں۔ ایک مکان جسمانیات کثیف اور وہ زمین ہے جہاں مزاحمت اور تنگی ہر شخص کو ظاہر ہوتی ہے یعنی یہ بات سب پر ہویدا اور ظاہر ہے کہ زمین میں ہر شخص دوسرے کی مزاحمت کرتا ہے تا کہ یہ پیچھے نہ رہے اور جانا ناممکن ہے مگر کسی تقلید کے ساتھ دوسرا مکان جسمانیات لطیف ہے اور وہ ہوا کا مکان ہے۔ اس میں بھی ایک قسم کی مزاحمت موجود ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً ایک گھر میں ہوا بھری ہوئی ہے۔ تو تاوقتیکہ وہ کسی منفذ سے باہر نہ ہوگی دوسری ہوا وہاں نہ آسکے گی۔ اس مکان میں بہ نسبت کثیف مکان کے قطع مسافت بہت جلد ہوتی ہے۔ جو شخص اس مکان میں یعنی کثیف میں ایک راہ مہینہ بھر میں طے کرسکتا ہے۔ وہ اس مکان لطیف میں ایک ساعت میں طے کرے گا اور اسی پر قیاس کرلو آوازوں کو بھی۔ تیسرا مکان جسمانیت الطف ہے اور یہ انوار صوری کا مقام ہے۔ یہ مقام ہوا کے مکان سے بہت زیادہ لطیف ہے۔ وجہ یہ کہ آفتاب و مہتاب کو دیکھئے کہ فی الفور مشرق سے مغرب میں نہیں پہنچ سکتے البتہ نور ایک ایسی چیز ہے کہ فوراً مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ مکان نور کا ہوا کے مکان سے بالاتر ہے۔ اور اس کی ظاہری مثال یہ ہے کہ اگر کسی مکان مین ہوا بند ہو تو جب تک وہاں سے پہلی ہوا نہ نکل لے گی دوسری ہوا کو آنا نصیب نہ ہوگا بخلاف نور کے کہ اسے پہلا نور مانع و مزاحم نہیں ہوتا اگر ایک کمرہ میں شمع کا نور پھیلا ہوا ہو تو دوسرا نور بغیر اس کے کہ پہلا نور نکل جائے بے مزاحمت آموجود ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نور کا مکان ہوا کے مکان سے بہت زیادہ لطیف ہے پھر یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ آگ کی حقیقت حرارت ہے اور اس کی خاصیت احتراق یعنی جلا دینا اور پانی اس کا مخالف اور ضد ہے

اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ دو متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ گرم پانی میں جو آگ اور پانی ایک جگہ جمع ہیں تو یہ ایک ظاہری بات ہے ورنہ حقیقت میں آگ کا مکان پانی کے مکان کے علاوہ ہے یعنی آگ کا مقام اور ہے پانی کا اور۔ ورنہ دو متضاد چیزوں کا جمع ہونا جائز ہو جائے گا۔ جو عقلاً ونقلاً بالکل محال ہے جب تم نے یہ معلوم کرلیا تو اب تمہیں واضح ہوا ہوگا کہ انوار صوری کے مکان میں کسی طرح مزاحمت اور تنگی نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر تم کسی مکان میں شمع لے جا کر رکھو گے تو اس کا نور گھر کی تمام در و دیوار پر پھیل جائے گا پر اس گھر میں اگر چند شمعیں رکھو گے تو سب کا نور جمع ہو جائے گا یہ نہ ہوگا کہ جب تک پہلی شمع کا نور مکان سے نہ نکل لے دوسری شمع کا نور نہ پھیلے۔ یہ قسمیں تھیں مکان جسمانیات کی۔ رہی مکان کی دوسری قسم وہ روحانیات ہے۔ روحانیات جس قدر زیادہ لطیف ہوں گی ان کے مقامات بھی اسی قدر زیادہ لطیف ہوں گے۔ پھر روحانیات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک روحیانیات ادنے جیسے زمین دوزخ دریاؤں پہاڑوں کے فرشتے۔ دوسری روحانیات اوسط جیسے آسمانوں کے فرشتے اور یہ دونوں روحانیات اپنی جگہ سے ایک انگل بھر آگے نہیں سرکتے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وما منا الا لہ مقام معلوم یعنی ہر فرشتے کی ایک معین ومقرر جگہ ہے۔ لیکن روحانیات اعلیٰ جو دربار خداوندی کے مقرب ہیں ان کے لیے بے حد لطائف ہیں وہ اگر ادنیٰ مرتبہ کے فرشتوں پر گزرتے ہیں تو انتہا درجہ کی لطافت اور غایت پاکیزگی سے کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ وہ اونچی اونچی دیواروں سے اس طرح چلے آتے ہیں جیسا کہ دروازوں سے اور ٹھوس پتھر میں اس آسانی سے گھس جاتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص نرم زمین میں سفر کرتا ہے مگر ان میں بھی ایک قسم کا بعد ہے اور ایک طرح کی حاجت کے پابند ہیں۔ بخلاف انسانی روح کے کہ وہ تمام جسمانیات وروحانیات سے لطیف تر ہے۔ اور ہر طرح کی حاجت سے بری باوجودیکہ وہ نہ داخل ہے نہ ساکن نہ متحرک لیکن تاہم ایک ایک لحظہ میں عرش سے ثریٰ (نمناک زمین) تک پہنچ جاتی ہے اور جو روح انسانی مبالغہ کے ساتھ دولت یا ریاضت سے قوت حاصل کرتی ہے وہ اپنے تئیں قالب کثیف سے چھڑا کر جسمانیات لطیف مین پہنچانے کی قدرت رکھتی ہے اور ایک ساعت میں دور دراز مسافت طے کر سکتی ہے اور اگر اس کی قوت اس سے بھی زیادہ ہو تو مکان جسمانیات الطف میں پہنچ سکتی ہے۔ پھر اگر وہ پانی میں گزرتی ہے تو تر نہیں ہوتی کیونکہ وہ آگ کے مکان میں جاتی ہے۔ اور وہاں پانی نہیں ہوتا اور دم بھر میں مشرق سے مغرب

اور مغرب سے مشرق میں جا براجیسے لیکن ابھی تک آبگینۂ جسمانیات سے عبور نہیں کیا ہے جب وہ جسمانیات کو چھوڑ کر مکان روحانیات میں پہنچ جاتی ہے تو آگ میں داخل ہونے سے نہیں جلتی کیونکہ روحانیات کے مکان میں آگ کا پتہ تک نہی ہے۔ اور یہ جو آیا ہے کہ روح کو دوزخ جلانہ سکے گی اس کے یہی معنی ہیں اس کی بھی بدیہی مثال یہ ہے کہ تمہارا خیال واندیشہ آگ میں جاتا اور پھر صحیح وسالم وہاں سے نکل آتا ہے۔ اور جلنے کا اثر اس میں ذرا نہیں پایا جاتا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لقد اسمعت اونادیت حیا ولکن لا حیاۃ لمن انادی
بنار لو نفخت لہا اضائت ولکن کنت تنفخ فی الرماد

زمان کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک زمان جسمانیات۔ دوسرے زمان روحانیت۔ تیسرے زمان حق تعالیٰ۔ پہلی قسم یعنی زمان جسمانیت کی دو نوعیں ہیں ایک وہ جو افلاک کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے۔ جسے گذشتہ روز اور آج کے آئندہ یوم کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اسی زمانہ میں ماضی اور مستقبل اور حال یہ تین زمانے پائے جاتے ہیں۔ گو زمانہ میں مزاحمت اور مضائقت نہیں ہوتی۔ لیکن ساتھ ہی تینوں زمانوں کا جمع ہونا بھی محال ہے۔ دوسرے جسمانیات لطیف کا زمانہ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جو کام جسمانیات کثیف سے اس میں ہزار سال میں بدقت تمام انجام پہنچتا ہے۔ جسمانیات لطیف سے اسے ایک ساعت میں نہایت سہولت وآسانی کے ساتھ کر گزرتی ہیں۔ اس زمانہ میں بھی کسی طرح کی مزاحمت اور تنگی نہیں ہوتی۔ لیکن اس کی ماضی ازل کے سوا اور کچھ نہیں ہے اسی طرح مستقبل بجز ابد کے اور کوئی زمانہ نہیں ہے اس زمانہ میں گذشتہ ہزار سال آئندہ ہزار سال کے برابر ہیں۔ جیسا کہ رات دن جیسا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا حالانکہ یہ واقعہ آپ کے زمانہ سے ہزاروں برس پیشتر کا تھا۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے عبداللہ کو جنت میں داخل ہوتے دیکھا باوجودیکہ یہ واقعہ ہزاروں سال کے بعد ظہور میں آئے گا۔ واضح ہو کہ روح انسانی کے لیے زمان جسمانیات کے ہزار قالب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کی روح کمال کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے۔ وہ ایک دن میں اس قدر کام انجام کو پہنچا دیتا ہے کہ اور لوگ ایک سال میں بھی نہیں پہنچا سکتے یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہماری ایک رات ہم سے چھین لی گئی اور ہمارے تمام اوراد ضائع کر دیئے گئے لیکن جب ہم اپنی جگہ پر آئے تو ہنوز ہمارے چہرہ کے بال وضو کے پانی سے تر تھے اور فرمایا ہمارے یاروں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ایک سانس میں سو مرتبہ سے زیادہ آیت بہ آیت

پڑھ سکے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے ایک شخص دریائے دجلہ میں نہانے گیا وہاں اسے ایک دروازہ نمودار ہوا۔ یہ شخص اس طرف سے ہو کر ہندوستان میں پہنچا۔ وہاں شادی کی اور کئی بال بچے ہو گئے سالہا سال رہنے کے بعد جب ایک روز دریا میں غوطہ مارا تو اسی جگہ آ موجود ہوا جہاں سے گیا تھا اور دجلہ کے کنارے پر اسی طرح کپڑے دھرے پائے جس طرح چھوڑ گیا تھا۔

لطائف کا بیان

حضرت شیخ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک شخص حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا باپ کہاں ہے یعنی میرے پیچھے اسے رہنے کو کونسی جگہ ملی فرمایا دوزخ۔ وہ شخص یہ سن کر ادھر ادھر دیکھنے لگا گویا وہ چاہتا تھا کہ گھبرا کر مجلس نبوی سے نکل جائے۔ نبی کریمؐ نے اسے بلا کر فرمایا ان ابی و اباک فی النار یعنی اے شخص یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس خبر سے اس کے دل میں سکون واطمینان پیدا ہوا۔ فرماتے تھے کہ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ایک صحابی رضی اللہ عنہم چلے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیچ میں تھے اور وہ دونوں حضرات اِدھر اُدھر حضرت عبداللہ اور دوسرے صحابی دراز قد تھے۔ اور حضرت علی پست قد۔ چلتے چلتے حضرت عبداللہ اور دوسرے صحابی نے کہا یا علی انت بیننا کان النون بین لنا یعنی اے علی تم ہم دونوں کے بیچ میں ایسے ہو جیسے کلمہ لنا کے بیچ میں حرف نون۔ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ لو لم یکن النون فی لنا لصار لا یعنی اگر حرف نون لنا کے بیچ میں نہ ہوتا تو وہ لا رہ جاتا۔ فرماتے تھے کہ جب شیخ محمد اجل سرزی رحمتہ اللہ علیہ غزنین سے بلخ میں تشریف لائے تو ایک بازار میں گزر رہے تھے۔ مولانا برہان الدین بلخی بھی اسی بازار میں کھڑے تھے۔ جب ان کی نظر شیخ پر پڑی تو دیکھتے ہیں کہ ایک دراز قد کا آدمی ہاتھ میں بوجھ لیے چلا آتا ہے۔ مولانا برہان الدین نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ اولیائے حق بھی اسی رنگ اور گوشت پوست کے ہوتے ہیں اس خطرہ کا گزرنا تھا کہ شیخ محمد اجل نے سر نیچے کر کے فرمایا کہ مولانا میں نے اپنے والد کی

میراث پائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس درجہ فربہ ہوں۔ مولانا برہان الدین نے جب یہ بات سنی تو فوراً آگے بڑھ کر قدم بوس ہوئے اور اپنے اسی پاک عقیدہ پر آ گئے اور بہت روز تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دن قاضی کبیر الدین اور مولانا برہان الدین بلخی اور قاضی حمید الدین ناگوری تینوں حضرت مل کر کہیں جا رہے تھے قاضی حمید الدین تو اونٹ پر سوار تھے اور یہ دونوں پاکیزہ اور مہیب گھوڑوں پر۔ اثناء راہ میں قاضی کبیر الدین نے مولانا برہان الدین کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ ہر چند آپ کا گھوڑا صغیر ہے۔ لیکن کبیر سے بہتر ہے۔ یہ حکایت بیان کر کے حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ دیکھو قاضی کبیر نے کیسی بات کہی کہ ان پر کسی طرح کا اعتراض ہی وارد نہیں ہوا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ شمس الملک کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شاگرد سبق ناغہ کر دیتا یا کوئی دوست ملنے کے لیے آتا مگر دیر کر کے آتا تو فرمایا کرتے۔ ہم نے کیا کہا جو تم نہیں آتے اور اگر کوئی طالب علم کتاب کا مطالعہ نہ کرتا تو فرماتے ہم نے کیا کیا جو کہ ہم وہی کریں۔ میں بھی شمس الملک کے درس میں جاتا تھا اور جب کبھی ناغہ کر دیتا یا دیر کر کے پہنچتا تو میرے دل میں فوراً خطرہ گزرتا کہ شمس الملک مجھے بھی ان ہی لفظوں سے خطاب کریں گے جن سے اور طالب علموں کو کرتے ہیں لیکن جب میں وہاں پہنچتا تو آپ فرماتے۔

آخر کم ازانکہ گاہ گاہے آئی وبماکنی نگاہے

یہ بیت پڑھ کر سلطان المشائخ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور آپ اس قدر روئے کہ تمام حاضرین مجلس میں آپ کے ذوق نے اثر کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے شمس الملک سے مقامات حریری پڑھی تھی اور ان کے حقوق کی حد سے زیادہ رعایت کرتے تھے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب شمس الملک کو مستوفی الملک ہندوستان کا خطاب ملا تو تاج ریزہ نے اس کی تعریف میں یہ بات کہی۔

صدر اکنون بکام دل دوستان شدی مستوفی ممالک ہندوستان شدی

تاج ریزہ ایسے لطافت اور نازک طبع رکھتا تھا کہ شہر میں اس کا نظیر نہ تھا ایک دفعہ کسی دوست نے شمس الملک کی طرف خط معشوش میں ایک رقعہ لکھا جس کا پڑھنا نہایت دشوار اور سخت مشکل تھا۔ لیکن تاج ریزہ نے فوراً رقعہ کی پشت پر یہ عبارت لکھی انما فیکم خطه کخطه بطه

فی الشط فلا تکتب لنا۔ کاتب حروف عرض کرتا ہے کہ ایک دانش مند واعظ جو سلطان المشائخ کے عقیدت مند مریدوں میں سے تھا معشوش خط میں مشہور تھا اور ایسی صورت میں لکھتا تھا جس کا پڑھنا بہت مشکل ہوتا تھا ایک دن یہ شخص ایک خط لکھ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا حضرت سلطان المشائخ کو اس کے پڑھنے میں کچھ دیر لگی اور آپ نے فرمایا کہ مولانا یہ خط تمہارا ہے مولانا نے معذرت کر کے عرض کیا ہاں مخدوم یہ بندے کا طبعی خط ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مسکرا کر فرمایا عجب خدا داد طبیعت اور ذہن رسا رکھتے ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عزیزوں کی ایک جماعت سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن بعض لوگوں کو سایہ میں جگہ نہ ملی تھی اور وہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ نے ان سے فرمایا کہ تم سائے میں بیٹھو اور جو لوگ سائے میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے ارشاد کیا کہ تم اس طرح ہو جاؤ۔ تا کہ دوسروں کو سایہ میں جگہ ملے کیونکہ وہ تو دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں سایہ میں بیٹھا جل رہا ہوں۔ ایک دفعہ دو صوفی سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ جواب دیا اوجہ سے آئے ہیں۔ شیخ نے فرمایا شیخ جمال الدین اوجی کس طرح ہیں سلامت ہیں جواب دیا ہاں۔ سلطان المشائخ نے معلوم کیا کہ یہ لوگ فارسی نہیں جانتے ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ امام حسن شیبانی رحمتہ اللہ علیہ پاؤں میں کوئی تکلیف تھی اور اس وجہ سے آپ پاؤں پھیلا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے کہ ایک طالب علم نے آ کر سلام کیا محترم امام نے سلام کا جواب دیا۔ اور پاؤں سکیڑ کر بیٹھ گئے اس نے بیان کرنا شروع کیا کہ رات کو جیسا شیخ کا حکم ہوا تھا اس کی تعمیل ہو گئی۔ جس طرف آپ نے جانے کا ارشاد فرمایا تھا ادھر شارع عام تو تھا نہیں صرف بیابان اور جنگل تھا جب میں شیخ کے حکم کے موافق روانہ ہوا اور چند میل راستہ طے کیا تو ایک بلند پہاڑ نمودار ہوا پہاڑ کی چوٹی پر ایک بزرگ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے جن کے ارد گرد نور پڑا برس رہا تھا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے دو گرما گرم روٹیاں اور ایک سرد پانی کا کوزہ میرے سامنے رکھا اور جب میں کھا پی چکا تو انہوں نے بھی ایک دوسرے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس طرف چلے جاؤ میں ادھر روانہ ہوا اور جب اس پہاڑ پر پہنچا تو وہاں بھی ایک محسن شخص کو پایا جو پہلے بزرگ سے زیادہ نور و برکت رکھتا تھا اس نے بھی دو گرما گرم روٹیاں اور ایک سرد پانی کا کوزہ میرے سامنے رکھا اور جب میں کھا پی چکا تو انہوں نے ایک دوسرے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس طرف جاؤ غرضیکہ میں یوں ہی ایک پہاڑ سے

دوسرے پہاڑ کی طرف چلتا رہا اور جس پہاڑ میں جاتا تھا ایک نورانی بزرگ کو پاتا تھا جو دو روٹیاں اور ایک پانی کا کوزہ میری نذر کرتا تھا تیسرے پہاڑ پر میں نے ایک شخص کو پایا جس نے مجھ سے بیان کیا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک بلند قلعہ ہے۔ مدت ہوئی کہ سلطان الشمس الدین اس کا محاصرہ کیے ہوئے ہے مگر وہ کسی طرح فتح نہیں ہوتا جس سے بادشاہ نہایت پریشان اور مکدر ہے تو بادشاہ کے پاس جا کر کہہ کہ ایک لشکر فلاں مہینے کی فلاں دن اور فلاں وقت بھیج۔ خدا چاہے تو قلعہ فتح ہو جائے گا۔ مولانا شمس الدین کا بیان ہے کہ میں اس مرد خدا کا اشارہ پا کر سلطان شمس الدین کے دربار میں آیا اور دربان کی معرفت یہ خوشخبری بھیجی دربان بادشاہ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا سلطان نے کہا کہ اس سے جا کر پوچھو کہ یہ تو کہاں سے کہتا ہے کہ فلاں وقت قلعہ فتح ہو جائے گا۔ جواب دیا کہ تم کو قلعہ کے فتح ہو جانے سے غرض ہے اس وقت تک تم مجھے نظر بند رکھوا گر میرے کہنے کے مطابق قلعہ فتح نہ ہو تو میرا خون مباح ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اس شخص کو بہت احتیاط اور محافظت کے ساتھ نظر بند کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مولانا شمس الدین کہتے ہیں کہ جب فتح کا وعدہ قریب پہنچا تو مجھے خدام بادشاہ کے پاس لے گئے اور میں نے بڑی دلیری کے ساتھ کہا کہ اس وقت سواروں اور پیادوں کو حکم دیجیے۔ تا کہ وہ قلعہ پر حملہ کریں بادشاہ نے فرمایا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ایسا مستحکم قلعہ جو ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا طرفۃ العین میں کیوں کر مسمار کر دیا جائے گا۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ سات سو سواروں اور بہت سے جانباز پیادوں نے قلعہ پر حملہ کیا اور بات کی بات میں فتح کر لیا۔ لوگ بادشاہ کے دربار میں فتح کی خوشخبری لائے اور سلطان شمس الدین نے میرا حد سے زیادہ اعزاز و اکرام کیا اور چار گاؤں بدایوں میں بطریق انعام میرے حوالے کیے۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی شہر میں آئے تو وہ چاہتے تھے کہ میں جلد شہر سے ہندوستان کی طرف چلا جاؤں اور فرماتے تھے کہ جب میں شہر میں آیا ہوں تو خالص سونا تھا ابھی کچھ روز نہیں گزرے ہیں کہ چاندی رہ گیا۔ اس کے بعد نہیں معلوم کیا ہو جاؤں گا۔ شیخ جلال الدین تبریزی کے مناقب اور شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغری کے انتقال کا سبب صلوۃ نفل کے نکتے اور ادعیہ ماثورہ اور اوراد مقبولہ کے باب میں لکھا جا چکا ہے۔

شیخ حیدر زاویہ کی بزرگی کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں کفار چنگیز خان کا خروج ہوا اور کفار نے خراسان کی طرف رخ کیا تو اس وقت ایک درویش صاحب جمال وحال چنگیز خاں کے لشکر میں موجود تھا۔ جب لشکر چنگیز خان خراسان کی طرف بڑھا تو شیخ حیدر زاویہ نے اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مغلوں سے بچ کر بھاگو کیونکہ وہ خراسان پر غالب ہوں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ مغل خراسان پر کیوں کر غالب ہوں گے کہا وہ ایک درویش کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور خود اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ میں نے اس درویش سے کشتی کی مگر انجام کار اس نے مجھے زمین پر دے پٹکا۔ اب حقیقت حال یہ ہے کہ وہ کسی کے روکے سے نہ رکے گا اور تمام خراسانیوں پر غالب آئے گا تمہیں فوراً بھاگ جانا چاہیے یہ کہہ کر خود ایک غار میں چلے گئے اور غائب ہو گئے آخر کار ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ میر حسن نے اس موقع پر عرض کیا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیخ حیدر زاویہ کے ہاتھ میں طوق اور دست کلہ آہنی موم ہو جاتا تھا فرمایا ہاں یہ بات تو ان میں تھی ہی اس سے بڑھ کر اور بات یہ تھی کہ لوہاروں کی بھٹی میں سے گرم لوہا اٹھا کر بالکل اسی طرح حلقے بنا لیتے تھے جس طرح کوئی شخص مٹی اور گھاس کے حلقے بناتا ہے۔ شیخ حیدر گرم لوہے کے طوق بنا کر گلے میں پہنتے تھے اور گاہے دستکلہ بناتے تھے ان کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو جاتا تھا۔ یہ گروہ جو طوق اور دستکلہ رکھتا اور اپنے تئیں ان کی طرف منسوب کرتا ہے صرف جھوٹی نسبت دیتا ہے ان جیسا حال اور ان کی سی بزرگی اس میں کہاں پائی جاتی ہے۔

بی بی فاطمہ سام رحمتہ اللہ علیہا کی بزرگی کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اندرپت میں ایک عورت رہا کرتی تھی جسے لوگ بی بی فاطمہ سام کہا کرتے تھے۔ یہ بی بی عفت وصلاحیت میں مشہور تھی اور حقیقت یہ ہے کہ جیسی مشہور تھی اصل میں ویسی ہی تھی۔ چنانچہ اکثر اوقات جناب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک پر جاری ہوا ہے کہ بی بی فاطمہ حقیقت میں مرد ہے خدا نے

اسے عورتوں کی صورت میں بھیجا ہے۔ ازاں بعد فرمایا کہ درویش جب نیک عورتوں اور نیک مردوں کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں تو اول نیک عورتوں کو یاد کرتے ہیں کیونکہ نیک عورتیں زیادہ عزیز ہوتی ہیں۔ ازاں بعد فرمایا کہ شیر جب اپنے بھٹہ سے باہر آتا ہے تو کوئی شخص یہ نہیں پوچھتا کہ یہ شیر نر ہے یا مادہ مطلب یہ ہے کہ فرزند آدم طاعت اور تقویٰ سے معزز و ممتاز ہوتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ بعدہ آپ نے بی بی فاطمہ سام کے مناقب و فضائل میں مبالغہ فرمایا کہ وہ حد درجہ کی نیک اور پارسا عورت تھی۔ اس میں صلاحیت اور قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کبرسنی میں انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ میں نے خود انہیں دیکھا ہے۔ بہت ہی نیک دل اور عزیز عورت تھیں ان میں اور حضرت شیخ شیوخ العالم شیخ کبیر فریدالدین اور حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہما العزیز میں بھائی چارہ اور خواہر خواندگی تھی اور وہ اکثر اوقات حسب حال شعر کہا کرتی تھیں۔ چنانچہ ذیل کے دو مصرعے مجھے یاد ہیں جو انہوں نے میرے سامنے برجستہ کہے تھے۔

ہم عشق طلب کنی وہم جان خواہی   ہر دو طلبی ولے میسر نشود

شفقت اور نیت کا بیان

حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت امیر المومنین جناب خلیفہ دوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ سر پر گہوارہ لیے چلی جاتی ہے آپ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ گہوارہ کیسا ہے اور اس میں کون ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ امیر المومنین اس گہوارہ میں میرا باپ ہے میں اسے سر پر لادے ہوئے اس لیے پھرتی ہوں۔ کہ اس کا کچھ حق میرے سر سے اتر جائے۔ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ اے عورت باپ کا حق تو تو نے پورا کر دیا اور اس کے بار احسان سے سبکدوش ہوئی لیکن ماں کا حق اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے کیوں کر عہدہ برا ہوگی۔ عورت نے جواب دیا کہ امیر المومنین سارے اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ میری نیت یہ ہے کہ جب میں باپ کے حقوق سے فی الجملہ سبکدوش ہو جاؤں تو ماں کے حقوق ادائیگی میں کوشش کروں۔ اس نے مجھے اپنے دامن عاطفت کے سایہ میں پالا پرورش کیا اور صرف اس لحاظ سے میری پرورش میں کوشش و محنت اٹھائی کہ جس وقت میں بڑھاپے کو پہنچوں گا اور دراز عمر پاؤں گا تو یہ میری تیمارداری کما حقہ کرے گی چنانچہ میری ہمت اس

میں ہے کہ جہاں تک مجھ سے بن پڑے اس کی تیمار داری کی کوشش کروں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی نیت ہے کہ جب اس کی تیمارداری سے فارغ ہو جاؤں تو ماں کی تیمارداری میں مصروف ہوں اور میں نے باپ کی ادائیگی حقوق کو ماں کی خدمت پر اس لیے مقدم رکھا ہے کہ یہ بہ نسبت ماں کے زیادہ محتاج خدمت ہے۔ اس لیے میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ جب تک یہ زندہ ہے میں اس کے ادائیگی حقوق میں لگی رہوں گی اور جب مر جائے گا اس کی خدمت اور حقوق سے عہد برآ ہو کر ماں کی خدمت میں مصروف ہوں گی۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک شخص کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کیا اور اس کے نام کا فرمان لکھ کر اس کے حوالہ کیا۔ اس اثناء میں امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں لیے ہوئے مہربانی اور شفقت فرما رہے تھے اس عزیز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا حضرت میں دس فرزند رکھتا ہوں۔ لیکن کسی کو ایسا دوست نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آپ اس بچے کو دوست رکھتے ہیں۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرا مجھے وہ فرمان جو ابھی لکھ کر تیرے حوالہ کیا ہے دکھا دے اس شخص نے لکھا ہوا فرمان آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ نے فرمان کو فوراً چاک کر دیا اور فرمایا کہ میں ایسے بے رحم کو حاکم بنانا نہیں چاہتا جب تم کو چھوٹوں پر شفقت و مہربانی نہیں ہے تو بڑوں پر کیا خاک رحم ہوگا۔ اس کے بعد سلطان المشائخ نے اس گروہ کے بارے میں ایک تمثیلی حکایت بیان فرمائی جو خراج کے لینے میں ظلم و زیادتی کرتے ہیں فرمایا کہ لاہور کے اطراف میں ایک گاؤں تھا جس میں ایک درویش سکونت رکھتا تھا زمین کو بوتا جوتا کرتا اور زراعت سے اپنی زندگی بسر کیا کرتا تھا اور کوئی شخص اس سے خراج یا مال گزاری نہ لیتا تھا یہاں تک کہ اس گاؤں پر ایک بے رحم کوتوال مقرر ہوا اور اس نے درویش سے زمین کی مال گزاری طلب کی اور نہایت سختی سے کہا کہ تو نے بہت روز سے زمین کی مال گزاری ادا نہیں کی ہے بے دریغ غلہ اٹھا کر لے جاتا اور نہایت بے باکی سے کھاتا ہے۔ اب یا تو کوئی کرامت دکھاؤ یا زمین کی مال گزاری ادا کرو۔ درویش نے لجاجت کے لہجہ میں کہا کہ کرامت کسے کہتے ہیں۔ مجھ میں کسی طرح کرامت نہیں ہے۔ مگر جب کوتوال کا اصرار حد سے بڑھ گیا اور درویش نے دیکھا کہ بغیر کرامت دکھائے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے اس نے کوتوال کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ بولو کیا کرامت چاہتا ہے بیان کر۔ اتفاقاً اسی گاؤں کے متصل ایک

دریا بہتا تھا کو قوال نے کہا اگر تجھ میں کوئی کرامت ہے تو اس دریا سے عبور کر جا۔ درویش نے خدا پر بھروسہ کر کے دریا میں پاؤں ڈالا اور پانی کی سطح پر اس طرح سے عبور کر گیا جیسے کوئی زمین پر دوڑتا ہے لیکن اس پار جا کر درویش نے کشتی کی درخواست کی لوگوں نے کہا کہ اے درویش جس طرح تم گئے ہو اسی طرح چلے آؤ۔ درویش چونکہ کامل تھا کہا اگر میں بدوں کشتی کے آؤں گا تو میرا نفس فربہ ہو جائے گا اور کہے گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔

عقیدت مند امرا اور خلفا کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا بغداد کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ نے ایک نوجوان کو کسی جرم میں قید کر دیا اس کی ماں آئی اور خلیفہ کے آگے حد سے زیادہ نالہ و زاری کرنے لگی تا کہ خلیفہ اس کے فرزند کو قید سے رہائی دے۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے تیرے فرزند کی نسبت حکم کیا ہے کہ جب تک میری اولاد ہو وہ قید میں رہے۔ جوں ہی بڑھیا نے خلیفہ کی یہ وحشتناک اور مایوس کر دینے والی بات سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا خداوندا تیرے خلیفہ نے تو یہ حکم لگایا ہے اب تو کیا حکم کرتا ہے خلیفہ عورت کی اس بات سے بہت متاثر ہوا اور اس کا دل نرم پڑ گیا حکم دیا کہ اس کے فرزند کو قید سے رہائی دیں چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور اس نوجوان کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ ازاں بعد خلیفہ نے فرمایا کہ اس نوجوان کو سوار کر و اور سواروں کا ایک دستہ اس کے ساتھ کر کے بغداد کے تمام کوچۂ و بازار میں پھراؤ اور ندا کرو کہ ہذا عطاء اللہ علی رغم الخلیفۃ یعنی خدا تعالیٰ کی بخشش ہے خلیفہ کی مرضی کے برخلاف۔

بادشاہوں کے تغیر مزاج کا بیان

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ کلمات قدسیہ میں سے ایک یہ جملہ بھی ہے قلوب الملوک و نواصیھم بیدی۔ یعنی بادشاہوں کے دل اور ان کی پیشانیاں میرے ہاتھ میں ہیں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور میں ہی ان کے دلوں کو پلٹ دیتا ہوں جب خلق حق کے ساتھ سیدھی رہتی ہے تو بادشاہوں کے

دلوں کو میں اس پر مہربان کر دیتا ہوں۔ اور جب وہ حق سے بغاوت کرتی ہے تو میں ان کے دلوں کو مہر سے خالی کر دیتا ہوں۔ ازاں بعد سلطان المشائخ کی زبان مبارک پر یہ لفظ جاری ہوئے کہ آدمی کو ہر وقت خدا پر نظر رکھنی چاہیے اور سب چیزوں کو اس کی طرف سے دیکھنا چاہیے بعدہ اسی مطلب کے موافق آپ نے ذیل کی حکایت بیان فرمائی۔ جس زمانے میں قباچہ ملتان کا حاکم تھا اور سلطان شمس الدین دہلی کے تخت حکومت پر جلوہ آراء تھا تو ان دونوں میں مخاصمت ظہور میں آئی اور جانبین سے لشکر آراستہ ہو کر جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ملتان کے قاضی دونوں نے سلطان شمس الدین کو خط لکھے اتفاق سے دونوں کے خط قباچہ کے ہاتھ پڑ گئے۔ خطوں کا مضمون دیکھ کر قباچہ بہت بگڑا اور قاضی کو قتل کرا دیا اور شیخ کو دربار میں طلب کیا۔ شیخ بہاؤ الدین قدس سرہ نہایت بے باکی سے اسی طرح دربار میں گئے جس طرح ہمیشہ جایا کرتے تھے اور بدوں کسی دہشت اور خوف کے قباچہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے قباچہ نے جیب میں سے خط نکال کر شیخ کے ہاتھ میں دیا اور کہا فرمائیے یہ خط کس کا ہے شیخ نے خط کو پڑھ کر کہا بے شک یہ خط میں نے ہی لکھا ہے اور اپنے ہی قلم سے لکھا ہے۔ قباچہ نے کہا آپ نے کیوں لکھا فرمایا میں نے جو کچھ لکھا ہے خدا کی طرف سے لکھا ہے تجھ سے جو کچھ بن پڑے میرے ساتھ کر گزر اور تو کر ہی کیا سکتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں ہے ہی کیا چیز۔ قباچہ شیخ کی یہ بے باک تقریر سن کر متامل ہوا حکم کیا کہ کھانا لایا جائے فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ شیخ کی عادت تھی کہ کسی کے گھر میں کھانا نہ کھاتے تھے اور قباچہ کا اس سے مقصود یہ تھا کہ جب شیخ کھانے سے انکار کریں گے تو مجھے ان کے مضرت پہنچانے پر حجت ہو جائے گی لیکن چونکہ شیخ کو باطنی نور سے قباچہ کا مافی الضمیر معلوم ہو گیا تھا اس لیے جوں ہی دستر خوان پر کھانا چنا گیا آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا قباچہ یہ کیفیت دیکھ کر غصہ میں بھڑک اٹھا مگر کر ہی کیا سکتا تھا جبراً غصہ کو دبایا اور شیخ کو جانے کی اجازت دی۔ شیخ سلامتی کے ساتھ اپنے مقام پر واپس آ گئے۔ ازاں بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا مزاج بہت جلد متغیر ہو جاتا ہے اور اس معنی کے مناسب مولانا فخر الدین زرادی کی یہ دو بیتیں زبان مبارک پر جاری فرمائیں۔

آنم کہ بہیچم ذرہ نا خوش گردم — وز نیمۂ نیم ذرہ دلکش گردم

از آب لطیف تر مزاجے دارم — دریاب مرا وگرنہ آتش گردم

میں نے حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے قلم مبارک سے لکھا دیکھا ہے۔قیل یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبرنی و یحکم فی نفس اقدام علا هو الدین یجر بین الشرک فیختار لقیل ان الجنة للحمکمین دروی بالکسر و المنصف من نفس حکمه الیهم کلما یحکم ولدک ۔اسی کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ زادہ نہایت نیک دل اور صاحب کشف تھا ایک دن کسی خوشگوار منظر میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً آسمان کی طرف نظر کی اور تھوڑی دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا پھر دوسری طرف دیکھا اور اس کے بعد دوبارہ اوپر کی طرف نظر اٹھائی اور دیر تک آسمان کو دیکھتا رہا۔ازاں بعد اپنے حرم کی طرف نظر کی اور زار قطار رونے لگا اس کی حرم نے بے تاب ہو کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ پہلے تو نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر رو دیا۔شہزادہ نے کہا اس سوال سے درگزر تیرے بتانے کے لائق نہیں ہے لیکن جب اس کی حرم نے اصرار در اصرار کے ساتھ الحاح بہت کیا تو شہزادے نے غمگین آواز میں کہا کہ آگاہ ہو اس ساعت میں میری نظر لوح محفوظ پر جا پڑی دیکھتا ہوں کہ فرشتوں نے میرا نام زندوں کے تختے سے کھرچ ڈالا ہے اور اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اب میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکا ہی چاہتا اور میرے کوچ کا وقت پاس ہی آ لگا ہے پھر جو میں نے دوسری طرف دیکھا تو میری نظر لوح محفوظ کے ایک گوشہ میں جا پڑی اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک حبشی غلام میری جگہ پر بیٹھا ہے اور یہ ساری بارگاہ اور جاہ و حشم اس کے قبض و تصرف میں ہے۔غلام میرے پیچھے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہو گا اور تو اس کے نکاح میں جائے گی یہ تھا جو میں نے دیکھا۔حرم نے شہزادے کی یہ افسوس ناک بات سن کر کہا اب تو مجھے کیا حکم کرتا ہے شہزادے نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں۔حکم وہی ہے جو حق نے نافذ فرمایا ہے۔یہ کہہ کر شہزادے نے فوراً حبشی غلام کو طلب کیا اور اپنے کپڑے پہنا کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور کسی طرف غنیم کے روکنے کو روانہ کیا۔ساتھ ہی لشکر اور سرداروں کو حکم فرمایا کہ سب اس کے حکم پر سر جھکا دیں حبشی غلام نے شہزادے کا اشارہ پاتے ہی ایک جرار فوج کو مع امرا اور افسروں کے ادھر روانہ کیا اور خود بھی عقب سے مخالف کے مقابلہ میں پہنچا اور استقلال اور ثابت قدمی نیز شہزادے کے حکم کی برکت سے نمایاں فتح حاصل کر کے بادشاہ کی خدمت میں لوٹ آیا۔دوسرے روز شہزادے نے وفات پائی۔جس زمانہ میں حبشی غلام لشکر کے ساتھ مہم سر کرنے گیا تھا مخلوق کے

ساتھ ایسے عادات واخلاق کے ساتھ پیش آیا کہ سب کے دل اس کی محبت کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہ زادے کے انتقال کرتے ہی سارے ملک نے اس کے حکم پر گردن تسلیم خم کردی اور شہزادہ کی حرم محترم شرعی حکم کے بموجب اس کے نکاح میں آگئی اور جیسا کہ بادشاہ زادے نے کہا تھا ظہور میں آیا۔

ان مردان خدا کا بیان جو ہمیشہ ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے اور کھانے پینے کی راحت وخواب سے بالکل بے پرواہ رہتے

۶۳۳ھ ہجری میں سلطان الشمس الدین نے دار فنا سے عالم بقا میں رحلت کی اور اسی سال حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے وفات پائی بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان اشمسالدین کی وفات کے بعد دس سال کی مدت میں اس کے چار فرزند یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوئے۔ دس سال گزر جانے کے بعد سلطان الشمس الدین کا چوتھا لڑکا جو عمر میں سب سے چھوٹا اور سلطان ناصر الدین کے نام مشہور تھا تخت نشین ہوا۔ سلطان ناصر الدین جس کے نام سے طبقات ناصری مشہور ہے۔ ایک نہایت ہی بردبار اور کریم النفس اور عبادت گزار بادشاہ تھا۔ اس کی اکثر وجہ معاش اس کے ہاتھوں کی کمائی ہوتی تھی یعنی قرآن مجید لکھ کر اس کے اجرت سے اپنا اور نیز اپنے متعلقین کا خرچ چلاتا تھا کامل بیس سال بادشاہ رہا اس مدت میں سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ میں ملک وسلطنت کی باگ تھی اور وہ ان ایام میں الغ خان کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ سلطان ناصر الدین کے انتقال کے بعد ۶۶۲ ہجری میں سلطان غیاث الدین بلبن جو شمس الدین کے خدام میں شمار کیا جاتا تھا مستقل طور پر بادشاہ قرار دیا گیا۔ اور دہلی میں تخت حکومت پر جلوس فرما ہوا اس کے دو لڑکے تھے۔ بڑا لڑکا جو اس کا ولی عہد اور ملتان کا حاکم تھا ۶۸۴ھ میں لاہور اور دیپال پور کے درمیان مغلوں کے محاربے میں شہید ہو گیا۔ اور بہت سے تجربہ کار سواروں نے اس جنگ میں شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر منہ سے لگایا اس وقت سے خان ملتان کو خان شہید کا لقب ملا۔ یعنی لوگوں نے ان کا خان شہید نام رکھا۔ امیر خسرو

اسی لڑائی میں مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہو لئے تھے اور ایک عرصہ تک قید رہ کر بڑے حیلوں سے رہائی حاصل کی تھی۔ خان شہید کے بعد اس کا ایک فرزند کیخسرو نام باقی رہا۔ سلطان غیاث الدین کا دوسرا فرزند بغرا خان تھا اس کا اصلی نام تو محمود تھا مگر ناصر الدین کے نام سے زیادہ شہرت رکھتا تھا۔ ناصر الدین کا ایک فرزند تھا کیقباد نام۔ مگر معز الدین کے لقب سے زیادہ مشہور تھا۔ خان شہید کی زندگی ہی میں کیخسرو کے علاوہ اس کی ساری اولاد مر چکی تھی۔ چنانچہ خان شہید کے دنیا سے سفر کر جانے کے بعد ملتان کی حکومت کیخسرو ہی کے حوالہ کی گئی اگرچہ یہ ابھی کم سن اور نوجوان تھا مگر چونکہ بادشاہ کی نظر میں پرورش پائے ہوئے تھا اس لیے ہر بات کے نشیب وفراز سے واقف تھا بادشاہ دہلی نے بہت سے جدید تجربہ کار امرا اور کارکن وزرا کی ہمراہی میں کیخسرو کو دہلی سے ملتان کی طرف روانہ کیا اس وقت بادشاہ کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کر گئی تھی اور جس روز خان شہید نے دنیا سے منہ موڑا۔ ملک بلبن میں دن بدن فتور اور ضعف پیدا ہوتا جاتا تھا۔ بادشاہ اکثر اوقات اپنے لائق فرزند کے غم میں مصروف رہتا تھا اور شب و روز کے اندوہ الم اسے انتظام ملک کی طرف بہت کم متوجہ ہونے دیتے تھے۔ تاریخ فیروز شاہی کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ میں نے معتبر اور ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ سلطان بلبن کے زمانہ میں سلطان شمس الدین کے خاندان کے چند بزرگ باقی تھی۔ سلطان بلبن کا عہد ان ہی بزرگوں سے آراستہ تھا۔ چنانچہ سادات میں سے جو اس امت کے بزرگ ترین حضرات ہیں۔ ذیل کے اشخاص موجود تھے۔ سید قطب الدین شیخ الاسلام جو بداؤن کے قاضیوں میں کے جد بزرگوار ہیں۔ سید منتخب الدین سید مبارک کے فرزند رشید سید جلال الدین۔ سید اعز الدین، سید معین الدین بیانہ، سید چجو اور کیتھل کے سادات عظام اور خجستہ صفات اور بیانہ اور بداؤن کے سادات موجود تھے۔ علاوہ ان کے اور بہت سے سادات جو ظالم اور ستم گر چنگیز خاں کے حادثہ سے فرار ہو کر اس شہر میں آ بسے تھے۔ اور جو صحت نسب اور بندگی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اور کمال تقویٰ اور تدین سے آراستہ تھے۔ ابھی تک زندہ موجود تھے۔ اسی طرح سلطان بلبن کے عہد میں بہت سے مشہور اور نامور علما اور کامل استاد موجود تھے۔ جو مجلس افادہ اور افاضہ میں بیٹھ کر درس دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا برہان الدین بلخی اور مولانا برہان الدین بزاز اور مولانا نجم الدین دمشقی، مولانا فخر الدین زرادی کے شاگرد اور مولانا سراج الدین سنجری اور قاضی شرف الدین لواوجی اور صدر جہان منہاج الدین جورجانی اور قاضی رفیع الدین گازرونی، اور

قاضی شمس الدین ورم زاجی اور قاضی رکن الدین سامانہ اور قاضی قطب الدین کاشانی کے فرزند قاضی جلال الدین کاشانی، قاضی القضاۃ سدید الدین، قاضی ظہیر الدین، قاضی جلال الدین اور چند مشہور استاد اور نامور مفتی اور علما شمسی کے فرزند و شاگرد موجود تھے۔ جو درس و تدریس اور فتوؤں کے جوابات لکھنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور علمی فضائل میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اسی طرح بہت سے مشائخ جن کا اس زمانے میں کوئی شخص مد مقابل نہ ہو سکتا تھا رونق دہ سلطنت تھے۔ عہد بلبنی کو حقیقت میں انہیں بزرگواروں سے زیب و زینت حاصل تھی۔ چنانچہ سلطان بلبن کے آغاز عہد میں حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین مسعودؒ موجود تھے جو قطب عالم اور مدار جہان کو ساتھ رکھتے تھے اور نہ صرف شہرت رکھتے تھے بلکہ حقیقت میں ایسے تھے بھی اور آپ اس شہر کے تمام باشندوں کو اپنے دامن حمایت اور امن و عافیت میں لیے ہوئے تھے آپ کی کرامتیں مشرق سے مغرب تک مشہور تھیں آپ کے انفاس نفسیہ اور آثار قرب و محاسن کی وجہ سے ایک مخلوق دین و دنیا کے بلاؤں اور زمینی و آسمانی آفات سے نجات پاتی تھی جو لوگ قابل طبیعتیں رکھتے تھے وہ آپ کے ارادہ کی برکت سے درجات عالیہ پر ترقی کرتے تھے اور جن کے دلوں میں کچھ بھی ربانی لیاقت رکھی گئی تھی وہ آپ کی صحبت کی بدولت معرفت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچتے تھے۔ شیخ شیوخ العالم قدس سرہ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوار اس عہد میں موجود تھے چنانچہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے فرزند رشید شیخ صدر الدین اور حضرت قطب الاقطاب شیخ الاسلام والمسلمین جناب شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی کے ممتاز اور سر برآوردہ خلیفہ شیخ بدر الدین غزنوی اور شیخ ملک یار پران اور حضرت بی بی فاطمہ سام اور سید مولیٰ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مشائخ تھے جن کی وجہ سے سلطان بلبن کے عہد میں برکات و میامن برابر آسمان سے اس سرزمین پر نازل ہوتے تھے علی ہذا القیاس بلبنی عہد میں بہت سے حکما اور اطبا بھی تھے جن کی حکمت اور طب کی نظیر سے اس زمانہ کے اکثر طبقہ خالی تھے۔ منجملہ ان کے ذیل کے چند اشخاص نہایت ہی تجرہ کار اور حاذق طبیب مشہور تھے۔ حمید الدین مطرار، مولانا بدر الدین دمشقی، و مولانا حسام الدین ماری کلا وغیرہ۔ اسی طرح اس زمانہ کے فرماں روا اور حکام بھی بے نظیر زمانہ تھے۔ جیسے بادشاہ علاؤ الدین کشلی خان۔ یہ بادشاہ سلطان بلبن کا بھتیجا تھا جس کی کثرت جود و کرم اور ایثار و بخشش نے حاتم طائی کا نام صفحہ دنیا سے مٹا دیا تھا۔ اور بذل و کرم میں دنیا بھر کے فیاضوں سے سبقت لے گیا تھا۔ میں نے

حضرت امیر خسرو کے خاص اہل واقارب سے سنا ہے کہ علاؤالدین کشلی خان جیسا بادشاہ بخشش اور جودو کرم اور تیر اندازی اور گیند بازی اور صید افگنی میں ہندوستان کو اپنی گودی میں پالنا نصیب نہیں ہوا۔ بلکہ مادر دنیا نے ایسا کوئی ہونہار اور خوش قسمت بادشاہ نہیں جنا۔ غرضیکہ بادشاہ علاؤ الدین اپنے باپ کشلی خان کی جگہ جو سلطان بلبن کا حقیقی بھائی تھا تخت نشین ہوا اور جب سلطان بلبن خان شہید کے افسوسناک واقعہ سے شکستہ ہوا اور بے شمار رنج وغم سے بیماروں کی طرح صاحب فراش ہوا تو اس نے اپنے چھوٹے فرزند بغرا خان کو لکھنوتی سے دہلی میں طلب کیا اور جب وہ بوڑھے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو باپ نے کہا کہ فرزند من تیرے بھائی کے فراق نے میری پیٹھ کو ٹیڑھا کر دیا اور صاحب فراش بنا دیا ہے فرزند من یہ وہ زمانہ نہیں کہ تو مجھ سے علیحدہ رہے۔ میں تیرے سوا اور کوئی فرزند نہیں رکھتا ہوں کہ میرے بعد وہ میری جگہ سنبھالے۔ کیخسرو اور کیقباد جو تمہارے فرزند ہیں اگرچہ میں نے انہیں اپنی نظروں میں پرورش کیا ہے اور ان کی تعلیم و تادیب میں حد سے زیادہ کوشش کی ہے لیکن پھر بھی بچے ہیں۔ ناتجرہ کار ہیں۔ زمانے کا سرد و گرم ابھی تک چکھا نہیں ہے۔ مجھے کسی طرح توقع نہیں ہو سکتی کہ میرے بعد ان کو ملک سونپا جائے اور وہ نفسانی حرص و ہوا سے خالی ہو کر حکمرانی کر سکیں اور پھر ملک دہلی ویسا ہی مہذب اور شائستہ حالت میں رہے جیسا کہ سلطان شمس الدین کے بعد سے ایک عرصہ تک رہا ہے اگر تم لکھنوتی میں رہو گے اور تخت پر کوئی دوسرا شخص بیٹھے گا تو تم اس کی اطاعت و ملازمت کرنی ضرور ہو گی۔ اس بات کو سوچو اور میرے پہلو سے دور نہ رہو اور لکھنوتی جانے کی آرزو مت کرو چونکہ بغرا خان ایک تند مزاج اور جلد کار بادشاہ تھا دو تین مہینے دہلی میں رہا اور بڑے جبر و کراہت سے رہا۔ اس اثناء میں سلطان بلبن کو مرض سے افاقہ ہوا اور بغرا خان باپ کے صحت پاتے ہی ایک حیلہ اٹھا کر باپ کی بغیر رضامندی کے لکھنوتی چلا گیا۔ بغرا خان کا فرزند کیقباد بادشاہ کے پاس رہا۔ اتفاق سے بغرا خان ابھی تک لکھنوتی بھی نہیں پہنچا تھا کہ بادشاہ پھر بیمار ہو گیا اور جب اسے اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو اس نے اپنے ارکان دولت کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد کیخسرو کو تخت پر بٹھانا اگرچہ وہ کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اور جہانبانی کا حق جیسا کہ چاہیے ادا نہیں کر سکتا ہے لیکن میں اس کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہوں محمود جو رموز سلطنت سے واقف تھا اور آدمی اس سے امید رکھتے تھے کہ سلطنت کے بوجھ بآسانی اٹھالے گا لکھنوتی چلا گیا۔ اب اس کو بلانے کا موقع نہیں رہا

کیوں کہ اس کی طلبی میں میں اہلکاروں کو روانہ کرنے اور اسکے وہاں سے یہاں آنے میں زیادہ عرصہ لگے گا اور مجھے خوف ہے کہ مبادا اس عرصہ میں تخت شاہی برباد ہو جائے اور اس سے میری روح کو بے انتہا صدمہ پہنچے۔ الغرض وصیت کے تیسرے روز بادشاہ نے جاں بحق تسلیم کی اور رحمت حق کے پڑوس میں جا پہنچا۔ ارکان دولت نے اسی دن خان شہید کے فرزند کیخسرو کو ملتان سے بلا بھیجا مگر اس کے آنے تک بغرا خان کے فرزند کیقباد کو سلطان معز الدین کا خطاب دے کر عارضی طور پر دہلی کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ تخت نشینی کے بعد صبح ہوتے سلطان بلبن کے جنازے کو لال محل سے باہر لائے ارو دارالامان میں دفن کیا سلطان غیاث الدین بلبن نے تئیس سال بادشاہی کی اور سلطان معز الدین کیقباد ۶۸۵ء میں تخت بلبنی پر متمکن ہوا اس وقت اس کی سترہ سال کی عمر تھی۔ یہ شہزادہ بڑا ہی خلیق اور فضائل خاص کے ساتھ موصوف تھا اخلاق نہایت وسیع اور طبیعت موزوں اور خلق پسند اور جمال بے نظیر۔ باتیں ایسی تھیں جنہوں نے تمام ارکان دولت کو اور نہ صرف ارکان دولت کو بلکہ تمام مخلوق کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی کامرانی کی آرزوئیں اور استیفار حرص وہوا کی خواہشیں اور تنعم وملذذ کی تمنائیں اور جوانی کے ولولے سینے میں ہر وقت ہجوم کرتے تھے لہذا اس نے چند ہی روز میں شہر کی سکونت ترک کر کے دارالسلطنت یعنی لال محل سے باہر نکل کر موضع کیلوکھری میں دریائے جمن کے کنارے پر ایک بے نظیر اور عالیشان محل اور دلکشا باغ بنایا اور ملوک وامرا اور معتمدان سلطنت اور بہت سے تجربہ کار آدمیوں کو اس محل کے گرد آباد کیا لوگوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ کیلوکھری کی سکونت کی طرف راغب ہے تو انہوں نے اسی مقام میں بڑے بڑے محل اور مکانات تعمیر کرائے اور ہر فرقے اور گروہ کے معزز اور سردار لوگ شہر سے نکل کر کیلوکھری میں جا آباد ہوئے۔ کیلوکھری جو ایک غیر آباد موضع تھا اب شہر سے زیادہ معمور اور بارونق ہو گیا۔ الغرض سلطان معز الدین رات دن عیش وعشرت میں مشغول رہتا تھا اور سلطنت کی مہمات سے بالکل غافل تھا۔ ملک نظام الدین جو ملک الامرا کے بھتیجے کا داماد تھا شہر کا ایک نامور اور مشہور کوتوال تھا یہ شخص بادشاہ کی پیشی میں اکثر وقت رہا کرتا تھا اور ملک کے بہت سے کام اسی کے ہاتھوں طے ہوا کرتے تھے گویا ظاہر میں بادشاہ کا نائب خیال کیا جاتا تھا چونکہ بادشاہ امور سلطنت سے بالکل غافل تھا اس لیے رفتہ رفتہ ملک داری کے بڑے بڑے کام ملک نظام الدین کی طرف رجوع کرتے تھے اور اب وہ ایک مستقل نائب سلطنت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن

اس ناپاک اور محسن کش کے دل میں ملک داری کی آرزو گد گدائی اور سلطنت کے چھین لینے پر اس نے دانت تیز کیے کیونکہ ملک نظام الدین ایک گرگ کہنہ تھا اور کامل ساٹھ سال سے ملک دہلی پر اپنا قبضہ کیے ہوئے تھا اہل ملک کو طرح طرح کیتملن اور چاپلوسیوں اور نرمی و ملائمت سے اپنی طرف مائل کر لیا تھا اور سب کو اپنی مٹھی میں دیکھتا تھا اس کے دل میں یہ خیال جم گیا تھا کہ سلطان بلبن کا بڑا بیٹا جو بادشاہی کے قابل تھا وہ اپنے باپ کی زندگی ہی میں شہید ہو گیا اور بغرا خان لکھنوتی کا مقید و پابند ہے۔ رہا سلطان معز الدین وہ ہوا پرستی کے غلبہ سے جہاں داری کے قابل نہیں رہا۔ اب اگر کوئی کھٹکا باقی ہے تو خان شہید کے فرزند کیخسرو کا ہے سوا سے میں ہر طرح سے دفعہ کر سکتا ہوں۔ رہے قدیم فرمانروا جو تعداد میں بہت ہی کم ہیں میں انہیں سلطان معز الدین پر زور ڈال کر دفعہ کرا سکتا ہوں۔ جب یہ سب صورتیں بن جائیں گی تو پھر دہلی کا ملک میرے قبضہ میں آسانی سے آ جائے گا۔ بس مصلحت یہ ہے کہ کیخسرو کو بلانا چاہیے اور جب وہ ملتان سے چل کھڑا ہو تو راستے ہی میں اس کا کام تمام کر ڈالنا مناسب ہے۔ چنانچہ اس خیال کو دل میں پکا کر کیخسرو کی طلب میں چند آدمیوں کو ملتان بھیجا اور جس وقت سلطان معز الدین شراب کے نشے میں مست و مدہوش تھا کیخسرو کے قتل کی اجازت حاصل کر لی اور فوراً دربار کے لوگوں میں سے چند آدمیوں کو منتخب کر کے کیخسرو کے قتل پر نامزد کیا کیخسرو ابھی رہتک میں تھا کہ لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ کیخسرو کے قتل ہوتے ہی تمام سرداران بلبنی جو معز الدین کے اعوان تھے۔ ملک نظام الدین سے خائف اور ہراساں ہوئے تھوڑی مدت کے بعد معز الدین بیمار پڑ گیا اور فالج ولقوہ کی زحمت سے دن بدن بد تر حالت میں ترقی کرتا گیا جب معز الدین کی صحت سے مایوسی و ناامیدی ہو گئی تو سلطان بلبن کے وقت کے ملوک و امرا ارکان دولت اور افواج کے افسر اور تمام معزز لوگ جمع ہوئے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ سلطان معز الدین کے لڑکے کو گو وہ خرد سال ہے حرم محترم سے باہر لا کر تخت پر بٹھائیں تا کہ خاندان بلبنی ہی میں ملک و سلطنت باقی رہے۔ چنانچہ باتفاق امرا ایسا کیا گیا اور شہزادے کو تخت نشین کر کے اسے سلطان شمس الدین کا خطاب دیا اور سلطان معز الدین کو کیلوکھری کے محل میں لے گئے اور علاج و تدبیریں میں مصروف ہوئے۔ سلطان جلال الدین خلجیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ھاپوڑ میں آ دھمکا اور اپنے قرابتیوں کا ایک جم غفیر جمع کیا اور لشکر کی ٹوہ لینے لگا سلطان جلال الدین چونکہ ایک دوسری نسل سے تھا اسے ترکوں کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی نہ

ترکوں کو اس سے کچھ تعلق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ترک اسے ایک ذلیل اور کم اصل اور اپنی نسل سے خارج جانتے تھے۔ ایتمر کچھن اور ایتمر کلدر نے باہم اتفاق رائے کر کے کہا کچھ بیگانے امرا اس موقع پر معلوم ہوتے ہیں دریافت کرنے کے بعد ان کو یہاں سے ٹالنا چاہیے رفتہ رفتہ یہ خبر سارے دربار میں پھیل گئی اور لوگ ان کا ذکر کرنے لگے۔ جب چند شخص باہم ذکر کرتے تھے تو ان میں سے پہلے سلطان جلال الدین کا نام لیا جاتا تھا۔ جب سلطان جلال الدین کو خبر پہنچی تو وہ بھی چوکنا ہو گیا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا۔ امراء خلج کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ہاپوڑ کو اپنا لشکر گاہ مقرر کیا دہلی کے بعض امرا بھی اس کے ہمراہ ہو گئے اور اس کی رائے کے ساتھ ہر طرح اتفاق کیا۔ امیر حسن اپنے ساتھ چند بہادر اور جری سوار لے کر دہلی سے نکل کھڑا ہوا تا کہ سلطان جلال الدین کو ہاپوڑ سے باہر نکال کر سرائے شمسی میں لائے اور وہیں اس کا قصہ پاک کر دے۔ سلطان جلال الدین کو یہ خبر پہلے ہی سے واضح ہو گئی تھی جوں ہی باربک اس کے طلب میں ہاپوڑ پہنچا فوراً خلجیوں نے اسے گھوڑے سے پھینک دیا اور بکرے کی طرح ذبح کر ڈالا۔ سلطان جلال الدینکے فرزند جو شیر نر کی طرح دلیر و چالاک تھے پچاس بہادروں کو اپنے ساتھ لے کر سلطانی دربار میں گھس گئے اور سلطان معز الدین کے فرزند کو تخت سے اٹھا کر لے گئے اور باپ کے پاس پہنچا دیا ایتمر سرخہ نے یہ کیفیت دیکھ کر جلال الدین کے لڑکوں کا تعاقب کیا مگر خلجیوں نے تیر بارانی کر کے فوراً اس کا کام تمام کر دیا ازاں بعد ملک الامرا کے فرزند ہاپوڑ میں پہنچے اور جانبین میں سخت لڑائی ہوئی سارے شہر میں ایک ہل چل مچ گئی اور خواص وعوام خورد و بزرگ نہایت جوش و خروش کے ساتھ سلطان معز الدین کے فرزند کی مدد کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بڑی تیزی کے ساتھ ہاپوڑ کی طرف دوڑے۔ کیونکہ شہر کے تمام باشندوں کو عموماً اور سلطان بلبن کے ارکان دولت کو خصوصاً خلجیوں کی حکومت نہایت گراں وشاق تھی اور وہ ان کی سرداری کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے گو شہر کے لوگ جمع ہو کر ہاپوڑ میں پہنچے اور ایک سخت ہنگامہ برپا کیا لیکن شہر کے کوتوال اپنے فرزندوں کے لوگوں سے سبقت لے گئے تھے۔ غرضیکہ آپ کا وجود باجود عدیم المثال اور بے نظیر تھا گذشتہ قرنوں میں بھی خدا تعالیٰ نے آپ جیسے بہت کم لوگ پیدا کیے تھے۔ عہد علائی کے دوسرے مشہور و نامور شاعر امیر حسن سنجری تھے جو شعرا میں یکے اور یگانے تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کو نظم و نثر کی طرف کمال التفات تھا اور سلاست ترکیب اور روانی سخن میں ایک آیت تھے۔

آپ کی وجدانی قوت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ فی البدیہہ شعر کہنا آپ کے نزدیک کوئی بات نہ تھی۔ غایت روانی میں غزلیں کی غزلیں لکھ ڈالتے تھے اور کبھی فکر کی حاجت نہ پڑتی۔ آپ کا سعدی ہندوستان خطاب تھا اور علاوہ اس فن کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حسنہ کے ساتھ متصف تھے۔ مجھے سالہا سال امیر خسرو اور امیر حسن کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کیونکہ مجھے ان سے انتہا درجہ کی محبت و دوستی تھی۔ وہ بغیر میری صحبت کے بے تاب و بے قرار رہتے تھے اور میں جب تک ان کے ساتھ ہم مجلس نہ ہوتا تھا زندگی دشوار اور اجیرن ہو جاتی تھی۔ امیر حسن کو حضرت شیخ کی خدمت میں کمال درجہ کا اعتقاد تھا اور اسی اعتقاد کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ شیخ کی مجلس مبارک میں اکثر وقت حاضر رہا کرتے اور جو کچھ شیخ کی انفاس متبرکہ سے سنتے یعنی حضور کے ملفوظات ایک جگہ جمع کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے انہیں ایک کتابی صورت میں مرتب کیا اور اس کا نام فوائد الفواد رکھا۔ اس کتاب نے وہ مقبولیت پائی کہ اس زمانہ میں صادقان ارادت کے لیے قانون اور دستور عام ہو گئی۔ امیر حسن کا ایک دیوان بھی ہے۔ جو صحائف کے نام سے شہرت رکھتا ہے علاوہ اس کے اور بہت سے مفید نثر اور بے شمار مثنویاں پائی جاتی ہیں۔ آپ ایسے شیریں گفتار اور ظریف اور خوش مزاج اور مودب و مہذب تھے کہ مجھے جو راحت و امن ان سے حاصل ہوتا تھا کسی اور کی مجالست میں میسر نہ ہوتا تھا۔

واضح ہو کہ میری غرض اس مقدمہ کے بیان کرنے سے صرف اسی قدر ہے کہ معلوم ہو جائے کہ سلطان علاؤ الدین بڑا سنگ دل اور بے باک بادشاہ تھا اس سے زیادہ سنگ دلی اور بے باکی و بے التفاتی اور کیا ہو گی کہ مسافر اور طالبان راہ خدا ہزاروں کوس سے حضرت نظام الدین سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی آرزوئے ملاقات میں آتے تھے اور اس کے دل میں کبھی یہ بات نہیں گزری کہ گھر بیٹھے شیخ شیوخ محبوب الٰہی کی ملازمت و زیارت سے بہرہ ور ہو۔ یا جناب قدس کو اپنے پاس بلا کر دولت ملاقات حاصل کرے۔ سلطان علاؤ الدین حضرت سلطان المشائخ ہی کی قدم بوسی سے محروم نہیں رہا بلکہ اور بزرگوں کی بھی خدمت سے محروم رہا۔ امیر خسرو جو عالم میں ایک فرد کامل اور بے نظیر تھے اگر عہد محمودی اور عصر سنجری میں ہوتے تو وہ لوگ ان کی انتہا سے زیادہ تعظیم و توقیر کرتے لیکن مغرور سلطان علاؤ الدین نے صرف ایک دفعہ انہیں ہزار تنکہ دیئے تھے اور تعظیم و توقیر کما حقہ پھر بھی نہیں ادا کی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ان کا حق احترام و احتشام کچھ بھی ادا نہیں کیا

اور حقوق کی ذرا بھی محافظت نہیں کی پھر باوجود اس کے جو اس کے زمانہ میں بہ رونق اور آراستگی تھی تو حقیقت میں اس کے حق میں مکر و استدراج تھا۔ الغرض سلطان علاؤ الدین مرض استسقا میں مبتلا ہوا اور آخر کار اسی مرض میں انتقال کر گیا۔ کامل بیس سال سلطنت کی اور نہایت مجبوری کی حالت میں جان دی بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ملک نائب نے غلبۂ مرض کی حالت میں سلطان علاؤ الدین کا کام تمام کر دیا۔ شوال کی چھٹی رات ۷۱۵ھ کو آخر شب میں سلطان علاؤ الدین کا جنازہ محل سیری سے باہر لایا گیا اور جامع مسجد میں اس کے مقبرہ خاص میں لے جا کر لوگوں نے دفن کیا۔ سلطان علاؤ الدین کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ملک نائب تخت پر بیٹھا اور ۳۵ روز کے بعد قتل کیا گیا۔ اس کے قتل ہونے کے بعد اسی سال کے آخر یعنی ۷۱۶ ہجری میں سلطان علاؤ الدین کا فرزند قطب الدین تخت نشین ہوا اور چونکہ موضع دیو گیر سلطان علاؤ الدین کے انتقال کے بعد ہاتھ سے نکل گیا تھا اس لیے قطب الدین نے دیو گیر کی طرف لشکر کشی کی اور بہت تھوڑے عرصہ میں لشکر دہلی فتح و ظفر کے ساتھ واپس آ گیا۔ جس طرح سلطان علاؤ الدین ملک نائب پر فریفتہ ہو گیا تھا اسی طرح سلطان قطب الدین خسرو خان کا والہ و شیدا ہو گیا تھا اور وہ حرام خور لشکر کا سردار اور بادشاہ کا چتر دار ہو گیا تھا پھر اس کی وجہ سے جو کچھ قطب الدین کے فرزندوں اور خاندان پر گزرا وہ بالکل ناگفتہ بہ کیفیت ہے۔ قطب الدین بھی اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلتا تھا اور غرور تکبر میں اس سے کسی قدر بڑھا ہوا تھا۔ منجملہ اس کے اور اخلاق رذیلہ اور عادات ذمیمہ کے یہ بھی برائی تھی کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے جو قطب عالم اور سردار جہان تھے صرف اس وجہ سے خضر خان کو آپ کا مرید جانتا تھا دشمنی رکھتا تھا اور حضرت شیخ کو زبان سے برا کہتا تھا شب و روز اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح شیخ کو تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ اس کے چند بدخواہوں نے جو ظاہر میں اپنے تئیں اسکے سامنے نیک خواہ ظاہر کرتے تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ شیخ کو کوئی رنج و تکلیف پہنچائی جائے۔ اور اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر بادشاہ شیخ سے کوئی گستاخی کرے گا تو فوراً اس کی سلطنت الٹ جائے گی مگر بے وقوف اور مغرور قطب الدین سلطنت کے نشہ میں اس قدر چکنا چور تھا کہ اس بات کی تہ کو نہ سمجھ سکا اور شیخ کو زبان سے برا کہنا شروع کیا اور دن بدن آپ کی عداوت میں ترقی کرتا گیا اس نے دربار کے تمام ملوک و وزرا اور معارف کو حکم دیا کہ کوئی شخص

شیخ کی زیارت کے لیے غیاث پور میں جانے نہ پائے اور بارہا برسر دربار کہتا تھا کہ جو شخص شیخ کا سر میرے سامنے حاضر کرے گا اسے ہزار تنکہ زر انعام میں دوں گا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ ضیاء الدین رومی کے خطرہ میں سلطان اور شیخ کی مٹ بھیڑ ہوگئی مگر سلطان نے شیخ سے ملاقات نہیں کی اور شیخ نے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہیں دیا اور ذرا بھی التفات نہیں کیا۔ شیخ زادہ حسام کو جو سلطان المشائخ کا مخالف تھا اپنے دربار میں بہت بڑی عزت دی اور مقرب درگارہ بنالیا اور شیخ الاسلام رکن الدین کو ملتان سے بلایا۔ الغرض چار سال کے بعد خسرو خان نے اوباشوں کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کر کے سلطان قطب الدین کو ہزار ستوں کے بالاخانہ پر قتل کر ڈالا اور اس کا سر تن سے جدا کر کے بالاخانہ پر سے صحرا میں پھینک دیا۔ خلق نے اسے دیکھا تو گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئی اور زندگی سے مایوس و ناامید ہوگئی اور سارے شہر میں ہل چل مچ گئی اور جو لوگ قابل قتل تھے مار ڈالے۔ اسی وقت آدھی رات کے وقت ملک عین الملک ملتانی اور ملک وحید الدین قریشی اور ملک فخر الدین جونا نے طغلق شاہ کے فرزند سلطان محمد کو بلایا اور ہزار ستون کے بالاخانہ پر صبح تک قید رکھا گیا۔ صبح ہوتے ہی خسرو خان نے اپنے وزیر کو ناصر الدین اور اپنے بھائی کو خانخانان کا لقب دیا اور ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے مطابق خطاب و منصب عطا کیا۔ خسرو خان کو کسی شخص کا خوف ولحاظ نہ تھا مگر غازی ملک یعنی تغلق شاہ کا سخت اندیشہ تھا جو دیپالپور میں سکونت رکھتا تھا۔ تغلق شاہ اس وحشت ناک خبر کے سنتے ہی طیش میں آیا اور چونکہ اس کا فرزند سلطان قطب الدین سے قرب تمام رکھتا تھا اس لیے وہ اپنے ولی نعمت کی طرف سے نہایت رنجیدہ و مغموم رہتا تھا مگر بظاہر دم مارنے کی گنجائش نہ تھی آخر کار تغلق شاہ لشکر کشی کر کے دہلی میں آیا اور خسرو خان سے سخت جنگ کی خسرو خان شکست کھا کر بھاگا لیکن دوسرے ہی روز گرفتار ہو کر آیا اور تغلق شاہ کے حکم سے اس کی گردن ماری گئی۔ صرف چار مہینے سلطنت کی اور ۷۲۰ھ ہجری میں سلطان غیاث الدین تغلق شاہ انار اللہ برہانہ نے نئے کوشک سیری میں جلوس فرمایا اور سلطنت نے اس کی مبارک ذات کی وجہ سے زیب و زینت حاصل کی لیکن ۷۲۵ھ ہجری میں سلطان تغلق شاہ نے سفر آخرت قبول کیا اور سلطان محمد بن تغلق جو اس کا ولی عہد تھا سریر آرائے سلطنت ہوا۔ یہ تخت نشینی دار الملک تغلق آباد میں ہوئی۔ سلطان محمد بڑا ہی عالی ہمت اور نیک نہاد بادشاہ تھا اس کی

وجہ سے تمام ممالک اسلام کماحقہ آراستہ مہذب ہو گئے۔ اور سلطان تغلق شاہ کے انتقال کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ تغلق شاہ لکھنوتی سے جب واپس آنے لگا تو ولی عہد نے یہ خبر سن کر کہ تغلق شاہ تن تنہا آج ہی تغلق آباد پہنچیں گے۔ درباریوں کو حکم فرمایا کہ افغان پور کے پاس جو تغلق آباد سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک مختصر سا محل تیار کیا جائے تا کہ والد بزرگوار شب کو وہاں نزول اجلال فرمائیں اور صبح کو کب بادشاہی اور تجمل وزینت کے ساتھ تغلق آباد میں داخل ہوں۔ چنانچہ تغلق شاہ عصر کی نماز کے بعد نئے محل میں اتارے گئے ان کے فرزند اور اکابر واشراف نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا اور قدم بوسی کی عزت و سعادت حاصل کرنے کے بعد دستر خوان بچھایا گیا سب کھانا کھانے بیٹھے اور کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد جب سب لوگ ہاتھ دھونے کی غرض سے باہر چلے آئے تو آسمان سے بلا کی طرح اوپر کی چھت تغلق شاہ پر گر پڑی تغلق شاہ اور اس کے ساتھ پانچ چھ آدمی چھت کے نیچے دب کر انتقال کر گئے اور اسی روز سلطان محمد تخت شاہی پر دہلی میں جلوس فرما ہوا اور ستائیس برس تک نہایت کامرانی اور عدل و انصاف سے حکمرانی کی۔ سلطان محمد کے انتقال کا واقعہ یہ ہے کہ جب سفر میں بیمار ہوا اور وقتاً فوقتاً مرض میں ترقی ہوتی گئی لشکر نہایت تیزی کے ساتھ کوچ کرتا ہوا چلا آرہا تھا جب دریائے سندھ کے کنارہ ٹھٹھہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ لشکر میں دفعتہً ایک شور و شغب پیدا ہوا اور نزدیک تھا کہ خلق باہم لڑ کر کٹ مرے مگر مدبران سلطنت نے اس شور کو وہیں دبا دیا اور چوتھی محرم ۹۵۲ھ ہجری کو خواص و عوام کی اتفاق رائے سے سلطان العہد والزمان فیروز شاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب سلطان محمد بن تغلق شاہ کا انتقال ہوا تو شیخ نصیر الدین محمود اور بہت سے مشائخ اور علما اور امرا اور ملوک اور اکابر و سردار جمع ہوئے اور عام لوگوں کی خواہش و مرضی سے فیروز شاہ کے محل میں داخل ہوئے اور نہایت لجاجت و عاجزی سے عرض کیا کہ آپ سلطان محمد کے ولی عہد بھی ہیں اور وصی بھی اور علاوہ اس کے بادشاہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ چونکہ سلطان محمد کا کوئی فرزند نہیں ہے اور شہر و لشکر میں سلطان کے خاندان میں سے کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا ہے کہ سلطنت کی قابلیت رکھتا ہو خدا کے واسطے آپ عاجز مخلوق کی فریاد رسی اور دستگیری کیجیے۔ اور تخت سلطنت پر جلوہ آراء ہوئیے اگر آپ ایسا کریں گے تو اتنے ہزار

آدمی اور اس قدر لشکر کو مغلوں کے ہاتھ سے بچالیں گے۔ فیروز شاہ ہر چند عذر کرتے تھے مگر یہ لوگ ان کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے اور باصرار کہتے تھے کہ لشکر اور تخت گاہ دہلی کی سلطنت کے قابل اور حکومت و بادشاہت کے شایان بجز سلطان فیروز شاہ کے دوسرا نظر نہیں آتا۔ اگر آج فیروز شاہ تخت سلطنت پر نہ بیٹھے گا اور مغلوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ نہیں ہوتا تو کل ہی سارے مغل شہر میں گھس کر ہمیں غارت کر دیں گے اور ایک کو بھی سلامت نہ چھوڑیں گے۔ جب فیروز شاہ سب طرف سے مجبور ہو گئے تو ناچار تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوئے اور مخلوق محنت واندوہ سے آسودہ ہوئی۔ الغرض سلطان فیروز شاہ نے ۳۷ سال تک حکومت کر کے ۷۹۹ ہجری میں انتقال فرمایا۔ چنانچہ ان کی تاریخ وفات جملہ ''فوت فیروز'' سے برآمد ہوتی ہے۔ فقط۔

تم بعونہٖ وھوا لعلی العظیم

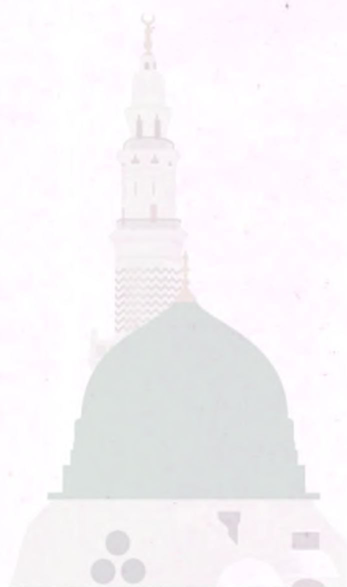




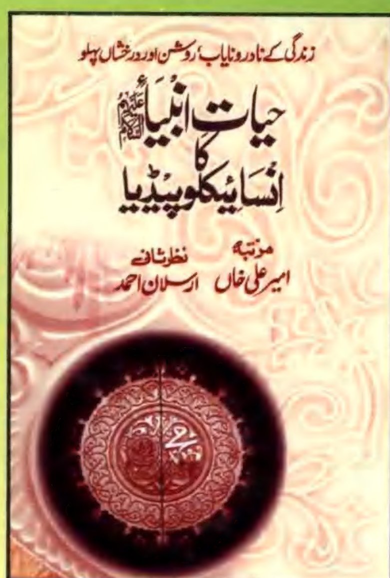


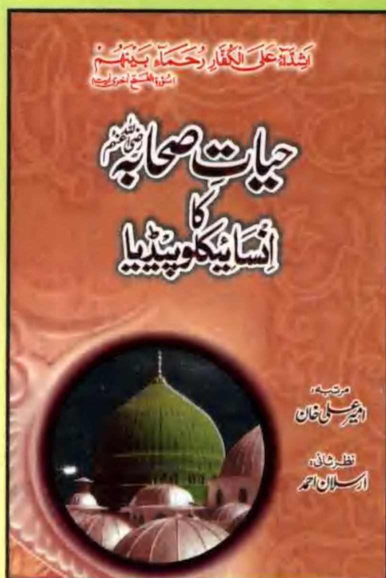


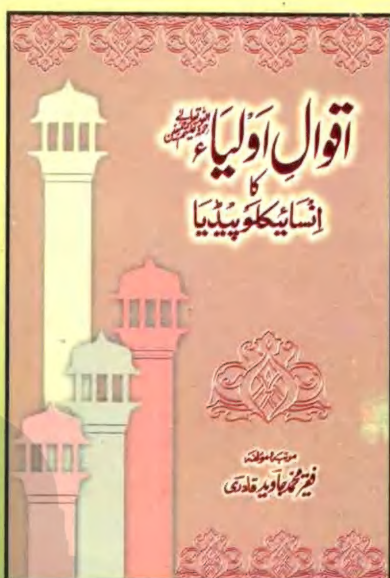


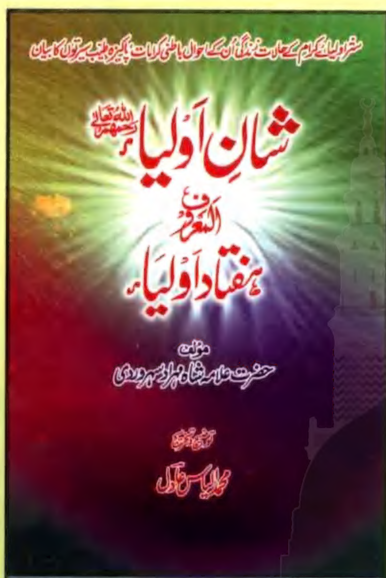





زندگی کے نادر و نایاب، روشن اور درخشاں پہلو
حیاتِ انبیاء علیہم السلام
کا
انسائیکلوپیڈیا
مرتبہ
امیر علی خاں
نظرِ ثانی
ارسلان احمد


اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ
حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
کا
انسائیکلوپیڈیا
مرتبہ:
امیر علی خان
نظرِ ثانی:
ارسلان احمد


اقوالِ اولیاء
کا
انسائیکلوپیڈیا
فقیر محمد جاوید قادری


ستر اولیائے کرام کے حالاتِ زندگی اُن کے احوال باطنی کرامات پاکیزہ و طیب سیرتوں کا بیان
شانِ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ
المعروف
ہفتاد اولیاء
مؤلف
حضرت علامہ شاہ مراد سہروردی
محمد الیاس عادل